ایوانِ تمدن میں ترے رُخ کا اُجالا + تہذیب تجلی ترے نقشِ کفِ پا کی (طارق سلطانپوری)

میلادِ رسول ﷺ نمبر

فرش والے تری شوکت کا علو کیا جانیں
خسروا عرش پہ اُڑتا ہے پھریرا تیرا
(امام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)



حرفِ تمنا
آئینۂ رحمت
کوئے محمد ﷺ
بدرِ کمال
چراغِ آرزو
بہارِ مدحت
متاعِ عقیدت
جامِ طہور
آیۂ رحمت
شگفتہ شگفتہ
سائبانِ رحمت
کائناتِ حسن

دینی، سماجی، اخلاقی اور ملی اقدار کا محافظ — جوہر آباد

سہ ماہی
انوارِ رضا

ملک محبوب الرسول قادری

جلد 9 شمارہ نمبر 4

چیف ایڈیٹر
ملک محبوب الرسول قادری

علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر پاکستان
زاویۂ قادریہ سیدنا غوث اعظم سٹریٹ (نزد چونگی نمبر 1) سرگودھا روڈ جوہر آباد (41200)
0321/0300/0313-9429027 mahboobqadri787@gmail.com

ایوانِ تمدّن میں ترے رُخ کا اُجالا + تہذیب تجلی ترے نقشِ کفِ پا کی

(طارق سلطانپوری)

میلادِ رسول ﷺ نمبر

دینی، مذہبی، اخلاقی اور ثقافتی اقدار کا محافظ

سہ ماہی

انوارِ رضا

جوہرآباد

جلد 9 شمارہ نمبر 4

2015

چیف ایڈیٹر

ملک محبوب الرسول قادری

علامہ شاہ احمد نورانی ریسرچ سنٹر پاکستان

زاویہ قادریہ سیدنا غوث اعظم سٹریٹ (نزد چوکی نمبر 1) سرگودھا روڈ جوہر آباد (41200)

0321/0300/0313-9429027 mahboobqadri787@gmail.com

شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام

علمی، ادبی، اخلاقی اور ملی اقدار کا محافظ

ماہنامہ

انوارِ رضا

بانی: ملک محبوب الرسول قادری

2015ء

جلد نمبر 9 شمارہ نمبر 4

خاص ایڈیشن

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

میلادِ رسول نمبر

قیمت فی شمارہ
850 روپے

سالانہ رکنیت فیس
2000 روپے

انٹرنیشنل غوثیہ فورم زاویہ قادریہ سیدنا غوث اعظم سٹریٹ (نزد چونگی نمبر 1) جوہر آباد 41200
0300/0321/0313-9429027 Mahboobqadri787@gmail.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حسنِ ترتیب

اپنی بات

جشنِ میلادِ رسول ﷺ سال اور میلادِ رسول نمبر ﷺ کی اشاعت

اللہ رب العالمین نے جشن میلاد مصطفیٰ ﷺ منانے کی سعادت مومنین کے نصیبے میں لکھی ہے۔ سبب اس کا یہ ہے کہ محبت رسول ﷺ ہی جانِ ایمان ہے یہی قرآن وسنت کی تعلیم کا نتیجہ ہے۔ سچ کہا ہمارے امام، اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان محدث بریلوی قدس سرہ نے:

اللہ کی سر تا بقدم شان ہیں یہ
ان سا نہیں انسان، وہ انسان ہیں یہ
قرآن تو ایمان بتاتا ہے انہیں
ایمان یہ کہتا ہے مری جاں ہیں یہ

ہماری اشاعتِ خاص "میلادِ رسول نمبر ﷺ" ہمارے دینی و روحانی بھائی اور معروف شیخ طریقت حضرت ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز محمدی سیفی کے ساتھ مشاورت میں فیصلہ ہوا تفصیل اس اجمال کی محترمی ڈاکٹر صاحب کے ہی قلم سے ملاحظہ ہو۔

"زیرِ نظر "انوار رضا" کا "میلادِ رسول ﷺ نمبر" حضور نبی کریم ﷺ کے میلاد کی مختلف جہتوں اور ہمہ پہلو موضوعات پر مشتمل ہے۔ اس سال (۲۰۱۵ء) کو میلادِ مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ چونکہ ایک خاص تعلق حاصل ہے۔ ہوا یہ کہ میں، ایک دن میلادِ مصطفیٰ ﷺ کے حوالے سے غور وفکر کر رہا تھا کہ اچانک اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے میرے دل میں یہ بات ڈالی کہ اس ایک سال کے اندر دو مرتبہ یوم میلادِ مصطفیٰ ﷺ آرہا ہے تو میں نے برادرم ملک محبوب الرسول قادری کو یہ گزارش پیش کی کہ اس سال میں شایان شان طریقے سے ایک "میلادِ رسول ﷺ نمبر" شائع ہونا چاہیئے اور اس کی ضرورت بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ملک صاحب نے میری گزارش کو نہ صرف قبول کیا بلکہ بہت جلد ہی اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیا۔

الحمدللہ، میں نے اس "میلادِ رسول ﷺ نمبر" کے ایمان افروز مواد کو اپنے ادارے کے اساتذہ کو پڑھنے کے لئے پیش کیا تو مطالعہ کے بعد مولانا فاروق احمد محمدی سیفی کا کہنا ہے کہ اس نمبر کے اندر میلاد کے جتنے موضوعات ہیں وہ تمام عنوانات الگ الگ اہمیت کے حامل ہیں۔ان موضوعات میں کوئی تکرار بھی نہیں اور اختصار بھی نہیں۔بلکہ سطر سطر پڑھ کر دل باغ باغ ہوجاتا ہے۔عشقِ مصطفےٰ ﷺ میں اضافہ ہوتا ہے اور میلاد پر ہونے والے اعتراضات رفع ہوتے ہیں۔بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ جس کے پاس یہ "میلادِ رسول ﷺ نمبر" ہوگا اس کو میلاد کے موضوع پر کسی دوسری کتاب کی طرف التفات کرنے کی حاجت نہیں رہے گی۔جناب ملک صاحب کی یہ کاوش قابلِ تحسین ہے اللہ تعالیٰ گرامی قدر کو اس کارِ خیر کی جزا دے کہ انہوں نے "میلادِ رسول ﷺ نمبر" کے ذریعے پوری قوم کے لئے رہنمائی کا سامان کر دیا ہے۔"

الحمدللہ! اللہ کی توفیق سے ہمارا پراجیکٹ تکمیل کو پہنچا۔اس عظیم کامیابی پر ہم اللہ رب العالمین کی بارگاہ عالی میں سربسجود ہیں اور حضور نبی رحمت ﷺ کی شفقت و رحمت کے بھکاری ہیں ہماری تڑپتی آرزو ہے کہ وہ احوال امت پر کرم فرمائیں۔

ملک محبوب الرسول قادری

(مدیر اعلیٰ)

0321-9429027

mahboobqadri787@gmail.com

علامہ مفتی غلام مرتضیٰ حیات

اللہ کریم ہمارے اس عظیم ساتھی علامہ مفتی غلام مرتضیٰ حیات کی مغفرت فرمائے ان کی قبر پر نور ہو اور ان کی آخری منزلیں آسان ہوں۔مدینہ طیبہ کے بعد ان سے آخری ملاقات آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ ترنول میں گرامی قدر ڈاکٹر کرنل محمد سرفراز محمدی سیفی کے ساتھ ہوئی۔انہوں نے اس خصوصی نمبر کا مکمل پروف پڑھا تھا جس میں انہوں نے انتہائی محبت کا اظہار کیا اور بہت ساری دعائیں دیں۔اب وہ دنیا میں نہیں ہیں ہم دعا گو ہیں کہ رب تعالیٰ ہماری اس اشاعت اور کام کو ان کے لئے بھی ذریعہ نجات بنائے آمین۔

پیغامات

محسن پاکستان، عظیم ایٹمی سائنس دان ڈاکٹر عبدالقدیر خان

نشانِ امتیاز اینڈ بار

میلادِ رسول ﷺ کا اہتمام ہر زمانے میں امت کا پسندیدہ عمل رہا ہے اور اس کی برکات پہ پوری امت متفق ہے۔ ولادتِ رسول ﷺ کی خوشی منانا دراصل اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا ذریعہ ہے۔ اکابر امت کا قول ہے کہ میلاد منانے سے اہل زمین پہ ہر آسمان سے انوارِ الٰہی اترتے ہیں جو مصائب و آلام اور بلاؤں، وباؤں کو دور کرتے ہیں۔ میلاد کی خوشی جس انداز میں بھی منائی جائے اس کا اجر ہے البتہ شریعت مطہرہ کے بنیادی ضوابط کو مدنظر رکھنا ضروری ہے۔ میلاد کا جشن منانے کیلئے جھنڈے لگانا بھی درست ہے۔ قرآن کریم کی تلاوت کر کے اور روزہ رکھ کر بھی اللہ تعالیٰ کی اس عظیم نعمت پہ شکر ادا کیا جا سکتا ہے۔ مساکین کو کھانا کھلا کر، یتیم کی مدد کر کے، طالب علم کو کتابیں اور یونیفارم دے کر بھی میلادِ رسول ﷺ کی خوشی میں حصہ لیا جا سکتا ہے۔ بیواؤں کی مدد اور میلاد کی خوشی میں فلاحی، سماجی اور رفاہی کاموں کے ذریعے بھی حصہ لیا جا سکتا ہے۔ جلسہ منعقد کر کے، نعتوں اور درود و سلام کے ورد کے ساتھ جلوس نکال کر بھی میلاد منایا جا سکتا ہے۔ اسی طرح کتاب لکھ کر بھی میلاد منایا جا سکتا ہے۔ صلحائے امت نے ان تمام طریقوں کو مختلف ادوار میں اختیار کیے رکھا۔

مجھے بہت مسرت ہوئی جب یہ جانا کہ سہ ماہی "انوارِ رضا" جوہر آباد کے چیف ایڈیٹر اور اہل سنت کے معروف دینی صحافی ملک محبوب الرسول قادری صاحب نے اپنے علمی جریدے کی آئندہ اشاعت کو "میلادِ رسول ﷺ نمبر" کے طور پہ شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے پھر انہوں نے اس کیلئے نہایت اہم موضوعات و عنوانات متعین و مختص کیے ہیں جن کے مطالعہ سے جہاں حبِ رسول ﷺ کی خوشبو عام ہوگی وہاں عمل صالح کی دعوت بھی قارئین کے ضمیر پہ دستک دے گی۔ یہ علم و تحقیق کی روشنی میں درد دل سے منظر عام پہ لائی جانے والی ایک پیش کش ہے جو صرف اسلامیانِ پاکستان ہی نہیں بلکہ قومی زبان اردو جاننے، سمجھنے اور پڑھنے والے تمام طبقات تک ضرور پہنچے گی۔ اس حسین کاوش اور کوشش پہ میں محترم ملک محبوب الرسول قادری صاحب اور ان کے رفقائے کار کو ہدیۂ تبریک پیش کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کا خیر میں مزید برکات شامل حال فرمائے اور اس کو ہمہ پہلو مفید و کارآمد بنا کر پوری ملت کو اس سے فیض یاب فرمائے۔ آمین!

حضرت علامہ پیر محمد عتیق الرحمن فیض پوری
سجادہ نشین: دربار عالیہ ڈھانگری شریف آزاد کشمیر

مجھے خبر ملی جو دراصل خوشخبری ہے کہ سال رواں 2015ء کو سال میلاد کے طور پر مناتے ہوئے سہ ماہی "انوار رضا" جوہر آباد میں نہایت ضخیم اور تاریخی میلاد رسول ﷺ نمبر کی اشاعت کا اہتمام کیا ہے جس میں نہایت علم افروز اور روح پرور مضامین و مقالات اور نعتیہ اور مدحیہ کلام کو جگہ دی گئی ہے۔ بلاشبہ سیرت طیبہ کو اپنانے کیلئے حیات مبارکہ سے آگاہی ضروری ہے۔ اور میلاد مبارک اس جہان میں حیاتِ مبارکہ کا نقطۂ آغاز ہے۔ ایک ہزار سے زائد صفحات پر پھیلی ہوئی یہ روح پرور اشاعت خاص دراصل ایک بابرکت کتاب کا درجہ رکھتی ہے جسے اہل ایمان نہ صرف سراہیں گے بلکہ اس سے بھرپور استفادہ کریں گے۔ نئی نسل کیلئے یہ اشاعت خاص مینارہ نور ثابت ہوگی اس کے مطالعہ سے سوچ اور فکر کے دھارے مرکز ہدایت و عرفان جناب سید خاتم المرسلین ﷺ کے آستان عظمت نشان پر سلامی کیلئے جھکتے نظر آئیں گے۔ اور ضرورت بھی اسی امر کی ہے کہ:

لوٹ جا عہد نبی ﷺ کی سمت رفتار جہاں پھر تیری درماندگی کو ارتقاء درکار ہے

زہے نصیب کہ اس حوالے سے مجھے کچھ کہنے کا موقع ملا۔ پیغام یہ ہے کہ

کچھ نہ کچھ لکھتے رہو، تم وقت کے صفحات پر نسل نو سے اک یہی تو رابطہ رہ جائے گا

امیر اہل سنت، حضرت پیر میاں عبد الخالق قادری
سجادہ نشین: بھرچونڈی شریف سندھ

اسلام ایک مکمل ضابطہ، حیات اور نصاب زندگی ہے، عقائد و معمولات دو شعبے ہیں۔ سماج اور ذات میں فکر و عمل کی تطہیر تعلیمات اسلامیہ کا مقصود ہے۔ عقائد و معمولات کا خلاصہ محبت رسول ﷺ ہے۔ جشن میلاد، محبت رسول ﷺ کے حصول اور فروغ کا ذریعہ ہے جو ساری دنیا کے مسلمانوں کا گزشتہ چودہ صدیوں سے مستقل معمول ہے۔ سہ ماہی "انوار رضا" جوہر آباد دور افتادہ علاقہ سے شائع ہونے والا ایک علمی و دینی جریدہ ہے۔ جس کی خصوصی اشاعتیں ہماری دینی ادب کا حصہ ہیں۔ معلوم ہوا ہے کے اب کی بار محترم ملک محبوب الرسول قادری

"میلاد رسول ﷺ نمبر" شائع کرنے جا رہے ہیں جو نیک فال ہے۔ میں دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ملک صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ بجا طور پر امید رکھتا ہوں کہ ان کا یہ خصوصی نمبر حبِ رسول ﷺ کے فروغ کا ذریعہ ثابت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو شرفِ قبولیت بخشے اور اس کی برکات سے اسلامی جمہوریہ پاکستان اور اہلِ وطن کو فیض یاب فرمائے۔ آمین!

محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری

سربراہ: جامعہ اسلامیہ لاہور

"انوارِ رضا" جوہرآباد ہمارے ساتھی محترم ملک محبوب الرسول قادری کی ادارت میں گذشتہ ایک عشرہ سے مصروفِ عمل ہے۔ اس دورانیے میں انہوں نے اس کی نہایت اہم، بیش قیمت علمی خصوصی اشاعتوں کا اہتمام کیا ہے اور ہر شمارہ کسی ایک موضوع پر مختص کر کے ایک نئی طرح ڈالی ہے اور ہر شمارے کو مجلد انداز میں پیش کر کے لائبریریوں کے بنیادی تقاضے کو پورا کیا ہے۔ انوارِ رضا کے پرچے تحقیق کی دنیا میں بھی اپنا مقام بنا چکے ہیں۔ ایم فل، پی ایچ ڈی تک کے مقالات میں بطور حوالہ کوڈ کئے جاتے ہیں جو بجائے خود مبارک اقدام ہے۔ اب کی بار "میلادِ رسول ﷺ نمبر" کی اشاعت ہمارے سماج کے ہر فرد، ملک اور ملت کے لئے خوش آئند ہے۔ میں دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

جسٹس (ر) میاں نذیر اختر

اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق اور ہدایت اور پیشوائی کیلئے انبیاء اور مرسلین علیہم السلام کو مبعوث فرمایا، اور پھر سب سے آخر میں نورِ اولین حضرت سیدنا محمد ﷺ کو امام الانبیاء اور خاتم المرسلین بنا کر بھیجا۔ آپ ﷺ ساری مخلوق کیلئے اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہیں اور کسی بھی نعمت کی عطاء پر شکر کرنے اور خوشی منانے کا حکم ہے، تو نعمت کبریٰ ﷺ کی عطاء پر تو بدرجہ اتم خوشی منانا چاہیے۔ یہ منشاء الٰہی بھی ہے اور اس کی رضا حاصل کرنے کا ذریعہ بھی۔ اسی لئے اہل اسلام ہمیشہ میلاد النبی ﷺ منانے کا اہتمام کرتے ہیں۔ سہ ماہی "انوارِ رضا" جوہرآباد نے بہت نفیس نکتے کی طرف متوجہ کیا ہے کہ عیسوی تقویم کے حساب سے سال رواں ۲۰۱۵ء میں یوم میلاد النبی ﷺ بارہ ربیع الاول دو مرتبہ اہل جہاں کو نصیب ہو رہا ہے۔ جنوری میں ۱۲ ربیع الاول ۱۴۳۶ھ اور دسمبر

میں ۱۲ ربیع الاول ۱۴۳۷ھ یوں یہ میلاد مصطفی ﷺ کا سال قرار پایا، اور اسی مناسبت سے "انوارِ رضا" نے اپنی اشاعت خاص میلاد رسول ﷺ نمبر کا اہتمام کیا ہے۔ جو خوش آئند ہے۔ باعث خیر ہے، بلکہ پورے ملک وملت کے لئے باعث برکت ہے۔ میں اس باعث برکت اقدام کا خیر مقدم کرتا ہوں اور جریدہ کے مدیر اعلیٰ ملک محبوب الرسول قادری کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔

حضرت پیر طریقت میاں محمد حنفی سیفی ماتریدی

آستانہ عالیہ: راوی ریان شریف، لاہور

حضور کی ذات بابرکات تخلیق کائنات کا سبب ہے اور یہ کائنات آپ ﷺ ہی کی خاطر پیدا کی گئی ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث قدسی کو بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اگر حضور ﷺ کی ذات پاک نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ خلقت کو پیدا نہ کرتا اور اپنی ربوبیت کو ظاہر نہ کرتا۔" (مکتوبات امام ربانی، مکتوب نمبر ۴۴ ج ۱) مولانا ظفر علی خان فرماتے ہیں۔

سب کچھ تمہارے واسطے پیدا کیا گیا — سب غایتوں کی غایت اولیٰ تمہی تو ہو

حضور نبی کریم ﷺ مکہ میں پیدا ہوئے، آپ ﷺ کے آنے کی برکت سے ساری زمین پاک ہوگئی اور پاک کرنے والی بن گئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رب العزت کا فرمان ہے کہ:

لولا محمد ما خلقتك — اگر محمد ﷺ کو پیدا کرنا نہ ہوتا تو میں (اے آدم) تمہیں پیدا نہ کرتا۔ (مستدرک حاکم)

اسی لئے کوئی میلاد منائے یا نہ منائے حضور ﷺ کا میلاد تو ہو رہا ہے۔ ماشاء اللہ ملک محبوب الرسول قادری صاحب بہت جذبے والے ہیں جس کام کو شروع کرتے ہیں پایۂ تکمیل تک پہنچاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو سلامت رکھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے لئے اس نمبر کو آخرت میں کامیابی کا ذریعہ بنائے اور جنت الفردوس میں پیارے محبوب ﷺ کا قرب نصیب فرمائے۔ آمین

پروفیسر محمد نواز ڈوگر محمدی سیفی

یونیورسٹی لاء کالج، جامعہ پنجاب لاہور

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند — اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ہے۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ اس آیۂ مقدسہ اور ایسی دیگر آیاتِ کریمہ میں کلمہ "اذ" کا استعمال ہوا۔ جس سے مراد وہ "خاص لمحہ" ہے جب محبوب خدا زمین پر جلوہ افروز ہوئے۔ یہ آیت مبارکہ اس حقیقت کو آشکار کرتی ہے کہ جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند۔ وہ گھڑی مخلوق پر رب کا "لمحۂ احسان" ہے اور میلاد مصطفےٰ ﷺ کی ترجمان ہے۔ بلکہ میں تو یوں کہوں گا کہ میلاد مصطفےٰ ﷺ کی تفصیل تو پورا قرآن ہی بیان کرتا ہے۔ اور بعد از اں ہر زمانے میں مختلف اولیاء وعلمائے کرام میلاد مصطفیٰ ﷺ کو بیان کرتے چلے آئے ہیں۔ اگرچہ وقت کا دھارا بدلتا رہا اور ہر آنے والے زمانے میں معصیت کی ہوائیں بڑھتی گئیں مگر وارثین رسول اپنے فرض کو نہیں بھولے۔ آج کے اس ماڈرن دور میں جب کسی نئی کاوش کا پتہ چلتا ہے تو روح کو ٹھنڈک ملتی ہے اور دل اس سے فیض یاب ہونے کو مچلتا ہے۔ زیرِ نظر کتاب بعنوان "میلاد رسول ﷺ نمبر" بھی ایسی ہی ایک کاوش ہے جو کہ بلاشبہ لوگوں کے دلوں میں جذبہ محبت وعشق رسول ﷺ کے فروغ میں کلیدی کردار ادا کرنے کا باعث بنے گی۔

آج کے اس دور میں جہاں ایک طرف باطل قوتیں عوام کی توجہ میلاد پاک سے ہٹانے کے لیے سرگرم عمل ہیں وہاں دوسری طرف میلاد رسول ﷺ نمبر جیسی اشاعت میلاد مصطفےٰ ﷺ کا علم بلند کرکے رکھنے اور اس کی اہمیت کا پرچار کرنے کا فریضہ سرانجام دے گی۔ میلاد النبی ﷺ ایسا مبارک عمل ہے جس سے ابولہب جیسے کافر کو بھی فائدہ پہنچتا ہے تو پھر اس مسلمان امتی کی سعادت کا کیا ٹھکانہ ہوگا جس کی زندگی میلاد النبی ﷺ منانے میں بسر ہوتی ہو۔

یہ کتاب لازماً قارئین کے قلب ونظر میں ذوق وشوق کی فضا پیدا کرنے کا باعث بنے گی۔ یقیناً یہ کتاب محبت رسول ﷺ کے حصول اور فروغ کا ذریعہ ہے۔ جناب "Author" اس تحقیقی وتخلیقی اشاعت پر خصوصی مبارکباد کے مستحق ہیں کیونکہ یہ ایسی نیکی ہے جو ہمیشہ صدقہ جاریہ میں شمار ہوتی رہے گی۔ آج کے غفلت بھرے دور کا اولین تقاضا ہے کہ امت کی نسل نو میں یہ احساس بیدار کیا جائے کہ ایک مومن کے لیے سب سے بڑی خوشی یہی ہے کہ حضور ﷺ کا ماہ ولادت آئے تو اسے کائنات کی تمام خوشیاں ہیچ لگیں اور اس کے لئے میلادِ مصطفےٰ ﷺ ہی حقیقی خوشی ہو جس کا وجوب "فَلْيَفْرَحُوْا" سے ثابت ہے اور زیرِ نظر کتاب الحمدللہ یہی شعور اجاگر کرتی نظر آتی ہے۔

اللہ کرے یہ کتاب دنیا کے گوشے گوشے میں پھیل کر نسل در نسل لوگوں کی زندگیاں سنوارنے اور مسلمانوں کی زندگیوں میں محبت واطاعت رسول ﷺ کے فروغ کا باعث بنے۔ اللہ کریم مصنف کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور میلاد پاک کا فیضان تاابد جاری رکھے۔ آمین

پیکرِ اخلاص عمران منیر حسین

بورڈ ممبر مسلم کونسل ڈنمارک

حضورِ اقدس سید الاولین والآخرین امام الانبیاء والمرسلین تاجدارِ ختم نبوت پیغمبرِ آخر الزماں شافعِ محشر سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ اللہ رب العالمین کے محبوب وحبیب ہیں اور وجہ تخلیق کائنات ہیں آپ کی عزت وآبرو اللہ تعالیٰ جل جلالہ کو بے حد عزیز اور مقصود ہے۔ عرش بریں پہ اپنے نام کے ساتھ آپ ﷺ کا نام رقم کیا۔ جنت کے پتے پتے پر آپ ﷺ کا اسم گرامی جلوہ گر رہا۔ مظاہر کائنات کی اصل نورِ محمدی ﷺ ہے جو امرِ کن کا نقشِ اول ہے۔ رب کائنات نے اپنے حبیب مکرم سیدنا محمد مصطفےٰ ﷺ کو اپنی ذات کا مظہر کامل بنا کر کائنات میں مبعوث فرمایا ہے۔ آمد مصطفےٰ ﷺ پر خوشی کا اظہار منشائے خداوندی ہے۔ اسی لیے صاحبانِ ایمان اور توحید کی صحیح معرفت رکھنے والے ہر دور میں حضورِ اکرم سید کائنات ﷺ کی تشریف آوری پر خوشی وشکر کا اظہار کرتے رہے ہیں اور ہمیشہ کرتے رہیں گے۔ ۲۰۱۵ء کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس کی ابتداء بھی میلاد مصطفےٰ ﷺ سے اور اس کی انتہا بھی حضور اقدس ﷺ کے میلاد پر ہے۔ محترم المقام ملک محبوب الرسول قادری صاحب نے اسی نسبت سے امت مسلمہ کو ایک عظیم الشان تحفہ پیش کیا ہے اس ضخیم اور فقید المثال کتاب کی شکل میں آپ نے بہت زیادہ محنت کر کے اسے مرتب کیا ہے۔ ہم مسلم کونسل ڈنمارک کی جانب سے جناب ملک محبوب الرسول قادری صاحب کو دل کی گہرائیوں سے اس نسخے کی تکمیل پر ہدیۂ تحسین اور مبارکباد پیش کرتے ہیں اور محترم ملک صاحب کے لئے دعاگو ہیں کہ اللہ کریم ان کی اس عظیم کوشش کو قبول فرما کر امت کے ہر فرد کے لیے مفید اور نفع بخش بنائے۔ آمین!

میجر جنرل (ر) حامد شفیق

وائس چانسلر: گومل یونیورسٹی ڈیرہ اسماعیل خان

مجھے خبر ملی جو دراصل خوشخبری ہے کہ سالِ رواں ۲۰۱۵ء کو سال میلاد کے طور پر مناتے ہوئے سہ ماہی "انوار رضا" جوہر آباد میں نہایت ضخیم اور تاریخی میلاد رسول ﷺ نمبر کی اشاعت کا اہتمام کیا ہے جس میں نہایت علم افروز اور روح پرور مضامین و مقالات اور نعتیہ و مدحیہ کلام کو جگہ دی گئی ہے۔ بلاشبہ سیرت طیبہ کو اپنانے کے لیے حیات مبارکہ سے آگاہی ضروری ہے اور میلاد مبارک اس جہان میں حیات مبارکہ کا نقطہ آغاز ہے۔ سات سو سے زائد صفحات پر پھیلی ہوئی یہ روح

پر در اشاعت خاص دراصل ایک بابرکت کتاب کا درجہ رکھتی ہے جسے اہل ایمان نہ صرف سراہیں گے بلکہ اس سے استفادہ کریں گے۔ نئی نسل کے لئے یہ اشاعت خاص مینارہ نور ثابت ہوگی اس کے مطالعہ سے سوچ اور فکر کے دھارے مرکز ہدایت و عرفان جناب سیدنا خاتم المرسلین ﷺ کے آستانِ عظمت نشان پر سلامی کے لئے جھکتے نظر آئیں گے اور ضرورت بھی اسی امر کی ہے کہ:

لوٹ جا عہد نبی ﷺ کی سمت رفتار جہاں پھر تیری درماندگی کو ارتقا درکار ہے

زہے نصیب کہ اس حوالے سے مجھے کچھ کہنے کا موقع ملا۔ پیغام یہ ہے کہ:

کچھ نہ کچھ لکھتے رہو، تم وقت کے صفحات پر نسل نوع سے اک یہی تو رابطہ رہ جائے گا

حضرت سید فیض الحسن شاہ بخاری

سجادہ نشین: بڑی خانقاہ بخاری، آزاد کشمیر

اہل سنت کے معروف و نامور صحافی ملک محبوب الرسول قادری سے میرا تعلق آج کا نہیں بلکہ گذشتہ تین دہائیوں سے ہے۔ ان کی تحریریں عوام اہل سنت کی نظریاتی راہنمائی کیلئے پسند کی جاتی ہیں۔ ان کا ماہنامہ "سوئے حجاز" لاہور اور سہ ماہی "انوار رضا" جوہر آباد دینی طبقات میں بے حد مقبولیت رکھتے ہیں نیز یہ کہ اہل سنت کے تمام طبقات کے ساتھ انہوں نے برابری کی بنیاد پر اپنے تعلقات استوار رکھے ہیں۔ جشنِ میلاد مصطفی ﷺ کا انعقاد مسلمانوں کا ایک منفرد اعزاز ہے جو غیر مسلموں کے سامنے اسلام کی عزت و وقار کا باعث بھی ہے اور اپنے نبی ﷺ سے پیار کا اظہار بھی۔ سہ ماہی "انوار رضا" کی یہ اشاعت "میلادِ رسول ﷺ نمبر" کے عنوان سے منظر پر آرہی ہے۔ "میلادِ رسول ﷺ نمبر" یقیناً ہمارے معاشرے، سماج اور وطن عزیز اسلامی جمہوریہ پاکستان کیلئے باعث خیر و برکت ہے۔ اللہ پاک اس سعی کو شرفِ قبولیت عطاء فرمائے اور اس کے ثمرات اہل وطن کو پوری طرح نصیب ہوں۔ آمین!

علامہ پیر محمد طفیل احمد قادری ہجویری

سجادہ نشین: دربار عالیہ ... آزاد کشمیر

سہ ماہی "انوار رضا" جوہر آباد نے جس قدر وسیع اور جامع انداز میں دینی صحافت کو تقویت دی ہے اس کو دیکھتے ہوئے میں بلاخوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ دینی صحافت کی تاریخ میں اہل سنت کے لیے عزت و وقار کا استعارہ ہے اس پر برادر طریقت ملک محبوب الرسول قادری کو

حسین علیہ السلام، حضرت مولائے کائنات سیدنا علی المرتضیٰ علیہ السلام، برکات سیرت و میلاد، حضرت مولانا شاہ احمد نورانی، حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی، ماہِ صیام، سمیت بیسیوں موضوعات پر ان کی خصوصی اشاعتیں ہمارے دینی لٹریچر میں خوبصورت اور بہترین اضافہ ہیں۔ "میلاد رسول نمبر بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے میں اس کا خیر مقدم کرتے ہوئے خوشی محسوس کرتا ہوں۔

حضرت سید وجاہت رسول قادری

سربراہ: ادارۂ تحقیقات امام احمد رضا انٹرنیشنل

اے رضا خود صاحب قرآں ہے مداح رسول ﷺ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝ اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

(سُوْرَۃُ الضُّحٰی، آیت نمبر ۱۱)

اللہ رب العزت نے دوسرے مقام پر فرمایا کہ ہے (مفہوم) اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو انہیں شمار نہیں کر سکتے۔ دوسری طرف خالق و مالک نے اپنے بندوں کو اللہ کی ہر نعمت کا شکر ادا کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ جب انسان اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ بے شمار نعمتوں کو گن ہی نہیں سکتا تو پھر اس رب ذوالجلال والاکرام کا شکر کیسے ادا کرے۔ صرف اس سانس کی نعمت کو دیکھ لیں، اگر اندر جا کر اللہ کے حکم سے باہر نہ آئے تو انسان مرجائے گا، اگر باہر آ کر اس کے حکم سے اندر نہ جائے تو بھی انسان فوت ہو جائے گا۔ اور دن بھر میں وہ کروڑوں اربوں مرتبہ اس نعمت سے بہرہ ور ہوتا ہے تو صرف اسی ایک نعمت کا شکر ادا کرنے میں اس کی زندگی تمام ہو جائے گی۔ اس لیے اللہ تبارک وتعالیٰ الرحمٰن الرحیم نے اپنے کمزور اور ناتواں بندوں کے لیے خود آسانی فرمادی۔ اس کی لاتعداد اور گنتی میں شمار نہ آنے والی نعمتوں کے شکرانے کے لیے دو آسان طریقے بیان فرمادیئے:

اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝ (سورۃ الاحزاب، آیت نمبر ۵۶)

بیشک اللہ اس کے فرشتے حضور اکرم ﷺ پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی ان پہ درود اور خوب سلام بھیجو!

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝ (سُوْرَۃُ الضُّحٰی، آیت نمبر ۱۱) اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

یعنی اے میرے بندو! اگر تم میرے حبیب لبیب ﷺ پر صبح و شام جس وقت چاہو، جس جگہ چاہو صلوٰۃ وسلام کثرت سے پڑھتے رہو گے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ یعنی سید عالم نور مجسم ﷺ کا خوب ذوق وشوق کے ساتھ ذکر و چرچا، انفرادی یا اجتماعی طور پر کرتے رہو گے۔ ان کے فضائل و شمائل اور سنت رسول جیسا کہ قرآن کریم، احادیث مبارکہ آثار صحابہ و ائمہ کرام ان، امت کی معرفت تم تک پہنچے ہیں لوگوں تک پہنچاتے رہو گے تو یہ عمل بارگاہِ الٰہی میں اسقدر مقبول ہے کہ اس کے ذریعہ تم اللہ تعالیٰ کی بے شمار

نعمتوں کا ذکر ادا کرسکو گے۔ میلادِ مبارک کی روح یہی ہے۔

۱۔ تجدید ایمان کا ذریعہ: رسول ﷺ کا ذکر دراصل اللہ تعالیٰ ہی کا ذکر ہے۔ میلادِ مبارک کی محافل مبارکہ میں حضور اکرم ﷺ کے فضائل وشمائل قرآنِ کریم واحادیث مبارکہ کی روشنی میں بیان ہوتے ہیں جس سے محفل میں شامل مسلمانوں کے دلوں میں آپ کی ذاتِ مقدسہ سے محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور آپ کی اتباع کا ذوق وشوق اور اللہ جل شانہ کی اطاعت کا جذبہ بیدار ہوتا ہے۔ اور شرکاءِ مجلس کو تجدید ایمان کا سنہرا موقعہ ملتا ہے۔ یوں میلادِ مبارک کی محافل کا انعقاد مسلمانوں کے لیے تجدید ایمان کا ذریعہ بنتی ہیں۔

۲۔ دعوتِ تبلیغ: اس عمل میں دعوتِ دین وشریعت اور سنتِ مصطفیٰ ﷺ کی تبلیغ بھی ہے۔ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے دور ہمایوں سے دعوت وتبلیغ کے لیے میلادِ مبارک کا سلسلہ جاری ہے۔ صرف زمان ومکان کے اعتبار سے اس کی ہیت بدلتی رہی ہے۔

۳۔ اخلاقی تربیت: میلادِ مبارک کی محفل جدید نسل اور معاشرے کے لیے اخلاقی وکردار کی تربیت کا ایک اہم ذریعہ ہے۔

۴۔ معاشرے میں دہشت گردی، جبر، ظلم اور جنونیت کے تدارک کا بہترین ذریعہ: آج کل پاکستان اور دیگر اسلامی ممالک میں دہشت گردی اور انتہا پسندی کا ماحول پایا جاتا ہے اس کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ ہم نے اپنے نونہالوں اور نوجوانوں کو تعلیم وتربیت کے لیے ان مدارس اور اداروں کے سپرد کردیا ہے، جو انتہا پسندی جنونیت اور فرقہ واریت کی تبلیغ کے مراکز ہیں اور جن کے اساتذہ اور مفتیان دن رات میلادِ مبارک کے منانے اور درود وسلام کے پڑھنے کے خلاف شرک وبدعت کے نہ صرف فتوے جاری کررہے ہیں بلکہ ایسا نیک اور مستحب عمل کرنے والوں کو مشرک اور کافر قرار دیکر انہیں واجب القتل بھی قرار دے رہے ہیں۔ آج دنیا کے تمام الیکٹرونک اور پرنٹ میڈیا برسرِ عام اس بات کا اعتراف کررہے ہیں کہ دنیا میں جہاں بھی اسلام کے نام پر دہشتِ گردی اور قتل وغارت گری ہورہی ہے اس میں وہی افراد اور جماعتیں شامل ہیں جنہیں وہابی، دیوبندی، سلفی اور نجدی کہا جاتا ہے جو درود وسلام پڑھنے والوں اور میلادِ مبارک کی محفل منعقد کرنے والوں کو مشرک وکافر اور مرتد کہتے ہیں اور ان کے جان ومال، عزت وآبرو کو اپنے لیے حلال قرار دیتے ہیں۔ مساجد میں نمازیوں اور مدارس اور اسکولوں میں معصوم بچوں کو سفاکی اور بربریت کے ساتھ قتل کررہے ہیں، مزاراتِ انبیاء، مزاراتِ اولیاء وصحابہ کو تاخت وتاراج کررہے ہیں اور ان میں آرام فرما صلحاءِ امت کے جسد مبارک کی بے حرمتی کررہے ہیں۔ ان کی اس بربریت اور ظلم وستم پر کفار ومشرکین اور یہود ونصاریٰ بھی انگشت بدنداں ہیں۔ لہٰذا ایسے ماحول میں اس بات کی اشد ضرورت تھی کہ میلادِ مبارک کی محافل کے فروغ اور درود وسلام کی مجالس کے انعقاد کے لیے نوجوان نسل اور عامۃ المسلمین کے افادے کے لیے ایسا لٹریچر مہیا کیا جائے جن کے مطالعہ سے سید عالم ﷺ سے ان کا تعلق اور نسبت قوی سے قوی تر ہو، درود وسلام اور محافل میلاد کی حکمت واہمیت کا انہیں اندازہ ہو، مسلمانوں میں آپس میں اتحاد واتفاق قائم ہو اور آقا مولیٰ سید عالم ﷺ کی محبت واتباع کی ترغیب وتشویق پیدا ہو۔

۵۔ میلادِ مبارک کا منانا اور سید عالم ﷺ کے ذکر کی محفلیں منعقد کرنا: میلادِ مبارک کا منانا اور

سید عالم ﷺ ذکر کی محفلیں منعقد کرنا، آپ کے فضائل ومحاسن اور عظمت و بلندی مقام کا چرچا کرنا دراصل اللہ تبارک کے اس حکم پر عمل کرنا ہے کہ:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

(سورۂ آلِ عمران، آیت نمبر ۳۱)

یعنی اے محبوب آپ فرمادیجئے اگر تم اللہ رب العزت سے محبت کے دعویدار ہو تو آؤ میرے پیچھے چلو، میری اتباع کرو، تو اللہ رب العزت تمہیں اپنا محبوب بنالے گا۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لے کر آج تک کے اہلِ ایمان جنہیں اہلِ سنت والجماعت کہا جاتا ہے، ان کا عقیدہ ہے کہ ایک امتی کسی معاملے میں نبی سے سبقت نہیں کرسکتا ہے، نہ ہی اس کی برابری کا دعویدار ہوسکتا ہے۔ یہ ابلیسی عقیدہ ہے کہ "اَنَاْ خَيْرٌ مِّنْهُ" میں (معاذ اللہ) نبی سے بہتر ہوں اور اسی ابلیس عقیدہ کی وجہ سے وہ راندۂ درگاہ ہوا اور جہنمی قرار پایا۔ امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ وجہہ الکریم کے دور سے لے کر آج تک کے خوارج (نجدی، وہابی، دیوبندی) اسی توہینِ رسالت کے مرتکب ہورہے ہیں۔ کہیں سے آواز اٹھتی ہے کہ سید عالم ﷺ ہمارے ہی جیسے ایک بشر ہیں، کوئی کہتا ہے ایک امتی نبی سے عمل میں فوقیت لے جاسکتا ہے، کوئی مجنون کی بڑھ کی طرح آواز لگاتا ہے، کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد بھی بلکہ ان کے زمانے میں بھی (معاذ اللہ) کوئی دوسرا نبی پیدا ہوسکتا ہے، کوئی کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور نبی کا مرتبہ چوہڑے چمار سے بھی بدتر ہے، وغیرہ وغیرہ (معاذ اللہ)۔

اس لیے مندرجہ بالا آیہ کریمہ میں بیان کردہ قرآنِ حکیم کے حکم پر عمل پیرا ہونے کے لیے ضروری ہے کہ ہم محافل میلاد مبارک کے انعقاد کے لیے سارا سال تحریک چلائیں اور اس طرح سے ہم اپنی نوجوان نسل اور بعد میں آنے والی نسلوں کو معلمِ کائنات سید عالم ﷺ کی پیروی کی ترغیب دلانے اور آپ ﷺ کے نقشِ کفِ پا کو چراغِ راہ بنا کر اللہ تعالیٰ کا محبوب بننے کی تعلیم وتربیت کا اہتمام کرلیں۔ ہر گھر اور کوچہ میں محافل میلاد سجانے کی تحریک قلمی اور علمی طور پر چلائیں اس کے لیے ہم پرنٹ اور الیکٹرونک اور سوشل میڈیا کا بھرپور استعمال کریں کیونکہ مسلمانانِ عالم کے اتفاق واتحاد کے لیے تحریک انعقاد میلاد مبارک یوں بھی ہر دور میں ضروری رہی ہے اور قیامت تک ضروری رہے گی۔ یہی وہ نکتہ ہے جس پر تمام اہلِ اسلام متحد اور متفق ہوسکتے ہیں۔ میلاد النبی ﷺ کا منانا ہر مومن کا بنیادی عقیدہ ہے اور اس پر عمل پیرا ہونا عقیدۂ ختمِ نبوت اور عظمتِ الٰہی و ناموسِ رسالت کے تحفظ کا ضامن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے لے کر آج تک مسلمان اپنے اسلامی عقائد کے تحفظ کے لیے ہر دور میں بطور شعارِ اسلامی پابندی کے ساتھ مولود النبی ﷺ مناتے چلے آرہے ہیں۔ کبھی کوئی فتنہ وفساد نہیں ہوا، تاآں کہ بارھویں صدی ہجری کے درمیان نجد سے محمد بن عبدالوہاب اور ہندوستان میں دہلی سے اسمٰعیل دھلوی وہابی نے توہینِ رسالت پر مبنی لٹریچر شائع کرکے مولود النبی ﷺ منانے والے مسلمانوں کو نہ صرف مشرک اور کافر بلکہ انہیں واجب القتل بھی قرار دیا۔ لیکن اللہ رب العزت نے اپنے محبوب مکرم ﷺ کے ذکر کو بلند کرنے اور اطرافِ عالم میں اپنی نعمتِ عظمیٰ کا خو

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ اے محبوب ہم نے تمہاری خاطر تمہارے ذکر کو بلند
(سُورَۃُ الانشراح، آیت نمبر ۴) کر دیا۔

اس لیے مولود النبی ﷺ کو منانے اور ذکر رسول ﷺ کا چرچا کرنے اور میلاد النبی پر خوشیاں منانے سے دنیا کی کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔ برادر محترم۔ محبی ملک محبوب الرسول زید مجدہٗ جو ایک صاحب دل اور صاحب علم شخصیت ہیں، درج بالا نکات کا صحیح ادراک رکھتے ہیں اور انہوں نے اس راز کو پالیا کہ عقیدۂ تحفظ ختم نبوت اور ناموس رسالت کی پاسداری کے لیے میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر پندرہ صدیوں میں شائع شدہ تمام مواد و مآخذ کی مرحلہ وار اشاعت اس دور میں نہایت ضروری ہے تاکہ نوجوان نسل کو پتہ چلے کہ عربی، فارسی، ترکی، اردو اور دیگر زبانوں میں ہمارے أئمہ اور علماء وافر مقدار میں کتب تصنیف کرتے چلے آئے ہیں اور یہ کہ امام احمد رضا محدث بریلوی قدس سرہٗ العزیز اور ان کے متوسلین علماء نے کوئی نیا موضوع نہیں اختراع کیا ہے بلکہ ان حضرات کرام نے اسلام کے بنیادی عقائد ونظریات کے تحفظ کے لیے اسلاف کرام کے ہی مقدس کام کو آگے بڑھایا ہے اور انہی کی پیروی کی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ محبی وعزیزی ملک محبوب الرسول زید علمہٗ کو اجر جزیل عطا فرمائے کہ انہوں نے مختلف موجودہ اور وصال شدہ علماء کرام کے مقالات کو جمع اور مرتب کرکے سہ ماہی "انوار رضا" کا ایک ضخیم میلاد نمبر شائع کرنے کی سعادت حاصل کی۔

ان سے قبل مولانا پیرزادہ اقبال احمد فاروقی علیہ الرحمۃ نے بھی اسی موضوع پر ۸ جلدیں شائع کی تھیں جس کے مرتب مولانا صلاح الدین سعیدی صاحب تھے اور جس میں بقول مرتب موصوف گذشتہ ۲۰۰ سال میں شائع شدہ میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر فارسی، عربی اور اردو میں شائع شدہ اہم مقالات شامل کیے گئے تھے۔ (فارسی اور عربی مقالات کا اردو ترجمہ شامل اشاعت کیا گیا تھا۔)

محترم ملک محبوب الرسول زید مجدہٗ کی ایک امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے ہمارے بعد علماء واسکالرز کی حیات کو انہی کی حیات میں ان کے علمی کارناموں پر ضخیم کتب شائع کرنے کی روایت ڈالی ہے۔ جو ایک بڑا احسن قدم ہے اس کی تقلید ہند وپاکستان کے دیگر مصنفین نے بھی کی ہے۔ ملک صاحب کی دوسری خوبی یہ ہے کہ اپنے موضوع کے متعلق ماخذ ومواد جمع کرنے کے لیے بہت جدوجہد کرتے ہیں اس کے لیے ملک کے کونے کونے کا سفر کرتے ہیں۔ انٹرنیٹ اور ویب سائٹ سے بھی استفادہ کرتے ہیں۔ ملک صاحب زید مجدہٗ نے بھی اسی طرح کی ایک احسن کاوش کی ہے چونکہ ان کی کتاب کا مسودہ میرے سامنے نہیں ہے اس لیے مجھے نہیں پتہ کہ انہوں نے کن کن بزرگوں کی نگارشات کو شامل اشاعت کیا ہے۔ لیکن مختلف اہم موضوعات اور شخصیات کے حوالے سے ان کے مرتب شدہ اب تک دو درجن سے زیادہ "انوارِ رضا" کے نمبر دیکھنے کے بعد یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ جدت پسند طبیعت کے مالک اور تحقیق وتدقیق کے جویا محبوب الرسول نے نہ جانے کس کس دُرِ نایاب کو میلاد النبی کی مالا میں پرو دیا ہوگا۔ اس امر پر حضرت عبدالقیوم طارق سلطانپوری مرحوم مغفور کی شہادت کافی وافی ہے۔ لہٰذا فقیر ان کے درج ذیل اشعار رقم کرکے گفتگو ختم کرتا ہے:

جہانِ علم میں دنیائے ابلاغ وصحافت میں ملک محبوب، اس کی شخصیت ہے جانی پہچانی
مفادِ دین وملت، اوج پاکستان کی خاطر زباں سے اور قلم سے اس کی ہیں خدمات لاثانی



رحمت کی بدلیاں ہیں ریاض رسول پر

یہ وہ چمن ہے جس پہ فرشتوں کو ناز ہے

(سید ریاض الدین سہروردی)

دینی، سماجی، اخلاقی اور ملی اقدار کا محافظ

جوہر آباد

سہ ماہی

انوارِ رضا

مدیر اعلیٰ

ملک محبوب الرسول قادری

حمد و نعت نذرانے ۔۔۔ حرفِ تمنا

حسن ترتیب

☆☆☆

حمد و نعت

خدا در انتظارِ حمد ما نیست　　محمد ﷺ چشم بر راہِ ثنا نیست
خدا مدح آفرین مصطفیٰ ﷺ بس　　محمد ﷺ حامد حمد خدا بس
مناجاتے اگر باید بیاں کرد　　بہ بیتے ہم قناعت میتواں کرد
محمد ﷺ از تو می خواہم خدارا　　الٰہی از تو حُبِّ مصطفیٰ ﷺ را
دِگر لب وا مکن مظہر فضولیست　　سخن از حاجت افزوں تر فضولیست

(حضرت میرزا مظہر جان جاناں)

☆☆☆

التجا بہ بارگاہِ رب العالمین

آہ جاتی ہے فلک پر رحم لانے کے لئے　　بادلو! ہٹ جاؤ دے دو راہ جانے کے لئے
اے دعا! ہاں عرض کر عرشِ الٰہی تھام کے　　اے خدا! اب پھیر دے رخ گردشِ ایام کے
ڈھونڈتے ہیں اب مداوا سوزشِ غم کے لئے　　کر رہے ہیں زخمِ دل فریاد مرہم کے لئے
صلح تھی کل جن سے اب وہ برسرِ پیکار ہیں　　وقت اور تقدیر دونوں درپئے آزار ہیں
رحم کر اپنے نہ آئین کرم کو بھول جا　　ہم تجھے بھولے ہیں لیکن تُو نہ ہم کو بھول جا
اِک نظر ہو جائے آقا! اب ہمارے حال پر　　ڈال دے پردے ہماری شامتِ اعمال پر
خلق کے راندے ہوئے دنیا کے ٹھکرائے ہوئے　　آئے ہیں اب تیرے دَر پر ہاتھ پھیلائے ہوئے
خوار ہیں، بدکار ہیں، ڈوبے ہوئے ذلت میں ہیں　　کچھ بھی ہیں لیکن ترے محبوب ﷺ کی امت میں ہیں
ہم غریبوں کی اگر کی تُو نے دلجوئی نہیں　　غیر سمجھیں گے مسلماں کا خدا کوئی نہیں

(آغا حشر کاشمیری)

☆☆☆

مرحبا مرحبا

حق نگر حق نما پیش رو پیشوا — اے حبیب ﷺ خدا مرحبا مرحبا
چاہتوں کا صلہ آج مجھ کو ملا — آپ ﷺ کا نقشِ پا مرحبا مرحبا
اک اشارہ کیا چاند ٹکڑے ہوا — آپ ﷺ کا معجزہ مرحبا مرحبا
کیا حسین وقت تھا دلنشین وقت تھا — عرش تھا زیرِ پا مرحبا مرحبا
آپ ﷺ نے جو کہا دل میں گھر کر گیا — نسخۂ کیمیا مرحبا مرحبا
حاصلِ دو جہاں تاجدارِ شہاں — خشک روٹی غذا مرحبا مرحبا
بول بالا ہوا پھر اجالا ہوا — آپ ﷺ کے نام کا مرحبا مرحبا
چاندنی دلکشی سرخوشی نغمگی — زمزمہ نعت کا مرحبا مرحبا
اشک تھم تھم گئے سب کے سب غم گئے — سر پہ کیا ہاتھ تھا مرحبا مرحبا
خالی دامن مرا جس میں کچھ بھی نہ تھا — آپ ﷺ نے بھر دیا مرحبا مرحبا
سید محترم والہ حشم — رہبر و رہنما مرحبا مرحبا
خوب سے خوب ہیں آپ ﷺ محبوب ہیں — خوبیٔ دوسرا مرحبا مرحبا
ہاتھ خالی ملا جو سوالی ملا — دامن اس کا بھرا مرحبا مرحبا
عظمتیں واہ وا رفعتیں واہ وا — سدرۃ المنتہیٰ مرحبا مرحبا
نام نامی لیا جس گھڑی آپ ﷺ کا — دل منور ہوا مرحبا مرحبا
چہرۂ نور نور جس نے دیکھا حضور — دیکھتا رہ گیا مرحبا مرحبا
میں نے جو کچھ کہا آپ ﷺ نے سن لیا — یہ کرم یہ عطا مرحبا مرحبا
ایسی دلداریاں ایسی غمخواریاں — کوئی کب کر سکا مرحبا مرحبا
آپ ﷺ کے نقشِ پا تیرگی میں ضیاء — خاک خاک شفا مرحبا مرحبا
کیا عرب کیا عجم آپ ﷺ شاہِ امم — آپ ﷺ خیر الوریٰ مرحبا مرحبا
بے سہارا نہیں غم کا مارا نہیں — آپ ﷺ کا جو ہوا مرحبا مرحبا

دل سنورتا رہے ذکر کرتا رہے — روز شب آپ ﷺ کا مرحبا مرحبا
میں نے صلی علیٰ جس گھڑی بھی کہا — کیف کیا کیا ملا مرحبا مرحبا
پتھروں کو زباں عاصیوں کو اماں — کون دیتا بھلا مرحبا مرحبا
مہر و انجم قمر آپ ﷺ کی رہگذر — آپ ﷺ نورِ خدا مرحبا مرحبا
زندگی بخش دے سرخوشی بخش دے — آپ ﷺ کی خاکِ پا مرحبا مرحبا
آپ ﷺ صادق امیں رحمت عالمین — یہ مقام آپ ﷺ کا مرحبا مرحبا
فکر سود و زیاں اس کو آقا ﷺ کہاں — آپ ﷺ کا جو ہوا مرحبا مرحبا
آپ ﷺ آقا میرے آپ ﷺ مولا میرے — میں غلام آپ ﷺ کا مرحبا مرحبا
غمزدہ آپ ﷺ کا ہر برا آپ ﷺ کا — رحمتِ انتہا مرحبا مرحبا
آپ ﷺ کی آن پر آپ ﷺ کی شان پر — جان بھی ہو فدا مرحبا مرحبا
خوش لقب خوش بیاں آپ ﷺ جیسا کہاں؟ — کوئی بھی دوسرا مرحبا مرحبا
کملی والے نہ ہوں تو اجالے نہ ہوں — دل نے کیا کہہ دیا مرحبا مرحبا
گنگناتا پھروں گیت گاتا پھروں — آپ ﷺ ہی کے سدا مرحبا مرحبا
لوگ تڑپا کریں پھر بھی زندہ رہیں — سلسلہ شوق کا مرحبا مرحبا
کوئی چھوٹا بڑا جو ذرا رو پڑا — کام اس کا بنا مرحبا مرحبا
منزلیں دور ہیں لوگ مجبور ہیں — آپ ﷺ کا آسرا مرحبا مرحبا
چین اس کو ملا اس میں جو آ گیا — سایۂ مصطفیٰ مرحبا مرحبا
لطف کے سلسلے تھے آپ ﷺ جو آئے تھے — کیا اجالا ہوا مرحبا مرحبا
دیکھنے جائیں گے کیف ہم پائیں گے — پھر بلاوا ملا مرحبا مرحبا
عاشقِ مصطفیٰ ﷺ جس کا کوئی نہ تھا — وہ مدینے چلا مرحبا مرحبا
باریابِ حرم اور کیا ہو کرم — تو یہاں آ گیا مرحبا مرحبا
نور پرور فضا ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا — شہر یہ آپ ﷺ کا مرحبا مرحبا
بابِ رحمت کھلا داغ عصیاں دھلا — لطف یہ آپ ﷺ کا مرحبا مرحبا
کام سارا [illegible] — [illegible] مرحبا مرحبا

سر جھکا کس جگہ مل گیا مرتبہ — یہ حرم آپ ﷺ کا مرحبا مرحبا
پُرکشش پُر ضیا دیکھئے تو ذرا — حُسنِ غارِ حرا مرحبا مرحبا
بارگاہ حضور ﷺ روحید و کیف و سرور — لطف و جود و سخا مرحبا مرحبا
رنگ خوشبو صبا چار سُو جا بجا — پیار بکھرا ہوا مرحبا مرحبا
اُجلی اُجلی کلی جیسے دل کی کلی — کیا کہوں ماجرا مرحبا مرحبا
دل پہ جو زنگ تھا وہ اترتا گیا — کیا چلی ہے ہوا مرحبا مرحبا
جو حرم میں ملا چشم نم میں ملا — نام کا وہ گدا مرحبا مرحبا
جو بھکاری ملا شہریاری ملا — نام کا وہ گدا مرحبا مرحبا
راحت دل ملی مجھ کو منزل ملی — جب ملا راستہ مرحبا مرحبا
سارے منظر حسیں دلنشیں دلنشیں — دیکھتا ہی رہا مرحبا مرحبا
لطف کی لہر ہے آپ ﷺ کا شہر ہے — بخت جاگا مرا مرحبا مرحبا
زائروں کی دعا طائروں کی صدا — نغمۂ دلربا مرحبا مرحبا
حُسن تھا خلد کا زندگی کا مزا — کیا حسین خواب تھا مرحبا مرحبا
عرش پر نور تھا فرش پر نور تھا — ذکر تھا آپ ﷺ کا مرحبا مرحبا
رنگ و بوئے وفا ذرے ذرے میں تھا — قریۂ جانفزا مرحبا مرحبا
کیا حسیں رنگ تھا دیکھ کر دنگ تھا — ہر طرف جا بجا مرحبا مرحبا
وادئ نور تھی کتنی بھرپور تھی — رحمتوں کی گھٹا مرحبا مرحبا
کوئی مسرور تھا اے رسولِ ﷺ خدا — جو یہ لکھتا رہا مرحبا مرحبا

(مسرور کیفی)

بارگاہ رسالت ﷺ میں اُمت مرحومہ کا استغاثہ

ملت بیضا کی حالت ہے زبوں — چار جانب بہہ رہا ہے ان کا خوں
ان کا ہر اک فعل بے سوز دروں — ہے کہاں اب جذبہ و جوشش و جنوں
[illegible]

بے سکوں بغداد و تہران و حلب — کابل و غزنی کے افغاں جاں بلب
حکمراں دلدادۂ عیش و طرب — ہند کے مسلم پہ قہر و غضب
آپ کی چشمِ عنایت چاہیے — یا رسول اللہ! کرم فرمائیے

سرزمینِ ہند ہے محشر سرا — اہلِ ایماں ہیں شکارِ ابتلا
بہہ رہا ہے خونِ مسلم جا بجا — ان کا حامی ہے نہ کوئی آسرا
آپ کی چشمِ عنایت چاہیے — یا رسول اللہ! کرم فرمائیے

سطوتِ ماضی ہے اب خواب و خیال — ہر کہیں ہے باہمی جنگ و جدال
فقرِ بوذر ہے نہ وہ عشقِ بلال ؓ — ہے گہن کی زد میں خورشیدِ جلال
آپ کی چشمِ عنایت چاہیے — یا رسول اللہ! کرم فرمائیے

مشرق و مغرب تھے کل زیرِ نگیں — آج جائے امن دنیا میں نہیں
نیم جاں ہیں بیتِ اقدس کے مکیں — دم سمرقند و بخارا میں نہیں
آپ کی چشمِ عنایت چاہیے — یا رسول اللہ! کرم فرمائیے

ہر طرف ہے کربلا کا معرکہ — اہلِ حق ہیں خاک و خوں میں مبتلا
مل گیا ہے جن کو اونچا مرتبہ — ہیں سراپا پہ دخلِ اہلِ ریا
آپ کی چشمِ عنایت چاہیے — یا رسول اللہ! کرم فرمائیے

آگہی اک جرم ہے میرے حضور! — ہیں گرفتارِ بلا اہلِ شعور
جا بجا بوجہل کا ہے پھر ظہور — اب سنائے کون پھر آیاتِ نور
آپ کی چشمِ عنایت چاہیے — یا رسول اللہ! کرم فرمائیے

ہے چمن میں بے حیائی کا چلن — چار جانب زن ہے یا تصویرِ زن
ہیں مذلت میں مگن اہلِ وطن — بے حیا نغموں سے سوزاں ہے چمن
آپ کی چشمِ عنایت چاہیے — یا رسول اللہ! کرم فرمائیے

زندگی بے عشق ہے شرمندگی — ہے شرارِ عشق سے تابندگی
آپ ﷺ سے میری گزارش ہے یہی — ہو عطا جذبِ تعشق یا نبی ﷺ
آپ کی چشمِ عنایت چاہیے — یا رسول اللہ! کرم فرمائیے

اے شفیعِ المذنبیں! نسلِ خدا ہے گزارش نیز اے شاہِ ہدیٰ
ہو شفاعت آپ ﷺ کی روزِ جزا مغفرت فرمائے گا ربِ علا

محمد سعید احمد بدر قادری لاہور

نعت سرورِ کونین ﷺ در زمین حضرت رضا بریلوی قدس سرہ العزیز

کاش ہو اس وقت ان کا ذیل عالی ہاتھ میں جب لوائے حمد لیں گے وہ مثالی ہاتھ میں
چاند ہو ٹکڑے، پھرے سورج، رواں ہو آب بھی طاقتیں رکھتے ہیں وہ ایسی نرالی ہاتھ میں
ہاتھ خالی ان کے در سے کوئی بھی پلٹا نہیں کچھ نہ کچھ جاتا ہے لے کر ہر سوالی ہاتھ میں
جس کو چاہیں، جس قدر چاہیں، عطا کرتے ہیں وہ "دو جہاں کی نعمتیں ہیں ان کے خالی ہاتھ میں"
باغ عالم کا انہیں حق نے بنایا باغباں پتہ پتہ ملک میں ہے، ڈالی ڈالی ہاتھ میں
دشمن جاں پر بھی ہوتی ہے عنایت کی نظر باگ ملک عفو کی آقا نے کیا لی ہاتھ میں
تشنہ لب واحد کی آقا! ختم کیجئے تشنگی یہ بھی لے کر در پہ آیا ہے پیالی ہاتھ میں

صاحب زادہ ابو الحسن واحد رضوی

مذکور آمدِ شہ ﷺ ہر دوسرا ہے آج

آؤ یہاں کہ ذکرِ حبیب ﷺ خدا ہے آج مذکور آمدِ شہ ﷺ ہر دوسرا ہے آج
ہر سمت دھوم دھام یہ کیا ہو رہا ہے آج ذرہ میں آفتاب سے بڑھ کر ضیا ہے آج
ہر ایک کی زباں پہ یہ کیوں مرحبا ہے آج عرشی کا فرش خاک پہ بستر لگا ہے آج
فرمائیے تو مجھ سے کہ کیا ماجرا ہے آج آئی جو سلاموں کی فلک سے صدا ہے آج
موسیٰ عصا کو ٹیک کے کیوں ہیں کھڑے ہوئے چوتھے طبق کا کہئے تو کیوں در کھلا ہے آج
سدرہ سے بار بار اترتے ہیں جبرائیل خالق کی بارگاہ کا پردہ اٹھا ہے آج
در پہ کھڑے ہیں آدم و نوح و خلیل کیوں حوا ہیں اہتمام میں کہئے تو کیا ہے آج
عنبر کی عود و مشک کی ہر سمت ڈھیر ہے پھولوں سے ہر درخت جھکا لدا ہے آج
کس ماہ رو کی آمد آمد کی ہے خبر سجدہ میں کعبہ خاک کے اوپر جھکا ہے آج

اوندھے پڑے ہیں خاک بسر بت ہزارہا — بتخانوں میں جہاں کے قیامت بپا ہے آج
ہر چار سمت دہر میں آتشکدے ہیں سرد — ابلیس رنج و غم میں کھلے سر کھڑا ہے آج
سلطان کائنات کوئی دم میں آئیں گے — افلاک پہ دماغ زمیں کا چڑھا ہے آج
کیفی ہزار شکر کہ پہنچا مراد کو — پھولا پھلا ہوا شجر مدعا ہے آج

(مسرور کیفی)

کروڑوں ان پہ قرباں ہو گئے نادیدہ نادیدہ

غمِ محشر سے ہوں آقا ﷺ بہت ترسیدہ ترسیدہ — کرم فرماؤ، ہوں میرے گناہ بخشیدہ بخشیدہ
ترے جلوؤں کی تابانی زمینوں آسمانوں میں — وہ کیا دیکھیں بھلا جو لوگ ہیں بے دیدہ بے دیدہ
تعالی اللہ عجب ہیبت ہے دربارِ مقدس کی — شہنشاہانِ عالم ہیں جہاں لرزیدہ لرزیدہ
مشرف جو زیارت سے ہوئے ان کا تو کیا کہنا — کروڑوں ان پہ قرباں ہو گئے نادیدہ نادیدہ
ہوئے سب منکشف سرکار پُر اسرار سربستہ — جو اب تک چشمِ عالم سے رہے پوشیدہ پوشیدہ
خدا شاہد یہ تیری تابشِ رخ کی عنایت ہے — فلک پہ ہیں شمس و قمر تابیدہ تابیدہ
ترا پروردہ و لطف و کرم اے خواجۂ عالم — بھلا میدانِ محشر میں ہو کیوں لغزیدہ لغزیدہ
تمنا ہے فقیرِ بے نوا کی تا دمِ آخر — ترے جلوے رہیں پیشِ نظر رخشیدہ رخشیدہ

(صاحبزادہ محمد اسماعیل فقیر الحسنی)

نعت گوئی سنتِ رحمٰن ہے

نعت گوئی سنتِ رحمٰن ہے — جس پہ شاہد آپ خود قرآن ہے
نعت ہے حمدِ خداوندی کا در — نعت ہی ہر حمد کی میزان ہے
نعت ہے اک شیشۂ نازک تریں — بے ہنر کا یہ کہاں میدان ہے
نعت ہے تلوار پہ چلنے کا نام — مومنوں کی جان کا ارمان ہے
نعت ہے مشکل سے مشکل راستہ — حمد حق اس سے کہیں آسان ہے
نعت ہے کوہِ طریقِ احتیاط — نعت ہے مضمون کا سلطان...

نعت کو حُبِ محمد ﷺ چاہئے — یہ ریاضت کا کہاں ایوان ہے؟

(سید امین علی نقوی)

نعت ابوابِ محبت کا جلی عنوان ہے

نعت کیا ہے، مدحت خیر البشر خیر الوریٰ — نعت کیا ہے؟ دونوں عالم میں محمد ﷺ کی ثنا

نعت کیا ہے؟ روح و جاں میں گرمیٔ وصلِ علیٰ — نعت کیا ہے؟ دل کے آئینے میں عکسِ مصطفیٰ ﷺ

نعت کیا ہے؟ لا الہ کے نور کی ترسیل ہے — نعت کیا ہے؟ حکم ربی کی فقط تعمیل ہے

نعت کیا ہے؟ دست بستہ ان کی دربانی کا نام — نعت کیا ہے؟ روضۂ اقدس پہ حیرانی کا نام

نعت ابواب محبت کا جلی عنوان ہے — ہم غلامانِ پیغمبر ﷺ کی یہی پہچان ہے

نعت کہنے کے لئے دل پاک ہونا چاہئے — غرقِ الفت دیدۂ نمناک ہونا چاہئے

دل کی ہر دھڑکن کہے یا مصطفیٰ ﷺ تو نعت ہو — حکم دے مرے قلم کو جب خدا تو نعت ہو

(ریاض حسین چودھری)

اجڑے وہ شہر جہاں محفل میلاد نہ ہو

ہووے برباد وہ گھر جس میں تیری یاد نہ ہو — اجڑے وہ شہر جہاں محفل میلاد نہ ہو

چرخ پر کیوں نظر آتے ہیں ستاروں کے چراغ — قدسیوں میں تو کہیں مجلس میلاد نہ ہو

نقش ہے نام محمد ﷺ کا میرے سینے پر — ہر گھڑی دیکھ کے کیوں کر میرا دل شاد نہ ہو

یہ تمنا ہے خدا سے کہ میں سب کچھ بھولوں — نام احمد ﷺ کے سوا کچھ بھی مجھے یاد نہ ہو

دل نہیں چاہتا اس واسطے مرنے کو تمیز — کہیں جنت میں مدینے کی فضا یاد نہ ہو

(تمیز)

گیتی پہ نور چھایا صبح شب ولادت

گیتی پہ نور چھایا صبح شب ولادت — کیا انقلاب آیا صبح شب ولادت

صل علیٰ محمد ﷺ صل علیٰ محمد ﷺ
حوروں نے مل کے گایا صبح شب ولادت
فرش زمین پہ اترے عرش بریں کے جلوے
کیسا حسین آیا صبح شب ولادت
(امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ)

ان کی آمد پہ یہاں جشن بہاراں ہوگا

نور سرکار سے ہر قلب درخشاں ہوگا
عید میلاد ہے گھر گھر میں چراغاں ہوگا
مطلع دہر پہ پھر صبح ولادت چمکی
آج ہر ذرہ بھی خورشید بداماں ہوگا
دیپ ہر سمت جہاں عشق کے روشن ہوں گے
پیکر مکر و ریا غیظ سے سوزاں ہوگا
گلشن ملک خداداد ہے جن کا صدقہ
ان کی آمد پہ یہاں جشن بہاراں ہوگا
پھول سینے میں اگر یاد نبی ﷺ کے مہکے
پھر تو ویرانہ دل رشک گلستاں ہوگا
ان کے الطاف سے اک روز فقیر حسنی
شہر الفت میں بصد شوق خراماں ہوگا
(علامہ اسماعیل فقیر الحسنی)

ظہورِ قدسی

تاریکیٔ شب تھی ہلکی سی اور تھی نہ چمک سیاروں میں
تھا چاند بھی مانند ساگردوں پر تنویر نہ تھی مہ پاروں میں
خاموش فضائے عالم تھی، ہر چیز ادب سے جھکتی تھی
خوابیدہ سازِ فطرت تھا اور نغمے محو تھے تاروں میں
اک غلغلۂ سبحان اللہ، آفاق میں جس دم گونج اٹھا
سرگرم خرام نسیم ہوئی، مستانہ وار بہاروں میں
سوسن نے کہا پھر بسم اللہ، لالے نے پکارا صل علیٰ
مرغانِ چمن تھے زمزمہ زن، کیا صبح ہوئی گلزاروں میں

گوہر تھے نچھاور شبنم کے اور چشمے رواں تھے زمزم کے
کوثر کی نہریں جاری تھیں اور جوشِ طرب فواروں میں
اک نور کی بارش عام ہوئی، ہر جنس جہاں گلفام ہوئی
دوزخ کی آگ حرام ہوئی، شعلے نہ رہے انگاروں میں
پیدا عالم میں آج کے دن، محبوب رؤف و رحیم ہوا
ہر صاحب دل ہے جس پہ فدا وہ صاحب خلق عظیم ہوا

(حضرت ابو الطاہر فدا حسین فدا مرحوم)

ادب گاہیست زیرِ آسماں، از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید، جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا

○

اے بادِ نسیم!

مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ

نسیما جانب بطحا گزر کن ★ ز احوالم محمدؐ را خبر کن
اے بادِ نسیم! بطحا کی جانب چلی جا، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے حالات بتادے
ببر ایں جان مشتاقم در آنجا ★ فدائے روضۂ خیر البشر کن
میری اس عاشق روح کو وہاں لیجا کر، روضۂ خیر البشر پر قربان کردے
توئی سلطان عالم یا محمدؐ ★ ز روئے لطف سوئے من نظر کن
اے محمد ﷺ آپ ہی عالم کے شہنشاہ ہیں، برائے مہربانی میری جانب نظر کرم فرمائیں
مشرف گرچہ شد جامی ز لطفش ★ خدایا ایں کرم بارِ دگر کن
جامی اگرچہ آپ کے لطف سے شرفیاب ہو چکا ہے، مگر اے اللہ دوبارہ یہ لطف و کرم فرما

○



عین مدحت ہے محمد ﷺ کہنا
یہ وہ چمن ہے جس پر فرشتوں کو ناز ہے

(حنیف اسعدی)

دینی، سماجی، اخلاقی اور ملی اقدار کا محافظ
جوہرآباد
سہ ماہی
انوارِ رضا
مدیر اعلیٰ
ملک محبوب الرسول قادری

آئینہ انوار

حسن ترتیب

صفحہ نمبر	عنوان
31	خطبہ حجۃ الوداع ....علامہ صاحبزادہ ابوالحسن واحد رضوی

کُنْ لِیْ شَفِیْعًا

سیدنا حضرت سواد بن قارب رضی اللہ عنہ

أَتَانِیْ نَجِیٌّ بَعْدَ هَدْءٍ وَرَقْدَةٍ ★ وَلَمْ یَکُ فِیْمَا قَدْ بَلَوْتُ بِکَاذِبِ

میرے پاس ایک راز کی بات کہنے والا، نیند اور رات کے بعد آیا، اور میرے تجربہ کی بنا پر وہ جھوٹا نہیں تھا

ثَلاثَ لَیَالٍ قَوْلُهُ کُلَّ لَیْلَةٍ أَتَاکَ ★ رَسُوْلٌ مِنْ لُؤَیِّ بْنِ غَالِبِ

تین راتوں میں سے ہر رات اس کی یہی بات ہوتی تھی کہ تمھارے پاس لوئی بن غالب کے قبیلہ میں سے ایک رسول آئے ہیں

فَشَمَّرْتُ عَنْ ذَیْلِی الْأَزَارَ وَوَسَّطَتْ ★ بِیَ الذِّعْلَبُ الْوَجْنَاءُ عَبْرَ السَّبَاسِبِ

پس میں نے تیاری کی اور ایک تیز رفتار، مضبوط اونٹنی نے مجھے ایک بیابان کے وسط میں جا پہنچایا

وَأَعْلَمُ أَنَّ اللّٰهَ لَا رَبَّ غَیْرُهُ ★ وَأَنَّکَ مَأْمُوْنٌ عَلٰی کُلِّ غَائِبِ

میں جانتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی رب نہیں، اور آپ ﷺ ہر غائب یعنی وحی کے امین ہیں

وَأَنَّکَ أَدْنَی الْمُرْسَلِیْنَ وَسِیْلَةً ★ إِلَی اللّٰهِ یَا ابْنَ الْأَکْرَمِیْنَ الْأَطَائِبِ

اے شرفاء اور پاکوں کے فرزند! آپ تمام انبیاء علیہم السلام میں سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے قریب ہیں

فَمُرْنَا بِمَا یَأْتِیْکَ یَا خَیْرَ مُرْسَلٍ ★ وَإِنْ کَانَ فِیْمَا جَاءَ شَیْبُ الذَّوَائِبِ

تو اے بہترین رسول ﷺ! آپ کے پاس جو وحی آتی ہے اس کا ہمیں بھی حکم دیجئے، اگرچہ جو کچھ ہمارے پاس آئیگا اس (پر عمل کرنے) میں ہمارے بال سفید ہو جائیں گے

وَکُنْ لِیْ شَفِیْعًا یَوْمَ لَا ذُوْ شَفَاعَةٍ ★ سِوَاکَ بِمُغْنٍ عَنْ سَوَادِ بْنِ قَارِبِ

آپ ﷺ میرے شفیع بن جائیں۔ اس دن کہ جس دن کوئی شفاعت کرنے والا سواد بن قارب کے کام نہیں آئیگا

میدانِ عرفات میں رسول کائنات ﷺ کا تاریخ ساز اور عظیم الشان خطبہ

خطبہ حجۃ الوداع (اُردو ترجمہ)

علامہ صاحبزادہ ابوالحسن واحد رضوی

رسول اللہ ﷺ نے حج کی ادائیگی کے موقع پر جو آخری عظیم الشان خطبہ ارشاد فرمایا اسے "خطبہ حجۃ الوداع" کہا جاتا ہے۔ بلاشبہ یہ ایک تاریخ ساز اور عظیم الشان خطبہ مبارکہ ہے۔ اس میں اقوام عالم کے لئے ہر قسم کی رہنمائی موجود ہے۔ رحمۃ اللعالمین ﷺ نے اس خطبہ میں اسلام کی تعلیمات کو انتہائی حسین اور دلنشین پیرائے میں لوگوں کے سامنے پیش کیا۔ دورِ جاہلیت کی تمام غلط رسموں کو کالعدم قرار دیا۔ عورتوں پر جو ظلم و تشدد کیا جاتا تھا اس کے خاتمہ کے لئے ان کے ساتھ بہترین سلوک کرنے کا حکم فرمایا۔ مرد و عورت کے حقوق و فرائض کی نشاندہی فرمائی۔ مختصر یہ کہ اس خطبہ میں آپ ﷺ نے نوعِ انسانی کی رہنمائی کے لئے جملہ پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔ ہمیں چاہئے کہ بحیثیت مسلمان اس خطبہ مبارکہ کا ایک ایک لفظ ہماری نوکِ زبان پر ہو اور مقدور بھر ہم اس پر عمل پیرا ہوں۔ ذیل میں خطبہ مبارکہ کا اردو ترجمہ ملاحظہ ہو۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کے بعد ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! بلاشبہ تمہاری جانیں اور تمہارے اموال تم پر عزت و حرمت والے ہیں یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملاقات کرو۔ ان کی حرمت ایسے ہی ہے جس طرح تمہارا آج کا دن حرمت والا ہے اور جس طرح یہ مہینہ اور تمہارا یہ شہر حرمت والا ہے۔ تم ضرور اپنے رب سے ملاقات کرو گے وہ تم سے تمہارے اعمال کے متعلق پوچھے گا۔ میں نے اللہ کا پیغام پہنچا دیا ہے جس شخص ...

رکھی ہو اسے لازم ہے کہ وہ اس امانت کو اس کے مالک تک پہنچا دے۔ سارا سود معاف ہے لیکن تمہارے لئے اصل زر ہے۔ نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ تم پر کوئی ظلم کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ کوئی سود نہیں۔ سب سے پہلے جس ربا (سود) کو میں کالعدم کرتا ہوں وہ عباس بن عبدالمطلب کا سود ہے۔ یہ سارے کا سارا معاف ہے۔ زمانۂ جاہلیت کی ہر چیز کو میں کالعدم قرار دیتا ہوں اور خونوں میں سے جو خون میں معاف کر رہا ہوں وہ حضرت عبدالمطلب کے بیٹے حارث کے بیٹے ربیعہ کا خون ہے جو اس وقت بنو سعد کے ہاں شیر خوار بچہ تھا اور ہذیل قبیلہ نے اس کو قتل کر دیا تھا۔

اے لوگو! شیطان اس بات سے مایوس ہوگیا ہے کہ تمہاری اس زمین میں اس کی عبادت کی جائے گی لیکن اسے یہ امید ہے کہ وہ چھوٹے چھوٹے گناہ کرانے میں کامیاب ہو جائے گا لہٰذا تم ان چھوٹے چھوٹے اعمال سے بچتے رہنا۔

جس روز اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، سال کو بارہ مہینوں میں تقسیم کیا، ان میں چار مہینے حرمت والے ہیں (ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور رجب) ان مہینوں میں جنگ وجدال جائز نہیں۔

اے لوگو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو! میں تمہیں عورتوں کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیت کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ تمہارے زیر دست ہیں وہ اپنے بارے میں کسی اختیار کی مالک نہیں۔ یہ تمہارے پاس اللہ کی طرف سے امانت ہیں اور اللہ کے نام کے ساتھ تم پر حلال ہوئی ہیں۔ تمہارے ان کے ذمہ حقوق ہیں اور ان کے تم پر بھی حقوق ہیں۔ تمہارا ان پر حق ہے کہ وہ تمہارے بستر کی حرمت برقرار رکھیں اور ان پر یہ لازم ہے کہ وہ کھلی بے حیائی کا ارتکاب نہ کریں۔ اور اگر ان سے بے حیائی کی کوئی حرکت سرزد ہو جائے تو پھر اللہ تعالیٰ نے تمہیں اجازت دی ہے کہ تم ان کو اپنی خوابگاہوں سے دور کر دو اور انہیں بطور سزا تم مار سکتے ہو لیکن شدید مار نہ ہو۔ اگر وہ باز آ جائیں تو پھر تم پر لازم ہے کہ تم ان کے کھانے پینے اور لباس کا انتظام کرو۔ اے لوگو! میری بات کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش

اے لوگو! بلاشبہ میں نے اللہ کا پیغام تم تک پہنچا دیا ہے۔ میں تم میں ایسی دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم ان کو مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو ہرگز گمراہ نہ ہو گے۔ اللہ کی کتاب اور اس کے نبی ﷺ کی سنت۔

اے لوگو! میری بات غور سے سنو اور سمجھو! تمہیں یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور سارے مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ کسی آدمی کے لئے جائز نہیں کہ اپنے بھائی کے مال سے اس کی رضامندی کے بغیر کوئی چیز لے چنانچہ تم اپنے آپ پر ظلم نہ کرنا۔

جان لو کہ دل ان تینوں باتوں پر حسد و عناد نہیں کرتے: (۱) کسی عمل کو محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کرنا۔ (۲) حاکم وقت کو از راہ خیر خواہی نصیحت کرنا۔ (۳) مسلمانوں کی جماعت میں شامل رہنا۔ بے شک ان کی دعوت ان لوگوں کو بھی گھیرے ہوئے ہے جو ان کے علاوہ ہیں۔ جس کی نیت دنیا کی طلب ہو اللہ تعالیٰ اس کے فقر و محتاجی کو اس کی آنکھوں کے سامنے ظاہر کر دیتا ہے اور اس کے پیشہ کی آمدنی بکھر جاتی ہے اور اس کو بس وہی کچھ ملتا ہے جو اس کے مقدر میں لکھ دیا گیا ہے۔ اور جس کی نیت آخرت کی کامرانی و کامیابی حاصل کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو غنی کر دیتا ہے اور اس کا پیشہ اس کے لئے کافی ہو جاتا ہے اور دنیا اس کے پاس اپنا ناک گھسیٹ کر آتی ہے۔

اللہ تعالیٰ رحم کرے اس شخص پر جس نے میری بات سنی اور اسے دوسروں تک پہنچایا۔ اکثر اوقات وہ آدمی جو فقہ کے کسی مسئلے کا جاننے والا ہے وہ خود اتنا سمجھنے والا نہیں ہوتا اور بسا اوقات فقہ جاننے والا کسی ایسے شخص کو بات پہنچاتا ہے جو اس سے زیادہ فقیہ (عالم) ہوتا ہے۔

تمہارے غلام، تمہارے غلام (نوکر) جو تم خود کھاتے ہو اس سے انہیں کھلاؤ، جو تم خود پہنتے ہو اس سے انہیں پہناؤ۔ اگر ان سے کوئی ایسی غلطی ہو جائے جس کو تم معاف کرنا پسند نہیں کرتے تو ان کو فروخت کر دو۔ اے اللہ کے بندو! ان کو سزا نہ دو۔ میں پڑوسی کے بارے میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں۔

(یہ الفاظ مبارکہ رسول اللہ ﷺ نے اتنی بار دہرائے کہ ہمیں یہ محسوس ہوا کہ حضور ﷺ پڑوسی کو وارث نہ بنا دیں)۔

اے لوگو! اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا ہے اس لئے کسی آدمی کے لئے جائز نہیں کہ اپنے کسی وارث کے لئے وصیت کرے۔ بیٹا بستر والے کا ہوتا ہے (یعنی خاوند کا) اور بدکار کے لئے پتھر (سنگساری)۔ جو شخص اپنے آپ کو اپنے باپ کے بغیر کسی طرف منسوب کرتا ہے اس پر اللہ، فرشتوں اور سارے لوگوں کی لعنت ہو۔ اللہ تعالیٰ اس سے کوئی بدلہ اور کوئی مال قبول نہیں کرے گا۔

جو چیز کسی سے مانگ کر لو اسے واپس کرو۔ عطیہ ضروری واپس ہونا چاہئے اور جو ضامن ہو اس پر اس کی ضمانت ضروری ہے۔

تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا تم کیا جواب دو گے؟ انہوں نے کہا: ہم گواہی دیں گے کہ آپ نے اللہ کا پیغام پہنچایا اس کو ادا کیا اور انتہائی خلوص کا مظاہرہ فرمایا۔

رسول کائنات ﷺ نے اپنی انگشت شہادت کو آسمان کی طرف اٹھایا پھر لوگوں کی طرف موڑا اور فرمایا:

اے اللہ! تو بھی گواہ رہنا۔ اے اللہ! تو بھی گواہ رہنا۔ اے اللہ! تو بھی گواہ رہنا۔

ایک موقع پر ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! کان کھول کر سن لو! تمہارا پروردگار ایک ہے۔ کان کھول کر سن لو تمہارا باپ ایک ہے۔ کان کھول کر سن لو! عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں اور نہ عجمی کو عربی پر فضیلت ہے۔ نہ کالے رنگ والے کو، سرخ رنگ والے پر اور نہ سرخ رنگت والے کو کالی رنگت والے پر سوائے تقویٰ کے۔ اللہ کی بارگاہ میں تم میں سے وہی زیادہ معزز اور محترم ہے جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے۔ کان کھول کر سن لو! کیا میں نے اللہ کے پیغامات تم تک پہنچا دیئے؟

الله
محمد
صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وبارک وسلم

نہ تھے ارض سما پہلے نہ تھے شمس و قمر پہلے
خدا کے بعد تھا نورِ شہِ جن و بشر پہلے

(صابر براری)

کوئے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

حسن ترتیب

صبحِ سعادت

حضرت علامہ پروفیسر محمد حسین آسی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

☆ آمدِ بہار ☆ ماہ میلاد کی سعادتیں

☆ محبتِ مصطفیٰ ﷺ کے تقاضے

ربیع الاول شریف وہ ماہ مبارک ہے جس کی ہر ساعت آنکھ کو ٹھنڈک اور ہر لمحہ دل کو سکون کی لازوال دولت عطا کرتا ہے۔ ہلال کے نمودار ہوتے ہی یوں محسوس ہونے لگتا ہے جیسے قدرت نے عرصۂ گیتی پر تسکین پرور تابشیں بکھیر دی ہیں۔ ظلمتوں کے دبیز پردے چاک ہو رہے ہیں اور انوار و تجلیات کی پیہم بارشیں ہو رہی ہیں۔ عالم قدس کی لطافتوں نے فضاؤں میں کیف بھر دیئے ہیں اور جنت النعیم کے دریچوں سے بھینی بھینی ٹھنڈی ٹھنڈی مشک بیز ہوائیں آ کر مشام جاں کو معطر کر رہی ہیں۔ اضطراب یاس کی گھٹائیں چھٹ رہی ہیں۔ رنج و الم کی شب دیجور آخری سانس لے رہی ہے اور صبح امید کے سہانے اجالے مسکرا رہے ہیں۔ چمن دہر ہی نہیں چمن انسانیت میں بھی بہار آ رہی ہے صحن گلستان کے غنچے ہی نہیں، دلوں کی لب بستہ کلیاں بھی تبسم آشنا ہو رہی ہیں۔ لالہ و گل پر ہی نہیں حیات کے مرجھائے ہوئے چہروں پر بھی نکھار آ رہا ہے۔

ہاں! ہاں! خود زندگی ایک وجد آور کیف میں کھوئی جا رہی ہے۔ ضمیر کو نور اور دل کو سرور بہم پہنچایا جا رہا ہے۔ روح کو بالیدگی عطا ہو رہی ہے۔ سمعی و بصری قوتوں کو فروغ اور فکر و نظر کو جلا مل رہی ہے۔ احساسات کی جان بیدار ہو رہی ہے اور فطرت عجیب سرمستی کے عالم میں محو ترنم ہے۔ بلاشبہ اس انقلاب آفریں بہار کی جاں نواز کیفیتوں کو الفاظ کا جامہ پہنانا تکلف محض اور فطرت کے ان دل نشیں نغموں کی تحسین کے لئے قلم و قرطاس کا سہارا ایک رسم کے سوا کچھ نہیں۔ دیدۂ دل میں بینائی کی کوئی رمق موجود ہو تو خود بخود اس بارش انوار کو دیکھا جا سکتا ہے اور گوش حق نیوش میں پنبہ وسواس نہ ہو تو فطرت کے ان نغموں کی آواز صاف صاف سنی جا سکتی ہے۔

کہنا یہ ہے کہ کیا یہ بہار موسموں کے کسی جغرافیائی تغیر و تبدل کا نتیجہ ہے؟ نہیں! ہرگز نہیں! بلکہ یہ تو اس سید مولا صفات کی ملکوتی شخصیت کی تشریف آوری کا قدرتی نتیجہ ہے جسے بجا طور پر خلاصۂ موجودات کہا جاتا ہے اور جس کے دم قدم سے گل و گلزار اور بہاریں قائم ہیں۔ اور کیا ان مہکتے ہوئے انوار کا شمس و قمر کی شعاع بیزیوں سے کوئی تعلق ہے؟ نہیں! بلکہ ان کا ربط تو اس صبح سعید سے ہے جب خالق کائنات کا چمکتا ہوا آفتاب بطحا کی وادی میں طلوع ہوا تھا۔ نیز کیا فضا کے اس کیف و سرور کا ماخذ نسیم و شمیم کے جھونکے ہیں؟ نہیں! بلکہ اس کا منبع تو وہ سعادت افروز گھڑی ہے جب حضور ﷺ رحمت للعالمین نے پیکر امن و امان بن کر سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی آغوشِ عاطفت میں تجلی فرمائی تھی۔

بصد انداز یکتائی بغایت شان زیبائی ۔۔۔ امیں بن کر امانت آمنہؓ کی گود میں آئی

ہاں! ہاں! جب خلاق عالم جل و علیٰ کے نائب اعظم ﷺ نے شمع شبستان وجود بن کر اس خاکدان ہستی کی تیرگیوں کو دور کرنے کے لئے یہاں نزول اجلال فرمایا۔ یعنی ۱۲ ربیع الاول شریف بروز پیر:

ربیع الاول عام الفیل کی تاریخ تھی بارہ ۔۔۔ زمیں پر جب اتر آیا ازل کے نور کا تارہ

سنو! سنو! یہی صبح سعادت حاصل کُن فکاں اور مقصد کون و مکاں ہے۔ لیل و نہار کی گردشیں اسی کے لئے رہین انتظار اور محفل امکان کا باعث قیام بھی یہی مبارک گھڑی ہے۔

مکان اپنے مکیں کی عظمت سے معزز ہوتا ہے۔ جتنا مکیں صاحب عزت و وقار ہوگا اتنی ہی مکان کی قدر و قیمت ہوگی۔ یہی حال زمانے کا ہے، اس کو بھی شرف اسی صورت میں ملتا ہے جب اس کی نسبت کسی صاحب شرف کے ساتھ ہوگی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا والسلام علی یوم ولدت و یوم اموت و یوم ابعث حیا فرمانا بھی اسی حقیقت ثابتہ کی تائید کر رہا ہے۔ یوں تو ایام وقت کی گردش ہی کا حصہ ہوتے ہیں اور عام معمول کے مطابق ظہور پذیر ہوتے ہیں مگر کسی اللہ والے سے منسوب ہو کر اتنے ممتاز ہو جاتے ہیں کہ خود خالق الایام انہیں اپنی طرف نسبت دیتا ہے۔ اگر اس نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو ۱۲ ربیع الاول صبح میلاد نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے زیادہ سعد کون سی گھڑی ہوگی جس میں امام الانبیاء سرور

اس حجرے کی عظمت پر قربان جس میں مہمان عرش ﷺ کی ولادت ہوئی اور ازل و ابد کی رونقیں اس پیاری گھڑی پر نثار جس میں سرورِ عالم، نورِ مجسم، شفیع معظم ﷺ تشریف لائے۔

لاریب وہ سحر اپنے تقدس کا جواب نہیں رکھتی جس میں سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے لال کی زیارت سے شرف اندوز ہونے کے لئے قدسیان معصوم قطار اندر قطار آ رہے تھے اور جب فلک کی رفعتیں جھک جھک کر زمین کی پستی کو پیغام تہنیت دے رہی تھیں۔ جب شرک فروش فارسیوں کے آتشکدے گل ہو رہے تھے اور قصور شاہی کے گرتے ہوئے کنگرے انانیت کے پیکروں کو خدائے حیّ و قیوم کے حضور سربسجدہ ہونے کی تلقین کر رہے تھے۔ اس صبح دل نواز کی کیفیت امام ابن جوزی سے سنئے۔ فرماتے ہیں:

والاسرة بملوكها تزلزلت و بحيرة ساوة عند ولادته غارت وفاض وادي سماوة و كم من عين نبعت و فارت فانشق ايوان كسرىٰ و شرفاته تناثرت و ملئكة السمٰوات السبع تباشرت والسماء بنورها حرست والشهب الثواقب لمشترق السمع رجمت و ابليس نادى على نفسه ياويلا و ثبورا (رسالہ المیلاد النبوی لابن جوزی علیہ الرحمۃ)

"یعنی بادشاہوں کے جانشینوں میں زلزلہ آ گیا اور دریائے ساوہ آپ ﷺ کی ولادت شریفہ کے وقت خشک ہو گیا۔ دریائے سماوہ جو پہلے خشک تھا جاری ہو گیا۔ کتنے ہی چشمے رواں ہو کر جوش مارنے لگے۔ شاہ فارس کا محل پھٹ گیا اور اس کے کنگرے گر پڑے۔ ساتوں آسمانوں کے فرشتوں نے خوشیاں منائیں اور آپ ﷺ کے نور سے فضائے آسمان بھر گئی۔ شہاب ثاقب نے چھپ کر سننے والے (شیاطین) کو سنگسار کیا اور خود ابلیس اپنے اوپر ویلاہ یا ثبور (ارے میری خرابی، میری تباہی) کا شور مچانے لگا۔

پھر اپنی عقیدت کا اظہار یوں فرماتے ہیں:

صبح الهدىٰ ملاء الوجود سرورا لما بدا وجه الحبيب منيرا

واتی النسیم معطرا و مبشرا بقدوم احمد للانام نذیرا

یعنی جب حبیب خدا کے نورانی چہرے کا ظہور ہوا تو صبح ہدایت نے عالم ہستی کو مسرت سے معمور کر دیا۔اے ماہ ربیع الاول تو نے ایسا شاندار ماہتاب طلوع کیا جو اپنے حسن و جمال میں تمام ماہتابوں پر فائق ہے۔نسیم صبح نے خوشبو پھیلا کر دنیا کو حضور احمد مختار ﷺ جو کہ عذاب الٰہی سے ڈرانے والے ہیں۔کی تشریف آوری کی خوش خبری سنائی۔

یہ وجد و کیف، یہ نور و ظہور، قدرت کی یہ ضیاء پاشی، ارواح و قلوب کی یہ سرمستی، گلشن ہستی کی یہ چہل پہل، عام الفیل کے اسی ربیع الاول تک محدود نہ تھی بلکہ اتنا طویل عرصہ گزرنے کے بعد اب بھی یہ مقدس مہینہ قلب و روح کی تشنہ لبی دور کر کے سیرابی و شادابی کا سامان فراہم کرتا ہے۔منبر و محراب کی رونقیں کوچے کوچے سے صلوٰۃ و سلام کی میٹھی صدائیں، حمد و نعت کے شیریں ترانے سب اسی فرحت و بہجت کے مظاہر ہیں جو ان ایام کے ورود مسعود سے حاصل ہوتے ہیں۔مسلمان زوال و عروج کے ادوار سے گزرے، انہیں جاں شکن حادثات سے دو چار ہونا پڑا، حوصلہ فرسا صدمات آئے، سلطنتیں چھن گئیں، قومی وقار کو ٹھیس پہنچی۔مگر بایں ہمہ شہ عرب و عجم کے ذکر خیر میں روز افزوں ترقی ہی ہوتی گئی۔یوں بھی ہوا کہ اعدائے بدنہاد نے مختلف حربوں سے، طرح طرح کے حیلوں بہانوں سے اس ذکر رفیع کو مٹانا چاہا مگر انہیں ہمیشہ خائب و خاسر ہونا پڑا۔امت مرحوم کی تاریخ کے مطلع سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ اس رفعت ذکر کا ضامن خود خداوند کریم ہے جس نے ورفعنالك ذكرك کا وعدہ فرما کر اپنے محبوب کی شہرت و عظمت کو ابدی دوام بخشا۔اس کے مٹانے والے مٹ گئے۔دشمن نیست و نابود ہو گئے۔منکر دب گئے۔شور مچانے والے ساکت و صامت ہو گئے مگر یہ ذکر خیر:

دشت میں دامن کوہسار میں میدان میں ہے بحر میں موج کی آغوش میں طوفان میں ہے
چین کے شہر مراکش کے بیابان میں ہے اور پوشیدہ مسلمان کے ایمان میں ہے
چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے رفعت شان رفعنا لک ذکرک دیکھے

شہر بہ شہر علماء کے جلسے، جا بجا نعت کے نغمے، کو بہ کو تعریف کے زمزمے، سو بسو

سے جاری ہے۔ علامہ سخاوی فرماتے ہیں:

لازال اهل الاسلام من سائر الاقطار والمدن الكبار يعملون المولد

ہمیشہ سے اہل اسلام تمام علاقوں اور بڑے بڑے شہروں میں میلاد شریف کرتے ہیں۔

علامہ احمد عابدین فرماتے ہیں:

اهل مكة يذهبون اليه فى كل عام ليلة المولد ويحتفلون بذلك اعظم من احتفالهم بالاعياد۔

یعنی اہل مکہ ہر سال میلاد شریف کی رات حضور ﷺ کے مقام ولادت پر حاضری دیتے ہیں اور عیدوں سے بھی بڑھ کر محفل قائم کرتے ہیں۔

عید میلاد عیدوں کی سرتاج ہے حق کے انعام و رحمت پہ لاکھوں سلام

امام ابو شامہ نے محفل میلاد کو منافق و مومن کے درمیان وجہ امتیاز قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک مومن اس محفل کے انعقاد سے رب کریم کی نعمت عظمیٰ کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور منافق و کافر جلتے اور کڑھتے ہیں۔ ان ہی خیالات کا اظہار شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ما ثبت من السنۃ میں فرمایا ہے۔ الغرض محفل میلاد کا انعقاد سرورِ کائنات، محسن اعظم، ہادی معظم ﷺ کی محبت کی علامت ہے۔ بفحوائے حدیث شریف من احب شیئًا فاکثر ذکرہ گویا کثرت ذکر ہی محبت صادق کی پہچان ہے۔

سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا محفل میلاد کے رسمی انعقاد سے محبت کے جمیع تقاضوں کی تکمیل ہو جاتی ہے اور کیا عملی ثبوت سے بے نیاز ہو کر صرف زبانی دعووں اور نعروں سے وہ سند ہاتھ آ سکتی ہے جو ایک سچے عاشق رسول ہی کے شایان شان ہے۔ اس کا جواب یقیناً نفی میں ہے۔ اس لئے کہ جب تک فکر و عمل کی توانائیوں کو رسول اکرم ﷺ کی عظمت اور اشاعت دین کے لئے وقف نہیں کریں گے۔ ہم سے نہ خدا راضی ہوگا اور نہ جناب مصطفیٰ رسول کریم ﷺ۔

یاد رکھئے! جب دین کے افق پر نئے نئے فتنے اُبھر رہے ہوں۔ جب طاغوتی

باقی صفحہ نمبر

کے محسوس پیکر دلوں سے عظمت رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نکالنے پر تلے ہوئے ہوں، اس وقت محفل میلاد کا انعقاد زیادہ ہی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ ہندوستان کی تاریخ پر نگاہ ڈالیے۔ ستر اسی سال پہلے کے حالات کا جائزہ لیجیے جب ہندو آریہ اور عیسائی پادری اسلام اور بانیٔ اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات ستودہ صفات کے متعلق طرح طرح کے شکوک وشبہات پھیلا رہے تھے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ محفل میلاد کی تاکید کس زور سے کر رہے ہیں۔ فرماتے ہیں:

"دیکھو ہندوستان میں سینکڑوں مذاہب کفریہ و عقائد باطلہ مخالف دین و بیخ کن اسلام ظاہر ہوتے جارہے ہیں اور کیسے کیسے الزام و اعتراض و شبہات و شکوک مذہب اسلام پر وارد ہوتے جارہے ہیں۔ پس ایسے وقت میں آپس کی مجادلہ کی تردید کرنی چاہئے اور قرآن شریف کی خوبیاں اور فضائل اور رسول اللہ ﷺ کے محامد و مکارم اخلاق و محاسن اوصاف کو ہر مقام و ہر شہر و قریہ میں نہایت زور و شور سے مشتہر کرنا چاہئے۔ ایسے وقت میں رسول اللہ ﷺ کے محامد و اوصاف مکارم اخلاق کو مشتہر و اشاعت کرنے کے لئے ہر مقام میں مجلس مولود شریف کا چرچا بڑا عمدہ ذریعہ و مستحسن وسیلہ ہے۔"

(انوار ساطعہ صفحہ ۳۱۹ مطبوعہ مجتبائی دلی)

اسی کتاب پر اکابر دیوبند کے استاد حاجی رحمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظ درج ہے جس میں وہ زمانے کی نزاکت کے پیش نظر محفل میلاد شریف کو فرض کفایہ قرار دیتے ہیں۔ بشرطیکہ منکرات مثلاً باجہ اور تغنی وغیرہ سے پاک ہو۔ پھر فرماتے ہیں:

"میں مسلمان بھائیوں کو بطور نصیحت کے کہتا ہوں کہ ایسی مجلس کے کرنے سے نہ رکیں اور اقوال بے جا منکروں کی طرف جو تعصب سے کہتے ہیں. ہرگز التفات نہ کریں۔"

(انوار ساطعہ صفحہ ۳۱۴۔ ۳۱۵)

ان بزرگوں نے جن مقاصد کی نشاندہی فرمائی ہے آج ہمیں بھی انہیں مدنظر رکھتے ہوئے دور حاضر کے فتنوں کا سامنا کرنا چاہئے اور محفل میلاد کے ذریعہ ان کالی بھیڑوں کو بے نقاب کرنا چاہئے جو خدمت انسانیت کے نام پر انسانیت ہی کو ذبح کرنے

نظامِ حیات نہیں بلکہ ماسکو اور واشنگٹن سے درآمد کردہ خالی انسانوں کا خود ساختہ ضابطہ قوانین ہے۔ اب ہمیں محفل میلاد میں کھل کے یہ حقیقت واشگاف کرنی چاہیئے کہ دارین کی بھلائی، کونین کی سعادت اور انسانیت کی فلاح صرف اور صرف دامنِ اسلام سے وابستہ ہے۔ یہی حریت و مساوات کا علمبردار ہے۔ اسی نے عدل و انصاف کی تعلیم دی ہے۔ یہیں سے قلب و روح کی بیداری کے سوتے پھوٹے ہیں۔ غرض بانیٔ اسلام کی لاجواب عظمتِ کردار کو پیش کرنا ہے اور اسلام کی حقانیت کو نمایاں کرنا ہے۔ اب ہمیں محفل میلاد میں نئے ولولے، نئی ہمتیں، نئے ذوق و شوق اور نئی کیف و مستی سے یہ عزم مصمم کرنا ہے کہ ہم دینِ خداوندی اور عظمتِ مصطفوی کے لئے حیات کی ہر سرگرمی اور خون کا ہر قطرہ وقف کر دیں گے۔ دنیا جانتی ہے کہ آج سے چودہ سو سال پہلے محبوبِ خدا ﷺ نے راہِ حق میں جانی و مالی قربانی کا جو باطل شکن اعلان فرمایا تھا اس کی آواز شرق و غرب میں اب بھی گونج رہی ہے۔

اب ہمیں سلام و قیام کی پاکیزہ اداؤں کے ساتھ ساتھ حضور رؤف و رحیم علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام سے یہ بھی عرض کرنا ہے کہ ؎

اے خاصۂ خاصانِ رسل وقتِ دعا ہے　　اُمت پہ تیری آ کے عجب وقت پڑا ہے

ہاں! ہاں! ہمیں رحمتِ عالمیان کے حضور یہ فریاد بھی کرنا ہے اور کچھ سعادتیں بھی طلب کرنا ہیں کہ ؎

اے فاراں کے چمکتے ہوئے آفتاب　　اے فروغ بخشِ اعصار و دہور

اپنی تجلیات سے ہمارے قلب و روح کو گرما دیجئے۔ اپنے غلاموں کے دامنِ دل کو تجلیات سے معمور فرما دیجئے اور اے دو عالم کے سہارے کہیں حوادثِ زمانہ لغزشِ پا کا سبب نہ ہو جائیں۔ ہمیں تیری عظمتوں کی ضرورت ہے اور تیری رحمتوں پہ نظر ہے۔ باطل کی شر انگیز قوتیں مدمقابل ہیں۔ ہمیں سرہند کے مردِ قلندر کے جذبِ صادق کی ایک جھلک عنایت کر دیجئے اور بریلی کے مردِ حق آگاہ کے عشق کی کوئی کیفیت عطا فرما دیجئے۔ ہم بے نوا ...

اہلِ ایمان سے پہلا خطاب

ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِیْنَ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ۝ مَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِیْنَ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْكُمْ مِّنْ خَیْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ ۝

(سورہ بقرہ آیت ۱۰۴۔۱۰۵)

"اے ایمان والو! راعنا نہ کہا کرو، بلکہ انظرنا کہو اور توجہ سے سنو، اور کافروں کے لئے تو عذاب الیم ہے۔ یہ اہل کتاب یا مشرک جنہوں نے قبول حق سے انکار کر دیا ہے ہرگز یہ پسند نہیں کرتے کہ تم پر تمہارے رب کی طرف سے خیر نازل ہو، لیکن اللہ اپنی رحمت کے لئے جس کو چاہتا ہے چن لیتا ہے اور اللہ بڑا فضل کرنے والا ہے۔"

آیت ۱۰۴ سے ان آداب کا باب ہمارے لئے وا ہوتا ہے جن کا تعلق رسول اللہ ﷺ سے ہے۔ حضور ﷺ کی شان میں ادنٰی سی گستاخی نہیں بلکہ لاپروائی اور ادب کی ادنٰی سی کمی کا نتیجہ حبط اعمال ہو سکتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس نکتے سے خوب واقف تھے۔ وہ مجلس نبوت میں یوں مؤدب اور ساکت بیٹھتے جیسے بے جان مجسمے ہوں۔ یہاں قرآن عظیم یہودیوں کی ایک نازیبا حرکت کی نشاندہی کر رہا ہے۔ مدینہ کے یہودی رسول اللہ ﷺ کی مجلس بابرکات میں آ کر بیٹھتے، مگر برکات و سعادت کے حصول کے لئے نہیں بلکہ شرارت کے لئے۔ ان کی ایک شرارت تو یہ تھی کہ توجہ سے بات نہ سنتے اور پھر دوسروں کی توجہ کو منتشر کرنے کے لئے کہتے۔ "راعنا" یعنی ہماری طرف توجہ فرمائیے اور ہماری رعایت کیجئے۔ حضور ﷺ حد درجہ تحمل سے کام لیتے اور ان کی ایسی باتوں پر کسی ناخوشگوار ردعمل کا اظہار نہ کرتے۔ بعض مسلمان بھی کسی نکتے کو سمجھنے کی غرض سے "راعنا" کہہ دیتے۔ عام مسلمانوں

نے اپنی نیک نفسی اور کشادگیٔ قلب ونظر کی وجہ سے کبھی اس بات پر توجہ نہ دی کہ "راعنا" کی ادائیگی میں یہودی اپنے خبثِ باطن سے کام لیتے تھے اور زبان کو دبا کر یہ لفظ ادا کرتے جس سے اس کا تلفظ بدل کر "راعینا" ہو جاتا۔ یعنی یہ مرکب لفظ بن جاتا "راعی" اور "نا" کا مرکب اور اس کے معانی ہو جاتے "ہمارا چرواہا"۔ اس کے علاوہ عبرانی میں یہ لفظ احمق کے معنی میں بھی استعمال ہوتا تھا۔

یہودی اپنی محفلوں میں اس بات پر مسلمانوں کا مذاق اڑاتے کہ انہوں نے ہماری تقلید میں اپنے رسول کے لئے نازیبا اندازِ تخاطب اپنا لیا ہے۔ اس پر قرآن حکیم نے انہیں حکم دیا کہ وہ راعنا کو ترک کر کے "انظرنا" کہیں، اور اس حکم کی تکمیل یوں کی گئی کہ "اسمعوا" توجہ سے سنا کرو، تاکہ نبی کریم ﷺ کو دہرانے کی زحمت نہ ہو۔ نبی کریم ﷺ کے علوِ مرتبہ کا یہ پہلو کتنا اہم ہے کہ آپ کے ذکر میں حد درجہ احتیاط مسلمانوں کے اندازِ زیست کا حصہ ہے۔ پھر یہود کی آواز اور لہجے میں بھی منصبِ نبوت کا لحاظ اور پاس داری نہ تھی۔ احترامِ نبوت کا تقاضا یہی تھا کہ آپ کی بات حد درجہ نرمی، توجہ اور شائستگی کے ساتھ سنی جائے۔ آپ ﷺ کے حضور آوازیں پست رہیں۔ یہ ایک دائمی حکم ہے اور آج اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہم اپنے نفس کو اس بات کے سامنے جھکا دیں جس کی آپ نے تعلیم دی۔ سورۂ حجرات میں سورۂ بقرہ کے اسی حکم کو دوسرے سیاق و سباق میں نہایت ہی وضاحت کے ساتھ توسیعی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝

(سورۂ حجرات، آیت ۲)

اے ایمان والو! اپنی آوازوں کو نبی ﷺ کی آواز سے بلند نہ کرو، اور نبی ﷺ سے اونچی آواز میں بات نہ کرو، جیسے تم آپس میں ایک دوسرے سے کرتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال حبط ہو جائیں (اور کیا دھرا اکارت ہو جائے) اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

اللہ ﷺ کو اپنی جان سے عزیز رکھتے تھے۔ اس بات کا ثبوت انہوں نے ان معرکوں میں دیا جب موت، زندگی کی نسبت ان سے قریب تر تھی۔ لیکن وہ ایک ایسے معاشرے کے فرد تھے جہاں آداب، قربت عمل کے منافی سمجھے جاتے تھے۔ اسلام نے اس پورے منظرنامے کو بدل دیا اور محمد مصطفیٰ ﷺ کے حوالے سے ان کی آزادیوں کو آداب کے سانچے میں ڈھال دیا۔

نبی کریم ﷺ کے آداب پر بعض اور پہلوؤں سے بھی غور مناسب ہوگا۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا

استقبالیہ ترانہ

یہ وہ پرشوق عربی ترانہ ہے جس کے ذریعہ خانوادۂ بنونجار کی چھوٹی چھوٹی بچیوں نے آپ ﷺ کی مدینہ منورہ تشریف آوری پر اپنی بے انتہا دلی مسرت کا اظہار کیا تھا۔

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا ★ مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ

پہاڑی کے اس موڑ سے جہاں سے قافلے رخصت کئے جاتے ہیں، آج چودھویں کا چاند نکل آیا ہے

وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا ★ مَا دَعَا لِلّٰهِ دَاعٍ

جب تک دنیا میں اللہ کا نام لیوا رہے گا ہم پر شکر ادا کرنا واجب رہے گا

اَيُّهَا الْمَبْعُوْثُ فِيْنَا ★ جِئْتَ بِالْاَمْرِ الْمُطَاعِ

اے وہ ذات پاک ﷺ جس کو ہمارے درمیان بھیجا گیا ہے، آپ ﷺ واجب الاطاعت حکم لے کر آئے ہیں

نَحْنُ جَوَارٍ مِّنْ بَنِي النَّجَّارِ ★ يَا حَبَّذَا مُحَمَّدٌ مِّنْ جَارٍ

ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں، کس قدر خوش نصیبی ہے کہ محمد ﷺ آج ہمارے پڑوسی ہیں

عید میلاد النبی ﷺ اور سلاطین اسلام

محمد صلاح الدین سعیدی ☆

اس دنیائے آب و گل میں سرور کائنات ﷺ کی رونق افروزی سے ایک ہزار برس قبل یمن کے بادشاہ تبع اول حمیری نے یثرب (موجودہ مدینہ منورہ) میں حاضری دی۔ وہاں کے باسیوں میں تحائف تقسیم کیئے اور اپنے لشکری علماء وصلحاء کی فرمائش پر ان کی رہائش کے لئے یثرب میں ۴۰۰ مکانات تعمیر کروا کے انہیں وہاں آباد کیا۔ ان علماء کی خواہش تھی کہ ہم یثرب میں رہیں۔ یہیں مریں اور یہیں ہمارے مدفن بنیں تا کہ اگر ہم سرکار مدینہ ﷺ کا ظاہری زمانہ نہ بھی پا سکیں تو کم سے کم ہمارے مدفن ضرور سرکار کے قدموں کی دھول سے مشرف ہوں اور ہماری آئندہ نسلیں ضرور سرکار ﷺ کی زیارت سے بہرہ ور ہوں۔

بادشاہ یمن تبع اول حمیری نے ایک خط رسول اللہ ﷺ کے نام لکھ کر ان علماء کے سردار کو عطا کیا اور وصیت کی کہ میرا یہ خط تمہاری اولاد میں نسل در نسل محفوظ رہنا چاہئے اور تمہاری آل کا جو شخص اللہ کے آخری اور برگزیدہ پیغمبر کے ظاہری زمانے کو پائے میری طرف سے یہ خط بارگاہ ناز میں پیش کرے۔ اس خط کا مضمون کچھ اس طرح تھا۔

"تبع اول حمیری کی طرف سے اللہ جل شانہ کے آخری اور برگزیدہ نبی کے نام:
میں تبع اول حمیری آپ ﷺ پر ایمان لاتا ہوں اور آپ کی کتاب کی تصدیق کرتا ہوں۔ میں آپ کا سب سے پہلا امتی ہوں۔ میرا سلام نیاز قبول فرمایئے اور محشر کے دن مجھے اپنے غلاموں میں یاد رکھیئے گا۔"

علماء کے اس سردار کی اولاد میں یہ خط پشت در پشت منتقل ہوتا رہا اور اس کی آل میں سے جس شخص نے حضور ﷺ کا ظاہری زمانہ پایا تاریخ اس فیروز بخت کو ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے نام سے یاد کرتی ہے۔

☆ ایک فقیر اور درویش منش عالم، قلم کار اور شاعر، کراچی سے تعلق ہے لاہور میں قیام رکھتے ہیں۔

جب اللہ کے محبوب نے اپنے مقدس قدموں کی برکت سے یثرب کو مدینہ بنایا اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کو جلوہ گاہ بنایا تو ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام ابولیلہ کو حکم دیا کہ بارگاہِ رسالت ﷺ میں حاضری کا شرف حاصل کرو اور تبع اول حمیری کا وہ خط جو ایک ہزار سال میں ہمارے خاندان کے بزرگوں سے ہمیں پہنچا ہے وہ حاضر خدمت کرو۔ ابولیلہ وہ تاریخی خط لے کر بارگاہِ نور میں حاضر ہوئے۔ اس سے قبل کہ ابولیلہ اپنا تعارف کراتے اور خط کا ذکر کرتے اہل محبت کے دلوں میں بسنے والے محبوب ﷺ نے دل آویز اور معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ خود ہی سوال کر ڈالا کہ اے ابولیلہ! لاؤ ہمارا وہ خط ہمیں دے دو جو تبع اول حمیری نے ہمارے نام لکھا تھا۔

ساتویں صدی ہجری میں اربل کے سلطان ملک معظم ابوسعید مظفر الدین نے (جو رشتے میں سلطان صلاح الدین ایوبی کے بہنوئی تھے) سرکاری سطح پر جشن عید میلاد النبی ﷺ منانے کی طرح ڈالی "تاریخ مراق الزماں" کی تحقیق کے مطابق اس جشن پر سالانہ تین لاکھ دینار خرچ کیے جاتے تھے۔ اس جشن کے چشم دید گواہ "اربل" کے مشہور مورخ ابن غلطان شافعی اربلی (متوفی ۶۸۱ ھ) کے قلم نے اس مبارک جشن کی جو تفصیلات تاریخ کے سپرد کیں وہ یہ ہیں کہ اس جشن میں دور و نزدیک کے علماء، صلحاء، واعظین اور شعراء بڑے اہتمام سے شریک ہوا کرتے تھے۔ ان تقریبات میں شرکت کے لئے مختلف علاقوں سے محرم کے آغاز ہی میں قافلے چل پڑتے تھے اور ربیع الاول تک تانتے بندھ جاتے تھے۔ شب میلاد میں بڑی تعداد میں جانور ذبح کئے جاتے اور مہمانوں کے لئے لنگر کا انتظام کیا جاتا۔ مغرب کے بعد شاہی قلعہ میں محفل میلاد منعقد ہوتی۔ بادشاہ خود مشعل بردار جلوس کی قیادت کرتا ہوا محفل میں شریک ہوتا۔ یہ محفل صبح تک جاری رہتی۔ نماز فجر کے بعد پھر دستر خوان بچھ جاتے اور خواص و عوام کو کھانا کھلایا جاتا۔ یہ دسترخوان نماز عصر تک بچھے رہتے۔ لوگ دور دراز سے آکر شاہی کھانا تناول کرتے اور بادشاہ کو دعائیں دیتے۔

حافظ سید ابوعبداللہ تلمسانی نے لکھا ہے کہ "تلمسان کا بادشاہ سلطان ابوحمو موسیٰ تلمسانی معززین اور صاحب رائے لوگوں کے مشورے سے شب ولادت میں ایک دعوت عام کا

اہتمام کیا کرتا تھا اس میں اعلیٰ قسم کے قالینوں کا فرش اور منقش چادریں بچھائی جاتیں، سنہرے کار چوبی غلافوں والے گاؤ تکیے لگائے جاتے۔ستونوں کے برابر بڑے بڑے شمعدان روشن کئے جاتے، نصب شدہ بڑے بڑے گول خوشنما بخور دانوں میں بخور سلگایا جاتا جو دیکھنے میں پگھلا ہوا سونا معلوم ہوتا، طرح طرح کے کھانے اس انداز سے چنے جاتے جیسے موسم بہار میں رنگا رنگ پھول کھلے ہوتے ہیں۔ اعلیٰ قسم کی خوشبوئیں بسائی جاتیں جن کی مہک سے فضا معطر ہو جاتی اور حاضرین محفل پر عظمت مصطفی ﷺ کا جلال اور وقار چھایا رہتا۔ مؤذن کے "حی علی الفلاح" کہنے تک یہی کیفیت رہتی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی اخبار الاخیار میں لکھتے ہیں کہ برصغیر میں لودھی خاندان کے آخری فرمانروا ابراہیم لودھی کے والد سلطان سکندر لودھی کے وزراء سلطنت ملک زین الدین اور ملک وزیر الدین یکم ربیع الاول کو ایک ہزار بڑھا کر میلاد النبی پر خرچ کرتے تھے اور خاص ۱۲ ربیع الاول کو ۱۲ ہزار روپے خرچ کیا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ جمعہ کے روز کئی من چاولوں کا لنگر پکا کر غریبوں میں تقسیم کرتے، ان چاولوں کی خصوصیت یہ ہوتی کہ پکانے سے پہلے چاول کے ہر دانے پر تین تین مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھی جاتی تھی۔

مصر کے ایک بادشاہ نے ۱۲ ربیع الاول کی نسبت سے ایک عجوبہ روزگار شامیانہ تیار کرایا تھا، جو سال میں صرف ایک مرتبہ بارہ ربیع الاول کو ہی استعمال ہوتا تھا اس کی خصوصیت یہ تھی کہ صرف اس ایک ہی شامیانے کے اندر بارہ ہزار افراد کا مجمع آرام سے بیٹھ کر میلاد مصطفی ﷺ کا بیان سن سکتا تھا اور جلسہ کے اختتام پر یہ شامیانہ اگلے سال تک کے لئے لپیٹ کر رکھ دیا جاتا۔

تیرہویں صدی ہجری کے بزرگ سیرت نگار اور مورخ مکتبہ جامعہ فواد قاہرہ کے مدیر الشیخ محمد رضا مصری علیہ الرحمہ اپنی مقبول عرب وعجم کتاب "محمد رسول اللہ" میں رقمطراز ہیں "خاص قاہرہ شہر میں بارہ ربیع الاول کے دن ظہر کی نماز کے بعد عید میلاد النبی ﷺ کا جلوس غوریہ۔ اشراقیہ، کوتلہ بازار اور حسینیہ سے گزرتا ہوا عباسیہ میدان پر ختم ہوتا ہے۔ ان راستوں پر عاشقان رسول کا ہجوم بڑھتا رہتا ہے۔ جلوس کے آگے آگے پولیس کے گھڑ سوار

دستے ہوتے ہیں اور دائیں بائیں فوج کے اعلیٰ عہدیدار ہوتے ہیں۔

بادشاہ مصر جلسہ گاہ میں حاضر ہوتا ہے۔ فوج سلامی دیتی ہے پھر بادشاہ شامیانے میں داخل ہوتا ہے مختلف سلاسل کے صوفیا اور مشائخ طریقت اپنے اپنے جھنڈے لئے تشریف لاتے ہیں اور بادشاہ ان کا استقبال کرتا ہے پھر خود بادشاہ شیخ المشائخ کے شامیانے میں حاضر ہو کر میلاد مصطفیٰ کا بیان سنتا ہے اور محفل کے اختتام پر میلاد کا بیان کرنے والے عالم دین کو شاہی خلعت عطا کرتا ہے۔ حاضرین میں شیرینی تقسیم کی جاتی ہے، شربت پلایا جاتا ہے. شام کے سائے بڑھتے ہی خیموں پر نصب شدہ تمام قمقموں کو روشن کیا جاتا ہے، یہ مبارک دن مصر میں سرکاری سطح پر منایا جاتا ہے اور اس دن ملک بھر میں عام تعطیل ہوتی ہے۔

اِترائیں نگاہیں جو بڑھیں سوئے محمد ﷺ

استاذ الشعراء رضوانؔ مرادآبادی

اِترائیں نگاہیں جو بڑھیں سوئے محمدؐ ★ دل لوٹ گیا دیکھتے ہی روئے محمدؐ
اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آیا ★ دیکھا جو کبھی آئینۂ روئے محمدؐ
استادِ ازل نے غزلِ حسن میں لکھا ★ کیا مطلع بر جستۂ ابروئے محمدؐ
خورشید کا جلوہ نہ تجلی ہے قمر کی ★ پھیلی ہوئی ہے روشنیٔ روئے محمدؐ
ہر ماہ میں گھٹ بڑھ کے فلک پر مہِ انور ★ اَبروئے محمدؐ ہے کبھی روئے محمدؐ
رہ جائے قیامت میں سیہ کاروں کا پردہ ★ کھل جائے اگر دامنِ گیسوئے محمدؐ
کہتی ہے گنہ گاروں سے مایوس نہ ہونا ★ صدقے ترے اے چشمِ سخن گوئے محمدؐ
جاگے تو ملے دولتِ دیدار خدا کی ★ جو خواب میں دیکھے رخِ نیکوئے محمدؐ
بجلی کی طرح برقِ تجلی بھی تڑپ جائے ★ بے پردہ اگر ہو رخِ نیکوئے محمدؐ
بلبل کو محبت کبھی ہوتی نہ چمن سے ★ پھولوں میں نہ بس جاتی اگر بوئے محمدؐ

رضواںؔ جو دمِ مرگ ذرا بھی ہو اشارہ
★❖★ اِتراتی ہوئی جان چلے سوئے محمدؐ ★❖★

محافل میلاد .... غیر مستند روایات

مولانا محمد عبد الحکیم شرف قادری

ماہ ربیع الاول شریف میں دنیا بھر کے مسلمان اپنے آقا و مولا تاجدار دوعالم ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر حسب استطاعت خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہیں۔ جلسہ، جلوس، چراغاں، صدقہ و خیرات سب اسی خوشی کے مظاہر ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت کے شکرانے کے انداز ہیں۔ کچھ ذوق لطیف سے محروم ایسے لوگ بھی ہیں جن کے نزدیک ان تمام امور کا اسلام سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ اگرچہ ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے تاہم وہ وقت بے وقت اپنے دل کا ابال نکالتے رہتے ہیں۔

دوسری طرف اہل سنت و جماعت کے اکثر خطباء و مقررین ہیں جو تبلیغ دین کو ایک مشن بنانے کی بجائے سنی سنائی باتوں پر غیر مستند کتابوں کے حوالے سے روایات بیان کر کے جوش خطابت کے جوہر دکھاتے ہیں۔ اور سادہ لوح عوام الناس جذبات کی رو میں بہہ کر نعرۂ تکبیر و نعرۂ رسالت لگا کر خوش ہو جاتے ہیں۔

چند سال سے علامہ ابن حجر مکی ہیتمی قدس سرہ متوفی (۹۷۴) کے نام سے ایک کتاب "النعمۃ الکبریٰ علی العالم فی مولد سید ولد آدم" دیکھنے میں آ رہی ہے۔ جس میں حضور علیہ السلام کے فضائل اور محامد کے ساتھ ساتھ میلاد شریف منانے کے فضائل بیان کئے گئے ہیں۔ مقررین حضرات کے لئے یہ کتاب بڑی دلچسپی کی چیز ثابت ہوئی ہے۔ اکثر خطباء اس کے حوالے سے اپنی تقریروں کو چار چاند لگا رہے ہیں۔

اس کتاب میں خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے ارشادات سے میلاد شریف کے پڑھنے کے فضائل اس طرح بیان کئے گئے ہیں۔

۱۔ جس شخص نے نبی اکرم ﷺ کے میلاد شریف کے پڑھنے پر ایک درہم خرچ کیا وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔ (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ)

۲۔ جس شخص نے حضور ﷺ کے میلاد شریف کی تعظیم کی اس نے اسلام کو زندہ کیا۔
(حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ)

۳۔ جس شخص نے حضور انور ﷺ کے میلاد شریف کے پڑھنے پر ایک درھم خرچ کیا گویا وہ غزوۂ بدر و حنین میں حاضر ہوا۔ (حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ)

۴۔ جس شخص نے حضور اکرم ﷺ کے میلاد شریف کی تعظیم کی اور میلاد کے پڑھنے کا سبب بنا۔ وہ دنیا سے ایمان کے ساتھ جائے گا اور جنت میں حساب کے بغیر جائے گا۔
(حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ)

اس کے علاوہ حضرت حسن بصری، جنید بغدادی، معروف کرخی، امام رازی، امام شافعی، سری سقطی وغیرھم رضی اللہ عنہم کے ارشادات نقل کیے گئے ہیں۔

اس کتاب کے مطالعہ کے بعد چند سوالات پیدا ہوتے ہیں اکابر علمائے اہلسنت سے درخواست ہے کہ وہ ان کا جواب مرحمت فرمائیں۔

۱۔ فضائل اعمال میں حدیث ضعیف مقبول ہے۔ علامہ ابن حجر مکی فرماتے ہیں معتبر اور مستند حضرات کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حدیث ضعیف فضائل اعمال میں حجت ہے۔
(تطہیر الجنان، ص ۱۳)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے قول، فعل اور تقریر کو بھی حدیث کہا جاتا ہے۔
(مقدمہ مشکوٰۃ شریف از شیخ عبد الحق محدث دہلوی)

علامہ ابن حجر مکی دسویں صدی ہجری میں ہوئے ہیں لازمی امر ہے کہ انہوں نے مذکورہ بالا احادیث صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نہیں سنیں لہٰذا وہ سند معلوم ہونی چاہئے جس کی بنا پر یہ احادیث روایت کی گئی ہیں۔ خواہ وہ سند ضعیف ہی کیوں نہ ہو یا ان روایات کا کوئی مستند ماخذ ملنا چاہئے۔

حضرت عبد اللہ ابن مبارک فرماتے ہیں۔

دین اسناد سے ہے۔ اگر سند نہ ہوتی تو جس کے دل میں جو آتا کہہ دیتا۔
(مسلم شریف جلد ۱ ص ۱۲)

۲۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: میری اُمت

کے آخر میں ایسے لوگ ہوں گے جو تمہیں ایسی حدیثیں بیان کریں گے جو نہ تم نے سنی ہوں گی اور نہ تمہارے آباء نے۔

فایاکم و ایاھم — تم ان سے دور رہنا، اور انہیں خود سے دور رکھنا۔ (مسلم شریف جلد ا ص ۹)

سوال یہ ہے کہ خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم اور دیگر بزرگان دین کے یہ ارشادات امام احمد رضا بریلوی، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، حضرت مجدد الف ثانی، ملا علی قاری علامہ سیوطی، علامہ نبھانی قدس اسرارہم اور دیگر علماء اسلام کی نگاہوں سے کیوں پوشیدہ رہے۔ جب کہ ان حضرات کی وسعت علمی کے اپنے اور بیگانے سب ہی معترف ہیں۔

۳۔ خود ان اقوال کی زبان اور انداز بیان بتا رہا ہے کہ یہ دسویں صدی کے بعد تیار کئے گئے ہیں۔ میلاد شریف پڑھنے پر دراہم خرچ کرنے کی بات بھی خوب رہی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دور میں نہ تو میلاد شریف کی کوئی کتاب تھی جو پڑھی جاتی تھی اور نہ ہی میلاد کے پڑھنے کے لئے انہیں دراہم خرچ کرنے اور فیس ادا کرنے کی ضرورت تھی۔ اور ایسا بھی نہیں تھا کہ صرف ربیع الاول۔ کے مہینے میں میلاد ہوتے تھے۔ جس میں حضور اکرم ﷺ کے حُسن و جمال، فضل و کمال اور آپ ﷺ کی تعلیمات کا ذکر ہوتا تھا۔

آج یہ تصور قائم ہو گیا ہے کہ ماہ ربیع الاول اور محفل میلاد میں صرف حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کا تذکرہ ہونا چاہئے بلکہ بعض اوقات تو موضوع سخن صرف میلاد شریف منانے کا جواز ثابت کرنا ہوتا ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ ہر مقرر اپنی تقریر میں میلاد شریف کے جواز پر دلائل پیش کر کے اپنی تقریر ختم کر دیتا ہے اور جلسہ برخاست ہو جاتا ہے حالانکہ میلاد شریف منانے کا مقصد تو یہ ہے کہ خدا اور رسول (جَلَّ و عَلَا ﷺ) کی محبت مضبوط سے مضبوط تر ہو اور کتاب و سنت کے مطابق عمل کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔ ہماری محفلیں مستند روایات کے حوالے سے میلاد شریف کے بیان سے بھی خالی ہوتی ہیں اور عمل کی تو بات ہی نہیں کی جاتی۔

۴۔ علامہ یوسف بن اسماعیل نبھانی قدس سرہ نے جواہر البحار کی تیسری جلد میں ص ۳۲۸ سے ۳۳۷ تک علامہ ابن حجر مکی ہیتمی کے اصل رسالہ "النعمۃ الکبری علی

العالم فی مولد سید ولد آدم" کی تلخیص نقل کی ہے جو خود علامہ ابن حجر مکی نے تیار کی تھی۔اصل کتاب میں ہر بات پوری سند کے ساتھ بیان کی گئی تھی۔تلخیص کی سند کو حذف کر دیا گیا ہے۔ابن حجر فرماتے ہیں۔

میری کتاب واضعین کی وضع اور ملحد و مفتری لوگوں کے انتساب سے خالی ہے جب کہ لوگوں کے ہاتھوں میں جو میلاد نامے پائے جاتے ہیں ان میں سے اکثر میں موضوع اور جھوٹی روایات موجود ہیں۔(جواہر البحار جلد ۳ ص ۳۲۹)

اس کتاب میں خلفائے راشدین اور دیگر بزرگان دین کے مذکورہ بالا اقوال کا نام ونشان تک نہیں ہے۔اس سے یہ نتیجہ نکالنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آتی کہ یہ ایک جعلی کتاب ہے جو علامہ ابن حجر کی طرف منسوب کر دی گئی ہے۔

علامہ سید محمد عابدین شامی،صاحب رد المحتار کے بھتیجے علامہ سید احمد عابدین شامی نے اصل نعمت کبریٰ کی شرح "نثر الدرر علی مولد ابن حجر" لکھی جس کے متعدد اقتباسات علامہ نبھانی نے جواہر البحار جلد ۳ میں ص ۳۴۷ سے ص ۳۴۷ تک نقل کئے ہیں۔اس میں بھی خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے مذکورہ بالا اقوال کا کوئی ذکر نہیں ہے۔

ضرورت ہے کہ محافل میلاد میں حضور سید عالم ﷺ کی ولادت باسعادت کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ اور آپ ﷺ کی تعلیمات بھی بیان کی جائیں اور میلاد شریف کی روایات مستند اور معتبر کتب سے لی جائیں۔مثلاً مواہب لدنیہ،سیرت حلبیہ،خصائص کبریٰ، زرقانی علی المواہب،مدارج النبوت اور جواہر البحار وغیرہ اور اگر صحاح ستہ اور حدیث کی دیگر معروف کتابوں کا مطالعہ کیا جائے تو ان سے خاصا مواد جمع کیا جا سکتا ہے۔

اور اگر یکجا مواد مطلوب ہو جس سے بآسانی استفادہ کیا جا سکے تو اس کے لئے سیرت رسول عربی از علامہ نور بخش توکلی،میلاد النبی از علامہ سید احمد سعید کاظمی،الذکر الحسین از مولانا محمد شفیع اوکاڑوی،دین مصطفیٰ از علامہ سید محمود احمد رضوی،المولد الروی از حضرت ملا علی قاری اور میلاد مصطفیٰ از شیخ محمد بن علوی مالکی کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔اس کے علاوہ جشن بہاراں، جان جاناں،جان ایمان،عیدوں کی عید از پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد کا مطالعہ بھی نفع بخش

قبولیت دُعا کا اعلیٰ ترین وقت

استاذ المحدثین امام ابو عبد اللہ محمد ابن الحاج مالکی قدس سرہ (المتوفی ۷۳۷ھ)

جب حضور ﷺ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے متعلق پوچھا گیا تو سرور عالم ﷺ نے پیر کے دن کے بارے میں فرمایا کہ مجھے اس دن پیدا کیا گیا ہے تو اس سے پیر کے دن کا فضائل کے ساتھ مخصوص ہونا واضح ہو جاتا ہے۔ اسی طرح معاملہ اس ماہ کا ہے جس میں سرور عالم ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری ہوئی۔ جمعہ کے دن ایسی گھڑی آئی ہے جس میں مسلمان اللہ تعالیٰ سے جو کچھ بھی مانگے وہ اسے عطا فرماتا ہے۔ معظم العلماء والاخیار امام ابو بکر طرطوشی نے فرمایا ہے کہ یہ وقت، یہ گھڑی عصر کی نماز سے غروب آفتاب تک ہے۔ انہوں نے اپنی تائید میں وہ حدیث ذکر کی ہے جسے امام مسلم نے صحیح میں نقل کیا ہے۔ وہاں انہوں نے یہ بھی ذکر کیا کہ حضرت آدم علیہ السلام کو جمعہ کی آخری گھڑیوں عصر اور شام کے درمیان پیدا کیا گیا۔ کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام مقصود ہیں کیونکہ وہی مخاطب ہیں کیونکہ مکان کی عزت و اہمیت مکین سے ہے۔

انہوں نے لکھا کہ حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا جمعہ کے روز جب عصر کی نماز پڑھ لیتیں تو قبلہ رخ ہو کر دعا اور ذکر میں مشغول ہو جاتیں اور غروب آفتاب تک کسی سے گفتگو نہ فرماتیں اور فرمایا کرتیں کہ اس مخصوص گھڑی سے مراد یہ وقت ہے اور یہ انہوں نے اپنے والد گرامی ہی سے سیکھا ہے...... جب وہ گھڑی جس میں حضرت آدم علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے تو اس گھڑی میں ہر مانگنے والے مسلمان کو اللہ تعالیٰ عطا فرماتا ہے تو بلاشبہ جو اس گھڑی کو پائے جس میں سرور عالم ﷺ کی تشریف آوری ہوئی اور وہ اللہ پاک سے جو شے بھی مانگے اللہ کریم اس کی مراد کو ضرور پورا فرمائے گا۔ کیونکہ جس کی وجہ سے جمعہ کے روز اس گھڑی کو فضیلت ملی ہے، اس گھڑی میں سیدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق ہے تو اس گھڑی کا کیا مقام ہو گا جس میں اولین و آخرین کے سردار ﷺ تشریف لائے۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے کہ آدم و من سوا سارے میرے جھنڈے تلے ہوں گے۔ ایک اور چیز پیش نظر رہے کہ جمعہ کے روز ہی حضرت آدم علیہ السلام کو جنت سے اتارا گیا اور اسی روز قیامت بھی برپا ہو گی........ لیکن .... پیر کا دن تو سراپا رحمت اور سراپا امن دینے والا ہے ...... حمد و احسان اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے

پیر کا دن

ابوالاسرار علامہ صاحبزادہ محمد اسماعیل فقیر الحسنی ☆

آج سے چودہ سو سال پہلے رمضان المبارک، لیلۃ القدر، شب برات اور جمعہ کو بے شمار عظمتیں اور برکتیں عطا کی گئیں۔اب بھی ہر سال جب وہ مہینہ، وہ رات، وہ دن آتا ہے تو وہی پہلی برکتیں اور مخصوص سعادتیں اپنے دامن میں بھر کے لاتا ہے اور یہ سلسلہ قیامت تک رہے گا۔

اہل درد و محبت اِن مبارک ساعتوں سے کبھی غافل نہیں رہے لیکن عالم رنگ و بو میں ایک دن ایسا بھی آیا جس کی صبح کو وہ آفتاب ہدایت چمکا جس کی تابندہ کرنوں نے عالم انسانیت کے گوشے گوشے کو رشک صد طور بنا دیا۔آج بھی دنیا میں جب وہ دن اپنی تمام تر تابانیوں کے ساتھ طلوع ہوتا ہے تو کاروان عشق و خلوص کے خوش بخت مسافروں پر جو رحمت الٰہی کے سدا بہار پھولوں کی بارش ہوتی ہے اس کا اندازہ کرنا مشکل ہے۔وہ مبارک دن پیر کا دن ہے۔تمام دنوں کا پیر جس کو حسن ازل نے اپنی بے نقابی کے لئے منتخب فرمایا۔جس میں مالک الملک کے نائب مطلق اور حبیب اعظم بزم کون و مکاں میں جلوہ افروز ہوئے۔مقام افسوس ہے کہ آج رمضان المبارک، لیلۃ القدر، جمعہ و شب برات کی اہمیت افضلیت کو پہچاننے والے اس دن کی برکت و افضلیت سے غافل کیوں ہیں۔ہمارا فرض ہے بلکہ اس میں ہماری سعادت ابدی کا راز پوشیدہ ہے کہ جب یہ مبارک دن آئے تو پورے تزک و اہتمام اور ذوق و شوق سے اس کا استقبال کریں، اس کے تقاضوں کو پورا کریں اور اس کے انوار و تجلیات اور فیوض و برکات سے دامان دل سجائیں۔قرآن کریم کا ارشاد ہے:

وذکرھم بایام اللہ "اور یاد دلاؤ ان کو اللہ کے دن۔"

وہ اللہ کے دن کون سے ہیں جنہیں خاص طور پر یاد دلانے کا حکم دیا گیا ہے۔

☆ مدرس، قلم کار، خطیب، روحانی پیشوا، شاعر اور سجادہ نشین، آستانہ عالیہ شاہ والا شریف، ضلع خوشاب

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ و دیگر مفسرین فرماتے ہیں کہ ایام اللہ سے مراد وہ دن ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر انعامات فرمائے ہیں۔ (ابن جریر خازن مدارک)

اہل ایمان اچھی طرح باخبر ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت جناب رحمت اللعالمین ﷺ کی ذات معجز صفات ہے۔ جس دن یہ نعمت عظمیٰ حاصل ہوئی اس دن کو یاد دلانا اور لوگوں کو بتانا کہ یہ ہے وہ دن جس میں اللہ تعالیٰ نے نبی رؤف الرحیم ﷺ بھیج کر مومنوں پر بڑا احسان فرمایا۔

قرآن کا تقاضا ہے کہ اس دن کو منانا باعث رحمت و برکت ہی نہیں حکم الٰہی کی تعمیل بھی ہے۔ اس دن کی داستان عظمت نشان کے بیان کے لئے رسالت ﷺ کی زبان کا جامع انداز فرمان ملاحظہ فرمائیں۔

عن ابی قتادہ رضی اللہ عنہ قال سئل رسول اللہ ﷺ عن صوم یوم الاثنین فقال فیہ ولدت و فیہ انزل علی

حضرت ابی قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے پیر کے روز کے متعلق پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس دن پیدا ہوا اور اسی دن مجھ پر قرآن مجید اُتارا گیا۔ (مسلم مشکوٰۃ شریف باب صوم التطوع)

یعنی بھٹکی ہوئی انسانیت کے مرشد اعظم، نور مجسم رحمت عالم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ ﷺ ہر پیر کو روزہ کیوں رکھتے ہیں اور اس دن میں روزہ رکھنا کیسا ہے اور اس کا ثواب کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ پیر کے دن دنیا کو دو عظیم نعمتیں ملیں، ایک میری تشریف آوری اور دوسری نزول قرآن کی ابتداء کہ غار حرا میں پہلی وحی اقراء باسم ربک الآیۃ پیر کے روز ہی آئی۔ لہٰذا اس دن روزہ رکھنا بہت ہی بہتر ہے۔

منقولہ بالا حدیث سے معلوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم (۱) پیر کی اہمیت سے کتنے باخبر اور اس کی دینی حیثیت کو اجاگر کرنے میں کس قدر کوشاں رہے۔ (۲) اور اللہ کے رسول ﷺ نے پیر کی عظمت کو کتنے اہتمام کے ساتھ خوبصورت پیرائے میں بیان فرمایا۔ (۳) پیر کے دن کو روزے اور ولادت نبوی ﷺ کے حوالے سے یاد رکھنا اور اس کی یادگار منانا سنت سے ثابت ہے۔ (۴) خدائے بزرگ و برتر نے تمام بندوں پر جو دو عظیم احسان "نور

عظیم" اور "کتاب مبین" کی صورت میں فرمائے ان کے لئے پیر کے دن کو چنا۔ اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے امام دارالہجرت حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پیر کے دن کو جمعہ سے بھی افضل قرار دیتے ہیں۔

سبحان اللہ اسی روز قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین کی تفسیر مکمل ہوئی۔ اسی روز اُجڑے ہوئے آباد، غم کے مارے ہوئے شاد اور ظلم و ظلمات کے گھر برباد ہوئے۔ اسی روز گلشن ہستی کو پہلی بہار، رشد و ہدایت کے اولین انوار، کفر اور تاریکی میں ڈوبی ہوئی انسانیت کو روشنی کے مینار، اولاد آدم کے پژمردہ چہروں کو نکھار اور ساری مخلوق کو رحمتِ پروردگار نصیب ہوئی۔ انہی لازوال عظمتوں اور بے پناہ سعادتوں کے پیش نظر سرمستان ازل، بادہ نوشان توحید، پروانگان شمع رسالت اور مشتاقان جمال مصطفوی سوموار کو منانے اور اس کی برکتیں حاصل کرنے میں پیش پیش رہے ہیں۔ بالخصوص اہل مکہ کا معمول تو اس سلسلے میں مثالی رہا ہے۔ امام قطب الدین حنفی استاذ مکہ "الاعلام باعلام بیت الحرام" مطبوعہ مکہ میں صفحہ ۳۳۵ پر اہل مکہ کے معمولات بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

یستجاب الدعا فی مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم و ہو موضع مشہور یزار الی الان و یکون فی کل لیلة اثنین فیہ جمعیة یذکرون اللہ و یزار فی اللیل الثانیہ عشر من شہر ربیع الاول فی کل عام دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ و یخرجون من المسجد الی سوق اللیل و یمشون فیہ الی محل مولد الشریف بازدحام و یخطب فیہ شخص

"حضور ﷺ کی جائے پیدائش معروف و مشہور جگہ ہے۔ وہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اہل مکہ وہاں ہر سوموار کو ذکر کی محفل سجاتے ہیں۔ ہر بارہ ربیع الاول کی رات کو اس کی زیارت کی جاتی ہے۔ نیز لکھتے ہیں کہ اہل مکہ مولد پاک کے مقام پر اجتماع کرتے ہیں اور محفل منعقد کرتے ہیں جس میں ایک شخص خطاب بھی کرتا ہے۔"

یہ سب کچھ کیوں نہ ہو۔ آخر اہل اسلام کو علم ہے کہ میلاد اور سوموار کی برکتوں سے دوست تو دوست دشمن بھی محروم نہیں رہے [illegible]

تو اس کے گھر والوں نے خواب میں اس کو برے حال میں دیکھا۔ پوچھا کیا گزری۔ ابولہب نے کہا کہ تم سے علیحدہ ہو کر مجھے خیر نصیب نہیں ہوئی۔ ہاں مجھے اس کلمے کی انگلی سے پانی ملتا ہے کیونکہ میں نے حضور ﷺ کی ولادت کی خبر دینے پر انگلی کے اشارے سے ثویبہ کو آزاد کیا تھا۔

حافظ ابن عسقلانی شارح بخاری رحمۃ اللہ علیہ "فتح الباری" میں صفحہ ۱۱۸ پر لکھتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب ابولہب مر گیا تو میں نے ایک سال بعد اسے خواب میں دیکھا کہ وہ بہت برے حال میں ہے اور کہہ رہا ہے کہ تم سے جدا ہوئے مجھے کوئی راحت نہیں ملی۔

الاان العذاب یخفف عنی فی کل یوم الاثنین

ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ ہر پیر کے روز مجھ سے عذاب کی تخفیف کی جاتی ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔

وذالك ان النبی صلی الله علیه وسلم ولد یوم الاثنین و كانت ثویبة بشرت ابا لهب بمولده فاعتقها

یہ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کی پیدائش پیر کے دن ہوئی اور ثویبہ نے ابولہب کو آپ ﷺ کی ولادت کی خوشخبری سنائی تو ابولہب نے اسے اس خوشی میں آزاد کر دیا تھا۔

حافظ الحدیث علامہ شمس الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ ابولہب کے اس واقعہ کو لکھ کر فرماتے ہیں۔

فما بال حال المسلم الموحد من امته علیه السلام الذی یسر بمولده و یبذل ما تصل الیه قدرة فی محبته صلی الله علیه وسلم لعمری انما یکون جزاءة من الله الكریم ان

جب کافر ابولہب کی خوشی کرنے سے انعام دیا گیا تو اس موحد مسلمان کا کیا حال ہے جو آپ ﷺ کی ولادت سے مسرور ہو کر آپ کی محبت میں بقدر استطاعت خرچ کرتا ہے۔ میری جان کی قسم اللہ کی طرف

النعیم۔ (زرقانی ص ۱۲۹) فضل عمیم سے اسے جنت نعیم میں داخل فرمائے گا۔

خیال فرمائیے جس کی مذمت میں قرآن کی پوری سورۃ نازل ہوئی۔ سخت کافر ہونے کے باوجود محض خونی رشتوں کی بنیاد پر ولادت باسعادت کی خوشی میں گزرے ہوئے سوموار کے ایک لمحے نے اسے وہ راحت دی کہ جب بھی وہ دن عود کرآتا ہے، جہنم کے دہکتے ہوئے شعلے مدہم ہو جاتے ہیں اور انگلی سے پانی کا چشمہ رواں ہو کر اسے سیراب کرتا ہے۔

ساری زندگی سوموار کو منانے اور یاد رکھنے والے بیدار بخت کی سعادت اندوزیوں کا کیا عالم ہوگا۔ شمعِ رسالت کے پروانو! آؤ سوموار کی عظمتوں سے سرشار ہو کر اپنی فانی زندگی کے آنے والے لمحات میں مبارک انقلاب پیدا کریں۔ عزمِ نو لے کر اٹھیں اور حیات مستعار کے آئندہ سوموار منانے کا پختہ عہد باندھیں اور نئے ولولوں کے ساتھ اس پر بلا تاخیر اس طرح عمل شروع کر دیں کہ ہر سوموار کو روزہ رکھیں۔ تازہ وضو اور غسل کر کے صاف ستھرے کپڑے پہنیں، خوشبو لگائیں۔ مسجد یا اپنے گھر میں اپنے دوستوں کو جمع کر کے محفل میلاد منائیں۔ رحمت عالم کے فضائل و کمالات اور حمد و نعت کے نغموں سے اپنے دلوں کو مسرور و منور اور اپنے آقا کے حضور ہدیہ درود و سلام پیش کرنے کی سعادت دارین حاصل کریں۔ حسب توفیق جو میسر آئے تقسیم کر کے ثواب بارگاہ رسالت ﷺ کی نذر کریں۔ خطاب اور کثرت احباب کا موقع نہ ملے تو اہل خانہ کے ساتھ مل کر درود پڑھیں اور معمول کے مطابق تیار شدہ ماحضر پر ایصال ثواب کریں۔ سوموار کی مناسبت، درود کی برکت، میلاد کی سعادت اور روزے کی طہارت۔ بہت جلد آپ کے دل میں نور و سرور اور طبیعت میں سکون و لذت کی خاص کیفیت پیدا کر دے گی اور اس عمل سے بارگاہ رسالت ﷺ کا قرب خاص نصیب ہوگا۔ فاصلے سمٹتے چلے جائیں گے اور ان شاء اللہ زندگی میں ایک ایسا سوموار بھی آئے گا جس میں آپ کو حضور ﷺ کے دیدار پر انوار کی دولت بیدار نصیب ہو جائے گی۔

ہر شخص کا فرض ہے کہ "پیام پیر" کو سمجھے، پھیلائے اور اس کا عملی نمونہ پیش کرے۔ اس سے پورے معاشرے میں ایک روحانی انقلاب پیدا ہوگا۔ قرآن و حدیث اور سیرت و تصوف کے مطالعے سے حقیقت اہل نظر پر پوشیدہ نہیں رہتی کہ درود و میلاد جمال رسول اللہ

ﷺ کے قرب اور زیارت کا قریب ترین ذریعہ ہیں وہاں زندگی کے تمام مسائل کا حل اور گناہوں کا کفارہ بھی ہیں۔ ہادیٔ برحق نور مطلق ﷺ نے اپنے غلام باوفا اور صحابی حضرت کعب رضی اللہ عنہ کو سارا وقت درود کی نذر کرنے پر ارشاد فرمایا:

اذا یکفی لك همك و یکفر لك ذنبك (مشکوٰۃ)

پھر درود تیرے غموں کا مداوا اور گناہوں کا کفارہ بن جائے گا۔

شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے ولادت باسعادت کی خوشی میں بھنے ہوئے چنے تقسیم کئے تو سرکار ابد قرار نے شرف زیارت عطا فرمایا اور خوشی کا اظہار فرمایا۔ امام قسطلانی فرماتے ہیں۔

مما جرب من خواصه انه امان فی ذالك العام و بشری عاجلة بنیل البغیة والمرام فرحم الله امرا اتخذ لیالی مولده المبارك اعیاداً لیکون اشد علة من کان فی قلبه مرض

(زرقانی علی المواہب ۱۳۹)

محافل میلاد کا انعقاد اہل اسلام کا طریقہ رہا ہے اور اس کی بدولت اللہ کے فضل عمیم اور برکتوں کا ظہور ہوتا ہے۔ محفل میلاد کی برکت سے سارا سال امن و امان سے گزرتا ہے اور دلی مرادیں پوری ہوتی ہیں اور ماہ میلاد کی راتوں کو عید منانے والوں پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ میلاد کی خوشیاں اور عیدیں ان لوگوں کے لئے سخت مصیبت ہیں جن کے دلوں میں عداوت رسول کی بیماری ہے۔

معلوم ہوا کہ میلاد شریف کی برکت سے ہر طرف برکتوں کا ظہور، رحمتوں کا نزول اور فضل الٰہی کا ورود ہی نہیں ہوتا بلکہ مصائب دور، دعائیں مستجاب اور مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ جس سے پورا ماحول خوشگوار اور سارا معاشرہ امن و سلامتی کا گہوارہ بن جاتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس فیض بخش، کیف آور اور جمال پرور پروگرام پر عمل کر کے دنیا و آخرت کو سنوارنے کی کوشش کی جائے۔ خدائے بزرگ و برتر اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔ بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و اجمعین

محبت رسول ﷺ ضروری کیوں؟

علامہ آس محمد سعیدی ☆

محمد ﷺ کی محبت دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

ہر انسان کو یہ بات اپنے دل و دماغ میں راسخ کر لینی چاہیئے کہ حضور اکرم نور مجسم رحمت عالم ﷺ کی ذات اقدس اصل دین ہے۔ آپ ﷺ کی محبت شرط ایمان ہے۔ جس دل میں آپ ﷺ کی محبت نہیں وہ ویران ہے۔ مطالع المسرات میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت، اللہ رب العزت کی محبت کے لئے شرط ہے یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کرنا چاہتا ہے اس کے لئے لازم ہے کہ پہلے آمنہ رضی اللہ عنہا کے لال، احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ سے محبت کرے، سعادۃ الدارین اور الابریز میں بھی اسی طرح مذکور ہے۔ نیز ہر ذی شعور انسان پر یہ بات عیاں ہے کہ جب تک مسلمانوں کے دلوں میں محبت رسول ﷺ کا غلبہ رہا تب تک عزت و تمکنت اور فتح و عروج اُن کا مقدر رہا۔ بڑی بڑی باطل اور سرکش قومیں ان کے زیر نگیں رہیں۔ لیکن جب یہ تعلق اور رشتہ کمزور ہوا تو مسلمانوں کا عروج زوال میں تبدیل ہو گیا۔ حتیٰ کہ آج مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔

ان کے جو ہم غلام تھے خلق کے پیشوا رہے
ان سے پھرے جہاں پھرا کمی آئی وقار میں

حضور ﷺ کی محبت فرض عین ہے:

اللہ تعالیٰ قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ — تم فرماؤ اگر تمہارے باپ اور تمہارے

وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ — بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری عورتیں

☆ عالم دین، ماہر تعلیم، قلم کار اور چیئرمین: سعیدی ویلفیئر فاؤنڈیشن، بہاولپور

وَاَمْوَالُ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۠

(التوبہ:۲۴)

اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کا مکان یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہیں تو راستہ دیکھو یہاں تک کہ اللہ حکم لائے اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔

اس آیت مبارکہ میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے واضح کر دیا کہ جس آدمی کے دل میں اللہ عزوجل اور اس کے پیارے محبوب، دانائے غیوب، شہنشاہ مخلوق ﷺ کی محبت اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنے کی محبت ہوگی وہی دنیا وآخرت میں کامیاب ہے اور اگر خدانخواستہ ان تینوں محبتوں پر کسی اور چیز کی محبت غالب آ گئی تو پھر ذلت ورسوائی اس انسان کا حصہ بن جائے گی۔

یاد رکھیں! اگر کوئی ان میں سے کسی ایک کی محبت کا دعویٰ کرے کہ مجھے اللہ سے محبت ہے تو وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس نے میری محبت کا دعویٰ کیا اسے چاہئے کہ وہ آپ ﷺ کی اتباع کرے۔ اسی طرح اگر کوئی جہاد میں نکلتا ہے اور کہتا ہے میرے دل میں جہاد کی محبت ہے اور اللہ کی محبت ہے تو وہ بھی اپنے دعوے میں جھوٹا ہے کیونکہ اللہ کی محبت آقا علیہ السلام کی محبت کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی اور اسی طرح جہاد کی محبت بھی رسول اللہ ﷺ کی محبت کے بغیر نہیں حاصل ہو سکتی بلکہ جو ایسا دعویٰ کرتا ہے وہ یہود ونصاریٰ کے طریقے پر ہے کیونکہ ایسا دعویٰ وہ کرتے تھے یا پھر منافقین کیا کرتے تھے۔ لہٰذا ایسا دعویٰ کوئی مومن نہیں کر سکتا۔ اس لئے کہ میرے آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جانثاروں کا عمل یہی رہا ہے کہ اگر انہوں نے دعویٰ کیا ہے تو رسول اللہ ﷺ کی محبت کا ہی کیا ہے۔ ہاں! جو آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت سے سرشار ہے اس کے دل میں یقیناً تینوں محبتیں موجود ہوں گی بلکہ ایک مقام پر میرے آقائے نامدار مدنی تاجدار، رسولوں کے سالار، غریبوں کے غم خوار، بے کسوں کے مددگار، شافع روز شمار،

محبوب پروردگار، دو جہاں کے مالک و مختار ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوگا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والدین، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

(صحیح البخاری، ج ۱، ص: ۷، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

پس کسی مومن کا ایمان اس وقت تک سچا نہیں ہو سکتا اور نہ ہی وہ ایمان کی مٹھاس چکھ سکتا ہے جب تک کہ اللہ اور اس کا رسول ﷺ اس کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب نہ ہو جائیں۔ نیز حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے جس شخص نے میری سنت کو زندہ کیا اس نے مجھ سے محبت کی وہ میرے ساتھ جنت میں ہوگا۔

(الشفاء شریف حقوق المصطفیٰ ﷺ ص: ۳۹۴)

حضور اکرم ﷺ کی محبت ہی اصل ایمان ہے:

مروی ہے کہ رسول اکرم نور مجسم ﷺ کی خدمت میں کسی نے عرض کیا: "یا رسول اللہ ﷺ! میں سچا پکا مومن کب بنوں گا؟" حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: "تو جب اللہ تعالیٰ سے محبت کرے گا۔" اس نے عرض کیا: میرے آقا! میری محبت اللہ تعالیٰ سے کب ہوگی؟ فرمایا: جب تو اس کے رسول ﷺ سے محبت کرے گا۔ پھر عرض کیا: اللہ تعالیٰ کے حبیب سے میری محبت کب ہوگی؟ فرمایا: جب تو ان کے طریقے پر چلے گا اور ان کی سنت کی پیروی کرے گا اور ان سے محبت کرنے والوں کے ساتھ محبت کرے گا اور ان سے بغض رکھنے والوں کے ساتھ بغض رکھے گا اور کسی سے محبت کرے تو ان کی وجہ سے کرے اور اگر کسی سے عداوت رکھے تو ان کی وجہ سے رکھے۔ پھر فرمایا: لوگوں کا ایمان ایک جیسا نہیں، بلکہ جس کے دل میں میری محبت جتنی زیادہ ہوگی اتنا ہی اس کا ایمان قوی ہوگا۔ یوں ہی لوگوں کا کفر ایک جیسا نہیں، بلکہ جس کے دل میں میرے متعلق غضب جتنا زیادہ ہوگا اس کا کفر بھی اتنا ہی بڑا ہوگا۔ پھر فرمایا: خبردار! جس کے دل میں میری محبت نہیں اس کا ایمان نہیں۔ خبردار! جس کے دل میں میری محبت نہیں اس کا ایمان نہیں۔ خبردار! جس کے دل میں میری محبت نہیں اس کا ایمان ہی نہیں۔ (دلائل الخیرات)

میرے مسلمان بھائی! محبوب کبریا ﷺ سے محبت دوزخ سے نکلنے کا ذریعہ ہے۔ جیسا کہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: "ایک دفعہ دوزخ کا خوف مجھ پر غالب ہوا۔ میں عالم بالا میں سرور دو عالم ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا، حضور ﷺ نے فرمایا: جو ہم سے محبت رکھتا ہے وہ دوزخ میں نہ جائے گا۔

(تذکرہ مشائخ نقشبندیہ)

وجوہات محبت رسول اللہ ﷺ:

حضور ﷺ سے محبت کرنے کی وجوہات میں سے فقط دس وجوہ مندرجہ ذیل ہیں:

◆ ۱ انسان عام طور پر حسن و جمال سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو کائنات میں سب سے زیادہ حسن و جمال عطا فرمایا ہے۔ حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو ایک رات دیکھا جب بادل نہیں تھے۔ آپ نے سرخ حلہ پہنا ہوا تھا، میں کبھی آپ کی طرف دیکھتا اور کبھی چاند کی طرف۔ بلاشبہ آپ ﷺ میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین تھے۔

(جامع ترمذی، ص: ۵۶۸، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی)

◆ ۲ انسان علم و حکمت والے سے محبت کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ کو کائنات میں سب سے زیادہ علم عطا فرمایا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو جو علم دیا اس کے متعلق فرمایا: اور تمہیں جو علم دیا گیا ہے وہ تھوڑا ہی ہے۔ (بنی اسرائیل ۱۷: ۸۵) جبکہ نبی اکرم ﷺ کو جو علم عطا کیا اس کے متعلق فرمایا: اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ان تمام چیزوں کا علم دے دیا جن کو آپ (پہلے) نہیں جانتے تھے اور اللہ کا آپ ﷺ پر فضل عظیم ہے۔ (النساء ۴: ۱۱۳)۔ غور کیجئے اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کے علم کو تھوڑا فرما رہا ہے تو جس کے علم کو وہ عظیم فرمادے اس کی وسعتوں اور عظمتوں کا کون اندازہ کرسکتا ہے۔

◆ ۳ بعض لوگ صاحبانِ جود و سخا سے محبت کرتے ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے اس قدر سخاوت کی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اور نہ آپ اپنے ہاتھ کو پوری طرح کھول دیں۔"

(بنی اسرائیل ۱۷: ۲۹)

◆ انسان زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت کرنے والوں سے محبت کرتا ہے رسول اللہ ﷺ نے اس قدر عبادت کی کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے چادر لپیٹنے والے (محبوب) رات کو (نماز میں) تھوڑا قیام کیا کریں۔ (المزمل ۷۳:۱۔۲)

◆ انسان اس شخص سے محبت کرتا ہے جو نرم دل اور رحم کرنے والا ہو اور رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ نرم دل اور رحیم ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تو اللہ کی کیسی (بے پایاں) رحمت سے آپ ان (مسلمانوں) کے لئے نرم دل ہوئے اور اگر آپ تند خو اور سخت دل ہوتے تو وہ ضرور آپ کے گرد و پیش سے بھاگ جاتے۔ (آل عمران ۳:۱۵۹)۔

ایک اور مقام پر ارشاد ربانی ہے: بے شک تمہارے پاس تم میں سے ایک عظمت والے رسول تشریف لائے ان پر تمہارا مشقت میں پڑنا سخت گراں ہے وہ تمہاری بھلائی بہت چاہنے والے ہیں اور مومنوں پر بہت شفیق اور رحیم ہیں۔

(التوبہ:۹:۱۲۸)

◆ انسان اس سے محبت کرتا ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں اور بدخلق سے متنفر ہوتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اور بلاشبہ آپ ﷺ خلق عظیم پر فائز ہیں۔ (القلم ۶۸:۴)

◆ انسان کو جس سے علم اور ادب حاصل ہو اس سے محبت کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کا تو کام ہی مومنوں کو تعلیم دینا اور ان کا تزکیہ کرنا ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہیں میں سے ایک رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیتیں پڑھتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب و حکمت سکھاتا ہے اور وہ ضرور اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

(آل عمران: ۳: ۱۶۴)

◆ انسان اس سے محبت کرتا ہے جس کی وجہ سے اس کو دنیا میں کسی آفت اور عذاب سے نجات ملے اور نبی اکرم ﷺ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آسمانی عذاب بھیجنے کا سلسلہ بند کر دیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اور اللہ کی شان نہیں کہ لوگوں کو عذاب دے درآں حالیکہ (اے محبوب) آپ (ﷺ) ان میں موجود ہیں۔ (الانفال: ۳۳)

⑨ محبت اس سے بھی ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے دنیا کی مصیبت سے نجات ملے تو اس سے محبت کرنا زیادہ لائق ہے جس کی وجہ سے انسان کو آخرت کی مصیبت اور عذاب سے نجات ملے اور آخرت میں جب ہیبت الٰہی سے تمام انبیاء و رسل خوفزدہ ہوں گے، جب کوئی کسی کے کام نہیں آئے گا سب نفسی نفسی کہہ رہے ہوں گے اس وقت صرف نبی ﷺ کام آئیں گے اور اللہ تعالیٰ سے شفاعت کر کے لوگوں کو مصیبت سے چھڑائیں گے اور جنت میں داخل کریں گے۔ (شرح صحیح مسلم، ج:۱، ص:۴۲۹)

⑩ انسان اس سے محبت کرتا ہے جو اس پر احسان کرے اور رسول اللہ ﷺ نے جو نوعِ انسانیت پر عموماً اور مسلمانوں پر خصوصاً احسانات کئے ہیں ان کو کون شمار کر سکتا ہے۔ لوگ بے تحاشا جہنم کی طرف بھاگ رہے تھے آپ ﷺ ان کو پکڑ پکڑ کر جہنم سے جنت کی طرف لائے، پتھر کھا کر، گالیاں سن کر ان جفا کیشوں کو دائمی نعمتوں کی طرف بلاتے رہے، دنیا میں نیکی کے ساتھ جینے اور حق کی راہ میں مرنے کا چلن سکھاتے رہے۔ جن کی تعلیم و تربیت نے کایا پلٹ دی، بت پرستوں کو بت شکن، راہزنوں کو راہنما اور عصیاں شعاروں کو رشک قدسیاں بنا دیا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اگر کوئی انسان جمال سے محبت کرتا ہے تو حضور ﷺ جیسا کوئی جمیل نہیں اور اگر کمال سے محبت کرتا ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسا کسی میں کمال نہیں، آپ ﷺ ایسی باکمال ہستی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سلسلہ تخلیق نبوت کو آپ ﷺ پر ختم کر دیا، اگر احسان کرنے والے سے محبت کرتا ہے تو حضور اکرم ﷺ محسن اعظم ہیں۔ دنیا کی نعمت ہو یا آخرت کی، ہر نعمت آپ ﷺ کے ذریعہ اور آپ ﷺ کے وسیلہ سے ملتی ہے تو ایسے معلم و محسن، حسین و جمیل اور صاحب کمال سے جتنی محبت کی جائے وہ کم ہے اور حق یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہ صرف اپنے ماں باپ، اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ چاہا جائے بلکہ اپنے آپ سے بھی بڑھ کر چاہا جائے۔

رسول اللہ ﷺ سے محبت کی علامات:

رسول اللہ ﷺ سے محبت کی بہت سی علامتیں ہیں، ہم یہاں پر ان میں سے فقط

دس علامتوں کا بیان کر رہے ہیں:

◆ 1 جس شخص سے محبت ہوتی ہے انسان اس کی اطاعت اور اتباع کرتا ہے، سو رسول اللہ ﷺ سے محبت کی علامت یہ ہے کہ آپ کے احکام پر عمل کیا جائے، آپ کے نقش قدم پر چلا جائے اور جن کاموں سے آپ نے منع کیا ہے ان سے اجتناب کیا جائے، خواہ تکلیف ہو یا راحت، خوشی ہو یا رنج، تنگدستی ہو یا خوشحالی، ہر حال میں آپ ﷺ کے افعال کی اتباع اور آپ ﷺ کی سنتوں کی اقتداء کی جائے اور اپنے نفس کی خواہشوں اور تقاضوں پر آپ ﷺ کی سنت کو ترجیح دی جائے۔ رسول اللہ ﷺ کی اتباع کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷺ کی مطلقاً اتباع کی جائے، خواہ کسی کام کی حکمت عقل میں آئے یا نہ آئے اور کسی فعل کا فائدہ سمجھ میں آئے یا نہ آئے جو کام آپ ﷺ نے کیا ہو اس کام کو صرف اس نیت سے کیا جائے کہ چونکہ آپ ﷺ نے یہ کام کیا ہے اس لئے ہم کر رہے ہیں۔ زید بن اسلم رضی اللہ عنہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بن الخطاب نے حجر اسود کو بوسہ دیا اور کہا اگر میں نے یہ نہ دیکھا ہوتا کہ رسول اللہ ﷺ نے تجھے بوسہ دیا ہے تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔ (صحیح بخاری، ج:۱، ص ۲۱۸)

◆ 2 محبت کی دوسری علامت یہ ہے کہ جس شخص کو کسی سے محبت ہوتی ہے وہ اپنے محبوب کا نہ تو کوئی عیب دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی اسے سن سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کسی شئے کی محبت تم کو (اس کا عیب دیکھنے سے) اندھا کر دیتی ہے اور (اس کا عیب سننے سے) بہرا کر دیتی ہے۔

(سنن ابو داؤد، ج: ۲، ص: ۳۴۳)

◆ 3 محبت کی تیسری علامت یہ ہے کہ سچی محبت کرنے والا ہر وقت اپنے محبوب کے ذکر میں رطب اللسان رہتا ہے۔ کبھی اس کے اقوال کا ذکر کرتا ہے، کبھی اس کے افعال کا تذکرہ کرتا ہے غرضیکہ اس کا دل ہر وقت اپنے محبوب کے ساتھ اٹکا رہتا ہے۔
جیسا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم نور مجسم رحمت عالم ﷺ فرماتے ہیں: عید میلاد النبی ﷺ کی محفل سجا لے پھر بقیہ سال سود، رشوت، زنا، جھوٹ، چوری، شراب خوری اور نماز نہ پڑھنا وغیرہ وغیرہ جیسے قبیح کاموں میں گزار دے تو وہ شخص

ہرگز ہرگز محب رسول ﷺ نہیں ہو سکتا ہاں اس شخص کو محب رسول کہا جا سکتا ہے جو روزانہ دیگر فرائض کے ساتھ ساتھ حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں بلا ناغہ درود و سلام کا نذرانہ بھی پیش کرتا رہتا ہے۔

◆ محبت کی چوتھی علامت یہ ہے کہ محبوب کا ذکر سننے سے محب خوش ہوتا ہے۔ لہٰذا جب رسول اللہ ﷺ کی نعت پڑھی جا رہی ہو اور آپ کے فضائل و کمالات بیان کئے جا رہے ہوں تو جن چہروں پر خوشی اور مسرت کے آثار ہوں۔ جو چہرے پھول کی طرح کھل جائیں، جو لوگ آپ کی تعریف سن کر وجد میں آنے لگیں اور مسرت سے نعرے لگائیں وہ آپ ﷺ کے محب ہیں اور جن لوگوں کے چہرے آپ ﷺ کے فضائل و کمالات سن کر مرجھا جائیں۔ جو لوگ آپ ﷺ کے محامد اور محاسن سن کر غیظ و غضب میں آ جائیں، جو لوگ آپ ﷺ کا ذکر کرنے اور آپ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے سے روکیں اور منع کریں وہ آپ ﷺ کے ہرگز محب نہیں ہیں۔

◆ محبت کی پانچویں علامت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ذکر کے وقت آپ ﷺ کی تعظیم و توقیر اور آپ ﷺ کا اسم مبارک سننے پر اظہار خضوع و خشوع کیا جائے جیسا کہ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں: ابو ابراہیم تیجیٰ فرماتے ہیں کہ ہر مسلمان پر لازم ہے کہ جب اس کے سامنے رسول اللہ ﷺ کا ذکر کیا جائے تو وہ ادب اور احترام سے سنے اور بدن کو جنبش تک نہ دے اور خود پر اس طرح ہیبت جلال طاری کرلے گویا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑا ہے۔ (مدارج النبوت: ج ا، ص ۳۰۰)

◆ محبت کی چھٹی علامت یہ ہے کہ محبوب کا ذکر سننے کے بعد محبوب کے حق میں دعا کرے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ سے محبت کی علامت یہ ہے کہ جب کوئی مسلمان آپ کا نام لے یا اس کے سامنے آپ کا نام لیا جائے تو وہ آپ ﷺ پر صلوٰۃ و سلام (درود شریف) پڑھے۔ جیسا کہ علامہ ابن قیم جوزی لکھتے ہیں: امام ابوجعفر طحاوی اور علامہ ابو عبداللہ حلیمی کا مسلک یہ ہے کہ جب بھی کوئی شخص آپ ﷺ کا ذکر کرے تو اس پر آپ ﷺ کے ذکر کے ساتھ درود شریف پڑھنا فرض ہے اگر نہیں پڑھے گا تو گناہگار ہوگا۔

◆ ۷ محبت کی ساتویں علامت یہ ہے کہ مسلمان کے دل میں آپ ﷺ کی زیارت اور آپ ﷺ سے ملاقات کا شوق ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری امت میں مجھ سے سب سے زیادہ محبت کرنے والے لوگ میرے بعد ہوں گے، ان میں سے کسی ایک شخص کی یہ تمنا ہو گی کہ کاش اس کے تمام اہل اور مال کے بدلہ میں اس کو میری زیارت ہو جائے۔ (صحیح مسلم، ج: ۲، ص: ۳۷۹)

◆ ۸ محبت کی آٹھویں علامت یہ ہے کہ انسان محبوب کے محبوبوں سے بھی محبت کرتا ہے۔ اس لئے رسول اللہ ﷺ سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب، اہل بیت اور ازواج مطہرات سے بھی محبت کی جائے۔ جیسا کہ حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو میرے بعد انہیں اعتراضات کا نشانہ نہ بنانا، جس نے ان سے محبت کی، اس نے میری محبت کی وجہ سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے ساتھ بغض کی وجہ سے بغض رکھا، جس نے انہیں اذیت پہنچائی اس نے مجھے اذیت پہنچائی اور جس نے مجھ کو اذیت پہنچائی، اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی (ناراض کیا) اور جس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچائی قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے پکڑے۔

(مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۵۵۴)

◆ ۹ محبت کی نویں علامت یہ ہے کہ جس شخص سے محبت ہو وہ اس کی نسبتوں سے بھی محبت کرتا ہے، سو جس کو رسول اللہ ﷺ سے محبت ہے وہ قرآن مجید سے محبت کرے گا کہ یہ آپ ﷺ کا سخن ہے، وہ کعبہ سے محبت کرے گا کہ آپ ﷺ اس کا طواف کرتے تھے وہ غار حرا سے محبت کرے گا کہ اس میں آپ ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تھی وغیرہ وغیرہ۔

◆ ۱۰ محبت کی دسویں علامت یہ ہے کہ محب، محبوب کے اعداء سے عداوت رکھتا ہے، اس لئے رسول اللہ ﷺ کی محبت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کے اعداء سے عداوت رکھی جائے اور جو آپ کے دین کے مخالف ہوں ان کی مخالفت کی جائے۔

حضورِ اکرم ﷺ

ایک برہانِ محکم ...... ایک معجزۂ اعظم

حضرت علامہ مفتی محمد حسن حقانی ☆

اللہ تعالیٰ واحد ہے، یکتا ہے، قرآن کریم شاہد ہے: قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۔کائنات شاہد ہے کہ وہ واحد ہے۔

وفی کل شئ لہ آیۃ ☆ تدل علی انہ واحد

ہر شے میں اس کی وحدانیت کے لئے کھلی ہوئی عظیم نشانی ہے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر دال ہے۔تمام انبیاء ورسل اس ایک اہم نکتہ اور مشترک نعرے پر متحد ہیں۔گویا کائنات اس کی وحدانیت کی دلیل ہے اور خود محبوب خدا سرتاج انبیاء رحمۃ للعلمین ﷺ اللہ کی وحدانیت کی عظیم دلیل ہیں۔مگر اللہ تعالیٰ نے سوائے نبی کریم ﷺ کے اور کسی کو اپنی وحدانیت کی دلیل، آیت اور برہان قرار نہیں دیا اور اپنے دعوائے وحدانیت پر دلیل بلفظ "برھان" اگر کسی کو فرمایا تو صرف اور صرف حضور اکرم ﷺ کو۔یہ دو حیثیتوں سے نہایت قابل غور پہلو ہے۔قرآن کی اس آیت "قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا" میں لفظ بُرْهَانٌ سے مراد (بمقابلہ تنزیل نور یعنی کتاب) حضور ﷺ کی ذات مبارکہ ہے۔تقریباً تمام مفسرین کرام نے اس شق کو اختیار فرمایا ہے کہ بُرْهَانٌ سے مراد حضور ﷺ کی ذات ہے۔مذکورہ آیت کی روشنی میں ہم ان دو پہلوؤں پر غور کرتے ہیں۔

۱۔دلیل ہونا۔ ۲۔برہان ہونا۔دونوں میں باہمی فرق یوں ہے کہ دلیل رہنمائی کرنے والی اور برھان مستحکم اور مؤکد رہنمائی کرنے والی۔البرھان ھو الدلیل المحکم والدلیل المؤکد۔(برہان مضبوط اور مؤکد ہوتی ہے) کائنات ساری کی ساری

اس کی وحدانیت کی دلیل ہے۔ اس کے واحد ہونے پر رہنمائی کرتی ہے۔ لیکن اس کی وحدانیت پر مستحکم، مضبوط اور طے شدہ دلیل صرف اور صرف حضور ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ گویا برہان وہ دلیل ہے جو مضبوط ہو اور توڑی نہ جا سکے۔ مستحکم ہو کہ کوئی خلا نہ آ سکے۔ طے شدہ ہو کہ دوسرے امکان کا دخل نہ ہو سکے۔ اس حیثیت سے حضور ﷺ کی ذات دعوائے وحدانیت کے لئے برہان اور دلیل محکم ہے۔

اگرچہ برہان کے ایک معنی معجزہ کے بھی ہیں۔ ظاہر ہے کہ معجزہ لاجواب کرنے والی دلیل ہوتی ہے۔ گویا حضور ﷺ اللہ کے دعوائے وحدانیت کی مضبوط دلیل اور لاجواب معجزہ ہیں۔ یوں برہان دونوں معنی (دلیل محکم اور معجزہ) کے ساتھ بغیر کسی قیل و قال، بغیر کسی تکلف اور بغیر کسی حیلی و حجت کے حضور ﷺ پر صادق آتے ہیں۔ گویا حضور ﷺ ایک ایسی دلیل ہیں جن کا کوئی ثانی نہیں، جن کا کوئی توڑ نہیں، جن کا کوئی ند (ہمسر) نہیں۔ اور کیوں نہ ہو کہ لاثانی وحدانیت کے لئے لاثانی دلیل اور لاثانی معجزہ انسب ہے۔ بلکہ ایک قدم آگے بڑھ کر اس کو ایک عجیب طریقے سے بیان کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت کا دعویٰ اور اعلان بزبان رسالت قل فرما کر هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ کہا۔ آپ ﷺ فرما دیجئے کہ وہ اللہ ایک ہے۔ اور اس سے عجیب تر بات یہ ہے کہ حضور ﷺ کی معجز نما رسالت اور لاثانی نبوت کا اعلان بزبان ذاتِ الٰہی ہے۔

هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ — اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول برحق (محمد ﷺ) کو بھیجا۔

گویا دعوائے وحدانیت بزبان رسالت اور دعوائے رسالت بکلام ذات الٰہی۔ یوں دعویٰ بھی بے نظیر اور دلیل بھی لاجواب۔

آپ کو معلوم ہے کہ قرآن حکیم معجزہ اور مستحکم دلیل ہے۔ یوں قرآن کریم برہان ہے اور رسول کریم ﷺ برہان ہیں اور مجسم معجزہ اور مستحکم دلیل ہیں۔ گویا اس کائنات میں آسمان، زمین، سورج اور چاند نظام شمسی و قمری، دنیائے حیوانات، دنیائے ملوتیت، غرض ہر ہستی جو نابود ہونے والی ہے، نابود ہو جائے گی۔ فنا ہو جائے گی، ختم ہو جائے گی، قابل ذکر نہ

کے ساتھ اس وقت بھی تاباں اور چمکدار رہیں گے جب ہر نور تاریک ہو گیا ہو گا. ہر روشنی ظلمت بن گئی ہو گی. ہر دن، رات میں تبدیل ہو گیا ہو گا۔ اس لئے جس طرح اس کی وحدانیت قدیم ہے۔ اس کا کلام بھی قدیم ہے اور اس کا معجزہ اور دلیل متحکم (برھان) بھی نہ ختم ہونے والی ہے۔ سب شمعیں بجھ جائیں گی، چراغوں کی روشنی کافور ہو جائے گی۔ مگر یہ شمع ہمیشہ فروزاں رہے گی۔ نہ اس میں دھواں آئے گا نہ کوئی نقص آئے گا۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اسی حقیقت کو شعر کا جامہ پہنایا ہے۔

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں

یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں

کسی بھی دعویٰ کا مقبول ہونا اس کی دلیل، ثبوت اور شاہد پر موقوف ہے۔ اگر دلیل درست اور شاہد، عادل ہو اور ثبوت میں نقص و خامی ہوئی تو دعویٰ پر اس کے اثرات اس طرح مرتب ہوں گے کہ دعویٰ بھی کمزور، ناقص، خام اور نامکمل رہے گا۔ اس بنیاد پر ہم کہتے ہیں کہ دعویٰ وحدانیت ہر اعتبار سے مکمل، جامع اور قابل ہے۔ کیونکہ اس کی دلیل ہر طرح محکم (یعنی برھان) ہے، اس کا شاہد نہ صرف عادل بلکہ ہر خامی، نقص اور عیب سے پاک ہے۔

خلقت مبرأ من کل عیب — آپ ﷺ کو ہر عیب سے پاک پیدا کیا گیا۔

لہٰذا حضور اکرم ﷺ برھان ہونے کی بناء پر ہر عیب سے مبرا، ہر خامی سے دور اور ہر عیب سے پاک ہیں اور برھان بمعنی معجزہ ہونے کی بناء پر بھی ایسے لاجواب ہیں کہ ساری کائنات ان جیسا لانے سے عاجز ہے۔ ثابت ہوا کہ میرے آقا ﷺ اللہ کے دعویٰ وحدانیت کی مکمل، مستحکم اور اٹل دلیل (برھان) ہیں اور جس طرح خدا کی ذات لاثانی و یکتا ہے اسی طرح حضور ﷺ کی ذات بھی یکتا اور لاثانی ہے نہ اس کا کوئی مثل ہے نہ ہوا ہے نہ ہو گا۔ بلکہ ایک قدم اور آگے بڑھ کر کہا جا سکتا ہے کہ میرے آقا ﷺ کی رسالت کو نہ فنا ہے نہ آپ ﷺ کی معجز نما ذات کو فنا ہے۔

نتیجتاً آپ ﷺ کے اوصاف جمیلہ اور صفات عالیہ مثلاً حیات، رسالت، ہدایت،

سند عطا فرمائی ہے۔ جس طرح روح کی ابتدا تو خلقت ہے مگر اس کو فنا نہیں (باقِی بعد خراب البدن) اسی طرح آپ ﷺ مخلوق تو ہیں کہ خلق الانسان میں ہیں مگر آپ ﷺ حیات ہیں۔ آپ ﷺ کی صفات رسالت وغیرہ موجود ہیں موجود رہیں گی، نہ حیات کو فنا ہے نہ رسالت وغیرہ کو۔ رہا کل من علیھا فان کا قانون عمومی تو اہل سنت نے الحمد للہ اس قانون عمومی کے مطابق فانی مانا مگر "آنی" مانا کہ قانون الٰہی ایک وقت خاص میں حرکت میں آیا مگر اس کے بعد حضور ﷺ کے جسم مبارک کا رابطہ روح سے ایک لمحہ کے لئے بھی منقطع نہیں ہے کہ نہ صرف حضور ﷺ حیات ہیں بلکہ ان کی اس حیات طیبہ کی مناسبت سے انہیں رزق الٰہی بھی میسر آتا ہے۔ فنبی اللہ حی یرزق (الحدیث)

بقول امام اہلسنت:

انبیاءؑ کو بھی اجل آنی ہے مگر اتنی کہ فقط "آنی" ہے

خلاصہ یہ ہوا کہ اولاً مولیٰ اور آقائے نامدار ﷺ اللہ کی برھان ہیں، دلیل محکم اور آیت کامل ہیں۔ ہر عیب سے پاک، ہر نقص و خامی سے صاف ہیں۔ ثانیاً حضور ﷺ مجسم معجزہ ہیں کہ ان جیسا نہ کوئی ہوسکتا ہے نہ ہوا ہے نہ ہوگا۔ قرآن معجزہ کہ اس کا ثانی نہیں، حضور معجزہ کہ ان کا بھی کوئی ثانی نہیں۔ قرآن دلیل محکم کہ کوئی اس کو توڑ نہیں سکتا۔

حضور ﷺ برہان قاطع کہ اس کا توڑ کسی کے پاس نہیں۔ انتہائی مکمل و جامع کہ گمان نقص کا بھی گذر نہیں۔ ثالثاً حضور ﷺ حیات ہیں بس آنکھوں سے اوجھل ہیں۔ بقول اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ:

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ میری چشم عالم سے چھپ جانے والے

آج بھی روح وجسم کا تعلق ہے تو موت کیسی؟ کہ موت تو نام ہے روح کا جسم سے تعلق منقطع ہو جانے کا۔ یہاں تو تعلق بدستور ہے۔ الحمد للہ کہ میرے آقا و مولیٰ تاجدار حرم نور مجسم ﷺ ایک برہان محکم اور دلیل مستحکم ہیں۔ آپ ﷺ کی ذات معجزہ ہے اس کا ثانی نہیں۔ آپ ﷺ حیات ہیں کہ روح وجسم کا تعلق آج بھی برقرار ہے۔ لہٰذا سنتے بھی ہیں، دیکھتے بھی ہیں، تشریف بھی لاتے ہیں، بلاتے بھی ہیں۔ تسلی بھی دیتے ہیں، سر پر

گنبد خضراء تاریخ کے آئینے میں

برکت علی قادری ☆

شہر مدینہ جو سرکار دو عالم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل یثرب یعنی بیماریوں اور پریشانیوں کا شہر تھا وہ سرور عالم روحی فداہ کی تشریف آوری سے مہبط وحی وسکینہ، مرکز اصلاح وتبلیغ، منبع رشد وہدایت اور عاشقان مصطفی ﷺ کے دلوں میں اس کا مقام کعبہ سے بھی بڑھ گیا جس کے بارے میں امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کبھی تو یوں رقمطراز ہیں:

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو کعبہ تو دیکھ چکے کعبے کا کعبہ دیکھو

اور کبھی یوں رقمطراز ہیں:

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بڑھائی ہے

مدینہ منورہ تشریف لانے کے بعد سب سے پہلے سرور دو جہاں ﷺ نے اللہ عزوجل کے مقدس گھر کی بنیاد رکھی اور مسجد نبوی کی تعمیر مکمل فرمائی اس کے بعد مسجد نبوی کے پاس ہی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت سوداء رضی اللہ عنہا کے لئے حجرے بنوائے۔ اس وقت یہی دونوں ازواج مطہرات سرکار دو عالم ﷺ کی زوجیت کے شرف سے مشرف ہوئیں تھیں۔ بعد میں جب ترتیب سے اور ازواج مطہرات کے حجرے بنے تو ان میں حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ مبارکہ سے بالکل متصل تھا جس کی وجہ سے یہ دونوں معزز خواتین اپنے اپنے گھروں کے دروازے پر کھڑی ہو کر باہم گفتگو کر لیا کرتی تھیں۔ حضرت فاطمہ الزہراء رضی اللہ عنہا کا حجرہ بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کے ساتھ تھا دونوں کی دیوار ایک ہی تھی۔

یہ تمام حجرے کسی دنیادار بادشاہ کی رانیوں کے شبستانوں اور عشرت کدوں کی طرح الف لیلوی ماحول رکھنے والے اور پرتکلف نہ تھے بلکہ آقائے کائنات ﷺ کی مطہر ومتدین اور حب نبوی سے سرشار وفا شعار ازواج کے سادہ سہانے حجرے تھے۔ جہاں عام ضرورت کی ہر چیز بھی موجود نہ تھی۔ پکی اینٹوں کی دیوار، پلستر، پختہ چھت، دالان، نقش ونگار یا

برآمدے کا تو کوئی تصور ہی نہ تھا۔ کچی اینٹوں کے ساتھ تعمیرات میں کوئی اہتمام نہ کیا گیا تھا۔ چھت بالکل نیچی تھی جسے ایک نابالغ بچہ بھی زمین سے چھو لیتا تھا اور بالکل سادہ و تکلفات سے مکمل پاک وصاف تھی بلکہ کھجور کے تنے تہہ بہ تہہ اینٹوں پر رکھ کر اور کھجور کی چھال ڈال کر اس پر گیلی مٹی کی لپائی کر دی گئی تھی ان حجروں کا طول وعرض چھ سات ہاتھ تھا اور ان چاروں حجروں کے آگے پردے کی خاطر کھجور کی چھال کی باڑ کھڑی کر دی گئی تھی اور پانچوں گھروں کے دروازوں پر بالوں کے ٹاٹ کا پردہ پڑا رہتا تھا اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے کے دو دروازے تھے جو اس حجرہ کی بڑی معنی خیز خصوصیت تھی کیونکہ اسی حجرہ میں محبوب کائنات کو وصال فرمانا تھا اور اسی میں جنازہ بصورت درود شریف وسلام مبارک پڑھ کر پروانوں کو ایک دروازے سے داخل ہو کر دوسرے دروازے سے نکلنا تھا۔ اسی وجہ سے حکمت الٰہیہ کے مطابق پہلے ہی سے اس حجرہ کے دو دروازے رکھے گئے تاکہ عشق رسول کے سرمستوں اور دیوانوں کو آمدورفت میں دقت نہ ہو۔

سرور کائنات ﷺ مزاج اقدس کی ناسازی کے زمانہ میں بھی پانچ دن تک از راہ عدل باری باری ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے ایک ایک زوجہ محترمہ کے حجرے میں تشریف لے جاتے رہے پھر جب مرض میں بہت زیادہ شدت پیدا ہو گئی تو ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن سے اجازت لے کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ کو دائمی قیام کے لئے پسند فرمایا پھر بعد وفات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے باہم مشورہ کر کے حجرہ عائشہ رضی اللہ عنہا کو آپ ﷺ کی قبر انور کے لئے متعین کر دیا۔ اس طور پر سرور کائنات ﷺ ہمیشہ کے لئے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرہ میں آرام فرما ہو گئے اور حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی اسی حجرہ میں رہتی تھیں۔ لہٰذا بتقاضائے ادب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اس حجرہ مبارکہ کے دو حصے کر دیئے تھے تاکہ ایک حصہ میں سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رہیں اور دوسرے حصہ میں قبر مبارک ہو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ قسم بیت عائشہ باثنین قسم کان فیہ القبر و قسم کان تکون فیھا عائشہ بینھما حائطہ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کاشانۂ نبوی کے اردگرد چہار دیواری بنوائی۔

بیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم حائطا و کان اول من بنی علیہ جدارا عمر بن الخطاب۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے روضۂ مبارکہ کے گرد و پیش جو دیوار بنوائی تھی وہ زیادہ اونچی نہ تھی اس وجہ سے کچھ دور اندیشوں نے کچھ دنوں بعد سوچا کہ روضہ مبارکہ کو بند کر دینا بہتر ہے تاکہ کسی وقت فتنہ وفساد کی آگ نہ بھڑک جائے تو حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے پہلے تو دیوار بلند کی اس کے بعد از سر نو اس کو بنوایا۔ کان جدارہ قصیر المہ بناہ عبداللہ بن الزبیر فلما کان بعد الملك او غیر سدو او ستروا ۔اھ

اور علامہ سمہودی محمد بن عقیل سے روایت کرتے ہیں کہ بن عقیل فرماتے ہیں کہ شب کے آخری حصہ میں روضۂ اقدس کی حاضری دینا اور تہجد پڑھنا میرا روز کا معمول تھا ایک رات عادت کے مطابق میں گھر سے روانہ ہوا فضا خنک اور بھیگی ہوئی تھی جب میں دار مغیرہ بن شعبہ کے پاس پہنچا تو ایسی عجیب وغریب اور حیرت انگیز مہک نے استقبال کیا کہ جس کی تشبیہ بیان کرنے سے قاصر ہوں۔ یوں محسوس ہوا کہ کروڑوں رشک جناں گلستانوں کے عنبر فشاں اور نکہت بیز جشن بہاراں میں آ گیا ہوں جہاں خوشبوؤں کی لپٹوں کا مقابلہ جاری ہے۔ صورت حال نے ششدر کر دیا پھر جوں جوں روضۂ اقدس کے قریب پہنچا تو میرے ہوش اڑ گئے۔ بارش کی وجہ سے روضہ اقدس کی دیوار گری ہوئی تھی اور قبور مبارکہ نظر آ رہی تھیں تو میں روضۂ اقدس میں داخل ہوا اور سرکار سے سلام عرض کیا اور تھوڑی دیر ٹھہرا۔ اتنے میں کسی کے آنے کا احساس ہوا کہ بوئے یار نے محبوب کو کھینچ لیا تھا۔ جناب عمر بن عبدالعزیز دکھائی دیئے جو قبر انور کو ننگا دیکھ کر خوف واضطراب، بے چینی اور تشویش سے اتنا روئے کہ اس دن سے زیادہ کبھی کسی نے ان کو روتے والانہ دیکھا اور وہیں محبوب کائنات کے پہلو میں بیٹھ گئے اور سپیدی سحر کا انتظار کرنے لگے اور گریہ وزاری میں پوری رات گزار دی۔ صبح سویرے مدینہ منورہ کے مشہور اور سعادت مند معمار وردان کو بلایا کہ جس نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا حجرہ بنایا تھا اور اسے موقع دکھایا گیا تو وہ بھی آبدیدہ ہو گیا اور آلات تعمیر کے ساتھ آ کر مٹی ٹھیک کرنے لگا اور ابھی ایک طرف سے مٹی ٹھیک کر ہی رہے تھے کہ اچانک ایک قدم مبارک پنڈلی تک نمایاں ہو گیا تو فوراً یہ منظر دیکھ کر حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ گھبرا کر کھڑے ہو گئے کہ شاید یہ رسول اللہ ﷺ کا قدم مبارک ہے تو حضرت عروہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ:

لاواللہ ماھی قدم النبی صلی اللہ علیہ وسلم ماھی الاقدم عمر — قسم خدا کی یہ حضور سرور کائنات ﷺ کا قدم مبارک نہیں ہے بلکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا قدم مبارک ہے۔

وامر ابا حفصه مولی عائشه رضی الله عنها و ناسامعه فبنوا الجدار پھر آپ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے غلام ابوحفصہ کو حکم دیا تو انہوں نے دوسروں کے ساتھ مل کر دیوار بنائی۔اس کے بعد اندر جا کر صفائی کرنے کے لئے حضرت عمر بن عبدالعزیز سعادت حاصل کرنے کا ارادہ خود رکھتے تھے تو حضرت رجاء بن حیوۃ موجود تھے انہوں نے فرمایا کہ اے امیر المومنین اگر آپ اندر تشریف لے گئے تو ساری مخلوق بے قرار ہو کر ٹوٹ پڑے گی لہٰذا کسی اور کو اس سعادت کے لئے حکم فرمائیں اس سے رجاء بن حیوۃ خود اس سعادت سے بہرہ مند ہونا چاہتے تھے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم ہجوم کر کے روضہ اقدس کے مکینوں کو تکلیف نہ دیں گے پھر آپ نے اپنے غلام مزاحم کو اس سعادت کے لئے حکم دیا تو جب مزاحم صفائی کے کام میں لگ گیا تو اس وقت حضرت عمر کی محبت حرف تمنا بن کر ہونٹوں پر آ گئی کہ اگر یہ سعادت میرے حصہ میں آتی تو ساری دنیا سے زیادہ مجھے محبوب ہوتی۔

پھر خلیفہ ہارون رشید کے عہد میں ان کی والدہ خیزران ۱۷۰ھ میں مدینہ طیبہ وارد ہوئیں انہیں مقدس مقامات پر عقیدت و محبت کے پھول پیش کرنے کا بہت شوق تھا۔ ابراہیم بن فضل نے اس معاملہ میں ان کی رہنمائی فرمائی تو روضہ اقدس اور مسجد نبوی کو خلوق خوشبو سے معطر کیا جو اس کی کنیز مونسہ کے ہاتھوں انجام پایا۔پھر خلیفہ المتوکل نے ۲۳۲ھ میں روضہ اقدس کے گرد سنگ مرمر کا فرش بچھانے کا بطور خاص اہتمام کیا جس کے لئے ایک ماہر فن معمار اسحاق کو مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کی تعمیرات کا مہتمم اعلیٰ مقرر کیا اور اسے حجرہ پاک میں سنگ مرمر بچھانے کا حکم دیا۔

خلیفہ المقتفی نے ۵۴۸ھ میں ان تعمیرات پر اور اضافہ کیا اور از سر نو سنگ مرمر بچھایا اور صندل و آبنوس کی نہایت خوبصورت اور پھولدار کھڑکیاں لگائی گئیں۔اور مصری بادشاہ نور الدین کے وزیر جمال الدین نے حرم نبوی کو شفاف اور مراق پتھروں سے بڑی عقیدت و محبت کے ساتھ سجایا اور شاہان مصر کے وزیر حسن بن ہیجاء نے سفید ریشمی پردے لٹکائے جس پر سورہ یٰسین لکھی ہوئی تھی۔خلیفہ المستضی نے ۵۷۰ھ میں بنفشی رنگ کے ریشمی

پردے تیار کرائے اور ان کے چاروں کناروں پر حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ (رضی اللہ عنہم) کے اسماء لکھوا کر وہاں لٹکائے۔

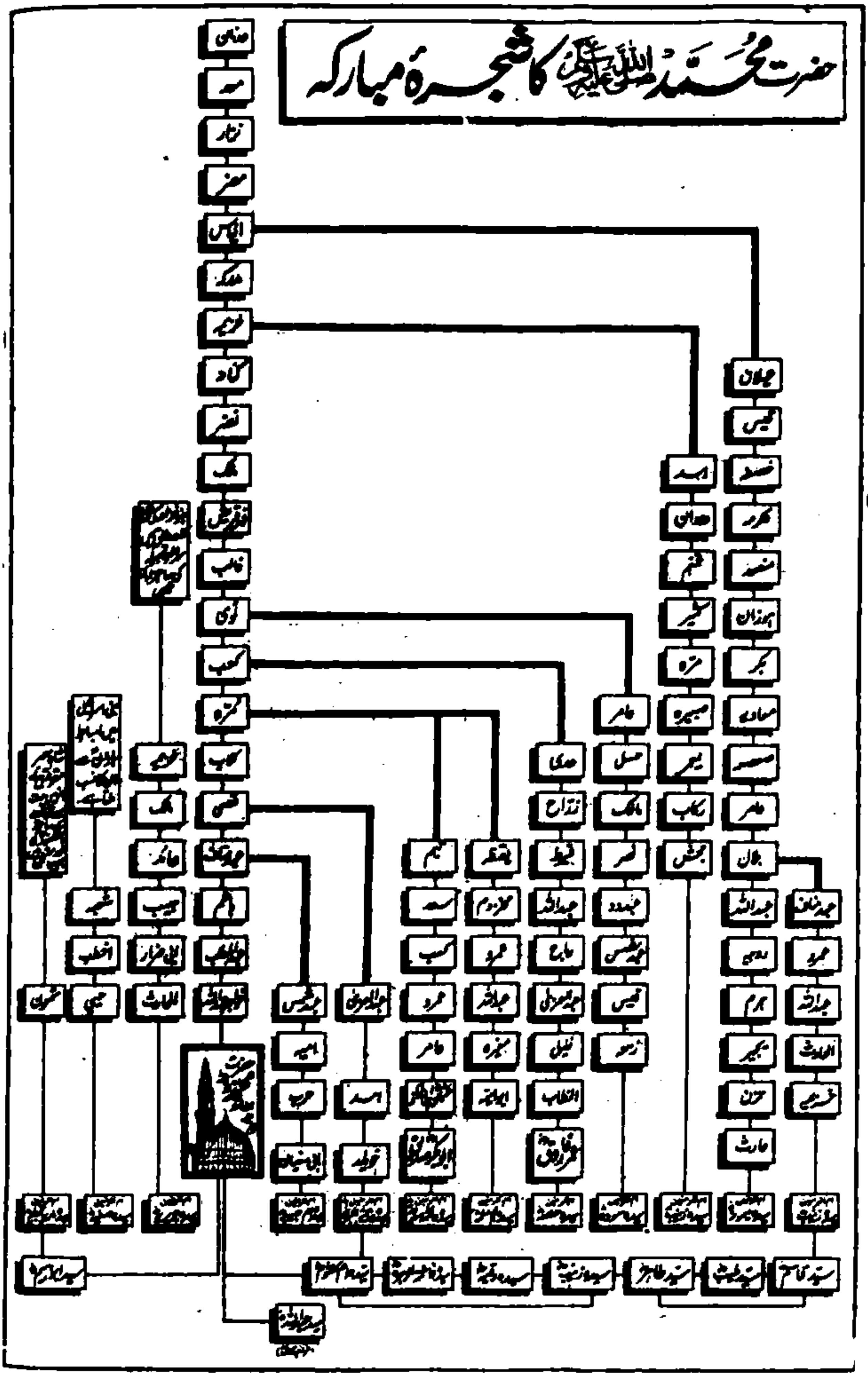
سلطان رکن الدین نے ۶۶۷ھ میں حج کرنے کے بعد روضۂ رسول ﷺ پر حاضری دی تو اس کے دل میں روضۂ اقدس کے اردگرد جالی لگانے کا خیال پیدا ہوا چنانچہ اس نے آنے والے سال جالی بنا کر بھیجی جو ۶۶۸ھ میں روضۂ اقدس کے اردگرد لگائی گئی۔

قلادون خاندان کے لوگوں کی خدمات روضۂ اقدس ﷺ کے بارے میں بہت ہیں چنانچہ قلادون کے پوتے سلطان الصالح اسماعیل نے ۷۶۰ھ میں ملک مصر میں ایک گاؤں خرید کر اس کی آمدنی کعبہ مقدسہ کے غلاف اور روضۂ اقدس کے پردے کے لئے وقف کر دی۔ غلاف ہر سال اور پردے ہر پانچویں سال ڈالے جاتے رہے جیسا کہ علامہ سمہودی رقمطراز ہیں۔ اشتری قریة من بیت المال المسلمین بمصر ووقفها علی کسوة الکعبة المشرفة فی کل سنة و علی کسوة الحجرة المقدسة والممبر الشریف کل خمس سنین (وفاء الوفا ص ۳۹)

پھر مصر پر ترکی سلاطین کے قبضہ کے بعد سلطان سلیمان اعظم نے ملک الصالح کے اس وقف میں سات گاؤں کا اور اضافہ کر دیا جس کی آمدنی سے ہر سال کعبہ کا غلاف اور ہر پانچویں سال حجرۂ مبارکہ کے پردے اور ممبر نبوی کا غلاف مصر سے بن کر آنے لگا۔ اس کے بعد ۷۶۵ھ میں سلطان حسن بن محمد نے گنبد پاک کی از سرِ نو تعمیر کرائی۔ پھر ۸۸۱ھ میں اس گنبد پاک کی تعمیر کا سلسلہ شروع ہوا جس کی تکمیل بروایت علامہ سمہودی ۸۹۲ میں ہوئی اور بروایت امام محمد مہدی صاحب مطالع المسرات ۸۸۶ھ میں ہوئی اور روضۂ رسول کی تعمیر اس صفت پر اب بھی ہے جیسا کہ امام محمد مہدی صاحب مطالع المسرات رقمطراز ہیں:
وصفة الروضة الشریفة علی ماهی علیه الآن بعد انشائها عام ستة وثمانین و ثمان مائة (مطالع المسرات ص ۱۳۸) اور اس کے بعد ۱۲۳۳ھ میں عثمانی خلیفہ محمود خاں نے روضۂ اقدس کی تزئین میں کافی دلچسپی لی اور ذاتی طور پر حصہ لے کر گنبد پاک پر سبز رنگ کرایا اسی دن سے روضۂ اقدس ﷺ کو گنبد خضری سے یاد کیا جانے لگا۔

نفسی الفداء لقبر انت ساکنه   فیه العفاف و فیه الجود والکرم

(بشکریہ ماہنامہ کنز الایمان، دہلی)


حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرۂ مبارکہ
عدنان
معد
نزار
مضر
الیاس
مدرکہ
خزیمہ
کنانہ
نضر
مالک
فہر
غالب
لؤی
کعب
مرہ
کلاب
قصی
عبد مناف
ہاشم
عبدالمطلب
عبداللہ



ایک جنت ہی نہیں، ممنونِ الطاف و کرم
گلشنِ کونین کی موجِ بہاراں آپ ﷺ ہیں

(شاہ انصار حسین انصار الہ آبادی)

دینی، سماجی، اخلاقی اور ملی اقدار کا محافظ
سہ ماہی انوارِ رضا
مدیر اعلیٰ: ملک محبوب الرسول قادری

بدرِ کمال

حسن ترتیب

☆☆☆

اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

مولانا عبداللہ عارف صدیقی

اسلامی سال کا تیسرا مہینہ ربیع الاول جلوہ گر ہے یہ مہینہ خیرات و برکات اور سعادتوں کا منبع ہے۔ کیونکہ اس مہینے کی بارہ تاریخ کو اللہ جل شانہ نے اپنے فضل و کرم سے رحمۃ للعٰلمین احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ کو پیدا فرما کر اپنی نعمتوں کی بارش فرمائی۔ علماء کرام فرماتے ہیں کہ حضور خاتم النبیین کا وقت ولادت باسعادت لیلۃ القدر سے بھی افضل ہے۔ کیونکہ لیلۃ القدر میں فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ولادت پاک کے وقت خود رحمۃ للعالمین ﷺ تشریف لائے۔ بارہ ربیع الاول شریف یعنی ولادت پاک کے دن خوشی و مسرت کا اظہار، مساکین کو کھانا کھلانا اور جلوس نکالنا اور جلسے منعقد کرنا اور کثرت سے درود شریف پڑھنا باعث برکت و ثواب ہے۔ غلامان مصطفی ﷺ کو چاہئے کہ اس مبارک مہینہ میں بارہ تاریخ کو بالخصوص اور اس مہینے میں بالعموم میلاد شریف کی مجالس کا انعقاد کریں تاکہ یہ محفل پاک ذریعۂ ہدایت اور حصول برکات کا سبب بنے۔

تمام کتب فضائل و سیر میں ہمیں اس قسم کی روایات اکثر ملتی ہیں جن میں حضور ﷺ کی ولادت کے تفصیلی حالات کے ساتھ اس چیز کو بھی واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی ولادت پر خوشی منائی۔ حضور ﷺ جس سال پیدا ہوئے آپ ﷺ کی آمد پر ساری زمین کو سرسبز کر دیا اور روئے زمین کے خشک اور گلے سڑے درختوں کو پھلوں سے بھر دیا۔ ہر سمت رحمتوں اور برکتوں کی بھرمار کر دی۔ قحط زدہ علاقوں میں اتنی رزق کی کشادگی فرما دی کہ وہ سال خوشی اور فرحت والا سال کہلایا۔

خصائص الکبریٰ میں ہے کہ جس سال نورِ محمدی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو ودیعت ہوا وہ فتح و نصرت، تر و تازگی اور خوشحالی کا سال کہلایا۔ اہل قریش اس سے قبل معاشی بدحالی، عسرت اور قحط سالی میں مبتلا تھے۔ ولادت پاک کی برکت سے اس سال اللہ تعالیٰ نے بے آب

دگیاہ زمین کو شادابی اور ہریالی عطا فرمائی اور سوکھے درختوں کی پژمردہ شاخوں کو ہرا بھرا کر کے انہیں پھلوں سے لاد دیا۔ اہل قریش اس طرح ہر طرف سے کثیر خیر آنے سے خوشحال ہو گئے۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کے سال ولادت کو اتنا لطف وکرم اور بے پایاں بخشش والا سال بنا دیا کہ اس سال خواتین کے یہاں ہر عورت کو لڑکا ہی پیدا ہوا۔ عمرو بن قتیبہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سے سنا جو جامع العلوم تھے کہ جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے یہاں ولادت باسعادت کا وقت قریب آیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا کہ تمام آسمانوں اور جنتوں کے دروازے کھول دو اس روز سورج کو عظیم نور پہنایا گیا اور اللہ تعالیٰ نے دنیا بھر کی عورتوں کے لئے یہ مقدر کر دیا کہ وہ حضور ﷺ کی آمد کی برکت سے لڑکے جنیں۔

جب ظہورِ قدسی کی وہ سعید گھڑیاں قریب آئیں جن کا صدیوں سے انتظار کیا جا رہا تھا اور گردش ماہ وسال کا وہ لمحہ جس کے دامن میں خداوند قدوس نے ساری ازلی وابدی سعادتیں سمیٹ کر اسے رشک کون ومکان بنایا تھا اور گلشن ہستی کو بہار جاوداں سے نوازنے کے لئے اس کی کائنات حسن کا بہترین شاہکار عالم کو اپنی نورانی ضیاء پاشیوں سے مزین ومنور کرنے کے لئے جلوہ گر ہونے والا تھا تو خود خالق موجودات جل جلالہ نے اس خلاصۂ کائنات کی آمد پر ایسی خوشی اور محبت کا اظہار فرمایا کہ کوئی عالم امکان میں اس طرح کا جشن نہیں منا سکے گا اور واقعی محب حقیقی نے اپنے محبوب ﷺ کے استقبال پر دنیائے محبت میں اپنی محبت کے شایانِ شان وہ نمونہ دکھایا کہ کوئی محب اپنے محبوب کو اس طرح خوش آمدید کہنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی دنیا میں آمد پر کل کائنات پست و بالا کی ہر چیز کو اس موقع پر مزین کر کے استقبال فرمایا۔ مشرق سے مغرب تک اللہ تعالیٰ نے اتنا چراغاں کیا کہ کائنات کی ہر چیز چمک اٹھی اور نور محمدی ﷺ نے اسے اپنے جلوے میں لے لیا۔ چنانچہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا جن کی آغوش سعید کو اللہ تعالیٰ نے اس نور پاک کی پہلی جلوہ گاہ بنایا۔ اور اس نورِ نبوت کو جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ تک سعادت مند صلبوں اور پاک طینت رحموں سے ہوتا ہوا آخر کار جو... کر صدیوں... جسم میں...

متمکن ہوا۔ اور جنہیں نبی آخر الزماں، ہادی انس و جاں، شہنشاہ ہر دو جہاں ﷺ کی والدہ ماجدہ ہونے کا عدیم النظیر شرف حاصل ہوا۔ آپ اپنے لخت جگر کی پیدائش کے واقعات بیان کرتے ہوئے فرماتی ہیں۔

جب سرور کائنات ﷺ کا ظہور ہوا تو ساتھ ہی ایسا نور نکلا جس سے شرق و غرب اور سب آفاق روشن ہو گئے۔

ایک اور روایت میں یوں مروی ہے کہ "بے شک مجھ سے ایسا نور نکلا جس کی ضیا پاشیوں سے سرزمین شام میں بصرہ کے محلات میری نظروں کے سامنے روشن اور واضح ہو گئے۔ اسی قسم کی ایک دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ اس نور سے ملک شام کے محلات اور وہاں کے بازار اس قدر واضح نظر آنے لگے کہ میں نے بصریٰ میں چلنے والے اونٹوں کی گردنوں کو بھی دیکھ لیا۔

اسی نور پاک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ ﷺ کے محترم چچا حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ اپنے ایک نعتیہ قصیدہ میں جو انہوں نے حضور رحمت عالم ﷺ سے اجازت لے کر غزوہ تبوک سے لوٹتے ہوئے سنایا، فرماتے ہیں۔

"جب آپ ﷺ پیدا ہوئے تو زمین چمک اٹھی اور آفاق روشن ہو گئے پس ہم اسی نور و ضیاء میں رشد و ہدایت کی راہوں کی طرف گامزن ہیں۔ ایک دفعہ خود حضور رحمت عالم ﷺ نے فرمایا کہ "میں اپنے باپ ابراہیم علیہ السلام کی دُعا حضرت عیسیٰ علیہ السلام ابن مریم رضی اللہ عنہا کی بشارت ہوں۔ میری والدہ ماجدہ نے میری پیدائش کے وقت دیکھا کہ ان سے ایک ایسا نور نکلا جس سے محلات شام روشن ہو گئے۔"

یہ احادیث تو وقت ولادت کے متعلق ہیں کہ اللہ رب العزت نے مشرق و مغرب کو نور سے معمور کر دیا۔ یہ بھی مشہور روایت ہے کہ جب نور محمدی ﷺ بطور امانت حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک میں منتقل ہوا۔ اس رات اللہ تعالیٰ نے رضوان جنت کو جنت کے سارے دروازے کھول دینے کا حکم دیا اور ایک منادی کو یہ ندا دینے پر مامور کیا کہ وہ ساعت سعید قریب آ گئی ہے جس میں بشیر و نذیر ہادی کائنات اور نبی آخر الزماں کا ظہور ہونے والا ہے۔ اس کے بعد عالم ملکوت و جبروت میں یہ ندا

کی گئی کہ مقامات مقدسہ و مشرفہ کو معطر اور نہایت خوشبودار بناؤ اور مقربین ملائکہ جو اہل صدق و صفا ہیں وہ مقامات مقدسہ میں عبادت کے مصلے بچھائیں۔ اس لئے کہ آج وہ نور جو حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ تک اصلاب طاہرہ میں مستور و مخفی چلا آتا تھا۔ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کے مبارک بطن میں منتقل ہوا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انتقال نور کی اس رات کوئی ایسی جگہ اور مقام نہ تھا جو نور سے منور نہ ہوا ہو اور قریش کے تمام چوپائے گویا ہو گئے تھے اور آپس میں اس ظہور قدسی کے متعلق باتیں کرتے تھے اور بشارتیں دیتے تھے۔ ہم جب جشن مناتے ہیں تو اپنی بساط کے مطابق روشنیاں کرتے ہیں۔ قمقمے جلاتے ہیں، اپنے گھروں، محلوں اور بازاروں کو ان روشن قمقموں اور چراغوں سے مزید منور کرتے ہیں لیکن خالق کائنات نے جب چاہا کہ میں اپنے محبوب کے میلاد پر چراغاں کروں تو نہ صرف شرق و غرب تک بلکہ کائنات کو منور کر دیا ساری آسمان کائنات کو بھی اس خوشی میں شامل کرتے ہوئے ستاروں کو قمقمے بنا کر زمین کے قریب کر دیا۔

حضرت عثمان ابن ابی العاص کی والدہ فاطمہ بنت عبداللہ ثقفیہ فرماتی ہیں۔

"جب آپ ﷺ کی ولادت ہوئی میں خانہ کعبہ کے پاس تھی میں نے دیکھا کہ خانہ کعبہ نور سے منور ہو گیا اور ستارے زمین کے اتنے قریب آ گئے کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ کہیں یہ مجھ پر گر نہ پڑیں۔"

جہاں تک جھنڈا لہرانے کی بات ہے تو میلاد مصطفی ﷺ کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے جھنڈا لہرانے کا حکم دیا اور یہ سنت الہیہ ہے۔

آپ ﷺ کی والدہ فرماتی ہیں کہ ولادت مصطفی ﷺ کے وقت اللہ تعالیٰ نے میری آنکھوں سے حجاب اٹھا دیئے تو مشرق تا مغرب تمام روئے زمین میرے سامنے کر دی گئی جس کو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ نیز میں نے تین جھنڈے بھی دیکھے ایک مشرق میں گاڑا گیا دوسرا مغرب میں اور تیسرا پرچم کعبۃ اللہ کی چھت پر لہرا رہا تھا۔

ظہور قدسی کے وقت حوروں نے حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی قیادت میں آپ کا استقبال کیا۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے مروی اس حدیث میں مندرجہ

بالا عجائبات کا یوں تذکرہ ملتا ہے۔

آپ فرماتی ہیں کہ مجھے عورتوں کی طرح دردزہ شروع ہوا تو میں نے ایک بلند آواز سنی جس نے مجھ پر خوف طاری کر دیا۔ پھر میں نے دیکھا ایک سفید پرندے کا پر میرے دل کو مس کر رہا ہے جس سے میرا تمام خوف اور درد جاتا رہا پھر میں متوجہ ہوئی تو میں نے اچانک اپنے سامنے ایک برتن میں سفید شربت پایا جسے میں نے پی لیا وہ شہد سے بھی زیادہ میٹھا تھا پھر ایک بلند نور کے ہالے نے مجھے گھیر لیا میں نے دیکھا کہ کچھ حسین و جمیل عورتیں جو قد کاٹھ اور چہرے مہرے میں عبد المناف کی بیٹیوں سے مشابہ تھیں۔ انہوں نے مجھے اپنے حصار میں لے لیا۔ میں حیران ہوئی کہ وہ کہاں سے آ گئیں اور انہیں اس (ولادت) کی خبر کس نے دی۔ تو انہوں نے کہا ہم آسیہ زوجہ فرعون اور مریم بنت عمران ہیں اور یہ سب عورتیں جنت کی حوریں ہیں۔

ولادت مصطفیٰ ﷺ کے وقت نہ صرف جنت کی حوریں اور فرشتے آپ کے استقبال اور خوشیاں منانے آپ ﷺ کی جائے ولادت پر آئے بلکہ اللہ تعالیٰ کی دوسری مخلوق حیوانات، پرند، چرند بھی حکم ربی سے رحمۃ للعالمین کے استقبال کے لئے آئے اور یہ سب کیوں نہ خوشی مناتے کہ آج تو وہ ہستی بزم کائنات کو سعادتوں سے نواز رہی تھی جسے خود اللہ تعالیٰ نے رحمۃ للعالمین کہا۔ اور چونکہ عالمین میں کائنات ہست و بود کی ہر ذی روح اور غیر ذی روح شجر و حجر غرضیکہ جملہ خشک و تر مخلوق شامل ہے۔ لہٰذا یہ بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے کہ اس وقت خدا کی جملہ مخلوق جس میں انسانوں، فرشتوں، جنوں، چرندوں اور پرندوں کے علاوہ غیر ذوی روح مخلوق بھی شامل ہے سب نے اظہار مسرت و انبساط کیا۔

اور ایک وہ نام نہاد مسلمان ہیں جو اس دن بجائے خود خوشیاں منانے کے نہ جانے کیوں پریشان و غمگین حالت میں حضور ﷺ کی ولادت پر خوشیاں منانے سے دوسرے لوگوں کو منع کرتے ہیں۔ کاش کہ انہیں اس دن کی عظمت و شوکت کا علم ہو جاتا جس پر بے زبان اور غیر ذوی العقول مخلوق نے بھی خوشیاں منائیں اور اللہ کی اس نعمت عظمیٰ کا شکرانہ ادا کیا۔

حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا ولادت کے واقعات بیان کرتے ہوئے فرماتی

ہیں۔اسی دوران میں نے سفید ریشم کا ایک ٹکڑا دیکھا جو زمین و آسمان کے درمیان پھیلا دیا گیا اس وقت ایک کہنے والا کہہ رہا تھا انہیں پکڑ لو لوگوں کی آنکھوں سے دور لے جاؤ آپ فرماتی ہیں کہ میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا کہ ہوا میں تعظیماً کھڑے ہیں اور ان کے ہاتھوں میں چاندی کی صراحیاں ہیں۔ پھر میں نے پرندوں کے جھنڈ دیکھے جنہوں نے آ کر میرے حجرہ (مبارک) کو ڈھانپ لیا ان کی چونچیں زمرد کی اور پر یاقوت کے تھے۔

حضور اکرم ﷺ نے خود بعض صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یوم میلاد پر اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنے کی تلقین فرمائی اور ترغیب دی۔ حضور اکرم ﷺ ہر پیر کو روزہ کرتے تھے۔ جب حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے اس روزہ کے بارے میں سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا "اسی روز میری ولادت ہوئی ہے اور اسی دن مجھ پر کلام الٰہی نازل ہوا۔"

جدید تحقیق اور مورخین و محدثین کی روایات کے مطابق وہ گھڑی جب آفتاب نبوت حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی گود میں جلوہ فگن ہوا اور خاتم الانبیاء ﷺ نے حضرت عبداللہ کے گھر کو رونق بخشی تو نظام الاوقات کے مطابق ۴ بج کر بیس منٹ کا وقت تھا۔ انگریزی مہینہ کو ۲۱ اپریل اور بعض روایات کے مطابق ۱۹ اپریل ۵۷۱ھ تھا۔ دیسی اور ہندی حساب سے یکم جیٹھ بہار کی سہانی صبح صادق تھی۔ رات ظلمتوں کو اپنے دامن میں لپیٹ کر جا رہی تھی اور افق خاور کی دلیز پر سپیدہ سحر دن کے اجالے کرہ ارضی پر بکھیرنے کے لئے تیار تھا۔

ویسے تو اس کائنات ارضی و سماوی نے کئی صبحیں اس طرح طلوع ہوتے دیکھی ہوں گی مگر آج کی سہانی صبح اپنے دامن میں جس روشنی کو لے کر طلوع ہو رہی تھی وہ نہ کبھی پہلے ہوئی تھی اور نہ قیامت تک ہو گی۔ بے شک وہ صبح کی گھڑیاں پورے زمانے کا خلاصہ اور قابل فخر لمحات ہیں اور بلاشبہ وہ لمحات اس قابل ہیں کہ ہم پوری عقیدت سے ان کی نسبت یوں کہیں،

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند — اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

تذکارِ ولادت اور قرآن

علامہ خلیل احمد نوری

"قصص الانبیاء" قرآن کریم کا ایک مستقل موضوع ہے۔ احقاق حق اور ابطال باطل کے لئے قرآن حکیم نے جو سائنس اور منطقی استدلالات پیش کیے ہیں، انبیاء اور رسل کے واقعات زندگی کا بیان بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ چونکہ نبی کا اسوہ، اس کی سیرت کا ہر پہلو اور کتاب زندگی کا ایک ایک ورق اللہ تعالیٰ کی توحید کا واضح اعلان اور خیر و شر کے درمیان فرقان و امتیاز کا درجہ رکھتا ہے اس لئے نبی کی زندگی اس سلسلے کی سب سے بڑی حجت قرار پاتی ہے۔

قصص الانبیاء پر طائرانہ سی نظر ڈالی جائے تو یہ حقیقت بڑی عیاں دکھائی دیتی ہے کہ قرآن کریم صرف ان ہی واقعات و حکایات کو زیر بحث نہیں لاتا، جو انبیاء کرام علیہم السلام کی تبلیغی سرگرمیوں اور منصبی ذمہ داریوں سے متعلق ہیں بلکہ ان افضل الخلق بندوں کی تخلیق، ولادت کے متعلق بشارات، ولادت، بچپن اور لڑکپن کے واقعات کو بھی موضوع بحث بناتا ہے۔ اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کی حیات کا ہر زمانہ بلا استثناء اول تا آخر برہان و حجت اور آیت الٰہیہ ہے۔ چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے ضمن میں بتایا گیا ہے کہ کس طرح پہلے ملائکہ کے سامنے آپ ﷺ کی تخلیق کا مسئلہ پیش کیا گیا اور سوال و جواب ہوئے۔ اس مٹی کا ذکر ہے جس میں آپ ﷺ کا خمیر تیار ہوا۔ نفخ روح، تعلیم اسماء، سجود ملائکہ اور ابلیس کے انکار اور آسمانوں سے اخراج کا ذکر ہے۔ قرآن نے بتایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کو روکنے کے لئے بنی اسرائیل کے نومولود بیٹوں کو فرعون قتل کراتا رہا۔ مگر اس کی خواہش کے علی الرغم آپ کی ولادت ہوئی، وحی الٰہی کے مطابق والدہ نے نومولود کو سمندر میں بہا دیا۔ آپ علیہ السلام فرعون کے پاس پہنچ گئے۔ بہن ساتھ ساتھ چلتی گئیں اور رضاعت کے لئے کس اہتمام سے آپ علیہ السلام کی والدہ کا انتخاب ہوا۔

آپ علیہ السلام نے ایوان فرعون میں پرورش پا کر بچپن، لڑکپن اور جوانی کی منازل کو طے کیا۔

اسی طرح قرآن مجید نے حضرت مریم علیہا السلام کی والدہ کے زمانہ حمل کا ذکر کرتے ہوئے بتایا کہ انہوں نے پیدا ہونے والے بچے کو اللہ کی راہ میں پیش کرنے کی نذر مانی تھی اور جب مذکر کی بجائے مونث (حضرت مریم علیہا السلام) کی ولادت ہوئی تو اللہ تعالیٰ کے حضور میں عذر خواہی پیش کرتے ہوئے کہا "فتقبل منی" اسے ہی میری طرف سے قبول فرمالے، پھر نومولود بچی کا نام رکھنے، ان کی پرورش و کفالت کے لئے احبار بنی اسرائیل کے درمیان کی قرعہ اندازی اور بچپن میں ہی حضرت مریم علیہا السلام کے پاس قدرتی پھلوں کی آمد کا ذکر بھی بڑے حسین پیرائے میں ہوا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے بیان پر نظر ڈالیں تو قرآن بتاتا ہے کہ ان کی والدہ اپنے حجرۂ اعتکاف میں تھیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نوجوان انسان کی شکل میں آئے، وہ ڈریں، اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگی، سوال و جواب ہوئے اور حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بچے کی بشارت دی اور پھونک مارنے سے وہ حاملہ ہوگئیں۔ پھر جب وضع حمل کا وقت ہوا تو عجیب و غریب خوارق کا ظہور ہوا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اس آب و گیتی میں قدم رکھا اور پنگھوڑے میں ہی اپنی نبوت اور والدہ کی پاکبازی کا اعلان کیا۔ اس طرح حضرت اسماعیل، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب اور حضرت یحییٰ علیہم السلام کی ولادت کی بشارتیں بھی قرآن کریم نے پیش کی ہیں۔

قرآن کریم کے اس انداز بیاں سے یہ بات اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ انبیاء و رسل علیہم السلام کی زندگی کے متذکرہ پہلوؤں کو ہدایت اور رہنمائی کی اس آخری کتاب میں شامل نہ کیا جاتا تو نصیحت و موعظت کا ایک اہم اور کثیر حصہ بیان ہونے سے رہ جاتا۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ امام الانبیاء والمرسلین ﷺ جن کی حیات اس دنیا میں سب سے بڑی برہان و حجت ہو اور جس نے اپنی پہلی دعوت عام میں بھی اپنی عمر گزشتہ کو توحید الٰہی کی سب سے بڑی دلیل قرار دے کر فرمایا ہو فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهِ اس صاحب لولاک کی تخلیق، بشارت، ولادت، تشریف آوری، بچپن اور لڑکپن کے حالات سے لوگوں کو باخبر رکھنے کے لئے قرآن مجید نے کوئی اہتمام نہ کیا ہو؟ حقیقت یہ ہے کہ رسول اکرم ﷺ کے شمائل مبارکہ اور

وسوانح کے بیان میں بھی آپ ﷺ کی شان امتیازی کو قائم رکھا گیا ہے۔ یعنی جس طرح آپ ﷺ سے تخاطب کے وقت قرآن حکیم کا انداز یکسر بدل جاتا ہے اور ذاتی اسم پاک کے بجائے القاب و اوصاف کے ساتھ آپ ﷺ کو مخاطب کیا جاتا ہے۔ اسی طرح آپ ﷺ کی سیرت کے وقائع کو بھی "گفتہ آید در حدیث دیگراں" کے مصداق، کبھی ضمائر کے پردے میں اور کبھی استعارے اور کنائے کی زبان میں قرآن نے اپنے سینے میں محفوظ کیا ہے تاکہ فصاحت و بلاغت کے ذریعے تعظیم و تکریم کا پہلو بھی نمایاں ہو اور محبوب و محب کے درمیان گفتگو کا حسن اور تلمذذ بھی قائم رہے۔ سچ ہے الکنایہ ابلغ من التصریح۔

قدرے طویل تمہید کے بعد آئیے دیکھتے ہیں کہ محبوب خدا ﷺ کے مضامین ولادت کو کس انداز میں قرآن مجید کی زینت بنایا گیا ہے۔

تخلیق نور:

موضوعات میلاد مصطفیٰ ﷺ کے سلسلے میں سب سے پہلے جو مضمون افق خیال پر نمودار ہوتا ہے وہ خلقت محمدی ہے۔ یعنی عالم اجسام میں تشریف آوری سے قبل آپ ﷺ کی روح مقدس عالم ارواح میں تخلیق ہو چکی تھی۔ سورہ البقرہ کی مشہور آیت میثاق سے ثابت ہے کہ عالم ارواح میں اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام سے اس بات کا عہد لیا کہ وہ حضور خاتم النبیین ﷺ پر ایمان لائیں گے اور ان کی نصرت و اعانت پر کمربستہ رہیں گے۔ اس آیت کا مقتضا یہ ہے کہ حضور ﷺ جو روح الارواح اور اصل کائنات ہیں، کی روح پاک بطریق اولیٰ عالم ارواح میں تخلیق ہو چکی تھی۔

مزید برآں سورۃ الاعراف میں بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام ارواح کو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت انور سے نکال کر اپنی ربوبیت کا اقرار لیا اور فرمایا:

اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں۔

سب نے جواب دیا۔

بَلٰی شَهِدْنَا کیوں نہیں، ہم اقرار کرتے ہیں۔

جب بنی آدم کی تمام ارواح سے سوال و جواب نص قرآنی سے ثابت ہے تو

باعث کون و مکاں ﷺ کی روح مبارک کا تخلیق کیا جانا اور بطن آمنہ میں تشریف آوری سے قبل آپ ﷺ کے وجود مسعود کا مخلوق ہونا از خود واضح ہو گیا۔

اول الخلق:

رہی یہ بات کہ سرور کائنات ﷺ کی خلقت تمام مخلوق سے پہلے ہوئی اور باقی ارواح کی تخلیق آپ ﷺ کے توسل و تصدق سے ہوئی تو اس کی طرف بھی کئی قرآنی آیات میں واضح طور پر ارشادات پائے جاتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک ہے۔

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ — اور ہم نے تمہیں نہیں بھیجا مگر رحمت سارے جہانوں کے لئے۔

یہ آیت کریمہ بلا ریب اس بات کی دلیل ہے کہ جان کائنات حضور ﷺ کو سب سے پہلے پیدا کیا گیا کیونکہ آپ ﷺ کائنات کے ہر فرد کے لئے رحمت کا سبب ہیں۔ جس طرح اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ میں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت عالمین کے ہر فرد کو محیط ہے، اسی طرح اس آیت میں حضور ﷺ کی رحمت پاک کا دائرہ بھی بلا استثناء عالمین کے ہر فرد کے لئے ہے۔ اور یہ بھی بالکل واضح ہے کہ جس طرح ہر فرد عالم اپنی بقا اور ارتقا کے لئے رحمت سرور عالم ﷺ کا محتاج ہے، اسی طرح اپنی ایجاد میں بھی آپ ﷺ کی رحمت کا محتاج ہے اور محتاج الیہ کا وجود محتاج سے پہلے ہوا کرتا ہے لہٰذا نور محمد ﷺ عالمین کے ہر فرد سے پہلے پیدا کیا جا چکا تھا۔

حضور ﷺ کی ذات پاک کے اول الخلق ہونے پر مندرجہ ذیل آیت کریمہ سے بھی استدلال کیا گیا ہے۔ حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ آپ فرما دیں۔

اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ — میں سب سے پہلا مسلم ہوں۔

ایک اور آیت کی رو سے عالم کا ہر ذرہ طوعاً یا کرھاً اللہ تعالیٰ کے سامنے سر تسلیم خم کئے ہوئے ہے۔ اس اعتبار سے حضور ﷺ کا فرمان مبارک کہ میں پہلا مسلم ہوں تبھی صادق ہو سکتا ہے جب آپ ﷺ کو خلقت میں بھی تمام عالم پر اولیت اور تقدم حاصل ہو۔

سورہ الحدید میں ارشاد ربانی ہے۔

هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ

اول بھی وہی ہے، آخر بھی وہی ہے اور ظاہر و باطن بھی وہی ہے۔

حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مدارج النبوۃ کے خطبے میں لکھا ہے کہ یہ آیت حمد الٰہی بھی ہے اور نعت مصطفی ﷺ بھی ہے۔ یعنی جس طرح ذات باری تعالیٰ بحیثیت واجب الوجود سب سے اول ہے، اسی طرح حضور ﷺ کو اپنی خلقت میں دیگر مخلوق سے اولیت حاصل ہے۔

سورہ احزاب میں ارشاد ہوا ہے۔

وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ

اور جب ہم نے انبیاء سے ان کا عہد لیا اور آپ سے اور نوح سے اور ابراہم اور موسیٰ سے اور عیسیٰ بن مریم سے۔

اس آیت مبارکہ میں حضرت نوح، حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے ذکر پر حضور ﷺ کے ذکر رفیع کو اولیت اور فوقیت دی گئی ہے۔ حالانکہ عالم اجسام میں آپ ﷺ کی آمد مذکورہ انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد ہوئی۔ یہ ترتیب اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ اگرچہ جمیع انبیاء علیہم السلام کی بعثت آپ ﷺ سے قبل ہوئی، لیکن در حقیقت عالم ارواح میں آپ ﷺ کا وجود اقدس مخلوق ہو چکا تھا۔

مفسر شہیر حضرت اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ سورہ النساء کی آیت مبارکہ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ کی تفسیر میں بیان فرماتے ہیں کہ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام کے نفس واحدہ سے تمام انسانوں کو پیدا کیا گیا۔

فکذا لارواح خلقت من روح واحد و هو روح محمد ﷺ فکان هو ابا الارواح کما کان ادم ابا البشر

اسی طرح تمام ارواح کو بھی ایک روح سے پیدا کیا گیا اور وہ روح محمد ﷺ ہے، جس طرح حضرت آدم علیہ السلام تمام انسانوں کے باپ ہیں، اسی طرح حضرت محمد مصطفی ﷺ کی روح مبارک بھی تمام ارواح کے لئے مرتبہ باپ میں ہے۔

بشارات ولادت:

صفحات قرآنی اس بات کو بھی عیاں کرتے ہیں کہ حضور سید اولین و آخرین ﷺ کی آمد سے قبل چار دانگ عالم میں آپ ﷺ کی تشریف آوری کے ڈنکے بجائے گئے تھے۔ چنانچہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے دعا کی کہ الٰہی آخر الزماں نبی کو میری ذریت میں پیدا فرما۔

رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلًا — اے پروردگار! میری اولاد میں اس رسول کو مبعوث فرما۔

دعائے ابراہیمی علیہ السلام میں جس رسول ﷺ کی بعثت کا ذکر ہوا ہے، اس سے صرف اور صرف نبی اکرم ﷺ مراد ہیں۔ حضرت امام فخر الدین رازی فرماتے ہیں۔ اما ان الرسل هو محمد صلى الله عليه وسلم فيدل عليه وجوه احدهما اجماع المفسرين وهو حجته یعنی اس مقام پر رسول سے مراد حضرت محمد ﷺ ہیں۔ اس پر کئی وجوہ دلالت کرتی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ اس امر پر تمام مفسرین کا اتفاق موجود ہے اور یہ بہت بڑی حجت ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے مخاطب ہو کر فرمایا میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اپنے سے پہلی کتاب توریت کی تصدیق کرتا ہوں اور ان رسول کی بشارت سناتا ہوں جو میرے بعد تشریف لائیں گے۔ ان کا نام احمد (ﷺ) ہے۔

طبری نے عرباض بن ساریہ اسلمی سے روایت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ جب حضور ﷺ سے دعائے ابراہیمی کے بارے میں استفسار کیا گیا تو آپ نے فرمایا:

سوف انبئكم بتاويل ذالك انا دعوة ابراهيم و بشارة عيسٰى قومه ورويا امي — یعنی میں ابھی اس کی وضاحت کرتا ہوں، میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اپنی قوم کو بشارت اور اپنی والدہ کے خواب کا نتیجہ ہوں۔

انبیاء سابقین نے نہ صرف آپ ﷺ کی آمد کے تذکرے کو اپنی تبلیغ کا مرکزی

مضمون بنائے رکھا بلکہ ان پر نازل ہونے والی کتب میں بھی اس عنوان کو جلی حروف سے نقش فرمادیا گیا۔ قرآن حکیم میں ہے۔

اَلَّذِیْ یَجِدُوْنَهٗ مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِی التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِیْلِ

(یہ نبی امی وہ ہیں) جنہیں وہ اپنے پاس تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پائیں گے۔

ایک اور مقام پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اوصاف کے تذکرے کے بعد بیان ہوا ہے کہ ان کے یہ اوصاف تورات اور انجیل میں بھی موجود ہیں۔ جب صحابہ رضی اللہ عنہم کا تذکرہ زینت تورات و انجیل ہے تو مرکز کائنات ﷺ کے تذکار کو ان مقدس کتب کے اوراق میں کیوں نہ بیان کیا جاتا۔

طہارت حسب ونسب:

محققین علماء کرام کے نزدیک یہ امر مسلم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے تمام اجداد و آباء کرام کو کفر وشرک اور فعل حرام کی نجاستوں سے پاکیزہ رکھا۔ سورہ البلد میں ارشاد ہوا ہے۔

وَوَالِدٍ وَّمَا وَلَدَ

یعنی قسم ہے جننے والے کی اور جس کو اس نے جنا۔

یہاں "والد" کا اطلاق حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت آدم علیہ السلام تک ان تمام اشخاص پر کیا جاسکتا ہے جن کی صلب میں آپ ﷺ کا نور مبارک متمکن رہا۔ یہ قسم اجداد مصطفیٰ ﷺ کی طہارت و پاکیزگی پر بہت بڑی شہادت ہے اور آپ ﷺ کے حسب و نسب کی عظمت کا بہت بڑا ثبوت ہے۔

حوالہ قرآن سے اس سلسلے کی دوسری شہادت اس آیت مبارکہ کی ہے۔

اَلَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ۙ وَ تَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ ۝

وہ اللہ وہ ہے جو آپ کو دیکھتا ہے جب آپ کھڑے ہوتے ہیں اور سجدہ کرنے والوں میں گردش فرماتے ہیں۔

بقول مفسرین اس آیت میں "ساجدین" سے مراد آپ ﷺ کے آباء و اجداد

ہیں اور "تقلب" (گردش کرنا) سے مراد آپ کا پاکیزہ پشتوں سے پاکیزہ ارحام کی طرف منتقل ہونا ہے۔ رأس المفسرین حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ، صاحب جمل، حضرت علامہ صاوی، رازی، علامہ آلوسی، عبدالرحمن جوزی، امام سیوطی، قاضی ثناء اللہ پانی پتی، صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی اور جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری جیسے عظیم المرتبت مفسرین نے اسی مفہوم کی تائید کی ہے۔

فتح القدیر میں قاضی شوکانی نے بھی لکھا ہے۔

یراك فی الموحدین من نبی الی نبی حتی اخرجك فی هذه الامته

یعنی اللہ تعالیٰ آپ کو توحید پرستوں میں ایک نبی سے دوسرے نبی کی طرف منتقل ہوتا دیکھتا رہا یہاں تک کہ آپ ﷺ کو اس امت میں مبعوث فرمایا۔

حضور ﷺ کی خاندانی عظمت پر ایک اور دلیل سورۃ توبہ کی آخری آیات میں بھی موجود ہے۔ آپ ﷺ کی آمد کا اعلان فرماتے ہوئے فرمایا:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ

یقیناً تمہارے پاس تمہیں میں سے عظیم رسول تشریف لے آئے۔

ایک قرات کے مطابق "اَنْفَسِكُمْ" کی فاء کو فتح کے ساتھ بھی پڑھا گیا ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوا کہ تمہارے پاس نفیس ترین رسول تشریف لے آئے۔ تفسیر روح البیان میں ہے۔

و قری من انفسکم بفتح الفاء ای من اشرافکم وافضلکم من النفاسته

(انفسکم کی فا کو فتح کے ساتھ بھی پڑھایا گیا ہے یعنی (تمہارے پاس) تم میں سے شرف و عزت میں اعلیٰ اور نفاست میں تم سے افضل (تشریف لے آئے)۔

ایمان والدین کریمین:

حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کے والدین کریمین کے صاحب ایمان ہونے پر علماء

امت کا اجماع ہے۔ اوپر کے عنوان میں بیان کی گئی آیات کا بھی یہی مقتضا ہے۔ خصوصاً حضرت علامہ محمود احمد آلوسی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول بہت توجہ کے قابل ہے۔ انہوں نے "وتقلبك في الساجدين" کی تفسیر کے ضمن میں لکھا ہے۔ واستدل بالایت علی ایمان ابویه ﷺ کما ذهب الیه کثیر من اجله اهل السنة و انا اخشى الكفر على من يقول فيهما علی رغم انف علی القاری واضرابه

سرکار ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری:

حضور رحمۃ للعالمین ﷺ کی عالم ارواح سے عالم اجسام میں منتقلی یا بالفاظ دیگر ولادت باسعادت کو بھی قرآن نے رمز و اشارے کی زبان میں بیان کیا ہے۔ دیگر مخلوق کی پیدائش اور ایجاد کے لئے قرآن میں خلق، بدع، اور ولد کے کلمات استعمال ہوئے ہیں، مگر حضور پرنور ﷺ کی تشریف آوری کے لئے عام طور پر تین الفاظ کا استعمال ہوا ہے۔ جاء، ارسل اور بعث۔

سورۃ توبہ میں فرمایا:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ — تمہارے پاس عظیم المرتبت رسول آ گئے۔

ایک جگہ فرمایا:

قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ — تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی دلیل آ گئی۔

سورۃ آل عمران میں فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا — یقیناً اللہ نے مومنوں پر احسان کیا کہ ان میں رسول بھیجا۔

جن آیات میں "مجیت" کے ساتھ آپ کی آمد کا اعلان ہوا ہے وہاں مفہوم بالکل واضح ہے کہ یہ لفظ "تشریف آوری" کے مفہوم کو ادا کر رہا ہے۔ جب کہ بعثت کا معنی یہ ہے۔

"اس لفظ کے بنیادی معنی ہیں جو چیز آزادانہ نقل و حرکت کی راہ میں حائل ہو،

اسے راہ سے ہٹا دینا۔"

اس معنی کے اعتبار سے بعثت رسول اکرم ﷺ کا مفہوم یہ متعین ہوگا کہ آپ ﷺ کی تشریف آوری میں نظم کائنات کی جو فطری رکاوٹیں حائل تھیں دور کر دی گئیں اور اسباب خلق و ولادت کے جو مراحل درپیش تھے، مکمل فرما کر آپ کو دنیا میں بھیج دیا اور عالم ارواح کی قیود سے نکال کر عالم اجساد میں لا بسایا۔

جن آیات میں "ارسل" سے آپ ﷺ کی ولادت باسعادت مستفاد ہوتی ہے ان کے درست مفہوم کو سمجھنے کے لئے یہ کلیہ ذہن نشین کرنا ضروری ہے کہ تمام انبیاء و رسل کو روز ولادت سے بھی قبل عالم ارواح میں منصب نبوت سے بہرہ ور کر دیا جاتا ہے۔

چنانچہ سورۃ البقرہ کی آیت میثاق کے علاوہ بھی اور آیات اس مدعا کی حقانیت کو ثابت کر رہی ہیں۔ مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی خوشخبری دیتے ہوئے بتایا گیا ہے:

وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ — اور ہم نے ان کو اسحٰق علیہ السلام کی بشارت دی جو نبی نیکو کاروں سے ہیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام کو بھی بیٹے کی ولادت کی خوشخبری یہ کہہ کر دی گئی۔

اَنَّ اللّٰهَ یُبَشِّرُكَ بِیَحْیٰی مُصَدِّقًا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَیِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ — بے شک اللہ تمہیں یحیٰی علیہ السلام کی خوشخبری دیتا ہے۔ جو نبی نیکو کاروں سے ہوں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی ولادت کے دن ہی اعلان فرما دیا تھا۔

اٰتٰنِیَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِیْ نَبِیًّا — اللہ نے مجھے کتاب دی ہے اور مجھے نبی بنایا ہے۔

ان آیات سے یہ بات روز روشن سے بھی زیادہ واضح ہو گئی کہ انبیاء و رسل کے "ارسال" کو اعلان نبوت سے مقید کرنا نظم قرآن کے خلاف ہے۔ لہٰذا جہاں بھی "ارسل" کے ساتھ حضور ﷺ کے بھیجے جانے کا ذکر ہوا ہے، اس سے آپ ﷺ کی دنیا میں تشریف آوری یا ولادت باسعادت مراد لینا ہی زیادہ موزوں اور مناسب ہے۔

ہاں، اگر یہی اصرار ہو کہ حضور ﷺ کی ولادت کا تذکرہ "خلق" یا "ولد" جیسے مروج کلمات سے ہی ثابت کیا جائے تو اس کی شہادتیں بھی موجود ہیں۔ "ولد" کے الفاظ سامنے رکھیے اور سورۃ کی آیت "ووالد وما ولد" پر غور کیجئے کہ مفسرین کے مطابق "وما ولد" سے مراد ذات نبوی ﷺ ہے جیسا کہ گذشتہ اوراق میں اس کا ذکر کیا جا چکا ہے۔ اسی طرح سورۃ الرحمن میں فرمایا گیا۔

اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ○	رحمن نے اپنے محبوب کو قرآن سکھایا، انسانیت کی جان محمد ﷺ کو پیدا کیا۔

یہ ترجمہ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا ہے جو مفسرین کے اقوال کے موافق ہے۔ خازن، بغوی، آلوسی، صاوی اور رازی رحمہم اللہ نے اس جگہ "الانسان" سے مراد سید الانس والجن حضور نبی اکرم ﷺ کی ذات والا صفات ہے۔ شوکانی نے بھی لکھا ہے۔

قال ابن کیسان المراد بالانسان ههنا محمد ﷺ	کیسان نے کہا ہے کہ یہاں انسان سے مراد محمد ﷺ ہیں۔

وقت ولادت باسعادت:

قرآن مجید کی بعض آیات کے صنائع و بدائع پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ سرکار ﷺ کی ولادت کے وقت کو بھی اس آخری کتاب میں بیان کر دیا گیا ہے۔ فرمایا: وَالضُّحٰى ۙ وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰى ۙ۔ سیرت الحلبیہ میں ہے:

وقد اقسم الله بليلة مولده صلى الله تعالىٰ عليه وسلم فى قوله والضحى والليل اذا سجى	اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر حضور ﷺ کی شب ولادت کی قسم اٹھائی ہے۔

اس طرح ہم دیکھتے ہیں کہ سید المرسلین ﷺ کی ولادت کے تذکرے کو مختلف مضامین و عنوانات کے ساتھ قرآن مجید نے بیان کیا ہے اور میلادِ مصطفی ﷺ کے کسی موضوع کو بھی آخری الہامی کتاب میں نظر انداز نہیں کیا گیا۔

میلادِ شریف کی شرعی حیثیت

استاذ العلماء علامہ سید ارشد سعید کاظمی ☆

ظہورِ قدسی

محترم حضرات! آج ۱۲ ربیع الاول کا مقدس اور مبارک دن ہے۔ آج کے روز سید الانبیاء جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اس گلشن ہستی میں جلوہ گر ہوئے اور یہ کائنات اس سراج منیر کے نور مبین سے جگمگا اٹھی۔ فرمان باری تعالیٰ ہے:

وَذَكِّرْهُمْ بِأَيَّامِ اللهِ — اور انہیں اللہ کے دن یاد دلاؤ۔

(سورۃ ابراہیم آیت: ۵)

اس ارشاد خداوندی کی تعمیل میں ہمیں آج اس بابرکت دن کی یاد تازہ کرنی ہے جو سید ایام اللہ یعنی حضور سید المرسلین ﷺ کا یوم ولادت ہے۔

میلاد شریف کی شرعی حیثیت:

میلاد النبی ﷺ کا انعقاد یعنی منایا جانا مستحب ہے، سنت ہے یا وجوب کا درجہ رکھتا ہے؟ اس بارے میں مختلف آراء سامنے آئی ہیں۔ مستحب تو بایں معنیٰ ہے کہ "البدایہ والنہایہ" کے مطابق جس روز حضور ﷺ کی ولادت ہوئی اس تاریخ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اچھے اچھے کھانے پکاتے اور خوشی منایا کرتے تھے۔

میلاد النبی ﷺ کے اہتمام کو سنت اس لحاظ سے کہا گیا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا گیا کہ یارسول اللہ ﷺ! آپ ہمیشہ پیر کے دن روزہ کیوں رکھتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا:

☆ شیخ الحدیث جامعہ انوار العلوم ملتان

ولدت فیہ — یعنی میں اس خوشی میں پیر کو روزہ رکھتا ہوں کہ میری پیدائش اس دن ہوئی۔

جشن ولادت النبی ﷺ کو وجوب کا درجہ اس بنا پر حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اپنی نعمتوں کو یاد کرتے رہنے کا حکم دیا۔ مثلاً ارشاد ہوا۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۝ — اور اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

(سورۃ الضحیٰ آیت: ۱۱)

پھر فرمایا۔

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْؕ — اے لوگو! اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کی نعمت کو یاد کرو۔

(سورۃ الفاطر۔ آیت: ۳)

ان آیات اور ان جیسی دیگر آیات سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کرنا نہ صرف جائز بلکہ واجب اور ضروری ہے کیونکہ ان آیات میں حکم دیا گیا ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا خوب ذکر اور چرچا کرو۔

اللہ تعالیٰ کی نعمت عظمیٰ:

اب دیکھنا یہ ہے کہ حضور سید المرسلین ﷺ بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک نعمت عظمیٰ ہیں یا نہیں۔ اس کا فیصلہ قرآن مجید نے فرمایا۔ ارشاد خداوندی ہوتا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا — یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنین پر احسان فرمایا جب ان میں رسول بھیجا۔

(سورۃ آل عمران آیت: ۱۶۴)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ہم میں حضور ﷺ کی تشریف آوری کو احسان کے طور پر ذکر فرمایا ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ احسان بر بنائے نعمت ہوتا ہے۔ لہٰذا حضور ﷺ کی ذات مقدسہ نعمت قرار پائی۔ اب دیکھئے حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام بھی کسی قوم میں انبیاء کی بعثت کو نعمت الٰہیہ سے تعبیر کرتے ہیں۔

قرآن پاک میں آیا ہے:

يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ
(سورۃ المائدہ۔ آیت:۲۰)

موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا اے میری قوم! اپنے اوپر اللہ کے انعام کو یاد کرو جب اس نے تم میں نبی بھیجے۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝
(سورۃ الاعراف۔ آیت:۶۹)

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا ذکر کرو تاکہ تم فلاح پا جاؤ۔

اہل سنت کا عقیدہ بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی جتنی بھی نعمتیں ہیں ان کا ذکر باعث فلاح و نجات ہے اور حضور ﷺ چونکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں عظیم ترین نعمت ہیں اس لئے آپ ﷺ کا ذکر خیر دنیا و آخرت میں کامیابی کا ذریعہ ہے اور محافل میلاد کا انعقاد تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر پاک کے لئے ہوتا ہے۔

قاسم نعمت:

بحمد اللہ ان آیات سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر اس کا شکر بجا لانا اور تحدیث نعمت کرنا ضروری ہے۔ حضور سرور کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:

انما انا قاسم واللہ یعطی ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت کو میں ہی تقسیم کرتا ہوں۔

ایسے سرچشمۂ رحمت نبی آخر الزمان ﷺ کی امت ہونے پر ہم جتنا بھی خدا کا شکر کریں، خوشی منائیں، محافل سجائیں بالکل جائز اور روا ہے۔

مسرت ولادت یا غم وصال:

رہا یہ امر کہ بارہ ربیع الاول شریف میں سرکار ﷺ کی پیدائش ہے تو وصال بھی بارہ ربیع الاول شریف میں ہوا۔ دریں صورت پیدائش کی خوشی منائی جائے یا غم وصال۔ اس سلسلے میں اولاً حدیثیں ملاحظہ فرمائیں جن کو بنیاد بناتے ہوئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کا

کیلنڈر تیار کیا گیا ہے۔

حدیث نمبر ۱:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بارگاہ میں ایک یہودی حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا اے امیر المومنین آپ اپنی کتاب میں ایک آیت تلاوت کرتے ہیں اگر ایسی آیت ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن عید مناتے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ آیت کونسی ہے تو اس نے عرض کی وہ آیت اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا بے شک میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ یہ آیت کس مقام پر اور کس دن نازل ہوئی۔ یہ دوران حج ۹ ذی الحجہ مقام عرفات میں جمعۃ المبارک کے دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئی۔

(مسلم شریف۔ ج: ۲، ص: ۴۲۰)

حدیث نمبر ۲:

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرض وصال کے دوران صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھایا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ پیر کا دن آ گیا۔ لوگ صفوں میں کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے کہ اسی اثنا میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے حجرے کا پردہ اٹھا کر ہماری طرف دیکھا اس وقت آپ ﷺ کا چہرہ مبارک قرآن کا ورق معلوم ہوتا تھا۔ پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بہت پیار سے مسکرائے۔ پس ہم لوگوں نے خوشی اور محبت کی وجہ سے دوران نماز یہ چاہا کہ حضور ﷺ کو ہی دیکھتے رہیں اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ یہ سمجھتے ہوئے کہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز میں تشریف لائیں گے مصلیٰ امامت سے الٹے پاؤں پیچھے ہٹنے لگے تاکہ وہ صف میں شامل ہو جائیں اور سرور کائنات ﷺ مصلیٰ امامت پر فائز ہو کر جماعت کروائیں تو آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں اشارے سے فرمایا کہ اپنی نماز کو مکمل کرو اور پھر آپ ﷺ نے دوبارہ پردہ لٹکا دیا۔ اسی پیر کے دن آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال ہوا۔

(بخاری شریف۔ ص: ۹۳۔ ۹۴)

وضاحت:

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اظہار نبوت کے بعد ایک ہی حج ادا فرمایا تھا جسے حجۃ الوداع کہا جاتا ہے اور اس کے تین ماہ بعد آپ ﷺ کا وصال ہو گیا یعنی ذی الحجہ میں حج ہوا پھر محرم، صفر کے بعد ربیع الاول شریف میں آپ ﷺ کا وصال ہوا۔

خلاصہ کلام:

حجۃ الوداع ۹ ذی الحج یوم عرفہ جمعہ کا دن تھا جس طرح حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے قول سے واضح ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا وصال پیر کے دن ہوا تو اس صورت میں ۱۲ ربیع الاول شریف پیر کا دن نہیں بنتا خواہ درمیانی مہینوں کو انتیس دنوں کا تسلیم کریں یا تیس کا یا بعض کو انتیس کا اور بعض کو تیس کا۔ اس کا کیلنڈر آپ کی خدمت میں پیش ہے۔ آپ خود ملاحظہ فرما کر فیصلہ کریں کہ کیا بارہ ربیع الاول پیر کا دن ہو سکتا ہے یا نہیں اگر نہیں ہو سکتا تو یہ بات تسلیم کر لیں کہ بارہ ربیع الاول شریف یوم وصال اور یوم غم و حزن نہیں چونکہ وصال تو بروز پیر ہوا اور کسی طرح بھی ۱۲ ربیع الاول پیر کا دن نہیں بنتا بلکہ ۱۲ ربیع الاول شریف تو یوم پیدائش رسالت مآب ﷺ ہے اور پیدائش کی خوشی منانا کسی دلیل شرعی سے ممنوع و ناجائز نہیں۔

ذی الحجہ — کل ماہ انتیس کے — محرم

ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ	ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ
					۱	۲							۱
۳	۴	۵	۶	۷	۸	حجۃ الوداع	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵
۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲
۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹		۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹

صفر

جمعہ	جمعرات	بدھ	منگل	پیر	اتوار	ہفتہ
۷	۶	۵	۴	۳	۲	۱
۱۴	۱۳	۱۲	۱۱	۱۰	۹	۸
۲۱	۲۰	۱۹	۱۸	۱۷	۱۶	۱۵
۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲
						۲۹

ربیع الاول

جمعہ	جمعرات	بدھ	منگل	پیر	اتوار	ہفتہ
۶	۵	۴	۳	۲	۱	
	۱۲	۱۱	۱۰	۹	۸	۷

کل ماہ تیس کے

ذی الحجہ

جمعہ	جمعرات	بدھ	منگل	پیر	اتوار	ہفتہ
۲	۱					
۹ جمعۃ الوداع	۸	۷	۶	۵	۴	۳
۱۶	۱۵	۱۴	۱۳	۱۲	۱۱	۱۰
۲۳	۲۲	۲۱	۲۰	۱۹	۱۸	۱۷
۳۰	۲۹	۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴

محرم

جمعہ	جمعرات	بدھ	منگل	پیر	اتوار	ہفتہ
۷	۶	۵	۴	۳	۲	۱
۱۴	۱۳	۱۲	۱۱	۱۰	۹	۸
۲۱	۲۰	۱۹	۱۸	۱۷	۱۶	۱۵
۲۸	۲۷	۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲
					۳۰	۲۹

صفر

جمعہ	جمعرات	بدھ	منگل	پیر	اتوار	ہفتہ
۵	۴	۳	۲	۱		
۱۲	۱۱	۱۰	۹	۸	۷	۶
۱۹	۱۸	۱۷	۱۶	۱۵	۱۴	۱۳
۲۶	۲۵	۲۴	۲۳	۲۲	۲۱	۲۰
			۳۰	۲۹	۲۸	۲۷

ربیع الاول

جمعہ	جمعرات	بدھ	منگل	پیر	اتوار	ہفتہ
۳	۲	۱				
۱۰	۹	۸	۷	۶	۵	۴
					۱۲	۱۱

ایک ماہ تیس کا اور دو ماہ انتیس کے

ذی الحجہ

ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ
					۱	۲
۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹ جمعۃ الوداع
۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶
۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳
۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰

محرم

ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ
۳۰						۱
۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸
۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵
۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲
۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹

صفر

ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ
	۱	۲	۳	۴	۵	۶
۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳
۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰
۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷
۲۸	۲۹	۳۰				

ربیع الاول

ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ
		۱	۲	۳	۴	۵
۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲

دو ماہ تیس کے اور ایک ماہ انتیس کا

ذی الحجہ

ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ
					۱	۲
۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹ جمعۃ الوداع
۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴	۱۵	۱۶
۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱	۲۲	۲۳
۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸	۲۹	۳۰

محرم الحرام

ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷
۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴
۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰	۲۱
۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷	۲۸
۲۹						

صفر

ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ
	۱	۲	۳	۴	۵	۶
۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳
۱۴	۱۵	۱۶	۱۷	۱۸	۱۹	۲۰
۲۱	۲۲	۲۳	۲۴	۲۵	۲۶	۲۷
۲۸	۲۹	۳۰				

ربیع الاول

ہفتہ	اتوار	پیر	منگل	بدھ	جمعرات	جمعہ
			۱	۲	۳	۴
۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱
۱۲						

لیکن جس نے نہ ماننے کی قسم کھائی ہوئی ہے اس کے لئے اتمام حجت کرتے ہوئے حدیث رسول کبریا بیان کی جاتی ہے۔

حدیث:

عن ام سلمۃ رضی اللہ عنہا قالت سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یحل لا مرأۃ تؤمن باللہ والیوم الاٰخر ان تحد فوق ثلاث الا علی زوج اربعۃ اشھر و عشرا

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے آپ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو عورت اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہو اس کے لئے یہ جائز نہیں کہ تین دن سے زیادہ کسی کا غم منائے ہاں اپنے شوہر کا چار ماہ دس دن تک غم منا سکتی ہے۔

(مسلم شریف۔ج:۱،ص:۴۸۷)

اب اگر بارہ ربیع الاول شریف کو حضور ﷺ کے وصال کا غم منائی تو بہرصورت فرمان خدا اور رسول ﷺ کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوں گے کیونکہ ولادت پاک کی خوشی نہ منا کر اللہ تعالیٰ کی نعمت کا شکر ادا نہ کیا اور وصال کا غم منا کر حدیث رسول ﷺ کی خلاف ورزی کی اگر اس حدیث کے بعد بھی کوئی یہ کہتا ہے کہ یہ روز وصال ہے اور ہم غم ہی منائیں گے تو اسے چاہئے کہ ہر پیر کو غم منائے کیونکہ پیر کے دن وصال ہونا یقینی ہے نہ کہ بارہ ربیع الاول شریف۔

نوٹ: اگر ۹ ذی الحج جمعرات کا دن بھی تسلیم کیا جائے جس طرح کہ گمان کیا گیا تو درس صورت بھی ۱۲ ربیع الاول شریف پیر کا دن نہیں بنتا کیلنڈر آپ کے سامنے ہے خود حساب لگا سکتے ہیں۔

صبح بہاراں

میلاد النبی ﷺ محدثین کی نظر میں

ڈاکٹر عبدالشکور ساجد انصاری

علامہ سید احمد عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ (نثر الدرر علی مولد ابن حجر)

ہمارے دور کے نئے اور خوبصورت (از روئے شریعت) کاموں میں سے ایک کام (میلاد النبی ﷺ) ہے جو ہر سال اس دن کیا جاتا ہے جس دن نبی کریم ﷺ کائنات میں جلوہ فرما ہوئے۔ (یعنی بارہ ربیع الاول) وہ کام کیا ہے۔ صدقات دینا، نیکیاں کرنا اور فرحت و سرور کا اظہار کرنا، ان میں جہاں ایک فقراء پر احسان کرنا ہے تو دوسری طرف یہ کام حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم کی علامت بھی ہیں اور ان کاموں کو کرنے والے کے دل میں حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم دکھائی دیتی ہے اور ان میں اللہ تعالیٰ کا اس نعمت پر شکر ادا کرنا بھی پایا جاتا ہے جو اس نے اپنے محبوب ﷺ کو پیدا فرما کر ہم پر کی ہے۔ علاوہ ازیں ان میں کفار و منافقین کو غصہ دلانا بھی ہے۔

الحمد للہ! ہر دور میں مسلمانوں کا ایک گروہ ایسا ضرور رہا ہے جو نبی کریم ﷺ کی ولادت کا دن نہایت اہتمام و شان سے مناتا رہا ہے حتیٰ کہ اس بابرکت عمل میں انہوں نے وسعت دے کر صرف بارہ ربیع الاول پر ہی موقوف نہ کیا بلکہ سال بھر ایسی محافل کا انعقاد و اہتمام کرتے ہیں اور یہ سب کچھ حضور نبی کریم ﷺ کی محبت کی وجہ سے ہے۔

اچھے اچھے کھانے پکائے اور کھلائے جاتے ہیں۔ اس کی راتوں میں صدقات و خیرات کئے جاتے ہیں۔ اس کے ذریعہ خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ نیک کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ خاص کر "دولت عثمانیہ" کے حکمران اور اس کے صاحب ہمت امراء (اللہ اس حکومت کو ہر آفت و پریشانی سے محفوظ رکھے) تو یہ بھی انتظام کرتے ہیں کہ ان

محافل میں حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کا قصہ بیان کیا جائے۔ (یا لکھا ہوا پڑھا جائے) اس عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی تمام برکتیں ان کے شامل حال ہوتی ہیں۔

لہٰذا ہر اس شخص کو چاہئے جو حضور نبی کریم ﷺ کی محبت میں صادق ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کے مہینہ میں خوشی کا اظہار کرے اور اس ماہ میں محفل میلاد النبی ﷺ منعقد کرے جس میں ایسے آثار و ایسی روایات صحیحہ پڑھی سنائی جائیں جو ولادت باسعادت کے موضوع پر ہیں۔ ایسا کرنے والے کے لئے ممکن ہے کہ وہ بہت جلد نبی کریم ﷺ کی شفاعت سے ان حضرات میں شامل کر دیا جائے جو سابقین اور بہترین لوگ ہوئے۔ اس لئے کہ جس شخص کے جسم میں حضور نبی کریم ﷺ کی محبت رچ بس جاتی ہے وہ کبھی بوسیدہ نہیں ہوتا۔ کل قیامت کو جو لوگ بھی مرتبہ شفاعت پائیں گے۔ انہیں یہ مرتبہ حضور نبی کریم ﷺ سے محبت کی وجہ سے ہی ملے گا۔ جب نیک لوگ جو شفاعت کریں گے انہیں یہ مقام حضور نبی کریم ﷺ سے محبت کی بنا پر ملا اور ان کی شفاعت سے اغیار بخشے جائیں گے تو کم از کم یہ بات ضرور ہوگی کہ محفل میلاد کا انعقاد اوروں کے لئے نہ سہی صرف اس محفل کو منعقد کرنے والے کے لئے سبب شفاعت بن جائے گا اگرچہ اس کی محبت کا مرتبہ و مقام ان حضرات کی محبت کے برابر نہیں جو دوسروں کے لئے شفاعت کریں گے اور ایسا شخص حضور نبی کریم ﷺ کے قول مبارک:

المرء مع من احب — آدمی کل قیامت میں اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اسے محبت ہوگی۔

کا مصداق تو ہوگا۔ اللہ تعالیٰ ایسے ہر مسلمان پر اپنی خصوصی رحمت نازل فرمائے جو حضور نبی کریم ﷺ کے ولادت باسعادت کے مہینہ میں راتوں کو محفل میلاد منعقد کرتا ہے۔ اسے "عید" کی طرح مناتا ہے اس سے اگر یہی فائدہ ہو کہ اس طرح حضور نبی کریم ﷺ کی ذات مقدسہ پر صلوٰۃ و سلام کی کثرت ہوتی ہے تو یہی فائدہ کافی ہوتا۔ صلوٰۃ و سلام کی فضیلت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ (حسن المقصد فی عمل المولد):

سوال

ماہ ربیع الاول میں سرکار دو عالم نورِ مجسم ﷺ کا میلاد پاک منانے کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ کیا یہ شرعی نکتہ نظر سے محمود ہے یا مذموم ہے؟ اور کیا میلاد پاک کا انتظام و اہتمام کرنے والے کو ثواب ملے گا یا نہیں؟

جواب

میرے (امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ) نزدیک اس کا جواب یہ ہے کہ میلاد پاک دراصل ایک ایسی تقریب مسرت ہوتی ہے جس میں لوگ جمع ہو کر بقدر سہولت قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہیں اور نبی کریم ﷺ کے ظہور کے سلسلہ میں جو خوشخبریاں احادیث و آثار میں آئی ہیں اور جو خوارق عادت اور نشانیاں ظاہر ہوئی ہیں انہیں بیان کرتے ہیں پھر شرکائے محفل کے آگے دستر خوان بچھایا جاتا ہے۔ وہ حسب ضرورت اور بقدر کفایت ما حضر تناول کرتے ہیں اور دعائے خیر کر کے اپنے اپنے گھروں کو واپس جاتے ہیں۔ میلاد النبی ﷺ کے سلسلہ میں منعقد کی جانے والی یہ تقریب سعید، بدعت حسنہ ہے جس کا اہتمام کرنے والے کو ثواب ملے گا اس لئے کہ اس میں حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم، شان اور آپ کی ولادت باسعادت پر فرحت و انبساط کا اظہار پایا جاتا ہے۔

فاکہانی نے جو دوسری صورت بیان کی ہے اور اس پر جو تنقید کی ہے وہ فی نفسہ صحیح ہے۔ بلاشبہ ایسی محفل جس میں مرد عورتیں، جوان، نوعمر لڑکے باہم غلط ملط ہوں اور جس میں رقص و سرور اور چنگ و رباب کی گرم بازاری ہو یا ایسی محفل میں جس میں عورتیں الگ جمع ہو کر بلند آواز سے گاتی ہوں حرام ہے مگر اس کا یہ مطلب نہیں کہ میلاد شریف کا منعقد کرنا ہی حرام ٹھہرا بلکہ مذکورہ بالا صورتوں میں حرمت میلاد شریف کے سلسلے میں اجتماع منعقد کرنے کی وجہ سے نہیں بلکہ ان چیزوں کی بناء پر ہے جو شریعت میں حرام ہیں اور اس

مبارک اجتماع کے ساتھ مل گئی ہیں (اور اگر ان چیزوں کو نہ کیا جائے تو میلاد شریف ذکر مصطفی ﷺ کی محفل ہوگی (بلکہ اس قسم کے امور نماز جمعۃ المبارک کے اجتماع پر پیش آئیں تو ظاہر ہے کہ یہ ایک زیادتی ہے۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ اس قسم کے بعض امور، رمضان المبارک کی راتوں میں بھی جب نماز تراویح کے لئے لوگ جمع ہوتے ہیں پیش آ جاتے ہیں تو کیا ان امور کی وجہ سے نماز تراویح کے اجتماع کو حرام قرار دے دیا جائے یہ سب تو سنت ہیں اور نیکی اور عبادت کے کام ہیں مگر جو مذکورہ بالا قسم کے امور اس کے ساتھ مل گئے ہیں۔ وہ "قبیح" اور شنیع ہیں، اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ میلاد پاک کے سلسلے میں منعقد وہ کئے جانے والے اجتماع تو بذات خود مندوب اور نیکی کے کام نہیں مگر مذکورہ الصدر قسم کے جو دیگر امور اس کے ساتھ مل گئے، مذموم وممنوع ہیں۔

علامہ ملا علی قاری (المورد الروی فی مولد النبی ﷺ):

ہمارے مشائخ کے شیخ امام علامہ، سمندر جیسے علم کا عالم، صاحب فہم شمس الدین محمد السخاوی (اللہ ان کو مقام بلند تک پہنچائے) نے فرمایا کہ مکہ مکرمہ میں کئی سال تک میں محفل میلاد میں شرکت سے مشرف ہوا اور مجھے معلوم ہوا کہ یہ محفل پاک کتنی برکتوں پر مشتمل ہے اور بار بار میں نے مقام مولد کی زیارت کی اور میری سوچ کو بہت فخر حاصل ہوا۔ فرمایا: مولد شریف کے عمل کی اصل فضیلت والے زمانوں میں کسی بزرگ سے منقول نہیں اور یہ عمل بعد میں نیک مقاصد کے حصول کے لئے شروع ہوا اور اس میں خلوص نیت شامل ہے پھر ہمیشہ اہل اسلام تمام علاقوں اور بڑے بڑے شہروں میں حضور نبی کریم ﷺ کے میلاد کے مہینے میں محفلیں منعقد کرتے ہیں اور عجیب وغریب رونقوں اور نئے نئے عمدہ کھانوں کا اہتمام کرتے ہیں اور ان دنوں طرح طرح کے صدقات وخیرات کے ذریعے خوشیوں کا اظہار اور نیکیوں میں اضافہ کرتے ہیں بلکہ آپ ﷺ کے میلاد پاک کو کار ثواب سمجھتے ہیں اور ان پر اس کی برکتیں اور عام فضل وکرم ظاہر ہوتا ہے ان سب کا تجربہ ہو چکا ہے جیسا کہ امام شمس الدین بن الجزری المقری نے فرمایا کہ محفل میلاد پورے سال کے لئے امن وامان اور مقاصد حاصل کرنے کے لئے مجرب نسخہ ہے۔

علامہ ابوالفداء اسماعیل ابن کثیر شافعی رحمۃ اللہ علیہ (مولد رسول اللہ ﷺ و رضاعہ):

ہمارے لئے ان تمام روایات کا حاصل یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت کی شب، اہل ایمان کے لئے بڑی شرافت، عظمت، برکت اور سعادت کی شب ہے۔ یہ رات پاکی و نظافت رکھنے والی، انوار کو ظاہر کرنے والی، جلیل القدر رات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس رات میں وہ محفوظ و پوشیدہ جوہر ظاہر فرمایا جس کے انوار کبھی ختم ہونے والے نہیں۔ یہ نور نبوت حضرت آدم ابو البشر علیہ السلام سے لے کر حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تک جس پشت میں بھی رہا وہ (اللہ کے ہاں) شرافت و وجاہت والی تھی اور جس بطن میں بھی منتقل ہوا وہ (اللہ کی خصوصی عنایت سے) طہارت وعفت کا حامل تھا۔ اس کی منتقلی ہمیشہ نکاح کے ذریعے ہوئے۔ زنا کی نحوست سے اللہ نے ہمیشہ اسے محفوظ و مامون رکھا۔ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے یہ نور مبارک سیدہ آمنہ بنت وہب زہریہ کی طرف منتقل ہوا۔ (میلاد النبی ﷺ کی) اس مبارک شب میں انہوں نے پیکر نبوت ﷺ کو جنم دیا۔ اس مبارک موقع پر (آپ ﷺ کی عظمت وشوکت کے اظہار کے لئے) ایسے حسی اور معنوی انوار ظاہر ہوئے جن کے سامنے عقل و بصر عاجز ہیں۔ جیسا کہ علماء کے ہاں بہت سی (مختصر) احادیث واخبار اس پر شاہد ہیں۔



ایحسب الانسان ان یترک سدیٰ

میلادِ شریف کی اہمیت

مولانا جمال میاں فرنگی محلی

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے ذکر کو اللہ تعالیٰ نے رفعت بخشی ہے۔ قرآن شریف میں وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ آیا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی آمد آمد اور بعثت کے بارے میں بھی بہت سی آیات نازل ہوئی ہیں۔ مثلاً لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اور لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ۔

حضور ﷺ کے معجزات بھی بیان ہوئے ہیں سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ سے واقعۂ معراج کی طرف اشارہ ہے۔ تو اِقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ سے چاند کے ٹکڑے ہو جانے کا ذکر ہے۔ آنحضرت ﷺ کے خلق عظیم کا تذکرہ بھی اللہ کی کتاب میں ہے اور آپ ﷺ کے سراپائے مبارک اور ملبوسات شریف کا بیان بھی موجود ہے۔ سیرت طیبہ کے اکثر پہلو اور حیات اطہر کے واقعات سے تو اللہ کی آخری کتاب مملو ہے۔ حضور انور ﷺ پر درود بھیجنے کا بھی صاف اور واضح حکم کتاب مبین میں موجود ہے۔

میلاد شریف میں متذکرہ بالا سب ہی باتیں ہوتی ہیں۔ علمائے امت اور صلحائے ملت کا یہ دستور رہا ہے کہ درود شریف کے فضائل، حضور ﷺ انور کے مناقب جلیل اور اوصاف جمیل، سیرت پاک کے واقعات اور آنحضرت ﷺ کے معجزات بیان کرنے کے بعد نہایت تفصیل سے آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے حالات دہراتے ہیں۔ اس کے بعد حضار مجلس کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام بارگاہِ رسالت میں پیش کرتے ہیں۔

میلاد شریف کے اس متبرک طریقے میں ایک بڑا توحیدی نکتہ پوشیدہ ہے جس کو خوب سمجھ لینا چاہئے۔ جن مذاہب میں مشرکانہ طریقے سرایت کر گئے ان کے پیرو عموماً اپنے پیشواؤں کی پیدائش کو ایک غیر معمولی امر اور غیر فطری واقعے کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ کسی کا عقیدہ ہے کہ ان کا سردار سورج کی اولاد ہے کوئی سمجھتا ہے کہ اس کا دیوتا پھول سے نکل آیا

ہے۔ الغرض اپنے پیشوا کو انسانوں سے بالاتر اور الگ کرنے کے لئے سب سے پہلا زینہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی پیدائش کو دوسرے انسانوں کی پیدائش سے بالکل مختلف بتایا جائے۔ چونکہ اسلام کی تعلیم کا سرچشمہ توحید ہے۔ اس لئے جب ہم اپنے پیغمبر ارواحنا فداہ کی سیرت اور آپ ﷺ کے معجزات بیان کرتے ہیں تو آپ ﷺ کی پیدائش کی تفصیلات ضرور بیان کرتے ہیں اور اس امر کو واضح کر دیتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ دوسرے انسانوں کی طرح سلسلۂ توالد و تناسل ہی کے ذریعے اس عالم میں تشریف لائے تاکہ ہمیں اور تمام سامعین کو آنحضرت ﷺ کی انسانیت، مخلوقیت، بشریت اور عبدیت کے بارے میں کوئی شک نہ پیدا ہو۔

اللہ تعالیٰ ہم کو میلاد شریف کی برکات سے مستفیض کرے اور ہمارے درود و سلام بارگاہ رسالت میں قبول ہوں۔

اللھم صل علی سیدنا محمد و علی اٰل سیدنا محمد

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی عادت کسی کو برا بھلا کہنے کی نہ تھی۔ برائی کے بدلہ میں برائی نہیں کرتے تھے بلکہ درگزر کرتے تھے اور معاف فرما دیتے تھے۔ آپ ﷺ کو جب دو باتوں میں اختیار دیا جاتا تو ان میں جو آسان ہوتی اس کو اختیار فرماتے بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو ورنہ آپ ﷺ اس سے بہت دور ہوتے۔ آپ ﷺ نے کبھی کسی سے اپنے ذاتی معاملہ میں انتقام نہیں لیا، لیکن جو احکام الٰہی کی خلاف ورزی کرتا خدا اس سے انتقام لیتا تھا۔ یعنی خدا کی طرف سے۔ بموجب احکام ربانی آپ اس پر حد جاری فرماتے تھے۔ آپ ﷺ نے نام لے کر کبھی کسی مسلمان پر لعنت نہیں کی۔ آپ ﷺ نے کبھی کسی غلام کو، لونڈی کو، کسی عورت کو، خادم کو، جانور کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا۔ آپ ﷺ نے کبھی کسی کی کوئی درخواست رد نہیں فرمائی۔ لیکن یہ کہ وہ جائز ہو۔ آپ ﷺ جب گھر کے اندر تشریف لاتے تو نہایت خنداں ہنستے اور مسکراتے ہوئے دوستوں میں پاؤں پھیلا کر نہیں بیٹھتے تھے۔ باتیں ٹھہر ٹھہر کر اس طرح فرماتے تھے کہ کوئی یاد رکھنا چاہے تو رکھ لے۔

سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا گھر

میلادِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے تناظر میں

پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی

حلیمہؓ گود میں لے کر بڑے پیار سے بولی   شرف تمہی سے ملا ہے میرے گھرانے کو

اس سال شدید قحط تھا۔ میری سواری نہایت کمزور اور لاغر تھی۔ جس کا چلنا دشوار تھا۔ میرے ساتھ ایک بچہ بھی تھا۔ جو دودھ کے ساتھ سیر نہ ہو پاتا تھا اور نہ ہی ہمارے پاس سیر ہو کر کھانے کے لئے کوئی چیز تھی۔ بچہ ساری رات روتا رہا اور ہم ساری رات جاگتے گزار دیتے۔ میں بنی سعد کے خاندان کی خواتین کے ساتھ بچوں کو حاصل کرنے کے لئے مکہ میں آئی اور جب ہم مکہ مکرمہ (اللہ سبحانہ اس کو مشرف و مکرم بنائے) میں داخل ہوئے تو دائیاں اور خواتین مکے کے گلی کوچوں میں گھومنے لگیں تاکہ دودھ پینے والے بچوں کو تلاش کریں۔ ادھر میں اور میرے علاوہ سات دائیاں رہ گئیں اور اتفاقاً میری ملاقات سیدنا عبدالمطلب (حضور ﷺ کے دادا) سے ہوگئی۔

آپ نے فرمایا میرے پاس ایک چھوٹا بچہ ہے اور اسے دودھ پلانے والیو! تم ادھر آؤ اور اس بچے کو دیکھ لو اور جس دایہ کی مرضی ہو یا جس کے مقدر میں ہو وہ بچے کو لے جائے۔ چنانچہ ہم سب خواتین حضرت عبدالمطلب کے ہمراہ چلی آئیں اور ہم سب دودھ پلانے والی خواتین نے جب حضور ﷺ کو دیکھا تو ہر ایک خاتون کہنے لگی کہ ہم سب اس بچے کو اپنا اپنا دودھ پلائیں گی اور جب یہ عورتیں حضور ﷺ کو دودھ پلانے کے لئے آگے بڑھیں تو حضور ﷺ نے ان میں سے ہر ایک سے منہ پھیر لیا۔ لیکن جونہی میں آگے بڑھی تو آپ ﷺ نے میری طرف دیکھا، مسکرائے اور میری جانب بڑھے۔ چنانچہ میں نے حضور ﷺ کو اپنی گود میں اٹھا لیا اور آپ ﷺ کو دائیں جانب سے دودھ پیش کیا چنانچہ آپ ﷺ نے دودھ نوش فرمایا اور جب میں نے آپ ﷺ کو اپنا بایاں دودھ پیش کیا تو

حضور ﷺ نے اس سے روگردانی فرمائی چنانچہ آپ ﷺ سے میری رغبت و محبت اور بڑھ گئی اور میں حضور ﷺ میں مزید شوق کا اظہار کرنے لگی۔

اور جب میں نے دل میں ارادہ کر لیا کہ میں حضور ﷺ کو حاصل کرلوں تو سیدنا عبدالمطلب نے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ حضرت محمد ﷺ یتیم ہیں اور آپ ﷺ کے والد گرامی کا وصال ہو چکا ہے اور دیگر خواتین اس لئے نہیں لے گئیں کہ انہیں معقول معاوضہ کی امید نہ تھی اگر تو پسند کرتی ہے کہ تیرے بخت جاگ جائیں تو اسے لے جا۔ میں نے حضور ﷺ کے والد گرامی کے وصال کے متعلق سنا تو حضرت عبدالمطلب سے عرض کیا۔

"مجھے تھوڑی سی مہلت دے دیجئے تاکہ اس امر کے بارے میں اپنے خاوند حارث سے مشورہ کر سکوں۔"

آپ نے مجھ سے پوچھا! تو کون ہے؟

میں نے عرض کیا۔ میرا تعلق بنو سعد سے ہے۔

آپ نے فرمایا۔ تیرا نام؟

میں نے کہا: حلیمہ!

تو وہ مسکرائے اور فرمایا۔

بس بس سعادت اور حلم کا اجتماع ہے ان میں خیر ہی خیر اور عزت ہی عزت ہے۔

مجھے تین دن سے خواب میں کہا جا رہا ہے کہ اپنے بیٹے کے لئے بنی سعد اور آل ابی ذوہیب سے دودھ پلانے کا انتظام کرو۔

یہ سن کر میں نے عرض کیا: مرا باپ ہی ابو ذوہیب ہے۔

میں نے جا کر اپنے خاوند سے سارا ماجرا عرض کر دیا اور کہا۔

اللہ کی قسم اب میں خالی نہیں جاؤں گی۔ میں اس یتیم بچے کے ہاں جاتی ہوں اور اسے ساتھ لے آتی ہوں۔

لیکن مجھے تعجب ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے خاوند کے دل میں اتنی خوشی اور فرحت پیدا فرما دی تھی کہ فوراً کہنے لگے۔ حلیمہ! دیر نہیں، اس خوش بخت بچے کو حاصل کر لے

شاید اللہ تعالیٰ اس میں برکت عطا فرما دے۔

میں جلدی سے واپس آ گئی۔ حضرت عبدالمطلب میرا انتظار کر رہے تھے۔ جب میں نے بچہ حاصل کرنے کو کہا تو ان کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔ انہوں نے مجھے اپنے ساتھ چلنے کو کہا آپ مجھے اس مکان میں لے گئے۔ جہاں آپ ﷺ تشریف فرما تھے۔ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے مجھے خوش آمدید کہا۔

جب میں "مولد النبی" میں داخل ہوئی تو دیکھا آپ ﷺ دودھ سے بھی سفید اون کے کپڑے میں آرام فرما ہیں اور نیچے سبز رنگ کا بچھونا ہے۔ آپ ﷺ آرام فرما رہے تھے اور آپ ﷺ کے جسم اطہر سے خوشبو کے حلّے پھوٹ رہے تھے۔ جب کپڑے کو چہرہ اقدس سے ہٹایا گیا تو میں آپ ﷺ کے حسن و جمال میں اس طرح گم ہو گئی کہ مجھ کو جگانے کی ہمت نہ رہی۔ پھر بھی میں نے چاہا کہ آپ ﷺ کو جگا دوں لیکن میں آپ ﷺ کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو گئی۔

جب میری حالت کچھ معمول پر آئی تو میں نے آگے بڑھ کر آپ ﷺ کے سینہ اقدس پر ہاتھ رکھا۔ آپ ﷺ نے تبسم فرمایا اور آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا جب آپ ﷺ نے آنکھیں کھولیں تو میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی آنکھوں سے ایک نور کی کرن نکل رہی ہے۔ جس کی شعاعیں آسمان تک پھیلی ہوئی ہیں چنانچہ میں بے اختیار ہو گئی۔ اور آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں کے درمیان یعنی آپ ﷺ کی جبین مقدس پر بوسہ دیا اور اٹھا کر سینے سے لگا لیا۔

حضور ﷺ کو دودھ پلانا شروع کر دیا۔ مکہ میں رات گزارنے کے بعد جب ہم نے صبح واپسی کا ارادہ کیا تو دل میں بیت اللہ شریف کا طواف کر لینے کی خواہش پیدا ہوئی۔ چنانچہ میں آپ ﷺ کو گود میں اٹھا کر حرم کعبہ میں لے گئی۔ طواف شروع کرنے سے پہلے میں نے حجر اسود کو بوسہ دینا چاہا تو میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ حجر اسود اپنی جگہ سے نکل کر آپ ﷺ کی طرف بڑھا حتیٰ کہ اس نے چہرہ اقدس کے ساتھ چمٹ کر بوسے لینا شروع کر دیئے۔

آپ ﷺ کی والدہ محترمہ اور دادا جان کی اجازت اور طواف کعبہ کے بعد

میرے خاوند نے (مکہ سے روانگی کے لئے) میرے سامنے سواری کو بٹھایا۔اس قافلے میں دودھ پلانے والی دایہ خواتین کے پاس ستر سواریاں تھیں۔ان میں سے میری سواری سب سے زیادہ کمزور اور نحیف تھی۔میں اس کے اوپر سوار ہوگئی اور حضور ﷺ کو اپنے سامنے آگے بٹھالیا۔اچانک میری سواری اس قدر پھرتیلی اور تیز ہوگئی کہ سب سے آگے نکل گئی۔میری سواری جھوم جھوم کر چلتی اور کبھی کبھی گنگناتی تو یوں لگتا جیسے کہہ رہی ہو۔اللہ کی قسم آج مجھے اللہ نے عظیم شان عطا کر دی ہے۔موت کے بعد دوبارہ زندگی،کمزوری کے بعد طاقت دے دی ہے۔اے بنو سعد کی عورتو! تم غفلت میں رہیں۔تمہیں پتا ہے میری پشت پر کون سوار ہے۔میری پشت پر سید الانبیاء اور رب العالمین کا محبوب سوار ہے۔

جہاں جہاں سے آپ ﷺ کی سواری گزرتی وہاں وہاں سبزہ اُگ آتا۔پتھر آپ ﷺ کو سلام عرض کرتے اور درخت اپنی ٹہنیوں سمیت جھک کر استقبال کرتے۔اللہ کی وسیع زمین میں ہماری زمین سے بڑھ کر کوئی سر سبز نہیں ہے میں جب بھی کسی درخت یا پتھر کے قریب سے گزرتی یا کسی پختہ مکان کے پاس سے مرا گزر ہوتا تو مجھے یہ الفاظ سنائی دیتے اے حلیمہ سعدیہ (رضی اللہ عنہا)! آپ کو بشارت اور مبارک ہو اور جب میں نے حضور ﷺ کی ذات سے ایسے معجزات کا صدور دیکھا تو میں حیران رہ گئی۔تاہم میں بہت مسرور ہوئی۔حضور ﷺ کے نورِ پاک کے پاس میں سخت اندھیرے میں بھی دیکھنے کی قوت رکھتی تھی۔لیکن آپ ﷺ کے انوار و تجلیات میں سفر کرتی گھر میں پہنچی تو اس وقت میرے ارد گرد دور تک روشنی اور نور پھیلا ہوا تھا اور جب خاندان بنو سعد نے ان انوار و تجلیات کو دیکھا تو بے اختیار پکار اٹھے۔اے حلیمہ! یہ آب و تاب اور چمک دمک رکھنے والا نور کیسا ہے؟ آپ ﷺ کی برکت سے میرے دوسرے بچے کو بھی سیر ہو کر دودھ پینا نصیب ہوا۔میرا خاوند جب اونٹنی کا دودھ دوہنے لگا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس کے تھن بھرے ہوئے ہیں اور اس نے اتنا دودھ دیا کہ ہم تمام نے سیر ہو کر پیا اور آج ہم نے اطمینان کے ساتھ رات بسر کی۔

جب میں آپ ﷺ کو دایاں پستان پیش کرتی تو آپ ﷺ نوش فرماتے پھر بائیں جانب رخ انور کرتی تو آپ ﷺ دودھ پینے سے انکار فرما دیتے۔آپ ﷺ کی برکت سے [illegible] خوشبو آتی تھی

لوگوں کے دلوں میں آپ ﷺ کی محبت گھر کر چکی تھی کہ اگر ان میں سے کوئی بھی بیمار ہو جاتا تو وہ آ کر آپ ﷺ کا دست پاک پکڑ کر اپنے جسم سے مس کرتا اور اللہ تعالیٰ اس کی برکت سے اسے شفا عطا فرما دیتا۔

ہم پر سے مشقت اور تکلیفیں زائل ہو گئیں۔ ہمارے پاس سارے جہاں کی خوشیاں اور فرحتیں آ گئیں۔ ہم نے حضرت محمد ﷺ کی ذات اقدس کی بدولت بے پناہ آرزوئیں اور تمنائیں حاصل کر لیں۔

ایک دن میں اپنے صحن میں آپ ﷺ کو گود میں لئے بیٹھی تھی کہ اتنے میں میری بکریاں آ گئیں۔ وہ میرے پاس سے گزرتی گئیں۔ لیکن ایک نے آگے بڑھ کر آپ ﷺ کے سر اقدس کو چوم لیا اور سجدہ کیا۔ جس دن سے ہم آپ ﷺ کو اپنے گھر لائے اس دن سے ہمیں گھر میں چراغ جلانے کی حاجت نہیں رہی۔ کیونکہ آپ ﷺ کے چہرہ اقدس کا نور چراغ سے زیادہ منور تھا۔ جب کبھی ہمیں کسی جگہ چراغ کی ضرورت ہوتی تو ہم آپ ﷺ کو اٹھا کر وہاں لے جاتے اور آپ ﷺ کی برکت سے تمام جگہ روشن ہو جاتی۔

ایک دن مجھ سے میری ہمسائی حضرت خولہ نے پوچھا کہ تم ساری رات گھر میں چراغ جلائے رکھتی ہو۔ جس سے تمہارے گھر میں روشنی رہتی ہے۔ میں نے کہا خدا کی قسم چراغ نہیں جلاتی بلکہ یہ روشنی ایک نور مجسم ﷺ کے نور کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جن دنوں میں رسول اکرم ﷺ کو دودھ پلایا کرتی تھی ان دنوں سے مجھے گھر میں چراغ کی ضرورت نہ ہوتی تھی۔

حضور ﷺ عام بچوں کی نسبت جلدی نشو و نما حاصل کر رہے تھے آپ ﷺ کا قد اور جسم مبارک تیزی سے تنومند ہو رہا تھا۔ حضور ﷺ چھ ماہ کے ہوئے تو میں نے ایک دن آپ ﷺ کے لبوں پر یہ کلمات سنے۔

اللہ اکبر، والحمد للہ کثیراً و سبحان اللہ بکرۃ واصیلا	اللہ بہت بڑا ہے۔ اسی کو سب تعریفیں زیبا ہیں صبح و شام اسی کی تعریف اچھی لگتی ہے۔

میں آپ ﷺ کے اس نغمے پر حیران تھی۔ آپ ﷺ چار سال کے ہو گئے میں

آپ ﷺ کی والدہ سے ملانے کے لئے آپ ﷺ کو مکہ شریف لے آئی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو میں نے وہ تمام برکات و انوار کے واقعات سنائے جو ان چار برسوں کے دوران دیکھنے میں آئے تھے۔ آپ سن سن کر بڑی خوش ہوتیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اپنے بچے کے متعلق بڑی فکرمند تھی۔ میں نے اپنی محبت اور شوق سے مزید پرورش اور تربیت کا اظہار کیا۔ جس پر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے مجھے دوبارہ پرورش کرنے کی اجازت دے دی۔ میرا دلی مقصد یہ تھا کہ جس بچے کی وجہ سے میرے گھر کے آنگن میں بہاریں آ گئیں اسے کچھ عرصہ مزید اپنے پاس رکھوں۔

بھلی ساعت میں آئی دولت ایمان ہاتھوں میں

حضور ﷺ پانچ سال کے ہو گئے ایک دن آپ ﷺ نے مجھے (سیدہ حلیمہ سعدیہ) سے پوچھا امی میں دن کے وقت اپنے بھائیوں کو نہیں دیکھ پاتا وہ کہاں رہتے ہیں؟ میں نے کہا وہ دن کے وقت بکریاں چرانے باہر چلے جاتے ہیں۔ حضور ﷺ نے مچل کر کہا کہ اب میں بھی ان کے ساتھ جایا کروں گا۔ دوسرے دن آپ ﷺ تیار ہوئے میں نے آپ ﷺ کے گلے میں گھونگا ڈال دیا کہ آپ ﷺ کو کوئی بری نظر نہ لگ جائے۔ آپ ﷺ نے ہاتھ میں ایک لاٹھی لے لی اور ایک ننھا سا عیالی بن کر روانہ ہوئے سارا دن باہر رہ کر عشاء کے وقت گھر آئے اسی طرح آپ ﷺ ہر روز جاتے اور اپنے بھائیوں کے ساتھ دن گزارتے پھر میرے بچے مجھے بتاتے جب سے ہمارا مکی بھائی ہمارے ساتھ جانے لگا ہے جہاں جہاں ہم بکریاں لے جاتے ہیں۔ سرسبز گھاس سامنے آتی جاتی۔ جب ہم کسی درخت یا پتھر کے نزدیک سے گزرتے تو "الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی" کی آوازیں آتی ہیں اگر کہیں خشک وادی میں بیٹھ جاتے ہیں تو وہ بھی ہری بھری دکھائی دیتی ہے۔ بچوں کی یہ باتیں سن کر میں حضور ﷺ کو اٹھا لیتی اور آپ ﷺ کا سر اور منہ چوم لیتی۔

ایک دن میں گھر پر تھی میرے دونوں بچے بکریاں چھوڑ کر دوڑے دوڑے گھر آئے اور ایک بچہ ہانپتے ہانپتے کہنے لگا۔ ہمارے قریشی بھائی کو دو آدمیوں نے پکڑ کر لٹا لیا اور ان کا پیٹ چیر دیا ہے۔ میں اور میرے خاوند دوڑے دوڑے وادی میں پہنچے حضور

ﷺ کو کھڑے پایا تو جان میں جان آ گئی۔ میں نے پوچھا تو آپ ﷺ نے بتایا امی میرے پاس نورانی لباس میں ملبوس دو شخص آئے تھے انہوں نے مجھے پکڑ کر لٹایا۔ پیٹ کو چاک کر دیا۔ ان کے پاس ایک سنہری طشتری تھی جس میں برف رکھی ہوئی تھی۔ میرا سینہ چاک کر کے ایک سیاہ رنگ کا لوتھڑا نکالا اور باہر پھینک دیا، میرے زخموں کو دھویا، پھر جوڑا اور برف سے مل دیا اب مجھے کوئی درد یا تکلیف نہیں ہے۔ انہوں نے میرے سینے پر ٹھنڈی برف لگا دی جسے میں اب تک محسوس کر رہا ہوں۔

اس واقعہ کے بعد بنو سعد کے تمام لوگ میرے گھر اکٹھے ہو گئے۔ حضور ﷺ کو چومتے اور حالات پوچھتے سارے قبیلے نے مجھے مشورہ دیا کہ حضور ﷺ کو ان کے دادا حضرت عبدالمطلب کے پاس مکہ چھوڑ دینا چاہئے۔ خدانخواستہ کوئی واقعہ رونما نہ ہو جائے۔
حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس دن مجھے حضور ﷺ کے متعلق بڑی فکر رہنے لگی۔
میں آپ ﷺ کو لے کر مکہ پہنچی۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا حیران تھیں کہا کہ اتنی جلدی کیوں واپس آ گئی؟ اگرچہ میرا ذوق اور جذبہ تو حضور ﷺ سے جدا ہونے کا نہیں تھا۔

میں نے سارے واقعات سنا دیئے حضرت آمنہ ﷺ فرمانے لگیں میرے بچے کو شیطان قطعاً کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا وہ بے مثل ہے اور منفرد ہے۔

الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول اللہ

(بشکریہ ایمز انٹرنیشنل بریڈ فورڈ برطانیہ)

مشکلیں اُمتِ مرحوم کی آساں کر دے ۔ مورِ بے مایہ کو ہمدوشِ سلیماں کر دے

جنسِ نایابِ محبت کو پھر ارزاں کر دے ۔ ہند کے دیر نشینوں کو مسلماں کر دے

(بانگِ درا) "اقبال"

علامہ اقبال کی ایک دعا

جشنِ میلادِ النبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

ڈاکٹر محمد اقبال نقشبندی

ہمارے سردار پیارے نبی حضرت محمد ﷺ واقعہ فیل کے پہلے سال ربیع الاول میں بروز سوموار صبح صادق کے وقت بمطابق بیس اپریل ۵۷۱ء کو مکہ مکرمہ میں حضرت عبدالمطلب کے گھر خاندان بنی ہاشم میں پیدا ہوئے۔

علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ "الوفاء باحوال المصطفیٰ ﷺ" میں ذکر فرماتے ہیں کہ وہب بن زمعہ کی پھوپھی سے مروی ہے کہ جب حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے ہاں رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی تو آپ نے حضرت عبدالمطلب کو اطلاع دینے کے لئے آدمی بھیجا۔ جب وہ خوشخبری سنانے والا پہنچا اس وقت آپ حطیم میں اپنے بیٹوں اور اپنی قوم کے مردوں کے درمیان تشریف فرما تھے۔ آپ کو اطلاع دی گئی کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے ہاں بچہ پیدا ہوا ہے تو آپ کی خوشی ومسرت کی حد نہ رہی۔ آپ اور آپ کے ہم نشین فوراً اٹھے اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس پہنچے تو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے بوقت ولادت جو انوار و تجلیات دیکھی تھیں۔ ان کے بارے میں بتایا۔ آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے آپ ﷺ کو اٹھایا اور کعبہ شریف کے اندر تشریف لے گئے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہے اس کے کرم اور ذرہ پروری کا شکریہ ادا کرتے رہے۔ ابن واقد بیان کرتے ہیں کہ مجھے یوں بتایا گیا کہ اس وقت حضرت عبدالمطلب نے بارگاہ خداوندی میں اس طرح عرض کیا:

الحمد لله الذی اعطانی هذا الغلام الطیب الاردان

"سب تعریفیں اس اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جس نے مجھے پاکیزہ لباس اور منزہ صفات والا پوتا عنایت فرمایا۔"

اعیذه بالبیت ذی الارکان حتی اراه بالغ البنیان

"[illegible] بیت اللہ شریف کی پناہ

میں دیتا ہوں۔"

اعیذہ من شر ذی شنان من حاسد مضطرب العیان

"یہاں تک کہ میں اس کو اس حال میں دیکھوں کہ وہ توانا و طاقتور ہو میں اس کو کینہ و دشمن کے شر سے (اللہ تعالیٰ) کی پناہ میں دیتا ہوں اور اس حاسد کے شر سے جس کی آنکھیں مرض حسد کی وجہ سے بے قرار ہیں۔"

یقیناً ولادت مصطفیٰ علیہ السلام ابدی مسرتوں اور سچی خوشیوں کی پیغامبر بن کر آئی جس سے کائنات کی ہر چیز شاداں و فرحاں تھی، فرشتے شکر ایزدی بجالا رہے تھے عرش اور فرش میں بہار کا سماں تھا، لیکن ایک ذات تھی جو فریاد کناں تھی، پریشان و غم زدہ تھی اور وہ ملعون ابلیس کی ذات تھی۔

اندلس کے مشہور عالم دین و سیرت نگار جناب ابو القاسم سہیلی اپنی کتاب "الروض الانف" مطبوعہ دار الفکر بیروت کی جلد اول صفحہ ۱۸۱ پر رقمطراز ہیں:

ان ابلیس لعنہ اللہ تعالیٰ رن اربع رنات رنۃ حین لعن ورنۃ حین اھبط ورنۃ حین ولد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ورنۃ حین انزلت فاتحۃ الکتاب

ابلیس۔ اللہ تعالیٰ اس پر لعنت نازل فرمائے۔ زندگی میں چار مرتبہ چیخ مار کر رویا۔ پہلی مرتبہ جب اس کو ملعون قرار دیا گیا۔ دوسری مرتبہ جب اسے بلندی سے پستی کی طرف دھکیلا گیا۔

تیسری مرتبہ جب سرکار دو عالم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی اور چوتھی مرتبہ جب سورہ فاتحہ نازل ہوئی۔

اس ضمن میں حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب کہا ہے۔

سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

تاریخ میلاد النبی ﷺ

اس سے قبل کہ جشن میلاد النبی ﷺ کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے مناسب ہو گا کہ اس تاریخ کی تعیین کر لی جائے جس تاریخ کو ہمارے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اس دنیا

میں جلوہ افروز ہوئے۔

اس پر علماء امت کا اتفاق پایا جاتا ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کی ولادت باسعادت بروز سوموار ماہ ربیع الاول میں ہوئی۔ البتہ اس تاریخ کے بارے میں علماء کے درمیان اختلاف پایا جاتا ہے جس میں سرکار علیہ التحیۃ والثناء اس دنیا میں تشریف لائے بعض نے اس ماہ کی دو تاریخ، بعض نے آٹھ تاریخ، بعض نے دس تاریخ بتائی ہے اور بعض نے اس ماہ کی بارہ تاریخ کو متعین کیا ہے اور اسی آخری پر جمہور امت کا اتفاق ہے جبکہ آٹھ تاریخ کا قول علامہ ابن حزم سے منقول ہے۔ علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آپ ﷺ کی ولادت باسعادت دس ربیع الاول کو ہوئی چنانچہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "الوفاء باحوال المصطفیٰ ﷺ" صفحہ ۹۰ پر لکھتے ہیں۔

ولد رسول الله ﷺ يوم الاثنين لعشر خلوده من ربيع الاول عام الفيل	حضور ﷺ کی ولادت باسعادت بروز سوموار عام الفیل دس ربیع الاول کو ہوئی۔

بارہ ربیع الاول والاقول

سب سے اصح اور مشہور قول یہی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت بارہ ربیع الاول کو ہوئی، جس کی تائید وتوثیق مشہور محدثین، مورخین، مفسرین اور سیرت نگاروں کے اقوال سے ہوتی ہے چند کا ذکر یہاں کیا جارہا ہے۔

۱۔ تاریخ میں سب سے مشہور کتاب "تاریخ ابن خلدون" مطبوعہ بیروت (۱۹۶۸ء) کی جلد دوم، صفحہ ۷۱۰ پر مذکور ہے۔

۲۔ مصر کی جلد اول، صفحہ ۱۷۱ پر لکھتے ہیں: "یعنی اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ عام الفیل بارہ ربیع الاول بروز سوموار پیدا ہوئے۔"

۳۔ اسی طرح دیگر متقدمین، مورخین و سیرت نگاروں کے علاوہ دور حاضر کے بہترین سیرت نگار جناب علامہ ابراہیم عرجون اپنی مشہور کتاب "محمد رسول اللہ ﷺ" مطبوعہ دار القلم دمشق (۱۹۸۵ء) کی جلد اول، صفحہ ۱۰۲ پر تحریر فرماتے ہیں:

و قد صح من طرق کثیرة ان محمدا علیه الصلوة والسلام ولد یوم الاثنین عشرة مضت من شهر ربیع الاول عام الفیل	یعنی کثیر ذرائع سے یہ بات صحیح ثابت ہو چکی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ولادت با سعادت بروز سوموار بارہ ربیع الاول فیل کے سال ہوئی۔

۴۔ برصغیر پاک و ہند کے علماء کرام بھی بارہ ربیع الاول کے قائل ہیں، جن میں سرفہرست شیخ الحدیث عبدالحق محدث دہلوی صاحب "مدارج النبوت" ہیں ان کے علاوہ المحدثین کے نامور عالم نواب محمد صدیق خان بھوپالوی صاحب کتاب "الشمامة العنبریة فی مولد خیر البریة" اور دیوبند کے مفتی اعظم محمد شفیع صاحب کتاب "سیرت خاتم الانبیاء" بھی بارہ ربیع الاول کو راجح قرار دیتے ہیں۔

۵۔ آخر میں اس قول کی تائید میں ایک مرفوع حدیث ہے جس کی موجودگی میں اس قول کو کسی صورت بھی رد نہیں کیا جا سکتا۔ سیرت ابن کثیر مطبوعہ دارالفکر بیروت (۱۰۷۸ء) کی جلد اول صفحہ ۱۱۹ پر ہے کہ:

رواه ابن ابی شیبة فی مصنفه عن عفان عن سعید بن میناء عن جابر و ابن عباس انهما قال ولد رسول الله ﷺ عام الفیل یوم الاثنین الثانی عشر من شهر ربیع الاول و هذا هو المشهور عند الجمهور۔	حضرت جابر اور حضرت عبداللہ بن عباس سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سوموار بارہ ربیع الاول کو پیدا ہوئے اور جمہور اہل اسلام کے ہاں یہی تاریخ بارہ ربیع الاول مشہور ہے۔

مذکورہ بالا روایات سے ثابت ہو گیا کہ جمہور اہل اسلام کے نزدیک ہمارے سردار رسول اللہ ﷺ کی ولادت باسعادت بارہ ربیع الاول کو ہوئی تھی۔

تاریخ میلاد النبی ﷺ کی تعیین کے بعد اب آتے ہیں اس تاریخ میں جشن عید میلاد النبی ﷺ کے آغاز کی طرف کہ کب محافل میلاد النبی علیه التحیة والثناء کی ابتداء ہوئی؟ اور کس نے پہلے کی؟ اور اس کے فوائد و ثمرات کیا ہیں؟

جشن میلاد النبی ﷺ کی تاریخ اور فوائد و ثمرات:

اہل علم حضرات کے نزدیک میلاد النبی ﷺ سے مراد سرور اور اس عظیم نعمت پر اللہ رب العزت کا شکر ادا کرنا ہے۔ جس کا حکم وہ ذات ہمیں قرآن مجید کی اس مشہور آیت مبارک کے ذریعہ دے رہی ہے۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا

یعنی اے محبوب ﷺ! فرما دیجئے اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت ملنے پر چاہیے کہ لوگ خوشی منائیں۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمان صدیوں سے بارہ ربیع الاول کو میلاد النبی ﷺ کے موقع پر خوشیوں کا اظہار کرتے چلے آئے ہیں اور اس عظیم نعمت پر اس پاک ذات کا شکر ادا کرتے آئے ہیں۔ جس کی ترغیب خود ہمارے آقا علیہ التحیۃ والثناء نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اپنے میلاد پر دی تھی۔ چنانچہ "صحیح مسلم" مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی (۱۳۷۵ھ) کے صفحہ ۷۹۱ پر ہے کہ آپ ﷺ ہر پیر کے دن روزہ رکھتے تھے، حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے اس روزہ کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا:

فیہ ولدت وفیہ انزل

اس روز میری ولادت ہوئی اور اسی روز مجھ پر قرآن پاک نازل ہوا۔

اس حدیث کی رو سے ربیع الاول میں میلاد النبی ﷺ کے موقع پر خوشی منانا سنت قرار پایا۔ اگر مشہور کتب سیرت اور مولد نبوی ﷺ پر لکھی جانے والی تحریرات مثلاً "مواہب لدنیہ" از قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ سیرت حلبیہ از حلبی، "مدارج النبوۃ" از محدث دہلوی، "المولد الروی فی مولد النبوی" از ملا علی قادری، "تواریخ حبیب الٰہ" از مفتی عنایت اللہ کاکوروی وغیرہ کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانہ سے بارہ ربیع الاول کو میلاد شریف منانے کا نہ صرف اہل مدینہ و مکہ کا معمول چلا آ رہا ہے بلکہ اسی تاریخ کو دنیا کے تمام مسلمان آپ ﷺ کی تشریف آوری پر خوشیوں کا اظہار کر کے اللہ کی اس نعمت پر شکر ادا کرتے ہیں۔ اس امر کی مزید وضاحت میں چند روایات پیش کی جا رہی ہیں:

۱۔ محدث ابن الجوزی متوفی ۵۹۷ھ انکشاف فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: "اہل حرمین شریفین مکہ مکرمہ و مدینہ، مصر، یمن، شام، بلاد عرب اور مشرق و مغرب کے مسلمانوں کا پرانے زمانے سے معمول چلا آ رہا ہے کہ قدیم زمانہ سے بارہ ربیع الاول کا چاند دیکھتے ہی میلاد شریف کی محفلیں منعقد کرتے، خوشیاں مناتے، غسل کرتے، عمدہ لباس زیب تن کرتے، قسم قسم کی زیبائش و آرائش کرتے، خوشبو لگاتے، میلاد النبی ﷺ کے مہینے میں خوب خوشی و مسرت کا اظہار کرتے، مولد شریف پڑھنے کا اہتمام بلیغ کرتے اور اس کی بدولت بڑا ثواب اور عظیم کامیابیاں حاصل کرتے تھے۔" (بیان المیلاد النبوی، ابن جوزی مع اردو ترجمہ ص ۵۸,۵۷، لاہور)

علامہ ابن جوزی نے اپنی اس روایت میں جن مظاہر کا ذکر کیا ہے ان کا تعلق مستحبات سے ہے جن کے کرنے پر ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے پر کوئی گناہ نہیں ہوتا۔ البتہ اس موقع پر سرور کا اظہار اور اس پر تشکر تمام اہل اسلام پر ضروری و واجب ہے، کیونکہ آپ ﷺ کی تشریف آوری تمام مخلوق خدا کے لئے خوشیوں کا پیغام ہے۔"

۲۔ اسی طرح "ضیاء النبی" کی جلد دوم میں پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس حوالے سے علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ انکشاف فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے میلاد النبی ﷺ کا آغاز "اربل" کے بادشاہ الملک ابو سعید المتوفی ۶۳۰ھ نے کیا، جس کا محرک اس وقت کے مشہور محدث حافظ ابن دحیہ کی کتاب "التنویر فی مولد البشیر النذیر" بنی تھی۔ اس عظیم تصنیف پر اس مصنف ابن دحیہ کا الملک المظفر ابو سعید نے ایک ہزار اشرفیاں بطور انعام پیش کیا تھا۔ بادشاہ مذکور ہر سال ربیع الاول کے مہینے میں ایک عظیم الشان محفل میلاد کا انعقاد کیا کرتا تھا جس میں اس وقت کے مشہور علماء اور اکابر صوفیاء شرکت کرتے تھے، یہ بادشاہ ان علماء و صوفیاء کو بہترین خلعتیں پہنانے کے علاوہ ان کی ضیافت پر تین لاکھ دینار کے قریب رقم خرچ کرتا تھا۔

۳۔ اس حوالے سے مشہور محدث سخاوی علیہ رحمۃ فرماتے ہیں کہ:

ان عمل المولد حدث بعد القرون الثلاثة. ثم لا یزال اھل الاسلام من سائر الاقطار والمدن الکبار	کہ موجودہ دور میں محفل میلاد کا انعقاد قرون ثلاثہ کے بعد شروع ہوا پھر اس وقت سے تمام ملکوں میں اور تمام شہروں

يعملون المولد ويتصدقون بأنواع الصدقات ويقراؤا بقراءة مولده الكريم ويظهر عليهم من بركاته كل فضل عميم

میں اہل اسلام، میلاد شریف کی محفلوں کا انعقاد کرتے رہے ہیں اس کی راتوں میں صدقات و خیرات سے غریبوں و مسکینوں کی دلداری کرتے ہیں۔ حضور ﷺ کی ولادت با سعادت کا واقعہ پڑھ کر حاضرین کو بڑے اہتمام سے سنایا جاتا ہے اور اس عمل کی برکتوں سے اللہ تعالیٰ اپنے فضل عمیم کی ان پر بارش برساتا ہے۔"

۴۔ اسی طرح "سیرت حلبیہ" کی جلد اول میں امام نووی کے استاذ الحدیث امام ابوشامہ فرماتے ہیں:

ومن احسن ما ابتدع فی زماننا ما یفعل کل یوم فی الیوم الموافق لیوم مولده ﷺ من الصدقات والمعروف واظهار الزینة والسرور فأن ذلك مع ما فیه من الاحسان للفقراء مشعر بمحبة النبی ﷺ و تعظیمه فی قلب فاعل ذلك و شكر الله تعالی علی ما من به من ایجاد رسول الله ﷺ الذی ارسله رحمة للعالمین.

ہمارے زمانے میں جو بہترین نیا کام کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ لوگ ہر سال حضور ﷺ کے میلاد کے دن صدقات و خیرات کرتے ہیں اور اظہار مسرت کے لئے اپنے گھروں اور کوچوں کو آراستہ کرتے ہیں۔ کیونکہ اس میں کئی فائدے ہیں۔ فقراء مساکین کے ساتھ احسان اور مروت کا برتاؤ ہوتا ہے، نیز جو شخص یہ کام کرتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کی محبت و عظمت ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو "رحمۃ اللعالمین" بنا کر بھیجا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر بہت احسان و امتنان ہے جس

کا شکریہ ادا کرنے کے لئے اس مسرت کا اظہار کیا جاتا ہے۔

۵۔ اس ضمن میں علامہ ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کا قول نہایت اہمیت کا حامل ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

من خواصه انه امان فی ذلك العام و بشری عاجلة بنیل الغیة والمرام

یعنی محفل میلاد کی خصوصی برکتوں میں سے یہ ہے کہ جو اس کو منعقد کرتا ہے اس کی برکت سے سارا سال اللہ تعالیٰ کی حفظ و امان میں رہتا ہے اور اپنے مطلب و مقصد کے جلدی حصول کے لئے یہ ایک بشارت ہے۔

۶۔ اس طرح امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ "الحاوی للفتاوی" کی جلد اول صفحہ ۱۹۲ پر لکھتے ہیں:

فیستحب لنا اظهار الشکر بمولده بالاجتماع و اطعام الطعام و نحو ذلك من وجوه القربات و اظهار المسرات

یعنی ہمارے لئے مستحب ہے کہ میلاد پر اجتماع سے، طعام دینے سے، دیگر وجوہات قربات سے اور خوشیوں کا اظہار کر کے اظہار شکر کریں۔

۷۔ اسی طرح "الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین" کے صفحہ ۶۱ پر حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مجھے میرے والد صاحب نے ارشاد فرمایا:

کنت اصنع فی ایام المولد طعاما صلة بالنبی ﷺ

میں ایام میلاد النبی ﷺ میں رسول اللہ علیہ التحیۃ والثنا کو ثواب پہنچانے کی غرض سے طعام پکانے کا اہتمام کیا کرتا تھا۔

ایک دن مجھے بھنے ہوئے چنوں کے علاوہ کچھ اور میسر نہ ہوا تو میں نے وہی چنے لوگوں میں تقسیم کر دیئے۔ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی اور آپ ﷺ کے سامنے وہی چنے پڑے ہوئے تھے اور آپ ﷺ نہایت خوشی کا اظہار فرما رہے تھے۔

اس واقعہ سے ایک تو محدث دہلوی شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے والد بزرگوار نے اپنا میلاد النبی ﷺ کے حوالے سے معمول بتایا اور دوسرا ایک خاص واقعہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جو بھی حسب توفیق ہو، ایام میلاد میں خیرات کرنا چاہیے اور یہ بھی روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ جو بھی ایام میلاد میں خرچ کرو گے۔ صاحب میلاد کی بارگاہ میں مقبول و منظور ہو گا۔

۸۔ آخر میں یہاں بخاری کی اس مشہور روایت کو ذکر کیا جا رہا ہے، جس میں آتا ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کی خبر جب "ابولہب" کی لونڈی "ثویبہ" نے اسے دی، تو اپنے بھتیجے کی ولادت کی خوشخبری سن کر اپنی لونڈی کو آزاد کر دیا۔ دلچسپ امر یہ ہے کہ ابولہب جیسے مشرک کو کون نہیں جانتا۔ حتیٰ کہ اس کی مذمت میں قرآن میں پوری سورت موجود، لیکن میلاد مصطفی ﷺ پر اظہار مسرت کی برکت سے ہر سوموار سے پانی کا گھونٹ پلایا جاتا ہے اور اس کے عذاب میں اس روز تخفیف کی جاتی ہے۔

علامہ شمس الدین محمد بن شامی رحمۃ اللہ علیہ نے سارا مسئلہ ہی اشعار کی صورت میں حل فرما دیا ہے:

اذا کان ھذا کافر جاء ذمه و تبت یداہ فی الجحیم مخلدا
اتی انه فی یوم الاثنین دائما یخفف عنه للسرور باحمد
وما الظن بالعبد الذی کان عمرہ باحمد مسرور او مات موحدا

ایک کافر جس کی مذمت میں پوری سورت "تبت یدا" نازل ہوئی اور جو تا ابد جہنم میں رہے گا اس کے بارے میں ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت پر اظہار مسرت کی برکت سے ہر سوموار کو اس کے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے تو تمہارا کیا خیال ہے اس بندے کے بارے میں جو زندگی بھر احمد مجتبیٰ ﷺ کی ولادت باسعادت پر خوشی مناتا رہا اور کلمہ توحید پڑھتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوا؟

اس کے بعد اب بھی کوئی شخص جشن میلاد النبی ﷺ کو ٹھیک نہیں سمجھتا تو اس کے لئے امام احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ قول کافی ہے جو "المواھب اللدنیہ" مع الزرقانی جلد اول صفحہ: ۱۳۹ بیروت میں آیا ہے۔

"خدا تعالیٰ رحمتیں نازل فرمائے اس شخص پر جو میلاد ربیع الاول کی راتوں کو خوشیوں کی عیدیں بنالے تاکہ جس کے دل میں بغض شان رسالت کی بیماری ہے اس کے دل پر قیامت قائم ہو جائے۔"

لہٰذا جشن میلاد النبی ﷺ کے موقع پر انتہائی خلوص ومحبت کے ساتھ سرکار علیہ التحیۃ والثناء کی بارگاہ میں صلوٰۃ وسلام کے نذرانے پیش کئے جائیں، راستے، گلیوں، کوچوں اور گھروں میں چراغاں کیا جائے۔ فقراء ومساکین کے ساتھ ہمدردی کی جائے، صدقات وخیرات کثرت سے کئے جائیں علماء امت کی ڈیوٹی ہے کہ وہ عوام الناس کو سیرت محمدیہ سے آگاہ فرمائیں، اور آپ کے اسوۂ حسنہ پر چلنے کی تلقین کریں۔ اس کی تسبیح وتہلیل کے نغمے الاپے جائیں اور یہ اہتمام بہرحال ملحوظ خاطر رہے کہ کوئی ایسی حرکت نہ ہونے پائے جس میں کسی فرمانِ الٰہی کی نافرمانی یا سنت نبویہ ﷺ کی خلاف ورزی ہو۔



[illegible]

عید میلاد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

ملک جنید قادری

تاریخ عالم میں یہ وہ نرالا اور عظمت والا دن ہے کہ اس روز کائنات کے ایجاد کا باعث گردش لیل ونہار کا مطلوب، بانی کعبہ کی دعا، ابن مریم کی بشارت کا ظہور ہوا۔ کائنات وجود کے الجھے ہوئے گیسوؤں کو سنوارنے والے، تمام جہاں کے بگڑے نظام کو سدھارنے والے یعنی سید الاصفیاء، اشرف الانبیاء، محبوب کبریا، احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ عالم آب وگل میں رونق افروز ہوئے۔

ربیع الاول جو کہ آپ ﷺ کی پیدائش کا مہینہ ہے بڑی فضیلت والا ہے۔ علماء اسلام نے اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا کہ ماہ ربیع الاول کا مرتبہ باقی تمام مہینوں سے بلند ہے حتیٰ کہ رمضان المبارک بھی اجر وثواب کے لحاظ سے اس ماہ مکرم سے کم ہے کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔ "رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا۔" (البقرہ)

اور ربیع الاول وہ مہینہ ہے جس میں صاحب قرآن تشریف فرما ہوئے۔ ہماری حقیقی عید تو اسی ماہ مبارک میں ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنا پیارا محبوب ﷺ ہمیں عطا فرمایا۔ اگر وہ محبوب تشریف نہ لاتا تو رمضان، قرآن، ایمان غرض یہ کہ کوئی چیز بھی ہمیں نہ ملتی یہ سب ان کا صدقہ اور خاص کرم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ہمیں نوازا، ہم پر بہت سی نعمتیں نازل فرمائیں اگر ہم اپنے جسم ہی کی طرف دیکھیں تو آنکھ، کان، بازو، پاؤں وغیرہ ایسی نعمتیں ہیں کہ ساری کائنات ان کی قیمت نہیں بن سکتی۔ جبکہ اللہ نے یہ نعمتیں ہمیں مفت عطا فرمائیں اور کسی قسم کا احسان نہ جتلایا لیکن جب کائنات میں اپنا پیارا حبیب ﷺ بھیجا تو ارشاد فرمایا: اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا کہ ان میں بڑی عظمت والا رسول بھیج دیا۔ (آل عمران)

معلوم ہوا یہ وہ نعمت عظمیٰ ہے جس پر اللہ نے احسان جتلایا ہے۔ احسان اسی نعمت پر ظاہر کیا جاتا ہے جس پر دینے والے کو خود بھی ناز ہو۔

اسی لئے ہمیں اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس نعمت عظمیٰ پر خوشی منانے کا حکم دیا ہے۔

ارشاد ہوتا ہے "اے حبیب! تم فرماؤ کہ اللہ ہی کے فضل اور اس کی رحمت کے سبب جو ان پر ہوا اس پر چاہئے کہ خوشی کریں وہ (خوشی منانا) بہتر ہے ان سب چیزوں سے جو وہ جمع کرتے ہیں۔" (سورہ یونس)

اس آیت مبارکہ میں حضور ﷺ کے جشن میلاد کو منانے کا حکم دیا جا رہا ہے کہ اے لوگو! اگر تم کو واقعی اس بات کی خوشی ہے کہ پیارا رسول تمہاری طرف آیا ہے تو تم خوشی مناؤ اور خوشی بھی اس طرح کہ عید کا سا سماں ہو۔ دوسری طرف اللہ نے ان منافقوں کا بھی ذکر کیا ہے جو اس خوشی کو خوشی نہیں سمجھتے۔ ارشاد ہوا "کیا تم نے نہیں دیکھا ان لوگوں کو جنہوں نے اللہ کی نعمت کو ناشکری میں بدل دیا۔ (ابراہیم) سید المفسرین حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ناشکری کرنے والا کافر ہے اور محمد ﷺ اللہ کی نعمت ہیں۔ اب تک ہم نے آیات قرآنی کی مدد سے عید میلاد کی شرعی حیثیت بیان کی۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ باری تعالیٰ نے اپنے حبیب کا جشن عید میلاد کس طرح منایا۔

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی والدہ فرماتی ہیں جب آپ ﷺ کی ولادت ہوئی میں خانہ کعبہ کے پاس تھی میں نے دیکھا خانہ کعبہ نور سے منور ہو گیا ہے اور ستارے زمین کے اتنے قریب آ گئے کہ مجھے یہ گمان ہوا کہ کہیں وہ مجھ پر گر نہ پڑیں۔ حضرت سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا خود فرماتی ہیں، جب آپ ﷺ کی ولادت ہوئی تو ساتھ ہی ایسا نور نکلا جس سے شرق تا غرب ساری کائنات روشن ہو گئی۔ آپ ﷺ یہ بھی فرماتی ہیں کہ میں نے تین جھنڈے بھی دیکھے ایک مشرق میں گاڑا گیا دوسرا مغرب میں اور تیسرا خانہ کعبہ کی چھت پر گاڑا گیا۔ (اہل بدعت کون از انجینئر عبدالمصطفیٰ قادری بحوالہ سیرۃ حلبیہ، خصائص کبریٰ)

ہم تو عید میلاد کی خوشی میں صرف اپنے گھروں اور گلیوں میں چراغاں کرتے ہیں جبکہ خالق کائنات نے نہ صرف ساری زمین پر چراغاں کیا بلکہ آسمان کے ستاروں کو فانوس اور قمقمے بنا کر زمین کے قریب کر دیا اور اس سال اتنا زیادہ غلہ پیدا ہوا کہ تاریخ میں اس سال کا نام خوشحالی کا سال رکھا گیا۔

نثار تیری چہل پہل پر ہزاروں عیدیں ربیع الاول
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

میلاد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پہلا جلوس

انتخاب: حافظ محمد محسن قادری

ہزاروں افراد پر مشتمل ایک قافلہ دردمنداں رواں دواں ہے ہر شخص نہایت احترام اور عقیدت کے ساتھ سر جھکائے چل رہا ہے۔ لوگ یثرب کے در و دیوار سے دیوانہ وار لپٹ رہے ہیں اور ان کے ساتھ لگتے ہی بے اختیار انہیں چومنے لگتے ہیں۔ کچھ افراد کی آنکھیں اشکبار ہیں اور بعض کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب رواں دواں ہے۔ ان سب کے آگے ایک شخص دیوانہ وار چل رہا ہے وہ کبھی یثرب کی گلیوں اور کبھی مکانوں کی دیواروں کو بے اختیار چومنے لگ جاتا ہے اور کبھی انہیں حسرت سے تکنے لگتا ہے۔ یہ شخص کوئی معمولی آدمی نہیں شاہانہ لباس میں ملبوس ہے اور اپنے طور اور اطوار سے اس قافلہ عشاق کا قائد نظر آتا ہے لیکن آج وہ شاہانہ جاہ و جلال طمطراق اور شان و شوکت کی بجائے عجز و انکسار کا پیکر اور والہانہ جذبات کا مظہر دکھائی دیتا ہے۔ وہ عجب وارفتگی اور شگفتگی کے عالم میں کچھ کہہ رہا ہے۔ اس کی آواز اور لہجے میں نہایت دردمندی اور سوز و گداز موجود ہے۔ وہ نہایت احترام اور بے پناہ عقیدت کے ساتھ گویا ہے۔ اس کے ہر لفظ سے درد و سوز اور آرزومندی کی بے پایاں خوشبو آ رہی ہے وہ کہہ رہا ہے۔

یثرب کی گلیو! گواہ رہنا کہ تبع الحمیری تمہارے آقا ﷺ کا سچا غلام ہے۔ یثرب کے بازارو اور اس کے مکانات کی پاکیزہ دیوارو! شاہد رہنا اور یاد رکھنا کہ میں تمہارے مولا ﷺ کا نہایت ادنیٰ عقیدت مند اور نام لیوا ہوں۔ اے مقدس اور محترم دروازو! محتشم اور مکرم دیوارو! میں تمہیں بوسے دیتا ہوں۔ تمہاری گلیوں کی خاک کو چوم رہا ہوں بلکہ اس خاک پا کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بنانے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

اے ارض یثرب! یہ آسمان صرف اس لئے سربلند اور سرفراز ہے کہ اس نے تیرے شہر کی چھت کو بوسہ دیا ہے۔ یہ خاک اس لئے ارجمند ہے کہ یہ میرے آقا و مولا

ﷺ کی بارگاہ بننے والی ہے یہ وہ مقام ہے جہاں آفتاب سعادت طلوع ہونے والا ہے اور جس کی آمد سے دنیا بھر کی ظلمتیں چھٹ جائیں گی۔ ہر طرف نور ہی نور ہوگا اور ساری کائنات انہی سعادتوں اور برکتوں سے معمور ہو جائے گی۔ اے ارضِ مقدس یہاں بدرِ منیر طلوع ہوگا جس کی چاندنی سے ساری فضا پرنور ہو جائے گی اور دلوں کے اندھیرے کافور ہو جائیں گے۔

یہ شخص اسی وارفتگی اور دل بستگی کے ساتھ یثرب کی تمام گلیوں اور بازاروں کا گشت کرتا ہے اور تعظیم بجا لاتا ہے وہ یوں چل رہا ہے گویا کسی مقدس شے کا طواف کر رہا ہے۔ وہ عربی کے دل آویز اشعار پڑھتا جاتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی ان دیکھے اور نامعلوم محبوب کی تعریف میں رطب اللسان ہے وہ کہتا ہے۔

ترجمہ: میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول برحق ہیں۔

ترجمہ: اگر میری عمر حضور ﷺ تک پہنچی تو میں ضرور ان کا معین و مددگار رہوں گا اور میں ان کے دشمنوں سے جہاد کروں گا اور ان کے دل سے ہر غم کو دور کر دوں گا۔

تاریخ کے اوراق کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ یثرب کے کوچہ و بازار میں وارفتگی کے عالم میں یہ شعر پڑھنے والا اور لباس شاہانہ میں ملبوس شخص تبع الحمیری ہے جس کا اصل نام حمیر بن وردع ہے اور تاریخ میں وہ ملک تبع کے نام سے مشہور ہے۔ وہ یمن کا شہنشاہ ہے اور کئی بادشاہوں سے برتر و افضل ہے۔ چار دانگ عالم میں اس کی دھاک بیٹھی ہوئی ہے۔ لیکن آج وہ یثرب کے کوچہ و بازار میں اپنے نادیدہ محبوب کی یاد میں دل فگار ہے وہ پریشان حال پھر رہا ہے اور اس کی فوج کے تمام سپاہی درباری وزراء اور امراء بھی عجز و انکساری کی تصویر بنے ساتھ ساتھ چل رہے ہیں۔

دوسرا منظر

ایک ہزار سال بعد اسی شہر کا نام اب مدینہ ہے پہلے اسے یثرب کہتے تھے۔ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ایک نورانی شخصیت شتر سوار داخل ہو رہی ہے لوگ جوش و خروش سے اس پیکر نور اور دل آویز شخصیت کا استقبال کر رہے ہیں۔ ہر شخص آگے بڑھ کر ناقہ کی

باگ پکڑنے کی سعادت حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہے اور ہر فرد کمال وارفتگی میں ان کے آگے بچھا جاتا ہے۔ معصوم بچیاں خوش الحانی سے گا رہی ہیں کہ آج وداع کی گھاٹیوں سے چودھویں کا چاند طلوع ہوا ہے۔

شہر میں داخلے کے بعد ہر شخص کی خواہش اور کوشش ہے کہ یہ مہمان عزیز اسی کے گھر رونق افروز ہو۔ درد کے مارے لوگوں کا عجیب حال ہے شہر کا عجیب وغریب سماں ہے۔ پورا شہر بقعہ نور بنا ہوا ہے لوگوں نے بڑھ چڑھ کر یہ کوشش کی کہ اونٹنی کی مہار پکڑ لیں اور مہمان گرامی کو اپنے گھر لے جائیں مگر یہ برتر شخصیت پیکر نور ونکہت اچانک لب کشا ہوتی ہے۔

دعوھا فانھا مامورۃ (اس اونٹنی کو چھوڑ دو۔ یہ اللہ کی جانب سے مامور ہے)۔

یہ لفظ سنتے ہی سارے لوگ بے قرار ہو کر پیچھے ہٹ جاتے ہیں اور اونٹنی چلتے چلتے ایک مقام پر آ کر خود ہی رک جاتی ہے اور بیٹھ جاتی ہے لیکن اس ناقہ کے عظیم سوار جب نیچے نہیں اترتے تو وہ پھر اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔ تھوڑی دور جا کر ایک دروازے کے سامنے بیٹھ جاتی ہے اور پھر پہلی ہی جگہ آ کر بیٹھ جاتی ہے اب کی بار وہ اپنی گردن زمین پر ڈال دیتی ہے شہر مدینہ کے مہمان گرامی نیچے اترتے ہیں اور اپنا ساز وسامان اتارنے کا اشارہ کرتے ہیں ایک غریب و مفلس مگر دردمندی کی دولت سے مالامال شخص سامان اتارنے لگتا ہے تو کچھ اور لوگ جرات کر کے اپنی خواہش کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ حضور سامان یہیں رہنے دیں اور آپ ﷺ ہمارے گھر تشریف لے چلیں۔

مہمان ذی وقار فرماتے ہیں۔

المرء مع رحلہ مرد اپنے سامان کے ساتھ ہوتا ہے۔

پھر یہ مہمان گرامی ﷺ اسی گھر میں تشریف لاتے ہیں جہاں یہ اونٹنی بیٹھتی ہے۔

یہ ابو ایوب انصاری کا گھر ہے مہمان ذی وقار ﷺ نے اپنے رب کے حکم کا انتظار کیا حتیٰ کہ اونٹنی خود بخود اپنی منزل پہ جا کر بیٹھ گئی۔

شخص ... اونٹنی ... غریب ... کے گھر ... کے پاس جا کر کیوں بیٹھی؟

اور مہمان ذی وقار ﷺ یہیں کیوں اتر گئے؟ نہ صرف اس روز ہر شخص حیران تھا بلکہ پندرہ سو سال سے تاریخ ششدر ہے کہ آخر اس میں کیا مصلحت اور کیا حکمت تھی کہ اونٹنی بڑے بڑے امراء کے دروازوں پر نہیں بیٹھی باگ پکڑنے والوں کے اشاروں پر نہیں رکی اور جب بیٹھی تو ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے دروازے کے سامنے بیٹھ گئی۔

جسے چاہا اپنا بنالیا، جسے چاہا در پہ بلالیا
یہ بڑے کرم کے ہیں فیصلے یہ بڑے نصیب کی بات ہے

آئیے! آج تاریخ کے اوراق کی ورق گردانی کرتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ پیغمبر ذی وقار ﷺ اس چار پاؤں کے جانور کو مامور من اللہ کیوں فرماتے ہیں کہ یہ حیوان ابوایوب انصاری ہی کے گھر کے سامنے کیوں رکتا ہے؟ وہ کون سا سربستہ راز ہے جس کا انکشاف نہیں ہوتا اور وہ کون سی وجہ ہے جس کا اظہار نہیں کیا جاتا۔

تاریخ بتاتی ہے وہ سرکار کائنات رسول مقبول ﷺ کی ولادت باسعادت سے ایک ہزار سال قبل کی بات ہے کہ یمن کا ایک بادشاہ ملک تبع بڑے جلال و جبروت اور شان و شوکت کا حامل بادشاہ تھا جو اپنی عقل و ذہانت کی وجہ سے صدیوں ممتاز جہاں رہا محمد الحق اپنی کتاب "مغازی" میں لکھتے ہیں کہ تبع ان پانچ بادشاہوں میں ایک تھا جنہوں نے کائنات ارضی پر قبضہ جمارکھا تھا اس دور میں بھی اس کے پاس بہت بڑا لشکر تھا جس میں ایک لاکھ ۳۳ ہزار سوار اور ایک لاکھ ۱۳ ہزار پیدل سپاہی شامل تھے۔ اس کے دربار میں دانشمند وزراء اور ارکان سلطنت ہر وقت موجود رہتے جن کی تعداد ہزاروں تک پہنچی تھی۔ یہ شہنشاہ ایک بار اپنے لشکر جرار کے ساتھ گرد و نواح کے علاقوں کو فتح کرنے کے لئے یمن سے نکلا اور فتوحات کے خیمے گاڑتا ہوا جب مکہ مکرمہ کے پاس پہنچا تو اہل مکہ نہ اس کے لشکر کی قوت سے مرعوب ہوئے اور نہ کسی فرد نے شان و شوکت سے اس کا استقبال کیا اس صورت حال سے بہت غضب ناک ہوا۔ وزراء میں سے کسی نے اسے بتایا کہ اہل عرب اپنی جہالت پر نازاں ہیں اور چونکہ اس شہر میں کعبۃ اللہ ہے جسے سب سے پاک گھر کہا گیا ہے اس لئے وہ اس کے پاسبان ہونے کے ناطے کسی کو خاطر میں نہیں لاتے۔

قتل عام کا حکم دے دیا لیکن اس حکم کے جاری ہوتے ہی اسے ایک پراسرار بیماری نے آن گھیرا اور اس کے کان ناک اور منہ سے خون بہنے لگا وہ سر کے درد سے بے حال ہو گیا کئی طبیبوں نے علاج کیا لیکن کوئی علاج بھی کارگر ثابت نہ ہوا۔ حتیٰ کہ اس عجیب بیماری کے باعث وہ موت کے منہ سے جا لگا۔ بادشاہ کی بے بسی اور بے چارگی دیکھ کر ایک صاحب بصیرت شخص سامنے آیا اور اس نے کہا میں بادشاہ کا علاج کر سکتا ہوں بشرطیکہ میں جو بھی سوال کروں اس کا مجھے صحیح جواب دیا جائے۔

بادشاہ نے اس مرد دانا کی بات مان لی اور الگ کمرے میں چلا گیا۔ یہ مرد دانا بادشاہ سے سوال کرتا رہا اور بادشاہ جواب دیتا رہا۔ جب بادشاہ نے کعبۃ اللہ کو مسمار کرنے اور اہل مکہ کا قتل عام کرنے کے ارادے کا ذکر کیا تو اس دانائے راز نے کہا: بادشاہ سلامت یہی تمہاری اصل بیماری ہے جس نے تمہیں کئی دنوں سے مبتلائے عذاب کر رکھا ہے اس خیال خام کو دل سے نکال دو کیونکہ اس گھر کا مالک اللہ تعالیٰ ہے جس نے اس کی حفاظت کا ذمہ لے رکھا ہے۔

بادشاہ نے دانائے راز کے کہنے پر اپنے مذموم ارادے کو ترک کر دیا اور سچے دل سے توبہ کی۔ کہتے ہیں کہ مرد حق کی پراسرار بیماری جاتی رہی اور وہ مکمل طور پر صحت یاب ہو گیا اس کے بعد بادشاہ نے خانہ کعبہ کا طواف کیا اور اہل مکہ کو بہت بڑی ضیافت دی جس میں سبھی چھوٹے بڑے اور ادنیٰ و اعلیٰ شریک ہوئے۔ ضیافت میں پانی کی بجائے شہد پیش کیا گیا۔ اس کے بعد بادشاہ نے نایاب قسم کے ریشم سے کعبۃ اللہ کا غلاف تیار کرایا مگر خواب میں وہی اشارہ ہوا کہ یہ مناسب نہیں تیسرے روز برد یمانی اور حریر ملا کر سات پردوں میں غلاف تیار کروایا اس کے بعد بادشاہ نے کعبہ سے تمام بتوں کو نکلوا دیا اور اس کی خوب تزئین و آرائش کی دروازہ مقفل کر کے چابی مجاور کے حوالے کر دی اور پھر اپنی مہم پر چل پڑا۔ کئی علاقے فتح کر کے یثرب آ پہنچا۔ اہل یثرب مقابلے کی تاب نہ لاتے ہوئے شہر کے دروازے مقفل کر کے قلعہ بند ہو گئے کئی ماہ گزر گئے لیکن بادشاہ اپنے لشکر قاہرہ کے باوجود شہر کو فتح اور اہل مدینہ کو مطیع نہ کر سکا۔ آخر کار اہل شہر کے حالات کی جستجو میں لگ گیا تاکہ کہیں

ہفتوں اور مہینوں کے گزرنے کے باوجود اسے کامیابی کی کوئی صورت نظر نہ آئی۔ اسے شب خون مارنے کا بھی موقع نہ ملا۔ ایک روز علی الصبح اس نے اپنے لشکر کے خیموں کے باہر کھجوروں کی گٹھلیاں پڑی دیکھیں تو وہ بہت حیران ہوا کیونکہ اس کے اپنے زادِ راہ میں کھجوروں کا نام و نشان بھی موجود نہ تھا۔

اس نے اہل لشکر سے استفسار کیا تو سپاہیوں نے بتایا کہ رات کے آخری حصے میں یثرب شہر کی فصیل کے اوپر سے کھجوروں سے بھری ہوئی بوریاں پھینک دی جاتی ہیں جنہیں ہم کھا لیتے ہیں۔ بادشاہ تبع الحمیری یہ سن کر حیران و پریشان رہ گیا اور کہنے لگا کہ ہم تو مہینوں سے اس شہر کا محاصرہ کئے ہوئے ہیں باہر سے تمام رسد بند کر کے نہ صرف انہیں بھوکا مارنے کی کوشش میں ہیں بلکہ اس کے مکینوں کو لوٹنا قتل کرنا اور تباہ و برباد کرنا چاہتے ہیں لیکن یہ عجیب لوگ ہیں جو حالت جنگ میں اپنے دشمنوں کے ساتھ دوستوں والا سلوک کر رہے ہیں۔

بادشاہ گہری سوچ میں پڑ گیا مسئلہ حل نہیں ہو رہا تھا آخر اس نے اس کی وجہ دریافت کرنے کے لئے اپنی فوج کے اکابر کو یثرب کے اکابرین کے ساتھ رابطہ قائم کرنے کا حکم دیا۔ جب یہ بات یثرب کے مستند علماء اور احبار تک پہنچی تو انہوں نے کہا ہم دور دراز علاقوں سے آ کر یہاں آباد ہوئے ہیں۔ ان میں سے کسی کا تعلق خیبر سے ہے اور کسی کا کسی دوسرے علاقے سے کوئی شام سے آیا ہے اور کوئی مصر سے۔ لیکن ہم یہودی ہیں۔ ہم نے تورات اور زبور جیسی الہامی کتابوں میں یہ پڑھا ہے کہ یہاں نبی آخر الزمان آنے والے ہیں اور ہم یہاں رہ کر انہی کا انتظار کر رہے ہیں۔ ہماری کتب اور صحائف سماوی کے مطابق پیغمبر آخر الزمان ﷺ کریم اور شفیق و انیس ہونے کے ساتھ ساتھ مہمان نواز بھی ہوں گے اس لئے ہم بھی اپنے آپ کو ان جیسی صفات کریمہ سے متصف کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

تبع الحمیری اہل یثرب کی ان باتوں اور حسن سلوک سے بہت متاثر ہوا۔ اس کے سینے میں سوز و گداز سے معمور دل پگھل گیا اور بے اختیار رونے لگا۔ وہ اس بات سے اثر پذیر ہوا کہ وہ پیغمبر ابھی مبعوث بھی نہیں ہوئے لیکن ان کے اوصاف کریمہ پر لوگوں نے عمل

شروع کر دیا وہ روتا جاتا تھا اور کہتا جاتا تھا کہ کاش وہ اس نبی کریم ﷺ کے دور مسعود میں ہوتا۔ ان پر ایمان لاتا اور سرخرو ہوتا۔ اور جب وہ اپنی قوم کے مظالم سے تنگ آ کر یہاں تشریف لاتے تو ان کا خدمت گزار ہوتا۔ نبی کریم ﷺ کے بارے میں دل آویز باتیں سن کر اس کا شوق دیدار بڑھ گیا۔ اس نے اہل یثرب سے اجازت مانگی کہ وہ اس شہر محبوب کی گلیوں، مکانوں اور بازاروں کی زیارت کر سکے۔ اجازت ملنے پر وہ شہر میں داخل ہوا۔ پورا لشکر اس کے ساتھ تھا آج وہ فاتح نہیں مفتوح تھا، بادشاہ نہیں فقیر تھا، وہ دل گرفتہ جلوس کے ساتھ یثرب کے بازاروں اور گلیوں میں گھومتا رہا اس کے شوق فراواں اور ذوق بے پایاں کا یہ عالم تھا کہ درد سے لبریز اور سوز سے معمور اشعار پڑھنے لگا حتیٰ کہ مورخین بتاتے ہیں کہ اس کے لشکریوں نے یا محمد ﷺ یا محمد ﷺ کے نعرے لگائے اور حضور پرنور ﷺ کو یاد کر کے بے حد روئے اور آنسو بہائے۔

میلاد النبی ﷺ کا پہلا جلوس

یوں معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ عالم میں عید میلاد النبی کا یہ پہلا جلوس تھا جو سرور کائنات ﷺ کی ولادت باسعادت سے ایک ہزار برس قبل اسی شہر میں نکالا گیا جہاں آپ ﷺ تشریف لانے والے تھے اور وہ شہر دارالہجرت بننے والا تھا۔ آقائے نامدار ﷺ کی ولادت یعنی آمد کی خوشی میں یہ عظیم الشان جلوس تھا جس کی قیادت اس وقت کا بہت بڑا فرماں روا کر رہا تھا اور اس کے اکابر سلطنت عمائدین اور لشکری عقیدت و احترام کے پھول نچھاور کرتے دست بستہ اور سر جھکائے اس کے ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ انسان اس واقعہ سے حیران و ششدر رہ جاتا تھا کہ وہ کیسے مہمان محترم تھے جن کا جلوس ان کی آمد سے ایک ہزار سال قبل نکالا جا رہا تھا جس میں شاہ و گدا، ادنیٰ و اعلیٰ، امیر و غریب بھی خلوص دل سے شریک تھے۔

تبع الحمیری نے اس کے بعد یثرب کے سارے شہر کو صاف کرایا۔ عالیشان اور خوبصورت عمارتیں تعمیر کرائیں اس کی خواہش تھی کہ وہ یہیں کا ہو رہے اور یہودی علماء کے ساتھ وہ بھی نبی آخر الزماں ﷺ کا انتظار کرے لیکن امور سلطنت نے یہ خواہش پوری نہ

ہونے دی۔ بعض روایات کے مطابق وہ کافی مدت یہاں مقیم رہا لیکن اس کی عدم موجودگی میں یمن میں بغاوت ہوگئی تو اسے بادل نخواستہ واپس ہونا پڑا۔ اس نے اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے علماء کو چار سو خوبصورت مکانات بنوا کر دیئے اور انہیں زندگی کی تمام سہولتیں فراہم کیں۔ ان علماء میں سے شاموں نامی ایک عالم تھا جسے خوبصورت مکان بنوا کر دیا اور اس کے بعد اپنے ہاتھ سے لکھا ہوا ایک خط بھی دیا' جس پر اپنی مہر لگا کر بادشاہ نے اسے صندوقچے میں مقفل کر دیا چابی شاموں کے حوالے کر کے اسے سخت تاکید کی کہ اگر اسے نبی آخر الزمان ﷺ کا زمانہ اور دیدار نصیب ہو تو یہ خط بصد احترام انہیں پیش کر دینا اور اگر تمہیں یہ سعادت نصیب نہ ہو سکے تو اپنی اولاد کو تاکید کر دینا حتیٰ کہ وہ روز سعید آ جائے جب وہ پیغمبر و رہبر کامل ﷺ) دنیا و جہاں میں تشریف لے آئیں۔ شاہ یمن تبع الحمیری نے اپنے خط میں لکھا۔

یہ خط حضرت محمد مصطفی ﷺ کی جانب ہے جو حضرت عبداللہ کے بیٹے خاتم النبیین اور رسول رب العالمین ہیں۔ تبع بن وروع کی طرف سے اما بعد میں محمد ﷺ کی کتاب پر ایمان لایا جو اللہ نے آپ ﷺ پر نازل کی آپ ﷺ کے دین پر اور آپ ﷺ کی سنت پر بھی ایمان لایا۔ آپ ﷺ کے رب پر ایمان لایا جو تمام جہانوں اور تمام چیزوں کا رب اور مالک ہے آپ ﷺ کے رب کی طرف سے ایمان اور اسلام کی جو فضلیتیں نازل ہوئیں میں نے انہیں قبول کیا۔ اگر میں نے آپ ﷺ کو پایا تو میں نے نعمت حاصل کر لی اور اگر نہ پاسکا تو آپ میرے لئے قیامت کے دن شفاعت فرما دیجئے اس لئے کہ میں آپ ﷺ کی اولین امت میں سے ہوں، واللہ اس دن مجھے فراموش نہ کیجئے گا میں نے آپ ﷺ کی اتباع آپ کی تشریف آوری اور آپ ﷺ کی بعثت سے پہلے کی ہے میں آپ ﷺ کی ملت اور آپ ﷺ کے باپ ابراہیم علیہ السلام کی ملت پر قائم ہوں۔

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ کی سعادت

کتب سیر و تاریخ میں درج ہے کہ یہ خط نسل بعد نسل حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچا ابو ایوب رضی اللہ عنہ شاموں کی اکیسویں پشت میں سے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ سرور

کائنات ﷺ کی اونٹنی حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر کے قریب بیٹھ گئی اور حضور پرنور ﷺ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے گھر ٹھہرے۔ وہ انصار جنہوں نے آنحضرت ﷺ کی حمایت و مدد کی، وہ چار سو علماء و حکماء کی اولاد میں سے تھے جن کے لئے تبع نے مکانات بنوائے تھے۔ اس سے ثابت ہو گیا کہ انصار کوئی معمولی لوگ نہ تھے ایک دوسری روایت کے مطابق حضور نبی کریم ﷺ جب مدینہ تشریف لا رہے تھے تو ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے ایک معتبر شخص کے ذریعے وہ مکتوب گرامی حضور پرنور ﷺ کی خدمت میں روانہ کر دیا تاکہ وہ جلد از جلد مکتوب الیہ تک پہنچ سکے اور وہ اس بار امانت سے سبکدوش ہو سکیں۔ جو صدیوں سے ان کے خاندان میں چلا آیا تھا ہجرت کے دوران نبی اکرم ﷺ ابھی قبیلہ بنی سلیم میں تھے کہ یہ قاصد پہنچ گیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس شخص کو دیکھتے ہی فرمایا:

"تو ابو یعلیٰ ہے؟ اور کیا تبع کا خط تیرے ہی پاس ہے یہ الفاظ سن کر وہ شخص حیران و ششدر رہ گیا کیونکہ وہ حضور پاک ﷺ کو پہچانتا بھی نہیں تھا اور نہ حضور پرنور ﷺ پہلے کبھی اس سے ملے تھے اس نے حیران ہو کر دریافت کیا۔

آپ ﷺ کون ہیں اور مجھے آپ ﷺ کے چہرے سے جادو کے آثار بھی نظر نہیں آتے۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا میں محمد ﷺ بن عبداللہ ہوں اور صاحب کتاب ہوں۔ اللہ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے ابو یعلیٰ نے جیب سے خط نکالا اور حضور پاک ﷺ کی خدمت عالیہ میں پیش کر دیا۔ حضور پرنور ﷺ جب اس خط کے مضمون سے آگاہ ہوئے تو آپ ﷺ نے زبان مبارک سے تین مرتبہ فرمایا:

مرحبا یا اخی الصالح یعنی اے صالح بھائی مرحبا۔

سب سے پہلا عاشق رسول ﷺ

اس واقعہ سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا تھا کہ یہ ناقہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہے اور یہ وہیں ٹھہرے گی جہاں اس کی منزل ہے۔ چنانچہ دنیا والوں نے دیکھا کہ آقائے نامدار ﷺ کی اونٹنی وہاں پر ہی رکی جو ابو ایوب رضی اللہ عنہ کا دروازہ تھا اور یہیں پھر مسجد نبوی تعمیر ہوئی۔ اس بنا پر شیخ زید الدین مراغی

فرماتے ہیں کہ اگر یہ کہہ دیا جائے کہ رسول اکرم ﷺ ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان میں نہیں اترے بلکہ اپنے ہی مکان میں اترے تھے تو بے جا نہ ہوگا کیونکہ یہ مکان ایک ہزار سال قبل انہی کے لئے تعمیر کرایا گیا تھا اور ایک سچے عاشق رسول کی آرزو تھی کہ نبی آخر الزمان ﷺ وہاں قیام فرمائیں اور اس طرح اس کا پیغام درد ان تک پہنچ سکے۔ یہ ایک دردمند کی فریاد تھی جو مقبول بارگاہ ہو چکی تھی زمان و مکان کے فاصلے مٹ چکے تھے اور نبی اکرم ﷺ کی ناقہ وہیں رکی جہاں ایک ہزار سال قبل رکنے کا اللہ تعالیٰ نے تبع الحمیری کے ذریعے انتظام فرما دیا تھا۔ یہ مکان دراصل آپ ﷺ ہی کے لئے تعمیر کیا گیا تھا اور ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا قیام محض آپ ﷺ کی تشریف آوری کے انتظار کے لئے تھا۔ پھر آنحضرت ﷺ نے اسی مکان میں قیام فرمایا۔ کتنے محترم ہیں وہ لوگ جن کی آرزوئیں پایہ تکمیل تک پہنچ جاتی ہیں۔ کتنے سعادت مند ہیں وہ لوگ جن کی تمنائیں بر آتی ہیں اور برگ و بار لاتی ہیں اور کتنے عظیم ہیں وہ لوگ جن کی خواہشیں اور دعائیں مقبول بارگاہ ہوتی ہیں۔

تبع الحمیری اور اس کے چار سو ساتھی عظیم تھے اور کتنے سعادت مند تھے کہ ایک ہزار سال نبی آخر الزمان ﷺ کے انتظار میں گزار دیئے، دس صدیوں پر محیط طویل فاصلے نہ ان کی آرزوؤں میں کمی کر سکے اور نہ ان کے ارادوں کو کمزور و متزلزل کر سکے۔ انتظار کے لمحات کتنے کٹھن اور جاں گسل ہوتے ہیں۔ انتظار میں تو لمحات مہینے اور مہینے سال بن جاتے ہیں اور سال صدیاں لگتی ہیں لیکن ان لوگوں کی عظمت ہمت اور جرأت پر سلام جنہوں نے انتظار محبوب میں صدیاں گزار دیں۔ آخرکار ان کی اولاد سعید نے وہ مقام بلند حاصل کیا جس کے لئے دنیا ترستی ہے اور ابد الآباد تک ترستی اور تڑپتی رہے گی۔

مدینہ کی اس سرزمین پر دس صدیوں کے دوران کیا کیا واقعات بیت گئے، کیا کیا اور کیسے کیسے نشیب و فراز گزر گئے۔ کیسے کیسے قافلے اور کارواں آئے اور چلے گئے۔ کتنے ماہ و سال آئے لیکن اہل مدینہ کا انتظار ختم نہ ہوا وہ انتظار کرتے رہے کرتے رہے۔ انتظار ہی ان کی معراج تھا اور انتظار ہی ان کا مقصود اور نصب العین تھا اور آخرکار وہ وقت آیا کہ وہ اپنی مراد پا گئے اور اہل مکہ کو دیکھئے کہ ان کے گھر چاند نکلا لیکن اس کی روشنی دیکھ کر ان کی آنکھیں چندھیا گئیں اور ادھر انتظار تھا کہ سرفراز ہو گئے اور اپنے منتہائے مقصود کو پہنچ گئے۔

جہاں تک تبع الحمیری کا تعلق ہے وہ بھی سرفراز اور سر بلند ہوا اور اپنی منزل مراد کو پہنچا اور صالح بھائی کا خطاب پایا۔ خط کے مندرجات سننے کے بعد اس کے بارے میں معمولی اعزاز نہ تھا اور جہاں تک شاموں کا تعلق ہے اس کی نسل سے ابوایوب انصاری کو میزبانی کا شرف حاصل ہوا جو کسی اور کو بسیار کوشش اور خواہش کے باوجود نہ مل سکا۔

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا

اس کے ساتھ ساتھ اہلِ مدینہ کو انصار کا لقب ملا یعنی مدد کرنے والے اگر تبع الحمیری کے اشعار کی جانب توجہ کی جائے تو اس نے ایک ہزار سال قبل کہا تھا اگر میری عمر ان تک پہنچی تو میں ادنی غلام کی طرح ان کی خدمت کروں گا اور ان کا معین و مددگار بنوں گا۔ ان کے دشمنوں کے ساتھ جہاد کروں گا اور ان کے دل محزون سے ہر غم کو دور کر دوں گا۔

تبع الحمیری کی یہ دعا قبول ٹھہری اور ان کے آباد کئے ہوئے چار سو علماء و حکماء کی اولاد آگے چل کر نبی امی کی معین و مددگار بنی اور انہوں نے رسول اکرم ﷺ کے تمام دکھ درد دور کرنے میں اپنی تمام تر قوتیں اور توانائیاں صرف کر دیں۔ جان و مال قربان کرنے سے دریغ نہ کیا اور امداد طلب کرنے کے وقت کہا کہ "یارسول اللہ ﷺ! ہم آپ کے ساتھ ہیں آپ فرمائیں گے تو آگ میں بھی کود جائیں گے آپ حکم دیں گے تو سمندر میں چھلانگیں لگا دیں گے۔"

یارب تو کریمی و رسولِ تو کریم ﷺ

صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم

سعدیؒ

دنیائے انسانیت کی سب سے بڑی عید

مولانا سید عظمت علی شاہ ہمدانی ☆

عید میلاد النبی علیٰ صاحبہ افضل الصلوٰۃ والسلام صرف مسلمانوں ہی کے لئے نہیں تمام انسانوں کے لئے بلکہ تمام جہانوں کے لئے گوناگوں برکتوں، رحمتوں، عظمتوں، نعمتوں اور سعادتوں کا باعث و موجب ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ﳔ وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۝ قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْیَفْرَحُوْاؕ هُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ۝ (سورۂ یونس)

"اے لوگو! بے شک آ گئی ہے تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے نصیحت اور تمہارے سینوں میں جو (بیماریاں اور روگ) ہیں ان کے لئے شفا اور ایمان والوں کے لئے ہدایت اور رحمت۔ (اے حبیب) آپ فرمائیے! یہ محض اللہ کے فضل اور اس کی رحمت کی بدولت ہے۔ پس چاہئے کہ اس پر خوشی منائیں وہ اس سے بہتر ہے جو وہ جمع کرتے ہیں۔"

اللہ رب العالمین کی جانب سے انسانوں کے لئے نصیحت اور ان کے دلوں کی گوناگوں بیماریوں اور روگوں کے لئے شفا اور اہل ایمان کے لئے ہدایت اور رحمت لانے والی عظیم اور مقدس ہستی کی اس عالم میں تشریف آوری کوئی عام اور معمولی نوعیت کا واقعہ نہیں بلکہ نہایت ہی اہم ترین اور عظیم ترین واقعہ ہے۔

وہ اعظم و اعلیٰ شخصیت جو تمام انسانوں اور تمام جہانوں کے لئے رحمت عام ہے اور اہل ایمان اور عالم اسلام کے لئے رحمت خاص ہے۔ اس کی ولادت باسعادت کا دن

☆ مہتمم اعلیٰ: دارالعلوم قمر الاسلام سلیمانیہ پنجاب کالونی کراچی

بلاشبہ سب سے عظیم اور یادگار دن ہے جس کی یاد منانا تمام انسانوں کے لئے بالعموم اور مسلمانوں کے لئے بالخصوص لازمی اور ضروری ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت کا ذکر و شکر قرآن و سنت کی رو سے نہ صرف مستحسن و مستحب بلکہ لازم و واجب ہے تو وہ نعمت عظمیٰ جو تمام نعمتوں کا سرچشمہ ہے اس کا ذکر واجب کے طور پر بدرجہ اولیٰ لازم و ضروری اور باعث خیر و برکت اور امن و سعادت ہے اور اس کا شکر ادا نہ کرنا کفرانِ نعمت ہے. جس کی طرف خود منعم حقیقی نے سابقہ امتوں کو بھی اور امت محمدیہ علیٰ صاحبہا افضل التحیۃ والثناء کو بھی قرآن کریم میں بار بار متوجہ فرمایا ہے۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ الخ (البقرہ،۴۰)

اے بنی اسرائیل! میری ان نعمتوں کو یاد کرو جو میں نے تم پر کیں اور پورا کرو میرے (ساتھ کئے ہوئے) وعدہ کو۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ (البقرہ،۴۷)

اے اولاد یعقوب علیہ السلام! یاد کرو میرا وہ احسان جو میں نے تم پر کیا اور (یہ کہ) میں نے فضیلت دی تمہیں سارے جہاں والوں پر۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ (المائدہ،۱۱)

اے ایمان والو! یاد کرو اللہ کی نعمت جو تم پر ہوئی جب پختہ ارادہ کر لیا تھا ایک قوم نے کہ بڑھائیں تمہاری طرف اپنے ہاتھ تو اس نے روک لیا ان کے ہاتھوں کو تم سے۔

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۪ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ (النحل۔۱۱۴)

پس کھاؤ اس سے جو رزق دیا تمہیں اللہ تعالیٰ نے جو حلال و طیب ہے اور شکر کرو اللہ کی نعمت کا۔

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ

اور یاد کرو جب (تمہیں) مطلع فرمایا تمہارے رب نے (اس حقیقت سے) کہ

عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ○ (ابراہیم ۷) اگر تم پہلے احسانات پر شکر ادا کرو گے تو میں مزید اضافہ کر دوں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو (جان لو) یقیناً میرا عذاب شدید ہے۔

سیدی ضیاء الامت علامہ پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ اپنی مایہ ناز تصنیف ضیاء النبی ﷺ میں رقم طراز ہیں: "المختصر بے شمار آیات ہیں، جن میں انعامات الٰہی پر شکر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور کثیر التعداد آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بار بار جھنجوڑ کر یہ بتایا ہے کہ اگر تم ان نعمتوں پر شکر ادا کرو گے تو ان میں مزید اضافہ کر دیا جائے گا اور جو کفرانِ نعمت کے مرتکب ہوں گے، ان کو ان نعمتوں سے محروم کر دیا جائے گا اور عذاب الیم میں جھونک دیا جائے گا۔"

پانی، ہوا اور روشنی، کان، آنکھیں اور دل، صحت، شباب اور خوشحالی یہ سب خداوند ذوالجلال کی نعمتیں ہیں اور ان پر شکر ادا کرنا واجب ہے۔ جب ان فنا ہونے والی نعمتوں پر شکر ادا کرنا لازمی ہے تو خود بتائیے اس رحمت مجسم ہادی اعظم محسن کائنات ﷺ کی تشریف آوری اور بعثت پر شکر ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ کیا اس احسان سے کوئی اور احسان بڑا ہے، اس نعمت سے کوئی اور نعمت عظیم ہے؟ جس ذات والاصفات نے بندے کا ٹوٹا ہوا رشتہ اپنے خالق حقیقی کے ساتھ استوار کر دیا، جس نے انسانیت کے بخت خوابیدہ کو بیدار کر دیا، جس نے اولاد آدم کے بگڑے مقدر کو سنوار دیا۔ جو کسی خاندان، قبیلے، قوم اور ملک اور زمانے کے لئے رحمت بن کر نہیں آیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق کے لئے ابر رحمت بن کر برسا۔ جس کی فیض رسانی زمان و مکان کی قیود سے نہیں، جو ہر تشنہ لب کو معرفت الٰہی کے آب زلال سے سیراب کرنے کے لئے تشریف لایا۔ ہر گم کردہ راہ کو صراط مستقیم پر گامزن کرنے کے لئے آیا۔ ہر کہ ومہ کے لئے جس نے حریم قرب الٰہی کے دروازے کھول دیئے۔ کیا اس نعمت عظمیٰ اور ابدی احسان پر شکر ادا کرنا ہم پر فرض نہیں؟ کیا خداوند کریم کے اس لطف بے پایاں پر اس کا شکر ادا کر کے اس کے وعدے کے مطابق ہم اس کی مزید نعمتوں کے مستحق قرار نہیں ...

غضب و عتاب الٰہی کی وعید کا ہدف نہیں بنے گا؟

سرکار کائنات فخر موجودات ﷺ کی آمد وہ عظیم المرتبت انعام ہے جس کو منعم حقیقی نے اپنی قدرت کی زبان سے خصوصی طور پر علیحدہ ذکر کیا ہے۔

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (آل عمران ۱۶۴)

یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اس نے بھیجا ان میں ایک رسول انہیں میں سے، پڑھتا ہے ان پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے انہیں اور سکھاتا ہے انہیں کتاب و حکمت اگرچہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔

عظیم المرتبت انعام کو حنان و منان پروردگار نے اہل ایمان کے ساتھ خاص کر کے حضور ﷺ کی قدر و منزلت اور وقعت و عظمت کو پہچاننے، اس کو یاد رکھنے اور اس کو یاد کرتے رہنے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے اور فرحت و مسرت کا اظہار کرنے کی جانب ایمان والوں کو متوجہ فرمایا ہے۔

قرآن کریم کی سورہ یونس کی جن آیات کا حوالہ آغاز میں دیا ہے وہاں فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا کے الفاظ میں فرحت و مسرت کے اظہار کا خاص طور سے حکم دیا گیا ہے۔ اسی بنا پر اہل ایمان اس عظیم، مقدس، مبارک اور یادگار دن کو فرحت و مسرت اور خوشی و شادمانی کا اظہار کرتے ہیں اور اس دن کو عید کی حیثیت سے مناتے ہیں۔

اگر بنظر غائر دیکھا جائے تو عید میلاد النبی ﷺ ہی تمام عیدوں کا مبدا و ماخذ ہے۔ محبوب خدا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کا ظہور پرنور ہوا تو مخلوق کو اپنے خالق حقیقی اور مالک حقیقی کا شعور اور اپنے معبود حقیقی کی توحید کا ادراک اور ایمان، ایقان و عرفان اور احسان کی دولت نصیب ہوئی۔

حضور ﷺ کی بدولت قرآن عظیم جیسی نعمت غیر مترقبہ حاصل ہوئی۔ رمضان المبارک اور اس کے نتیجہ کے طور پر عید الفطر کی خوشیاں، حج و قربانی کی سعادتیں اور ان کی بناء پر

دن عید ین سعید ین کا بھی مبدا اور ماخذ ہے اس کی مسرتیں، فرحتیں، عظمتیں اور سعادتیں بلاشبہ کہیں زیادہ ہیں اور یہی دن سب سے بڑھ کر عید کی حیثیت سے منائے جانے کا حقدار ہے۔

جس کے آگے ہیچ ہیں عیدوں کی سب رعنائیاں در حقیقت عید عیداں، عید میلاد النبی ﷺ

اسی لئے تو اہل ایمان و اہل اسلام ہمیشہ سے اس عظیم اور مقدس دن کو عید کی حیثیت سے مانتے چلے آ رہے ہیں اور اس دن عید کی مانند بہجت و مسرت کا اظہار کرتے چلے آ رہے ہیں۔ شارح بخاری حضرت امام احمد بن محمد القسطلانی رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں۔

لا زال اهل الاسلام يحتفلون بشهر مولده عليه الصلوة والسلام يعملون الولائم و يتصدقون فى لياليه بانواع الصدقات و يظهرون السرور و يزيدون فى المبرات و يحتفلون بقرائة مولده الكريم و يظهر عليهم من بركاته من فضل عميم۔

(زرقانی علی المواہب)

یعنی حضور اکرم ﷺ کے میلاد شریف کے مہینے میں اہل اسلام ہمیشہ سے میلاد کی محفلیں منعقد کرتے ہیں۔ وہ اظہار مسرت کے طور پر دعوت کرتے ہیں۔ کھانے پکاتے ہیں ان راتوں میں قسم قسم کے صدقات و خیرات کرتے ہیں۔ خوشیوں اور مسرتوں کا اظہار کرتے ہیں اور نیکیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور حضور اکرم ﷺ کا میلاد شریف پڑھنے کا خاص طور سے اہتمام کرتے ہیں چنانچہ ان پر اس کی برکتوں اور فضل عمیم کا ظہور ہوتا ہے۔

ابو شامہ جو امام نووی شارح صحیح مسلم کے استاذ الحدیث ہیں، فرماتے ہیں:

و من احسن ما ابتدع فى زماننا ما يفعل كل عام فى اليوم الموافق ليوم مولده ﷺ من الصدقات والمعروف واظهار الزينة والسرور فان ذلك

ہمارے زمانے میں جو بہترین نیا کام کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ لوگ ہر سال حضور ﷺ کے میلاد کے دن صدقات اور خیرات کرتے ہیں اور اظہار مسرت کے

الفقراء مشعر بحبه النبی ﷺ و تعظیمه فی قلب فاعل ذلك و شكر الله تعالی علی ما من به من ایجاد رسول الله ﷺ الذی ارسله رحمة للعلمین۔

(السیرۃ الحلبیہ۔ جلد اول، ص ۸۰)

کرتے ہیں کیونکہ اس میں کئی فائدے ہیں۔ فقراء و مساکین کے ساتھ احسان اور مروت کا برتاؤ ہوتا ہے نیز جو شخص یہ کام کرتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے محبوب کی محبت اور عظمت کا چراغ ضیاء بار ہے اور سب سے بڑی بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم ﷺ کو پیدا فرما کر حضور کو رحمۃ للعالمین کی خلعت فاخرہ پہنا کر مبعوث فرمایا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر بہت بڑا احسان ہے جس کا شکر ادا کرنے کے لئے اس بہجت و مسرت کا اظہار کیا جا رہا ہے۔

عظیم محدث علامہ ابن جوزی فرماتے ہیں:

اهل الحرمین الشریفین والمصر والشام و سائر بلاد العرب من الشرق والغرب یحتفلون بمجلس مولد النبی ﷺ یفرحون بقدوم هلال شهر ربیع الاول و یهتمون اهتماما بلیغا علی القرائة لمولد النبی ﷺ ینالون بذالك اجرا جزیلا و فوزا عظیما۔

(المیلاد النبوی بحوالہ ضیائے حرم، عید میلاد النبی نمبر)

اہل مکہ و مدینہ، اہل مصر و اہل شام اور تمام عالم اسلام (مشرق تا مغرب) ہمیشہ سے حضور ﷺ کے میلاد شریف کے موقع پر محافل میلاد کا انعقاد کرتے چلے آ رہے ہیں۔ ربیع الاول شریف کا چاند نظر آتے ہی وہ خوشیاں منانے لگتے ہیں اور سب سے زیادہ اہتمام نبی کریم ﷺ کے میلاد پڑھنے کا کرتے ہیں اور اس کے ذریعے وہ بہت زیادہ اجر و ثواب اور بہت بڑی کامیابی سے ہمکنار ہوتے ہیں

علامہ حافظ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں کہ امام سہیلی نے ذکر کیا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ جب ابولہب مرگیا تو میں نے ایک سال بعد اسے خواب میں برے حال میں دیکھا تو اس نے کہا تم سے جدا ہونے کے بعد مجھے کوئی آرام اور راحت نہیں ملی سوائے اس کے کہ ہر پیر کے دن مجھ سے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ اس لئے کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت پیر کے دن ہوئی، اور ثویبہ نے ابولہب کو آپ کی ولادت کی خوشخبری سنائی تو اس خوشی میں اس نے ثویبہ کو آزاد کر دیا تھا۔ (فتح الباری. جلد ۹ ص ۱۱۸)

شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں:

دریں جا سند است مر اہل موالید را کہ در شب میلاد آں سرور ﷺ کنند و بذل اموال نمایند یعنی ابولہب کہ کافر بود چوں بسرور میلاد آں حضرت و بذل شیر جاریہ بجہت جزا دادہ شد تا حال مسلماں کہ مملو است بہ محبت و سرور چہ باشد۔

اس واقعہ میں میلاد منانے والوں کے لئے سند ہے یعنی ابولہب کہ کافر تھا آنحضرت ﷺ کی میلاد کی خوشی کی وجہ سے اس کو صلہ دیا گیا تو اس مسلمان کا کیا عالم ہوگا جو آپ کی محبت سے سرشار ہو کر میلاد پاک کی خوشی منائے۔

(مدارج النبوت)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اپنا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ میں میلاد شریف کے موقع پر مکہ معظمہ میں حضور اکرم ﷺ کے مولد شریف میں موجود تھا میں نے اس مجلس میں انوار و برکات نازل ہوتے ہوئے دیکھے۔ میں نے غور و فکر کیا تو میں نے یہ انوار ان ملائکہ کی جانب سے پائے جو ایسی مجالس اور مشاہد پر معمور ہوتے ہیں۔ (فیوض الحرمین)

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد حضرت شاہ عبدالرحیم سے روایت کرتے ہیں کہ میں میلاد پاک کے دنوں میں ہمیشہ کھانا تیار کر کے لوگوں کو کھلاتا تھا۔ مگر ایک مرتبہ سوائے بھنے ہوئے چنوں کے مجھے کچھ میسر نہ آیا تو میں نے انہیں کے ذریعے ہدیہ پیش کر کے تقسیم کر دیئے۔ مجھے خواب میں حضور ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی میں کیا دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ کے سامنے ...

حضرت شاہ رفیع الدین فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو پیر کے دن روزہ رکھنے کی تعلیم فرمائی تھی کہ یہ میرے میلاد کا دن ہے اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ ہمیشہ پیر کو روزہ رکھا کرتے۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی فرماتے ہیں کہ مشرب فقیر کا یہ ہے کہ محفل مولود میں شریک ہوتا ہوں بلکہ ذریعہ برکات سمجھ کر ہر سال منعقد کرتا ہوں اور قیام میں لطف و لذت پاتا ہوں۔ (فیصلہ ہفت مسئلہ)

الختصر یہ کہ قرون اولیٰ سے لے کر آج تک ہر دور میں اہل اسلام عید میلاد النبی ﷺ محبت وعقیدت، ادب و احترام کے ساتھ مناتے چلے آ رہے ہیں۔ ان میں وہ علمائے دین، صلحائے امت اور زعمائے ملت بھی ہیں جن کی زندگیاں بدعات و سیئات کے خلاف جہاد کے لئے وقف رہیں۔ لہٰذا عید میلاد النبی ﷺ کے مشروع و مستحسن ہونے میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔

لہٰذا تمام انسانوں بالعموم اور تمام مسلمانوں کی بالخصوص یہ ذمہ داری ہے کہ اپنے محسن اعظم ہادی اکرم ﷺ کا جشن میلاد نہایت ذوق وشوق، عقیدت ومحبت، تعظیم وتکریم اور ادب و احترام سے منائیں۔ فقراء ومساکین کی امداد و اعانت کریں، صدقات و خیرات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔ جلوس، جلسوں، ولادت مبارکہ اور سیرت مقدسہ پر خطابات و مقالات اور صلوٰۃ وسلام کی کثرت سے "ورفعنا لک ذکرک" کی عملی تفسیر بنیں اور سب سے اہم اور اساسی امر یہ ہے کہ آپ کے اسوۂ حسنہ کو خضر راہ بنا کر آپ ﷺ سے سچی محبت کا ثبوت پیش کریں۔

لو کان حبك صادقا لا طعته ان المحب لمن یحب مطیع

جشن میلاد النبی ﷺ میں جوش وخروش کی فراوانی میں عقل وہوش کا دامن مضبوطی سے تھامنے کی ضرورت ہے تاکہ اس عظیم اور مقدس دن کا تقدس کسی بھی موقع پر مجروح نہ ہونے پائے اور کوئی خلاف شرع حرکت سرزد نہ ہونے پائے۔

رب کریم اپنے حبیب کریم ﷺ کا یہ یوم عظیم ہمیں پورے آداب کے ساتھ منانے اور آپ کی سچی محبت کماحقہ اطاعت کی توفیق عطا فرمائے اور روز محشر آپ کی

طیبہ کا چاند، حضرت سیّدہ آمنہ کی گود میں

شارحِ بخاری علامہ سید محمود احمد رضوی محدث لاہوری رحمہ اللہ

کائنات عالم کا ذرہ ذرہ اس روشن حقیقت کا شاہد گواہ ہے کہ ۱۲ ربیع الاول شریف وہ ساعت ہمایوں ہے جس میں آفتاب رسالت، مہتاب نبوت سید عالم، نور مجسم، ہادی سبل، ختم الرسل، احمد مجتبیٰ مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثنا نے صحن عالم میں قدم رنجہ فرمایا اور آپ کی ضیاء پاشیوں سے کائنات کا کونہ کونہ بقعۂ نور بن گیا۔ یہ مقدس ساعت جس میں حضور انور ﷺ نے طلوع اجلال فرمایا۔ دنیا بھر کے مسلمانوں کی ایسی خوشی ہے جس کا کوئی بدل نہیں اور اس تقریب سعید کو دنیا کے کروڑوں فرزندان توحید نہایت تزک و احتشام سے مناتے ہیں اور آپ کی ولادت باسعادت کی خوشی منانے میں راحت ابدی محسوس کرتے ہیں۔

آج پاک و ہند بلکہ دنیا کے شہروں قصبوں اور گلیوں کو دلہن کی طرح سجایا جائے گا۔ جلوس اور جلسے منعقد ہوں گے اور ہر فرزند توحید محسن کائنات ﷺ کے حضور میں نذر عقیدت پیش کر کے ثواب عظیم پائے گا۔ ۱۲ ربیع الاول کے تاریخی یوم پر سردار دو جہاں کی سیرت و صورت و فضائل و مناقب پر تقاریر ہوں گی۔ حمد و نعت کے پرکیف نغموں سے حاضرین کے قلوب کو روشن و منور کیا جائے گا۔ غربا پروری ہوگی۔ ریڈیو اور اخبارات کے ذریعے تاجدار دو عالم ﷺ کی سیرت مقدسہ پر مقالے پڑھے جائیں گے۔ مشاعروں میں ماہ طیبہ ﷺ کی مدح ہوگی۔ مؤمنین مخلصین باادب کھڑے ہو کر شہنشاہِ کائنات ﷺ کے حضور میں ہدیۂ درود و سلام پیش کریں گے۔

غرضیکہ وہاں فلک پر یہاں زمین پر دھوم مچے گی۔ شادی رچے گی محبوب رب العالمین ﷺ کے ذکر پاک سے فضاء معمور ہوگی اور انوار و برکات قدسیہ کی بارش ہوگی۔ جن و ملک اور انسان اس ہستی کے نقش اول اور خداوند قدوس کے خلیفہ اعظم اور اس کی ذات و صفات کے مظہر اتم کی سیرت پاک سے درس حاصل کریں گے

ہاں ہاں جب سے آمنہ خاتون کے نورِ نظر اور حضرت عبداللہ کے درِ یتیم نے اس دار فانی میں قدم رنجہ فرمایا ہے۔تب سے لے کر جب تک دنیا قائم ہے اسلام کے کروڑوں فرزندوں نے آپ کی ولادت باسعادت کے جشن منانے کو ذریعۂ نجات تصور کیا ہے۔اسلام کی سنہری تاریخ میں اس سے باعزت دن اور کوئی نہیں ہے۔خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے آج ہم آقائے نامدار کی پاکیزہ ولادت کا یوم سعید پاکستان کی آزاد فضا میں منا رہے ہیں۔آج راعی اور رعایا ایک ہی سطح پر ایستادہ ہو کر حضور نور مجسم ﷺ کی عنایات کا اور ان کے رب کریم کے انعامات کا شکریہ بجالاتے ہیں اور یہی وہ پاکیزہ جذبہ اور حقیقی اطاعت ہے جس پر عابد و معبود کا رفیع الشان قصر تعمیر ہوتا ہے۔حضور ﷺ کی ذات ستودہ صفات ہی وہ پاکیزہ ہستی ہے جس نے گمراہ انسان کو قعر مذلت سے اٹھا کر انسانیت کی اس بلندی پر پہنچا دیا جہاں ملائک بھی رشک کرتے ہیں۔

آؤ ہم اور آپ مل کر بخلوص قلب دعا کریں کہ اللہ رب العزت جل مجدہ ہمیں نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کی مسرت و انبساط کے طفیل دین و دنیا کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے اور ہمیں آپ کی سیرت پاک کو اپنانے اور آپ کے بتائے ہوئے مقدس راستے پر گامزن ہونے کی توفیق رفیق عطا فرمائے۔

آج دنیا میں محمد مصطفیٰ ﷺ پیدا ہوئے   مصطفیٰ ﷺ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

۱۲ ربیع الاول وہ مقدس دن ہے جس میں آسمان نبوت کے نیر اعظم حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ تشریف فرمائے عزت و جلال ہوئے۔یہ مقدس دن تاریخ کا ایک اہم دن ہے اور اس کی تعظیم و تکریم علامت ایمان اور اس مقدس دن کی یاد روح و جسم دونوں کی عید ہے۔

۱۲ ربیع الاول کو پورے پاکستان میں اس تقریب سعید کو پورے عزو وقار سے منایا گیا۔اس دن پاکستان کے ہر شہر ہر قصبہ اور گاؤں میں جلوس نکلے اور سیرت النبی ﷺ کے جلسے منعقد ہوئے اور گلی کوچے اور بازار رنگ برنگی جھنڈیوں اور خوبصورت محرابوں اور دروازوں سے سجائے گئے۔رات کو جشن چراغاں ہوا اور ہر مسلمان نے اپنے ہادیٔ اکرم ﷺ کی بارگاہ میں گلہائے محبت و عقیدت پیش کیے۔

یہ یوم مبارک ایک مومن کے لئے تو اس کے جسم و روح دونوں کی عید ہے۔ حضور سید عالم ﷺ نے ہم پر اور ہم سے پہلوں پر اور ہماری آئندہ آنے والی نسلوں پر جو احسان عظیم فرمایا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کا حق شکر گزاری ادا کرنا ہی ناممکن ہے۔ ہمارے قلوب آپ کی محبت و عقیدت سے جس قدر لبریز ہیں۔ اور ہماری زبانیں جس قدر اپنے عظیم المرتبت ہادی ﷺ کی یاد میں رطب اللسان رہیں پھر بھی کم ہے۔

میلاد النبی کی تقاریب جہاں آپ کی یاد قائم رکھنے کا ایک طریقہ ہیں وہاں آپ کی ہدایات و ارشادات کی تبلیغ و اشاعت کا بھی ایک نہایت ہی نفیس ذریعہ ہیں۔ سیرت کے مقدس جلسوں میں سال کے بعد ایک ایسا موقع مل جاتا ہے کہ جس میں ہر طبقہ کے مسلمانوں تک دین اسلام کی باتیں پہنچ جاتی ہیں اور دین کی کافی تبلیغ ہو جاتی ہے۔

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

حیاتِ مقدس ایک نظر میں

۲۲ اپریل ۵۷۱ء	......	پیدائش
تقریباً ایک ہفتہ بعد	......	حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی آغوش رضاعت میں
پانچ سال کی عمر میں	......	پھر آغوشِ مادر میں
چھ سال کی عمر میں	......	والدہ ماجدہ کا انتقال
آٹھ سال کی عمر میں	......	دادا (عبدالمطلب) کی وفات
بارہ سال کی عمر میں	......	شام کا پہلا تجارتی سفر
۲۵ سال کی عمر میں	......	حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح
۳۰ سال کی عمر میں	......	قوم کی طرف سے الامین کا خطاب
۳۵ سال کی عمر میں	......	تمام قبائل کی طرف سے حکم (ثالث) ماننا
		حضرت علی رضی اللہ عنہ کی کفالت
۳۷ سال کی عمر میں	......	غارِ حرا میں خلوت اور عبادت و تفکر
۴۰ سال کی عمر میں	......	نزولِ وحی

۳ نبوی	۴۳ سال کی عمر میں	چالیس زن و مرد کا اسلام قبول کرنا
۵ نبوی	۴۵ سال کی عمر میں	حبشہ کی طرف ہجرت کے لئے صحابہ رضی اللہ عنہم کو حکم
۶ نبوی	۴۶ سال کی عمر میں	حضرت حمزہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کا اسلام لانا
۷ نبوی	۴۷ سال کی عمر میں	کفار قریش کی جانب سے بائیکاٹ اور شعب ابی طالب میں محصور ہونا
۱۰ نبوی	۵۰ سال کی عمر میں	معاشرتی مقاطعہ (بائیکاٹ) کا خاتمہ۔ چچا ابوطالب کا انتقال، حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات۔ تبلیغ اسلام کے لئے طائف کا سفر۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نکاح۔ معراج کا واقعہ
۱۱ نبوی	۵۱ سال کی عمر میں	یثرب (مدینے) کے چھ آدمیوں کا قبول اسلام۔
۱۲ نبوی	۵۲ سال کی عمر میں	یثرب کے بارہ آدمیوں کا قبول اسلام۔
۱۳ نبوی	۵۳ سال کی عمر میں	یثرب (مدینے) کے ۷۲ آدمیوں کا قبول اسلام۔ ہجرت مدینہ
۱ھ	۵۴ سال کی عمر میں	مدینے کے شہری نظم و نسق کی دیکھ بھال
۲ھ	۵۶ سال کی عمر میں	کفار کا پہلا حملہ (غزوۂ بدر)
۳ھ	۵۷ سال کی عمر میں	کفار کا دوسرا حملہ (غزوۂ احد)
۴ھ	۵۸ سال کی عمر میں	بنی عامر کی چالبازی اور قاریوں کی شہادت
۵ھ	۵۹ سال کی عمر میں	کفار کا تیسرا حملہ (غزوۂ خندق)
۶ھ	۶۰ سال کی عمر میں	صلح حدیبیہ
۷ھ	۶۱ سال کی عمر میں	بادشاہوں کو دعوت نامے۔ فتح خیبر
۸ھ	۶۲ سال کی عمر میں	موتہ کی جنگ، فتح مکہ اور غزوۂ حنین
۹ھ	۶۳ سال کی عمر میں	غزوۂ تبوک۔ مسلمانوں کا حج ادا کرنا۔ وفود کی آمد
۱۱ھ	۶۳ سال کی عمر میں	حجۃ الوداع اور مشہور آخری خطبہ
۱۱ھ	۶۳ سال کی عمر میں	علالت و رحلت

نوٹ: قارئین اسی مزاج کا ایک تفصیلی مضمون صفحہ نمبر ۱۸۶ تا ۱۹۶ ملاحظہ فرمائیں کہ محقق نے بعض جگہ اپنی تحقیق کے پیش نظر اختلاف کیا ہے۔

نور کا ظہور اس گھر میں ہوا

سید محمد جعفر

وہ گھر مبارک جہاں حضور سرور کائنات حضرت محمد ﷺ پیدا ہوئے، مکہ معظمہ میں واقع ہے۔ یہ خانہ کعبہ سے شمال مشرق کی جانب تقریباً ۵۰۰ میٹر کے فاصلے پر کوہ ابو قیس کی ایک گھاٹی میں واقع ہے جو پہلے شعب ابی طالب اور اب شعب علی رضی اللہ عنہ کے نام سے موسوم ہے۔ اب یہاں ایک اہم تجارتی مرکز سوق اللیل واقع ہے۔ اس گھر کے بالکل سامنے "موقف السیارۃ" یعنی کار۔ پارک ہے جس سڑک سے یہ گھر متصل ہے اس کا نام "الطریق الدائری الاول" First Circular Road ہے۔ اس باعظمت گھر کے قریب ہی دائیں جانب شارع مسجد الحرام آ کر ملتی ہے۔

رحمت عالم ﷺ کا یوم میلاد آج سے تقریباً ۱۴۵۹ سال قبل اسی خانہ اطہر میں طلوع ہوا تھا۔ اب یہ ایک دو منزلہ گلابی رنگ کی عمارت ہے۔ تقریباً ۳۰ فٹ چوڑی اور ۸۰ فٹ لمبی۔ دروازہ محراب دار ہے اور دروازے سے تقریباً ایک فٹ ادھر دائیں بائیں بھورے رنگ کے دو ستون ہیں۔ سرمئی رنگ کا لوہے کا دروازہ ہے دروازے سے ذرا اوپر ایک بورڈ آویزاں ہے۔ یہ تقریباً سات فٹ لمبا اور تین فٹ چوڑا ہے۔ اس پر "وزارت الحج والاوقاف مکتبہ مکہ مکرمۃ" کے الفاظ درج ہیں۔ اس بورڈ سے ذرا اوپر تقریباً ۸ فٹ لمبی ایک بالکنی ہے جو بلندی میں چھت سے جا ملتی ہے۔ دائیں بائیں سبز رنگ کی دو کھڑکیاں ہیں۔ اس عمارت کا فرش سڑک کی سطح سے تقریباً ڈیڑھ فٹ نیچے ہے اور عمارت میں داخل ہونے کے لئے دو زینے بنا دیئے گئے ہیں۔ دائیں بائیں دو گلیوں میں تین زینے اتر کر بائیں گلی میں داخل ہوں تو سامنے دائیں طرف ایک بورڈ نظر آئے گا جس پر اس محلے کا نام درج ہے۔ محلہ مولد النبی ﷺ اس عمارت کا ایک دروازہ کھلتا ہے۔ یہ دروازہ بھی لوہے کا ہے اور اس کا بھی رنگ سبز ہے اس دروازے کی دائیں طرف ایک دروازے سے جتنی بڑی سبز

رنگ کی کھڑکی ہے بالائی منزل کی چھ بڑی کھڑکیاں ہیں اور ایک چھوٹی ان کے رنگ بھی سبز ہیں۔

اس عمارت کی بائیں جانب ایک اور گلی ہے جہاں مکان کی دیوار سے تقریباً ڈیڑھ فٹ گلی کی طرف ایک سات فٹ بلند لوہے کی جالی نصب ہے جو دیوار کے آخر تک جاتی ہے۔اس جانب بھی بالائی منزل میں سات کھڑکیاں ہیں۔ چھ بڑی اور ایک چھوٹی۔ دائیں طرف کچھ فاصلے پر دو سرنگیں نظر آتی ہیں جو کوہ ابو قبیس سے نکالی گئی ہیں۔کوہ ابو قبیس کے بارے میں ایک روایت ہے کہ کرۂ ارض پر سب سے پہلے جو پہاڑ نمودار ہوا وہ کوہ ابو قبیس ہی تھا۔ یہ سرنگیں آمدورفت کو آسان بنانے کے لئے تعمیر کی گئی ہیں اور صفا و مروہ کے درمیانی حصے کی طرف کھلتی ہیں۔

حضور سرورِ کائنات ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی تھی تو اس عہد مبارک میں عمارت کا وہ حصہ جو سڑک کی طرف کھلتا ہے صدر دروازہ نہیں تھا بلکہ بائیں جانب والی گلی میں جو دروازہ ہے، وہی صدر دروازہ تھا۔حج کے ایام میں یہ دروازے مقفل کر دیئے جاتے ہیں لیکن زائرین دروازوں کے باہر کھڑے ہو کر اس خانہ اقدس کی زیارت کرتے ہیں اور محسن انسانیت ﷺ کے حضور ہدیہ درود و سلام پیش کرتے ہیں۔

یہ بیت سعید حضور نبی کریم ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے حضور اکرم ﷺ کے والد گرامی حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کو ان کی شادی کے موقع پر دیا تھا۔حجاج بن یوسف کے عہد میں اس کے بھائی محمد بن یوسف نے یہ مکان خرید کر اپنے دارالبیضا میں شامل کر لیا۔چھٹی اور ساتویں صدی ہجری میں مصر اور یمن کے حکمرانوں کو خیال ہوا کہ اس جگہ عمارت بنائی جائے۔لیکن بعض وجوہ کی بنا پر ایسا نہ ہو سکا۔آخر کار دسویں ہجری میں عثمانیوں نے اس کی تعمیر کرائی جو آج کی تعمیر سے مختلف تھی ایک بڑا گنبد اور مینار بنوایا گیا۔ ایک مؤذن ایک امام اور ایک خادم اس جگہ مقرر کئے گئے اس وقت جو راستہ اس مبارک گھر کی طرف جاتا تھا وہ اس مبارک گھر سے ایک یا ڈیڑھ میٹر بلند تھا اور نیچے جانے کے لئے نشیب سے گزرنا پڑتا تھا۔ یہ راستہ آگے صحن میں جاتا تھا۔صحن کا طول بارہ میٹر اور عرض چھ میٹر تھا۔دائیں طرف کی دیوار میں ایک دروازہ تھا جس سے زائر عمارت کے گنبد والے حصے

میں داخل ہوتے تھے۔ اس حصے میں لکڑی کا چھوٹا سا جنگلا تھا۔ جنگلے کے اندر سنگ مرمر کا ایک ٹکڑا رکھا گیا تھا جسے اندر سے گہرا کیا گیا تھا اور روایت ہے کہ یہی وہ جگہ تھی جہاں رسول پاک ﷺ کا ورود مسعود ہوا۔ موجودہ عمارت سعودی حکومت کے عہد میں تعمیر کی گئی ہے اور اسے دار المطالعہ میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

علم کو صحبت امی لقبی یاد آئی　　نور کو بخشش ماہ عربی ﷺ یاد آئی

اس مبارک گھر کے ذرے ذرے کو نبی آخر الزمان ﷺ کے پاک قدموں کو چومنے کی سعادت حاصل ہے۔ اس کی فضا ختمی مرتبت ﷺ کے جسم اطہر سے مشک بار ہوئی۔ یہ قطعہ ارضی حضور پاک ﷺ کی حیات طیبہ کے ابتدائی نقوش کی بدولت فلک آثار ہے اس کے در و دیوار خیر مجسم ﷺ کے نور مبین سے روشن ہیں۔ اس گھر میں نور کے تڑکے نور مجسم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ یہیں آپ ﷺ کے دادا حضرت عبد المطلب نے آپ ﷺ کا نام محمد ﷺ رکھا۔ محسن عالم ﷺ کا پہلا فیضان اسی بیت اقدس سے جاری ہوا۔ رحمۃ للعالمین ﷺ کی صداقت کی ابتدا اس گھر سے ہوئی اور غلامی کی زنجیروں میں جکڑی ہوئی ثوبیہ کو حضور پاک ﷺ کی ولادت کے فیض سے آزادی حاصل ہوئی۔ اس بیت سعید کی دہلیز پر بنو سعد کی خاتون حلیمہؓ کی خوش بختیوں کا آغاز ہوا اور اس کی آغوش کو پیکر صدق و جمال، صاحب خوش خصال عطا ہوا۔ پھر جب حضور پاک ﷺ دائی حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں سے واپس تشریف لائے تو حبیب کبریا ﷺ کی مادر گرامی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بنت وہب نے آپ ﷺ کی بلائیں لیتے ہوئے یہ الفاظ اشعار کی صورت میں ادا فرمائے۔

ترجمہ: "بے شک اس کے پروردگار اس کے آقا نے اس کی نگہبانی کی۔ بے شک اللہ ہی نے دکھایا مجھے ایک نور اور وہ میرا خواب جھوٹا نہیں ثابت کرے گا۔ جس نے یہ خواب دیکھا اس کے لئے صبح ہونی ضروری ہے۔" وہ خواب جو حضور ﷺ کی مادر گرامی رضی اللہ عنہا نے اس گھر میں دیکھا وہ ایک روز پورا ہوا یہ نور مبین ایسا چمکا کہ اندھیرا چھٹ گیا۔ المختصر مکہ کے اسی سادہ اور پروقار مکان میں وارث ارضی کی آخری بخشش امت مسلمہ کے ظہور کا پہلا دن طلوع ہوا تھا۔

عرش کی زیب و زینت پہ عرشی درود　　فرش کی طیب و نزہت پہ لاکھوں سلام

ظہورِ قدسی، سحرِ سعید

محمد خالد کمال ضیائی للّھی پور☆

زندگی خواب ہے اور بہت سے خواب سچ مچ زندگی بن جاتے ہیں۔ ہر کسی کو ایسے سچے خواب دکھائی نہیں دیتے۔ بہت سے لوگ رات کو سپنے دیکھتے ہیں اور صبح کو سپنے کا طلسم ٹوٹ کر رہ جاتا ہے سپنا اپنا ہوتا ہے لیکن خواب میں بھی اپنی اپنی وسعت فکر و خیال اور دل و نگاہ کی پاکیزگی کا دخل ہوتا ہے۔ بعض خواب اوہام باطلہ سے بلند ہوتے ہی اور اس میں آنے والے کا عکس صاف صاف نظر آتا ہے۔ اور یہ خواب دوسروں کی بیداری سے زیادہ سچے، کارآمد بلکہ مقدس ہوتے ہیں۔ اس دنیا میں کچھ نفوس قدسیہ ایسے ہیں جو عالم خواب میں بھی بیداری کی نعمتوں سے بہرہ مند ہوتے ہیں اور مستقبل ان کے سامنے آپ ہی آپ آ کھڑا ہوتا ہے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو خواب نظر آنے لگے۔ نہایت ہی عجیب و غریب خواب آمنہ کا خاکی جسم یک بیک آئینہ کی طرح جھلکنے لگا اور عضو عضو سے شعائیں پھوٹ پھوٹ کر نکلنے لگیں۔ کبھی کانوں نے سنا کہ بہشت کی حوریں آسمان کے فرشتے اور مقدس روحیں مبارکباد دے رہی ہیں۔ کبھی سوتے میں ایسے محسوس کیا کہ وہ اپنے نورانی اور شفاف جسم کے ساتھ بلندی پر ہے سر بہ فلک پہاڑ پست نظر آتے ہیں۔ آمنہ رضی اللہ عنہا کے تلوے تاروں کو چھو رہے ہیں اور شش جہات تہنیت و تبریک کے زمزمے چھیڑ رہے ہیں۔

دستور کے مطابق قبیلہ کی عورتیں آمنہ رضی اللہ عنہا کی مزاج پرسی کے لئے آتیں تو انہیں کچھ ایسا سماں نظر آتا جیسے بام کعبہ سے لے کر حضرت عبداللہ کے گھر تک نور کا شامیانہ لگا ہوا ہے جیسے کافوری شمعوں سے زیادہ اجلے اور روشن ہاتھ تھامے ہوئے تھے۔ گھروں میں چرچے ہونے لگے کہ آمنہ رضی اللہ عنہا پر آسمان کی نورانی ہستیاں بہت مہربان ہیں۔ وہب کی لاڈلی عبدالمطلب کی بہو عبداللہ کی شریک حیات اور ہونے والے بچے کی ماں آمنہ رضی اللہ عنہا

☆ رام گنج اتر دیناجپور (بنگال)

خود زہرہ و مشتری بنی جا رہی ہیں۔

ستارے زمین پر جھک آئے۔ یہ آج کیا ہو رہا ہے۔ عبداللہ کی پھوپھی نے کہا۔ میں بھی یہی دیکھ رہی ہوں کہ جتنی روشن یہ پچھلی رات ہے اتنے اجلے تو دن بھی نہیں ہوتے ایک ضعیفہ عورت نے جواب دیا۔ یہ خنک ہوائیں، بادِ سحر گاہی کے جھونکے نسیم سحر کی اٹکھیلیاں در و دیوار جھومے جا رہے ہیں اور خدمت کی زمین کو چومے جا رہے ہیں۔ طائف کے سبزہ زاروں اور باغیچوں کی بھی میں نے صبحیں دیکھی ہیں پر آج کی صبح تو سب سے زیادہ عجیب ہے اور خوشبو کی لپٹیں جیسے یمن کا تمام عطر جمع کر کے کسی نے چھڑک دیا ہے۔ کاش اس رات کی صبح نہ ہوتی اور ہم سدا یہی منظر دیکھتے رہتے۔ تھوڑی دیر بعد ایک سنہری کرن پھوٹی عرب کا آسمان روشنی سے معمور ہو گیا۔ پھر ایسا معلوم ہوا کہ نور کا ایک سفید بادل آسمان سے عرب کی طرف بڑھتا آ رہا ہے جہاں جہاں سے گزرا نور برساتا گیا۔ فضا نکھرتی گئی۔ اندھیرا چھٹتا گیا صبح پھیلتی گئی۔ قریب آتے آتے رحمت و تجلی کا قافلہ آسمان سے مکے کی طرف بڑھنے لگا۔ ایوانوں کے کنگرے جھک گئے۔ پہاڑوں کی چوٹیاں سرنگوں ہو گئیں۔ درختوں کی شاخیں سجدے میں گر پڑیں۔ مکے کی مقدس زمین جھومنے لگی بہاروں نے پھول برسائے۔ صبا نے خوشبو اڑائی۔ سحر نے اجالا کیا۔ رحمتوں نے فرش بچھائے اور درخشاں کرنوں سے حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے صحن کا چپہ چپہ معمور ہو گیا۔ ایک عورت نے دوپٹہ کا آنچل موڑتے ہوئے کہا۔ قریب کے وہ لوگ جو علی الصبح اٹھ کر معبودانِ باطل کے سامنے عجز و نیاز کی جبیں خم کرتے تھے وہ اپنے بتوں کو تھامتے تھامتے اور اٹھاتے اٹھاتے تھک جاتے تھے مگر بت کسی طرح قیام کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ ان کی پیشانیاں آپ ہی آپ سجدہ کے لئے جھکی جا رہی تھیں۔ آج کیا ہو گیا ہے۔ میرے معبود کے حضور گرے جاتے ہیں ایک بوڑھے قریشی نے بصد خلوص و عقیدت دیوار کے سہارے کھڑا ہو کے سجدہ کیا پھر کیا تھا وہی حال جو پہلے تھا وہ اب بھی ہے۔ اتنے میں ایک عورت ہانپتی کانپتی دوڑتی ہوئی آئی اور بوڑھے کا ہاتھ تھام کر بولی میرے ساتھ چل کر دیکھو لات و ہبل سب کے سب خاک پر پیشانی کے بل گر پڑے ہیں۔ میرے معبود کو نہیں دیکھ رہے ہو۔ خاک پر سر رکھا ہے۔ یہاں عبدالمطلب کے گھر میں آمنہ رضی اللہ عنہا پر لطف اندوز غنودگی سی طاری تھی۔ اسی عالم رنگا

رنگ میں کانوں نے پر سرور آواز سماعت کی۔ یہ اسماعیل ذبیح اللہ کی والدہ ہاجرہ ہیں۔ پھر یکا یک آواز تھوڑی دیر کے لئے رک گئی اور کچھ وقفہ کے بعد کسی نے کہا۔

ام احمد دعائے ابراہیم مبارک آمنہ یہ عیسیٰ روح اللہ کی ماں مسریم ہیں۔ کنواری مریم! شہر جلیل کے مبلغ کی والدہ محترمہ پھر دوسری آواز ام محمد! نوید مسیحا! مبارک

ابھی دن رات ایک دوسرے سے بغل گیر تھے۔ اس لئے کہ دونوں کو ایک ساتھ شرف حاصل ہوتا تھا۔ سپیدہ سحر نمودار ہو رہی تھی۔ غنچوں کے نازک پتوں پر شبنم کے موتی ڈھلک رہے تھے۔ طائران خوش نوائی چہکاروں سے تمام فضا نغمہ زار بن گئی۔ رحمتوں کی رم جھم بارش ہو گئی۔ جنت آج سچ مچ تمام تر رعنائیوں کو اپنے اندر سمیٹ کر روئے زمین پر اتر آئی تھی۔ منیٰ کی وادی، صفا کی چٹانیں، مروہ کے سنگریزے، قبیس کی چوٹیاں اور عرفات کا میدان نور کی جھلکیوں میں جھم جھم کر رہا تھا۔ تارے جھلک رہے تھے، کلیاں چٹک رہی تھیں اور پھولوں کی خوشبوؤں کو چپکے سے باد صبا اپنی آغوش میں لے کر کائنات ارضی کے چپہ چپہ کو نوید جانفزا سنا رہی تھی کہ اتنے میں گھر کی عورتیں خوشی سے بے تاب ہو کر پکاریں کوئی عبدالمطلب کو جا کر مبارک باد دے دو۔

عبدالمطلب اس مژدہ کو سنتے ہی تیزی کے ساتھ آئے۔ آج خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی جیسے دائیں، بائیں، پس وپیش خوشبو کے دیئے روشن ہوں کہ آنکھوں کو خیرہ کرتے ہوئے پاؤں بہکے بہکے پڑتے تھے۔ عبدالمطلب کے عارض تاباں پر مسرتوں کی لکیریں ابھر ابھر کر جھل جھل کر رہی تھیں۔ آمنہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں جب یہ نور آیا، جس ساعت میں جلوہ فگن ہوا تو کتنی سہانی ہو گی وہ گھڑی اللہ اللہ۔ اس کی شان میں تاجدار بریلی سیدنا امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کیف وسرور ماحول کی عکاسی یوں فرمائی ہے۔

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند　　اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

آمنہ رضی اللہ عنہا نے فرط غیرت سے چادر منہ پر ڈال لی۔ پوتے کو دیکھا پیشانی کو چوما ان کی آنکھوں میں بجلی سی کوند رہی تھی۔ لاریب! نہ صرف میں نے بلکہ ساری دنیا میں کسی آنکھ نے ایسے جلوے نہ دیکھے ہوں گے۔

حسین وجمیل، سپیدی میں سرخی ملی ہوئی رنگت، جھیل جیسی سیاہ آنکھیں، نور کی

موجوں میں غرق ہوتی پیشانی، موزوں قد اور وہ سب کچھ جسے حسن و جمال کی معراج و دلکشی و رعنائی کا منتہائے کمال کہہ سکتے ہیں۔کسی آدمی کی زیادہ تعریف ان لفظوں میں کی جاسکتی ہے کہ وہ سرو قد اور شمشاد قامت ہے۔ مگر محمد ﷺ کے قد موزوں کو یہ تشبیہیں اور استعارے چھو بھی نہیں سکتے۔لالہ وگل، یاسمین ونسترن، سنبل ونرگس، آفتاب و ماہتاب، لعل و یمن، مشک و ختن، قوس و قزح، پھول غنچے اور عنبر بھی۔ حیران ہوں کہ کس چیز سے اس نونہال کو تشبیہ دوں۔اس کے حسن و جمال کے سامنے تو یہ سب پھیکے اور بے رنگ ہیں۔اور یہ باتیں مجھ سے محبت نہیں کہلوا رہی ہے۔ یہ حقیقت ہے۔

انسان کے حسن و جمال اور اس کی خوبی و رعنائی کے یہ تمام استعارے ہیں۔مگر محمد ﷺ کے جمال کی شرح وتفسیر کے لئے یہ سب کے سب استعارے ناتمام، ادھورے اور تشبیہ و مماثلت کی سطح سے بہت بلند ہیں۔عبدالمطلب کے سوال پر عورتوں میں باہم سرگوشیاں ہونے لگیں جیسے کوئی ایک سربستہ راز کو چھپانا چاہے اور کسی سبب سے کھل کر نہ کہہ سکے۔عبدالمطلب کے اصرار پر یہ عورتیں بولیں۔"یا ابا عبداللہ! رات ہم نے اپنی آنکھوں سے جو کیفیت دیکھی ہے۔اگر کسی کے سامنے بیان کریں تو لوگ کہیں گے ان کا دماغ معطل ہوگیا ہے۔رات کا سماں لفظوں میں ادا نہیں ہوسکتا۔وہ دیکھنے ہی کی چیز تھی۔کہنے کی نہیں اور کوئی کہنا بھی چاہے تو وہ کیفیتیں لفظوں میں کہاں سما سکیں گی۔بہت خوب! عبداللہ کے نورِ نظر اور آمنہ رضی اللہ عنہا کے لخت جگر کا نام ہم نے رکھا ہے، محمد اور ہاں تمام دنیا میں تعریف کی جائے گی میرے چاند کی! فضا میں ایک دھیما سا نغمہ گونجا۔" زمینوں ہی میں نہیں، آسمانوں میں بھی اس کی توصیف کے نغمے بلند ہوں گے۔"

آمنہ رضی اللہ عنہا کے لال کو دودھ پلانے کی سعادت ابولہب کی کنیز ثویبہ کو نصیب ہوئی۔اس کے بعد عرب کے دستور کے مطابق مکے کے نوزائیدہ بچوں کو لینے کے لئے باہر کی بستیوں سے دودھ پلانے والی عورتیں آئیں۔ ہر کسی کے دل میں روپیہ پیسہ کا لالچ ہوتا ہے۔نفع کی تمنا، سود و منفعت کی امید، عرب کی دائیاں بھی اس جذبہ سے خالی نہ تھیں مکہ اسی تمنا میں آئی تھیں کہ مالدار گھرانے کے بچے لے کر انعام و اکرام سے اپنی گود بھر لیں گی۔

عبداللہ کے درِیتیم پر کسی کی توجہ نہ ہوئی۔ اس خیال سے کہ بے باپ کا بچہ ہے ہمیں کیا ہاتھ آئے گا۔ بیوہ ماں خود ہی مغموم اور پریشان ہے ہمیں بے چاری کیا دے گی۔ دائیاں قریش کے امیر بچوں کو لے کر سرد سامان کے ساتھ روانہ ہوئیں۔

"عبدالعزیٰ نے بیس دینار اور سو درہم مجھ کو دیئے ہیں۔" ایک دایہ نے فخر کے لہجہ میں کہا اور مجھے اس بچہ کے ماموں نے الگ انعام دیا۔ چچا نے بھی نوازش کی۔ اور باپ نے تو میری پریشان حالی کو خوش حالی میں تبدیل کر دیا۔ درہم و دینار سے تھیلی بھر کر لے جارہی ہوں۔ دوسری دایہ نے جواب دیا" یہ دیکھ یمنی چادریں، چاندی کا ہار، ابورفادہ نے کہا جب تو میرے بچہ کو صحت وسلامتی کے ساتھ واپس لے کر آئے گی تو اس وقت اپنے دل کے ارمان نکالوں گا۔ یہ تو میری نوازشوں کی پہلی برکھا ہے۔ تیسری عورت نے کہا: اس لاڈلے (بچہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) کے دادا نے ایک اونٹ سے سامان لدوا دیا ہے۔" مگر بے چاری حلیمہ" چوتھی عورت ادھوری رہ گئی (بات کاٹ کر) ہاں غریب حلیمہ پر مجھے ترس آتا ہے۔ کسی مالدار گھر کا بچہ اسے نہ مل سکا۔ عبدالمطلب کے گھر گئی، وہاں اسے کیا ملے گا۔ یتیم بچوں کو دودھ پلانے میں سدا گھاٹا رہا کرتا ہے دائیوں کو! حلیمہ ملول و افسردہ اور تاسف آمیز انداز میں عبدالمطلب کے گھر پہنچی۔ محمد ﷺ سو رہے تھے۔ چہرہ مبارک سے ہلکا ہلکا نور چھن رہا تھا۔ چاندنی سے زیادہ دل کش اور نظر نواز حلیمہ دبے پاؤں نزدیک گئی۔ عبداللہ کے یتیم کے تبسم میں ایک مقصد اور پیام جھلک رہا تھا۔ مسکراہٹ آپ ہی بول رہی تھی اور خاموش نگاہیں کچھ کہہ رہی تھیں۔ حلیمہ اس بچہ کو یتیم سمجھ کر ملول نہ ہونا سید القریش! آپ نشاط خاطر رکھیں۔

حلیمہ محمد ﷺ کو گود میں لے کر اونٹنی کے پاس آئیں آپ کے لبہائے مبارکہ متبسم ہو گئے۔ آپ کی مسکراہٹوں نے حلیمہ کی تاریک دنیا میں اجالا کر دیا۔" اور۔ ارے۔ یہ۔ یہ میری سست قدم اونٹنی ہوا کی طرح اڑی جارہی ہے (اور چاروں طرف حیرت کے ساتھ دیکھتے ہوئے یہ کیا ہو رہا ہے۔ کھجور کی سوکھی ڈالیوں سے یکا یک روشنی برسنے لگی۔ اور یہ راستہ! جیسے کسی نے ستارے کوٹ کر بچھا دیئے ہیں۔ حلیمہ کی اونٹنی خوب تیز تیز جارہی تھی۔

چلا ہی نہیں جاتا تھا۔ اس نیم مردہ سواری پر کیسے مکہ پہنچے گی۔ مگر اس اونٹنی کے تو پر لگ گئے ہیں۔ ہوا سے باتیں کرتی ہے۔ مکہ کے ببول کھا کر اس مریل پر جوانی آ گئی۔ گھر کے دروازے پر اونٹنی جا کر بیٹھ گئی۔ حلیمہ نے بڑی احتیاط کے ساتھ ابن عبداللہ کو اتارا اتنے میں حلیمہ کے شوہر آ گئے اور خشمگیں لہجے میں بولے۔ تم اب تک کہاں رہیں ام شیما! میں تو سمجھا تھا تمہاری اونٹنی راستہ میں دغا دے دے گی مگر یہ تو ظالم سفر سے توانا ہو کر آئی ہے۔

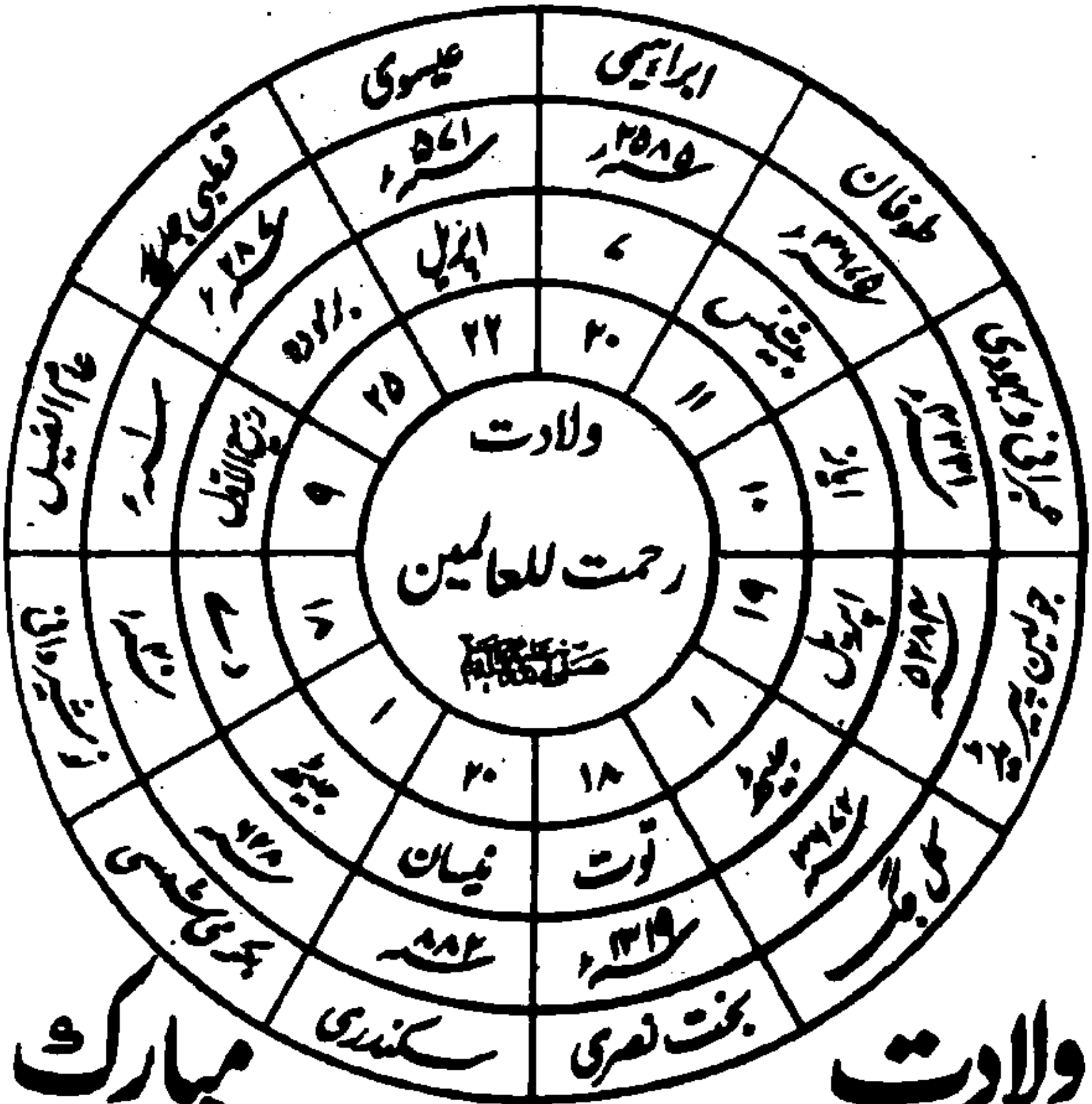
حلیمہ نے بڑے ناز و نعم کے ساتھ محمد ﷺ کی پرورش کی۔ حلیمہ کی گود میں کونین کی دولت لے کر آ گئی تھی۔ آپ نے عدل و انصاف کی جو شمع بچپن میں روشن کی تھی وہ آب زر سے لکھنے کے لائق ہے کہ حلیمہ نے داہنا پستان جب منہ سے لگایا آپ نے شکم سیر ہو کر پیا پھر آپ نے بایاں دیا مگر منہ نہیں لگایا۔ دنیا حیران ہے عقل پریشان ہے آخر کیا معاملہ ہے، وجہ کیا ہے؟ وجہ صرف یہ ہے کہ آپ ﷺ کا شیر خوار رضاعی بھائی عبداللہ تھا اُن کے لئے آپ ﷺ نے یہ حصہ چھوڑ رکھا ہے یہ ایام شیر خوارگی میں عدل و انصاف تھا دنیا نے اپنے ماتھے کی آنکھوں سے دیکھا کہ عدل و انصاف کا یہ کھلا مظاہرہ آخر رضاعت تک کرتے رہے۔ سچ فرمایا ہے سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے۔

بھائیوں کے لئے ترک پستاں کریں　　بچپنے کی عدالت پہ لاکھوں سلام



تعدادِ ایامِ قیامِ نبوی ﷺ بعالمِ دنیوی

۲۲۳۳۰ دن ـــ ۶ گھنٹے



ولادت مبارک

عیسائیوں کے ایسٹر سے تئیس (۲۳) دن اور یہودیوں کی عید الفصح سے پچیس (۲۵) دن ہوئی تھی۔ اس میں یوم وفات بھی شامل ہے۔

تعدادِ ایامِ تبلیغ، رسالت و نبوت: ۸۱۵۶ دن

۵۷۱ء میں ایسٹر کا اتوار ۱۶ / صفر مطابق ۲۹/۳۱ مارچ سنہ ۵۷۱ء کو تھا۔

۲۳۳۱ء مطابق ۵۷۱ء میں یہود کی عید الفصح پنجشنبہ ۱۳/ صفر مطابق ۳۰/۱۸ مارچ کو تھی۔



صبح ازل کے آفتاب شامِ ابد کے ماہتاب

چہرۂ پاک سے نقاب آپ ذرا اٹھائیں تو

(رشید وارثی)

دینی، سماجی، اخلاقی اور ملی اقتدار کا محافظ

جوہر آباد

سہ ماہی

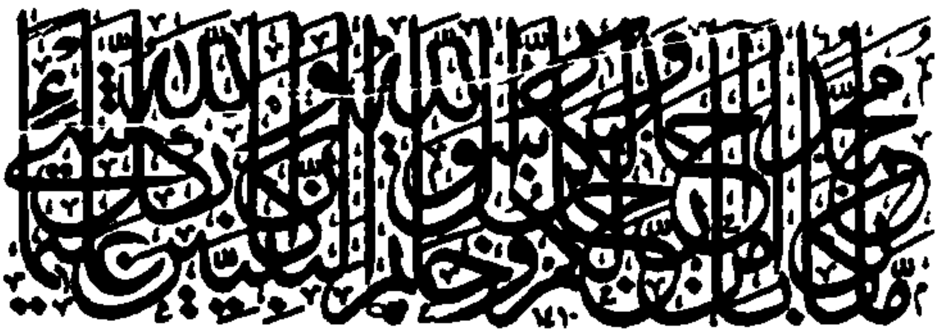
انوارِ رضا

مدیر اعلیٰ ملک محبوب الرسول قادری

چراغ آرزو

حسن ترتیب

☆☆☆


مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا

رسول اللہ ﷺ کی شانِ ولادت

از افادات: الامام احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ۔۔۔۔ ترتیب: سید عبدالرحمن بخاری

نشاناتِ حق

حضور سید عالم ﷺ کی ولادت اقدس کے لیے کائنات میں بہت سی نشانیاں ظاہر ہوئیں۔ قدرت حق نے دنیا والوں کو ان نشانات کے ذریعہ دکھادیا کہ جس ذات گرامی نے اس وقت ظہور پایا ہے وہ کائنات میں خدا کی سب سے برگزیدہ اور محبوب ہستی ہے۔ خدا نے اسے کل مخلوق سے بڑھ کر شان وعظمت بخشی ہے۔ ایسے چند نشانات حق کا بیان دیکھیے۔

ا۔ کل مخلوق نے پہچان لیا:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا:

كان من دلالة حمل رسول الله ﷺ ان كل دابة كانت لقريش نطقت تلك الليلة و قالت حمل رسول الله ﷺ ورب الكعبة وهو امان الدنيا وسراج اهلها۔

نبی کریم ﷺ کے حمل مبارک کی نشانیوں سے ایک یہ تھی کہ قریش کے جتنے چوپائے تھے سب نے اس رات کلام کیا اور کہا: رب کعبہ کی قسم! رسول اللہ ﷺ حمل میں تشریف فرما ہوئے۔ وہ تمام دنیا کی پناہ اور اہل عالم کے سورج ہیں۔ (الامن والعلی)

۲۔ سر جھکا اے کشت کفر

حضور ﷺ کی ولادت جہاں دنیا والوں کے لئے سراپا رحمت تھی وہیں عالم کفر

جاء الحق و زھق الباطل کا نشان دنیا میں اس طرح ظاہر ہوا کہ ایران کے بادشاہ کسریٰ کے محل میں زلزلہ آیا۔ اس کے کنگرے گر گئے۔ فارس کے آتش کدہ کی آگ جو ہزار برس سے روشن تھی یکا یک بجھ گئی۔ دریائے ساوہ بہتے بہتے اچانک خشک ہو گیا اور اس میں خاک اڑنے لگی۔ یہ حضور خاتم النبیین ﷺ کے ظہور قدسی کی علامات تھیں جو اللہ تعالیٰ نے دنیا والوں کو دکھائیں۔

بندھ گئی تیری ہوا ساوہ میں خاک اُڑنے لگی   بڑھ چلی تیری ضیا آتش پہ پانی پھر گیا

(حدائق بخشش۔ السلا د النبویہ۔ فتاوی ج ۱۵۔ بتصرف)

۳۔ بیت اللہ مجرے کو جھکا

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے کعبۃ اللہ کی تعمیر کرتے ہوئے بارگاہ الٰہی میں دعا کی تھی کہ ہماری اولاد میں اپنا آخری رسول مبعوث فرما جو انہیں کتاب و حکمت کا علم سکھائے اور ان کا تزکیہ فرمائے۔ یہ دعا قبول ہوئی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں وہ آخری نبی آیا جس نے کعبۃ اللہ کو بتوں سے پاک کر کے خدا کی عبادت کے لئے خاص کر دیا۔ ہزاروں سال تک کعبۃ اللہ ویران رہا۔ اب اسے ہمیشہ کے لئے آباد کرنے والا پیدا ہوا ہے اور اس کی پیدائش کا خیر مقدم کعبۃ اللہ اس طرح کرتا ہے کہ اس نومولود کے احترام میں جھک کر سلامی دیتا ہے۔ شب میلاد کعبہ نے سجدہ کیا اور جھکا مقام ابراہیم کی طرف اور کہا: تعریف ہے اس ذات گرامی کے لئے جس نے مجھے بتوں سے پاک کیا۔ اس شعر میں اسی جانب اشارہ ہے۔

اہل نظر نے غور سے دیکھا تو یہ کھلا   کعبہ جھکا ہوا تھا مدینے کے سامنے

(ملفوظات۔ ص ۱۱۴)

اُدھر خدا کے گھر میں کافروں نے ۳۶۰ بت سجائے ہوئے تھے۔ حضور ﷺ کی ولادت کے وقت یہ سارے بت آپ ﷺ کی ہیبت سے تھرتھرا کر اوندھے منہ گر گئے۔

تیری آمد تھی کہ بیت اللہ مجرے کو جھکا   تیری ہیبت تھی کہ ہر بت تھرتھرا کر گر گیا

۴۔ پڑتی ہے نوری بھرن اُمڈا ہے دریا نور کا

حضور ﷺ خدا کے نور کا جلوہ ہیں۔ سر تا بہ قدم نور۔ یہ نور مجسم جب دنیا میں ظاہر ہوا تو ہر طرف نور کی برسات ہونے لگی۔ احادیث کثیرہ مشہورہ میں وارد ہے کہ جب حضور انور ﷺ پیدا ہوئے۔ آپ کی روشنی سے بصرہ اور روم و شام کے محل روشن ہو گئے۔ چند روایتوں میں ہے:

اضاء لما بین المشرق المغرب — یعنی شرق سے غرب تک منور ہو گیا۔

اور بعض میں ہے۔

امتلات الدنیا کلھا نورا — یعنی تمام دنیا نور سے بھر گئی۔

حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

رایت نور اساطعا من راسہ قد بلغ السماء — یعنی میں نے ان کے سر سے ایک نور بلند ہوتا دیکھا کہ آسمان تک پہنچا۔

پڑتی ہے نوری بھرن، امڈا ہے دریا نور کا — سر جھکا اے کشت کفر آتا ہے اہلا نور کا

(مجموعہ رسائل نور، ص ۶۵)

۵۔ چمکا ستارا نور کا

پیغمبر کی ولادت ایک خاص واقعہ ہوتا ہے اور خدا اس موقع پر کوئی نہ کوئی نشان ضرور دکھاتا ہے۔ اہل کتاب ایک خاص ستارے کو پہچانتے تھے جو کسی نبی کی ولادت پر ہی چمکتا تھا۔ یہ سرخ ستارا تھا اور آخری نبی کی ولادت پر یہ ستارا اس اہتمام اور ایسی شان سے چمکا کہ سب نے پہچان لیا اور بے ساختہ پکار اٹھے:

ھذا نجم احمد ﷺ قد طلع — یہ دیکھو احمد ﷺ کا ستارا چمکا۔

چنانچہ ابونعیم دلائل النبوۃ میں حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ میں سات برس کا تھا۔ ایک دن پچھلی رات کو وہ سخت آواز آئی کہ ایسی جلد پہنچتی آواز میں نے کبھی نہ سنی تھی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ مدینے کے ایک بلند ٹیلے پر ایک یہودی ہاتھ میں

آگ کا شعلہ لئے چیخ رہا ہے۔ لوگ اس کی آواز پر جمع ہوئے۔ وہ بولا:

هذا كوكب احمد قد طلع هذا الكوكب لايطلع الابالنبوة ولم يبق من الانبياء الا احمد ﷺ

یہ احمد ﷺ کے تارے نے طلوع کیا۔ یہ تارہ کسی نبی ہی کی پیدائش پر طلوع ہوتا ہے اور اب انبیاء میں سوائے احمد ﷺ کے کوئی باقی نہیں۔ (فتاوی ۱۵:۶۴۵)

ایک اور روایت میں زیاد بن لبید سے منقول ہے کہ میں مدینہ طیبہ میں ایک ٹیلے پر تھا۔ ناگاہ ایک آواز سنی کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے:

يا اهل يثرب قد ذهبت والله نبوة بني اسرائيل. هذا نجم قد طلع بمولد احمد ﷺ و هو نبي آخر الانبياء و مهاجره الى يثرب

اے اہل یثرب! خدا کی قسم بنی اسرائیل کی نبوت گئی۔ ولادت احمد ﷺ کا تارا چمکا، وہ سب سے پچھلے نبی ہیں۔ یثرب کی طرف ہجرت فرمائیں گے۔

تیرے ہی ماتھے رہا اے جان سہرا نور کا
بخت جاگا نور کا چمکا ستارہ نور کا

(فتاوی ۱۵:۶۴۶)

۶۔ دھوم ہے میلاد کی

ولادتِ مصطفی ﷺ کی شب آسمان پر سرخ ستارہ چمکا اور اس کا چمکنا تھا کہ ہر طرف میلادِ مصطفی ﷺ کی دھوم مچ گئی۔ اہل کتاب، یہودی اور نصرانی علماء پکار پکار کر سب کو خبر دینے لگے۔ کیا مکہ، کیا مدینہ ہر طرف یہ خبر پھیل گئی۔

مکہ میں

ابن سعد، حاکم بیہقی اور ابونعیم حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے راوی ہیں کہ مکہ معظمہ میں ایک یہودی بغرضِ تجارت رہتا تھا۔ جس رات حضور پرنور ﷺ پیدا ہوئے۔ قریش کی مجلس میں گیا اور پوچھا کیا آج تم میں کوئی لڑکا پیدا ہوا۔ انہوں نے کہا ہمیں نہیں معلوم۔ اس پر وہ بولا:

احفظوا ما اقول لکم ولد ھذہ اللیلۃ نبی ھذہ الامۃ الاخیرۃ بین کتفیہ علامۃ

جو تم سے کہہ رہا ہوں اسے حفظ کر رکھو۔ آج کی رات اس آخری امت کا نبی ﷺ پیدا ہوا۔ اس کے شانوں کے درمیان علامت ہے۔

مدینہ میں

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، میں نے مالک بن سنان رضی اللہ عنہ کو کہتے سنا کہ میں ایک روز بنی عبدالاشہل میں بات چیت کرنے گیا۔ یوشع یہودی بولا: اب وقت آ لگا ہے ایک نبی کے ظہور کا جس کا نام احمد ﷺ ہے۔ حرم سے تشریف لائیں گے۔ ان کا حلیہ و وصف یہ ہوگا میں اس کی باتوں سے تعجب کرتا اپنی قوم میں آیا۔ وہاں بھی ایک شخص کو ایسا ہی بیان کرتے پایا۔ میں بنی قریظہ میں گیا۔ وہاں بھی ایک مجمع میں نبی ﷺ کا ذکر پاک ہو رہا تھا۔ ان میں سے زبیر بن باطا نے کہا:

قد طلع الکوکب الاحمر الذی لم یطلع الا لخروج نبی و ظھورہ ولم یبق احد الا احمد ﷺ و ھذہ مھاجرہ۔

بے شک سرخ ستارہ طلوع ہو کر آیا۔ یہ تارا کسی نبی ہی کی ولادت و ظہور پر چمکتا ہے اور اب میں کوئی نبی نہیں پاتا سوا احمد ﷺ کے، اور یہ شہر ان کی ہجرت گاہ ہے۔ (فتاوی: ۱۵:۶۳۶)

اخبارِ مدینہ

ابونعیم دلائل النبوۃ میں سعد بن ثابت سے نقل کرتے ہیں:

کان احبار یھود بنی قریظۃ والنضیر یذکرون صفۃ النبی ﷺ فلما طلع الکوکب الاحمر اخبروا انہ نبی و انہ لا نبی بعدہ اسمہ احمد ﷺ و

یہود بنی قریظہ بنی نضیر کے علماء حضور سید عالم ﷺ کی صفت بیان کرتے۔ جب سرخ ستارہ چمکا تو انہوں نے خبر دی کہ وہ نبی ہیں اور ان کے بعد کوئی نبی نہیں۔ ان

مهاجرة الى يثرب. فلما قدم النبي ﷺ المدينة و نزلها انكروا و حسدوا و بغوا. فلما جاء هم ما عرفوا كفروا به فلعنة الله على الكفرين

(فتاوی: ۱۵/ ۶۴۵)

کا نام پاک احمد ﷺ ہے۔ ان کی ہجرت گاہ مدینہ۔ جب حضور اقدس ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لا کر رونق افروز ہوئے یہود براہ حسد و بغاوت منکر ہو گئے تو جب تشریف لایا ان کے پاس وہ جانا پہچانا اس کے منکر ہو بیٹھے تو اللہ کی لعنت منکروں پہ۔

اللہ کی شان دیکھو! اُس نے اپنے محبوب کے میلاد کا چرچا سب سے پہلے انہی لوگوں کی زبان سے کروایا جو آگے چل کر اپنے نسلی تعصب اور بغض و حسد کی بناء پر ایمان لانے سے محروم رہے۔ گویا میلادِ مصطفیٰ ﷺ کا ستارہ کیا چمکا۔ ایران سے لے کر یثرب تک اور مکہ سے لے کر شام تک کفر کے ایوانوں میں زلزلہ آ گیا اور جو خوش نصیب تھے وہ تب سے لے کر آج تک خوشیاں منا رہے ہیں اور تا حشر میلادِ مصطفیٰ ﷺ کا جشن برپا رہے گا۔

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولا کی دھوم — مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے

سیدہ آمنہ (رضی اللہ عنہا) کے مکاشفات

حضور اقدس ﷺ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا دوران حمل اور ظہور قدسی کے لمحے کئی ایسے مشاہدات اور مکاشفات سے فیضیاب ہوئیں جن سے انہیں یقین کامل نصیب ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کے سب سے مقدس اور پاکیزہ وجود کو ان کے رحم میں ودیعت فرمایا ہے۔ چند مکاشفات یہ تھے۔

ا۔ تمام جہان قلمرو ہے ان کی

حضور اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ نے ولادت کے وقت دیکھا کہ تین علم لہرائے گئے۔ ایک علم مشرق، دوسرا مغرب اور تیسرا بام کعبہ پر نصب کیا گیا۔ یوں گویا بتایا کہ حضور سید عالم ﷺ کا دارالسلطنت کعبہ ہے اور ان کی سلطنت مشرق سے مغرب تک۔ تمام جہان انہی کی سلطنت انہی کی قلمرو میں داخل ہے۔ (الميلاد النبويہ ص ۲۶)

۲۔مگر آمنہ (رضی اللہ عنہا) کا جایا، وہی سب سے افضل آیا:

ابو زکریا یحییٰ بن عائذ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ حضرت آمنہ (رضی اللہ عنہا) قصۂ ولادت اقدس میں فرماتی ہیں: مجھے تین شخص نظر آئے، گویا آفتاب ان کے چہروں سے طلوع ہوتا ہے۔ ان میں ایک نے حضور ﷺ کو اٹھا کر ایک ساعت تک اپنے پروں میں چھپایا اور گوش اقدس میں کچھ کہا جو میری سمجھ میں آیا۔ اتنی بات میں نے بھی سنی کہ عرض کرتا ہے۔

ابشر یا محمد ﷺ فما بقی لنبی علم الا وقد اعطیته فانت اکثرھم علماً و اشجعھم قلبا معك مفاتیح النصر معك الیست الخوف والرعب لا یسمع احد بذکرك الا وجل فؤادہ و خاف قلبه و ان لم یرك یا خلیفة اللہ	اے محمد ﷺ! مژدہ ہو کہ کسی نبی کا کوئی علم باقی نہ رہا جو حضور کو نہ ملا ہو۔ حضور ﷺ ان سب سے علم میں زائد اور شجاعت میں فائق ہیں۔ نصرت کی کنجیاں حضور ﷺ کے ساتھ ہیں۔ حضور ﷺ کو رعب و دبدبہ کا جامہ پہنایا ہے۔ جو کوئی حضور ﷺ کا نام پاک سنے گا، اس کا جی دہل جائے گا اور دل سہم جائے گا، اگرچہ حضور ﷺ کو دیکھا نہ ہو، اے اللہ کے نائب۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

کان ذلك رضوان خازن الجنان	یہ رضوان داروغہ جنت تھے۔

(تجلی الیقین، ص ۱۰۳)

دیکھئے! جنت کا خازن آنحضرت ﷺ کو پیدا ہوتے ہی بشارت دے رہا ہے کہ آپ ﷺ علم و شجاعت اور فضل و کمال میں سب مخلوق سے بڑھ کر ہیں۔ فتح و نصرت اور خزائن الٰہی کی کنجیاں آپ ﷺ کو دی گئیں اور ساری دنیا میں آپ ﷺ کی شوکت و ہیبت کا سکہ رواں ہوگیا۔ آپ ﷺ مخلوق میں سب سے افضل اور خدا کے نائب ہیں۔ ایمان کی

تمام جہان میں تصرف تام کا اختیار رکھتا ہے۔ جبھی تو اللہ کا نائب کہلایا۔

وہ کنواری پاک مریم، وہ "نفخت فیہ" کا دم
ہے عجب نشان اعظم، مگر آمنہؓ کا جایا وہی سب سے افضل آیا

(الامن والعلی، ص ۷۸)

۴۔ جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند:

بالآخر اس جان مراد ﷺ کے ظاہر ہونے کی گھڑی آ پہنچی جس کے میلاد کی محفل روز اول سے بجی تھی اور جس کے خیر مقدم کی مبارکباد پوری کائنات دے رہی تھی۔ حضرت جبرئیل امین علیہ السلام ایک پیالہ مشروب جنت کا لے کر آئے اور سیدہ آمنہ سلام اللہ علیہا کو پیش کیا۔ پھر پکار کر یوں عرض کرنے لگے۔

اظهر يا سيد المرسلين۔ اظهر يا خاتم النبيين اظهر يا اكرم الاولين والآخرين۔

جلوہ فرمائیے اے تمام رسولوں کے سردار ﷺ! جلوہ فرمائیے اے سلسلۂ نبوت کے خاتم! جلوہ فرمائیے اے سب دنیا والوں سے زیادہ برگزیدہ ہستی!

یہ خیر مقدم کا ملکوتی انداز تھا اور اس بات کا اعلان کہ اے دونوں جہان کے دولہا! بارات سج چکی ہے۔ اب جلوہ افروزئی سرکار کا وقت ہے۔

فظهر رسول الله ﷺ كالبدر المنير

پس حضور اقدس ﷺ جلوہ فرما ہوئے جیسے چودھویں رات کا چاند۔

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند ۔۔۔ اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام

(المیلاد النبویہ، ص ۲۷)

حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں:

رايت نورا ساطعا من راسه قد بلغ السماء

جب حضور ﷺ پیدا ہوئے، میں نے ان کے سر سے ایک نور بلند ہوتا دیکھا جو آسمان تک پہنچا۔

چند روایتوں میں یہ مکاشفہ آیا ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت کے ساتھ ایک روشنی نکلی جس سے بصریٰ، شام کے محل روشن ہو گئے۔ بعض میں یہ الفاظ آئے ہیں۔

اضاء له ما بين المشرق والمغرب	اس نور نے مشرق سے مغرب تک منور کر دیا۔

اور یوں بھی آیا ہے کہ:

امتلات الدنيا كلها نورا	جب حضور ﷺ پیدا ہوئے تو تمام دنیا آپ کے نور سے بھر گئی۔
(مجموعہ رسائل نور، ص ۶۵)	

۴۔ پہلے سجدہ پہ روزِ ازل سے درود:

ابو نعیم دلائل النبوۃ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے راوی ہیں کہ حضور سید عالم ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا فرماتی تھیں:

لما خرج من بطني فنظرت اليه فاذا انا به ساجدا ثم رايت سحابة بيضاء قد اقبلت من السماء حتى غشيته فغيب عن وجهي ثم تجلت فاذا انا به مدرج في ثوب صوف ابيض و تحته حريرة خضراء و قد قبض على ثلثة مفاتيح من اللؤلوء الرطب و اذا قائل يقول قبض محمد ﷺ على مفاتيح النصرة و مفاتيح الريح و مفاتيح النبوة. ثم اقبلت سحابة اخرى حتى غشيته. فغيب عني ثم تجلت فاذا انا به قد قبض على حريرة	جب حضور ﷺ میرے شکم سے پیدا ہوئے، میں نے دیکھا سجدے میں پڑے ہیں۔ پھر ایک سفید ابر نے آسمان سے آ کر حضور ﷺ کو ڈھانپ لیا کہ میرے سامنے سے غائب ہو گئے۔ پھر وہ پردہ ہٹا تو میں کیا دیکھتی ہوں: حضور ﷺ ایک اونی سفید کپڑے میں لپٹے ہیں اور سبز ریشم میں بچھونا بچھا ہے اور گوہر شاداب کی تین کنجیاں حضور ﷺ کی مٹھی میں ہیں اور ایک کہنے والا کہہ رہا ہے: نصرت کی کنجیاں، نفع کی کنجیاں، نبوت کی کنجیاں سب پر محمد ﷺ نے قبضہ فرمایا۔ پھر اور ابر نے

خضراء مطویة و اذا قائل یقول بخ بخ قبض محمد ﷺ علی الدنیا کلھا لم یبق خلق من الھا الا دخل فی قبضة۔

آ کر حضور ﷺ کو ڈھانپا کہ میری نگاہ سے چھپ گئے۔ پھر روشن ہوا تو کیا دیکھتی ہوں ایک سبز ریشم کا لپٹا ہوا کپڑا حضور ﷺ کی مٹھی میں ہے اور کوئی منادی پکار رہا ہے واہ واہ! ساری دنیا محمد ﷺ کی مٹھی میں آئی۔ زمین وآسمان میں کوئی مخلوق ایسی نہ رہی جو ان کے قبضے میں نہ آئی۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ حضور رحمت عالم ﷺ نے پیدا ہوتے ہی سجدہ کیا۔ یہ سجدہ خدا کے حضور بندگی کی معراج بھی تھا اور امت کی بخشش کے لئے رحمت اللعالمین ﷺ کے بے پناہ لطف و کرم کا مظہر بھی۔ آپ ﷺ وقت پیدائش بھی امت کو نہ بھولے، ساری عمر بھی امت کی بخشش کے لئے دعا کرتے رہے اور اب اپنی قبر میں بھی تا حشر امتی امتی پکارتے رہیں گے۔

پہلے سجدے پہ روزِ ازل سے درود یادگاریٔ امت پہ لاکھوں سلام

واقعی اللہ کا نائب ایسا ہی تو چاہئے کہ جس کا نام محمد ﷺ ہے۔

ولادتِ اطہر کے امتیازات

حضور سید عالم ﷺ کی شان ولادت کا ایک اور نمایاں پہلو یہ ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت دنیا کے تمام بچوں کی پیدائش سے بالکل منفرد اور امتیازی شان لئے ہوئے تھی۔ حسن سراپا، نورانیت، لطافت، مہک اور تنزہ کے علاوہ بہت سے دیگر خصائص و امتیازات آپ ﷺ کی ولادت باسعادت سے جڑے ہوئے ہیں۔

ا۔ حضور ﷺ سراپا نور بن کر آئے:

حضور پرنور سید عالم ﷺ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے نور ذاتی سے پیدا ہوئے۔ امام

اشعری کے الفاظ ہیں:

انه تعالٰی نور والروح النبویة القدسیة لمعة من نورہ

اللہ عزوجل نور ہے اور نبی کریم ﷺ کی روح پاک اسی نور کی تابش ہے۔

حضور اقدس ﷺ بکثرت یہ دعا فرماتے کہ الٰہی میرے تمام حواس و اعضاء سارے بدن کو نور کر دے۔ اس دعا میں یہ مقصود نہ تھا کہ نور ہونا ابھی باقی تھا، اس کا حصول مانگتے تھے، بلکہ یہ دعا اس امر کو ظاہر فرمانے کے لئے تھی کہ واقعی میں حضور ﷺ کا تمام جسم پاک نور ہے اور یہ فضل اللہ عزوجل نے حضور ﷺ پر کر دیا۔ چنانچہ حضور اقدس ﷺ کے نور محض ہو جانے کی تائید اس سے ہے کہ دھوپ یا چاندنی میں حضور ﷺ کا سایہ پیدا نہ ہوتا۔ اسی لئے اللہ عزوجل نے اپنے حبیب ﷺ کا نام نور رکھا، اس آیت مقدسہ میں کہ:

قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین

بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور مجسم تشریف لائے اور روشن کتاب۔

(مجموعہ رسائل نور، ص ۵۹،۱۰)

معلوم ہوا حضور اقدس ﷺ نور ہی سے پیدا ہوئے۔ چنانچہ احادیث کثیرہ مشہورہ میں وارد ہے کہ جب حضور ﷺ پیدا ہوئے، آپ کی روشنی سے بصریٰ اور روم و شام کے محل روشن ہو گئے۔ چند روایتوں میں ہے شرق سے غرب تک منور ہو گیا اور بعض میں ہے کہ تمام دنیا نور سے بھر گئی۔ حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ فرماتی ہیں: میں نے ان کے سر سے ایک نور بلند ہوتا دیکھا کہ آسمان تک پہنچا۔

علامہ شہاب الدین خفاجی نسیم الریاض میں فرماتے ہیں:

و قد نطق القرآن بانہ النور المبین و کونہ بشرا لا ینافیہ

بے شک قرآن عظیم ناطق ہے کہ آپ ﷺ نور ہیں اور آپ کا بشر ہونا اس کے منافی نہیں۔

(مجموعہ رسائل نور، ۶۵،۵۴)

۲۔ حضور ﷺ پیکر دلربا بن کر آئے

اس میں شک نہیں کہ حضور اکرم ﷺ بشر ہیں مگر عالمِ علوی سے لاکھ درجہ اشرف واحسن۔ آپ انسان ہیں مگر ارواح وملائکہ سے ہزار درجہ زیادہ لطیف۔

خود فرماتے ہیں:

لست کھیئتکم — یعنی میں تمہاری ہیئت کی مثل نہیں۔

آپ ﷺ کا وجود اقدس ہر نقص اور عیب سے مبرا تھا۔ چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح چمکتا، کشادہ جبیں، بلند سینہ اور اس پر نور کا بلہ۔ ہتھیلیاں روشن تاریکی میں دیکھتی آنکھیں، دور و نزدیک سے سننے والے کان، دندان مبارک آبدار موتی اور ہونٹ جیسے گل قدس کی پتیاں۔ غرض سب اعضائے بدن خلقت، لطافت اور حسن کا مرقع تھے۔ ایسا حسین اور کامل وجود کہ جس کے جمال جہاں آراء کا نظیر کہیں نہ ملے گا اور خامۂ قدرت نے اس کی تصویر بنا کر ہاتھ کھینچ لیا کہ پھر کبھی ایسا نہ لکھے گا۔

نسیم الریاض شرح شفا میں ہے:

لاشك انه ﷺ کان کامل الخلقة قوی الحواس — اس میں کچھ شک نہیں کہ رسول اللہ ﷺ کامل الخلقہ، قوی الحواس پیدا ہوئے تھے۔

(حدائق بخشش، مجموعہ رسائل نور، ۹۳، ۸۳، ۸۸)

۳۔ تمام جسمانی کثافتوں سے پاک پیدا ہوئے

عام طور پر بچے پیدائش کے وقت نجاست سے آلودہ ہوتے ہیں۔ لیکن اس طرح نجاست سے آلودہ پیدا ہونے میں سب مخلوق شریک نہیں۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام پاک و منزہ پیدا ہوئے۔ ایک حدیث سے ثابت ہے کہ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما بھی صاف ستھرے پیدا ہوئے۔

اب ذرا سوچئے کہ انبیاء کا سردار، حسنین رضی اللہ عنہما کا نانا، رب کا محبوب ﷺ کس شان تقدس اور کیسی پاکیزگی کے ساتھ پیدا ہوا ہوگا۔ جو ساری زمین کو پاک کر کے مسجد بنانے اور

تمام انسانوں کا ظاہر و باطن ہر آلائش سے دھو کر اجلا بنانے کے لئے زمین پر اترا ہے اس کی اپنی ولادت کتنی پاکیزہ اور ستھری ہوگی۔امام ابن حجر مکی افضل القری میں لکھتے ہیں:

و هو ﷺ قد خلصه الله من سائر الکثافات الجسمانية و صيره نوراً عرفا

حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے تمام جسمانی کثافتوں سے خالص کر کے نور سراپا کر دیا۔

(مجموعہ رسائل نور ص ۵۹،۱۳)

حضور اقدس ﷺ کی اسی پیدائشی لطافت و پاکیزگی کے باعث مکھی آپ ﷺ کے جسم اقدس اور لباس اطہر پر نہ بیٹھتی تھی۔جوئیں آپ کو نہیں ستاتی تھیں اور مچھر آپ کا خون نہیں چوستے تھے۔

علامہ شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں:

ان الذباب کان لا يقع علی جسده ولا علی ثيابه و هذا مما اکرمه الله به لانه طهره الله من جميع الاقذار و هو مع استقذاره قد يجی من مستقذر

مکھی آپ ﷺ کے جسم اقدس اور لباس اطہر پر نہ بیٹھتی تھی اور یہ شرف آپ ﷺ کو اس لئے عطا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو تمام آلائشوں سے پاک رکھا تھا اور مکھی خود گندی ہونے کے علاوہ بعض اوقات گندی چیزوں سے اٹھ کر آتی ہے۔

جس کے جلوے سے مرجھائی کلیاں کھلیں
اس گل پاک منبت پہ لاکھوں سلام

(مجموعہ رسائل نور ص ۷۸۔۸۰)

۴۔ پیدا ہوتے ہی لطافت کا مرقع تھے

حضور اکرم ﷺ کا وجود اقدس کائنات کی ہر چیز سے بڑھ کر لطیف تھا۔لطافت اپنے ہر پہلو میں یہاں درجہ کمال کو پہنچی ہوئی ہے۔ان کا سراپائے اقدس نور صرف، کان لطافت اور بیان اضافت ہے۔اسی لطافت کے ساتھ آپ ﷺ شکم مادر میں رہے کہ دوران حمل سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کو کبھی بوجھل ہونے کا احساس نہ ہوا۔اسی کمال لطافت کے ساتھ

آپ ﷺ پیدا ہوئے اور آپ ﷺ کے وجود اقدس کی یہی لطافت تھی جس کے باعث نہ مکھی، مچھر آپ کے جسم ولباس پر بیٹھتے تھے اور نہ ہی آپ ﷺ کے جسم کا سایہ تھا۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے آپ ﷺ کا سایہ نہ ہونے کی حکمت بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

محمد رسول اللہ ﷺ را از لطافت ظل نمود در عالم شہادت سایۂ ہر شخص از شخص لطیف تر است چوں لطیف ترے از وے ﷺ در عالم نباشد او را سایہ چہ صورت دارد

(مکتوبات ج ۳، ص ۱۵۵،۹۳)

محمد رسول اللہ ﷺ کا لطافت کی وجہ سے سایہ نہ تھا۔ عالم شہادت میں ہر شخص کا سایہ اس سے بہت لطیف ہوتا ہے اور چونکہ جہاں بھر میں آنحضرت ﷺ سے کوئی چیز بڑھ کر لطیف نہیں ہے لہٰذا آپ کا سایہ کیونکر ہو سکتا ہے؟

(مجموعہ رسائل نور، ص ۱۷۰)

۵۔ پیدا ہوتے ہی امت کی بخشش کے لئے سجدہ کیا

خدا نے اپنے محبوب ﷺ کو تمام جہان کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ کیسا محبوب! جس نے اپنے تن پر ایک عالم کا بار اٹھا لیا۔ جس نے امت کے غم میں دن کا کھانا، رات کا سونا ترک کر دیا۔ جو ہماری بخشش کے لئے شب و روز دعائیں کرتا رہا۔

جب وہ جانِ رحمت وکانِ رافت پیدا ہوا، بارگاہِ الٰہی میں سجدہ کیا اور:

رب ھب لی امتی — یعنی میرے رب میری امت کو بخش دے۔

جب قبر شریف میں اتارا، لب جاں بخش کو جنبش تھی۔ بعض صحابہ نے کان لگا کر سنا۔ آہستہ آہستہ "امتی" فرماتے تھے۔

بعض روایات میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں: میں قبر میں ہمیشہ "امتی امتی" پکاروں گا۔ اور قیامت میں بھی انہی کے دامن رحمت میں پناہ ملے گی۔ تمام انبیاء کرام علیہم السلام نفسی نفسی اذھبوا الی غیری کہیں گے اور اس غمخوار امت ﷺ کے لبوں پر رب امتی کی پکار ہوگی۔ (مجموعہ رسائل نور، ص ۶۸،۶۷)

حیاتِ مبارکہ کے ماہ و سال ۔ ایک نظر میں

محمد مصری خان ضیاء سیالوی

۲۰ اپریل ۵۷۱ء	۱۲ ربیع الاول ۱ میلادی	واقعہ فیل کے ۵۵ روز بعد موسم بہار میں بروز سوموار آپ ﷺ کی ولادت مبارک ہوئی۔
۲۷ اپریل ۵۷۱ء	۱۹ ربیع الاول ۱ میلادی	دادا نے عقیقہ میں ایک دنبہ ذبح کیا اور ساتھ ہی حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے سپرد کر دیئے گئے۔
۵۷۴ء	۳ میلادی	شق صدر۔
۵۷۵ء	۴ میلادی	بنو سعد سے واپسی اور آغوش مادر میں۔
۵۷۶ء	۶ میلادی	ابواء کے مقام پر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا (والدہ رسول اللہ ﷺ) کا انتقال ہو گیا۔ اس وقت آپ رضی اللہ عنہا کی عمر تیس سال تھی جب کہ رسول اللہ ﷺ کی عمر چھ سال تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا وہیں دفن ہوئیں۔
۵۷۸ء	۸ میلادی	آپ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کا انتقال ہوا۔ اس وقت آپ ﷺ کی عمر ۸ سال ۲ ماہ اور ۱۰ دن تھی۔
۵۸۲ء	۱۲ میلادی	بارہ سال کی عمر میں آپ ﷺ نے اپنے چچا ابوطالب کے ہمراہ شام کی طرف پہلا سفر کیا۔ بصرہ کے گرجا میں راہب بحیرا سے ملاقات ہوئی جس نے آپ ﷺ کے نبی ہونے کی پیش گوئی کی۔

۵۸۶ء	۱۵ میلادی	آپ ﷺ نے حرب فجار میں پہلی بار شرکت کی۔ یہ جنگ قبائل کنانہ، عجز اور ہوازن کے درمیان برپا ہوئی تھی۔
۵۸۷ء	۱۶ میلادی	حرب فجار میں دوسری بار شرکت کی جو قریش اور کنانہ اور بنو نضر بن معاویہ کے درمیان تھی۔ حرب فجار میں چوتھی بار شرکت کی جو قریش اور تمام قبائل کنانہ اور ہوازن کے درمیان برپا ہوئی تھی۔
۵۹۰ء	۱۶ میلادی	معاہدہ حلف الفضول جو ابن جدعان کے مکان پر بنو ہاشم، زہرہ اور تیم کے درمیان ہوا۔
۱۲ اپریل ۵۹۵ء	۲۳ میلادی	۲۵ سال کی عمر میں آپ ﷺ نے بحیثیت تاجر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا مال تجارت لے کر شام کی طرف دوسرا سفر کیا۔ اس سفر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا غلام میسرہ آپ ﷺ کے ہمراہ تھا۔
جون ۵۹۵ء	۲۶ میلادی	سفر شام سے واپسی کے ۲ ماہ بعد آپ ﷺ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ اس وقت عمر مبارک ۲۵ سال ۲ ماہ اور ۱۰ دن تھی۔
۶۰۰ء	۳۳ میلادی	غیبی اسرار کے ظہور کا آغاز بعمر ۳۳ سال۔
۶۰۳ء	۳۵ میلادی	خانہ کعبہ کی دوبارہ تعمیر اور حجر اسود کی تنصیب کا واقعہ۔
۱۶ اگست ۶۱۰ء	ا بعثت	بعثت بعمر ۴۰ سال ۶ ماہ اور ۸ یوم بروز سوموار بعثت کے روز ہی فجر و عصر کی دو، دو رکعتیں نماز فرض ہوئی۔ آپ ﷺ نے سب سے پہلے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ہمراہ شام کی نماز پڑھی

۷ اگست ۶۱۰ء	۱۸ رمضان ۱ نبوی	قرآن کریم کے نزول کا آغاز ہوا۔ یہ جمعہ کی رات تھی۔
	۱ تا ۳ نبوی	خفیہ طور پر دارارقم میں دعوت اسلام کا دور رہا۔
	۳ تا ۵ نبوی	اعلانیہ تبلیغ کا آغاز ہوا اور آپ ﷺ نے پہلا خطاب عام فرمایا۔
	۵ تا ۷ نبوی	مخالفت کا پہلا دور اور ہلکا تشدد۔
		مخالف کا دوسرا دور اور شدید تشدد۔
۶۱۵ء	رجب ۵ نبوی	حبشہ کی طرف پہلی ہجرت۔ اس قافلہ میں ۱۲ مرد اور ۴ عورتیں شامل تھیں۔
		حبشہ کی طرف دوسری ہجرت جس میں ۸۳ مرد اور ۱۸ عورتیں شامل تھیں
۶۱۶ء	۶ نبوی	سید الشہداء حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کر لیا۔ اسی روز خانہ کعبہ میں مسلمانوں نے نماز باجماعت پڑھی۔
۶۱۷ء	یکم محرم ۷ نبوی	معاشرتی مقاطعہ بروز منگل۔
۶۱۷ء	۱۰ نبوی	مقاطعہ اور نظر بندی کا خاتمہ۔
۶۲۰ء	رمضان ۱۰ نبوی	عام الحزن
		حضرت ابو طالب کی وفات کے تین دن بعد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا بھی فوت ہوگئیں۔ انہیں بمقام حجون دفن کیا گیا۔ اس وقت تک جنازوں پر نماز کا حکم نازل نہ ہوا تھا۔
۶۲۰ء	۲۷ شوال ۱۰ نبوی	آپ ﷺ نے اپنے غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ طائف کا سفر کیا۔ یہاں سے ہی قبائل

۶۲۱ء	۲۷ رجب ۱۰ نبوی	واقعہ معراج ہجرت سے ایک سال قبل بروز سوموار اسی رات روزانہ کی پانچوں نمازیں فرض ہوئیں۔
۶۲۱ء	ذوالحجہ ۱۱ نبوی	قبیلہ خزرج کے کچھ لوگوں کا مکہ آکر اسلام قبول کرنا۔ اس جگہ مسجد عقبہ ہے۔
۶۲۱ء	۱۱ نبوی	حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ کو تبلیغ دین کے لئے مدینہ روانہ کیا گیا۔
۶۲۱ء	۱۲ نبوی	بیعت عقبۃ الکبریٰ۔
		ام المؤمنین حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کا نکاح ہوا۔
۶۲۲ء	۲۷ صفر ۱۳ نبوی	مکہ سے مدینہ کی طرف روانگی
		غار ثور سے روانگی
	یکم ربیع الاول	قبا میں داخلہ اور تعمیر مسجد قبا
۲۸ جون ۶۲۲ء	۱۲ ربیع الاول	مدینہ میں داخلہ اور تعمیر مسجد نبوی۔
		مدینہ میں پہلی نماز جمعہ محلہ بنی سالم میں ہوئی۔
۵ جولائی ۶۲۲ء	۱۹ ربیع الاول ۱ھ	تعمیر مسجد نبوی ﷺ
		مدینہ کا نام یثرب بدل کر مدینۃ النبی ﷺ رکھا گیا۔
اگست ۶۲۲ء	ربیع الثانی ۱ھ	فرض نماز میں اضافہ۔
		اذان کی ابتداء ہوئی۔
		مہاجرین و انصار میں مواخات۔
فروری ۶۲۳ء	شوال ۱ھ	میثاق مدینہ۔
		آپ ﷺ کے حرم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی تشریف آوری۔

مارچ ۶۲۳ء	ذیقعدہ ۱ھ	ہجرت کے ساتویں ماہ کے شروع میں نظام دفاع برسرِ عمل ہوا۔
اپریل ۶۲۳ء	ذوالحجہ ۱ھ	عبداللہ بن سلام (سابق یہودی) اور ابو قیس صرمہ بن ابی انس (سابق عیسائی راہب) کا قبول اسلام۔
مئی ۶۲۳ء	۱۲ صفر ۲ھ	ہجرت کے ایک سال ۲ ماہ اور ۱۰ دن بعد فرمان جہاد ہوا۔
جون ۶۲۳ء	صفر ۲ھ	غزوہ ودان (ابوا)
جولائی ۶۲۳ء	ربیع الاول ۲ھ	غزوہ بواط۔ اس میں مہاجرین کی تعداد دو سو تھی۔
		غزوہ سفوان۔ کرز بن جابر فہری کی تلاش میں۔
اکتوبر ۶۲۳ء	جمادی الثانی ۲ھ	غزوہ عشیرہ
نومبر ۶۲۳ء	رجب ۲ھ	سریہ عبداللہ بن جحش اسدی
دسمبر ۶۲۳ء	۱۵ شعبان ۲ھ	بیت المقدس سے کعبہ کی طرف تحویل قبلہ کا حکم بوقت نماز ظہر، ہجرت کے سولہ ماہ بعد۔
جنوری ۶۲۴ء	یکم رمضان ۲ھ	ماہ رمضان کے فرض روزوں کا حکم۔
جنوری ۶۲۴ء		فریضہ زکوٰۃ کا حکم
جنوری ۶۲۴ء	۱۷ رمضان ۲ھ	غزوہ بدر
جنوری ۶۲۴ء		حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کا انتقال عین بدر کے بعد۔
جنوری ۶۲۴ء		نکاح حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا۔
جنوری ۶۲۴ء		غزوہ بنی سلیم بدر کے سات دن بعد۔
فروری ۶۲۴ء	یکم شوال ۲ھ	عید الفطر کی نماز باجماعت ہوئی اور صدقہ فطر کا حکم ہوا۔

فروری ۶۲۴ء	شوال ۲ھ	غزوہ بنی قینقاع
فروری ۶۲۴ء	شوال ۲ھ	حضرت زینب رضی اللہ عنہا اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کی شادی۔
اپریل ۶۲۴ء	ذی الحجہ ۲ھ	غزوہ سویق۔
اپریل ۶۲۴ء	ذی الحجہ ۲ھ	غزوہ غطفان۔ اسلامی لشکر کی تعداد ۴۲۵ تھی۔
جون ۶۲۴ء	ربیع الاول ۳ھ	ام کلثوم رضی اللہ عنہا بنت رسول اللہ ﷺ کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے اور آپ ﷺ کا نکاح حضرت حفصہ بنت حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے۔
ستمبر ۶۲۴ء	جمادی الثانی ۳ھ	سریہ زید بن حارثہ
جنوری ۶۲۵ء	۱۵ شوال ۳ھ	غزوۂ احد اسلامی لشکر کی تعداد ۷۰۰ تھی۔ سود خوری کے ترک کے لئے ابتدائی نصیحت۔ یتامیٰ کے بارے میں احکام۔ وراثت کے مفصل قانون کا اجراء۔ قانون ازدواج اور مشرک عورتوں سے نکاح کی ممانعت۔ آپ ﷺ کا نکاح حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ ام المساکین سے
مئی ۶۲۵ء	صفر ۴ھ	رجیع کا طلایہ گرد دستہ کی روانگی سریہ بیر معونہ ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ کا انتقال۔
جون ۶۲۵ء	ربیع الاول ۴ھ	غزوہ بنی نضیر۔ اسی کے دوران حرمت شراب کا قطعی قانون نافذ ہوا۔ غزوہ ذات الرقاع۔ اس میں صلوٰۃ خوف پڑھی

		آپ ﷺ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے عقد فرمایا۔
جون ۶۲۶ء	صفر ۵ ھ	آپ ﷺ کا حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش سے عقد
جولائی ۶۲۶ء	ربیع الاول ۵ ھ	غزوہ دومۃ الجندل
دسمبر ۶۲۶ء	شعبان ۵ ھ	غزوہ بنی المصطلق۔ اسی سفر کے دوران تیمم کا حکم نازل ہوا۔
دسمبر ۶۲۶ء	شعبان ۵ ھ	آپ ﷺ کا ازواج حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ۔
دسمبر ۶۲۶ء	شعبان ۵ ھ	زنا، قذف اور لعان کے فوجداری قوانین کا نفاذ نیز پردے کے تفصیلی احکام (واقعہ افک کے بعد)
فروری ۶۲۷ء	شوال ۵ ھ	غزوہ خندق
اپریل ۶۲۷ء	ذیقعدہ ۵ ھ	غزوہ بنی قریظہ
مئی ۶۲۷ء	۲۰ محرم ۶ ھ	سریہ قرطا اور ثمامہ بن اثال حنفی کا قبول اسلام۔
جون ۶۲۷ء	ربیع الاول ۶ ھ	غزوہ بنی لحیان اس میں اسلامی لشکر کی تعداد ۲۰۰ تھی۔
جولائی ۶۲۷ء	ربیع الاول ۶ ھ	غزوہ ذی قرد یا غزوہ غابہ۔
جولائی ۶۲۷ء	ربیع الاول ۶ ھ	سریہ غمر یا سریہ کاشہ بن محصن اسدی۔
اگست ۶۲۷ء	ربیع الثانی ۶ ھ	محمد بن مسلمہ انصاری رضی اللہ عنہ کا مقام ذوالقصہ کی طرف مارچ۔
اگست ۶۲۷ء	ربیع الثانی ۶ ھ	سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ بنو سلیم پر لشکر کشی۔
ستمبر ۶۲۷ء	جمادی الثانی ۶ ھ	سریہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کفار کے تجارتی قافلے کے خلاف۔

نومبر ۶۲۷ء	شعبان ۶ھ	دومۃ الجندل کی طرف حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کے لشکر کی روانگی۔
نومبر ۶۲۷ء	شعبان ۶ھ	حضرت علی رضی اللہ عنہ ابن ابی طالب کے لشکر کی بنو سعد بن بکر کی طرف روانگی۔
دسمبر ۶۲۷ء	رمضان ۶ھ	حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی ام فرقہ کی طرف لشکر کشی۔
دسمبر ۶۲۷ء	رمضان ۶ھ	عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کی لشکر کشی، سلام بن ابی حقیق یہودی قتل کرنے کے لئے۔
جنوری ۶۲۸ء	شوال ۶ھ	عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ کی اسیر بن رزام کی طرف لشکر کشی۔
جنوری ۶۲۸ء	شوال ۶ھ	کرز بن جابر فہری رضی اللہ عنہ کی لشکر کشی۔
فروری ۶۲۸ء	یکم ذیقعدہ ۶ھ	آپ ﷺ کی عمرہ کی نیت سے روانگی۔
فروری ۶۲۸ء	یکم ذیقعدہ ۶ھ	بیعت رضوان۔
فروری ۶۲۸ء	یکم ذیقعدہ ۶ھ	معاہدہ حدیبیہ۔
مئی ۶۲۸ء	یکم محرم ۷ھ	آپ ﷺ کی طرف سے سلاطین و امراء عالم کی طرف تبلیغی دعوت نامے۔
مئی ۶۲۸ء	یکم محرم ۷ھ	آپ ﷺ کا نکاح حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا سے۔
مئی ۶۲۸ء	یکم محرم ۷ھ	آپ ﷺ نے فریضہ عمرہ ادا فرمایا۔ عمرہ قضاء
مئی ۶۲۸ء	یکم محرم ۷ھ	اصحمہ نجاشی کا قبول اسلام
اگست ۶۲۸ء	جمادی الاول ۷ھ	غزوہ خیبر
اگست ۶۲۸ء	جمادی الاول ۷ھ	آپ ﷺ کا نکاح حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا سے۔
ستمبر ۶۲۸ء	جمادی الثانی ۷ھ	غزوہ وادی القریٰ
		سردی و بارش کے موسم میں فوجی دستوں کی روانگی

فروری ۶۲۹ء	ذیقعدہ ۷ھ	عمرہ قضاء
فروری ۶۲۹ء	ذیقعدہ ۷ھ	آپ ﷺ کا نکاح حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے۔ نکاح و طلاق کے تفصیلی قوانین کا نفاذ
اپریل ۶۲۹ء	ذی الحجہ ۷ھ	سریہ اخرم۔ پچاس مجاہدین کا دستہ بنو سلیم کے خلاف
جون ۶۲۹ء	صفر ۸ھ	سریہ غالب بن غالب بن عبداللہ لیثی رضی اللہ عنہ
جولائی ۶۲۹ء	ربیع الاول ۸ھ	سریہ حضرت شجاع بن وہب اسلامی رضی اللہ عنہ سریہ کعب بن عمیر غفاری رضی اللہ عنہ
اگست ۶۲۹ء	ربیع الثانی ۸ھ	حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کا قبول اسلام۔
ستمبر ۶۲۹ء	جمادی الاول ۸ھ	سریہ موتہ روم کے خلاف
ستمبر ۶۲۹ء	جمادی الاول ۸ھ	آپ ﷺ کا نکاح حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا سے
اکتوبر ۶۲۹ء	جمادی الثانی ۸ھ	سریہ ذات السلاسل
نومبر ۶۲۹ء	رجب ۸ھ	سریہ ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ
نومبر ۶۲۹ء	رجب ۸ھ	مشرکین مکہ کی طرف سے معاہدہ حدیبیہ کی خلاف ورزی
جنوری ۶۳۰ء	رمضان ۸ھ	فتح مکہ
جنوری ۶۳۰ء	۲۵ رمضان ۸ھ	عزیٰ پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی فوج کشی
جنوری ۶۳۰ء	۲۵ رمضان ۸ھ	سعد بن زید اشہلی کی منات پر فوج کشی
جنوری ۶۳۰ء	۲۵ رمضان ۸ھ	حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کی سواع کی طرف فوج کشی
جنوری ۶۳۰ء	شوال ۸ھ	حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی جذیمہ پہ فوج کشی
یکم فروری ۶۳۰ء	۱۰ شوال ۸ھ	غزوہ حنین
یکم فروری ۶۳۰ء	۱۰ شوال ۸ھ	سریہ اوطاس (ہوازن)

یکم فروری ۶۳۰ء	۱۰ شوال ۸ھ	حضرت طفیل بن عمرو کی ذوالکفین کی طرف فوج کشی
یکم فروری ۶۳۰ء	۱۰ شوال ۸ھ	غزوہ طائف
یکم فروری ۶۳۰ء	۱۰ شوال ۸ھ	حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ کی صداء پر فوج کشی
مارچ ۶۳۰ء	ذیقعدہ ۸ھ	جعرانہ میں تقسیم غنائم کے بعد عمرۂ جعرانہ
مارچ ۶۳۰ء	ذیقعدہ ۸ھ	سود کے قطعی انسداد کا قانون
مارچ ۶۳۰ء	ذیقعدہ ۸ھ	حضرت زینب رضی اللہ عنہا زوجہ حضور ﷺ کا انتقال
مارچ ۶۳۰ء	ذیقعدہ ۸ھ	حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ فرزند حضور ﷺ کا انتقال
اپریل ۶۳۰ء	محرم ۹ھ	تنظیم زکوٰۃ محصلین صدقہ کا اولین تقرر
اپریل ۶۳۰ء	محرم ۹ھ	عیینہ بن حصن فزاری کی تمیم کی طرف فوج کشی
اپریل ۶۳۰ء	محرم ۹ھ	ولید بن عقبہ رضی اللہ عنہ کی بنی مصطلق پر فوج کشی
مئی ۶۳۰ء	صفر ۹ھ	حضرت قطبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی خثعم پر فوج کشی
جون ۶۳۰ء	ربیع الاول ۹ھ	حضرت ضحاک بن سفیان رضی اللہ عنہ کی بنوکلاب پر یلغار
جولائی ۶۳۰ء	ربیع الثانی ۹ھ	علقمہ بن مجزز مدلجی کی حبشہ پر فوج کشی
جولائی ۶۳۰ء	ربیع الثانی ۹ھ	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی فلس پر فوج کشی
ستمبر ۶۳۰ء	رجب ۹ھ	غزوہ تبوک یا غزوہ عسرت
ستمبر ۶۳۰ء	رجب ۹ھ	حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو اکیدر کی طرف بھیجنا
		جزیہ کا حکم بزمانہ تبوک۔
		مقام قبا کی مسجد ضرار کا انہدام تبوک سے واپسی پر
جنوری ۶۳۱ء	ذیقعدہ ۹ھ	سرخیل منافقین عبداللہ بن ابی کی موت اور ایک ہزار منافقین کا قبول اسلام۔
مارچ ۶۳۱ء	ذی الحجہ ۹ھ	فرضیت حج اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج مقرر کیا گیا۔
جون ۶۳۱ء	ربیع الاول ۱۰ھ	حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کی بنو حارث بن کعب پر بمقام نجران فوج کشی۔

جون ۶۳۱ء	ربیع الاول ۱۰ھ	وفات حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ بن آنحضرت ﷺ صرف سولہ مہینے کی عمر میں۔
جون ۶۳۱ء	ربیع الثانی ۱۰ھ	اعلان برات بذریعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ
دسمبر ۶۳۱ء	رمضان ۱۰ھ	حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یمن کو روانگی
دسمبر ۶۳۱ء	رمضان ۱۰ھ	آپ ﷺ کا آخری رمضان میں ۳۰ روزہ اعتکاف
دسمبر ۶۳۱ء	رمضان ۱۰ھ	آپ ﷺ سے مسیلمہ کذاب کی مراسلت
۵ مارچ ۶۳۲ء	۵ ذی الحجہ ۱۰ھ	طوی سے مکہ کو روانگی نماز صبح کے بعد
۵ مارچ ۶۳۲ء	۵ ذی الحجہ ۱۰ھ	مسجد حرام میں داخلہ بوقت ضحی
۸ مارچ ۶۳۲ء	۸ ذی الحجہ ۱۰ھ	مکہ سے باہر قیام
۸ مارچ ۶۳۲ء	۸ ذی الحجہ ۱۰ھ	منیٰ کو روانگی بروز جمعرات بوقت ضحی
۹ مارچ ۶۳۲ء	۹ ذی الحجہ ۱۰ھ	منیٰ سے عرفہ کو روانگی بروز جمعہ طلوع آفتاب کے بعد۔
۹ مارچ ۶۳۲ء	۹ ذی الحجہ ۱۰ھ	خطبہ حج (عرفہ) بعد ظہر و عصر۔ اسی میں قرآن حکیم کی آخری آیتیں نازل ہوئیں۔
۹ مارچ ۶۳۲ء	۹ ذی الحجہ ۱۰ھ	عرفہ سے مزدلفہ کی جانب روانگی بعد غروب آفتاب۔
۱۰ مارچ ۶۳۲ء	۱۰ ذی الحجہ ۱۰ھ	مزدلفہ سے مشعر حرام بروز ہفتہ نماز صبح کے بعد۔
۱۰ مارچ ۶۳۲ء	۱۰ ذی الحجہ ۱۰ھ	مشعر حرام سے منیٰ کو روانگی قبل طلوع آفتاب
۱۰ مارچ ۶۳۲ء	۱۰ ذی الحجہ ۱۰ھ	رمی حجاز بعد طلوع آفتاب تا بہ ضحی
۱۰ مارچ ۶۳۲ء	۱۰ ذی الحجہ ۱۰ھ	خطبہ منیٰ (یوم النحر) بوقت ضحی
۱۰ مارچ ۶۳۲ء	۱۰ ذی الحجہ ۱۰ھ	قربانی بعد خطبہ
۱۰ مارچ ۶۳۲ء	۱۰ ذی الحجہ ۱۰ھ	منیٰ سے مکہ کو روانگی
۱۰ مارچ ۶۳۲ء	۱۰ ذی الحجہ ۱۰ھ	مکہ سے منیٰ کو واپس آخر یوم

حضور کریم ﷺ کا مدینہ طیبہ میں ورودِ مسعود

حضرت پیر محمد کرم شاہ از ہری کی ایک دلکش تحریر

نورِ دیدۂ عاشقاں، راحتِ قلوبِ مشتاقاں، حبیب الرحمان، ﷺ جتنے روز بھی قبا میں قیام فرما رہے یثرب کے فرزندانِ اسلام صبح و شام، ہر وقت شمع جمالِ مصطفوی پر پروانوں کی طرح تصدق ہوتے رہتے تھے۔ اللہ کے محبوب کے دیدار کا شوق کشاں کشاں انہیں یہاں لاتا۔ بے قرار دل اور بے چین آنکھیں اس جمال جہاں آراء کی زیارت میں ہر وقت محو رہتیں یہ سب لوگ اس لمحہ کی انتظار میں ماہی بے آب کی طرح تڑپا کرتے جب ان کا ہادی و راہبر اپنے ورود مسعود سے ان کے کلبہ ہائے احزان کو منور فرمائے گا۔ ان کے مضطرب دلوں اور بے چین روحوں کی جھولیوں کو بھی اور ابدی مسرتوں سے معمور کرے گا۔ صرف انصار ہی اس ساعت ہمایوں کے لئے مضطرب نہ تھے بلکہ یثرب کے مکانوں کے در و دیوار اس روئے انور کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے اس بستی کے کوچہ و بازار، ان کے قدم ناز کو بوسہ دینے کے لئے بے چین تھے طیبہ کے نخلستانوں کی بلند قامت کھجوریں جھوم جھوم کر اس شاہ والا تبار کی بلائیں لے رہی تھیں۔

آخر جمعہ المبارک کی وہ صبح صادق طلوع ہوئی ہر طرف نور ہی نور پھیل رہا تھا، ہر طرف اُجالا ہی اُجالا انسانیت کی شب تار کو روز روشن میں بدل رہا تھا۔ اندھیروں کا طلسم ٹوٹ رہا تھا ظلمتوں کے دبیز پردے چاک ہو رہے تھے۔ اس نیر اعظم کی نورانی شعاعوں کی ہیبت سے ہر نوع کی تاریکیوں پر لرزہ طاری تھا۔ ویسے تو ہر رات کے بعد ہمیشہ صبح طلوع ہوتی تھی۔ اور ہر صبح کی روشنی زمین کے گوشہ گوشہ کو منور کرتی رہتی تھی لیکن آج کی صبح نرالی صبح تھی اس کے اجالوں میں اتنی شوخی اور تابانی تھی کہ کوئی تاب نہیں لا سکتا تھا۔

چند روز قبا کی بستی کو بقعہ نور بنائے رکھنے کے بعد یمن و سعادت کا پیکر ہمایوں، خیرات و برکات کا قاسم کریم، نوع انسانی کا بخت بیدار، کائنات کی بہاروں کا حسن، موہنا اور سجیلا

دولہا، آج اس سرزمین کو عرش پایہ بنانے کے لئے روانہ ہو رہا تھا جس کی خاک کے ذرے، ازل سے اس کے پائے ناز کو بوسے دینے کے لئے تڑپ رہے تھے۔ جس کی نسیم سحر کے جھونکے، اس کی زلف عنبرین کو چومنے کے لئے دیوانہ وار سرگرداں پھرتے تھے۔

ان کچے مکانوں، کھجوروں کی شاخوں سے بنے ہوئے چھپروں، جن کو آج تک غربت و افلاس سے جنم لینے والی محرومیوں نے اپنے گھیرے میں لیا ہوا تھا۔ وہ انہیں ایسی رونقیں بخشنے کے لئے تشریف لا رہا تھا جن پر شہنشاہ ایران کا قصر ابیض، اور قیصر روم کے مرمریں محلات سو جان سے فدا ہونے والے تھے چاشت کا وقت ہو گیا ہے عرب کا سورج اپنی جملہ تمازتوں کے ساتھ جلوہ فشاں ہے۔ یثرب کے سارے کلمہ گو اپنے آقا، اپنے ہادی اور اپنے نبی کو اپنے ہمراہ اپنی بستی میں لے جانے کے لئے جمع ہو رہے ہیں۔ جشن استقبال میں شرکت کرنے والے تمام حضرات نے بہترین لباس زیب تن کئے ہوئے ہیں۔ ہتھیار اپنے جسم پر سجائے ہوئے ہیں۔ خارہ شگاف شمشیروں کی چمک سے سورج شرما رہا ہے۔ نیزوں کی سنانیں، آسمان کی طرف اٹھی ہوئی ہیں ان کی چمک اور تیزی سے اہل باطل کے جگر گداز ہو رہے ہیں۔ مبدا فیاض نے بڑی فیاضی سے اہل یثرب کو حسن و جمال کی نعمت ارزانی فرمائی ہے لیکن آج تو ان کے شباب اور ان کی رعنائیوں کا رنگ ہی نرالا ہے۔ چاند ان کی طلعت زیبا کو دیکھ کر ماند پڑ گیا ہے اور شگفتہ پھول، ان کے رخساروں کی رنگت کے سامنے شرمسار ہو رہے ہیں وہ خوش نصیب آج اللہ تعالیٰ کی شان تخلیق کے شاہکار کے حسن کے جلووں کے مشاہدہ میں مستغرق ہیں دلوں کے جام اس نازنین ازلی کی محبت کے شراب طہور سے لبالب بھرے ہیں۔ انہوں نے اپنے سینوں کو ہر قسم کی آلائشوں اور آلودگیوں سے پاک کر دیا ہے تاکہ ان کے کریم آقا کے دل آویز انوار کی جلوہ گاہ بن سکیں۔

آخرکار وہ سعید لمحہ آتا ہے جس کے انتظار میں عرصہ سے وہ دیدہ و دل فرش راہ کئے ہوئے ہیں۔ قصویٰ نامی ناقہ پیش کی جاتی ہے جس پر ایک سادہ سا پالان کسا ہوا ہے مرکب کون و مکان کا یکتا شہسوار، رکاب میں قدم مبارک رکھ کر اس پلان پر جلوہ فرما ہے۔ گلشن ہستی پر بہار آ جاتی ہے ہر طرف عید کا سماں ہے، نبض ہستی کو نئی جولانیاں بخش دی گئی ہیں۔ نسیم رحمت [illegible]

اپنے آقا کو یوں سوار دیکھ کر دل و جاں نثار کرنے والے غلاموں پر کیف و مستی کا ایک عجیب سماں طاری ہو جاتا ہے اچانک نعرے بلند ہونے لگتے ہیں۔

اللہ اکبر قد جاء رسول اللہ

اللہ اکبر جاء محمد

اللہ اکبر جاء محمد

اللہ اکبر جاء رسول اللہ

ان پر جوش نعروں سے ساری فضا گونج اٹھتی ہے۔ باطل و طاغوت کے پرستانوں کے دل پھٹنے لگتے ہیں اصنام و اوتان کے پجاریوں کے گھروں میں صف ماتم بچھ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کے محبوب نبی ﷺ کی رسالت کے نعروں سے حق کا پرچم بلند ہو جاتا ہے۔

جاں نثاروں کا بے پناہ ہجوم ہے۔ گلیوں میں تل دھرنے کی جگہ نہیں۔ اردگرد کے مکان اور ان کی چھتیں شوق دیدار میں بے خود اور بے قابو ہونے والوں سے بھری ہوئی ہیں۔ بچے، جوان بوڑھے۔ کم سن بچیاں اور پردہ دار خواتین کے ٹھٹ کے ٹھٹ لگے ہوئے ہیں۔ معصوم بچیاں اور اوس و خزرج کی عفت شعار دوشیزائیں، دف بجا بجا کر دل و جان سے محبوب تر اور عزیز تر اپنے مہمان کو ان اشعار سے خوش آمدید کہہ رہی ہیں۔

عربی ترجمہ: تنبات الوداع (وہ چوٹی جہاں مہمانوں کو الوداع کہی جاتی ہے) سے چودھویں کے چاند نے ہم پر طلوع فرمایا ہے۔

جب تک اللہ تعالیٰ کو پکارنے والا اس کو پکارتا رہے گا ہم پر لازم ہے کہ ہم اس نعمت کا شکر ادا کرتے رہیں۔

اے ہمارے پاس نبی بن کر تشریف لانے والے! آپ ﷺ اس طرح تشریف لے آئے ہیں کہ آپ ﷺ کے ہر حکم کی اطاعت کی جائے گی۔

ہر لحظہ ہجوم بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ قصویٰ کے لئے چلنا دشوار ہو رہا ہے......

اس مرکب ہمایوں کو حرکت میں آئے کافی وقت گزر گیا ہے لیکن بمشکل چند فرلانگ کا فاصلہ طے ہوا ہے۔ اہل صدق و صفا ارباب عشق و وفا کا قافلہ اپنے مرشد و راہبر

اپنے محبوب و دلبر ﷺ کی قیادت میں بنی سالم بنی عمرو بن عوف کے محلہ میں جب پہنچا تو سورج ڈھل گیا تھا اور نماز جمعہ ادا کرنے کا وقت ہو گیا تھا۔ وہیں ایک کھلے میدان میں نماز جمعہ ادا کرنے کا حکم صادر ہوا چند لمحوں میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنی صفیں درست کر لیں اور بصد ادب اور بہزار خضوع اپنے رب قدیر و کریم کی بارگاہ صمدیت میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لئے بیٹھ گئے۔

افصح العرب والعجم ﷺ نے خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا۔ اس کی فصاحت و بلاغت نے سامعین پر وجد و کیف کی ایک عجیب کیفیت طاری کر دی سچے موتیوں سے زیادہ آبدار کلمات میں معانی و معارف کے جو سمندر موجزن تھے۔ انہوں نے دلوں کی دنیا بدل کر رکھ دی۔ اذہان کی سوچیں بدل گئیں۔ سود و زیاں، فنا و بقا کے نئے معیاروں کی نقاب کشائی کر دی گئی۔ یہ پہلی نماز جمعہ تھی جو تمام انبیاء و رسل کے امام کی قیادت میں اوس و خزرج کے اہل ایمان اور جملہ مہاجرین کو ادا کرنے کی سعادت نصیب ہوئی یہ جمعہ کا پہلا خطبہ تھا جو کہ یثرب کے آزاد ماحول میں محسن انسانیت ﷺ نے بنی نوع انسان کو بادیہ ضلالت سے نکال کر راہ راست پر گامزن کرنے اور انہیں منزل مقصود تک پہنچانے کے لئے ارشاد فرمایا تھا۔

ذات محمد جان محمد صلی اللہ علیہ وسلم

مولانا کفایت علی کافی شہید مراد آبادی

عرشِ بریں ایوانِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ★ خلدِ زمیں بستانِ محمد: صلی اللہ علیہ وسلم
آپ کفیلِ کار امت آپ شفیعِ روزِ قیامت ★ ہیں بیحد احسانِ محمد: صلی اللہ علیہ وسلم
مظہرِ رحمت مصدرِ رافت مخزنِ شفقت عینِ عنایت ★ ذاتِ محمد جانِ محمد: صلی اللہ علیہ وسلم
رحمتِ عالم ان کا لقب ہے، خلقتِ عالم کا وہ سبب ہے ★ ہے کیا عالی شانِ محمد: صلی اللہ علیہ وسلم

بہرِ شفائے درد و مصیبت، اور برائے رنج و فلاکت
کافی ہے درمانِ محمد: صلی اللہ علیہ وسلم



دل میں حبِ سرورِ کون و مکاں کا در کھلا
زندگی کا رازِ سربستہ تو اب مجھ پر کھلا

(راغب مرادآبادی)

بہارِ مدحت

حسن ترتیب

بریلی شریف میں محفل میلاد اور امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ کا خطاب

ترتیب نو: پیرزادہ علامہ اقبال احمد فاروقی

آج سے ایک سو سال قبل بریلی شریف میں محفل میلاد منعقد ہوئی جس میں اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے میلاد الرسول پر ایک تاریخی تقریر فرمائی۔ اس محفل میں بریلی شریف اور گرد ونواح کے بے شمار حضرات نے شرکت کی۔ نگران مجلس مولانا ظفر الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ تھے اور رپورٹر سید محمد ایوب رضوی رحمۃ اللہ علیہ مقرر ہوئے۔ ہم قارئین کو اس روحانی محفل میں شرکت کی دعوت دے رہے ہیں اور اعلیٰ حضرت کا بیان سنا رہے ہیں۔

عید میلاد النبی ﷺ کی تقریب کا، ایک دل افروز منظر

عید میلاد النبی ﷺ کا دن ہے آستانہ عالیہ قادریہ رضویہ پر صبح صادق سے چہل پہل اور انتظامات پرانی حویلی میں (یعنی آبائی مکان جس میں حضرت مولانا حسن رضا خاں صاحب منجھلے میاں رحمۃ اللہ علیہ کا قیام ہے) مجلس میلاد فیض بنیاد کے جلد جلد انتظامات ہو رہے ہیں۔ گھر گھر میں خوشیاں منائی جا رہی ہیں کوئی غسل کر رہا ہے تو کوئی بہترین لباس پہن کر مسجد شریف میں نماز فجر کے لئے حضور کی آمد کا منتظر ہے۔ ہر خورد وکلاں خوشی سے پھولا نہیں سماتا ہے۔ غرض مریدین و معتقدین و متوسلین میں جسے دیکھئے نئے لباس میں دوڑا چلا آ رہا ہے۔ مسجد میں صف بندیاں ہوتی چلی جا رہی ہیں۔

وقت فارغ ہوتے ہیں تو قریب قریب مسجد نمازیوں سے بھری ہوتی ہے۔ اب ہر شخص اس کا منتظر ہے کہ حضور وظائف سے فارغ ہو جائیں تو دست بوسی کی جائے۔ چنانچہ حاضرین بعد فراغت دست بوس ہوتے جاتے ہیں اور جلد جلد مجلس شریف میں منبر شریف کے قریب مل مل کر بیٹھتے جاتے ہیں۔ اس اضطراب کی وجہ دراصل یہ ہے کہ حضور پرنور اعلیٰ حضرت قبلہ کے سال میں صرف تین ہی بیان ہوتے ہیں۔ اس لئے بایں خیال کہ ہمیں منبر کے قریب جگہ مل جائے مجمع بہت پہلے سے جمع ہو گیا۔ مداح الحبیب مولوی جمیل الرحمن خاں صاحب قادری رضوی نے مع اپنے شاگردوں کے منبر شریف پر آ کر ذکر فضائل سید عالم نور مجسم صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ آلہ و صحبہ و بارك وسلم اور پر کیف نعت خوانی، خوش الحانی کے ساتھ شروع فرما دی اور ٹھیک ۱۰ بجے ذکر میلاد کا آغاز فرمایا۔ عین قیام کے وقت حضور نے شرکت فرمائی اور منبر شریف پر رونق افروز ہوئے۔ ۲۰.۱۵ منٹ حضور نے سکوت اختیار فرمایا کہ آپ کی تشریف آوری پر باہر سے ایک دم شائقین کے ہجوم کا سیلاب عظیم آ جانے سے چپقلش پیدا ہو گئی تھی اور ایک پر ایک آدمی ریلا آنے سے گر رہا تھا۔ یہ کیفیت دیکھ کر حضور کے خواہر زادے حاجی شاہد علی خاں صاحب نے بآواز بلند مجمع کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ درود شریف پڑھتے جائیے اور آگے بڑھتے جائیے۔ اس طرح گنجائش ہوئی۔ آپ نے چند بار یہی ہدایت دہرائی اور حاضرین کے لئے گنجائش نکالی مگر پھر بھی دروازہ پر مجمع موجود تھا تو آپ نے توجہ دلائی کہ ہر ایک صاحب اپنے دونوں زانو اٹھا لیں اور آگے بڑھنے کی کوشش کریں۔ مختصر یہ کہ پھر بھی دروازہ کے سامنے کا ہجوم نہ کم ہوتا تھا نہ کم ہوا۔ ہاں ابتداً جیسا شور و غل بڑھا دہ بالکل جاتا رہا اس کے بعد حضور کے لئے اوگالدان اور گلاس پانی کا آیا حضور نے غرارہ فرما کر وعظ مبارک شروع فرمایا۔ (اس وعظ مبارک کو اسی وقت دوران بیان ہی میں فقیر سگ بارگاہ رضوی عبید الرضا غفرلہ نے قلمبند کیا حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب نے حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رحمۃ اللہ علیہ کو سنا کر رسالہ مبارکہ الرضا میں شائع فرمایا)۔

عید میلاد النبی ﷺ پر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ایک تاریخی تقریر

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

الحمدللہ الذی فضل سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علی العلمین جمیعا و اقامہ یوم القیٰمۃ للمذنبین المتلوشین الخطائین الھالکین شفیعا و صلی اللہ تعالیٰ وسلم و بارک علیہ و علی کل من ھو محبوب و مرضی لدیہ صلاۃ تبقٰی و تدوم بدوام الملک الحی القیوم واشھد ان لا الہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ و اشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ بالھدیٰ و دین الحق ارسلہٗ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ وصحبہ اجمعین و بارک وسلم قال اللہ تعالیٰ فی القرآن الحکیم بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العٰلمین○ الرحمٰن الرحیم○ ملک یوم الدین○ ایاک نعبد و ایاک نستعین○ اھدنا الصراط المستقیم○ صراط الذین انعمت علیھم○ غیر المغضوب علیھم ولا الضآلین○

رب العزت جل جلالہ اپنی کتاب کریم و ذکر حکیم میں اپنے بندوں پر اپنی رحمت تامہ گستردہ فرماتا ہے اور ان کو اپنے دربار تک پہنچنے کا طریقہ بتاتا ہے۔ یہ سورۂ مبارکہ رب العزت تبارک وتعالیٰ نے اپنی کتاب میں بندوں کو تعلیم فرمائی اور خود ان کی طرف سے ارشاد ہوئی۔ ابتدا اس کی اور تمام قرآن عظیم کی بسم اللہ الرحمن الرحیم سے فرمائی گئی۔ اول حقیقی اللہ عزوجل ہے ھو الاول والاٰخر والظاھر والباطن وھو بکل شیء علیم بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ابتداء اسم جلالت اللہ سے ہونی چاہئے تھی کہ اللہ الرحمن الرحیم مگر ابتدا یوں فرمائی گئی۔ بسم اللہ الرحمن الرحیم وہ جو اول حقیقی اللہ کا علم ذات ہے کہ ذات واجب الوجود مستجمع جمیع صفات کمالیہ پر دال ہے اس سے پہلے لفظ اسم کا لاتے اور اس پر بے کا (ب) حرف داخل فرمایا گویا اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ اپنی الوہیت، وحدانیت، وہویت میں بے غایت ظہور سے بے نہایت بطون میں ہے بندوں کو اس تک

وصول محال ہے کسی کی عقل، کسی کا وہم کسی کا خیال اس تک نہیں پہنچتا جس کا نام اللہ ہے وہ پاک ومنزہ ہے اس سے کہ اس تک فکر و وہم کا وصول ہو سکے۔ ایسی مخفی و باطن شئے تک وصول کے لئے علامت درکار ہے اور اسم کہتے ہیں علامت کو جو دلالت کرے ذات پر تو اسم اللہ ذریعہ ہوا اور اسم جبکہ نام ٹھہرا اس شئے کا جو دلالت کرنے والی ہے ذات پر ذات پاک ہے اس سے کہ اسے کسی چیز کی حاجت ہو ضرورت ہے کہ ذات پر دلالت کرنے کے لئے تین چیزیں ہونی چاہئیں۔ ایک ذات ہو، دوسرا اس کا غیر ہو، تیسرا بیچ میں کوئی واسطہ ہو جو دلالت کرے اس غیر کو اس ذات کی طرف وہ ذات ذات الٰہی ہے۔ وہ غیر یہ تمام عالم مخلوقات اور اسم اللہ کہ اللہ پر دلالت کرنے والا ہے، وہ محمد ﷺ ہیں۔ تو گویا ابتدا ہی نام پاک سے کی گئی اپنے نام پاک سے پہلے نام حضور اقدس ﷺ کا لایا جاتا ہے کہ ذریعہ وصول ہوسکے۔ اسم اللہ تمام مخلوقات کے لئے تو ازل سے ابد تک وجود میں لائی گئی ذات اقدس کی طرف دال ہے اس واسطے کہ تمام جہاں کو اللہ کی طرف سے حضور ﷺ ہی نے ہدایت فرمائی۔ حضور ﷺ ہی ہادی ہیں۔ مخلوق الٰہی کے ہوئے یہاں تک کہ انبیائے کرام ومرسلین عظام کے بھی، وہی ہادی ہیں تو حضور ﷺ کے سوا جتنے ہادی دلالت مطلقہ سے موصوف نہیں ہو سکتے کہ انہوں نے تمام مخلوق کو دلالت کی، ان کو کسی نے دلالت نہ کی ہو۔ ایسا نہیں وہ اگر امتوں کے دال ہیں تو حضور ﷺ کے مدلول ہیں۔ دلالت مطلقہ خاص حضور اقدس ہی کے لئے ہے۔ ﷺ تمام غیر کو اللہ کی طرف جس نے دلالت کی وہ محمد رسول اللہ ﷺ ہیں۔

مخلوقاتِ الٰہی میں دو قسم کے لوگ ہیں

تمام مخلوقات الٰہی میں کچھ تو وہ ہیں جو اللہ سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے۔ کچھ وہ ہیں جو علاقہ رکھتے ہیں وسائط کے ساتھ مگر دوسرا ان سے علاقہ نہیں رکھتا، مہدی ہیں ہادی نہیں یعنی ہادی بالذات نہیں اگرچہ بالواسطہ ہادی ہوں اور حضور اقدس ﷺ علی الاطلاق ہادی و مہدی ہیں۔ کلمہ کی تین قسمیں ہیں: اسم، فعل، حرف، حرف تو مسند ہوتا ہے نہ مسند الیہ فعل مسند ہوتا ہے مگر مسند الیہ نہیں ہوتا اسم مسند بھی ہوتا ہے مسند الیہ بھی ہوتا ہے تو جو ذات الٰہی سے بے علاقہ

ہیں وہ حرف کہ:

ومن الناس من یعبد اللہ علی حرف فان اصابه خیرن اطمان به وان اصابته فتنة انقلب علی وجهه خسر الدنیا والاخرة ذلك هو الخسران المبین

کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ کو پوجتے ہیں کنارے پر تو اگر بھلائی پہنچ گئی تو مطمئن رہے اور اگر کوئی آزمائش ہوئی تو کنارہ پر کھڑے ہی ہیں فوراً ایک قدم میں بدل گئی، پلٹ گئے ان کو دنیا و آخرت دونوں میں خسارہ ہوا اور یہی کھلا خسارہ ہے۔

تو یہ نہ مسند میں نہ مسند الیہ۔ وہ فعل ہیں جو حضور اقدس ﷺ کی ذات کریم بیشک مسند و مسند الیہ بالذات و بے وساطت ہے تو حضور اقدس ﷺ اسم ہیں کہ ان کو اپنے رب سے نسبت ہے اور رب کو ان سے نسبت ہے اور یہی شان ہے اسم کی صلی اللہ تعالی علیہ و علی آله و صحبه و بارك وسلم۔

خاصیت اسم محمد ﷺ

اسم کے خواص میں سے یہ بھی ہے کہ اس پر حرف تعریف داخل ہو۔ اور تعریف کی حد ہے حمد۔ اور حمد کی تکثیر ہے تحمید۔ اور اسی سے مشتق ہے محمد ﷺ یعنی بار بار اور بکثرت تعریف کئے گئے۔ حمد کئے گئے۔ تو مخلوقات میں تعریف کے اصل مستحق نہیں مگر حضور اقدس ﷺ کہ وہی اصل جملہ کمالات ہیں۔ جس کو جو کمال ملا ہے وہ حضور ہی کے کمال کا صدقہ اور ظل اور پرتو ہے۔ امام سیدی محمد بوصیری رحمۃ اللہ علیہ اپنے "قصیدہ ہمزیہ" میں عرض کرتے ہیں۔

کیف ترقی رقیك الانبیاء باسماء ما طاولتها سماء
لم یدا الوك فی علاك قدحا ل منامنك دونهم و سناء
انما مثلوا صفاتك للنا س كما مثل النجوم الماء

انبیاء علیہم السلام حضور اقدس ﷺ کی ترقی کیسے پاسکیں۔ اے وہ آسمان جس سے

کوئی آسمان بلندی میں مقابلہ نہیں کر سکتا۔ وہ حضور ﷺ کے مراتب بلند کے قریب نہ پہنچے حضور ﷺ کی رفعت و روشنی حضور تک پہنچنے سے انہیں حائل ہوگئی۔ وہ تو حضور کے صفات کریمہ کا پرتو لوگوں کو دکھا رہے ہیں۔ جیسے تاروں کی شبیہ پانی دکھاتا ہے۔

حضور ﷺ کی صفات کو نجوم سے تشبیہ دی کہ وہ تو لاتعداد ولاتحصی ہیں۔ انبیاء کرام علیہم السلام غایت الجلا میں، مثل پانی کے ہیں، اپنی صفات کے سبب ان نجوم کا عکس لے کر ظاہر کرتے ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم و صحبہ و بارك و کرم۔ حمد ہوا کرتی ہے مقابل کسی صفت کمال کے اور تمام صفت مخلوقات میں خاص ہیں حضور کے لئے۔ باقی کو جو ملا جلا ہے حضور ﷺ کا عطیہ و صدقہ ہے۔

دیتے وہ ہیں لٹاتے یہ ہیں

حضور اقدس ﷺ فرماتے ہیں:

انما انا قاسم واللہ المعطی — عطا فرمانے والا اللہ ہے اور تقسیم کرنے والا میں ہوں۔

کوئی تخصیص نہیں فرمائی کہ کس چیز کا عطا فرمانے والا اللہ ہے اور کس چیز کے حضور قاسم ہیں۔ ایسی جگہ اطلاق دلیل تعمیم ہوتی ہے۔ کون سی چیز ہے جس کا دینے والا اللہ نہیں تو جو چیز جس کو اللہ نے دی تقسیم فرمانے والے اس کے حضور ہی ہیں جو اطلاق و تعمیم وہاں ہے یہاں بھی ہے۔ جو جس کو ملا اور جو کچھ بٹا اور بٹے گا۔ ابتداء خلق سے ابد الآباد تک، ظاہر و باطن میں، روح و جسم میں، ارض و سما میں، عرش و فرش میں، دنیا و آخرت میں، جو کچھ ہے اس سب کے بانٹنے والے حضور ہی ہیں۔ اللہ عطا فرماتا ہے، اور ان کے ہاتھ سے ملتا ہے اور ملے گا الی ابد الآباد۔ لہٰذا مخلوقات میں تعریف کے اصل مستحق یہ ہی ہیں صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وبارك وسلم۔

یاد رہے کہ اسم کا خاصہ ہے جر اور جر کے معنی کشش یعنی جذب فرمانا۔ یہ خاصہ ہے حضور اقدس ﷺ کا۔ کھینچنا دو طرح کا ہوتا ہے: ایک بلا مزاحمت کہ جس کو کھینچا جائے، وہ کھنچ آئے، دوسرا مزاحمت کے ساتھ کہ کھینچنے والا تو کھینچ رہا ہے اور یہ کھنچنا نہیں چاہتا ہے۔ حضور

اقدس ﷺ فرماتے ہیں:

انتم تتقحمون فی النار کالفراش	تم پروانوں کی مانند آگ پر گرے
وانا اخذ بحجزکم ھلم الی	پڑتے ہو اور میں تمہارا کمر بند پکڑے کھینچ رہا ہوں کہ میری طرف آؤ۔

یہ شان ہے جر کی یعنی کشش کی۔ اسم نحوی کا خاصہ جو من حیث الوقوع ہے اور اسم اللہ کا من حیث الصدور ہاں جو ان افعال و کیفیات سے ناشی ہوتا ہے۔ جن پر حروف جارہ دلالت کرتے ہیں۔ وہ یہاں بدرجہ اتم ہیں۔ مثلاً (ب) کے معنی میں الصاق یعنی ملانا۔ یہ خاص کام ہے حضور اقدس ﷺ کا کہ خلق کو خالق سے ملاتے ہیں۔ یا (من) کہ ابتدائے غایت کے لئے ہے یہ بھی خاص ہے حضور ہی کے لئے۔ اللہ نے اپنے نبی کے نور کو تمام چیزوں سے پہلے بنایا تھا۔

یا جابر ان اللہ خلق قبل الاشیاء نور نبیك من نورہ	اے جابر رضی اللہ عنہ! تمام جہاں سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا ﷺ

ہر فضل ہر کمال حتی کہ وجود میں بھی ابتداء انہی سے ہے ﷺ (الی) آتا ہے انتہا غایت کے لئے انتہائے کمال انہی پر بلکہ ہر فرد کمال انہی پر منتہی ہوتا ہے۔ اول الانبیاء بھی وہی ہیں اور خاتم النبیین بھی وہی صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ و صحبہ و بارك وسلم۔

حضور اول بھی ہیں اور آخر بھی

تلمسانی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے راوی کہ ایک بار حضرت جبرائیل امین علیہ السلام حاضر بارگاہ اقدس ہوئے اور عرض کی السلام علیك یا اول، السلام علیك یا آخر، السلام علیك یا ظاھر، السلام علیك یا باطن، رب العزت نے قرآن عظیم میں اپنی صفت فرمائی ھو الاول والآخر والظاھر والباطن و ھو بکل شئ علیم: اس غایت کے لحاظ سے حضور اقدس ﷺ نے حضرت جبرائیل امین علیہ السلام سے فرمایا کہ: یہ صفات تو

میرے رب عزوجل کی ہیں۔ غرض کی یہ صفات اللہ عزوجل کی ہیں مگر اس نے آپ ﷺ کو بھی ان سے متصف فرمایا۔

اللہ نے حضور ﷺ کو اول کیا تمام مخلوق سے پہلے، حضور ﷺ کے نور کو پیدا کیا، اور اللہ نے حضور ﷺ کو آخر کیا کہ تمام انبیاء ﷺ کے بعد مبعوث فرمایا اور حضور ﷺ کو ظاہر کیا اپنے معجزات بینہ سے کہ عالم میں کسی کو شک وشبہہ کی مجال نہیں، اور حضور ﷺ کو باطن کیا ایسے غایت ظہور سے کہ آفتاب اس کے کروڑویں حصہ کو نہیں پہنچا۔ آفتاب اور جملہ انوار انہی کے پرتو ہیں آفتاب میں شک ہوسکتا ہے اور ان میں شک ممکن نہیں۔

فرض کیجئے کہ ہم نصف النہار پر ایک روشن شرارہ آفتاب کے برابر دیکھیں جسے اپنے گمان سے یقیناً آفتاب سمجھیں اور اس کی دھوپ بھی دوپہر ہی کی طرح پھیلی ہو اور حضور ﷺ فرمائیں کہ یہ آفتاب نہیں کوئی کرہ نار کا شرارہ ہے۔ یقیناً ہر مسلمان صدق دل سے فوراً ایمان لائے گا کہ حضور ﷺ کا ارشاد قطعاً حق وصحیح ہے اور آفتاب سمجھنا میری نگاہ وگمان کی غلطی صریح ہے۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے کہ آفتاب ہنوز معرض خفا میں ہے اور حضور ﷺ پر اصلاً خفا نہیں۔ آفتاب سے کروڑوں درجہ زیادہ روشن ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وبارك وسلم اور ان کا یہ غایت ظہور بطون کا سبب ہے۔ اور حضور ﷺ کے بطون کی یہ شان ہے کہ خدا کے سوا حضور ﷺ کی حقیقت سے کوئی واقف نہیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ جو اعرف النـاس یعنی سب سے زیادہ حضور ﷺ کے پہچاننے والے اس امت مرحومہ میں ہیں۔ اسی واسطے ان کا مرتبہ افضل واعلیٰ ہے، معرفت الٰہی بھی زائد ہے۔ صدیق اکبر جیسے اعرف الناس کہ تمام جہاں سے زیادہ حضور ﷺ کی معرفت رکھتے ہیں ان سے ارشاد فرمایا:

یا ابابکر لم یعرفنی حقیقۃ غیر ربی — اے ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسا میں ہوں سوائے میرے رب کے کسی اور نے نہیں پہچانا۔

باطن ایسے کہ سوائے خدا کے کسی نے ان کو پہچانا ہی نہیں اور ظاہر بھی ایسے کہ ہر پتا، ہر ذرہ، شجر، حجر وحوش، طیور حضور ﷺ کو جانتے ہیں یہ کمال ظہور ہے۔ صدیق رضی اللہ عنہ

اپنے مرتبہ کے لائق حضور ﷺ کو جانتے ہیں، حضرت جبرائیل امین علیہ السلام اپنے مرتبہ کے لائق پہچانتے ہیں۔ انبیاء مرسلین اپنے اپنے مراتب کے لائق باقی رہا۔ حقیقتاً ان کو پہچاننا تو ان کا جاننے والا ان کا رب ہے۔ تبارک وتعالیٰ۔ ان کا بنانے والا۔ ان کا نوازنے والا۔ ان کی حقیقت کے پہچاننے میں دوسرے کے واسطے حصہ ہی نہیں رکھا۔ کوئی بلا تشبیہہ محب نہیں چاہتا کہ جو ادا محبوب کو اس کے ساتھ ہے۔ وہ دوسرے کے ساتھ ہو۔ اللہ تعالیٰ تمام جہاں سے زیادہ غیرت رکھنے والا ہے حضور اقدس ﷺ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی نسبت فرماتے ہیں۔

ان سعد الغیور و انا اغیر منه والله اغیر منی — سعد رضی اللہ عنہ غیرت والا ہے اور میں اس سے زیادہ غیرت والا ہوں اور اللہ مجھ سے زیادہ۔

وہ کیونکر روا رکھے گا کہ دوسرا میرے حبیب کی اس خاص ادا پر مطلع ہو جو میرے ساتھ ہے۔ اسی واسطے فرمایا جاتا ہے جیسا میں ہوں میرے رب کے سوا کسی نے نہ پہچانا۔ ہم تو قوم ینام تسلوا عنه بالحلم ہم تو سوتے میں خواب میں ہی زیارت پر راضی ہیں۔ انصاف یہ ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی حقیقت اقدس کے لحاظ سے اسی کے مصداق ہیں۔ دنیا خواب ہے اور اس کی بیداری نیند۔ امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجهه الکریم فرماتے ہیں۔

الناس قیام فاذا ماتوا انتبهوا — لوگ سوتے ہیں مریں گے جاگیں گے۔

خواب اور دنیا کی بیداری میں اتنا فرق ہے کہ خواب کے بعد آنکھ کھلی اور کچھ نہ تھا اور یہاں آنکھ بند ہوئی اور کچھ نہ تھا۔ نتیجہ دونوں جگہ ایک ہے:

وما الحیوة الدنیا الامتاع الغرور — خواب میں جمال اقدس کی زیارت ضرور حق ہوتی ہے۔

خود فرماتے ہیں۔

من رأنی فقد رأی الحق فان الشیطان لا یتمثل — جس نے مجھے دیکھا اس نے حق دیکھا کہ شیطان میری صورت نہیں بن سکتا۔

پھر لوگ مختلف احوال و اشکال میں دیکھتے ہیں وہ اختلاف ان کے اپنے ایمان و احوال ہی کا ہے۔ ہر ایک اپنے ایمان کے لائق ان کو دیکھتا ہے۔ یوں نہیں عالم بیداری میں جتنے دیکھنے والے تھے سب اس آئینہ حق نما میں اپنے ایمان کی صورت دیکھتے ہیں۔ ورنہ ان کی صورت حقیقیہ پر غیرت الٰہیہ کے ستر ہزار پردے ڈالے گئے ہیں کہ ان میں سے اگر ایک پردہ اٹھا دیا جائے آفتاب جل کر خاک ہو جائے۔ جیسے آفتاب کے آگے ستارے غائب ہو جاتے ہیں اور جو ستارہ اس سے قران میں ہو احتراق میں کہلاتا ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بھی خواب ہی میں زیارت کی نہ رب العزت کو کوئی بیداری میں دنیا میں دیکھ سکتا ہے نہ جمال انور حضور اقدس کو (جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم)

حضور اکرم ﷺ آئینہ خدا ساز ہیں.

حضور انور ﷺ نے شب معراج میں کہ رب العزت جل جلالہ کو بیداری میں دیکھا وہ دیکھنا دنیا سے ورا تھا کہ دنیا ساتویں زمین سے ساتویں آسمان تک ہے اور یہ رویت لا مکان میں ہوئی تھی۔ بالجملہ اس وقت بھی ہر شخص نے اپنے ایمان ہی کی صورت دیکھی کہ حضور اقدس ﷺ آئینہ خدا ساز ہیں۔ ابو جہل حاضر ہو کر عرض کرتا ہے:

زشت نقشے کز بنی آدم شگفت!

حضور ﷺ فرماتے ہیں تو سچ کہتا ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ آ کر عرض کرتے ہیں:

حضور ﷺ آپ سے زیادہ خوبصورت کوئی پیدا نہیں ہوا، حضور ﷺ بے مثل ہیں، حضور آفتاب ہیں، نہ شرقی نہ غربی ارشاد فرمایا:

"صدقت" تم سچ کہتے ہو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کی۔ حضور ﷺ نے دو متضاد قولوں کی تصدیق فرمائی۔ ارشاد فرمایا:

گفت من آئینہ ام مصقول دوست ترک و ہندو درمن آن بیند کہ اوست

میں اپنے جاننے والے دوست رب تبارک و تعالیٰ کا اجالا ہوں آئینہ ہوں۔

ابو جہل جو ظلمت کفر میں آلودہ ہے اس کو اپنے کفر کی تاریکی نظر آئی۔ اور ابو بکر رضی اللہ عنہ سب سے بہتر ہیں انہوں نے اپنا نور ایمان دیکھا صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ و صحبہ و بارك وسلم۔

لہٰذا ذات کریم جامع کمال ظہور و کمال بطون ہے، کسی شے کا ظہور جب ایک مقام محدود تک ہوتا ہے وہ شے نظر آتی ہے۔ اور جب حد سے زیادہ ہو جاتا ہے تو وہ نظر نہیں آتی۔ آفتاب جب افق سے نکلتا ہے سرخی مائل کچھ بخارات و غبارات میں ہوتا ہے۔ ہر شخص کی نگاہ اس پر جمتی ہے۔ جب ٹھیک نصف النہار پر پہنچتا ہے غایت ظہور سے باطن ہو جاتا ہے۔ اب نگاہیں اس پر نہیں ٹھہر سکتیں۔ خیرہ ہو کر واپس آ جاتی ہیں۔ غایت ظہور پر پہنچنا جس کی وجہ سے غایت بطون میں ہو گیا۔

حضور ﷺ کی گلی کا ایک ذرہ ہے آفتاب

آفتاب کہ نام ہے ان کی گلی کے ایک ذرے کا وہ آفتاب حقیقت کہ رب العزت نے اپنی ذات کے لئے اس کو آئینہ کامل بنایا ہے اور اس میں مع ذات و صفات کے تجلی فرمائی ہے۔ اس ذات کی حقیقت کون پہچان سکتا ہے، وہ غایت ظہور سے غایت بطون میں ہے۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ و صحبہ و بارك وسلم۔

اسی سبب سے نام اقدس میں دونوں رعایتیں رکھی ہیں۔ محمد ﷺ بکثرت اور بار بار غیر متناہی تعریف کئے گئے۔ اطلاق نے تمام تعریفوں کو جمع فرما لیا یہ تو شان ہے غایت ظہور کی اور نام اقدس پر ہائے لام تعریف کا داخل نہیں ہوتا۔ یعنی ایسے ظاہر ہیں کہ مستغنی عن التعریف ہیں تعریف کی ضرورت نہیں یا ایسے بطون میں ہیں کہ تعریف ہو نہیں سکتی۔ تعریف عہد یا استغراق یا جنس کے لئے ہے، وہ اپنے رب کی وحدت حقیقیہ کے مظہر کامل ہیں۔ اپنے جملہ فضائل و کمالات میں شریک سے منزہ ہیں امام شرف الدین "بوصیری بردہ" شریف میں فرماتے ہیں:

منزہ عن شریک فی محاسنہ　　فجوہر الحسن فیہ غیر منقسم

کہ یہاں جنسیت و استغراق نا متصور اور عہد فرع معرفت ہے اور ان کو ذاتاً وحقیقۃً کوئی پہچان نہیں سکتا تو نام اقدس پر کہ علم ذات ہے لام تعریف کیونکر داخل ہو۔

کاف تشبیہ بھی جر کے لئے آتا ہے ذات الٰہی کمال تنزیہ کے مرتبہ میں ہے اور متشابہات میں تشبیہات بھی وارد۔ صحیح مذہب محققین کا یہ ہے کہ تنزیہ ہے اس کی ذات و صفات کے لئے اور تشبیہ ہے تجلیات کے لئے دونوں کو اس آیہ کریمہ میں جمع فرمادیا:

لیس کمثله شیء و هو السمیع کوئی شے اس کے مثل نہیں

البصیر لیس کمثلہ شیء

یہ تنزیہہ ہے اور

وهو السمیع البصیر وہی ہے سننے والا

یہ تشبیہ۔ جب تک اللہ تعالیٰ نے عالم نہ بنایا تھا تشبیہ نہ تھی جب عالم بنایا تو نہ عالم خیال میں نہ عالم مثال میں. بلکہ عالم تمثیل میں تجلی تدلی کے لئے ایک تشبیہ پیدا ہوئی جو عبارت ہے ذات اقدس سے صلی اللہ تعالیٰ وعلی آلہ وصحبہ وبارك وسلم اور اللہ تعالیٰ متعالی ہے تشبیہ سے۔ ہاں پہلی تجلی جو فرمائی ہے اسی کا نام محمد ﷺ اور اس تجلی کی اور تجلیات پیدا کی گئی ہیں. ان کا نام ہے انبیائے کرام و مرسلین عظام علیهم الصلوٰۃ والسلام۔ جس طرح امام محمد بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے کلام سے اوپر بیان ہوا آگے فرمایا جاتا ہے الرحمٰن الرحیم مدح کا قاعدہ ہے کہ اختصاص پر دلالت کرتی ہے الرحمٰن الرحیم سے پہلے لایا گیا الرحمٰن رحمت کاملہ بالغہ رب تبارک وتعالیٰ کے ساتھ خاص ہے پھر فرمایا گیا الرحیم یعنی مطلق رحمت ہی اس کے ساتھ خاص ہے۔ رب العزۃ کی بے انتہا صفات ہیں۔ یہ کیا ہے جن سے تمام صفات الٰہیہ کو رحمت کے پردہ میں دکھایا القہار المنتقم نہیں فرمایا جاتا الرحمٰن الرحیم خاص رحمت دکھائی جاتی ہے یہ وہی آئینہ ذات الٰہی ہے جس میں صفات قہریہ بھی آکر خالص رحمت سے ملتبس ہو جاتی ہیں۔

حضور ﷺ ہر ایک کے لئے رحمت ہیں

وما ارسلنك الا رحمة للعلمين صلى الله تعالى عليه و على آله و صحبه و بارك وسلم اولین کے لئے رحمت، آخرین کے لئے رحمت، ملائکہ کے لئے رحمت، تمام مومنین کے لئے رحمت، یہاں تک کہ دنیا میں وہ کافرین، مشرکین، منافقین، مرتدین کے لئے بھی رحمت ہیں۔ یہ لوگ آج بھی ان کی رحمت سے دنیا میں عذاب سے محفوظ ہیں۔ ما کان الله ليعذبهم وانت فيهم الله ایسا نہیں کہ انہیں عذاب کرے جب تک اے رحمت عالم آپ ان میں موجود ہیں اسی لئے ادریس علیہ السلام کی طرح ورفعنه مكانا عليا اختیار نہ فرمایا حالانکہ ان کے غلام و اہل محبت کی نعش تک آسمان پر اٹھالی گئی۔

اللہ کے ایک بندے کی نعش آسمانوں میں پہنچادی گئی

سیدی عمر بن فارض رضی اللہ عنہ نے جنگل میں ایک جنازہ دیکھا اکابر اولیاء جمع ہیں مگر نماز جنازہ نہیں ہوتی انہوں نے تاخیر کا سبب پوچھا کہا امام کا انتظار ہے ایک صاحب کو نہایت جلدی کرتے ہوئے پہاڑ سے اترتے دیکھا جب قریب آئے معلوم ہوا کہ یہ وہ صاحب ہیں جن پر شہر میں لوکے ہنستے اور پھبتیں لگاتے ہیں وہ امام ہوئے سب نے ان کی اقتدا کی نماز ہی میں بکثرت سبز پرندوں کا غول نعش کے گرد جمع ہو گیا جب نماز جنازہ ختم ہوئی نعش کو اپنی منقاروں میں لے کر آسمان پر اڑتے چلے گئے۔ انہوں نے کہا یہ اہل محبت ہیں ان کی میت بھی زمین پر نہیں رہنے پاتی مگر حضور اقدس ﷺ کا انہیں زمین پر تشریف رکھنا پسند فرمایا تا کہ خلق کے لئے عذاب عام سے امان ہو۔

جنت اور دوزخ حضور ﷺ کی رحمت کا پرتو ہیں

جنت تو حضور ﷺ کی رحمت کا پرتو ہی ہے دوزخ بھی حضور کی رحمت سے بنی ہے کہ یہاں صفات قہر یہ بھی رحمت ہی کی تجلی میں ہیں۔ جنت کا رحمت ہونا ظاہر حضور ﷺ کے

نام لیواؤں کی جاگیر ہے دوزخ کا بنانا بھی رحمت ہے دو وجہ سے دنیا میں بادشاہ کی اطاعت تین ذرائع سے ہوتی ہے۔

اول بادشاہ کی اطاعت خاص اس لئے کہ وہ بادشاہ ہے۔

دوسرے کچھ انعام کا لالچ دیا جاتا ہے کہ ہمارے احکام مانو گے تو یہ انعام ملیں گے یہ رحمت ہے۔

تیسرے فاسق سرکش جو انعام کی پروا نہیں کرتے، اطاعت نہیں کرتے ان کی سزائیں سنا کر ڈرایا جاتا ہے اگر اطاعت نہ کرو گے تو زندان میں بھیجے جاؤ گے۔

وہ انعام تو عین رحمت ہے ظاہر ہے اور یہ کوڑا عذاب کا بھی رحمت ہے۔ اس لئے کہ رحمت ہی سے ناشی ہے کہ جیل خانہ سے ڈر کر سزا کے مستحق نہ ہوں، اطاعت کریں، انعام کے مستحق ہوں۔ تو دوزخ بھی رحمت ہے کہ دنیا کو ڈر کے باعث گناہوں سے بچانے والی ہے۔ دوسری وجہ کہ کفار نے اللہ کے محبوبوں کو ایذا دی، ان کی توہین کی رب العزت نے اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کے لئے دوزخ کو پیدا فرمایا قدر شے کی اس کی ضد سے معلوم ہوتی ہے کہ الاشیاء تعرف باضدادھا تو اہل جنت کو یہ دکھانا ہے کہ دیکھو اگر تم بھی محبوبانِ خدا کا دامن نہ تھامتے ان کی طرف تمہاری جگہ بھی یہی ہوتی اس وقت محبوبانِ خدا کے دامن تھامنے کی قدر کھلے گی واللہ الحمد و صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علی آلہ و صحبہ و بارك وسلم اللھم صل علی سیدنا محمد معدن الجود والکرم وآلہ والکرام اجمعین۔

حضور ﷺ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں

حضور ﷺ تمام جہانوں کے لئے رحمت ہیں رحم الٰہی کے معنی میں بندوں کو ایصالِ خیر فرمانے کا ارادہ تو رحمت کے لئے دو چیزیں درکار ہیں۔ ایک مخلوق جس کو خیر پہنچائی جائے اور دوسری خیر اور دونوں متفرع ہیں وجود نبی ﷺ پر۔ اگر حضور ﷺ نہ ہوتے نہ کوئی خیر ہوتی نہ خیر کا پانے والا، رحمت الٰہی کا ظہور نہ ہوتا وجود نبی ﷺ میں تمام نعمتیں، تمام کمالات، تمام فضائل، متفرع ہیں وجود پر اور تمام عالم کا وجود متفرع [illegible]

حضور ﷺ کے وجود پر تو سب پر حضور ﷺ ہی کے طفیل رحمت ہوئی ملک ہو خواہ نبی یا رسول جس کو جو نعمت ملی حضور ﷺ ہی کے دست عطا سے ملی۔

حضور نبی کریم ﷺ نعمۃ اللہ ہیں

حضور ﷺ نعمۃ اللہ ہیں قرآن عظیم نے ان کا نام نعمت اللہ رکھا الذین بدلوا نعمۃ اللہ کفرا کی تفسیر میں حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: نعمۃ اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نعمۃ اللہ محمد ﷺ کی ذات والاصفات ہے ولہٰذا ان کی تشریف آوری کا تذکرہ امتثال امر الٰہی:

قال تعالٰی واما بنعمۃ ربک فحدث — اپنے رب کی نعمت کا خوب چرچا کرو۔

حضور اقدس ﷺ کی تشریف آوری سب نعمتوں سے اعلیٰ نعمت ہے یہی تشریف آوری ہے جس کے طفیل دنیا، قبر، حشر، برزخ، آخرت غرض ہر وقت ہر جگہ ہر آن نعمت ظاہر و باطن سے ہمارا ایک ایک رونگٹا متمتع اور بہرہ مند ہے اور ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے رب کے حکم سے اپنے رب کی نعمتوں کا چرچا مجلس میلاد میں ہوتا ہے۔ مجلس میلاد آخر وہی شے ہے۔ جس کا حکم رب العزت دے رہا ہے واما بنعمۃ ربک فحدث۔

مجالس میلاد کی حقیقت:

مجلس مبارک کی حقیقت مجمع مسلمین کو حضور اقدس ﷺ کی تشریف آوری و فضائل جلیلہ و کمالات جمیلہ کا ذکر سنانا ہے۔ بند یا رقعہ بانٹنا یا طعام و شیرینی کی تقسیم اس کا جز حقیقت نہیں نہ ان میں کچھ جرم اول دعوت الی الخیر ہے اور دعوت الی الخیر بیشک خیر ہے اللہ عزوجل فرماتا ہے:

ومن احسن قولا ممن دعا الی اللہ — اس سے زیادہ کس کی بات اچھی ہے جو اللہ کی طرف بلائے۔

صحیح مسلم شریف میں ہے نبی ﷺ فرماتے ہیں۔

من دعٰی الی ھدی کان له الاجر مثل اجور من تبعه ولا ینقص ذلك من اجورھم شیئًا

جو لوگوں کو کسی ہدایت کی طرف بلائے جتنے اس کا بلانا قبول کریں ان سب کے برابر ثواب اسے ملے اور ان کے ثوابوں میں کچھ کمی نہ ہوگی۔

اور اطعام طعام یا تقسیم شیرینی بر وصلہ و احسان و صدقہ ہے اور یہ سب شرعاً محمود ان مجالس کے لئے ایک تمہی نہیں ملائکہ بھی تمنا کرتے ہیں جہاں مجلس شریف ہوتے دیکھی ایک دوسرے کو بلاتے ہیں کہ آؤ یہاں تمہارا مطلوب ہے پھر وہاں سے آسمان تک چھا جاتے ہیں تم دنیا کی مٹھائی بانٹتے ہو ادھر رحمت کی شیرینی تقسیم ہوتی ہے وہ بھی ایسی عام کہ نا مستحق کو بھی حصہ دیتے ہیں۔

ھم لقوم لا یشقی بھم جلیسھم

ان لوگوں کے پاس بیٹھنے والا بھی بدبخت نہیں رہتا۔

حضور ﷺ کے اذکار کی محفلیں حضرت آدم علیہ السلام کی آمد سے جاری ہیں

یہ مجلس آج سے نہیں حضرت آدم علیہ السلام نے خود کی اور کرتے رہے اور ان کی اولاد میں برابر ہوتی رہی کوئی دن ایسا نہ تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام ذکر حضور نہ کرتے ہوں۔ اول روز سے حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ فرمایا گیا ذکر کے ساتھ میرے حبیب و محبوب کا ذکر کیا کرو (صلی اللہ تعالٰی علیہ و علی آلہ و صحبہ و بارك وسلم) جس کے لئے عملی کارروائی یہ کی گئی کہ جب روح الٰہی حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قالب میں داخل کی گئی آنکھ کھلتے ہی نگاہ ساق عرش پر ٹھہرتی ہے لکھا دیکھتے ہیں لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ و علی آلہ وصحبہ و بارك وسلم) عرض کی الٰہی یہ کون ہے جس کا نام پاک تو نے اپنے نام اقدس کے ساتھ لکھا ہے۔ ارشاد ہوا وہ تیری اولاد میں سب سے پچھلا پیغمبر ہے وہ نہ ہوتا تو میں تجھے نہ بناتا۔ لولا محمد ما خلقتك ولا ارضا ولا سماء۔ اسی کے طفیل میں نے تجھے پیدا کیا اگر وہ ہوتا نہ تجھے پیدا کرتا نہ زمین و آسمان بناتا۔ تو نیت

پاک بتایا گیا۔ پھر ہر وقت ملائکہ کی زبان سے ذکر اقدس سنایا گیا۔ وہ مبارک سبق عمر بھر یاد رکھا ہمیشہ ذکر اور چرچا کرتے رہے۔ جب زمانہ وصال شریف کا قریب آیا شیث علیہ السلام سے ارشاد فرمایا: اے فرزند میرے بعد تو خلیفہ میرا ہو گا عماد تقوی و عروہ وثقی کو نہ چھوڑنا۔ العروۃ الوثقی محمد ﷺ ہیں، جب اللہ کو یاد کرے محمد ﷺ کا ذکر ضرور کرنا فانی رایت الملئکۃ تذکرہ فی کل ساعاتھا کہ میں نے فرشتوں کو دیکھا ہے ہر وقت ہر گھڑی ان کی یاد میں مشغول ہیں اسی طرح پر چرچا ان کا ہوتا رہا۔

انبیائے کرام علیہم السلام کی محفل میں حضور ﷺ کا ذکر خیر:

ایک انجمن روز میثاق جمائی گئی اس میں حضور ﷺ کا ذکر تشریف آوری ہوا:

واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما اتیتکم من کتاب و حکمۃ ثم جآء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن بہ و لتنصرنہ قال ا اقررتم واخذتم علی ذٰلکم امری قالوا اقررنا قال فاشھدوا وانا معکم من الشاھدین فمن تولی بعد ذلک فاولئک ھم الفاسقون○

جب عہد لیا اللہ نے نبیوں سے کہ بیشک میں تمہیں کتاب و حکمت عطا فرماؤں پھر تشریف لائیں تمہارے پاس وہ رسول تصدیق فرمائیں ان باتوں کی جو تمہارے ساتھ ہیں تو تم ضرور ان پر ایمان لانا اور ضرور ضرور ان کی مدد کرنا قبل اس کے کہ انبیاء کرام کچھ عرض کرنے پائیں فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور اس پر میرا بھاری ذمہ لیا عرض کی ہم نے اقرار کیا فرمایا تو آپس میں ایک دوسرے پر گواہ ہو جاؤ اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں پھر جو کوئی اس اقرار کے بعد پھر جائے وہی لوگ بے حکم ہیں۔

مجلس میثاق میں رب العزت نے تشریف آوری حضور ﷺ کا بیان فرمایا اور تمام انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نے سنا اور انقیاد و اطاعت حضور کا قول دیا۔ ان کی نبوت ہی مشروط تھی۔ حضور کے مطیع و امتی بننے پر تو سب سے پہلے حضور ﷺ کا ذکر تشریف آوری کرنے والا اللہ ہے کہ فرمایا ثم جآء کم رسول پھر تمہارے پاس وہ رسول تشریف

جس میں پڑھنے والا اللہ اور سننے والے انبیاء تھے۔

تمام انبیائے کرام کی مجالس میں حضور ﷺ کا ذکر ہوتا رہا

اسی طرح ہر زمانہ میں حضور کا ذکر ولادت وتشریف آوری ہوتا رہا۔ ہر قرن میں انبیاء ومرسلین حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت ابراہیم وحضرت موسیٰ وحضرت داؤد و حضرت سلیمان و حضرت زکریا علیہم الصلوٰۃ والسلام تک تمام نبی و رسول اپنے اپنے زمانہ میں مجلس حضور ترتیب دیتے رہے۔ یہاں تک کہ وہ سب میں پچھلا ذکر شریف سنانے والا کنواری ستھری پاک مریم کا بیٹا جسے اللہ تعالیٰ نے بے باپ کے پیدا کیا اور نشانی سارے جہاں کے لئے بنایا یعنی سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائے فرمان ہوا۔

مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد

میں بشارت دیتا ہوں ان رسول کی جو عنقریب میرے بعد تشریف لانے والے ہیں جن کا نام پاک احمد ہے۔

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔

حضور ﷺ کی پیدائش پر ملائکہ نے محافل میلاد منعقد کیں

یہ ہے مجلس میلاد شریف جب زمانہ ولادت شریف کا قریب آیا تمام ملک وملکوت میں محفل میلاد تھی۔ عرش پر محفل میلاد فرش پر محفل ملائکہ میں مجلس میلاد ہو رہی تھی۔ خوشیاں مناتے حاضر آئے ہیں سر جھکائے کھڑے ہیں حضرت جبرائیل وحضرت میکائیل حاضر ہیں (علیہم الصلوٰۃ والسلام) اس دولہا کا انتظار ہو رہا ہے جس کے صدقے میں یہ ساری بارات بنائی گئی ہے۔ سبع سمٰوت میں عرش وفرش پر دھوم ہے ذرا انصاف کرو تھوڑی سی مجازی قدرت والا اپنی مراد کے حاصل ہونے پر جس کا مدت سے انتظار ہو اب وقت آیا ہے کیا کچھ خوشی کا سامان نہ کرے گا۔ وہ عظیم مقتدر جو چھ ہزار برس پیشتر بلکہ لاکھوں برس سے ولادت محبوب کے پیش خیمے تیار فرما رہا ہے، اب وقت آیا ہے کہ وہ مراد المریدین ظہور فرمانے والے ہیں۔ یہ قادر علی کل شی کیا کچھ خوشی کے سامان مہیا نہ فرمائے گا۔ شیاطین کو

اس وقت جلن ہوئی تھی اور اب بھی جو شیطان ہیں جلتے ہیں اور ہمیشہ جلیں گے غلام تو خوش ہو رہے ہیں ان کے ہاتھ تو ایسا دامن آیا ہے کہ یہ گر رہے تھے اس نے بچا لیا ایسا سنبھالنے والا ملائکہ اس کی نظیر نہیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ و صحبہ و بارك وسلم۔

حضور ﷺ نے کروڑوں اربوں کو دوزخ کی آگ سے بچایا:

ایک آدمی ایک کو بچا سکتا ہے دو کو بچا سکتا ہے کوئی قوی ہوگا زیادہ سے زیادہ دس بیس کو بچا لے گا۔ یہاں کروڑوں اربوں پھسلنے والے اور بچانے والا وہی ایک انا اخذ بحجزکم عن النار ھلم الی میں تمہارا کمر بند پکڑے دوزخ سے کھینچ رہا ہوں ارے میری طرف آؤ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ و صحبہ و بارك وسلم) یہ فرمان صرف صحابہ رضی اللہ عنہم سے خاص نہیں قسم اس کی جس نے انہیں رحمۃ للعالمین بنایا۔ آج وہ ایک ایک مسلمان کا کمر بند پکڑے اپنی طرف کھینچ رہے ہیں کہ دوزخ سے بچائیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ و صحبہ و بارك وسلم الحمدللہ کیا حامی پایا اربوں سے بھی اربوں مراتب زائد گرنے والوں کو ان کا ایک اشارہ کفایت کر رہا ہے۔

سوائے ابلیس کے تو سارے خوشیاں منا رہے ہیں

تو ایسے کے پیدا ہونے کا ابلیس اور اس کی ذریت کو جتنا غم ہو تھوڑا ہے حضور ﷺ کے یوم پیدائش کو پہاڑوں میں ابلیس اور تمام سرکش قید کئے گئے تھے۔ انہیں کے پیرو اب بھی غم کرتے ہیں خوشی کے نام سے مرتے ہیں۔ ملائکہ سبع سمٰوٰت دھوم مچا رہے تھے۔ عرش عظیم ذوق شوق میں ہلتا تھا۔ ایک علم مشرق، دوسرا مغرب اور تیسرا بام کعبہ پہ نصب کیا گیا اور بتایا گیا کہ ان کا دارالسلطنت کعبہ ہے۔ اور ان کی سلطنت مشرق سے مغرب تک، تمام جہان انہیں کے قلم رو میں داخل ہے۔ اس مراد کے ظاہر ہونے کی گھڑی آ پہنچی کہ اول روز سے اس کی محفل میلاد اس کے خیر مقدم کی مبارک باد ہو رہی ہے۔ قادر علی کل شیء نے اس کی خوشی میں کیسے کچھ انتظام فرمائے ہوں گے۔ حضرت جبرائیل امین علیہ السلام ایک پیالہ شربت جنت کا سیدتنا آمنہ رضی اللہ عنہا کے لئے لے کر حاضر ہوئے۔ اس کے نوش

فرمانے سے وہ دہشت زائل ہوگئی جو ایک آواز سننے سے پیدا ہوئی تھی۔ پھر ایک مرغ سفید کی شکل بن کر اپنا پر سیدنا حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے بطن مبارک سے مل کر عرض کرنے لگے اظهر یا سید المرسلین اظهر یا خاتم النبیین اظهر یا اکرم الاولین والآخرین جلوہ فرمائیے۔ اے تمام رسولوں کے سردار، جلوہ فرمائیے اے تمام انبیاء کے خاتم. جلوہ فرمائیے۔ اے سب اگلے پچھلوں سے زیادہ کریم، یا اور الفاظ ان کے ہم معنی مطلب یہ کہ دونوں جہاں کے دولہا کی بارات سج چکی ہے اب جلوہ افروزی سرکار کا وقت ہے۔

فظهر رسول الله صلی الله تعالیٰ علیه وسلم کالبدر المنیر — پس حضور اقدس ﷺ جلوہ فرما ہوئے جیسے چودھویں رات کا چاند ظاہر ہوتا ہے۔

ان لفظوں پر قیام ہوا اور مدینہ منورہ کی طرف متوجہ ہو کر یہ درود عرض کیا:

الصلوٰة والسلام علیك یا رسول الله

الصلوٰة والسلام علیك یا نبی الله

الصلوٰة والسلام علیك یا حبیب الله

الصلوٰة والسلام علیك یا سراج افق الله

الصلوٰة والسلام علیك یا قاسم رزق الله

الصلوٰة والسلام علیك یا مبعوث الله ذوق الله

الصلوٰة والسلام علیك یا زینة عرش الله

الصلوٰة والسلام علیك یا سید المرسلین

الصلوٰة والسلام علیك یا خاتم النبیین

الصلوٰة والسلام علیك یا شفیع المذنبین

الصلوٰة والسلام علیك یا اکرم الاولین والآخرین

الصلوٰة والسلام علیك یا نبی الانبیاء

الصلوٰة والسلام علیك یا عظیم الرجا

الصلوٰة والسلام علیك یا عمیم الجود والعطاء

میلادِ شریف اور علامہ اقبال علیہ رحمۃ اللہ

علامہ سید نور محمد قادری

حضور اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی میں عقیدت ومحبت کے اظہار کے لئے جو تقریب منعقد کی جاتی ہے اسے اصطلاحاً "میلاد شریف" کہا جاتا ہے اور یہ اصطلاح اس طرح حضور اکرم ﷺ کے یوم ولادت کے ساتھ مخصوص ہے کہ صحابہ کرام اور آئمہ اہل بیت میں سے کسی کے بھی یوم ولادت کو "میلاد شریف" کے نام سے نہیں پکارا جاتا یا ایسا کہنے کو سوئے ادب اور گستاخی سمجھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب مہدوی فرقہ نے حیدر آباد دکن میں ایک سازش کے ذریعے سرکاری جنتری میں سید محمد مہدی جونپوری کے یوم پیدائش کے خانہ میں "میلاد شریف" کا لفظ چھپوالیا تو پورے ہندوستان میں عاشقان رسول ﷺ میں احتجاج کی زبردست لہر دوڑ گئی اور جب تک سرکاری جنتری میں سے مہدی جونپوری کے نام کے سامنے سے میلاد شریف کے لفظ کو نکال نہ دیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ کے غلاموں نے چین کا سانس نہ لیا۔

جناب پروفیسر الیاس برنی مرحوم نے اس قصہ بلکہ قضیہ کو اپنے خط بنام شاہ حسین میاں سجادہ نشین دربار پھلواری شریف میں اس طرح بیان کیا ہے:

"میلاد شریف کا قصہ یہ ہے کہ یہاں ایک سرکاری جنتری شائع ہوتی ہے جس میں تعطیلات بھی درج رہتی ہیں۔ تعطیلات کے سلسلہ میں دوازدہم شریف، یازدہم شریف، فاتحہ، عرس یہ اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی تعطیل میں لفظ "ولادت" استعمال ہوتا ہے تاکہ میلاد مبارک سے امتیاز رہے لیکن اپنے اثرات اور مسلمانوں کی عدم توجہی سے فائدہ اٹھا کر اسی جماعت نے سید محمد جونپوری کی تعطیل میں لفظ "میلاد شریف" درج کرا لیا۔ حالانکہ کم از کم حیدر آباد میں میلاد شریف رسول اللہ ﷺ کے

☆ ماہنامہ اقبالیات، چک نمبر ۵ اشمالی ضلع منڈی بہاؤ الدین۔ پنجاب (۲۴ رمضان المبارک ۱۴۰۶ھ ۳ جون ۱۹۸۶ء)

واسطے مخصوص رکھتے ہیں۔ حتیٰ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے واسطے لفظ "ولادت" استعمال کرتے ہیں کہ اصطلاحات میں بھی فرق مراتب ملحوظ رہے، اول خانگی طور سے مہدوی جماعت کو اس فرق پر توجہ دلائی گئی لیکن جب وہ راضی نہ ہوئی تو حکم ہوگیا کہ سرکاری جنتری میں لفظ "میلاد شریف" درج نہ ہوگا۔ مہدوی اپنے طور پر لکھیں تو وہ جانیں۔"

(رسالہ نقوش، خطوط نمبر حصہ اول اپریل مئی ۱۹۶۸ء صفحہ ۴۸۰۔۴۸۱)

غرض کہ اُمت محمدیہ اس مقدس دن کو بڑے ادب، احترام اور اہتمام سے مناتی آ رہی ہے لیکن بدقسمتی سے دیوبندی حضرات (باستثنائے چند اس مبارک و مسعود دن کی اہمیت کو کم کرنے کے لئے اسے بدعت قرار دیتے ہیں اور جہاں بس چلے تو مولود شریف کو روکنے اور بند کرنے یا کرانے کے لئے کئی قسم کے حربے استعمال کرنے سے نہیں ہچکچاتے مثلاً جب نواب صدیق حسن خاں ریاست بھوپال کے سیاہ و سفید کے مالک بنے تو ریاست میں میلاد شریف کی مجالس کو حکماً بند کرا دیا۔ محترمہ آبرو بیگم صاحبہ نے اس مسئلہ کو نواب سلطان جہاں بیگم سابق فرمانروا بھوپال کی زبانی اس طرح بیان کیا ہے:

"اثنائے گفتگو میں ہر ہائینس نواب سلطان جہاں بیگم صاحبہ جی۔ سی۔ ایس۔ آئی فرمانروائے بھوپال دام اقبالہا نے مجھ سے فرمایا کہ جس زمانے میں نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم نے محفل میلاد کی رسم بھوپال میں موقوف کر دی تھی ایک روز مجھے اس کی نسبت بہت افسوس کے ساتھ خیال آیا کہ ایسی متبرک محفل کو اپنے یہاں کیوں کر قائم کروں۔

بار بار مجھے رسول اللہ ﷺ کی محبت مجبور کرتی تھی کہ میں آپ ﷺ کی ولادت کے دن اپنے یہاں خوشی کا اظہار کروں لیکن اس مصلحت سے میں اور عالی جناب نواب سلطان الدولہ صاحب مرحوم نور اللہ مرقدہٗ اپنے دلی ارادے میں ناکامیاب رہتے تھے کہ محترمہ سرکار خلد مکاں اور نواب صدیق حسن خاں صاحب ضرور یہ تصور فرمائیں گے کہ ہماری رائے کے خلاف محفل میلاد جاری کی ہے۔ تب میں نے خدا سے التجا کی کہ حضرت محمد ﷺ کی پیدائش کے دن میرے یہاں کوئی خوشی کی تقریب ہو جائے تا کہ مجھے اس حیلے سے عین ولادت کے دن مسرت ظاہر کرنے کا موقع حاصل ہو۔ قدرت الٰہی اور معجزہ حضرت رسول

مقبول ﷺ غور کے قابل ہے کہ صاجزادی آصف جہاں صاحبہ مرحومہ کے بعد پندرہ سال تک کوئی اولاد مجھے نہیں ہوئی اور سب کو یہ ہی یقین تھا کہ اب اولاد نہ ہوگی۔ لیکن خدا تعالیٰ نے میری التجا سنی اور ۸ ربیع الاول بہ روز سعید صاجزادہ حمید اللہ خاں صاحب زادہ اللہ عمرہٗ پیدا ہوئے اور مجھے اس روز سعید کو خوشی کے اظہار کا موقع مل گیا۔ اس دن سے اب تک ہر سال ۸ ربیع الاول کو عید میلاد اس طرح منائی جاتی ہے کہ مسجد میں خوب روشنی کی جاتی ہے اور سوا لاکھ درود شریف کا ثواب پہنچایا جاتا ہے۔ عمدہ طعام پکا کر غربا اور دوستوں کو تقسیم کیا جاتا ہے۔ (سبیل الرشاد مرتبہ سید ممتاز علی مطبوعہ لاہور ۱۹۳۲ء، صفحہ ۶۸۔۶۹)

میلاد مبارک کو حکماً بند کرانے کے فیصلہ کا نتیجہ نواب صاحب کے حق میں بہت برا نکلا اور وہ جلد ہی معزول کر دیئے گئے۔ سید فتح علی شاہ صاحب ساکن کھروٹہ سیداں ضلع سیالکوٹ تحریر کرتے ہیں۔

"میرے زمانے میں دو واقعات عبرت انگیز واقع ہوئے ہیں۔ اول: نواب محمد علی خاں بہادر والیٔ ٹونک نے ایک کتاب "مراۃ السنۃ السنیہ لرد قبح المجالس المولدیہ" لکھی اس میں مجالس میلاد کے متعلق بہت سخت سست لکھا آخر چند روز کے بعد ہی حکومت ٹونک سے معزول کر کے بنارس میں نظر بند کئے گئے۔"

دوم: نواب صدیق الحسن بہادر نے ریاست بھوپال میں امیر الملک والاجاہ کا خطاب حاصل کیا۔ کسی نے اتفاقاً ان کے زیر حکومت محفل میلاد منعقد کی۔ نواب صاحب نے اس کو سخت دھمکایا اور حکم دیا کہ اس کا مکان کھود کر معدوم کیا جائے۔ تھوڑے سے ہی دن گزرے کہ نوابی جاتی رہی کسی نے معزولی کی تاریخ یوں لکھی ہے۔

چوں نواب بھوپال معزول شد بگیرید پند ایہا الغافلون
پے سال تاریخ ہاتف ز غیب چنیں گفت لا یفلح الظالمون

(الارشاد الی مباحث المیلاد تالیف علامہ محمد عالم آسی امرتسری مطبوعہ امرتسر ۱۹۳۲ء، صفحہ ۳۳۔۳۴)

حکیم الامت حضرت علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ عاشق رسول ﷺ تھے میلاد شریف کی مجالس میں خود شرکت فرماتے اور عوام کو ان بابرکت مجالس میں شرکت کے لئے تلقین کرتے اور جب انہیں معلوم ہوتا کہ فلاں علاقہ میں [illegible]

ہوتے۔ تفصیل ملاحظہ ہو۔

۱۔ لاہور میں میلاد شریف کا باقاعدہ اجتماع ۱۹۱۰ء میں اسلامیہ کالج لاہور میں منعقد ہوا جس کی صدارت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ دربار علی پور شریف (سیالکوٹ) نے فرمائی جبکہ مقررین میں حضرت علامہ اقبال بھی شامل تھے۔ اس متبرک جلسہ کی روئیداد رسالہ "تہذیب نسواں" میں شائع ہوئی جو درج ذیل ہے۔

"ہمیں اس بات کے دیکھنے سے بہت خوشی ہوئی کہ "تہذیب نسواں" کا پچھلے سال کا ننھا سا بویا ہوا بیج، اس سال اچھا پھل لایا۔ اس سال کے بڑے نامی اخباروں نے عید میلاد کے خاص پرچے (نمبر) نکالے..... علماء مجتہدین نے عید میلاد کو قومی طور پر منانا نہایت ضروری سمجھا اور اس کے لئے اشتہار جاری کئے۔ لاہور میں حضرت صوفی حاجی حافظ سید جماعت علی شاہ کی طرف سے اہل اسلام شہر کو عام منادی کی گئی کہ تمام دکاندار اور اہل حرفہ اپنا اپنا کام بند رکھیں اور دن بھر عید منائیں۔ چنانچہ اسی طرح کیا گیا۔

نماز ظہر کے بعد نماز عشاء تک اسلامیہ کالج لاہور میں عظیم الشان جلسہ رہا جس میں علمائے دین اور مشاہیر واعظ اور خوش بیان لیکچرار، تقریریں اور وعظ کرتے رہے۔ شیریں بیان شاعروں نے نہایت مؤثر نظمیں پڑھیں۔ اثر کا یہ حال تھا کہ بعض وقت لوگ بے تاب ہو کر چیخیں مارتے تھے۔

ڈاکٹر محمد اقبال نے نہایت خوبی سے لوگوں کو یہ بات سمجھائی کہ جلسے صرف تماشا نہیں بلکہ قومیت کو مضبوط کرنے اور اگلی پچھلی قوم کی شخصیت کو ایک کرنے کے لئے ان کا ہونا بہت ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ جب تک ساری قوم اپنے بزرگوں کے حالات سن کر خود ان عظیم الشان بزرگوں کی ذریت ہونے کا فخر اور گھمنڈ دل میں نہ پیدا کرے گی تب تک ان کے سینوں میں اولوالعزمی اور بلند حوصلگی جوش زن نہیں ہو سکتی۔

شیخ عبدالقادر نے بہت خوبی سے پیغمبر خدا کے احسانات کا ذکر شروع کیا اور کہا کہ ان احسانوں کو کوئی کس طرح بیان کر سکتا ہے جن کی کوئی حد و غایت نہیں۔ میں گنہگار اس بھاری کام سے کس طرح عہدہ برآ ہو سکتا ہوں۔ میں تبرکاً اس سلسلۂ عظیم کی ابتداء اور انتہا میں صرف دو باتوں کا کچھ ذکر کروں گا۔ پھر انہوں نے بتایا کہ سب سے اول احسان آپ کا

"قرآن پاک" ہے جو وہ امت کے لئے لے کر آئے اور سب سے اخیر احسان قیامت ؛ آپ کی شفاعت ہوگی۔

مسٹر ظفر علی خاں بی۔اے نے نہایت پُر جوش تقریر کی اور افسوس سے کہا کہ لاہو میں کم از کم مسلمانوں کی ایک لاکھ آبادی ہے، جس میں پچاس ہزار عورتیں سمجھ لو۔ پچاس ہزار مردوں کو لازم تھا کہ وہ سب آج اس کالج کے میدان میں ہوتے اور اس کالج کے نعرہ "یارسول اللہ ﷺ" لگاتے اور درود شریف کے ذکر سے یہ میدان گونج اٹھتا۔

شمس العلماء مفتی عبداللہ صاحب (ٹونکی) شمس العلماء مولوی عبدالحکیم صاحب ؛ حاجی سید جماعت علی شاہ صاحب نے رسول خدا ﷺ کے اخلاق و شمائل پر تقریریں کیں۔

(سبیل الرشاد مرتب سید ممتاز علی لاہور ۱۹۳۴ء صفحہ ۴۴۔۴۵

۲۔ ۱۹۲۹ء اور ۱۹۳۰ء میں حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے سجادہ نشین صاحبان، علمائے کرام، مشاہیر قوم اور سیاسی اکابرین کے ساتھ مل کر میلاد شریف کو منانے کے لئے اخبارات میں مندرجہ ذیل اپیل شائع کی۔

"اتحاد اسلام کی تقویت۔ حضور سرور کائنات ﷺ کے احترام و اجلال، حضور کی سیرت پاک کی اشاعت اور ملک میں بانیان مذاہب کا صحیح احترام قائم کرنے کے لئے ربیع الاول کو ہندوستان کے طول و عرض میں ایسے عظیم ترین تبلیغی جلسوں اور مظاہروں کا انتظام کیا جائے جو حضور سید المرسلین ﷺ کی عظمت قدر کے شایان شان ہوں اور جنہیں دنیا محسوس کر سکے۔ اس دن ہر ایک آبادی میں علم اسلام بلند کیا جائے اور تمام فرزندان اسلام بہ استثناء اس علم کے نیچے جمع ہو کر خداوند پاک سے عہد کریں کہ وہ ہر قدم پر رسول اللہ ﷺ کا نقش قدم تلاش کریں گے۔ ان ہی کی محبت میں زندہ رہیں گے اور ان ہی کی اطاعت میں جان دیں گے۔

انجمن حمایت اسلام کی جنرل کونسل نے قوم کی اس متحدہ آواز پر لبیک کہتے ہوئے فیصلہ کیا ہے کہ یوم ولادت سرور کائنات ﷺ کو اسلامیہ کالج کے وسیع میدان میں ایک عظیم الشان جلسہ کر کے لاہور میں اسوۂ رسول روحی فداہ کی اشاعت کرے اور اس شان سے حضور ﷺ کے احترام و اجلال کا علم بلند کرے کہ ۱۲ ربیع الاول کے دن لاہور کا ایک ایک

گوشہ "ورفعنالک ذکرک" کی تصویر بن جائے۔

مسلمانان لاہور میں ہزارہا اختلافات موجود ہوں گے لیکن حضور سید عالم کے عشق و احترام کے بارے میں کوئی اختلاف موجود نہیں ہے۔ اس واسطے انجمن حمایت اسلام بلا لحاظ اختلاف تمام برادرانِ اسلام سے اپیل کرتی ہے کہ وہ انجمن کے ساتھ مل کر حضور ﷺ کے پاک نام اور مبارک کام کو دنیا میں بلند رکھنے کے لئے ایسی گرم جوشی اور عزم و ہمت کے ساتھ کام کریں کہ ۱۲ ربیع الاول کے دن ایک خدا کے ماننے والے اور ایک نبی کے نام لیوا المسلمون کرجل واحد کی تصویر بن جائیں۔

(اقبال ریویو جولائی ۱۹۷۸ء، مضمون محمد حنیف شاہد صفحہ ۷۶۔۷۷)

اس اپیل پر حضرت علامہ کے علاوہ جن اکابرین ملت نے دستخط کئے ہیں ان میں سے چند اہم نام یہ ہیں۔

۱۔ سید غلام بھیک نیرنگ انبالہ
۲۔ مولانا غلام مرشد۔ لاہور
۳۔ مولانا شوکت علی۔ بمبئی
۴۔ مولانا حسرت موہانی۔ موہان
۵۔ پیر سید مہر علی شاہ۔ گولڑہ شریف
۶۔ مولانا قطب الدین عبدالوالی۔ لکھنؤ
۷۔ دیوان سید محمد۔ پاک پتن شریف
۸۔ مولانا قمر الدین۔ سیال شریف
۹۔ مولانا فاخر۔ الہ آباد
۱۰۔ مولانا سید حبیب۔ مدیر "سیاست"
۱۱۔ پیر سید فضل شاہ۔ جلالپور شریف
۱۲۔ مولانا علی الحائری۔ لاہور
۱۳۔ اور مولانا محمد شفیع داؤدی بہار وغیرہم (ایضاً صفحہ ۷۵۔۷۶)

جون ۱۹۳۱ء میں تحریک یوم النبی کے افتتاح کا اعلان کرتے ہوئے حضرت علامہ اقبال نے مسلم زعما اور اکابر ملت کے ہمراہ ملت اسلامیہ کی خدمت میں یہ اپیل کی۔

"حضرت محمد ﷺ کی تعلیم و تربیت کا آفتاب ساڑھے تیرہ سو سال گزرنے پر بھی نصف النہار پر ہے اور انشاء اللہ تا قیامت زوال پذیر نہ ہوگا۔ ہمارے سلف صالحین نے تبلیغ اسلام میں اپنا خون اور پسینہ ایک کر دیا تھا اور ہر زمانہ کے ذرائع کو حد شریعت کے اندر رہ کر استعمال کیا تھا، آؤ ہم سب مل کر موجودہ زمانہ کے مؤثر اور مفید ذریعۂ تبلیغ کو اختیار کریں اور اس فرض تبلیغ کو ادا کریں جو ہمارے ہادی اور تمام عالم کے محسن کامل ﷺ نے

"بلغوا عنی" فرما کر ہم پر فرض کر دیا ہے۔

ہماری استدعا ہے کہ تمام ہندوستان کے طول و عرض میں سیرت النبی کی اشاعت کے لئے ایک ہی دن تبلیغی جلسے کئے جائیں۔ ایسے جلسے جو حضور ﷺ کی رفعت قدر کے شایان شان ہوں اور جنہیں دنیا محسوس کر سکے، چونکہ ان جلسوں کو ۱۲ ربیع الاول سے طبعی مناسبت ہے کہ یہ تاریخ تمام مبلغین وحی کے سردار اور دنیا کے مبلغ اکبر کے پیدا ہونے اور فرائض تبلیغ ادا کر کے رحلت فرمانے کی تاریخ ہے اس واسطے یہ تبلیغی جلسے ۱۲ ربیع الاول کو کئے جائیں۔ اور تمام شہروں میں انتظام کے لئے معزز لوگوں کی سیرت کمیٹیاں بنادی جائیں۔ اس دن تمام فرزندانِ اسلام علم اسلام کے نیچے جمع ہو کر یہ اقرار کریں کہ ہم ہر قدم پر اسوۂ رسول کی پیروی کریں گے اور ہماری نماز، قربانی، زندگی اور موت اللہ کے لئے وقف ہوگی۔" (ایضاً صفحہ ۸۱)

اس موقع پر جن اکابر اسلام نے حضرت علامہ کا ساتھ دیا ان میں سے چند یہ ہیں۔

۱۔ مفتی نثار احمد۔ آگرہ
۲۔ میاں سر محمد شفیع۔ لاہور
۳۔ مولانا شوکت علی۔ دہلی
۴۔ مولانا سید غلام بھیک نیرنگ۔ انبالہ
۵۔ پیر سید مہر علی شاہ۔ گولڑہ شریف
۶۔ مولانا سید حبیب۔ لاہور
۷۔ مولانا حسرت موہانی
۸۔ مولانا محمد سجاد۔ بہار
۹۔ مولانا کشفی نظامی
۱۰۔ ڈاکٹر شفاعت احمد خاں
۱۱۔ مولانا غلام مرشد۔ لاہور
۱۲۔ مولانا سید علی حائری۔ لاہور وغیرہ

(ایضاً صفحہ ۸۸)

حضرت علامہ اقبال نے "محفل میلاد النبی ﷺ" میں ایک دفعہ تقریر کی جسے اخبار "زمیندار" نے شائع کیا۔ آثار اقبال کے مرتب نے حضرت علامہ کی اس تقریر کو اپنے مختصر نوٹ کے ساتھ "آثار اقبال" میں شائع کیا ہے۔ وہ نوٹ اور تقریر درج ذیل ہے۔

مرتب کا نوٹ:

"میلاد مبارک کی محفلوں کو ایک جماعت نے اپنے ناد انشمندانہ غلو سے کام لے کر

محض ایک مجموعہ رسوم بنا دیا ہے۔ دوسری طرف اس کے مقابلہ میں ایک ایسی جماعت پیدا ہوگئی ہے جو سرے سے ان محفلوں ہی کو مٹا دینا چاہتی ہے۔ حضرت اقبال نے ایک موقع پر اس باب میں جو خیالات ظاہر فرمائے ہیں وہ اتنی بڑی حد تک معقول و معتدل ہیں کہ ان کی تقریر کی رپورٹ کو "زمیندار" کے صفحات سے لے کر ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔"

(آثار اقبال مرتب غلام دستگیر حیدرآباد دکن ۱۹۴۶ء، بار دوم صفحہ ۳۰۵)

حضرت علامہ کا بیان:

" زمانہ ہمیشہ بدلتا رہتا ہے، انسانوں کی طبائع، ان کے افکار اور ان کے نقطہ ہائے نگاہ بھی زمانے کے ساتھ ہی بدلتے رہتے ہیں۔ لہٰذا تہواروں کے منانے کے طریقے اور مراسم بھی ہمیشہ متغیر ہوتے رہتے ہیں اور ان سے استفادہ کے طریق بھی بدلتے رہتے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ ہم بھی اپنے مقدس دنوں کے مراسم پر غور کریں اور جو تبدیلیاں افکار کے تغیرات سے ہونی لازم ہیں ان کو مدنظر رکھیں۔

منجملہ ان مقدس ایام کے جو مسلمانوں کے لئے مخصوص کئے گئے ہیں ایک "میلاد النبی" کا مبارک دن بھی ہے، میرے نزدیک انسانوں کی دماغی اور قلبی تربیت کے لئے نہایت ضروری ہے کہ ان کے عقیدے کی رو سے زندگی کا جو نمونہ بہترین ہو۔ وہ ہر وقت ان کے سامنے رہے۔ چنانچہ مسلمانوں کے لئے اسی وجہ سے ضروری ہے کہ وہ اسوۂ رسول کو مدنظر رکھیں تاکہ جذبۂ تقلید اور جذبۂ عمل قائم رہے۔ ان جذبات کو قائم رکھنے کے تین طریقے ہیں پہلا طریق تو درود وصلوٰۃ ہے جو مسلمانوں کی زندگی کا جزو لاینفک بن چکا ہے۔ وہ ہر وقت درود پڑھنے کے مواقع نکالتے رہتے ہیں۔ عرب کے متعلق میں نے سنا ہے کہ اگر کہیں بازار میں دو آدمی لڑ پڑتے ہیں اور تیسرا بہ آواز بلند اللھم صل علی سیدنا و بارک وسلم پڑھ دیتا ہے تو لڑائی فوراً رک جاتی ہے اور متخاصمین ایک دوسرے پر ہاتھ اٹھانے سے فوراً باز آجاتے ہیں، یہ درود کا اثر ہے اور لازم ہے کہ جس پر درود پڑھا جائے اس کی یاد قلوب کے اندر اثر پیدا کرے۔

پہلا طریق انفرادی اور دوسرا اجتماعی یعنی مسلمان کثیر تعداد میں جمع ہوں اور

ایک شخص جو حضور آقائے دو جہاں ﷺ کے سوانح حیات سے پوری طرح باخبر ہو آپ کے سوانح زندگی بیان کرے تا کہ ان کی تقلید کا ذوق وشوق مسلمانوں کے قلوب میں پیدا ہو۔اس طریق پر عمل پیرا ہونے کے لئے ہم سب آج یہاں جمع ہوئے ہیں۔

تیسرا طریق اگرچہ مشکل ہے لیکن بہرحال اس کا بیان کرنا نہایت ضروری ہے، طریقہ یہ ہے کہ یاد رسول اس کثرت سے اور ایسے انداز میں کی جائے کہ انسان کا قلب نبوت کے مختلف پہلوؤں کا خود مظہر ہو جائے یعنی آج سے تیرہ سو سال پہلے جو کیفیت حضور سرور عالم ﷺ کے وجود مقدس سے ہویدا تھی وہ آج تمہارے قلوب کے اندر پیدا ہو جائے۔حضرت مولانا روم فرماتے ہیں: ؎

آدمی دیداست باقی پوست است دید آنست آنکہ دید دوست است

یہ جوہر انسانی کا انتہائے کمال ہے کہ اسے دوست کے سوا اور کسی چیز کی دید سے مطلب نہ رہے۔یہ طریقہ بہت مشکل ہے کتابوں کے پڑھنے یا میری تقریر سننے سے نہیں آئے گا۔اس کے لئے کچھ مدت نیکوں اور بزرگوں کی صحبت میں بیٹھ کر روحانی انوار حاصل کرنا ضروری ہے۔اگر یہ میسر نہ ہو تو پھر ہمارے لئے یہی طریقہ غنیمت ہے جس پر آج عمل پیرا ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ اس طریق پر عمل کرنے کے لئے کیا کیا جائے؟ پچاس سال سے شور برپا ہے کہ مسلمانوں کو تعلیم حاصل کرنی چاہئے لیکن جہاں تک میں نے غور کیا ہے تعلیم سے زیادہ اس قوم کی تربیت ضروری ہے اور ملی اعتبار سے یہ تربیت علماء کے ہاتھ میں ہے۔ اسلام ایک خالص تعلیمی تحریک ہے صدر اسلام میں اسکول نہ تھے، کالج نہ تھے، یونیورسٹیاں نہ تھیں لیکن تعلیم و تربیت اس کی ہر چیز میں تھی۔خطبہ جمعہ، خطبہ عید، حج، وعظ غرض تعلیم و تربیت عوام کے بے شمار مواقع اسلام نے بہم پہنچائے ہیں لیکن افسوس کہ علماء کی تعلیم کا کوئی صحیح نظام قائم نہ رہا اور اگر کوئی رہا بھی تو اس کا طریق عمل ایسا رہا کہ دین کی حقیقی روح نکل گئی، جھگڑے پیدا ہو گئے اور علماء کے درمیان جنہیں پیغمبر علیہ السلام کی جانشینی کا فرض ادا کرنا تھا سر پھٹول ہونے لگی۔

دنیا میں نبوت کا سب سے بڑا کام تکمیل اخلاق ہے چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا

"بعثت لاتمم مکارم الاخلاق" یعنی میں نہایت اعلیٰ اخلاق کے اتمام کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ اس لئے علماء کا فرض ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے اخلاق ہمارے سامنے پیش کریں تا کہ ہماری زندگی حضور کے اسوۂ حسنہ کی تقلید سے خوش گوار ہو جائے اور اتباع سنت زندگی کی چھوٹی چھوٹی چیزوں تک جاری و ساری ہو جائے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے خربوزہ لایا گیا تو آپ نے کھانے سے انکار کر دیا اور کہا کہ مجھے معلوم نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو کس طرح کھایا ہے، مبادا میں ترک سنت کا مرتکب ہو جاؤں۔

کامل بسطام در تقلید فرد اجتناب از خوردن خربوزہ کرد

(حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ نے علما کی جس بے عملی کا ذکر کیا ہے وہ اب پہلے سے بھی زیادہ تشویشناک ہے)۔

افسوس کہ ہم میں بعض چھوٹی چھوٹی باتیں بھی موجود نہیں ہیں جن سے ہماری زندگی خوشگوار ہو اور ہم اخلاق کی فضا میں زندگی بسر کر کے ایک دوسرے کے لئے باعث رحمت ہو جائیں۔ اگلے زمانے کے مسلمانوں میں اتباع سنت سے ایک اخلاقی ذوق اور ملکہ پیدا ہو جاتا تھا اور وہ ہر چیز کے متعلق خود ہی اندازہ کر لیا کرتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ کا رویہ اس چیز کے متعلق کیا ہوگا۔

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ بازار میں جا رہے تھے آپ کو بچوں سے محبت تھی، بچے کھیل رہے تھے، ان سب نے مولانا کو سلام کیا اور مولانا ایک ایک کا سلام الگ الگ قبول کرنے کے لئے دیر تک کھڑے رہے، ایک بچہ کہیں دور کھیل رہا تھا اس نے وہیں سے پکار کر کہا کہ حضرت ابھی جائیے گا نہیں، میرا سلام لیتے جائیے تو مولانا نے بچے کی خاطر دیر تک توقف فرمایا اور اس کا سلام لے کر گئے۔ کسی نے پوچھا حضرت آپ نے بچہ کے لئے اس قدر توقف کیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر رسول اللہ ﷺ کو اس قسم کا واقعہ پیش آتا تو [illegible] بھی یوں ہی کرتے۔

گویا ان بزرگوں میں تقلید رسول اور اتباع سنت سے ایک خاص اخلاقی ذوق پیدا ہو گیا۔ اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں، علماء کو چاہئے کہ ان کو ہمارے سامنے پیش کریں۔ قرآن و حدیث کے غوامض بتانا بھی ضروری ہیں لیکن عوام کے دماغ ابھی

ان مطالب عالیہ کے متحمل نہیں، انہیں فی الحال صرف اخلاق نبوی ﷺ کی تعلیم دینی چاہیے۔" (ایضاً صفحہ ۳۰۵۔۳۰۹)

حضرت علامہ کے اس بیان یا تقریر کے شروع میں مرتب نے تحریر کیا ہے کہ ایک ایسی جماعت پیدا ہوگئی ہے جو اس مبارک تقریب کو مٹانے کے درپے ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ عید میلاد النبی ﷺ کو اجتماعی اور قومی سطح پر منانے کے لئے بیسویں صدی عیسوی کے شروع میں ایک زبردست تحریک اٹھی تھی اور اس تحریک کو کامیاب بنانے میں "تہذیب نسواں" لاہور کا بہت اہم حصہ تھا۔ اس تحریک کی بدولت چند ہی سالوں میں برصغیر کے گوشے گوشے میں یہ مبارک تقریب قومی سطح پر منائی جانے لگی اور اس کو دیکھ کر ایک ایسا طبقہ جو بظاہر مسلمان کہلاتا ہے اس تحریک کے خلاف کھل کر میدان میں آ گیا۔ اس نام نہاد طبقہ کے رد میں ایک دردمند خاتون سیدہ جمیلہ قطب نے ایک مضمون بعنوان "انعقاد بزم میلاد" تحریر کیا جو ۲۵ مارچ ۱۹۱۱ء کے تہذیب میں چھپا۔ یہ مضمون اتنا ہی ایمان افروز اور ضروری ہے جتنا کہ آج سے پچھتر سال پہلے تھا۔ یہ مضمون سبیل الرشاد مرتب سید ممتاز علی کے چار صفحات پر پھیلا ہوا ہے۔ ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

"افسوس ہمارے ہندوستان میں بعض ذمیوں کا ایک ایسا گروہ پیدا ہوا جو پہلے تو میلاد شریف کو جائز سمجھتا تھا وہ فقط قیام کا منکر تھا لیکن اب سرے سے میلاد شریف کو بدعت سمجھتا ہے۔ خبر نہیں یہ لوگ میلاد شریف میں کونسی بات قرآن وحدیث کے خلاف دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پیدا ہونے کی خوشی کو برا سمجھتے ہیں۔ جب آنحضرت ﷺ کا پیدا ہونا ہمارے لئے نعمت عظمیٰ ہے تو مطابق حکم قرآن مجید:

واما بنعمتہ ربك فحدث — کہ اپنے پروردگار کی نعمت کا لوگوں کو ذکر سنا۔

کیوں نہ آپ کا ذکر کیا جائے اور جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے مومنین پر احسان کیا کہ ان میں رسول پیدا کیا اور رسول بھی ایسا جو رحمت اللعالمین ہے تو آیت:

بفضل اللہ و برحمتہ فبذالك فلیفرحو — اللہ تعالیٰ کے اس فضل و رحمت پر مومنین کو خوب خوشی منانی چاہیے۔

کے مطابق کیوں نہ سامان سرور یعنی محفل سجائی جائے احباب کو جمع کرنے، شیرینی وغیرہ بانٹنے کے ساتھ رحمت الٰہی کا بیان کیوں نہ کیا جائے۔ آرائش محفل کیوں نہ کی جائے جب وہ اس آیت سے ثابت ہے۔

من حرم زینۃ اللہ التی اخرج العبادہ والطیبات من الرزق — یعنی کس نے حرام کر دیا پاکیزہ رزق کو اور اللہ تعالیٰ کی اس زینت کو جو اس نے اپنے بندوں کے واسطے پیدا کی۔

چھوہارے کیوں نہ بانٹے جائیں جب آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

اتقوا النار ولو بشق تمرہ — یعنی آدھا چھوہارا دے کر دوزخ کی آگ سے بچو۔

مکان کو معطر کیوں نہ کیا جائے جبکہ سب جانتے ہیں کہ خوشبو آپ ﷺ کو نہایت محبوب تھی، لوبان کیوں نہ جلایا جائے جبکہ مسلم نے روایت بیان کی ہے: ابن عمرؓ جس وقت خوشبو کی دھونی لیتے تھے تو خالص لوبان کی دھونی لیتے تھے اور لوبان کے ساتھ کافور بھی ملا دیتے تھے اور فرماتے کہ رسول خدا ﷺ اس قسم کی خوشبو جلا کر دھونی لیا کرتے تھے۔"

(سبیل الرشاد مرتبہ سید ممتاز علی دیو بندی صفحہ ۴۲۔۴۳)

معترضین نے نہ صرف "میلاد شریف" کی مخالفت کی ہے بلکہ اس احترام، عقیدت اور تقدس کو بھی عوام کے قلوب سے مٹانے کی کوشش ہے جو انہیں حضور رسالت مآب ﷺ کی ذات پاک سے ہے کیونکہ ان کے نزدیک محافل میلاد شریف کو بند کرانے کا سب سے بہتر طریقہ یہی ہے کہ عوام کے دلوں سے محبت رسول ﷺ کے جذبہ کو ختم کر دیا جائے اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو۔ اس مثال کا تعلق ایک ایسی ہستی سے ہے جو علمائے دیوبند میں "استاذ الکل" کے لقب سے مشہور و معروف ہے۔ اس سے مراد مولانا سلیمان ندوی صاحب جانشین علامہ شبلی نعمانی ہیں۔

استاذ الکل نے اپنے مرشد مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کی تصانیف و تالیفات کے بارے میں "معارف" اعظم گڑھ میں ایک مضمون بعنوان "حکیم الامت کے آثار..." [illegible]

نہ کیا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ اس کتاب کی ایک ایمان سوز عبارت نے عاشقانِ رسول ﷺ کے قلوب پر گہرے زخم لگائے ہیں۔

اس پر معارف کے ایک قاری جناب محمد ادریس صاحب گوڑگانوی نے جناب سلیمان ندوی صاحب کو جو مراسلہ بھیجا اور ندوی صاحب کی طرف سے اس کا جو جواب دیا گیا اسے ملاحظہ کریں۔

سوال محمد ادریس صاحب

"مولانا صاحب۔ السلام علیکم

حکیم الامت کے آثار علمیہ "معارف فروری ۱۹۴۴ئ" سے جناب کی ارادت ظاہر ہے۔ لیکن مؤرخ کو تصویر کے دونوں رخ مدنظر ہوتے ہیں، تمام مضمون بار بار دیکھا کتاب "حفظ الایمان" جو مولانا کی عقائد میں خاص تصنیف ہے کہیں نظر نہ آئی جس کے ایک توہین آمیز فقرے نے اہل اسلام میں شور برپا کر دیا۔ براہ کرم اس فقرے پر خیال آرائی فرما کر اہل ایمان کے شکوک رفع فرمائیں۔ کتاب "حفظ الایمان" کا وہ فقرہ حسب ذیل ہے۔

"اگر آنحضرت ﷺ کو کلی علم غیب تھا تو یہ ناممکن اور اگر جزوی تھا تو ایسا زید، بکر، مجنوں، دیوانہ بلکہ جمیع حیوانات کو ہے۔"

جواباً ارشاد ہوتا ہے۔

"السلام علیکم ورحمۃ اللہ عنایت نامہ ملا، اس بروقت تنبیہ کا شکریہ جو امید ہے خلوص کے ساتھ کی گئی ہے اور میرا جواب بھی اسی اخلاص پر مبنی ہے۔ حضرت مولانا حکیم الامت کی کتاب "حفظ الایمان" کے جس فقرہ کی طرف آپ نے توجہ دلائی ہے وہ معناً اپنے مقام پر صحیح ہے اور کسی ترمیم یا تصحیح کی اس میں ضرورت نہیں، لیکن چونکہ بعض حضرات کے اعتراضات سے حضرت مصنف کو جب یہ معلوم ہو گیا کہ یہ فقرہ ان بعض حضرات کے لئے معاذ اللہ توہین نبوت کا موہم ہوا ہے تو حضرت ممدوح نے اس کی جگہ اسی معنی کی دوسری عبارت حفظ الایمان کے دوسرے ایڈیشن میں بدل دی اور بطور ضمیمہ بھی شائع کر دی جو شاید آپ

ﷺ کی کیا تخصیص ہے۔ مطلق بعض علوم غیبیہ تو غیر انبیاء علیہم السلام کو بھی حاصل ہیں تو چاہیے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے۔" (معارف اعظم گڑھ اگست ۱۹۴۴ء، جلد نمبر ۲/ ۵۴، صفحہ ۱۳۹۔ ۱۴۰)

دیکھا آپ نے ندوی صاحب اپنے مرشد کی پہلی ایمان سوز عبارت کو نہ صرف معناً ہی صحیح سمجھتے ہیں بلکہ اس میں ترمیم و اصلاح کے بھی قائل نہیں اور عبارت میں جو بادلِ نخواستہ تبدیلی کی گئی ہے وہ خلوصِ دل سے نہیں کی گئی بلکہ صرف "چند سر پھرے" مولویوں کے خوف سے۔

ندوی صاحب کا یہ کہنا بھی صحیح نہیں کہ دوسرے ایڈیشن یا اس کے بعد کے ایڈیشنوں میں عبارت تبدیل کر دی گئی ہے۔ بازار میں جو عام طور پر حفظ الایمان ملتی ہے اس کے متن میں وہ ایمان سوز عبارت بعینہٖ موجود ہے۔ جناب محمد اویس صاحب نے تو عبارت کو پیش کرتے وقت مختصر کر دیا ہے۔ عام قارئین کی آگاہی کے لئے پوری عبادت درج ذیل ہے۔

"آپ کی ذاتِ مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقولِ زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔" (حفظ الایمان تصنیف اشرف علی تھانوی مطبوعہ دیوبند صفحہ ۸)

خدا کی قدرت تو دیکھئے کہ ایک طرف نام نہاد علماء و فقہاء اشرف ترین اور بزرگ ترین ہستی کے میلاد مبارک کو بدعت اور ناجائز کہتے نہیں تھکتے دوسری طرف ایک دیوانۂ محمد ﷺ اپنے پس ماندگان کو وصیت کرتا ہے کہ میرے مرنے کے بعد میرے وہ چند اشعار جو میں نے ایک کاغذ پر لکھ رکھے ہیں میری لحد میں رکھ دیئے جائیں تاکہ میری بخشش کا سامان یہ اشعار بن جائیں۔

جناب سید نذیر نیازی صاحب مرحوم اپنی بے مثل تخلیق "دانائے راز" میں تحریر کرتے ہیں۔

"گرامی کی وصیت تھی کہ ان کی ایک رباعی اور نعت کے چند اشعار جو ایک پرزۂ کاغذ پر لکھ رکھے ہیں ان کی لحد میں رکھ دیئے جائیں، مگر تحریر نہ مل سکی، ایک [illegible] بیگم کر خوا [illegible]

میں آئے، کہنے لگے بخش کا فکر نہ کرو، رباعی اور نعت لوح مزار پر کندہ کرادو تعمیل ارشاد کر دی گئی۔ رباعی یہ ہے:

خاور دمد از شمِ بابلی تیرہ شبی ۔۔۔ کوثر چکد از لبم بہ اہل تشنہ لبی

اے دوست ادب کہ در حریم دل ماست ۔۔۔ شاہنشاہِ کونین رسولِ عربی ﷺ

نعت کا آخری شعر ہے۔

گرامی در قیامت آں نگاہِ معرفت خواہد ۔۔۔ کہ در آغوشِ گیرد جرم ہائے بے حسابش را

(دانائے راز تصنیف سید نذیر نیازی لاہور ۱۹۷۹ء صفحہ ۲۳۔ ۲۴)

۳۔ حضرت علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دوست محمد جمیل صاحب نے جب انہیں یہ اطلاع دی کہ جنوبی ہندوستان میں عید میلاد النبی ﷺ بڑی عقیدت و احترام سے منائی جا رہی ہے تو بہت خوش ہوئے اور انہیں جواباً تحریر فرمایا:

"مجھے اس اطلاع سے بے حد مسرت ہوئی کہ جنوبی ہندوستان میں "یوم النبی" کی تقریب کے لئے ایک ولولہ پیدا ہو گیا ہے، میں سمجھتا ہوں کہ ہندوستان میں ملت اسلامیہ کی شیرازہ بندی کے لئے رسول اکرم ﷺ کی ذات اقدس ہی ہماری سب سے بڑی اور کارگر قوت ہو سکتی ہے۔ مستقبل قریب میں جو حالات پیدا ہونے والے ہیں ان کے پیش نظر مسلمانان ہند کی تنظیم اشد لازمی ہے۔"

عبدالمجید صاحب قریشی بانی تحریک سیرت آج تشریف لائے ہوئے تھے، میں نے انہیں بتایا ہے کہ کس طرح اس تحریک کو ہندوستان میں خدمت اسلام کے لئے موثر و مفید بنایا جا سکتا ہے۔" (اقبال نامہ حصہ دوم لاہور ۱۹۵۱ء صفحہ ۹۲۔ ۹۳)

جناب قریشی صاحب کی قائم کردہ "سیرت کمیٹی" کی کامیابی اور تبلیغی کوششوں سے متاثر ہو کر حضرت علامہ نے چند درد مند مسلمان دوستوں کے ہمراہ درج ذیل بیان جاری کیا جس میں سیرت کمیٹی کی خدمات کو سراہا ہے اور قدر کی نگاہوں سے دیکھا ہے۔

"حضرت محمد ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی اشاعت و اطاعت دونوں جہاں کی سعادت اور سرخروئی کا سرچشمہ ہے۔ اگر مسلمان حضور ﷺ کے عظیم الشان اخلاق و اعمال کو اپنے سامنے رکھ کر ان کے مطابق زندگی بسر کرتے تو اقوام عالم میں وہ سب سے اونچی جگہ کے مستحق

ہوتے اور اب بھی ان کے منظم اور متحد ہونے، بھائی بھائی بننے، دولت ایمان حاصل کرنے اور اسلام کی عظمت اور سچائی تک پہنچنے کا سب سے سچا اور سیدھا راستہ ایک ہی ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلمان اپنی عملی اور اخلاقی زندگی میں رسول اللہ ﷺ کے نیک نمونہ کی پیروی کریں۔ یہ حقیقت محتاجِ بیان نہیں کہ سیرت کمیٹی پٹی (ضلع لاہور) کی نیک کوششوں سے مسلمانانِ عالم سیرت پاک کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں اور تمام دنیائے اسلام کے اکابر، علماء اور سلاطین تک نے اس تحریک کا خیر مقدم کیا ہے۔ مزید برآں سیرت کمیٹی کے نصف درجن سے زیادہ مبلغ اور داعی ہندوستان اور غیر ممالک میں مصروف عمل ہیں اور سب سے زیادہ قابل قدر اور لائق تعریف بات یہ ہے کہ سیرت کمیٹی اس مبارک تحریک کو شروع ہی سے تجارتی بنیادوں پر چلا رہی ہے اور گزشتہ چار سال کے عرصے سے اسے پبلک چندہ سے پاک رکھا گیا ہے اور تحریک اور اس کے مبلغوں کے اخراجات اخبار "ایمان" اور کتب سیرت کے منافع سے پورے کئے جاتے ہیں۔

سیکرٹری کی رپورٹ سے معلوم ہوا ہے کہ سیرت کمیٹی اپنے مبلغوں کی جماعت کو سرحد، سندھ، گجرات، سی پی اور بمبئی کے علاقوں میں بھیج رہی ہے تاکہ وہ مسلمانوں کو حضرت رحمۃ للعالمین کے نقش قدم کی پیروی کی دعوت دیں۔ ہم ان صوبوں کے معززین، امراء، علماء اور اسلامی مجلس کے اراکین سے بزور استدعا کرتے ہیں کہ وہ سیرت رسول ﷺ کے مبلغوں اور سفیروں کی ان کے نیک اور عظیم الشان کام میں تہ دل سے امداد فرمائیں۔ عرض کرنے کی ضرورت نہیں کہ اس کائنات میں سب سے زیادہ بابرکت، مقبول و مفید اور قابل عزت کام جو خدا تعالیٰ کی خوشنودی اور خلق خدا کی بہبود کا جامع ہو یہ اور صرف یہ ہے کہ فرزندانِ اسلام متحد اور متفق ہو کر پوری مستعدی اور اخلاص سے حضرت ختم المرسلین ﷺ کے اسوۂ پاک کی منادی کریں اور اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ اسوۂ رسول ﷺ کی اشاعت کرنا دین و دنیا، مغفرت و نجات، مذہب و سیاست اور رضائے حق اور قبول الٰہی کے تمام سررشتوں کی جان ہے۔" (اقبال ریویو جولائی ۱۹۷۸ء، مضمون محمد حنیف شاہد صفحہ ۸۲ - ۸۳)

مجلس میلاد شریف میں "قیام" ایک اہم مسئلہ ہے اس کے متعلق سید ممتاز علی صاحب دہلوی ...

نہیں۔

سید ممتاز علی صاحب کا ارشاد ہے:

"رہا قیام۔ مجھے ایسی محفل میلاد میں شریک ہونے کا اتفاق نہیں ہوا جس میں قیام ہوا ہو۔ بہت سے لوگ اس قسم کی محفلوں میں قیام بھی نہیں کرتے۔ مگر جو کرتے ہیں وہ برا نہیں بلکہ اچھا کرتے ہیں۔ جب کسی کے مرنے پر ماتمی جلسہ کیا جاتا ہے تو تقریروں کے بعد جب موت کے افسوس کا ریزولیوشن پاس ہونے لگتا ہے تو اس وقت سب حاضرین مجلس کھڑے ہو جاتے ہیں۔ یہ سب اس عزیز مرحوم کی تعظیم کا نشان ہے اور سمجھا جاتا ہے کہ وہ روح اس وقت وہاں موجود ہے اور بہت اغلب ہے کہ وہ موجود ہوتی ہو۔ پس بڑی حسرت اور شرم کی بات ہے کہ ہم دنیا کے معمولی آدمیوں کی روح کی کھڑے ہو کر تعظیم بجالائیں اور سرور کائنات ﷺ کی روح پرفتوح کی تعظیم نہ کریں۔ جب ہم پیغمبر خدا ﷺ کی روح مبارک کے آنے کا ذکر کرتے ہیں تو بس اس کے صرف یہ معنی سمجھتا ہوں کہ ہم اس وقت اس روح مطہر کے احاطۂ رویت وسماعت میں آ جاتے ہیں۔ پس ہم اگر آپ کی نگاہ وسماعت میں آ گئے تو یہی آپ ﷺ کی تشریف آوری ہے اور یہی آپ ﷺ کی خدمت میں ہماری حاضری۔" (سبیل الرشاد تصنیف سید ممتاز علی دیوبندی صفحہ ۱۴۶ تا ۱۴۹)

سرسید احمد خاں کی مجلس میلاد شریف میں حاضری کے ایک عینی شاہد کا بیان ہے۔

"میری اپنی ذاتی ایمانی شہادت یہ ہے کہ میں نے سرسید کو مسجد میں مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھتے ہوئے دیکھا۔ کالج کے طالبعلم سالانہ محفل میلاد منعقد کرتے تھے اس میں سرسید آ کر بیٹھتے تھے اور آخر تک بیٹھے رہتے تھے۔ سلام کے موقع پر سب کے ساتھ کھڑے ہو جاتے تھے اور سب کے ساتھ بلند آواز سے سلام پڑھتے تھے۔"

("البصیر" چنیوٹ شبلی نمبر جون تا دسمبر ۱۹۵۷ء مضمون ڈاکٹر شیخ محمد ۔۔۔ صفحہ ۔۔۔)

مندرجہ بالا عبارتوں پر ہم اپنی طرف سے کچھ نہیں کہنا چاہتے یہ اپنی وضاحت آپ ہیں۔

اب آخر میں حضرت علامہ رحمۃ اللہ علیہ کے عشق رسول اللہ ﷺ کے متعلق جناب نعیم [illegible] کی محبت [illegible] کر کے اس موضوع

کو سمیٹا جاتا ہے۔ اگر زندگی نے وفا کی تو اس موضوع پر انشاء اللہ تفصیلی بحث کی جائے گی جس کا یہ بجا طور پر مستحق ہے۔

فقیر سید وحید الدین فرماتے ہیں:

"ڈاکٹر محمد اقبال کی سیرت اور زندگی کا سب سے زیادہ ممتاز محبوب اور قابل قدر وصف جذبۂ عشق رسول ﷺ ہے، ذات رسالت مآب ﷺ کے ساتھ انہیں جو والہانہ عقیدت تھی اس کا اظہار ان کی چشم نمناک اور دیدۂ تر سے ہوتا تھا کہ جہاں کسی نے حضور ﷺ کا نام ان کے سامنے لیا ان پر جذبات کی شدت اور رقت طاری ہوگئی اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ کا نام آتے ہی اور ان کا ذکر چھیڑتے ہی اقبال رحمۃ اللہ علیہ بے قابو ہو جاتے۔

عشق رسول ڈاکٹر اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا اور ان کے ذہن و فکر پر چھا گیا تھا وہ کتنے بڑے فلسفی تھے اور فلسفہ کا سارا معاملہ عقل کے بل بوتے پر چلتا ہے۔ مگر رسول اللہ ﷺ کی سیرت کو وہ عقل کی کسوٹی پر جانچنے کی جرأت نہ کرتے تھے، اس معاملہ میں وہ ایمان بالغیب کے قائل تھے۔ پس جو حضور ﷺ نے فرما دیا وہ دین و ایمان اور سر آنکھوں پر۔ اس بارگاہ میں چون و چرا کی گنجائش نہیں، سمعنا و اطعنا اطاعت، فرمانبرداری اور غلامی، یہی ایمان کی دلیل بلکہ بنیاد ہے۔

بمصطفٰے برساں خویش را کہ دیں ہمہ اوست　　　گر بہ او نرسیدی تمام بولہبی است

اقبال کی شاعری کا خلاصہ، جوہر اور لب لباب عشق رسول ﷺ اور اطاعت رسول ﷺ ہے۔ میں نے ڈاکٹر صاحب کی صحبتوں میں عشق رسول ﷺ کے جو مناظر دیکھے ہیں ان کا لفظوں میں اظہار بہت مشکل ہے، وہ کیفیتیں بس محسوس کرنے کی تھیں۔"

(روزگار فقیر تالیف فقیر سید وحید الدین لاہور ۱۹۶۳ء، بار دوم صفحہ ۹۴۔۹۵)

نعتیہ اشعار:

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب　　　گنبد آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

عالم آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ　　　ذرہ ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب

شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود — فقرِ جنید و بایزید تیرا جمال بے نقاب
شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام — میرا قیام بھی حجاب میرا سجود بھی حجاب
تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے — عقل غیاب و جستجو، عشق حضور و اضطراب

(بالِ جبریل)

پیشِ او گیتی جبیں فرسودہ است — خویش را خود عبدہٗ فرمودہ است
جوہرِ او نے عرب نے اعجم است — آدم است و ہم ز آدم اقدم است
عبدہٗ صورت گرِ تقدیرہا — اندرو ویرانہ ہا تعمیرہا
عبدہٗ ہم جانفزا ہم جانستان — عبدہٗ ہم شیشہ ہم سنگِ گراں
عبد دیگر عبدہٗ چیزے دگر — ما سراپا انتظار او منتظر
عبدہٗ دہر است و دہر از عبدہٗ ست — ما ہمہ رنگیم او بے رنگ و بوست
عبدہٗ با ابتدا بے انتہا ست — عبدہٗ را صبح و شامِ ما کجاست
کس ز سرِّ عبدہٗ آگاہ نیست — عبدہٗ جز سرِّ الا اللہ نیست
لا الٰہ تیغ و دمِ او عبدہٗ — فاش تر خواہی بگو ہو عبدہٗ
عبدہٗ چند و چگونِ کائنات — عبدہٗ رازِ درونِ کائنات
مدعا پیدا نہ گردد زیں دو بیت — تا نہ بینی از مقامِ ما رمیت

(جاوید نامہ)

بیا اے ہم نفس باہم بنالیم — من و تو کشتۂ شانِ جمالیم
دو حرفے بر مرادِ دل بگوئیم — بپائے خواجہ چشماں را بمالیم
مسلماں آں فقیرِ کج کلاہے — رمید از سینۂ او سوزِ آہے
دلش نالد چرا نالد نداند — نگاہے یا رسول اللہ ﷺ نگاہے
بہ پایاں چوں رسد ایں عالمِ پیر — شود بے پردہ ہر پوشیدہ تقدیر
مکن رسوا حضورِ خواجہ ما را — حسابِ من ز چشمِ او نہاں گیر

(ارمغانِ حجاز)

ذکرِ حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

حضرت مولانا شاہ عبدالعلیم صدیقی القادری رحمۃ اللہ علیہ ☆

ولادت باسعادت:

حضور اکرم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

كنت نبيا و آدم بين الماء والطين — میں اسی وقت نبی ہو چکا تھا جب حضرت آدم علیہ السلام کا وجود بھی نہ بنا تھا۔

نیز فرماتے ہیں:

انی عند الله مكتوب خاتم النبيين و ان آدم لمنجدل فی طينته — میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک نبیوں کا ختم کرنے والا (آخری نبی اسی وقت سے) معین ہو چکا ہوں جب کہ آدم علیہ السلام ابھی گندھی ہوئی مٹی ہی کی حالت میں تھے۔

پھر اپنے ذکر ولادت باسعادت کو اپنی ہی پیاری زبان میں اس طرح بیان میں لاتے ہیں کہ:

و سا خبركم باول امری دعاء ابراهيم و بشارة عيسىٰ و رؤيا امی التی رأته حين وضعتنی — میں تمہیں اپنی اگلی باتیں بتاؤں، میرے لئے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا تھی، میرے حق میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور میرے ہی متعلق میری والدہ ماجدہ کے وہ خواب جو انہوں نے میری پیدائش سے پہلے دیکھے کہ:

☆ خلیفۂ مجاز اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی۔ قائد اہل سنت مولانا شاہ احمد نورانی کے والد گرامی۔
قائداعظم نے آپ کو سفیر اسلام کا لقب ...

ملائک آمنہ خاتون کو مژدہ سناتے ہیں ابو القاسم محمد مصطفیٰ ﷺ تشریف لاتے ہیں
حبیب اللہ کی ام القریٰ میں آمد آمد ہے شواہد قدرت حق کے خلائق کو دکھاتے ہیں
اگر کعبہ کی دیواریں کریں سجدہ عجب کیا ہے کہ مصداق دعائے حضرت ابراہیم آتے ہیں
فرشتے منتظر تھے آمنہ خاتون کے گھر میں کہ اب حضرت جمال حق نما اپنا دکھاتے ہیں
حرم سے تا بہ ملک شام روشن ہے زمیں یکسر کہ دار الملک جن کا شام ہے وہ شاد آتے ہیں
یہ محفل محفل میلاد ہے آداب سے آ کر سنو اخلاص سے ذکر رسول اللہ ﷺ سناتے ہیں
حکیم اب وقت پیری ہے در احمد پہ جا بیٹھو حیات جاودانی جس جگہ عشاق پاتے ہیں
صلی اللہ علیک یا رسول اللہ وسلم علیک یا حبیب اللہ

وہ نبیوں کے نبی، وہ رسولوں کے رسول اب صورت جسمانی اختیار فرما کر رونق افزائے عالم ہوتے ہیں۔ جن کے ذکر ولادت کی محفل خود خالق عالم نے عالم ارواح میں منعقد فرمائی۔ اس میں حاضری کی سعادت، ارواح انبیا و مرسلین نے پائی وہیں ان سے ان پر ایمان اور ان کی تصدیق کا وعدہ لیا۔ خود مالک عالم نے ان کی ختم نبوت پر اپنی شہادت کی مہر لگائی۔ انبیاء و مرسلین نے اس وعدہ کو پورا کرتے ہوئے اپنے اپنے دور میں ان کی آمد آمد کی خبر سنائی، ان کی شان و عظمت بیان فرمائی۔ نظر بر آں تمام عالم آنکھیں لگائے ہوئے ہے اور مشتاق دیدار کہ وہ آفتاب ہدایت جلوہ فرمائے تمام عالم کو منور بنائے اور دنیا بھر کو راہ ہدایت دکھائے۔ وہ در مکنون جو حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت ابراہیم علیہ السلام تک اور پشت خلیل علیہ السلام سے بواسطہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام خواجہ عبداللہ کی پیشانی تک، پاک پشتوں، مقدس سلسلوں میں منتقل ہوتا ہوا آ رہا تھا، حضرت آمنہ خاتون بنت حضرت وہب کی تحویل میں دیا گیا اور مادی دنیا کا دل لبھانے کے لئے اب بشری صورت اختیار فرماتے ہوئے جلوہ افروز کون و مکان ہونے والا ہے۔

مثلے ہست کہ الجنس الی الجنس یمیل بہر دل بردن من صورت انساں داری
ربودی دل زمہ رویان عالم خرام ناز چوں ترکانہ داری

گلشن دہر میں ظاہری بہار کا موسم ہے کہ حقیقی روحانی بہار بے خزاں کا ظہور ہونے

والا ہے۔ ربیع الاول کا مہینہ ہے اور باختلاف روایات ۸۔۹۔۱۰ یا ۱۲ تاریخ، صبح نور افزوں دوشنبہ، بہار کا موسم، بہار کا وقت عجیب وغریب پیارا پیارا سہانا سماں، ادھر ارواح انبیاء، جماعت ملائکہ، حوران عین، و ارواح اولیاء مقربین، سب کی طرف سے وکیل بن کر حضرت روح الامین غایتِ ذوق شوق سے اپنی روحانی نورانی زبان میں یوں رطب اللساں کہ:

اظہر یا سید المرسلین — اظہر یا خاتم النبیین
اظہر یا رحمۃ للعالمین — اظہر یا راحۃ العاشقین
اظہر یا مراد المشتاقین

ادھر ہم مشتاقان دیدار، ایک جلوہ کے طلب گار، چشم رحمت کے امیدوار، انہی کی محفل انہی کے دربار میں، اسی سرکار سے لو لگائے ہوئے انہی کا تصور جمائے ہوئے، انہی کی طرف منہ اٹھائے ہوئے باادب عرض کرتے ہیں:

یا مصطفیٰ یا مجتبیٰ مشتاق دیدار توام — بنمائے رخ بہر خدا مشتاق دیدار توام
اے مظہر ذات خدا مشتاق دیدار توام — اے سید خیر الوریٰ مشتاق دیدار توام
اے ذوالکرم عالی ہمم پیغمبر خیر الامم — اے ہادی و نور الہدیٰ مشتاق دیدار توام
اے درد تو درمان ما، وے عشق تو ایمان ما — اے شان تو شان خدا مشتاق دیدار توام
بر درگہ خیر الوریٰ با صد ادب باد صبا — گو از حکیم بے نوا مشتاق دیدار توام
صلی اللہ علیک یا رسول اللہ — وسلم علیک یا حبیب اللہ

ادھر عرض جبریل امین علیہ السلام شرف قبول پاتی ہے اور وہ سرکار احمد مختار سید ابرار و اخیار احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ وسلم علیہ و علی الہ واصحبہ الی یوم القرار بغایت جاہ و جلال اپنے قدم ناز سے خاکدان عالم کو مالامال فرماتے ہیں۔ کاش ادھر ہم گنہگاروں پر بھی نظر کرم فرمائیں۔ ہماری آنکھوں سے حجابات غفلت اٹھائیں۔ جلوۂ زیبا دکھائیں، اپنا ہی والا و شیدا بنائیں۔ تاکہ انہی کو دیکھیں، انہی کو سنیں، انہی کی راہ پر چلیں، انہی پر مریں، قیامت کے دن انہی کے زمرہ میں اٹھیں۔

آمد خاتم النبیین ﷺ کے اطراف و اکناف عالم میں ترانے گائے جا رہے ہیں،

نجاست سے پاک کیا جاؤں گا۔ اب مجھ میں خدائے واحد کی پوجا کرنے والے آئیں گے۔ دیدار پر انوار کے لئے مشتاق آنکھیں اٹھی ہیں۔ منادی غیب ندا دے رہا ہے کہ:

وہ اٹھی دیکھ لو گرد سواری — عیاں ہونے لگے انوار باری
نقیبوں کی صدائیں آ رہی ہیں — کسی کی جاں کو تڑپا رہی ہیں
مؤدب ہاتھ باندھے آگے آگے — چلے آتے ہیں کہتے آگے آگے
فدا جن کے شرف پر سب نبی ہیں — یہی ہیں، وہ یہی ہیں، وہ یہی ہیں
یہ والی ہیں سارے بیکسوں کے — یہی فریاد رس ہیں بے بسوں کے
یہی ٹوٹے دلوں کو جوڑتے ہیں — یہی بند الم کو توڑتے ہیں
اسیروں کے یہی عقدہ کشا ہیں — غریبوں کے یہی حاجت روا ہیں
یہی کرتے ہیں ہر مشکل میں امداد — یہ سنتے ہیں ہر بیکس کی فریاد
انہیں ہر دم خیال عاصیاں ہے — انہی پر آج بار دو جہاں ہے
فزوں رتبہ ہے صبح و شام ان کا — محمد مصطفی ﷺ ہے نام ان کا
صلی اللہ علیک یا رسول اللہ — وسلم علیک یا حبیب اللہ
بہت نزدیک آ پہنچا وہ پیارا — فدا ہے جان و دل جس پر ہمارا
انہیں تعظیم کو یاران محفل — ہوا جلوہ نما وہ جان محفل

قیام برائے ادائے سلام

خبر تھی جن کے آنے کی وہ آئے — جو زینت ہیں زمانے کی وہ آئے
فقیرو جھولیاں اپنی سنبھالو — بڑھو! سب حسرتیں دل کی نکالو
پکڑ لو ان کا دامن بے نواؤ — مرا ذمہ ہے جو مانگو سو پاؤ
مجھے اقرار کی عادت ہے معلوم — نہیں پھرتا ہے سائل ان کا محروم
کرو تو سامنے پھیلا کے دامن — یہ سب کچھ دیں گے خالی پا کے دامن
حسن ہاں مانگ لے جو مانگنا ہے — بیاں کر آپ سے جو مدعا ہے

عرضِ سلام بدرگاہِ خیر الانام

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام	شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
شہر یارِ ارم تاجدارِ حرم	نو بہارِ شفاعت پہ لاکھوں سلام
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام	شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
شبِ اسریٰ کے دولہا پہ دائم درود	نوشۂ بزمِ جنت پہ لاکھوں سلام
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام	شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
فتحِ بابِ نبوت پہ بے حد درود	ختمِ دورِ رسالت پہ لاکھوں سلام
کنزِ ہر بیکس و بے نوا پر درود	حرزِ ہر رفتہ طاقت پہ لاکھوں سلام
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام	شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے بیکس کی دولت پہ لاکھوں درود	مجھ سے بے بس کی قوت پہ لاکھوں سلام
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام	شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا	اس نگاہِ عنایت پہ لاکھوں سلام
جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں	اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام	شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
جس کے آگے کھنچی گردنیں جھک گئیں	اس خداداد شوکت پہ لاکھوں سلام
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام	شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
ان کے مولا کے ان پر کروڑوں درود	ان کے اصحاب و عترت پہ لاکھوں سلام
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام	شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
اصدق الصادقین سید المتقین	چشم و گوشِ وزارت پہ لاکھوں سلام
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام	شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
ترجمانِ نبی، ہمزبانِ نبی	جانِ شانِ عدالت پہ لاکھوں سلام
مصطفےٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام	شمعِ بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
زاہد مسجد احمدی ...	[illegible]

مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام — شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
شیرِ شمشیر زن شاہِ خیبر شکن — پرتوِ دستِ قدرت پہ لاکھوں سلام
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام — شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
بنت صدیقؓ آرامِ جانِ نبی — اس حریمِ براءت پہ لاکھوں سلام
اس بتول جگر پارۂ مصطفیٰ — حجلہ آرائے عفت پہ لاکھوں سلام
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام — شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
حسن مجتبیٰ سید الاسخیاء — راکبِ دوشِ عزت پہ لاکھوں سلام
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام — شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
اس شہید کربلا، شاہ گلگوں قبا — بیکس دشتِ غربت پہ لاکھوں سلام
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام — شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
وہ دسوں جن کو جنت کا مژدہ ملا — اس مبارک جماعت پہ لاکھوں سلام
جاں نثارانِ بدر و احد پر درود — حق گزارانِ بیعت پہ لاکھوں سلام
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام — شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
شافعی، مالک، احمد، امام حنیف — چار باغِ امامت پہ لاکھوں سلام
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام — شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
غوثِ اعظم امام التقیٰ والنقیٰ — جلوۂ شانِ قدرت پہ لاکھوں سلام
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام — شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
تیرے ان دوستوں کے طفیل اے — بندۂ ننگِ خلقت پہ لاکھوں سلام
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام — شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
ایک میرا ہی رحمت میں دعویٰ نہیں — شاہ کی ساری امت پہ لاکھوں سلام
مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام — شمع بزمِ ہدایت پہ لاکھوں سلام
کاش محشر میں جب ان کی آمد ہو اور — بھیجیں سب ان کی شوکت پہ لاکھوں سلام
مجھ سے خدمت کے قدسی کہیں ہاں رضا — مصطفیٰ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام

رضاعت:

صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ حضور انور ﷺ نے سات دن اپنی مادر مشفقہ کا دودھ پیا۔ پھر چند روز ثوبیہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا پھر حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کو یہ سعادت نصیب ہوئی۔

یتیمی و بچپن:

ابھی حضور ﷺ بطن مادر ہی میں تھے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ رسول اکرم ﷺ کے والد ماجد راہی ملک عدم ہوئے۔ پانچ سال کی عمر تھی کہ مادر مشفقہ کا سایہ بھی سر سے اٹھ گیا۔ دو سال کے بعد حضرت عبدالمطلب آپ ﷺ کے دادا بھی انتقال فرما گئے۔ بظاہر اس دریتیم کا بجز خداوند جل شانہ کے کوئی کفیل نہیں تھا۔ آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کچھ عرصہ آپ کے بزرگوں میں زندہ رہے جو سفر تجارت میں بھی آپ ﷺ کو ہمراہ رکھتے تھے۔ آپ ﷺ کی اچھی عادتوں کی بچپن ہی سے شہرت تھی اور اہل عرب نے آپ کے بچپن ہی میں آپ ﷺ کو امین کا خطاب دیا۔

عالم شباب:

اسی نیک نامی اور ذاتی خوبیوں کے سبب حضرت خدیجۃ الکبریٰ (رضی اللہ عنہا) نے آپ ﷺ کو اپنی تجارت کا نگران تجویز کیا اور اپنا مال فروخت کرنے کے لئے دیا۔ پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کی شادی ہوئی۔

بعثت:

چالیس سال کی عمر تک آنحضرت ﷺ اکثر غار حرا کی خلوت میں تشریف رکھتے۔ کسی کہنے والے نے کیا خوب کہا ہے:

وہ شمع اجالا جس نے کیا، چالیس برس تک غاروں میں
اک روز جھلکنے والی تھی سب دنیا کے درباروں میں
گر ارض و سما کی محفل میں لولاک لما کا شور نہ ہو
یہ رنگ نہ ہو گلزاروں میں یہ نور نہ ہو سیاروں میں
جو فلسفیوں سے کھل نہ سکا اور نکتہ وروں سے حل نہ ہوا
وہ راز اک کملی والے نے بتلا دیا چند اشاروں میں
وہ جنس نہیں ایمان جسے، لے آئیں دکان فلسفہ سے
ڈھونڈنے سے ملے گی عاقل کو یہ قرآں کے سیپاروں میں
ہیں کرنیں ایک ہی مشعل کی بوبکر رضی اللہ عنہ و عمر رضی اللہ عنہ عثمان رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ
ہم رتبہ ہیں یاران نبی، کچھ فرق نہیں ان چاروں میں

چالیس سال کی عمر میں اشاعت اسلام کے لئے حسب فرمان باری تعالیٰ قم فانذر آپ ﷺ نے تبلیغ و تعلیم اسلام کا بیڑہ اٹھایا۔ اس خدمت کی انجام دہی میں گیارہ سال مکہ معظمہ میں صرف کئے۔

ہجرت:

اگرچہ اس عرصہ میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے جلیل القدر شجاع بھی دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے۔ لیکن جب کافروں، مشرکوں نے حد سے زیادہ تکلیفیں پہنچائیں، تب مجبوراً اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق مدینہ منورہ کا عزم فرمایا اور آپ ﷺ کے ساتھ اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم نے بھی ہجرت کی۔ وہاں پہنچ کر اول آپ ﷺ نے اخوت اسلامی کا سلسلہ جوڑا۔ انصار و مہاجرین کو آپس میں بھائی بھائی بنایا۔ آخر اہل مکہ کی زیادتیوں سے تنگ آ کر آپ ﷺ نے تلوار اٹھائی اور اکثر معرکوں میں کفار کو سخت شکست دی۔ اپنی مقدس زندگی کا پیارا نمونہ تمام عالم کے سامنے پیش فرمایا اور ان کو دعوت دی کہ:

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی　　تم فرماؤ اگر تم اللہ کو چاہتے ہو تو میری

رحلت:

آخر دس سال مدینہ منورہ میں قیام فرما کر نور اسلام تمام عالم میں پھیلا کر اسلام اور اہل اسلام کی جو دنیا بھر میں جما کر اس جہان سے حجاب فرمایا۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

کاش مالکِ عالم ہمیں بھی انہی کے نقش قدم پر چلائے۔ انہی کی محبت میں جلائے۔ اسی میں خاتمہ فرمائے اور آخری دن انہی کے سایہ عاطفت میں اٹھائے ان کی شفاعت کا مستحق بنائے اور ابدی راحت کے لئے جنت فردوس پہنچائے اور اپنے عاجز بندہ محمد عبد العلیم صدیقی کو اپنی محبوبیت کا خلعت پہنائے۔

اٰمین ثم اٰمین بجاہ طٰہٰ و یٰسین صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیٰ اٰلہ و اصحبہ واتباعہ الی یوم الدین والحمد للہ رب العالمین

شاہِ یثرب ﷺ

از: امام المحدثین حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلویؒ

ثنائے بادشاہ یثرب و سلطان بطحا کن ☆ دل و جاں را فدائے حسن آں رخسار زیبا کن

سلطان مدینہ ﷺ اور شاہ بطحا کی مدح سرائی کیجئے اس دل کش صورت کے حسن پر دل وجان قربان کیجئے

محبّ آل و اصحاب توام کار من حیراں ☆ بلطف خویش ہم امروز ہم در روز فردا کن

آپ کے آل و اصحاب سے محبت رکھتا ہوں، اپنے لطف وکرم سے آج بھی اور کل کے دن بھی (اس) بے حیرت بندہ کے کام آجایئے

بہر صورت کہ باشد یارسول اللہ کرم فرما ☆ بلطف خود سرد سامان جمع بے سرو پا کن

جس طرح بھی ممکن ہو اے اللہ کے رسول! کرم فرمایئے، اپنے لطف وکرم سے اس بے سہارا کیلئے سہارے کا سامان کیجئے

ز ظلم ظالماں شوراست و غوغا ہر طرف ☆ بعدل و رافت خود ہر طرف پیدا ایں شور و غوغا کن

ظالموں کے ظلم سے ہر طرف شور شرابہ ہے چیخ و پکار ہے، آپ انصاف اور مہربانی فرما کر اس شور وغل کا خاتمہ کیجئے

ریاکاراں بیازار ہوا سودائے زر دارند ☆ شکستِ رونق و گرمی ایں بازار و سودا کن

خواہشات کی منڈی میں "ریاکاروں" پر "سیم وزر" کا جنون سوار ہے آپ اس "بازار جنوں" کی گرمی و رونق کا توڑ فرمایئے

جشنِ میلادِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

قائد اہلِ سنت حضرت مولانا احمد شاہ نورانی رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ. اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ ط وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ط وَنَشْهَدُ اَنَّ سَيِّدَنَا وَنَبِيَّنَا وَحَبِيْبَنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ. اَلَّذِيْ اَرْسَلَ اِلَى الْخَلْقِ كَافَّةً بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَرِيْمًا هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِيْ تُرْجٰى شَفَاعَتُهٗ لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمٍ -

يَا رَبِّ يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمٖ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ فِيْ شَانِ حَبِيْبِهٖ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا○ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى حَبِيْبِكَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ صَاحِبِ الْوَجْهِ الْاَنْوَرِ -

اللہ تبارک وتعالیٰ جل جلالہ وعم نوالہ کا احسان اور فضل و کرم ہے کہ ہم یہاں اکٹھے ہوئے ہیں۔ دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ میری اور آپ کی حاضری قبول فرمائے نیز جو کچھ یہاں بیان کیا گیا اور کیا جائے اس پر آپ کو اور مجھ گنہگار کو عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔

حضرت مشائخ عظام علماء کرام میرے محترم بزرگو' بھائیو۔ میرے عزیز نوجوانو!...... السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

میلاد مصطفی ﷺ کانفرنس مصطفی آباد میں منعقد کرنے پر میں آپ سب کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اللہ تبارک وتعالیٰ اس مبارک کانفرنس کے صدقے میں اس شہر پر اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے۔ جتنے بھی حاضرین میلاد کانفرنس میں شرکت کے لیے

تشریف لائے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان کی خالی جھولیوں کو دین و دنیا کی مرادوں سے بھرپور فرمائے۔ (آمین)

آپ سب کو مبارکباد پیش کرنے کے بعد تمام مشائخ کرام مقتدر سجادہ نشین حضرات جو اس کانفرنس میں شرکت کے لیے تشریف لائے میں ان سے انتہائی معذرت خواہ ہوں کہ ہم جمعیت علماء پاکستان کی جانب سے ان کا شایانِ شان استقبال نہ کر سکے۔ مجھے امید ہے کہ اگر کوئی تکلیف انہیں دورانِ قیام پہنچی ہو گی تو وہ ہماری اس معذرت کو قبول فرماتے ہوئے ہمیں معاف فرمائیں گے۔ مشائخ کرام نے جس محبت کے ساتھ جس خلوص کیساتھ اس کانفرنس میں تشریف لا کر میلاد مصطفیٰ ﷺ کانفرنس میں شرکت فرما کر اس کی رونق کو دوبالا کیا اللہ تبارک وتعالیٰ ان آستانوں کو آباد و شاد رکھے اور ان کے فیوض و برکات تاقیامت جاری و ساری رکھے۔ مقتدر علماء کرام دور دراز سے سفر فرما کر اس کانفرنس میں شرکت کے لیے تشریف لائے جمعیت علماء پاکستان کی جانب سے میں ان کی خدمت میں بڑے ادب سے معذرت چاہتے ہوئے عرض کروں گا کہ ہم آپ کا شایانِ شان استقبال نہ کر سکے۔ اور آپ کی خدمت سے قاصر رہے جو غلطی ہوگئی ہو اس کو معاف فرماتے ہوئے ہماری معذرت کو قبول فرمایا جائے آپ نے اس کانفرنس میں تشریف لا کر شرکت فرما کر عزت افزائی فرمائی جمعیت علماء پاکستان کو شرف بخشا اللہ تبارک وتعالیٰ علماء اہلسنت کو مشائخ عظام کو دین و دنیا میں اس کی جزا عطا فرمائے اور ان کے شرف و عزت کو دوبالا فرمائے۔ اسی کے ساتھ ساتھ میں کانفرنس کے میزبان۔ مصطفیٰ آباد کے رہنے والے جو ہمارے مسلمان سنی بھائی ہیں جنہوں نے اس عظیم الشان کانفرنس کو منعقد کرنے میں ہمارا ہاتھ بٹایا۔ جنہوں نے دن رات کارکنوں کی طرح محنت کی مہمانوں کا خیر مقدم کیا پورے شہر کو سجایا اور جس طرح انہوں نے شہر کو روشن کیا اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان کو روشن رکھے ان کے ایمان وخلوص کو ہمیشہ روشن رکھے۔ مصطفیٰ آباد کے رہنے والوں پر اللہ اپنی رحمتیں اور برکتیں نازل فرمائے کہ انہوں نے اس عظیم الشان کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لیے میلاد مصطفیٰ ﷺ کی خاطر جان و مال کی بازی لگا کر تعاون کیا۔ اسی طرح سے میں جمعیت علماء پاکستان کی طرف سے ان رضا کاروں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں خصوصاً ان کے مرکزی اور صوبائی سپہ سالاروں کا کہ جنہوں نے پوری جد و جہد اور

تندہی کے ساتھ اپنے فرائض کو انجام دیا۔ اللہ تعالیٰ شعبہ خدمت عامہ کے ان رضا کاروں کی عمروں میں برکت عطا فرمائے اور ان کو دینی و دنیاوی نعمتوں سے مالا مال فرمائے۔ اسی کے ساتھ ساتھ وہ تمام لوگ کہ جنہوں نے میلادِ مصطفیٰ ﷺ کانفرنس کے منعقد کرنے میں مفید مشورے دیئے۔ کوپن خریدے، مالی امداد کی تعاون کیا۔ قلبی اور مالی امداد دی اللہ تعالیٰ ان کو دینی و دنیاوی برکتوں سے مالا مال فرمائے۔ ہم اور آپ آج اس تاریخی کانفرنس میں اس لیے جمع نہیں ہوئے کہ یہاں بیٹھ کر کچھ باتیں کرلیں اور اس کے بعد رخصت ہو جائیں اور ہمیں خبر بھی نہ ہو کہ ہم کس لیے آئے تھے اور کیوں چلے گئے۔ مقتدر علماء کرام اور مشائخ عظام نے بڑی دلسوزی کے ساتھ آپ کو پیغام دیا ہے۔ میلادِ مصطفیٰ ﷺ کانفرنس کا ایک پیغام ہے یہ پیغام کس کا پیغام ہے یہ مشائخ کا پیغام نہیں ہے۔ جمعیت علماء پاکستان کا پیغام نہیں ہے۔ یہ پیغام جو آپ تک پہنچا ہے اور پہنچنے والا ہے یہ پیغام۔ پیغامِ مصطفیٰ ﷺ ہے۔ اسی کے لیے آپ ہمہ تن گوش تھے کہ مصطفیٰ ﷺ کے پیغام کو سنیں۔ میلادِ مصطفیٰ ﷺ میں ہی مصطفیٰ ﷺ کا پیغام ہوتا ہے۔ جہاں میلاد نہیں ہوتا وہاں مصطفیٰ ﷺ کا پیغام نہیں ہوتا اور میلادِ مصطفیٰ ﷺ کا مقصد یہی ہے کہ پیغامِ مصطفیٰ ﷺ کو سنا جائے۔ جمالِ مصطفیٰ ﷺ کو سنا جائے۔ حسنِ مصطفیٰ ﷺ کو سنا جائے اور اپنے آپ کو اس قابل بنایا جائے کہ جب ہم یہاں سے اٹھیں تو ہماری آنکھیں اس قابل ہوں کہ ہم دیدارِ مصطفیٰ ﷺ کر سکیں۔

نعرۂ تکبیر ـــــ اللہ اکبر

نعرۂ رسالت ـــــ یا رسول اللہ

ہم نے میلادِ مصطفیٰ ﷺ کو اس لیے منعقد کیا ہے کہ جب ہم یہاں سے جائیں تو زندگی کا نقشہ یہ ہو کہ دیکھنے والا سرِ بازار یہ کہے کہ یہ مصطفیٰ ﷺ کے دیوانے جا رہے ہیں۔

نعرۂ تکبیر ـــــ اللہ اکبر

نعرۂ رسالت ـــــ یا رسول اللہ

میلادِ مصطفیٰ ﷺ کانفرنس بلانے کا مقصد یہ تھا کہ دیکھنے والے دیکھ لیں کہ ایک آدمی کی آواز کو "یا رسول اللہ ﷺ" کہنے پر دبا دیا گیا۔ بتانا یہ تھا کہ ایک آواز دب سکتی ہے

[illegible]

نعرۂ تکبیر اللہ اکبر

نعرۂ رسالت یارسول اللہ

میں سمجھتا ہوں میلاد مصطفیٰ ﷺ کانفرنس بلانے کا مقصد یہ تھا کہ ہم آپ کو بتائیں کہ آپ کی اس تاریخ میں آپ کو فیصلہ کن کردار ادا کرنا ہے کس حیثیت سے۔ غلام مصطفیٰ ﷺ کی حیثیت سے۔ تاریخی کردار ادا کرنے کے لیے آگے بڑھنا ہے۔ جب آپ یہاں سے پلٹیں گے تو انشاء اللہ آپ کے ہر قدم پر تاریخ کا ایک ورق مرتب ہو رہا ہوگا۔ (سبحان اللہ)

نعرۂ تکبیر اللہ اکبر

نعرۂ رسالت یارسول اللہ

اس لیے ہم نے اس کانفرنس کو منعقد کیا ہے ہمیں آپ کو یہ بتانا تھا کہ نعرۂ تکبیر بھی بلند کرتے ہیں۔ جب نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہیں تو یہ بتانا تھا کہ امتیاز آپ کو کیا کرنا ہوگا۔ نعرۂ تکبیر سب بلند کرتے ہیں ہمیں آپ کو بتانا تھا کہ آپ بھی نعرۂ تکبیر بلند کرتے ہیں۔ نعرۂ تکبیر بلند کیجئے میں کہتا ہوں نعرۂ تکبیر بھی بلند کیجئے اور ساتھ ساتھ نعرۂ رسالت بھی بلند کیجئے۔

نعرۂ تکبیر اللہ اکبر

نعرۂ رسالت یارسول اللہ

دونوں ہاتھ اٹھے ہوئے ہیں معنیٰ یہ ہے کہ ہم دونوں کو مانتے ہیں۔ جو دونوں کو مانتا ہے وہی ہمارا ہے جو صرف ایک کو مانتا ہے وہ ہمارا نہیں ہے یہ ہے میلاد مصطفیٰ ﷺ کانفرنس کا مقصد۔

نعرۂ تکبیر اللہ اکبر

نعرۂ رسالت یارسول اللہ

دل کی آنکھوں سے دیکھ یہ صدائیں جو سرزمین مصطفیٰ آباد سے اٹھ رہی ہیں دیکھو دل کی آنکھوں سے دیکھو۔ دل کی آنکھیں عطا ہو جائیں تو یہ آواز سبز گنبد سے ٹکرا رہی ہے۔ (سبحان اللہ)

اور وہاں سے جھوم جھوم کر رحمتیں آرہی ہیں۔

آقا کی رحمتوں سے بھرے ہوئے ہوں گے آپ یہاں خالی ہاتھ آئے تھے لیکن خالی ہاتھ جائیں گے نہیں۔ یقین رکھیے کہ خالی ہاتھ نہیں جائیں گے اس لیے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نا اُمید نہیں ہیں۔

ہم کبھی مایوس نہیں ہوتے۔ کیوں نہیں ہوتے۔ بعض سنی حضرات ہم سے یہ کہتے ہیں۔ کبھی کبھی کہتے ہیں۔ پہلے بار بار کہتے تھے کیسا ہوگا۔ "یارسول اللہ ﷺ" کہنے والوں پہ بظاہر زمین تنگ ہو رہی ہے۔ میں کہتا ہوں زمین تنگ نہیں ہو رہی ہے جوں جوں یارسول اللہ ﷺ کہتے جاؤ گے زمین پھیلتی جائے گی۔ اور تم دیکھو گے کہ زمین سے لے کر فضاؤں تک، زمین سے لے کر ہواؤں تک اور ہواؤں سے لے کر فضاؤں تک اور فضاؤں سے لے کر عرشِ بریں تک صدائیں پہنچ رہی ہوں گی اور اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا نزول ہو رہا ہوگا۔ لوگ کہا کرتے تھے کہ وقت آئے گا کہ نعرۂ رسالت "یارسول اللہ ﷺ" نہیں کہنے دیا جائے گا۔ آج مصطفیٰ آباد میں ہم یہ بتانے کے لیے آئے ہیں کہ نعرۂ رسالت اگر لگانا جرم ہے تو سن لیں۔ پاکستان کے بھی سب سن لیں۔ پاکستان کے باہر بھی جو لوگ کوششیں کر رہے ہیں وہ سن لیں۔ کہ اگر نعرۂ رسالت بلند کرنا جرم ہے تو یہ جرم ہم سو بار کریں گے سربازار کریں گے اور جب وقت پڑے گا تو سردار کریں گے۔

نعرۂ تکبیر ـــ اللہ اکبر

نعرۂ رسالت ـــ یارسول اللہ

حق و صداقت کی نشانی شاہ احمد نورانی

ہم نے یہ طے کر لیا ہے رسول اللہ ﷺ کے دیوانوں نے یہ طے کر لیا ہے کہ زندگی بھر نعرہ ہوگا "یارسول اللہ ﷺ" اُٹھتے بیٹھتے نعرہ ہوگا یارسول اللہ ﷺ کا۔ قبر میں بھی یہی نعرہ ہوگا اور جب عادت پڑ جائے گی تو حشر میں بھی یہی نعرہ ہوگا۔

نعرۂ تکبیر ـــ اللہ اکبر

نعرۂ رسالت ـــ یارسول اللہ

میرے محترم بزرگو! میرے عزیز بھائیو!

ہم ... آ ... سے عرض ... کہ ... ہم ... نہیں ... پورے آٹھ سال کے عرصے

ہیں آپ نے دیکھا کہ جن مصائب جن تکالیف اور تشدد کے راستے سے گزرتے ہوئے ہم چل رہے ہیں لیکن الحمدللہ۔ ہم کبھی مایوس نہیں ہوئے۔ اس لیے مایوس نہیں ہوئے کہ پہلی بات جس پر ہمارا یقین ہے بار بار اللہ رب العالمین کا یہ وعدہ ہمیں یاد آتا ہے کہ:

"اللہ کی رحمت سے نا اُمید نہ ہو اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو معاف فرمانے والا ہے۔ وہ غفور الرحیم ہے اس کی رحمت سے نا امید نہ ہو۔ اللہ کی رحمت کون ہے۔ کبھی آپ نے سوچا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔"

"اے نبی ﷺ ہم نے آپ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔"

حضور اکرم ﷺ رحمت اللعالمین ہیں۔ رحمتوں کا مرکز ہیں۔ جس پر باران رحمت برسنا چاہتا ہے برستا ہے۔

امام اہلسنّت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا

ہم اس محبوب کے آستانے کے بھکاری ہیں اس اللہ کے محبوب کے آستانے کے بھکاری ہیں کہ جہاں سے "نہیں" کی صدا کبھی آتی ہی نہیں۔ ہم اللہ کے اس محبوب کی طرف متوجہ ہیں جس طرف خود اللہ تعالیٰ متوجہ ہے پوری کائنات کا رب جس کو رحمت اللعالمین فرما رہا ہے اس کی رحمتوں سے ہم نا امید نہیں ہیں۔

میرے محترم بھائیو!

سالار کارواں ہے میر حجاز اپنا
اس نام سے ہے باقی آرام جاں ہمارا

حضور ﷺ کی قیادت میں نظام مصطفیٰ ﷺ کا یہ قافلہ چل رہا ہے میلاد مصطفیٰ ﷺ کا یہ قافلہ رواں دواں ہے لوگ سوچ رہے ہیں کہ یہ پہلے مقام مصطفیٰ ﷺ کی بات کرتے تھے۔ لوگ سوچ رہے ہیں کہ یہ پہلے مقام مصطفیٰ ﷺ کی بات کرتے تھے۔ لوگ سوچ رہے ہیں کہ یہ پہلے نظام مصطفیٰ ﷺ کی بات کرتے تھے اب انہوں نے میلاد مصطفیٰ ﷺ کی بات شروع کر دی ہے مقام مصطفیٰ ﷺ سے چلتے چلتے نظام مصطفیٰ ﷺ تک پہنچے اور نظام مصطفیٰ ﷺ سے چلتے چلتے میلادِ مصطفیٰ ﷺ تک پہنچے۔ میلاد مصطفیٰ ﷺ گر ہے تو

نظامِ مصطفیٰ ﷺ بھی ہے اور مقامِ مصطفیٰ ﷺ بھی ہے ہم میلادِ مصطفیٰ ﷺ کا چرچا صرف فرش زمین پر نہیں کرتے۔ اگر کوئی دیکھنا چاہے تو دیکھ لے کہ میلادِ مصطفیٰ ﷺ کی یہ کانفرنس صرف یہیں نہیں ہو رہی ہے۔ جس کی آنکھیں اللہ کو دیکھ سکتی ہیں دیکھ لے جتنا بڑا مجمع یہاں بیٹھا ہوا ہے اس سے کہیں بڑا مجمع اس سے اوپر بیٹھا ہوا ہے کہ میلادِ مصطفیٰ ﷺ ہو رہا ہے اور یہ دیکھ لو ہر طرف زمین میں میلاد کی محفلیں ہو رہی ہیں عرش پر ہو رہی ہیں پہاڑوں پر ہو رہی ہیں غاروں میں ہو رہی ہیں ملائکہ میں میلادِ مصطفیٰ ﷺ کا چرچا ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ اگر کسی کو سمجھنے کی توفیق دے تو وہ سمجھ لے کہ خود اللہ تعالیٰ بھی میلادِ مصطفیٰ ﷺ کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے میلادِ مصطفیٰ ﷺ کی محفل منعقد کی۔ دو روز سے مقتدر علماء کرام مصطفیٰ ﷺ کا ذکر کر رہے تھے اور آپ سن رہے تھے لیکن ایک وہ محفل کہ جس میں بیان کرنے والا خود رب العالمین تھا سننے والی مخصوص جماعت انبیاء کرام کی تھی۔ بیان کرنے والا اللہ، سننے والے انبیاء اور بیان ذکرِ مصطفیٰ ہو رہا تھا رب العالمین ارشاد فرماتا ہے۔

"یاد رکھیے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء سے عہد لیا" کیا مقدس مجمع تھا انبیاء کا۔ اس میں عہد ہو رہا ہے رب العالمین اور اللہ تعالیٰ نے ارواحِ انبیاء کو جمع فرمایا اور رسول اللہ ﷺ کا ذکر بلند فرمایا۔ کملی والے آقا کی ولادت باسعادت کا ذکر فرمایا۔

رہے گا یونہی ان کا چرچا رہے گا

ذکرِ مصطفیٰ ﷺ ازل سے ابد تک رہے گا زندگی کی ہر ساعت میں رہے گا ہر گھڑی ہر پل میں ذکرِ مصطفیٰ ﷺ ہو رہا ہے آپ نے غور کیا کہ حضور ﷺ کی ولادت کا ذکر...... عظمتِ مصطفیٰ ﷺ کا تذکرہ۔ صبح شام نہیں۔ لیل و نہار کی گردش کے ساتھ ساتھ گھڑی کی رفتار کے ساتھ ساتھ ان کی عظمت اور ولادت کا ذکر بلند ہو رہا ہے۔ یہ کیسے ہو رہا ہے۔ آج آپ نے عشاء کی نماز یہاں جماعت سے پڑھی۔ جس وقت عشاء کی آذان ہو رہی تھی کملی والے آقا کا تذکرہ ہو رہا تھا۔ اقامت ہوئی تو تذکرہ ان ہی کا بیان ہو رہا تھا۔ نماز پڑھی تو حضور ﷺ پر درودوں کے گجرے اور سلاموں کی ڈالیاں پیش ہو رہی تھیں۔ جب پاکستان میں عشاء کی نماز ختم ہو گی تو کیا کہیں ذکرِ مصطفیٰ ﷺ نہیں ہو رہا ہو گا۔ یقیناً ہو رہا ہو گا۔ آپ یہاں عشاء پڑھ رہے تھے تو اسی وقت بغداد میں مغرب کی نماز ہو رہی تھی جب بغداد میں

مغرب کی نماز پڑھی جا رہی تھی تو ترکی کی سرحد کو عبور کر کے یورپ میں قدم رکھا تو وہاں عصر کی نماز اور آذان ہو رہی ہے اور جب نماز پڑھ کر برطانیہ پہنچے تو نماز ظہر ہو رہی تھی اور جب آپ چلتے چلتے سمندروں کو عبور کر کے واشنگٹن اور نیو یارک پہنچے تو جس وقت یہاں عشاء ہو رہی تھی وہاں فجر ہو رہی تھی۔ معلوم ہوا کہ چوبیس گھنٹے میں دن رات اللہ کے محبوب کملی والے کا ذکر ہو رہا ہے ان کا چرچا ہو رہا ہے۔ اور یہی ہے۔

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ اور ہم نے تمہارے لیے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔ (سورۃ الانشراح آیت نمبر ۴)

اور اللہ تعالیٰ حضور اکرم ﷺ کے ذکر کو بلند فرما رہا ہے۔

آج مصطفیٰ آباد میں اللہ تعالیٰ کے محبوب مصطفیٰ ﷺ کا ذکر بلند ہو رہا ہے مصطفیٰ آباد میں میلاد مصطفیٰ کانفرنس کے ذریعے ذکر مصطفیٰ ﷺ ہو رہا ہے۔ آج یہاں سے آپ یہ عہد کر کے جا رہے ہیں کہ اب آپ کا اٹھتے بیٹھتے مستقل نعرہ یا رسول اللہ ﷺ ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ۔ یا رسول اللہ ﷺ۔

جو دونوں کو مانتا ہے وہی یا رسول اللہ ﷺ کہتا ہے وہی آپ کا ہے اور آپ اس کے ہیں۔ پہچان مقرر کر لی اب یہاں سے جانے کے بعد اپنے شہر اپنے گاؤں، اپنے پنڈ اپنے چک میں پہنچنے کے بعد آپ اس بات کا انتظام کریں گے کہ ہر ماہ محفل میلاد منعقد کیا کریں گے۔

نعرۂ تکبیر — اللہ اکبر

نعرۂ رسالت — یا رسول اللہ

آپ نے ذکر مصطفیٰ ﷺ کی محفل منعقد کرنی ہو گی۔ میلاد مصطفیٰ ﷺ پڑھنا ہو گا۔ درود پڑھنا ہو گا اور سلام پڑھنا ہو گا مجھے ایک بات یاد آ گئی کہ میں قرآن پاک کے مختلف انگریزی تراجم دیکھ رہا تھا اور اردو زبان کے بھی دیکھ رہا تھا امام اہلسنت عظیم البرکت مولانا شاہ احمد رضا فاضل رحمہ اللہ تعالیٰ بریلوی کا ترجمہ اردو میں مستند اور مسلمہ ہے۔

ایک آیت دیکھی "اے ایمان والو۔ درود بھیجو اور سلام بھیجو ان پر جیسا کہ سلام بھیجنے کا حق ہے۔"

اب میں اس کا انگریزی ترجمہ دیکھ رہا تھا کہ اسے انگریزی میں کس طرح ادا کیا گیا ہے۔

اس لیے کہ مقامِ محبوب کو بیان کرنا ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہے اس کی ادائیگی بندے کو عاجز کر دیتی ہے۔ عربی زبان کا ترجمہ انگریزی زبان میں کرنا نہایت مشکل ہے اردو زبان عربی کے مقابلے میں بہت غریب ہے۔ علامہ عبداللہ کا ترجمہ دیکھنے کا اتفاق ہوا۔

حضور ﷺ کے مقام کو ان کی عظمت کو ان کے ذکر کو ذکر کی لذتوں کو شان کی عظمتوں کو ذرا دیکھئے' لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہم نے دیکھی ہے ہم نے پہچانی ہے۔ نام نہاد خود ساختہ مفکرین یہ کہا کرتے ہیں کہ ہم مزاج شناس رسول ﷺ ہیں۔ (معاذ اللہ) یعنی ہم نے رسول اللہ ﷺ کے مزاج کو پہچان لیا ہے۔ چودھویں صدی میں کتب فروشی کرنے والا نام نہاد خود ساختہ مفکر اگر یہ کہے کہ میں مزاج شناس رسول ہوں تو ظاہر ہے کہ ہنسی آئیگی اور اس کے ساتھ غصہ بھی آئے گا کہ کیسے کیسے گستاخ چودھویں صدی میں نظر آتے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی مزاج شناسی کون کر سکتا ہے۔ میرے آقا ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"اے ابوبکر مقام مصطفی ﷺ کو اگر اس کی اصلی شکل کو اس کی حقیقتوں کو اس کی معرفتوں کو اس کے مقام اور اس کی عظمت کو اگر کوئی جانتا ہے تو صرف رب العالمین جانتا ہے۔" یہ وہ ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں جو رفیق غار ہیں۔ رفیق ہجرت ہیں رفیق روضہ آج بھی ہیں اور حضور ﷺ کے قدموں میں گنبد خضراء کے نیچے آرام فرما رہے ہیں۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ سے کہا۔" نہیں پہچانا۔" میرے رب کے علاوہ کوئی نہیں پہچانا۔

محمد سے صفت پوچھو خدا کی
اور خدا سے پوچھئے شانِ محمد (ﷺ)

حضور پرنور ﷺ کے مقام کو اس آیت نے معین کر دیا ہے۔

"اے ایمان والو۔ درود بھیجو ان پر اور سلام بھیجو ان پر جیسا کہ سلام بھیجنے کا حق ہے۔"

"Who believe blessing him and salute him with all respects"

اس سے اندازہ کر لیجئے۔ معلوم ہوتا ہے دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے ترجمہ کا

حق ادا کر دیا ہے۔ اللہ ایمان والوں سے مخاطب ہے۔ ایمان والا اسلام بھی پڑھتا ہے ایمان والا درود بھی پڑھتا ہے ایمان والا ہی پڑھتا ہے۔ ہمیں یہ شرف حاصل ہوا کہ ہم میلاد مصطفی ﷺ کانفرنس میں آئے اور آپ نے اس عظیم الشان کانفرنس کے ذریعے سے اس بات کا اقرار کرلیا کہ آئندہ ہر مہینے سلسلہ وار کبھی کسی گھر میں اور کبھی کسی گھر میں درودوں کے گجرے اور سلاموں کی ڈالیاں...... پیش کی جائیں گی۔ درود بھی ہوگا اور سلام بھی ہوگا، اس کے بعد میری بات کہ آپ نے جس اعتماد کا اظہار جمعیت العلمائے پاکستان کے ساتھ کیا ہے جمعیت علماء پاکستان کے قائدین سے کیا ہے ان شاء اللہ آپ کے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچے گا۔ یقین رکھیے۔ جب بھی کملی والے آقا حضور پُرنور ﷺ کی عزت و حرمت کا مسئلہ ہوگا تو ان شاء اللہ مولانا نیازی صاحب۔ علامہ عبدالمصطفی الازہری، غلام علی اوکاڑوی صاحب جمعیت علماء پاکستان کے تمام قائدین مولانا فتح محمد صاحب۔ مولانا سید محمد امیر شاہ قادری پروفیسر شاہ فرید الحق ان تمام رہنماؤں کو جو صوبوں میں ہیں ان کو جو مرکز میں ہیں۔ ان کو۔ جب بات عظمت و ناموس مصطفی ﷺ کی آئے گی جو ہاتھ اور جو قلم عظمت مصطفیٰ ﷺ تک گستاخی کیلئے بڑھیں گے ان شاء اللہ آپ کے قائدین کی وہاں گردن کٹ جائے گی مگر عظمت مصطفی پر اور ناموس مصطفی پر آنچ نہیں آئے گی خون گر جائے گا۔ جان قربان ہو جائے گی۔ کملی والے آقا کا ذکر ہمیشہ بلند رہے گا۔

نعرۂ تکبیر	اللہ اکبر
نعرۂ رسالت	یارسول اللہ
نعرۂ حیدری	یاعلی
قائدین جمعیت علمائے پاکستان	زندہ باد
ساڈا خون ساڈی جان	سارے روضے توں قربان
حق و صداقت کی نشانی	شاہ احمد نورانی
قائد جمعیت علمائے پاکستان	زندہ باد

آپ نے جس اعتماد کا اظہار کیا ہے اس پر ہم ان شاء اللہ پورے اتریں گے۔

حقوق المسنتہ کا تحفظ [illegible]

چھوٹے لوگ محکمہ اوقاف کے ملازمین جو شامت اعمال سے محکمہ اوقاف میں ہیں یہ ہمارے ملک کی اس عظیم اکثریت کا امتحان لینا چاہتے ہیں۔ انہوں نے امتحان لینا چاہا تھا انہوں نے منظم سازش کے تحت پچھلے سال ستمبر کے مہینے میں مسجد میں درود وسلام بند کرنے کا حکم جاری کیا تھا اور آپ کو یاد ہوگا کہ جمعیت کی قیادت نے بڑھ کر اس چیلنج کو قبول کیا اور ہم مشکور ہیں کہ جنرل ضیاء الحق صاحب نے اس کا فوری نوٹس لیا اور سندھ کے اس بدکردار اور بدعنوان شخص کو جس نے اس توہین کا ارتکاب کیا تھا اس کو برخاست کیا۔ اب ہم جنرل صاحب کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کوئی سیاسی مسئلہ نہیں۔ وقت آرہا ہے۔ ہم سیاسی مسائل کو اس وقت نپٹیں گے۔ چوروں سے بھی نپٹیں گے اور جو چوروں کے ساتھ ہیں ان سے بھی نپٹیں گے چور دروازے سے داخل ہونے والے چور دروازے سے مقابلہ کرنا چاہتے ہیں۔ ہم ان کو میدان میں لائیں گے۔ مقابلہ کریں گے انہیں دیکھیں گے ہمیں معلوم ہے کہ جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے نظام مصطفی ﷺ کے موتی سمندر میں چھلانگ لگا کر نکالے ہیں۔ انہیں یہ معلوم نہیں کہ نظام مصطفی ﷺ کے موتی سمندر سے نہیں دربار مصطفی ﷺ سے ملتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو مقام مصطفی ﷺ سے بے خبر ہو نظام مصطفی ﷺ سے بھی بے خبر ہوتا ہے۔ اسے کچھ پتہ نہیں کہ حقیقت کیا ہے الحمد للہ۔ نظام مصطفی ﷺ کے موتی کملی والے آقا کے دربار میں موجود ہیں۔ حضور کی گفتار میں۔ رفتار میں اور کردار میں نظام مصطفی ﷺ کے موتی جمع ہیں۔ الحمد للہ جمعیت علماء پاکستان کا دامن ان سے وابستہ ہے اس لئے کہ کنکشن لگا ہوا ہے۔ تار ملے ہوئے ہیں۔ یہاں سب اسٹیشن بنا ہوا ہے اس سب اسٹیشن سے اور تار نکلے ہوئے ہیں۔ ان سے اور تار جوڑے ہوئے ہیں یہ سلسلہ منگلا ڈیم تک ہے۔ ہمارے تار بھی جوڑے ہوئے ہیں اجمیر شریف سے۔ بغداد شریف سے۔ شاہ نقشبند سے غوث بہاؤ الدین ملتانی سے اور ان سب کا کنکشن وہاں لگا ہوا ہے جہاں سے کرنٹ اور روشنی آرہی ہے اس لئے سب نور ہی نور ہے ہم انہیں متنبہ کرتے ہیں کہ ہمارے اندر کرنٹ موجود ہے۔ میلاد مصطفی ﷺ کانفرنس کا یہ اجتماع یہ بتانے کے لئے بھی آیا ہے کہ ہمارے اندر الحمد للہ عشق مصطفی ﷺ کا کرنٹ موجود ہے انوار مصطفی ﷺ کا کرنٹ موجود ہے اب ہم اس بات کی اجازت نہیں دیں گے کہ

گے۔ ملک کے سجادہ نشین حضرات! یہاں موجود ہیں اس مجمع عام میں میلاد مصطفی ﷺ کانفرنس کے تاریخی اجتماع میں ان کے سامنے میں یہ اعلان کرنے کا شرف حاصل کرتا ہوں کہ جمعیت علماء پاکستان کی متفقہ تائید وحمایت میں سجادہ نشین حضرات کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ آپ مطمئن رہیے۔ ہمیں معلوم ہے کہ درگاہوں کو خاص طور سے مرمت اور تعمیر سے بے نیاز کر دیا گیا ہے کوئی تعمیر و مرمت نہیں ہوگی پرانی ہوتی رہیں اور گرتی رہیں گی اور ختم ہو جائیں گی۔ یہ سازش کی گئی ہے اور اوقاف میں چند لوگ اسے عملی جامہ پہنا رہے ہیں۔ جب ہم مزاروں پر حاضر ہوتے ہیں مزاروں اور درگاہوں کی یہ حالت دیکھتے ہیں تو دل خون کے آنسو روتا ہے میں آپ کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ ان شاء اللہ العزیز اللہ تعالیٰ نے کرم فرمایا اور آپ کی تائید وحمایت سے نظام مصطفی ﷺ کی حکومت آئی تو تمام درگاہیں سجادہ نشین حضرات کو چوبیس گھنٹے کے اندر اندر واپس کر دی جائیں گی۔

محکمہ اوقاف کی لعنت کو ختم کر دیا جائے گا اس کی دھجیاں اڑادی جائیں گی۔

اوقاف آرڈی ننس وہ تلوار ہے جسے یزیدی تلوار کہا جا سکتا ہے ان شاء اللہ نظام مصطفی ﷺ کی حکومت میں یہ تلوار ٹوٹ کر رہے گی۔ میں اپنے خطباء علماء اور قراء حضرات سے کہوں گا کہ وہ اس امتحان کی گھڑی میں صبر و تحمل کا مظاہرہ کریں وقت آرہا ہے منزل سامنے ہے نظام مصطفی ﷺ کی منزل بہت قریب ہے ان شاء اللہ جب وقت آئے گا تو وہ تمام مساجد جو اہلسنت و جماعت کی ہیں ان سے بدعقیدہ اور گستاخان اولیاء کی بالادستی کو ختم کر دیا جائے گا۔ (ان شاء اللہ) یقین رکھیے آپ نے جس اعتماد کا اظہار کیا ہے جمعیت علماء پاکستان اس عقیدہ کے ساتھ کام کر رہی ہے کہ اگر آپ سے یہ کہتا ہے کہ جمعیت علماء پاکستان بک گئی ہے بک جائے گی آپ یہ بات سن لیں کہ ہمیں اب بکنے کی ضرورت نہیں ہے۔

ہمارا سودا بار بار نہیں ہوتا۔ ہم بارگاہ مصطفی ﷺ میں بک چکے ہیں ہمارا خریدار کوئی نہیں رہا بارگاہ مصطفی ﷺ میں جو ایک بار بک چکا اس کی کوئی بولی نہیں لگا سکتا۔ قائدین اہلسنت نظام مصطفی ﷺ کے گدا ہیں۔ انہیں کسی اور جانب دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان شاء اللہ وہ وقت آئے گا کہ آپ کی فتح و نصرت کے شادیانے بجیں گے۔ وقت آرہا ہے کہ نظام مصطفی

سرزمین پر کملی والے کا نظام نافذ ہو کر رہے گا۔

اس کانفرنس کی کامیابی کا راز اس میں ہے کہ آپ نے دیکھا کہ مولانا عبدالستار خان صاحب نیازی اور یہ فقیر اور پوری قیادت ہاتھ ملا کر چل رہی ہے اور آپ سے بھی عرض ہے کہ عوام اہلسنت ہاتھ سے ہاتھ ملا کر شانہ بشانہ چلیں۔ ہم نے آپ کے سامنے ہاتھ اٹھا کر یہ بتا دیا کہ آپ کی قیادت متحد ہو کر آپ کے پیچھے چل رہی ہے اب آپ کو یہ بتانا ہوگا کہ آپ متحد ہو کر ہمارے ساتھ چلیں گے۔ (ان شاء اللہ) اللہ ہمارا اور آپ کا حامی و ناصر ہو۔

دعا بدرگاہ رب العالمین جل جلالہ

یااللہ...... یااللہ...... یااللہ

اے بے چینوں کی فریاد سننے والے مولیٰ! اے بے کس کی پکار کا جواب دینے والے آقا! اے ماں باپ سے زیادہ مہربان داتا! تیرے گنہگار بندے اور بندیاں سخت بے تابی و بے چینی کے ساتھ تلملا کر تجھے پکارتے اور فریاد کرتے ہیں ہماری بپتا سن لے۔

یااللہ...... یااللہ...... یااللہ

ہم اقرار کرتے ہیں اور گواہی دیتے ہیں کہ تو یکتا و بے ہمتا ہے اور حضرت سرکار محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تیرے محبوب بندے اور آخری نبی ہیں۔ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

یااللہ...... یااللہ...... یااللہ

تو نے ہمیں انسان بنایا' عزت و خلافت کا خلعت پہنایا' ہمیں دولت دی' سلطنت بخشی زمین میں وراثت عطا کی' مگر آہ! آہ! آہ ہم نے تیری نعمتوں کی قدر نہ جانی' تو نے ہمیں سنوارا' ہم نے اپنی صورتوں کو بگاڑا' تیری راہ کو چھوڑا' تیرے حکموں سے منہ موڑا' تجھ سے اپنا رشتہ توڑا' نفس و شیطان کے جال میں پھنسے گناہ کیے اور وہ بھی ایسے سخت کہ جانور بھی ان سے پناہ مانگیں' نافرمانیاں کیں اور ایسی شدید کہ ان سے پتھر بھی لرز جائیں۔

یااللہ...... یااللہ...... یااللہ

اے مولیٰ! اقراری مجرم' روسیاہ' گنہگار' بدکار' عصیاں شعار' شرمسار تیری رحمت و مغفرت کے امیدوار آنکھوں سے آنسو بہاتے' بے قراری سے تلملاتے تیرے عذاب سے ڈرتے' تیری بارگاہ سے گھبراتے' ہاتھ پھیلائے' شرم سے سر جھکائے' گڑگڑاتے' تیرے

دربار میں حاضر ہیں۔ اگر تو عذاب دے، ہم اس کے سزاوار بخش دے تو عزیز و غفار تو نے فرمایا' تو نے یقین دلایا کہ سَبَقَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ اور لَاتَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اس لیے رحمت کے طلب گار ہیں۔ عفو کے امیدوار ہیں۔

یااللہ...... یااللہ...... یااللہ

ہمارے پاس کوئی نیک عمل نہیں جسے وسیلہ بنائیں' کوئی طاعت و عبادت نہیں جس کا آسرا لگائیں' مگر ہاں! تیرے محبوب' کملی والے تاجدار' سید ابرار' احمد مختار ﷺ کا دامن رحمت ہاتھ میں ہے۔ ان کے نام لیوا کہلاتے ہیں جنھوں نے ہمارے لیے ساری ساری رات آنسو بہائے اور ہماری مغفرت کے لیے دعائیں فرمائیں۔

یااللہ... یااللہ... یااللہ

تیرے جاہ و جلال' تیرے فضل و کمال' تیرے جود و عطا اور تیرے محبوب سرکار محمد مصطفیٰ روحی لہ الفداہ ﷺ کی ذات والاصفات کو وسیلہ بناتے ہیں۔ اپنی عزت' ان کی رحمت کا صدقہ' صدیق و فاروق و عثمان' علی فاطمۃ الزہرہ و حسن و حسین' شہید کربلا کا واسطہ' اہلبیت اطہار' اصحاب کبار و شہدائے بدر و حنین واحد کے طفیل' غوث اعظم و سلطان الہند و اولیائے امت کا تصدق' اپنے جملہ محبوبین و مقبولین و مقربین (رضی اللہ عنہم) کے صدقے میں ہمارے گناہ معاف فرما دے' ہماری بگڑی بنا دے۔ ہمیں اپنی محبت کا جام پلا دے' ہمیں اپنا متوالا بنا دے' ہماری ڈوبتی کشتی ترا دے' ہمارے بیڑے کو پار لگا دے' ہم منجدھار میں پھنسے ہیں۔ نہ عزت رہی نہ دولت۔

حشمت رہی نہ سلطنت' نہ حکومت رہی نہ طاقت' خلافت اسلامیہ مٹ چکی' قبلہ اول بیت المقدس پر یہودی چھائے ہوئے ہیں۔ قبلہ مسلمین و حرمین محترمین پر دشمن دانت جمائے ہوئے ہیں' عراق' شام' مصر و مراکش' افریقہ و ملایا ہر طرف دشمن ہی دشمن آڑے آئے ہوئے ہیں۔ وہ ہندوستان جہاں تیرے خاص بندوں نے علم توحید بلند کیا' سات سو برس تک حکومت کی اور تیرے خاص دین کا بول بالا رکھا' ہم نااہل تیری اس امانت کو نہ سنبھال سکے' وہ ہمارے ہاتھوں سے نکلا اور آخر ہم محکوم بن کر وہاں رہ سکے ہمارے خون بہائے گئے' ہماری خواتین کی عفت و عصمت تباہ کی گئی۔ مسجدیں شہید ہوئیں' خانقاہیں اجاڑی گئیں' اولیاء صالحین کی قبریں تک کھودی گئیں' ہمارے گھر والے ہم ... آگ ... گئی گھر ... گھر کو آگ' ہمارے ...

مرد ہلاک کیے گئے۔ بوڑھے قتل ہوئے۔ عورتیں بیوہ ہوئیں' یتیم بلبلاتے رہے۔

یااللہ...... یااللہ...... یااللہ

اے غیرت والے مولیٰ! ہم لٹ گئے' مٹ گئے' صرف اس لیے کہ تیرے کہلاتے تھے' تیرا نام لیتے اور مسلمان کہے جاتے تھے۔

اے عظمت والے' اے عزت والے

اے غلاموں کے سر پر تاج عزت رکھنے والے! اے بے پناہوں کو پناہ دینے والے! سن لے! ہم بے کسوں' بے بسوں کی سن لے! ہم سیاہ کاروں کے سبب اپنے دین کو بدنام نہ ہونے دے۔ دین کی عزت رکھ لے۔ علم توحید کو سرنگوں نہ ہونے دے۔ ہمیں قوت دے۔ طاقت دے۔ عزت دے۔ حمیت دے۔ غیرت دے۔ برصغیر ہند میں جو چھوٹی سی آزاد خودمختار۔

یااللہ...... یااللہ...... یااللہ

پاکستانی حکومت تو نے محض اپنے فضل سے عطا فرمائی ہے' اس کی حفاظت فرما' اسے قوی سے قوی تر بنا اور صحیح معنوں میں اسلامی دولت اسلامی سلطنت اور اسلامی مملکت بنا۔ جہاں تیرا قانون' تیرے احکام جاری ہوں' تیرے دین کا علم بلند ہو اور تیرے نام کا ابدالاباد تک بول بالا رہے۔ تحریک نظام مصطفیٰ ﷺ کے شہداء کے خون کا صدقہ۔ مولیٰ! مولیٰ! اے رحم و کرم والے مولیٰ!

ہماری دعائیں قبول فرما۔ ہمارے بیماروں کو تندرستی دے' مصیبت زدہ کی مصیبت دور کر' ہمیں فقر و فاقہ سے بچا' حقیقی غنا عطا فرما' اپنا بنا اور اپنی راہ پر چلا اور اپنے بندہ سے وہ خدمتیں لے جن سے تو راضی ہو۔ اے اپنی رضامندی اور محبوبیت کا خلعت پہنا۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ۔ وَصَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِكَ وَنُوْرِ عَرْشِكَ سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَعوننا و معنينا وغياثنا و مغيثنا محمد رسول رب العالمين وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

صلی اللہ علی حبیبہ محمد وآلہ وبارک وسلم

خدائے لم یزل کا شاہکار آتا ہے دنیا میں
صبا پھرتی ہے لے کر یہ خبر، رخشندہ رخشندہ

(سید ضامن علی حسنی)

متاعِ عقیدت

حسن ترتیب

جشنِ میلاد ۔۔۔۔۔

اعتراضات کا علمی جائزہ

جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری

قرآن کریم میں متعدد مقامات پر یہ حکم دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات اور احسانات پر اس کا شکر ادا کیا کرو۔ ارشاد خداوندی ہے:

پس کھاؤ اس سے جو رزق دیا تمہیں اللہ تعالیٰ نے جو حلال اور طیب ہے اور شکر کرو اللہ تعالیٰ کی نعمت کا۔ اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔ (۱۴:النحل)

دوسری جگہ ارشاد ہے:

پس طلب کیا کرو اللہ تعالیٰ سے رزق کو اس کی عبادت کیا کرو اور اس کا شکر ادا کیا کرو۔ اس کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ (۱۷:العنکبوت)

اللہ تعالیٰ نے اس مضمون کو بھی مختلف دلنشین اسالیب سے بیان فرمایا ہے کہ اگر تم اس کی نعمتوں پر شکر ادا کرو گے تو اللہ تعالیٰ ان میں اور اضافہ کر دے گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو اس کے شدید عذاب میں مبتلا کر دیئے جاؤ گے۔

ارشاد خداوندی ہے:

اور یاد کرو جب (تمہیں) مطلع فرمایا تمہارے رب نے (اس حقیقت سے) کہ اگر تم پہلے احسانات پر شکر ادا کرو گے تو میں مزید اضافہ کر دوں گا اور اگر تم نے ناشکری کی تو (جان لو) یقیناً میرا عذاب شدید ہے۔ (۷:ابراہیم)

المختصر بے شمار آیات ہیں جن میں انعامات الٰہی پر شکر ادا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور کثیر تعداد آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو بار بار جھنجھوڑ کر یہ بتایا ہے

کہ اگر تم ان نعمتوں پر شکر ادا کرو گے تو ان میں مزید اضافہ کر دیا جائے گا اور جو کفران نعمت کے مرتکب ہوں گے ان کو ان نعمتوں سے محروم کر دیا جائے گا اور عذاب الیم کی بھٹی میں جھونک دیا جائے گا۔

پانی، ہوا اور روشنی، کان، آنکھیں اور دل صحت، شباب اور خوشحالی۔ یہ سب خداوند ذوالجلال کی نعمتیں ہیں اور ان پر شکر کرنا واجب ہے۔ جب ان فنا ہونے والی نعمتوں پر شکر ادا کرنا لازمی ہے تو خود بتائیے اس رحمت مجسم، ہادی اعظم، محسن کائنات ﷺ کی تشریف آوری اور بعثت پر شکر ادا کرنا ضروری ہے یا نہیں۔ کیا اس احسان سے کوئی اور احسان بڑا ہے اس نعمت سے کوئی اور نعمت عظیم ہے۔ جس ذات والاصفات نے بندے کا ٹوٹا ہوا رشتہ اپنے خالق حقیقی کے ساتھ استوار کر دیا۔ جس نے انسانیت کے بخت خوابیدہ کو بیدار کر دیا جس نے اولاد آدم کے بگڑے ہوئے مقدر کو سنوار دیا، جو کسی خاندان، قبیلے، قوم، ملک اور زمانہ کے لئے رحمت بن کر نہیں آیا بلکہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق کے لئے رحمت بن کر برسا۔ جس کی فیض رسانی زمان و مکان کی قیود سے آشنا نہیں، جو ہر تشنہ لب کو معرفت الٰہی کے آب زلال سے سیراب کرنے کے لئے تشریف لایا۔ ہر گم کردہ راہ کو صراط مستقیم پر گامزن کرنے کے لئے آیا، ہر کہ ومہ کے لئے جس نے حریم قرب الٰہی کے دروازے کھول دیئے۔ کیا اس نعمت عظمیٰ اور ابدی احسان پر شکر ادا کرنا ہم پر فرض نہیں؟ کیا خداوند کریم کے اس لطف بے پایاں پر اس کا شکر ادا کر کے اس کے وعدہ کے مطابق ہم اس کی مزید نعمتوں کے مستحق قرار نہیں پائیں گے اور جو اس جلیل القدر انعام پر سپاس گزار نہ ہوگا وہ غضب وعتاب الٰہی کی وعید کا ہدف نہیں بنے گا؟

سرور کائنات، فخر موجودات ﷺ کی آمد، وہ عظیم المرتبت انعام ہے جس کو منعم حقیقی نے اپنی قدرت کی زبان سے خصوصی طور پر علیحدہ ذکر کیا ہے۔

یقیناً بڑا احسان فرمایا اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر جب اس نے بھیجا ان میں ایک رسول انہیں میں سے پڑھتا ہے ان پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں اور پاک کرتا ہے انہیں اور سکھاتا ہے انہیں کتاب وحکمت اگرچہ وہ اس سے پہلے یقیناً کھلی گمراہی میں تھے۔

اس انعام کی خصوصی شان یہ ہے کہ دیگر انعامات اپنوں اور بیگانوں، خاص اور عام، مومن اور کافر سب کے لئے ہیں اور اس لطف و کرم سے صرف اہل ایمان کو سرفراز فرمایا۔

غلامان مصطفی علیہ اجمل التحیۃ واطیب التحیہ ہر زمانہ میں اپنے رب کریم کی اس نعمت کبریٰ کا شکر ادا کرتے آئے ہیں۔ زمانے کے تقاضے کے اعتبار سے شکر کے انداز گو مختلف تھے لیکن جذبہ تشکر، ہر عمل کا روح رواں رہا اور جو خوش بخت اس نعمت کی قدر و قیمت سے آگاہ ہیں وہ تا ابد اپنی فہم اور استعداد کے مطابق اپنے رحیم و کریم پروردگار کا شکر ادا کرتے رہیں گے۔

یہ ایک بدیہی امر ہے کہ جب کسی کو انعام سے بہرہ ور کیا جاتا ہے تو اس کا دل مسرت و انبساط کے جذبات سے معمور ہو جاتا ہے۔ اس کی نگاہ میں اس کی نعمت کی جتنی قدر و قیمت اور اہمیت ہوگی اسی نسبت سے اس کی مسرت و انبساط کی کیفیت ہوگی لیکن جس چیز کے ملنے پر خوشی کے جذبات میں تلاطم پیدا نہیں ہوتا تو اس کا واضح مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس چیز کی اس شخص کے نزدیک کوئی اہمیت نہیں۔ اگر یہ چیز اسے نہ ملتی تب بھی اسے افسوس نہ ہوتا مل گئی ہے تو اسے کوئی خوشی نہیں شمع جمال مصطفوی کے پروانے ایسے قدر ناشناس نہیں۔ نبوت کا ماہ تمام طلوع ہوا تو ان کی زندگی کے آنگن میں مسرتوں اور شادمانیوں کی چاندی چھٹکنے لگی ان کے دلوں کے غنچے کھل کر شگفتہ پھول بن گئے۔ وہ یہ جانتے ہوئے اور تسلیم کرتے ہوئے کہ وہ اس احسان عظیم پر شکر کا حق ادا نہیں کر سکتے پھر بھی وہ اپنی سمجھ کے مطابق بارگاہ رب العزت میں سجدہ شکر میں گر گئے اس کی حمد و ثناء کے گیت گانے لگے اور اپنے محبوب کریم ﷺ کے حسن سرمدی پر اپنے دل و جان کو نثار کرنے لگے۔

بعض مدعیان علم و دانش، فرزندان اسلام کے ان مظاہر تشکر و مسرت کو دیکھ کر غصہ سے بے قابو ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے ان شکر گزار بندوں پر طعن و تشنیع کے تیروں کی موسلا دھار بارش شروع کر دیتے ہیں۔ کیا ان حضرات نے کبھی اس فرمان الٰہی کا بدقت نظر مطالعہ فرمایا ہے۔

اے حبیب ﷺ آپ ﷺ فرمائیے اللہ کا فضل اور اس کی رحمت ملے پس

چاہئے کہ اسی پر خوشی منائیں یہ بہتر ہے ان چیزوں سے جن کو وہ جمع کرتے ہیں۔ (۵۸: یونس)

اس آیت کریمہ میں حکم دیا جا رہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت ہو تو منہ بسور کر نہ بیٹھ جایا کرو اپنی ہانڈیوں کو اوندھا نہ کر دیا کرو جو چراغ جل رہا ہے اس کو بھی نہ بجھا دیا کرو کیونکہ یہ اظہار تشکر نہیں بلکہ کفران نعمت ہے۔ ایسا نہ کرو بلکہ فلیفرحوا خوشی اور مسرت کا مظاہرہ کیا کرو اور یہ بتانے کی قطعاً ضرورت نہیں کہ اظہار مسرت کا کیا طریقہ ہوتا ہے جب دل میں سچی خوشی کے جذبات امڈ کر آتے ہیں تو اپنے ظہور کے لئے وہ خود راستہ پیدا کر لیا کرتے ہیں۔

امت اسلامیہ صدیوں سے اللہ تعالیٰ کی اس نعمت عظمیٰ پر اپنے جذبات تشکر و حسان کا اظہار کرتی رہی ہے ہر سال ہر اسلامی ملک کے ہر چھوٹے بڑے گاؤں اور شہر میں عید میلاد النبی ﷺ منانے کا اہتمام کیا جاتا ہے ان راتوں اور ان دنوں میں ذکر و فکر کی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں جن میں اللہ تعالیٰ کی شان کبریائی اور اس کے محبوب مکرم شفیع المذنبین کی شان رفعت و دلربائی کے تذکرے کئے جاتے ہیں۔ سامعین کو اس دین قیم کے احکامات سے آگاہ کیا جاتا ہے۔ علماء تقریریں کرتے ہیں، ادباء مقالے پڑھتے ہیں، شعراء اپنے منظوم کلام سے اظہار عقیدت و محبت کرتے ہیں، صلوٰۃ و سلام کی روح پرور صداؤں سے ساری فضا معطر اور منور ہو جاتی ہے۔ اہل خیر کھانے پکا کر غرباء و مساکین میں تقسیم کرتے ہیں صدقات خیرات سے ضرورت مندوں کی جھولیاں بھر دیتے ہیں۔ یوں محسوس ہوتا ہے کہ گلشن اسلام میں از سر نو بہار آ گئی ہے۔ امام ابو شامہ جو امام نووی شارح صحیح مسلم کے استاذ الحدیث ہیں فرماتے ہیں۔

ہمارے زمانہ میں جو بہترین نیا کام کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ لوگ ہر سال حضور ﷺ کے میلاد کے دن صدقات اور خیرات کرتے ہیں اور اظہار مسرت کے لئے اپنے گھروں اور کوچوں کو آراستہ کرتے ہیں کیونکہ اس میں کئی فائدے ہیں۔ فقراء مساکین کے ساتھ احسان اور مروت کا برتاؤ ہوتا ہے۔ نیز جو شخص یہ کام کرتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے محبوب کی محبت اور عظمت کا چراغ ضیاء بار ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کریم ﷺ کو پیدا فرما کر اور حضور کو رحمۃ اللعالمین کی

خلعت فاخرہ پہنا کر مبعوث فرمایا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر بہت بڑا احسان ہے۔ جس کا شکریہ ادا کرنے کے لئے اس مسرت کا اظہار کیا جا رہا ہے۔

(سیرۃ الحلبیہ ص ۸۰ جلد ۱)

ایک دوسرے محدث امام سخاوی کا ارشاد بھی ملاحظہ ہو۔ آپ فرماتے ہیں کہ موجودہ صورت میں محفل میلاد کا انعقاد قرون ثلاثہ کے بعد شروع ہوا پھر اس وقت سے تمام ملکوں میں اور تمام بڑے شہروں میں اہل اسلام میلاد شریف کی محفلوں کا انعقاد کرتے رہے ہیں اس کی راتوں میں صدقات و خیرات سے فقراء و مساکین کی دلداری کرتے ہیں۔ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کا واقعہ پڑھ کر حاضرین کو بڑے اہتمام سے سنایا جاتا ہے اور اس عمل کی برکتوں سے اللہ تعالیٰ اپنے فضل عمیم کی ان پر بارش کرتا رہتا ہے۔

ایک تیسرے محدث جو ضعیف احادیث پر تنقید کرنے میں بے رحمی کی حد تک بے باک ہیں یعنی علامہ ابن جوزی (علامہ ابو الفرج عبدالرحمن بن جوزی) کی رائے بھی اس سلسلہ میں ملاحظہ فرمائیں۔

ابن جوزی فرماتے ہیں کہ محفل میلاد کی خصوصی برکتوں سے یہ ہے کہ جو اس کو منعقد کرتا ہے اس کی برکت سے سارا سال اللہ تعالیٰ کے حفظ و امان میں رہتا ہے اور اپنے مقصد اور مطلوب کے جلدی حصول کے لئے یہ ایک بشارت ہے۔

علمائے کرام نے یہ بھی وضاحت کی ہے کہ محافل میلاد کے انعقاد کا آغاز کب ہوا اور کس نے کیا؟ امام ابن جوزی ہی لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے اربل کے بادشاہ الملک المظفر ابو سعید نے اس کا آغاز کیا اور اس زمانہ کے محدث شہیر حافظ ابن وحیہ نے اس مقصد کے لئے ایک کتاب تصنیف کی اور اس کا نام التنویر فی مولد البشیر النذیر تجویز کیا۔ ملک مظفر کے سامنے جب یہ تصنیف لطیف پیش کی گئی تو اس نے ابن دحیہ کو ایک ہزار اشرفی بطور انعام پیش کی۔ وہ ربیع الاول شریف میں ہر سال محفل میلاد کے انعقاد کا اہتمام کرتا تھا زیرک، دانا، بہادر، اور مرد میدان تھا۔ دانشور اور عدل گستر تھا اس کا عہد حکومت کافی طویل ہوا۔ یہاں تک کہ اس نے ۶۳۰ھ میں اس حالت میں وفات پائی کہ اس نے مکہ کے شہر میں جہاں حلبیوں نے قبضہ کر رکھا تھا اس کا محاصرہ کیا ہوا تھا۔

اس کا ظاہر اور باطن بہت ہی پسندیدہ تھا ابن جوزی کے الفاظ میں آپ اس مردمومن کی سیرت کا مطالعہ فرمائیں۔

سبط ابن الجوزی اپنی تصنیف مراۃ الزمان میں اس ضیافت کا ذکر کرتے ہیں جو ملک مظفر، میلاد شریف کے موقع پر کیا کرتا تھا اور جس میں اس زمانہ کے اکابر علماء اور اعاظم صوفیاء شرکت فرمایا کرتے تھے اس ضیافت کا یہ بیان اس آدمی کی زبانی بیان کیا گیا ہے جو خود اس دعوت میں شریک تھا وہ کہتا ہے۔ میں نے بھیڑ بکریوں کے پانچ ہزار سر، دس ہزار مرغیاں اور ایک لاکھ سکورے اور حلوے کے تیس ہزار طشت خود دیکھے۔ جو علماء اس ضیافت میں شرکت کرتے ملک مظفر انہیں خلعتیں پہناتا اور میلاد شریف کی اس تقریب پر تین لاکھ دینار خرچ کرتا۔

علامہ محمد رضا نے اپنی سیرت کی کتاب "محمد رسول اللہ" میں مندرجہ بالا حوالہ جات ذکر کرنے کے بعد ان پر مندرجہ ذیل اضافہ کیا ہے جس کا خلاصہ ترجمہ ہدیہ قارئین ہے۔

جزائر کے سلطان ابوحمو موسیٰ بڑے اہتمام اور اجلال کے ساتھ شب میلاد منایا کرتے تھے جس طرح مغرب کے سلاطین اور اندلس کے خلفاء اس زمانہ میں یا اس سے پہلے اس تقریب سعید کا اہتمام کیا کرتے تھے۔

سلطان تلمسان کی ایک تقریب میلاد کا آنکھوں دیکھا حال الحافظ سیدی ابو عبداللہ التنی نے "روح الارواح" میں تحریر کیا ہے لکھتے ہیں:

ابوحمو، شب میلاد مصطفی علیہ التحیۃ والثناء کو اپنے دارالحکومت تلمسان میں بہت بڑی دعوت کا اہتمام کیا کرتے تھے۔ جس میں خاص و عام سب لوگ مدعو ہوتے تھے۔ جلسہ گاہ میں ہر طرف قیمتی قالین بچھے ہوئے ان پر گاؤ تکیے لگے ہوئے اور بڑی بڑی شمعیں جو دور سے ستون کی طرح نظر آتی تھیں اور دسترخوان، انگیٹھیاں جن میں خوشبو سلگ رہی ہوتی تھی یوں محسوس ہوتا تھا کہ خالص پگھلا ہوا سونا انڈیلا جا رہا ہے۔ تمام حاضرین کو رنگ برنگے لذیذ کھانے پیش کئے جاتے تھے معلوم ہوتا ہے کہ موسم بہار کے رنگین پھولوں کے گلدستے ہر مسلمان کے سامنے سجا کر رکھ دیئے گئے ہیں ان کی رنگت کو دیکھ کر ان کے کھانے کی

خواہش دو بالا ہو جاتی تھی آنکھیں ان کی رنگینی کو دیکھ کر روشن ہوتی تھیں اور بھینی بھینی مہک مشام جان کو معطر کر رہی ہوتی تھی۔ تمام لوگوں کو درجہ بدرجہ بٹھایا جاتا تھا سب حاضرین کے چہروں پر وقار اور احترام کی روشنی چمک رہی ہوتی تھی اس کے بعد بارگاہ رسالت میں ہدیہ عقیدت پیش کرنے کے لئے مدحیہ قصائد پڑھے جاتے تھے اور ایسے مواعظ اور نصائح کا سلسلہ جاری رہتا تھا جو لوگوں کو گناہوں سے برگشتہ کر کے عبادت و اطاعت کی طرف راغب کرتے تھے یہ سارے کام اس ترتیب سے ہوتے کہ حاضرین کو قطعاً تھکاوٹ یا اکتاہٹ کا احساس نہ ہوتا۔ اس روح پرور تقریب کے مختلف پروگراموں کو سن کر دلوں کو راحت ہوتی اور نفوس کو مسرت حاصل ہوتی۔ سلطان رضوان اللہ علیہ کے قریب شاہی خزانہ رکھا تھا جس کو ایک رنگ برنگی یمنی چادر سے ڈھانپا ہوا تھا۔ رات کے گھنٹوں کے برابر اس میں دروازے ہوتے جب ایک گھنٹہ گزرتا تو اس دروازے پر اتنی جوئیں لگتیں جتنے بجے ہوتے۔ دروازہ کھلتا اور ایک خادمہ نکلتی جس کے ہاتھ میں انعامات لینے والوں کی فہرست ہوتی۔ سلطان اس کے مطابق انعام تقسیم کرتا اور یہ سلسلہ صبح کی اذان تک جاری رہتا ہمارے یہ سیرت نگار اپنے زمانہ کے حالات بھی لکھتے ہیں کہ مصر میں کس قدر اہتمام سے عید میلاد کا جشن منایا جاتا۔

بعض متشددین محفل میلاد کے انعقاد کو بدعت کہتے ہیں اور بدعت بھی وہ جو مذمومہ ہے اور ضلالت ہے۔ بے شک حدیث پاک میں بدعت سے اجتناب اور پرہیز کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ غور طلب امر یہ ہے کہ بدعت کا مفہوم کیا ہے؟ اگر بدعت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ عمل جو عہد رسالت میں اور عہد خلافت راشدہ میں نہ تھا اور اس کے بعد ظہور پذیر ہوا وہ بدعت ہے اور بدعت مذمومہ ہے اور اس پر عمل کرنے والا گمراہ ہے اور دوزخ کا ایندھن ہے تو پھر اس کی زد صرف محفل میلاد پر ہی نہ پڑے گی بلکہ امت کا کوئی فرد بھی اس کی زد سے بچ نہیں سکے گا۔ یہ علوم جن کی تدریس کے لئے بڑے بڑے مدارس اور جامعات اور یونیورسٹیاں قائم کی گئی ہیں اور جن پر کروڑ ہا روپیہ خرچ کیا جا رہا ہے ان علوم میں سے بیشتر وہ علوم ہیں جن کا خیر القرون میں یا تو نام ونشان ہی نہ تھا اور اگر تھا تو اس کی موجودہ صورت کا کہیں وجود نہ تھا۔ صرف، نحو، معانی، بلاغت، اصول، فقہ، اصول حدیث۔ یہ تمام علوم بعد کی

پیداوار ہیں۔ کیا جن علماء وفضلاء نے ان علوم کو مدون کیا اور اپنی گراں قدر زندگیاں، اپنی قیمتی صلاحیتیں اور اوقات ان کو مواج کمال تک پہنچانے کے لئے اور ان کی نوک پلک سنوارنے کے لئے صرف کیئے کیا وہ سب بدعتی تھے اور اس بدعت کے ارتکاب کے باعث وہ سب ان حضرات کے فتویٰ کے مطابق جہنم کا ایندھن بنے پھر گزشتہ چودہ صدیوں میں اسلام کے دامن میں کون رہ جاتا ہے جسے جنت کا مستحق قرار دیا جائے۔ اس طرح علوم قرآن وسنت اور فقہ کی تدوین تو خیر القرون میں نہیں کی گئی تھی یہ بھی بعد میں آنے والے علماء وفضلاء کی شبانہ روز جگر کاریوں اور کاوشوں کا ثمر ہے کہ پھر یہ علوم جن کا وجود ہی مجسمہ بدعت کی تدریس کے لئے جو جامعات اور یونیورسٹیاں تعمیر کی گئیں یا اب بھی تعمیر کی جارہی ہیں اور ان پر کروڑ ہا روپیہ خرچ کیا جارہا ہے کیا یہ سب تعلیمات دین کی خلاف ورزی ہے اور غضب الٰہی کو دعوت دینے کا باعث ہے۔ یہ عظیم الشان مسجدیں اور ان کے فلک بوس مینار اور ان کے مزین محراب عہد رسالت میں کہاں تھے۔ کیا ان سب کو آپ گرادینے کا حکم دیں گے؟ کیا آپ قاطع بدعت کہلانے کے جنون میں اپنی فوج سے توپیں، ٹینک، بمبار طیارے سب چھین لیں گے اور اس کے بجائے انہیں تیر کمان دے کر میدان جنگ میں جھونک دیں گے؟ جو بدعت کی آپ نے تعریف کی ہے وہ تو ان تمام چیزوں کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہے کیا اسلام جو دین فطرت ہے اس کی ہمہ گیر تعلیمات اور اس کی جہاں پرور روح کو آپ اپنے ذہن کے تنگ زنداں میں بند کرنے کی ناکام کوشش میں اپنا وقت ضائع کرتے رہیں گے۔ ہم ان حضرات کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ علمائے اسلام نے بدعت کی جو وضاحت اور تشریح کی ہے اس کو پیش نظر رکھا جائے تو اس قسم کی توہمات سے انسان کو واسطہ ہی نہیں پڑتا وہ فرماتے ہیں کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔

واجب، مستحب، مکروہ، مباح، حرام۔

اس نئی چیز میں کوئی مصلحت ہو تو وہ واجب ہے جیسے علوم صرف ونحو وغیرہا کی تعلیم وتدریس اور اہل زیغ وباطل کا رد۔ اگرچہ یہ علوم عہد رسالت میں موجود نہ تھے لیکن قرآن و سنت اور دین کو سمجھنے کے لئے اب ان کی تعلیم وتدریس واجبات دینیہ میں سے ہے۔ اسی

تردید آج کل کے علماء پر فرض ہے۔

وہ چیزیں جن میں لوگوں کی بھلائی بہتری اور فائدہ ہے وہ مستحب ہیں جیسے سراؤں کی تعمیر تاکہ مسافر وہاں آرام سے رات بسر کرسکیں یا میناروں پر چڑھ کر اذان دینا کہ مؤذن کی آواز دور دور تک پہنچ سکے یا عام مدارس کا قیام تاکہ علم کی روشنی ہر سو پھیلے یہ مستحبات اور مندوبات میں سے ہے۔

مباح

جیسے کھانے پینے میں وسعت اور فراخی، اچھا لباس پہننا، آٹا چھان کر استعمال کرنا، یہ مباحات شرعیہ ہیں۔ اگرچہ عہد رسالت میں ان چھنے آٹے کی روٹی استعمال ہوتی تھی سرکار دو عالم ﷺ خود بھی ان چھنے آٹے کی روٹی تناول فرمایا کرتے لیکن اگر کوئی شخص آٹا چھان کر روٹی پکاتا ہے تو یہ اس کے لئے مباح ہے۔ بدعت اور گمراہی نہیں کہ اس کو دوزخی ہونے کی یہ حضرات بشارت سنائیں۔

وہ کام جس میں اسراف ہو وہ مکروہ ہیں اس طرح مساجد اور مصاحف کی غیر ضروری زیب وزینت۔

حرام

ایسا فعل جو کسی سنت کے خلاف ہو اور اس میں کوئی شرعی مصلحت نہ ہو لیکن محفل میلاد کے انعقاد میں نہ کسی سنت ثانیہ کی خلاف ورزی ہے اور نہ کسی فعل حرام کا ارتکاب ہے بلکہ یہ نعمت خداوندی پر اس کا شکر ہے اور شکر ادا کرنا کثیر آیات سے ضروری ہے اسی طرح آیت فلیفرحوا سے اس فعل و نعمت خداوندی پر اظہار مسرت کرنا حکم الٰہی ہے۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے معترضین کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ محفل میلاد کا انعقاد بے اصل نہیں ہے بلکہ اس کے لئے سنت نبوی میں اصل موجود ہے اس ضمن میں انہوں نے یہ حدیث تحریر فرمائی جو صحیحین میں موجود ہے۔

نبی کریم ﷺ جب مدینہ طیبہ میں تشریف فرما ہوئے تو یہودیوں کو پایا کہ وہ

عاشور کے دن روزہ رکھا کرتے حضور نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا یہ وہ دن ہے جس دن فرعون غرق ہوا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے نجات پائی۔ ہم اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کا شکر ادا کرنے کے لئے روزہ رکھتے ہیں۔ رحمت عالم ﷺ نے فرمایا: تم سے زیادہ ہم اس بات کے حقدار ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نجات پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ (چنانچہ حضور ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور اپنی امت کو بھی ایک دن کے بجائے دو دن روزہ رکھنے کی ہدایت فرمائی)۔

صحیح بخاری میں ہی یہ روایت موجود ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کی خبر جب ابولہب کی لونڈی ثویبہ نے اسے دی تو اپنے بھتیجے کی ولادت کی خوشخبری سن کر اس نے اپنی لونڈی کو آزاد کر دیا۔ اگرچہ اس کی موت کفر پر ہوئی اور اس کی مذمت میں پوری سورت نازل ہوئی لیکن میلاد مصطفیٰ ﷺ پر اظہار مسرت کی برکت سے ہر سوموار کو اسے پانی کا گھونٹ پلایا جاتا ہے اور اس کے عذاب میں بھی اس روز تخفیف کی جاتی ہے۔

حافظ الشام شمس الدین مہر بن ناصر نے کیا خوب کہا ہے:

جب کہ ایک کافر جس کی مذمت میں پوری "تبت یدا" نازل ہوئی اور جو تا ابد جہنم میں رہے گا۔ اس کے بارے میں ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت پر اظہار مسرت کی برکت سے ہر سوموار کو اس کے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے تو تمہارا کیا خیال ہے اس بندے کے بارے میں جو زندگی بھر احمد مجتبیٰ کی ولادت باسعادت پر خوشی مناتا رہا اور کلمہ توحید پڑھتے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہوا۔

اس لئے ہم بصد ادب اور از راہ جذبہ خیر اندیشی ان حضرات کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ وہ اس تشدد کو ترک کر دیں۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب کی ولادت باسعادت سب انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا عظیم الشان احسان ہے۔ آئیے اس روز مل کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ شکر ادا کیا کریں۔ سب مل کر اس کی تسبیح وتہلیل کے نغمے الاپا کریں۔ اظہار مسرت کے ہر جائز طریقہ کو شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے بروئے کار لائیں۔ ایسی محفلوں کا انعقاد کریں جن میں امت مصطفیٰ کے افراد جمع ہوں اور ان کے علماء اور حکماء تعلیمات محمد

سے انہیں آگاہ کریں اس کے محبوب کریم ﷺ کی بارگاہ جمال و کمال میں عقیدت و محبت سے صلوٰۃ وسلام کے رنگین پھول پیش کیا کریں اور یہ اہتمام بہرحال ملحوظ خاطر رہے کہ کوئی ایسی حرکت نہ ہونے پائے جس میں کسی فرمان الہی کی نافرمانی ہو یا سنت نبویہ کی خلاف ورزی ہو۔

اس سلسلہ میں ہم سب متفق ہیں اور ہمارا غیر مشروط تعاون ان مصلحین امت کو میسر رہے گا جو اس نیک مقصد کے لئے کوشاں ہیں۔

ولادت مصطفی علیہ التحیتہ والثناء ابدی مسرتوں اور سچی خوشیوں کی پیغامبر بن کر آئی تھی جس سے کائنات کی ہر چیز شاداں و فرحاں تھی۔ فرشتے شکر ایزدی بجا رہے تھے۔ عرش اور فرش میں بہار کا سماں تھا لیکن ایک ذات تھی جو فریاد کناں تھی۔ جو مصروف آہ و فغاں تھی، جو چیخ چلا رہی تھی اور اپنی بدبختی اور حرماں نصیبی پر اشک فشاں تھی اور وہ ملعون ابلیس کی ذات تھی۔

علامہ ابو القاسم سہیلی لکھتے ہیں:

ابلیس ملعون زندگی میں چار مرتبہ چیخ مار کر رویا پہلی مرتبہ جب اس کو ملعون قرار دیا گیا دوسری مرتبہ جب اسے بلندی سے پستی کی طرف دھکیل دیا گیا تیسری مرتبہ جب سرکار دو عالم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی چوتھی مرتبہ جب سورہ فاتحہ نازل ہوئی۔ علامہ ابن کثیر نے بھی علامہ سہیلی کی اس عبارت کو السیرۃ النبویہ میں جوں کا توں نقل کیا ہے اور ابن سید الناس نے "عیون الاثر" میں بھی اس روایت کو بعینہٖ درج کیا ہے ص ۲۷ جلد اول۔

عکرمہ سے مروی ہے کہ جس روز رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی تو ابلیس نے دیکھا کہ آسمان سے تارے گر رہے ہیں۔ اس نے اپنے لشکریوں کو کہا کہ آج وہ پیدا ہوا ہے جو ہمارے نظام کو درہم برہم کر دے گا۔ اس کے لشکریوں نے اسے کہا کہ تم اس کے نزدیک جاؤ اور اسے چھو کر جنون میں مبتلا کر دو۔ جب وہ اس نیت سے حضور ﷺ کے قریب جانے لگا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اسے پاؤں سے ٹھوکر لگائی اور اسے دور عدن میں پھینک دیا۔

میلادِ پاک

علامہ محمد عالم آسی امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

اب کی دفعہ جس رونق اور آب و تاب سے یوم میلاد منایا گیا ہے۔ اس کی کیفیت کا پورا اندازہ اس سے لگ سکتا ہے کہ اہل حدیث امرتسر کو اس کے خلاف بدقسمتی سے ۳۰ جون ۱۹۳۲ء کو اپنی عادت کے مطابق اس تحریک کی روک تھام کے لئے اخبار کے چند کالم سیاہ کرنے پڑے اور پھر ٹریکٹ کی صورت میں بھی وہی مضمون چھاپ کر مفت تقسیم کرنا پڑا۔ مگر نقار خانہ میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔ یہ مدافعانہ کارروائی مردہ ہو کر جہاں سے شروع ہوئی تھی وہیں رہ گئی۔ گو واقعات کا مقتضاء یہ تو نہ تھا کہ اس مضمون کا جنازہ نکالا جائے اور اس کو کچھ اہمیت دے کر مقابلہ کے لئے کھڑا کیا جائے۔ مگر تاہم ہمارا یہ فرض ہے کہ جو شکوک ضمیر عالم میں پیدا ہوئے ہیں اور باقی اعضائے اسلام میں سرایت کر رہے ہیں ممکن ہے کسی وقت وحی آسمانی سمجھے جانے لگیں۔ اور ہماری تحقیقات کو صرف ایک ہی فقرہ سے مسترد کیا جائے کہ اہل حدیث امرتسر نے ایسی مجالس کی اصلیت ایک ناپاک ہستی سے ثابت کی اس لئے اس پر ہزار قرآن و حدیث سے ثبوت پیش کرو بھی بدعت غیر مشروعہ سے خارج نہیں ہو سکتیں۔

پیشتر اس کے کہ ہم اس شبہ کے ازالہ میں کچھ لکھیں، یہ بات ناظرین پر روشن کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ جن انبیاء علیہم السلام کا میلاد اور یوم ولادت قدرت نما ہوا ہے۔ اس کا ذکر قرآن شریف نے ضرور کیا ہے۔ سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش کا ذکر کیا گیا ہے کہ کس طرح آپ کی پیدائش ہوئی۔ کیا کیا خوارق نمودار ہوئے۔ فرشتوں سے کس طرح سجدہ کرایا گیا۔ ابلیس نے انکار سے کیا بدلہ پایا۔ اس کے بعد جناب حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی ولادت کا ذکر پر مغز الفاظ میں ایک کثیر التعداد آیات میں بیان کیا ہے کہ نمرود نے آپ علیہ السلام کی ولادت روکنے کو کیا کیا کرتب کئے

تھے۔ آپ علیہ السلام کی ولادت کیسے ہوئی، آپ علیہ السلام کی پرورش کس طرح پہاڑ کی ایک کھوہ میں ہوئی۔ چچا سے مناظرہ آپ علیہ السلام نے بچپن میں ہی کس طرح کیا اور کس طرح وحدانیت کا جذبہ ایام طفولیت میں ہی آپ علیہ السلام کے سینہ میں موجزن تھا؟ اس کے بعد حضرت سیدنا موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا ذکر مبارک کس احسان مندی اور کس عمدہ پیرائے میں یاد دہانی کے طور پر ذکر کیا ہے۔ فرعون کی ناپاک تدبیریں اور اس کی ناکامیاباں۔ دشمن کے ہاتھ سے آپ علیہ السلام کی پرورش۔ ایام رضاعت میں خاص اپنی والدہ سے ملاقات۔ اپنے خاندان کو شاہی محلات میں بسیرا کرانا۔ فرعون کی گود میں توحید کا سبق پڑھانا۔ یہ سب کچھ خدائے تعالیٰ نے اس طرح بیان کیا ہے کہ اس کے ہر ہر حرف کے لفظ سے مواعظ وحکمت کے چشمے پھوٹتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ حضرت مریم علیہا کی ولادت کو اس پاک پیرایہ میں بیان کیا ہے کہ جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ پاک بندے شیطانی عوارض سے پاک ہوا کرتے ہیں اور خدا خود ان کا نگہبان ہوتا ہے۔ وہاں پر خود دیکھ لیجئے کہ کس لہجہ میں قرعہ اندازی کا ذکر کیا گیا ہے کہ مریم کی پرورش کون کرے گا۔ کس طرح مریم کو قدرتی پرورش نے پھل مہیا کئے تھے یا کس طریق سے والدہ نے آپ کو بیت المقدس کی نذر کر دیا تھا۔ آپ کی والدہ کی دعا آپ کے حق میں کس طرح منظور کر لی گئی تھی اور آپ کا نام مریم کیوں رکھا گیا تھا۔ اسے بھی جانے دیجئے حضرت زکریا علیہ السلام کے بیٹے حضرت یحییٰ علیہ السلام کی ولادت کا ذکر کس بہترین لہجہ میں کیا گیا ہے۔ کیا کیا خوارق اور معجزات بیان ہوئے ہیں۔ حضرت زکریا علیہ السلام کو تین دن تک خاموشی کا روزہ رکھنے کے لئے کس طرح حکم دیا گیا۔ کس طرح سو سال کے گذر جانے پر حضرت یحییٰ علیہ السلام کے والدین کو قوت شباب واپس دے کر معجزات کا ظہور کیا گیا۔ اور کس طرح بچپن ہی میں آپ کو کتاب وحکمت کا مالک بنایا گیا اور کیسے مفتخرانہ لہجہ میں حضرت کا نام یحییٰ علیہ السلام ذکر کیا گیا ہے۔ یہ بھی رہنے دیجئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر ولادت کس شان سے مذکور ہے۔ ایام ولادت سے پیشتر آپ علیہ السلام کی والدہ پر خوارق کیسے ظاہر ہوئے تھے۔ آپ علیہ السلام کی ولادت کے وقت کیا کیا عجائبات قدرت نمودار ہوئے؟ پرورش کا انتظام کیا ہوا۔ مخالفین کو آپ نے بچپن میں کیسے

دندان شکن جواب دیئے۔ اور اپنی والدہ کا دامن کیسے پاک کر دیا۔ اس سے بھی تشفی نہیں ہوتی تو خود حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کا ذکر قرآن شریف میں آیا، کیسے پیارے لفظوں میں ذکر کیا گیا ہے کہ:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ تمہارے پاس نور آتا ہے۔

آسمان پر شیطان کا تسلط نہ رہا۔ رجم شیاطین کا سلسلہ بند ہوگیا۔ جن اور بھوت مبہوت ہو کر کہتے ہیں کہ کیا ہوگیا دنیا میں انقلاب آ گیا۔ اہل ارض کی خیر ہو ورنہ آسمان پر ہمارا گذر ہمیشہ کے لئے بند ہوگیا ہے۔ روایات میں ہے کہ اس وقت ایوان کسریٰ شق ہوگیا۔ بت سر کے بل گر پڑے، ساوی کی ندی چلنے لگی جو کبھی نہ چلی تھی۔ کعبۃ اللہ کا خود جھک کر حضور ﷺ کی تعظیم بجالانا، آسمان کے ستارے آپ ﷺ کی جائے ولادت پر جھک آئے، فارس کا آتش کدہ سرد ہوگیا جو ہزار سال سے روشن تھا، پھر حضور ﷺ کے آنے سے فراغت کا حاصل ہونا۔ عبادت الٰہی میں مصروف ہونا۔ چاند سے کھیلنا، دایہ حلیمہ کو اپنی خیر و برکت سے مالا مال کرنا اور فرشتوں کا آ کر آپ ﷺ سے ملاقات کرنا۔ شجر و حجر کا سلام کہنا، شجر و حجر کا سجدہ کرنا اور شق صدر کا واقعہ پیش آنا وغیرہ وغیرہ، سب کچھ ذکر کیا گیا ہے اور ان واقعات کا قرآن شریف کی تلاوت میں دہرانا یہ ثابت کرتا ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت کا دہرانا خصوصاً اور دیگر انبیاء ﷩ کی ولادت معجزہ نما کے لئے قرآنی آیات کا تلاوت کرنا موجب سعادت ہے۔ اب بھی ذکر ولادت کے متعلق کسی کے دل میں، کسی کو کچھ شبہہ پیدا ہو تو سب سے پہلے اس کا فرض ہوگا کہ قرآن شریف کی تمام میلادی آیات کو نکال کر مختصر کر دے، ورنہ یہ تسلیم کرے کہ وہ شخص ذکر میلاد کی اہمیت کو نہیں سمجھتا۔ اس نے خود قرآن شریف پر اس طریق سے کبھی غور نہیں کیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کا میلاد قرآن و حدیث میں خود مذکور ہے اور جو لوگ کہتے ہیں کہ اس کا ذکر نہیں یا ذکر ہے تو موجب ثواب نہیں ہمارے نزدیک صریح غلطی پر ہیں۔

ذکرِ میلاد شریف

علامہ مولانا عبد الحامد بدایونی رحمۃ اللہ علیہ ☆

ابان مولده یا طیب عنصره یا طیب مبتداء منه و مختتم

دھوم سے مولد کے اس کے ہے عیاں پاکیٔ اصل

کیا ہی اچھا خاتمہ تھا، کیا ہی اچھا ہے جنم

حضور اکرم ﷺ کی بعثت شریفہ اور آپ ﷺ کا ظہور قدسیہ عالم انسانیت میں خدا کی وہ عظیم الشان نعمت و رحمت ہے جس پر اظہار سرور کرنا لازم اور صحت ایمانی کی دلیل ہے۔ کائنات عالم میں آپ ﷺ کا مرتبہ سب سے افضل و برتر ہے۔ یہی وہ ذات شریفہ ہے جس کے تذکرے صحیفوں میں موجود تھے۔ انبیاء علیہم السلام کی مقدس زبانوں پر آپ ﷺ کے ظہور کے ترانے تھے اور آپ ﷺ کی بعثت کی دعائیں ان کی اہم ترین دعائیں تھیں۔ یہی وہ شخصیت تھی جس کے لئے رب العزت نے انبیاء و مرسلین سے عہد و میثاق لیا اور جس کی رسالت کی ذات احدیت نے خود شہادت دی بلاشبہ تمام اذکار میں حضور ﷺ کی ولادت شریفہ کا ذکر کرنا افضل ترین ذکر ہے۔ جشن ولادت نبویہ ہی وہ جشن ہے جس پر ہزاروں عیدیں قربان۔ خدا کے نزدیک بھی آپ ﷺ کی بعثت پاک اہمیت رکھتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ قرآن حکیم میں جگہ جگہ آپ ﷺ کی آمد کے تذکرے پائے جاتے ہیں۔ پس جمہور علمائے کرام کا حضور ﷺ کی تشریف آوری کی تاریخ پر جشن ولادت مقرر کرنا، اس کے لئے اہتمام کرنا ہر طرح صحیح ہے۔ بارہویں شریف۔ کے علاوہ سال بھر میں جو مجالس ذکر ولادت منعقد ہوتی ہیں، وہ باعث اجر اور علامت ایمان و محبت ہیں۔ حضور ﷺ کے ذکر ولادت کو جشن عید میلاد ﷺ کے نام سے کرنے کی جو مخالفت کرتے ہیں وہ بلاشبہ حضور ﷺ کی عزت و وقار اور شان و کمال رسالت نبویہ کے منکر ہیں۔ افسوس ہے کہ جشن میلاد نبویہ

کے مدمقابل سیرت کے نام سے اجتماع کئے جائیں۔ لیکن جب ذکر ولادت نبویہ کیا جائے تو اس سے دور بھاگا جائے۔ ہزاروں مسلمان شریک ہو کر ادب و احترام کریں اور یہ متبعین حدیث وتقلید بیٹھے رہیں۔

حضور ﷺ کی تشریف آوری اور قرآن پاک

(۱) لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا — تحقیق احسان کیا خدا نے مسلمانوں پر کہ ان میں اپنا رسول بھیج دیا۔

(آل عمران: ۱۶۴)

(۲) قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ — بیشک آ گیا تمہارے پاس خدا کا نور۔

(۳) يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ — اے نبی ہم نے تم کو بھیج دیا۔

(سورہ احزاب: ۴)

(۴) وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ — ہم نے آپ کے لئے آپ کا ذکر بلند کیا۔

(تیسواں پارہ)

(۵) قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا — کہہ دو اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوشی کریں۔

(سورہ یونس)

(۶) وَاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ — خدا کی نعمت پر شکر کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔

(سورہ نحل: ۱۱)

(۷) وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝ — اپنے خدا کی نعمت کا چرچا کیا کرو۔

(تیسواں پارہ)

(۸) وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰمِ اللّٰهِ — ان کو ہمارے دن یاد دلاؤ۔

(سورۃ ابراہیم)

اسی آیت کی تفسیر میں صاحب روح البیان فرماتے ہیں۔

ای ذکرھم نعمتی لیومنوا — یعنی میری نعمت یاد دلاؤ تاکہ ایمان لائیں۔

حضور پاک ﷺ کے لئے انبیاء علیہم السلام کی دعائیں

(۹) رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُوْلًا — اے ہمارے رب ان میں رسول مبعوث فرما۔

(۱۰) وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَمُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ — اور یاد کرو جب عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں۔ تصدیق کرنے والا ہوں اس کی کہ میرے بعد ایک رسول آئے گا جس کا نام احمد ہوگا۔

(اٹھائیسواں پارہ)

آیات مذکورہ بالا میں حضرت ختم مرتبت روحی لہ الفدا کی آمد اور حضور ﷺ کے ذکر کی بلندیوں اور زینت الٰہی کے باقی رکھنے اور خدا کی نعمت وفضل پر اظہار شکر کی تلقین کے عنوانات خدا کے فرامین صاف وصریح الفاظ میں آ گئے جن پر غور وفکر کرنے والا اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ حضور ﷺ کا ذکر ولادت شریفہ احکام خداوندی کے کس حد تک موافق ہے۔ ذکر ولادت شریفہ کا مقصد حضور ﷺ کی توقیر وعظمت کو مسلمانوں کے دل ودماغ میں بٹھانا اور اس عظیم الشان وجود باوجود کی حیات شریفہ کو ادب واحترام کے ساتھ پیش کرنا ہے۔ کثرت درود وصلوٰۃ وسلام کا اس لئے حکم دیا گیا کہ زیادہ سے زیادہ خیر وبرکت نصیب ہو۔ پس ایسی مجالس خیر کو بدعت سیئہ وغیرہ ٹھہرانا عداوت اور عدم محبت رسول کی کھلی دلیل ہے اب ہم ذیل میں احادیث شریفہ اور اکابر متقدمین کے اقوال درج کرتے ہیں تاکہ مسئلے کا ہر پہلو واضح ہو جائے۔

قال فی التنویر (حافظ جلال الدین سیوطی)

(۱) عن ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کان یحدث ذات یوم فی — حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وہ اپنے مکان میں قوم کے سامنے حالات

بیته و قائع ولادته بقوم فیستبشرون و یحمدون اذ جاء النبی صلی الله علیه وسلم قال حلت لکم شفاعتی۔

ولادت باسعادت بیان فرما رہے تھے اور قوم حضور کی ولادت پر مسرت کر رہی تھی اور حمد کرتی تھی کہ یکا یک حضور انور ﷺ کا گذر ہوا۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ تمہاری شفاعت مجھ پر واجب ہوئی۔

شفاعتی:۔ کہا تنویر میں حافظ جلال الدین سیوطی نے۔

(۲) فی التنویر عن ابی الدرداء رضی اللہ عنہ مرمع النبی صلی الله علیه وسلم الی بیت عامر الانصاری یعلم وقائع ولادته لا بنائه و عشیرته و یقول هذا الیوم فقال النبی ﷺ ان الله فتح علیك ابواب الرحمة وللملئکة یستغفرون۔

تنویر میں ہے حضرت ابی درداء رضی اللہ عنہ سے کہ میں حضور پاک ﷺ کے ہمراہ عامر انصاری کے یہاں گیا وہ اپنے بیٹوں کو وقائع ولادت نبویہ سکھا رہے تھے اور کہہ رہے تھے۔ یہ دن ہے ولادت خیر البشر کا۔ حضور ﷺ نے فرمایا خدا نے تیرے اوپر رحمت کے دوازے کھول دیئے اور ملائکہ تیرے لئے استغفار کرتے ہیں۔

حضور ﷺ کی زبان مقدس سے ذکر ولادت

مشکوۃ شریف میں بروایت احمد و بغوی ہے۔

(۳) فاخبر کم باول امری دعوۃ ابراهیم و بشارۃ عیسٰی و رؤیا امی التی رأت حین و ضعتنی وقد خرج لها نور اضاء لها منه قصور الشام۔

میں اب تمہیں بتاؤں گا کہ میری ابتدا کیا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کی دعا۔ عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور میری ماں کا خواب جو انہوں نے میری ولادت کے وقت دیکھا۔ میری پیدائش کے وقت ایک نور میری والدہ کے لئے ظاہر ہوا۔ جس سے شام کے محل ان کے سامنے روشن ہو گئے۔

اس حدیث پاک سے ظاہر ہو گیا کہ خود حضور پاک ﷺ نے شب ولادت کے واقعات بیان فرمائے۔ جن کو حضرات اہل سنت مجالس میلاد کے وقت پڑھتے ہیں۔

حاکم و طبرانی نے روایت کیا ہے کہ جب حضور پاک ﷺ تبوک سے واپس تشریف لائے تو سب سے پہلے مسجد میں داخل ہوئے اور مجلس عام میں تشریف فرما ہوئے۔ جیسا کہ کعب بن مالک نے صحیح میں روایت کیا ہے پھر حضرت عباس بن عبدالمطلب نے اجازت چاہی آپ نے دعائے خیر دیتے ہوئے انہیں اجازت مرحمت فرمائی۔ انہوں نے حسب ذیل اشعار پڑھے۔

من قبلها طبت فی الظلال فی مستودع حیث یخصف الورق

آپ قبل ولادت شریفہ ایک عمدہ حالت سے صلب آدم علیہ السلام میں تھے۔ جہاں پیوند لگائے جاتے تھے پتے جنت میں۔

ثم ہبطت البلاد لا لبشر انت ولا مضغۃ ولا علق

پھر اترے آپ ﷺ زمین پر یعنی صلب آدم علیہ السلام کے ساتھ نہ اس وقت آپ ﷺ بشر تھے نہ کوا خون کا نہ جما ہوا خون۔

بل نطفۃ ترکب السفین وقد الجم نسر او اہلہ الغرق

بلکہ صلب سام بن نوح علیہ السلام میں آپ ﷺ ایک نطفہ تھے سوار کشتی میں اس حال میں کہ ڈبو دیا بت نسر اور اس کے پوجنے والوں کو غرق طوفان نے۔

تنقل من صلب الی رحم اذا مضی عالم بداء طبق

آپ ﷺ منتقل ہوتے رہے ایک پشت سے ایک رحم میں جب گزر چکا ایک عالم ظاہر ہوا دوسرا طبقہ۔

وردت نار الخلیل مکتتما فی صلبہ انست کیف یحترق

آپ ﷺ نازل ہوئے آتش خلیل علیہ السلام میں صلب خلیل علیہ السلام میں چھپے ہوئے پھر وہ کس طرح جلتے۔

حتی احتوی بیتک المہیمن من خنذف علیاء تحتہا النطق

آپ ﷺ منتقل ہوتے رہے اصلاب کریمہ میں یہاں تک کہ شامل ہوا

آپ ﷺ کا شرف اولاد خندف میں جو بلند نسب ہے کہ جس میں اور طبقات تھے۔

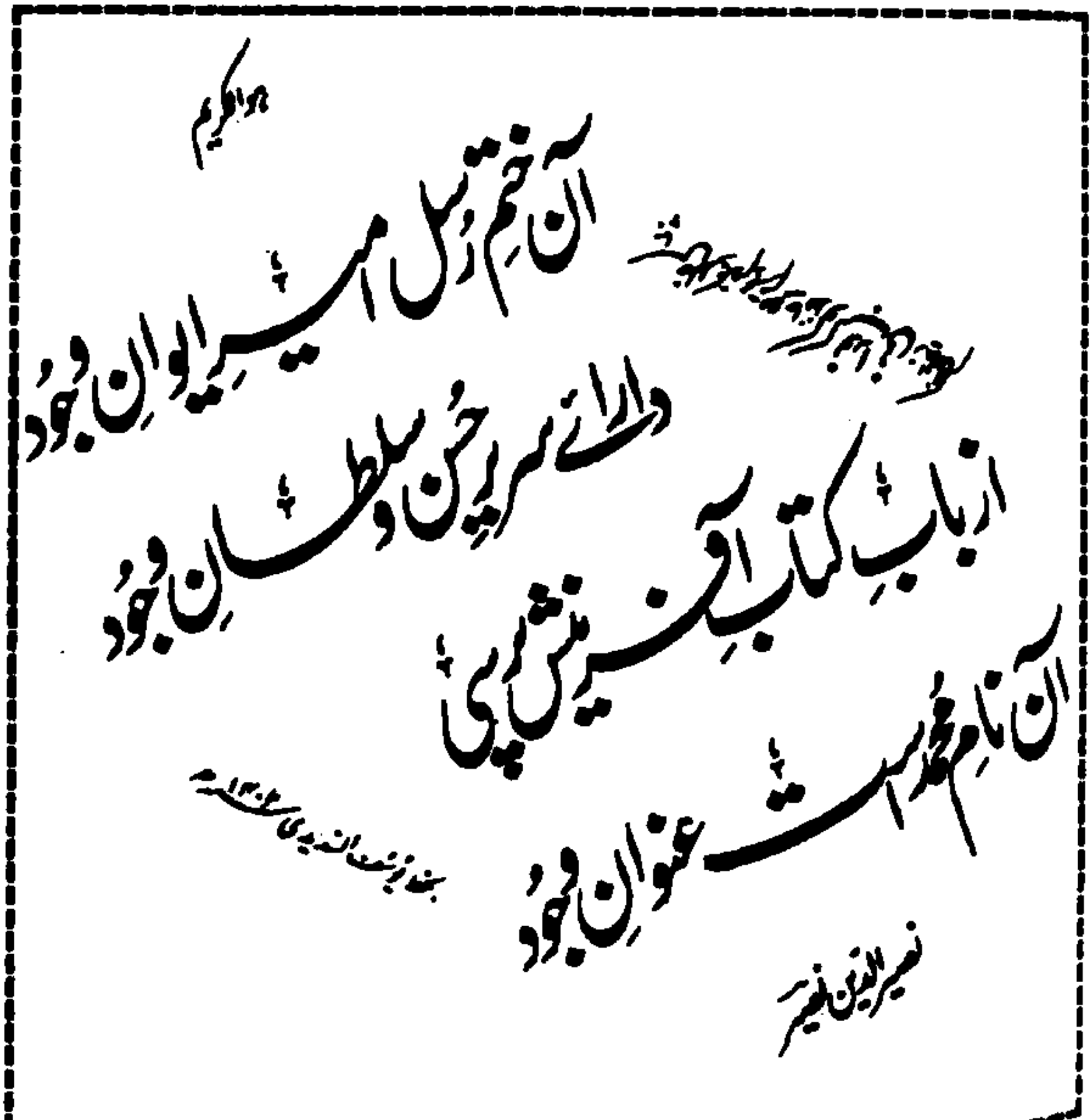
وانت لما ولدت اشرقت الارض وضاءت بنورك الافق

جب آپ ﷺ پیدا ہوئے زمین چمک گئی اور اطراف روشن ہو گئے۔

فنحن فی ذالك الضياء و فی النور وسبل الرشاد نخترق

اور اب ہم اسی روشنی و نور میں ہیں اور ہدایت کے رستوں پر چل رہے ہیں۔

ان اشعار شریفہ کے ہر شعر میں جس نوعیت سے ذکر ولادت پڑھا گیا وہ بلا کسی تشریح کے ظاہر کر رہا ہے کہ ولادت شریفہ کے حوادث وغرائب بیان کرنا حضور ﷺ کے زمانہ حیات سے چلا آ رہا ہے۔ اور پھر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا حضور ﷺ کی مجلس میں اشعار پڑھ کر واقعات کا سلسلہ بسلسلہ بیان کرنا ہمارے قدیم معمول کا بہترین ثبوت ہے۔



تذکارِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

(لاہور ہائی کورٹ بار ایسوی ایشن کے زیر اہتمام سیرت کانفرنس سے خطاب کا متن)

جسٹس میاں محبوب احمد ☆

آقائے دو جہاں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے تذکار گرامی کی سعادت حاصل ہونا قابل فخر اور لائق مبارک باد ہی نہیں باعث برکت اور ذریعہ نجات بھی ہے۔ آپ اپنی زبان سے اس شاہ خوباں کے حضور لفظوں کے گلاب محبت کی سوغات نچھاور کیجئے اس پیکر جمال کی عقیدت میں معطر اور عشق میں ڈوبے پھولوں کو دامن سماعت میں لیجئے۔ آپ اس کائنات حسن کے جلوؤں کو دل میں بسائیے۔ آپ اس محسن کائنات کی یاد میں آنکھوں سے وارفتگی اور شیفتگی کے موتی لٹائیے۔ یہ سارے رنگ یہ سارے روپ یہ سارے ڈھنگ یہ سارے اسلوب اس محبوب ازلی کی محبت کا صدقہ ہیں اور ظاہر ہے یہ محبت بھی اس مجسمہ رعنائی اور قاسم حسن وخوبی کی اپنی عطا ہے۔

مری طلب بھی انہی کے کرم کا صدقہ ہے　　قدم یہ اٹھتے نہیں ہیں اٹھائے جاتے ہیں

اہل علم حضرات صدیوں سے اپنے اپنے رنگ اور اپنے اپنے انداز میں حبیب کبریا علیہ التحیۃ والثنا کی بارگاہ جمال میں عقیدت کے نذرانے پیش کرتے آئے ہیں۔ میں سوچ رہا تھا کہ اس محبوب خالق مرجع خلائق، عظیم پیمبر، انسان کامل ﷺ کی سیرت کاملہ کے بیان میں کیسے زبان کھولوں۔ اس داستان محبت اور حکایت جذب وشوق کو کہاں سے شروع کروں۔ دفعتاً مجھے عالم اسلام کے ممتاز سکالر محمد حسین ہیکل مصری کی معرکہ آرا کتاب "حیات محمد ﷺ" کے الفاظ یاد آئے محمد حسین ہیکل لکھتا ہے۔

محمد ﷺ

یہ ہے وہ مبارک نام جو ہر روز کروڑوں لبوں پر آتا اور کروڑوں دلوں کو تروتاز

☆ سابق چیف جسٹس عدالت عالیہ لاہور

گی سے مالامال کرتا ہے۔ ہمارے یہ لب اور ہمارے یہ دل اسی نام سے چودہ سو برس سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ یہی نہیں لبوں اور دلوں کی یہ بہرہ مندی قیامت تک جاری رہے گی۔" آپ جانتے ہیں یہ کروڑوں دل صدیوں سے کیوں ایک ہی نام سے دھڑک رہے ہیں؟ کروڑوں زبانیں سینکڑوں سالوں سے کیوں ایک ہی نغمہ محبت الاپ رہی ہیں؟ وجوہات بے شمار ان گنت اور لاتعداد ہو سکتی ہیں لیکن میرے خیال میں ایک وجہ یہ بھی ہے کہ کروڑوں انسانوں میں سے ایک ایک انسان کے لئے اور ایک ایک انسان کی زندگی کے ہر ایک گوشہ کے لئے کامل و اکمل نمونہ صرف اسی انسان کامل کی سیرت مطہرہ میں مل سکتا ہے۔

شاہ سے لے کر گدا تک، حاکم سے لے کر محکوم تک، منصف سے لے کر مظلوم تک، تاجر سے لے کر مزدور تک، سپہ سالار سے لے کر سپاہی تک، امیر سے لے کر غریب تک، بادشاہ و فقیر، وزیر و امیر، دولت مند و حاجت مند، غنی و گدا شہریار و شہسوار، تاجدار و جودار، فرمانروا و بے نوا، نیاز مند، دردمند، زاہد و رند، عالم و عامی لاہوری و شامی کون سا انسان ہے جس کی زندگی کے لئے سرور کائنات ﷺ کی روشن حیات سے رہنمائی کا نور نہ ملتا ہو۔

جب کروڑوں انسانوں میں ہر کسی کو ہر جگہ ہر پل، ہر گھڑی اسی محبوب کریم ﷺ کا دست کرم سنبھالتا ہے تو پھر اس کی محبت میں مست و بے خود اور دیوانہ ہو جانا یقینی بات ہے۔ شاید اس عطائے محبت کا اظہار کسی نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

اس قدر کون محبت کا صلہ دیتا ہے　　اس کا بندہ ہوں جو بندے کو خدا دیتا ہے

جس انسان کامل ﷺ کے تذکار کمال کے لئے نوک قلم رطب اللسان ہے تاریخ انسانی کی کامل چودہ صدیاں اس پر گزر چکی ہیں اور یقیناً کوئی انسانی ہستی اس ذات گرامی کے سوا ایسی نہیں گزری جس کے تمام گوشہ ہائے زندگی کا عقل انسانی نے اس قدر سراغ لگایا ہو جس قدر اس مقدس اور عظیم الشان ہستی کے بارے میں لگایا جا رہا ہے۔ مگر اس کے باوجود اب تک کسی مفکر کسی محقق کو یہ دعویٰ نہیں کہ اس نے اس ذات قدسی صفات کی داستان حیات کو مکمل طور پر بیان کر لیا ہے۔ جس طرح سمندر کی موجوں کو کوزے میں دریا کی لہروں کو قطرے اور کہکشاں کی کرنوں کو ایک ستارے میں جمع نہیں کیا جا سکتا اسی طرح

سیرت کامل کو ایک نشست میں تمام و کمال بیان کرنا قطعی ناممکن ہے بلکہ ان کے دربار میں تو زبان و قلم حرف عجز کا اظہار یوں کر سکتے ہیں کہ:

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

ہم تو اس نبی خاتم کے امتی ہیں، ہم تو اس رسول مکرم کے غلام ہیں، ہم تو اس پیغمبر محبت کے دیوانے ہیں اس لئے ہم قلب و جاں سے انہیں رہبر و رہنما تسلیم کرتے ہیں لیکن فضیلت تو وہ ہے، شرف تو وہ ہے، بزرگی تو وہ ہے عظمت تو وہ ہے جس کے سامنے مخالف بھی سر جھکانے پر مجبور ہو جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

الفضل ما شهدت به الاعداء ۔ فضیلت تو وہ ہے جس کی دشمن بھی گواہی دیں۔

اب میں آپ کو دانش وران مغرب کے اعتراف نامے دکھاتا ہوں جن میں انہوں نے ہمارے محبوب نبی ﷺ کو عظیم ترین پیغمبر، بلند ترین مصلح اور کامل ترین انسان لکھا ہے۔

میجر لیونارڈ اپنی مشہور کتاب ISLAM HER MORAL AND SPIRTUAL VALUES میں لکھتا ہے:

If ever man on this earth found God, if man devoted his life to God's service with a great motive, it is certain that Pophet of Arabia was the man. Not only was he great but one of the greatest.

اسی بات کو ایک اور مغربی محقق جے ڈبلیو ڈریپر نے اپنی کتاب THE HISTORY OF INTELLFCTUAL DEVELOPMENT OF EUROPE میں اپنے پیرائے میں بیان کیا ہے۔

The man who of all men has exercised the greatest influence upon human race.

انسان کامل پر اس سے بڑھ کر گواہی کیا ہو گی کہ ایک غیر مسلم مفکر MICHAEL. H. HART نے تاریخ انسانی کی ۱۰۰ نادر روزگار موثر ترین عظیم انسانوں

کی فہرست مرتب کی تو سب سے پہلے سب سے اوپر ہمارے سید و سرور ہمارے آقائے کریم ﷺ کا اسم گرامی لکھا۔

پھر ہم کیوں نہ کہیں ؎

سارے اونچوں سے اونچا سمجھئے جسے ہے اس اونچے سے اونچا ہمارا نبی ﷺ

پروفیسر S.P.SCOTT اپنی کتاب THE HISTORY OF MOORISH EMPIRE IN EUROPE میں لکھتا ہے:

Though habitually grave and taciturn he Muhammad (peace be upon him) was easy of access to the vilest outcast and it was said of him that he always left his hand in that of an acquantance until the latter had withdrawn his own. His liberality was boundless and subjected his household to serious inconvenience, his gentle disposition is shown by his fondness for children and his humanity by the repeated injunctions of the Quran relating to the treatment of animals. The degrading passion of avarice had no part in his nature for, with immense treasures at his command, his establishment was inferior to those of his followers and the greater part of his income he best owed upon the poor. His tastes were always simple and unpretentious and even he had been raised to sovereign power, he retained the frugal habits of patriarchal life, his house was but a hut of sun-dried bricks and palm branches, to which a leather curtain that did not concern the dignity of his Prophetic office, that he even mended his own sandals cared for his goats and camels, and at times aided his wives in the performance of their domestic duties. Ever constant in friendship, he early secured, and preserved until death, the

attachment of those who were associated with him, whether equals or inferiors, both of whom he treated with the utmost consideradion.

دانش وران مغرب ہی نہیں اس انسان کامل ﷺ کے گلستان سیرت کی بوقلمونی، رنگارنگی اور تنوع کے سامنے مشرق کے غیر مسلم بھی دم بخود ہو کر اعتراف حقیقت کرتے نظر آتے ہیں۔ مجھے اجازت دیجئے کہ سید سلمان ندوی کے خطبات میں سے اس ہندو نوجوان کی بات نقل کروں جو حضور خیر الانام ﷺ کو انسان کامل کہتا تھا۔ جب اس سے سبب پوچھا گیا اس نے کہا پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات میں متنوع خصائص و خصائل اس قدر جمع ہیں کہ آج تک انسانی تاریخ نے کسی انسان میں یکجا نہیں کئے۔ اس انسان کامل ﷺ کی عظمتوں کی مختلف جہتیں ملاحظہ فرمائیے۔

وہ شہنشاہ ایسا کہ پوری کائنات اس کی مٹھی میں ہو اور بے بس ایسا کہ خود کو بھی خدا کے قبضے میں جانتا ہو۔ وہ غنی ایسا کہ فتوحات کے زمانے میں اونٹوں پر لدے ہوئے خزانے جوق در جوق آ رہے ہیں اور اس کے گھر میں محتاجی کا یہ عالم ہو کہ چولہا تک نہ جلتا ہو اور کئی وقت اس پر فاقے گزر جاتے ہوں۔ وہ بہادر ایسا کہ مٹھی بھر جاں نثار لے کر ہزاروں کی تعداد میں بھرپور مسلح فوجوں سے ٹکرا جائے اور صلح جو ایسا کہ ہزاروں جاں نثاروں کی ہمرکابی کے باوجود صلح کے لئے تیار کھڑا ہو۔ وہ حق گو ایسا کہ ساری کائنات کے مقابلے میں تن تنہا کھڑا ہو اور نرم دل ایسا کہ اس نے انسانی خون کا ایک قطرہ بھی اپنے ہاتھ سے نہ بہایا ہو۔ وہ با تعلق ایسا کہ کائنات کے ذرے ذرے کی اس کو فکر غریبوں مفلسوں کی اس کو فکر یتیموں اور بیواؤں کی اس کو فکر خدا سے بھٹکی دنیا کے سدھارنے کی اس کو فکر غرض سارے سنسار کی اس کو فکر اور اس قدر فکر کہ خود خدا بھی کہہ اٹھے:

لعلك باخع نفسك — اے محبوب ﷺ! کہیں آپ اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈال لیں۔

بے تعلق ہونے پہ آئے تو خدا کے سوا کسی اور کی یاد اس کو نہ ہو سوائے رب کے ہر شے کو فراموش کر دے۔

اس انسان کامل ﷺ کے کردار اکمل کی کون کون سی صفت بیان کی جائے۔ ایک طرف تو وہ تیغ زن سپاہی کی صورت میں نظر آتا ہے اور دوسری طرف شب زندہ دار زاہد و عابد کی صورت میں جلوہ نما ہوتا ہے۔ جب ہم اس کی کشور کشائی کو دیکھ کر اسے شاہ عرب کہنا چاہتے ہیں تو وہ کھجور کی چھال کا تکیہ لگائے کھردری چٹائی پر بیٹھا دکھائی دیتا ہے۔ جب دنیا کے اطراف سے آ آ کر مسجد نبوی ﷺ کے صحن میں مال و اسباب کا انبار لگ جاتا ہے عین اسی وقت اس کے گھر میں فاقہ کی تیاری ہو رہی ہوتی ہے اور جب لڑائیوں کے قیدی لونڈی اور غلام بنا کر مسلمانوں کے گھروں میں بھیجے جا رہے ہوتے ہیں فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد ﷺ ہاتھوں کے چھالے اپنے والد ماجد کو دکھا رہی ہوتی ہیں جو مسلسل چکی پینے سے پڑتے تھے۔

جب آدھا عرب ان کے زیر نگین تھا اس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کاشانہ نبوت میں حاضر ہوئے دیکھا کہ آپ ﷺ ایک کھردری چارپائی پر آرام فرما رہے ہیں۔ جسم اطہر پر بان کے نشان پڑ چکے ہیں۔ ایک طرف مٹھی بھر جو رکھے ہیں اور ایک طرف خشک مشکیزہ لٹک رہا ہے۔ سرور کائنات ﷺ کے گھر کی یہ کل کائنات دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے رواں ہو گئے۔

رونے کا سبب دریافت کیا گیا عرض کرنے لگے یا رسول اللہ ﷺ اس سے بڑھ کر رونے کا اور کیا موقع ہو گا کہ قیصر و کسریٰ باغ و بہار کے مزے لوٹ رہے ہیں اور آپ پیغمبر ﷺ ہو کر اس حالت میں ہوں۔ رحمت دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا عمر رضی اللہ عنہ! کیا تم اس پر راضی نہیں کہ قیصر و کسریٰ دنیا کے مزے لوٹیں اور ہم آخرت کی سعادت!

بس ایک مشکیزہ اک چٹائی ذرا سے جو ایک چارپائی
بدن پہ کپڑے بھی واجبی سے نہ خوش لباسی نہ خوش قبائی
یہی ہے کل کائنات جس کی گنی نہ جائیں صفات جس کی
وہی تو سلطان بحر و بر ہے میرا پیمبر عظیم تر ہے

ابھی تک ہم نے انسان کامل ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی کاملیت اور جامعیت کے

اس پہلو کا تذکرہ کیا کہ ان کی زندگی ہر طرح کے انسانوں کی رہنمائی کے لئے نمونہ کمال مہیا کرتی ہے۔ اب میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں کہ حضور ﷺ کے آئینہ سیرت میں انسانی زندگی کا ایک ایک عمل اور ایک ایک فعل پوری آب و تاب سے منعکس ہوتا ہے تاکہ ہر فرد اپنی پوری زندگی کے لئے قدم قدم پر رہنمائی حاصل کر سکے۔ ایک فرد اور ایک انسان کی انفرادی زندگی کی جزئیات اور تفصیلات کے حوالے سے بھی ہمارے پیمبر ﷺ کی زندگی انسان کامل کی زندگی قرار پائی ہے۔

آج چودہ سو سال گزرنے کے بعد بھی اگر آپ جاننا چاہیں تو کتب سیرت سے آپ جان سکتے ہیں کہ وہ انسان کامل ﷺ سوتے کب تھے؟ جاگتے کب تھے؟ اٹھتے کیسے تھے؟ بیٹھتے کیسے تھے؟ چلتے کیسے تھے؟ ٹھہرتے کیسے تھے؟ پہنتے کیا تھے؟ اوڑھتے کیا تھے؟ کھاتے کیا تھے؟ پیتے کیا تھے؟ کسی سے محبت فرماتے تو کیسے؟ کسی سے اظہار ناراضی فرماتے تو کیسے؟ انہوں نے شادیاں کیسے کیں؟ اولاد کی تربیت کیسے فرمائی؟ دوست احباب سے تعلقات کیسے نبھائے؟ اور دشمنوں سے مقابلہ کیسے کیا؟ شب کی تاریکیوں میں مسجد نبوی میں ان کی نمازوں کی رقت کیسی تھی؟ دن کے اجالوں میں میدان جہاد میں ان کی استقامت کیسی تھی؟ ان کی جنگ کے طریقے کیا تھے؟ ان کی صلح کے قرینے کیسے تھے؟ ان کا بچپن کیسے گزرا؟ ان کا شباب کیسے چمکا؟ ان کا بڑھاپا کیسے جگمگایا؟ غرض ان کی ہر ہر ادا اور ہر ہر انداز کی نکہت و نزہت اور رنگ و رعنائی سے انسانی زندگی کے اجڑے چمن بہار بداماں ہو سکتے ہیں۔

ایک جرمن سکالر DR. GUSTAWEIL نے اپنی کتاب HISTORY OF THE ISLAMIC PEOPLE میں حضور رحمت عالم ﷺ کے حسن کردار، نمونہ کامل اور بے مثل طریق کو اپنے الفاظ میں یوں لکھا ہے:

Muhammad set a shining example to his people. His character was pure and stainless. His house, his dress, his food they were characterised by a rare simplicity. So unpretentious was he that he would receive from his

companions no special mark of reverence, nor would he accept any service from his slave which he could do for himself. Often and often was he seen in the market purchasing provisions; often and often was he seen mending his clothes in his room or milking a goat in his courtyard. He was accessible to all and at all times. He visited the sick and was full of sympathy for all. Unlimited was his benevolence and generosity, as also was his anxcious care for the welfare of community. Despite innumerable presents, which from all quarters unseasingly poured in him, he left very little behind. and even that he regarded as state property. After his death his property passed to the state and not to Fatima, his only daughter, wife of Ali

تاریخ انسانی میں بے شمار مفکرین، محققین، مدبرین اور مصلحین گزرے ہیں۔ ان کے ہاں ہمیں میٹھی میٹھی باتیں اور اچھی اچھی تعلیمات مل سکتی ہیں۔ دلچسپ تھیوریاں اور دل آویز حکایتیں مل سکتی ہیں۔

خطابت کا زور و شور اور فصاحت و بلاغت کا جوش مل سکتا ہے۔ لیکن جو چیز نہیں ملتی وہ ان مفکرین کا اپنی فکر اور اپنی تعلیم پر اپنا عمل ہے۔ یہ بات ہمیں صرف اور صرف اسی انسان کامل ﷺ کی سیرت پاک میں نظر آتی ہے جسے رب نے تمام جہانوں کے لئے رحمت اور تمام انسانوں کے لئے بشیر و نذیر اور تمام نبیوں کا سردار بنا کر مبعوث فرمایا تھا اور اس انسان کامل کو قرآن نے وانك لعلى خلق عظيم کا تاج پہنایا۔ آپ ﷺ نے جس کام کا حکم دیا پہلے خود عمل کر کے دکھایا۔ آپ ﷺ نے جو نصیحت فرمائی پہلے خود اس کا عملی مشاہدہ کرایا۔ آپ ﷺ نے اپنے غلاموں کو دن میں پانچ نمازوں کا حکم دیا تو خود آٹھ پڑھ کر دکھائیں۔ عام مسلمان اگر دن میں سترہ رکعت فرض ادا کرتے تو وہ عابد عظیم پچپاس پچاس اور ساٹھ ساٹھ رکعتیں ادا فرماتے وہ بھی ایسے کہ کبھی ساری رات قیام میں رہتے اور کبھی

سجدے میں شب گذار دیتے۔ حتی کہ زیادہ دیر کھڑے رہنے سے آپ ﷺ کے پاؤں مبارک متورم ہو جاتے۔

اس انسان کامل و نمونہ کمال نے روزوں کا حکم دیا۔ مسلمانوں پر سال میں تیس روزے فرض ہوئے اور خود حضور ﷺ کی کیا کیفیت تھی کوئی ہفتہ اور کوئی مہینہ روزوں سے خالی نہیں جاتا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب آپ ﷺ روزے رکھنے پر آتے تو ایسا لگتا کبھی افطار نہیں کریں گے۔ اس محسن انسانیت نے لوگوں کو زکوٰۃ اور خیرات کا حکم دیا تو پہلے خود عمل کر کے دکھایا۔ آپ ﷺ کو اس وقت تک چین نہ آتا جب تک سب مال تقسیم نہ فرما دیتے۔ ایک بار فدک سے چار اونٹوں پر غلہ لدا ہوا آیا کچھ قرض تھا وہ ادا کیا گیا کچھ لوگوں کو دیا گیا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے پوچھا کچھ بچ تو نہیں رہا عرض کیا اب کوئی لینے والا نہیں رہا۔ اس لئے بچ گیا ہے۔ فرمایا جب تک دنیا کا یہ مال باقی ہے میں گھر نہیں جا سکتا۔ چنانچہ رات مسجد میں بسر کی صبح آ کر سیدی بلال رضی اللہ عنہ نے بشارت دی کہ یا رسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو سبکدوش کر دیا یعنی جو کچھ تھا وہ تقسیم ہو گیا۔ آپ ﷺ نے خدا کا شکر ادا کیا۔ یہی وجہ تھی کہ جب سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے آپ ﷺ کے اخلاق کے بارے میں پوچھا گیا تو فرمایا:

وکان خلقه القرآن — کہ ان کے اخلاق قرآن مجسم تھے۔

آپ نے دشمنوں کو معاف کرنے اور ان سے پیار کرنے کے فلسفے اور وعظ تو سنے ہوں گے لیکن اس کا عملی مظاہرہ نہیں دیکھا ہوگا۔ آئیے میں آپ کو فتح مکہ کے دن انسان کامل رسول کریم ﷺ کی شان عفو و درگذر کا مشاہدہ کراتا ہوں۔ مکہ کا شہر ہے۔ حرم کا صحن ہے دس ہزار آہن پوش جان نثاروں کا لشکر جرار آپ ﷺ کے اشارۂ ابرو کا منتظر ہے۔ ایسے عالم میں سرداران قریش سر جھکائے کھڑے ہیں یہ سردار وہی تھے جو اسی شہر میں آپ ﷺ کو گالیاں دیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کی راہ میں کانٹے بچھایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ پر پتھر برسایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کے غلاموں کو ننگے بدن دہکتے انگاروں اور تپتی ریت پر لٹایا کرتے تھے۔ یہ سردار وہ تھے جو آپ ﷺ کی جان کے دشمن تھے۔ جو آپ ﷺ کے دین کو مٹانے کے درپے رہے تھے ان میں آپ ﷺ کے غلاموں کو ایذا دینے والے بھی

تھے اور آپ ﷺ کے عم کریم سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے والے بھی تھے۔ لیکن رحمت عالم انسان کامل ﷺ نے ان سے جو سلوک فرمایا تاریخ انسانی اس کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

لاتثریب علیکم الیوم اذھبوا انتم طلقاء — آج کے دن تم پر کوئی گرفت نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو۔

حضور ﷺ کو تاریخ کے ہر دور میں اہلِ فکر ونظر نے اس لئے بھی انسان کامل مانا ہے کہ ان کی سیرت مقدسہ اپنی ظاہری اور باطنی وسعتوں پہنائیوں، رفعتوں اور عظمتوں کے لحاظ سے کوئی شخصی سیرت نہیں بلکہ ایک عالم گیر اور بین الاقوامی سیرت ہے جو کسی فرد واحد کا دستور حیات نہیں۔ بلکہ کائنات کے لئے ایک مکمل نظام زندگی ہے۔ زمانہ جوں جوں ترقی کرتا جائے گا ادوار جوں جوں بدلتے جائیں گے زمانے جوں جوں چلتے جائیں گے اسی حد تک انسانی زندگی کی استواری اور ہمواری کے لئے اس سیرت کی ضرورت شدید سے شدید تر ہوتی چلی جائے گی۔ زمانہ اور اس کا تمدن اپنی ارتقائی حرکت سے کہاں سے کہاں تک پہنچ گیا۔ خاک نشیں انسان چاند اور اس سے آگے کی دنیاؤں پر کمندیں ڈال رہا ہے اور نامعلوم کہ مستقبل میں انسان کے ہاتھ کس کس دنیا تک پہنچ جائیں۔ وہ کہیں بھی پہنچے اس کی تمدنی زندگی کے گوشے کتنے بھی پھیل جائیں اور پھیل کر زمین و آسمان شمس و قمر فضا و خلا سب ہی کو ڈھانپ لیں پھر بھی انسان کامل ﷺ کی سیرت زندگی کے ہر گوشے میں اس کی راہنمائی کرتی رہے گی۔ اور انسانیت کو سکون و اطمینان علم وحکمت کے لئے اسی سرچشمہ ہدایت کی طرف لوٹنا ہوگا۔ اسی لئے اقبال رحمۃ اللہ علیہ نے کہا۔

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب — گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب

درد وغم، رنج و الم اور ذلت و رسوائی کی دلدل میں پھنسی ہوئی ملت اسلامیہ اور تباہی و بربادی کے دہانے پر کھڑی انسانیت دونوں کو اسی انسان کامل کے در اقدس سے رحمت و الفت سکون و طمانیت اور بقا و ارتقاء کی دولت میسر آسکتی ہے۔

برنارڈ شا نے بجا طور پر لکھا تھا:

I have always held the religion of Muhammad in

high estimation because of its wonderful vitality. It is the only religion which appears to me to possess the assimilating capability to adopt itself with changing phases of existence, which can make its appeal to every age. I believe, that if a man like Muhammad were to assume the dictatorship of the modern world, he would succeed in solving its problems in a way that would bring it much needed peace and happiness.

اب ملاحظہ فرمائیے کہ THE NEW ENCYCLOPAEDIA BRITANNICA کا مصنف اعتراف حقیقت میں صفحہ نمبر ۶۰۹ پر رقم طراز ہے۔

Muhammad was admired by his contemporaries for his courage, resoluteness and impartiality, and for fairness that was tempered by generosity. He won men's hearts by his personal charm; his pleasant smile is remarked one. He was gentle; especially with children. Though he was sometimes silent in thoughts; for the most part he was engaged in purposeful activity. He walked vigorously and spoke repidly. He became for later Muslims an example of virtuous character and stories presented him as realizing the Islamic ideal of human life.

دانش وروں کی اس گواہی اور اعتراف عظمت کے بعد میں اپنے عجز کا اقرار کرتے ہوئے اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

تھکی ہے فکرِ رسا اور مدح باقی ہے — قلم ہے آبلہ پا اور مدح باقی ہے
تمام عمر لکھا اور مدح باقی ہے — ورق تمام ہوا اور مدح باقی ہے
سفینہ چاہئے اس بحرِ بیکراں کے لئے

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ۱۲ ربیع الاول کو مدینہ منورہ سے باہر جلسہ اور جلوس کا اہتمام کیا

محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ" بہت مقبول ہوئی

بارگاہ رسالت ﷺ سے ایک عالم کو میری کتاب کی قبولیت کا مژدہ ملا

یوم حشر بپا کرنے کا اصل مقصد عظمت مصطفی ﷺ کا اظہار ہے

کاروان اسلام کے امیر، جامعہ اسلامیہ لاہور کے سربراہ اور نامور عالم دین، محقق العصر

مولانا مفتی محمد خان قادری مدظلہ العالی

کی میلاد مصطفی ﷺ کے حوالے سے معلوماتِ افروز گفتگو

ملاقات: ملک محبوب الرسول قادری

مفتی محمد خان قادری ... علمی حلقوں میں محتاج تعارف نہیں۔ سیرت و شمائل نبوی ﷺ کے حوالے سے ان کا مطالعہ اور خدمات اپنے عہد کے اہل علم میں انہیں ممتاز کرتی ہیں۔ اب تک ان کی ۷۰ تصانیف وتراجم زیور طباعت سے آراستہ ہو کر دنیا بھر کے علمی حلقوں سے داد تحسین حاصل کر چکی ہیں اور بیک وقت درجنوں موضوعات پر ان کا کام پوری آب و تاب سے جاری و ساری ہے۔ انہوں نے ۱۹۹۲ء سے جامعہ اسلامیہ لاہور قائم کیا جبکہ گذشتہ تیس سال سے تدریسی خدمات کے نتیجے میں بلا مبالغہ ان کے شاگردوں کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔ امت کی وحدت و اخوت کے لئے جدوجہد کرنا ان کی سرشت میں شامل ہے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا مفتی محمد عبدالحکیم شرف قادری، ڈاکٹر محمد سرفراز نعیمی، صاحبزادہ رضائے مصطفی وغیرھم کے ساتھ مل کر اتحاد اہل سنت کے لئے ان کی مربوط اور منظم کوششیں ثمر بار ہوئیں تو جمعیت کے دونوں دھڑے گیارہ سال کے بعد اکٹھے ہوئے۔ مفتی محمد خان قادری نے روایتی علماء کو لکھنے اور پڑھنے کی طرف متوجہ کیا اور باصلاحیت اہل علم کے لئے مثبت لٹریچر کی تیاری کے سلسلہ میں راہیں متعین کیں۔ ان کی وسیع اور معیاری لائبریری اپنی جگہ پر ایک منفرد ذاتی کتب خانے کا درجہ رکھتی ہے اور اس کی اہمیت نامور عرب عالم دین فضیلۃ الشیخ السید یوسف السید ہاشم الرفاعی (کویت) کے اس تاریخی جملے سے واضح ہوتی ہے جو انہوں نے یہ لائبریری دیکھتے ہی کاغذ قلم نکال کر نایاب کتب کی فہرست مرتب کرتے

ہوئے کہا کہ..... ہم عرب ممالک کے باشندے ہیں لیکن وہ ذخیرۂ کتب آپ کے پاس ہے۔ مفتی محمد خان قادری شعوری سطح پر تقریر اور تحریر کے قائل اور عامل ہیں۔ اصلاحی مزاج رکھتے ہیں جس کے نتیجے میں وہ حتی الوسع سچی بات کہے بغیر رہ نہیں سکتے اور بعض اوقات اقبال رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر ان پر صادق آتا ہے کہ ۔

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں بیگانے بھی ناخوش میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

مولانا مفتی محمد خان قادری، اعتراف حقیقت کے معاملے میں بڑے وسیع النظر واقع ہوئے ہیں ان کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شادمان لاہور میں مجھے ایسے بہترین ساتھی عطا فرمائے ہیں جن کے ہمہ جہتی تعاون سے میں دین متین کی خدمت کر رہا ہوں اور ہمہ وقت ان کے لئے دعا گو ہوں۔ کاروان اسلام کے امیر جامعہ اسلامیہ لاہور کے سربراہ نامور عالم دین، خطیب، مصنف اور مترجم، محقق العصر، استاذ العلماء، حضرت مولانا مفتی محمد خان قادری مدظلہ العالی کے ساتھ میلاد مصطفی ﷺ کے حوالے سے ایک خصوصی نشست ہوئی جو فکری ونظری اور اعتقادی حوالے سے مدیر المنظیر ری ماہنامہ قارئین ملاحظہ فرمائیں۔۔۔۔ (محبوب قادری)

☆☆☆

سوال محفل میلاد کے حوالے سے اجتماعات اور جلوسوں کا قرآن وسنت کی روشنی میں آپ کیا ثبوت پیش کرتے ہیں؟

جواب اس سلسلہ میں قرآن مجید کے اس اسلوب کو پیش نظر رکھ لینا کافی ہے کہ قرآن کریم نے نیچے والے معاملات کا حکم بیان کیا اور اوپر والے معاملات کو بندوں کی عقل پر چھوڑ دیا مثلاً قرآن میں حیات شہداء کا ذکر جس قدر ملتا ہے حیات انبیاء کا اس قدر نہیں ملتا۔ کیونکہ جب ایک آدمی نبیوں کے مشن پر قربانی دینے والے کو مردہ کہنا تصور نہیں کرتا تو وہ یہی بات انبیاء کے لئے کیسے سوچ سکتا ہے؟ کیونکہ جب خدام کے لئے وہ حیات مان رہا ہے تو انبیاء کے لئے بدرجہ اولیٰ مانے گا۔ اسی طرح قرآن میں فرشتوں کی معصومیت کا تذکرہ صراحتاً موجود ہے لیکن انبیاء کی معصومیت کا ذکر صراحتاً کسی جگہ موجود نہیں اس لئے کہ جب فرشتوں کو ایک آدمی معصوم تسلیم کر لیتا ہے تو انبیاء کو بدرجہ اولیٰ معصوم تسلیم کرے گا کیونکہ انسانوں کے لئے انبیاء کی زندگی ہی اسوۂ حسنہ ہے اس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایک امتی کا ذکر قرآن میں ہے کہ اس نے بلقیس کا تخت آنکھ جھپکنے سے پہلے حاضر کر دیا تو اس سے پتہ چلتا ہے کہ جب حضرت سلیمان علیہ السلام کے خادم کی شان یہ ہے تو خود حضرت سلیمان

علیہ السلام کی شان کیا ہو گی؟ اور پھر حضور سید عالم ﷺ کی شان کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟ جب یہ اسلوب قرآن واضح ہو گیا تو اب آپ قرآن کریم کا مطالعہ کریں تو اس میں بہت سارے پیغمبروں کے میلاد ناموں کا تذکرہ ملے گا۔ مثلاً سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بڑا تفصیلی ذکر موجود ہے۔ ان کی ولادت سے پہلے بچوں کے قتل، ولادت کے بعد سمندر کے حوالے کیا جانا، فرعون کے محلات میں پہنچنا، وہاں مختلف خواتین کا دودھ پلانے کے لئے آنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا کسی دوسری خاتون کا دودھ نہ پینا، ہمشیرہ کی نشان دہی والدہ، پھر اپنی والدہ کا دودھ پینا، یہ سارا ذکر قرآن میں موجود ہے سیدنا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر لے لیجئے۔ آپ کی ولادت کا بڑا تفصیلی ذکر ہے بغیر والد کے پیدا ہونا، حضرت مریم علیہا السلام کی پریشانی، ان کے سکون کے لئے رب کریم کی طرف سے مختلف انتظامات، پانی کا چشمہ، خشک کھجوروں سے تروتازہ کھجوریں عطا فرمانا۔ خدا کا آپ کی والدہ کو یہ حکم دینا جب خاندان کے لوگ اعتراض کریں تو تم خاموش رہنا بچہ خود جواب دے گا جب لوگوں نے اعتراض اٹھایا تو انہوں نے بچے کی طرف اشارہ کیا کہ ان سے بات کرو۔ قوم نے کہا کہ پنگھوڑے میں بچہ کیسے بات کر سکتا ہے؟ لیکن ادھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام بول پڑے فرمایا "میں اللہ کا بندہ ہوں۔ اللہ نے مجھے نبی بنایا ہے مجھے مبارک بنایا ہے میں صاحب کتاب ہوں، مجھے زندگی کے آخری سانس تک نماز پڑھنے اور زکوٰۃ کی ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے۔" تو آپ نے دیکھا کہ قرآن نے مختلف انبیاء کے میلاد کا کس قدر تفصیلی ذکر کیا ہے مذکورہ اسلوب قرآن کے مطابق یہ تعلیم سامنے آتی ہے کہ جو قرآن میلاد موسیٰ علیہ السلام اور میلاد عیسیٰ علیہ السلام کو اس قدر اہمیت اور شرح و بسط کے ساتھ بیان کر رہا ہے اس کے نزدیک میلاد محمد مصطفیٰ ﷺ کی اہمیت کا کیا مقام ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن و سنت میں ازل سے لے کر دخول جنت تک آپ ﷺ کے بارے میں آپ کی زندگی کے دیگر پہلوؤں کے ساتھ ساتھ آپ کی شان و عظمت کے اظہار کے لئے منعقدہ مجالس اور جلوسوں کا تذکرہ کیا مثلاً قرآن میں ایسی مجلس کا ذکر ملتا ہے جو حضور ﷺ کی عظمت کے بیان کے لئے اور اس کے سارے شرکاء حضرات انبیاء و مرسلین تھے۔ اور اس کا موضوع شان و کمالات نبوی ﷺ تھا اس پر امام تقی الدین سبکی التعظیم والمنة تفسیر تعوفن به واستغیفہ نہ کا مطالعہ مفید ہے جو اس آیت مبارکہ کی تفسیر ہے پھر قرآن میں اللہ تعالیٰ

نے ان رحموں اور پشتوں کا ذکر کیا جن میں آپ ﷺ کا نور پاک منتقل ہوتا رہا۔ سورۃ البلد میں آپ ﷺ کی ولادت کی قسم یاد فرمائی۔ سورۃ والضحیٰ میں آپ ﷺ کی یتیمی کا ذکر کرتے ہوئے بچپن کا ذکر کیا، سورۃ الحجر میں آپ ﷺ کی ساری عمر کی قسم یاد فرمائی اور یہ بات آشکار رہے کہ دخول جنت اور جہنم سے پہلے میدان محشر میں جس پروگرام، جلسہ اور جلوس کا انتظام ہوگا وہ بھی شان مصطفی ﷺ کی خاطر ہوگا حدیث صحیحہ میں موجود ہے کہ تمام لوگ گرمی محشر سے پریشانی میں انبیاء کو وسیلہ بنائیں گے لیکن وہ تمام نفسی نفسی کہتے ہوئے اذھبوا الی غیری کہیں گے حتیٰ کہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی شخصیت بھی آپ ﷺ کی تلاش میں ہوگی۔ (مسلم شریف)

ہے خلیل اللہ کو حاجت رسول اللہ ﷺ کی وہ جہنم میں گیا جو ان سے مستغنی ہوا

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نشان دہی پر لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوں گے آپ انا لھا فرمائیں گے کہ شفاعت کبریٰ کا اعزاز اللہ تعالیٰ نے مجھے ہی عطا فرمایا ہے ذرا یہاں ٹھہر کے سوچئے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تا قیامت کی ساری انسانیت جلوس ہی کی صورت میں در مصطفی ﷺ پر حاضری دے رہی ہے معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ فیصلوں سے پہلے اس عمل کے ذریعے اپنے حبیب ﷺ کی شان کو آشکار کرنا چاہتے ہیں یعنی۔

فقط اتنا سبب ہے انعقاد بزم محشر کا کہ ان کی شان محبوبی دکھائی جانے والی ہے۔

سوال معمولات صحابہ رضی اللہ عنہم سے بھی میلاد کے حوالے سے کوئی عمل ملتا ہے؟

جواب ہاں جی. طبرانی اور شعب الایمان بیہقی میں حدیث موجود ہے جو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ہم ایک دن بیٹھ کر اپنی مجلس میں دو چیزوں کا ذکر کر رہے تھے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں مسلمان ہونے کی توفیق بخشی اور دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی صورت میں ہم پر بہت بڑا احسان فرمایا۔ آپ ﷺ تشریف لائے تو پوچھا آج تم کیا گفتگو کر رہے تھے؟ ہم نے یہی دو باتیں عرض کیں تو فرمایا کہ آسمان پر اللہ تعالیٰ فرشتوں کو جمع کر کے فرما رہا ہے۔ یہ دیکھو زمین پر کس قدر اعلیٰ مجلس سجی ہوئی ہے اور اس امر پر اللہ تعالیٰ فرشتوں میں فخر و مباہات کا اظہار فرما رہا ہے صحابہ کی تو پوری پوری زندگیاں ذکر رسول پر مشتمل ہیں البتہ مکہ مکرمہ میں محافل کے انعقاد کے سلسلہ میں کفار نے پابندیاں لگا رکھی تھیں

لیکن جیسے ہی صحابہؓ کو آزادی کا سانس لینا نصیب ہوا اور وہ مدینہ منورہ منتقل ہوئے تو سب سے پہلے انہوں نے آمد مصطفی ﷺ پر ۱۲ ربیع الاول کو مدینہ منورہ سے باہر استقبالیہ جلسہ اور جلوس کا اہتمام کیا اور بچے اور بچیوں نے مل کر دف پر "طلع البدر علینا" کے ترانے پڑھے۔ بحمد اللہ امت مسلمہ نے انہی یادوں کو ہمیشہ محفوظ رکھنے کی کوشش کی۔ یاد رہے کہ جب مدنی صحابہ رضی اللہ عنہم کو اطلاع ملی کہ آپ ﷺ مکہ سے روانہ ہو چکے ہیں تو وہ فجر کی نماز سے فارغ ہو کر اجتماعی طور پر مدینے سے باہر ان راستوں پر منتظر بیٹھ جاتے تھے جو راستے مکہ سے مدینہ آتے تھے اور اس وقت تک انتظار کرتے جب تک دھوپ میں بیٹھنا آسان ہوتا۔ پھر ان کا یہ بھی معمول ملتا ہے کہ حضور ﷺ کی غزوات سے واپسی کے ہر موقع پر آپ ﷺ کا استقبال کرتے بلکہ نذریں مانتے کہ آپ خیریت سے تشریف لائیں تو ہم آپ ﷺ کا استقبال کریں گے اور نعت شریف پڑھیں گے۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بارے ملتا ہے کہ ایسے ہی موقع پر انہوں نے اپنا نعتیہ کلام پیش کیا۔ جس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر پیشانی آدم میں آپ ﷺ کا نور نہ ہوتا تو فرشتوں کو سجدہ کا حکم نہ دیا جاتا۔ کشتی نوح علیہ السلام میں اگر آپ تشریف فرما نہ ہوتے تو وہ کنارے نہ لگتی۔ اگر آپ ﷺ کا نور نہ ہوتا تو آگ نمرود، گلزار نہ بنتی۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا یہ کلام سن کر آپ ﷺ نے انہیں دعا دی۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کے منہ کو سلامت رکھے۔

سوال آپ کے مطالعہ اور وسیع علمی معلومات کے مطابق شرعی طور پر محافل میلاد کے دوران شرکاء کو کیا آداب ملحوظ خاطر رکھنے چاہئیں؟

جواب چونکہ یہ محافل ذکر الٰہی اور ذکر رسول ﷺ پر مشتمل ہوتی ہیں اور ان کے ذکر کے وہی آداب ہیں جو ان کی اپنی ذات مقدسہ کی بارگاہوں کے ہیں حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تک تمام نے یہی بات کہی ہے کہ آپ ﷺ کے ذکر کی محفل کا وہی ادب کرنا چاہئے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بارگاہ نبوی ﷺ میں بجا لاتے تھے مثلاً ذکر کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھتے۔ اپنے آپ کو غفلت کا شکار نہ ہونے دیتے۔ جہاں تک ہو سکے آپ ﷺ کی بارگاہ کا تصور کئے رکھتے۔ نعت شریف خواہ وہ نظم کی صورت میں ہو یا نثر کی صورت میں۔ اس میں جیسے ہی گنبد خضرا کا ذکر آئے تو انسان اپنے دامن دل کو

پھیلائے ہوئے آپ ﷺ کی بارگاہ کی طرف متوجہ ہو۔ شہر مدینہ کی گلیوں کا ذکر چھڑے تو آدمی یہی محسوس کرے کہ میں وہاں دیوانہ وار گھوم رہا ہوں۔ آپ ﷺ کے مولد پاک کا ذکر آئے تو آدمی وہاں حاضری دیتا ہوا اپنے آپ کو محسوس کرے۔ کبھی بیت اللہ کے تصور میں گم ہو تو کبھی محلہ بنی ہاشم میں سانس لینے کی کوشش کرے۔ کبھی غار حرا کی بلندیوں اور غار ثور کی گہرائیاں آئیں تو کبھی حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے علاقے میں پہنچ جائے۔ جہاں آپ ﷺ نے چار سال کا عرصہ بسر فرمایا۔ اگر ہم ان تصورات میں ڈوب کر محافل میلاد سنیں اور سنائیں تو ممکن ہی نہیں کہ ہمارے دلوں کو نورانیت نصیب نہ ہو۔ نعت خوان اور واعظین کی خدمت کا بھی مہذبانہ انداز اختیار کیا جائے۔ صدارت اور مہمانان گرامی کے لئے اچھے اصحاب علم و فضل خوش عقیدہ اور نیک و متقی لوگوں کا انتخاب کیا جائے۔ معیار دنیاوی وجاہت یا مفاد نہ ہو بلکہ تقویٰ کو معیار بنایا جائے۔ محافل میلاد کو ذاتی اور سیاسی مفادات اور دنیاوی روابط کے بجائے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب ﷺ سے مستحکم رابطہ استوار کرنے کے لئے منعقد کیا جائے۔

سوال محافل نعت کو معاشرے میں موثر بنانے کے لئے کوئی تجویز؟

جواب پہلے تو ان بیان کردہ آداب کو ملحوظ خاطر رکھا جائے دوسرے ایسے کلام کا انتخاب کیا جائے جو قرآن و سنت کے مطابق ہو، اس کے لئے ان لوگوں کا کلام پڑھا جائے جن کی نگاہ قرآن و سنت پر ہو جیسے امام بوصیری، امام جامی، امام احمد رضا خان قادری، علامہ اقبال، خواجہ غلام فرید، حسن رضا خان، سید نصیر الدین گولڑوی وغیرہ تیسرے ایسے کلام کا انتخاب کیا جائے جس میں شمائل کے ساتھ ساتھ سیرت کا پہلو بھی اجاگر ہو مثلاً:

کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام

اس میں شان بھی ہے اور سیرت بھی ہے، چوتھے، محافل نعت میں صاحب مطالعہ مستند عالم دین کا خطاب بھی ضرور رکھا جائے تاکہ وہاں کے شرکاء کو اسلام کی تعلیمات سے کماحقہ آگاہی ہو سکے۔ پانچویں، محافل کے لئے بہت زیادہ قیمتی اشتہار شائع کرنے کے بجائے محافل میلاد اور حضور ﷺ کی سیرت مبارکہ، شمائل یا کسی بھی دینی، اسلامی، اصلاحی موضوع پر لٹریچر شائع کر کے مفت تقسیم کر دیا جائے تاکہ اس کا زیادہ اجر و ثواب نصیب ہو۔ اور آخری بات یہ کہ مٹھائی وغیرہ کا تبرک اپنی جگہ پر بجا لیکن اصل اور اس سے زیادہ اہم

تبرک تو ذکر رسول پاک ﷺ ہے جس کی وجہ سے مٹھائی بھی متبرک ہوئی اس مبارک ذکر کو ہمہ تن گوش ہو کر کامل یکسوئی کے ساتھ سنا جائے اور ذکر کرنے والے بھی اسی کیفیت سے سرشار ہوں۔

سوال آپ کی کوشش سے محفل میلاد کے حوالے سے کون کون سی کتب شائع ہوئیں؟

جواب آپ کے علم میں ہونا چاہئے کہ اس وقت تین مسائل کو بین الاقوامی سطح پر زیر بحث لایا جاتا ہے۔ ایک محفل میلاد کا انعقاد، دوسرے زیارت روضۂ رسول ﷺ اور تیسرے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو وسیلہ بنانا۔ اس لئے میری خواہش تھی کہ ہم ان موضوعات پر اپنے اسلاف کی کتب کو سامنے لائیں تاکہ امت مسلمہ کو آگاہی ہو کہ ان مسائل میں ہمارے اسلاف واکابرین کے نظریات کیا ہیں۔ اس سلسلہ میں ہم نے خصوصاً محفل میلاد پر بہت ساری نایاب کتب کو سامنے لانے کی کوشش کی۔ مثلاً امام جلال الدین سیوطی کی کتاب "حسن المقصد" کا محققہ نسخہ مع اردو ترجمہ "میلاد پاک کی شرعی حیثیت" کے نام سے شائع کیا۔ حضرت ملا علی قاری کی کتاب "المورد الروی فی المولد النبوی" پہلی دفعہ شیخ محمد علوی المالکی کی تحقیق کے ساتھ شائع کی۔ اس کا عربی نسخہ ہم نے شائع کیا۔ اسی طرح حافظ ابن حجر مکی کی کتاب مولد النبی ﷺ اور حافظ ابن کثیر کا رسالہ مولد رسول اللہ ﷺ بھی شائع کئے یہ تینوں عربی کتابیں ایک ہی مجموعہ میں دستیاب ہیں اسی طرح عربوں میں ایک مقبول میلاد نامہ "مولود برزنجی" (از۔ امام جعفر بن حسن برزنجی المدنی) حضرت مولانا نور بخش توکلی کے ترجمہ کے ساتھ شائع کیا۔ محدث الوری علامہ سید دیدار علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "رسول الکلام" کو "اسلام اور جشن میلاد" کے نام سے شائع کیا۔ برصغیر میں اس موضوع پر سب سے بڑی کتاب شیخ عبدالحق الہ آبادی خلیفہ مجاز حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کی "الدر المنظم فی المولد النبی الاعظم صلی اللہ علیہ وسلم" ہے۔ اس کتاب پر حاجی امداد اللہ اور شیخ مولانا رحمت اللہ کیرانوی کی تقاریظ بھی موجود ہیں۔ اس کتاب کا نایاب نسخہ ایک مدت پہلے ثرتھور شریف سے شائع ہوا۔ یوں الحمدللہ درجنوں کتب شائع ہو چکی ہیں اور یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔ ہمارے فاضل خطاط سید قمر الحسن ضیغم قادری کے ذریعے ہم نے اس کی زبان کو سلیس اور عام فہم انداز میں مرتب کروالیا ہے جو عنقریب شائع کر رہے ہیں۔ شیخ سید محمد

بن جعفر الکتانی کی کتاب "الیمن والاسعاد بمولد خیر العباد" کا ترجمہ مولانا محمد شہزاد مجددی کر رہے ہیں اسے ادارہ شائع کرے گا۔ انشاء اللہ۔

سوال اس موضوع پر خود آپ نے کیا کچھ کیا ہے؟

جواب الحمدللہ میں نے اب تک محفل میلاد پر وارد کئے جانے والے اعتراضات کو جمع کیا۔ جو تقریباً اٹھارہ ہیں ان کے جوابات میں ۱۶۸ صفحات پر مشتمل کتاب "محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ" لکھی جو اگست ۱۹۹۴ء بر موقع ربیع الاول ۱۴۱۵ء پہلی دفعہ شائع ہوئی اب تک اس کے تین ایڈیشن چھپ چکے ہیں اور ابھی تک کسی مخالف کا رد نظر سے نہیں گزرا۔ اس کے مختلف ابواب ملک کے مختلف شہروں میں لوگوں میں چھاپ کر تقسیم کئے۔ جہاں بھی کوئی اعتراض اٹھاتا ہے وہی حصہ اس کتاب سے لے کر چھاپ لیتے ہیں۔ اس کتاب کے حوالے سے ایک عالم دین مولانا ابو مظہر علی اصغر چشتی کی کتاب شمیم رسالت کی تقریظ میں حکیم اہلسنت حکیم محمد موسیٰ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ نے انہی کے حوالے سے ایک خواب کا تذکرہ یوں کیا ہے کہ "اسی نیند میں اللہ تعالیٰ کا اس گناہ گار، سیاہ کار پر کرم ہوا۔ ہادی عالم ﷺ کا ورود مسعود ہوا۔ فقیر آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہو۔ حضور ﷺ کی دائیں جانب پانچ چھ نفوس قدسی تھے اور فقیر، حضور ﷺ کی بائیں جانب اکیلا۔ حضور ﷺ کے دائیں ہاتھ میں کتاب "محفل میلاد پر اعتراضات کا علمی محاسبہ" اور بائیں دست پاک میں "ہادی عالم کا ورود مسعود" ہادی عالم ﷺ نے فقیر حقیر سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ یہ کتاب "ہادی عالم" مجھے بہت پسند ہے اسے تقسیم کیجئے۔ فیصل آباد کے ایک اہلحدیث عالم کی فہرست میں اس کتاب کے رد کا نام نظر سے گزرا ہے لیکن ابھی تک کتاب سامنے نہیں آئی۔ اس کے علاوہ حضور ﷺ کے والدین پر امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے چھ رسائل کا ترجمہ کرنے کا بھی شرف حاصل ہوا۔ جو تمام کے تمام شائع ہو چکے ہیں خود بندہ نے بھی ایمان والدین مصطفی ﷺ پر ایک مقالہ لکھا۔ جو تین رسائل کے مجموعہ میں چھپ چکا ہے۔ بقیہ دو مقالات شیخ محمد علوی المالکی اور مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کے بھی ہیں میں نے امام ابوبکر ابن العربی کا جب یہ قول پڑھا کہ جس خاتون نے بھی آپ ﷺ کو دودھ پلایا اللہ تعالیٰ نے اسے اسلام کی دولت سے نوازا۔ اس کے بعد حضور علیہ السلام کی رضاعی ماؤں کے حالات اور ان کے اسلام لانے کے

بارے میں مطالعہ کرتا رہا یہ کتاب "حضور علیہ السلام کی رضاعی مائیں" کے نام سے شائع ہو چکی ہے اس کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ اس بات کو واضح کیا جائے کہ جب دودھ پلانے والی مائیں اللہ کے ہاں اس قدر مقبول ہیں تو حضور علیہ السلام کے حقیقی والدین کی شان و عظمت کا اندازہ کون کر سکتا ہے؟ شاہکار ربوبیت، آنکھوں میں بس گیا ہے سراپا حضور ﷺ کا، مشتاقان جمال نبوی کی کیفیات جذب و مستی، رفعت ذکر نبوی محبت و اطاعت نبوی، صحابہ اور بوسۂ جسم نبوی، ذخائر محمدیہ، شرح سلام رضا، امتیازات مصطفی ﷺ صحابہ اور تصور رسول وغیرہ میری کتب کا تعلق بھی تقریباً اسی قبیل سے ہے۔

آج کل "صحابہ اور محافل نعت" کے عنوان سے کام کر رہا ہوں۔ جو چھپنے پر اپنی نوعیت کا منفرد کام ثابت ہوگا۔ اس کی اشاعت سے معاشرے کی عملی اور اعتقادی اصلاح ہوگی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔

سوال آج کل محافل میلاد میں در آنے والی بعض ناپسندیدہ رسومات کے حوالے سے کوئی اصلاحی کام؟

جواب ہم نے اس موضوع پر ایک پورا مقالہ تحریر کیا ہے جس کا نام "ہم محافل میلاد کی برکات سے محروم کیوں ہو گئے؟" لکھا۔ اس میں بہت کچھ ہے جو پڑھنے اور عمل کرنے سے تعلق رکھتا ہے۔ ویسے ماہ ربیع الاول شریف میں محافل کے ساتھ ساتھ معاشرے سے غربت اور افلاس کے خاتمے کے لئے کوشش کی جائے، یتیموں اور بیوگان کا سہارا بنا جائے اور عملی طور پر سماجی کاموں میں دلچسپی کا مظاہرہ کیا جائے تو ہم میلاد شریف کے حقیقی تقاضوں سے آشنا ہو سکتے ہیں کیونکہ انسانیت کی بھلائی و بہتری سے جس قدر حضور ﷺ خوش ہوتے ہیں شاید کسی اور کام میں نہیں ہوتے۔

اس لئے میری گذارش ہے کہ ہر علاقے میں بانیان محافل میلاد خصوصاً اور عامۃ المسلمین عموماً اس طرف بھی متوجہ ہوں۔ ایک فائدہ اس کا یہ بھی ہوگا کہ محافل میلاد کی مخالفت کرنے والے اپنے مذموم پروگرام میں فیل ہو جائیں گے۔ بزرگان دین کے اعراس مبارکہ، گیارہویں شریف اور ایصال ثواب کی دیگر تقریبات کے مواقع پر بھی اسی اصول پر [illegible]

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی والدہ کے ایصال ثواب کے لئے حضور اکرم ﷺ نے معاشرے کی ضرورت کے مطابق پانی صدقہ کرنے کا حکم فرمایا تھا۔ حضرت غوث اعظم نے قحط سالی کے سبب لنگر خانے کھولے، تمام بزرگوں نے مسافروں کے قیام کے لئے سرائے بنوائیں، راستے پختہ کروائے اور نہروں پر پلیں بنوائیں۔ اس وقت میں سمجھتا ہوں کہ ایصال ثواب کے لئے جہالت کے خلاف علم کی روشنی پھیلائی جائے اور بہترین تبرک، صحت مند لٹریچر ہے جو مستند اور صحیح العقیدہ علماء سے لکھوایا جائے۔ ان محافل میلاد کو رسومات کی ادائیگی کے بجائے تعلیم و تربیت کا ذریعہ بنایا جائے تاکہ لوگوں کی عقائد و اعمال کے معاملے میں اصلاح ہو۔ ان محافل سے ہر مسلمان کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے شمائل و کمالات سے آگاہی حاصل ہوتی ہے جس سے آپ ﷺ کے ساتھ محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔ کئی زنگ آلود دل محبت الٰہی اور محبت رسول ﷺ سے سرشار ہو جاتے ہیں جس قدر یہ نعمت ان محافل میں بٹتی ہے شاید اور دنوں میں اس کا تصور ہی نہ کیا جا سکتا۔ کون سا گھر، کون سا علاقہ اور قریہ ایسا ہے جہاں محافل نعت اور محافل میلاد کی صورت میں پروگرام مرتب نہیں ہوتے ہیں بلکہ وہ علاقے، شاہرائیں، پارک اور راستے جو سارا سال ذکر رسول ﷺ کے لئے ترستے ہیں انہیں بھی ربیع الاول کی برکت سے ذکر رسول ﷺ کی نعمت نصیب ہوتی ہے۔ وہ راستے جو فحش فلمی گانوں اور بدی کے مراکز بن چکے ہوتے ہیں وہاں بھی ذکر رسول ﷺ کی برکت اور ربیع الاول کی بہار کے صدقہ میں رحمت اور انوار نازل ہوتے ہیں۔ سید نصیر الدین شاہ گولڑوی کا خوبصورت شعر ہے۔

اے مطلبی پھول، بہاروں کے پیمبر　　کھلتا ہے ترے نام سے گلزار کا چہرہ

اگر ان محافل میں ہم خلاف شرع حرکات کے مرتکب ہوں گے تو لوگ دین مآب کی تعلیمات کے بارے میں اچھا تاثر نہیں لیں گے جو ان ڈائریکٹ اسلام کے لئے سخت نقصان دہ ہے اور نہ چاہتے ہوئے بھی ہم اس کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ پھر یہ بھی ہے کہ ہم کم از کم مسلمان ہیں اور جس مبارک نام پر یہ تقریبات منعقد کر رہے ہیں اس کا تقاضا ہے کہ اس تقدس مآب نام کی لاج نبھاتے ہوئے آپ ﷺ کی تعلیمات پر مکمل کاربند ہوں۔

منعقد کرتے تھے اور احادیث سے ثابت ہے کہ جس نے بھی آپ ﷺ کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا خواہ وہ ابولہب ہی کیوں نہ ہو جس نے رسول اور حبیب خدا سمجھ کر نہیں بلکہ محض اپنا بھتیجا سمجھ کر حضرت ثویبہ کو آزاد کرنے پر عذاب میں تخفیف حاصل کی اللہ تعالیٰ کے اسی فضل و کرم کی بنیاد پر تمام محدثین ومفسرین نے امت مسلمہ کو آپ ﷺ کی آمد کے موقع پر خوشی کے اظہار کی تلقین کی اور واضح کیا کہ جب اس قدر مخالف کے ساتھ اللہ تعالیٰ مہربانی فرمارہا ہے تو آپ ﷺ کے خدام اور امتیوں کو بھی محروم نہیں فرمائے گا۔ اس لئے ہم پر لازم ہے کہ ہم ظاہری سجاوٹوں کے ساتھ ساتھ اپنے باطن کو سجانے کی بھی کوشش کریں کیونکہ اصل خوشی روحانی ترقی کا نام ہے سورۃ النصر میں اللہ تعالیٰ نے کسی مومن کو خوشی نصیب ہونے پر جو منشور عطا فرمایا ہے وہ یہی ہے کہ ہر خوشی کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحلیل اور اپنے گناہوں پر کثرت کے ساتھ مغفرت وبخشش مانگی جائے۔ خود حضور ﷺ نے ولادت کے دن روزہ رکھ کر اسی طرف متوجہ کیا۔ آپ کی سیرت پاک میں یہ بھی ملتا ہے کہ جب بھی کوئی خوشخبری سنتے تو بارگاہ ایزدی میں آپ سجدہ ریز ہو جاتے ہم جہاں میلاد کی خوشی میں سڑکیں بازار گھر اور مساجد سجاتے ہیں وہاں ہمیں اپنے دل کو نورٌ علیٰ نورٌ کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور وہ نماز کی ادائیگی، کثرت تسبیح وتحلیل، درود وسلام اور استغفار سے ہی ممکن ہے یاد رہے کہ احادیث میں آتا ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے اردگرد بیٹھ جاتے وضو کے پانی کو گرنے نہ دیتے لعاب دہن کو ہتھیلیوں پر لے کر اپنے چہروں پر سجالیتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تم ایسا کیوں کرتے ہو۔ انہوں نے عرض کیا کہ آپ ﷺ سے محبت کے سبب۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر تم چاہتے ہو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ تم سے محبت کریں تو تین کام کرو۔ جب بات کرو سچی کرو، پڑوسی کو تنگ نہ کرو اور امانت میں خیانت نہ کرو۔ اگر ہم اس تین نکاتی فارمولے کو ہی میلاد کا بنیادی نقطہ بنالیں تو معاشرے کی فوری اصلاح ہو سکتی ہے۔

سوال موجودہ عرب علماء میں سے بھی کسی عالم دین نے میلاد شریف کے حوالے سے کوئی کام کیا ہے؟

رسول اللہ شیخ زاہد الکوثری، مصر، بلوغ المامول بمولد رسول، شیخ عیسیٰ بن مانع ڈائریکٹر اوقاف کویت، حول الاحتفال بمولد النبوی الشریف۔ شیخ محمد علوی مالکی مکہ مکرمہ، تاریخ الاحتفال بمولد سید الرجال۔ شیخ یونس سامرائی۔ عراق، المولد الشریف، شیخ عبداللہ الحبشی۔ بیروت، انہی کی ایک کتاب "الروائع الزکیہ فی مولد خیر البریہ" اور مصر کے مشہور عالم شیخ محمد متولی شعراوی نے "حفاوۃ المسلمین بمیلاد سید المرسلین" لکھی۔

سوال متقدمین بزرگان دین کا اس موضوع پر تحقیقی جائزہ؟

جواب تاریخ اسلام میں محفل میلاد کے جواز اور فضائل و برکات کے موضوع پر تو ہر صدی کے متعدد اہل علم نے کام کیا ہے جن میں بڑے بڑے محدثین، مفسرین اور عرفا شامل ہیں مثلاً امام ابن جوزی، شیخ ابو دحیہ، امام جلال الدین سیوطی، حافظ ناصر الدین دمشقی، شاہ عبدالحق محدث دہلوی، شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی، شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، حاجی امداد اللہ مہاجر مکی وغیرہم۔

اگر محفل میلاد کے خلاف کوئی چیز ملتی ہے تو وہ صرف شیخ تاج الدین فاکہانی (۷۳۴ھ) کا چار ورقی مضمون بعنوان "المورد فی عمل المولد" ہے پوری تاریخ اسلام میں یہ واحد شخص ہے جس نے محفل میلاد کا انکار کیا ہے ورنہ کسی بھی محدث یا مفسر نے کبھی انکار نہیں کیا۔ اور اس پر سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ مخالفین میلاد نے اب تک مخالفت میں چھپنے والا لٹریچر دو جلدوں میں یکجا طور پر شائع کر دیا ہے اس میں تمام کے تمام رسائل موجودہ نجدیوں کے ہیں پچھلے علماء میں سے صرف دو اہل علم افراد کے علاوہ کوئی تحریر موجود نہیں۔

ایک شیخ فاکہانی اور دوسرے شیخ ابن الحاج۔ لیکن یاد رہے کہ شیخ ابن الحاج نے اپنی کتاب "المدخل" میں ربیع الاول کی فضیلت پر ایک پورا باب تحریر فرمایا ہے۔ لہٰذا انہیں مخالفین میلاد میں شامل کرنا سراسر زیادتی ہے انہوں نے جو مروجہ میلاد میں خرافات وغیرہ در آئی تھیں ان کا رد کیا ہے ورنہ انہوں نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ جب جمعہ کے روز سیدنا آدم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا تو اس گھڑی میں کی جانے والی دعا

ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے۔ انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ تخلیق آدم علیہ السلام کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے جمعہ لازم فرمایا۔ لیکن رحمت للعالمین ﷺ کی تشریف آوری کے موقع پر اللہ تعالیٰ نے کسی اضافی عبادت کو ہم پر لازم نہیں فرمایا جب وہ رب ہو کر آپ ﷺ کی آمد پر اس قدر مخلوق پر شفقت فرما رہا ہے تو اگر امتی ایسے وقت میں نیکی نہیں کر سکتا تو کم سے کم برائی تو نہ کرے۔

سوال شیخ فاکہانی کے اس چار ورقی مضمون کے جواب میں جواز میلاد پر کوئی علمی کام؟

جواب شیخ فاکہانی کے اس رسالہ کا متعدد اہل علم نے رد تحریر فرمایا ہے مثلاً امام جلال الدین سیوطی کے رسالہ "حسن المقصد" میں اس کا مکمل رد موجود ہے۔ اس طرح سیوطی کے شاگرد شیخ محمد یوسف صالحی شامی (صاحب سیرت شامی) نے ان کے ایک ایک جملہ کا مسکت جواب دیا ہے اس سے یہ بات آشکارا ہو جاتی ہے کہ ان کے اس نظریہ کو بعد میں بھی کسی عالم نے قبول نہیں کیا۔

سوال جواز میلاد پر لکھی جانے والی کتب کی فہرست؟

جواب

۱۔ حسن المقصد فی عمل المولد (امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ)......

۲۔ جزء فی المولد الشریف (امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ)......

۳۔ المورد الروی فی المولد النبوی ﷺ (ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ)......

۴۔ مولد النبی ﷺ (حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ)......

۵۔ المورد الھنی فی المولد النبی ﷺ (حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ)......

۶۔ جامع الآثار فی مولد النبی المختار (حافظ ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ)......

۷۔ عرف التعریف بالمولد الشریف (امام شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ)......

۸۔ المیلاد النبوی (شیخ المحدثین امام ابن جوزی المتوفی ۵۹۷ھ)......

۹۔ مورد اصاوی فی مولد الھادی (حافظ شمس الدین دمشقی)......

۱۰۔ الباعث علی انکار البدع والحوادث

۱۱۔ التنویر فی مولد السراج المنیر
(امام ابو الخطاب ابن دحیہ رحمۃ اللہ علیہ)

۱۲۔ نظم البدیع فی مولد النبی الشفیع
(یوسف بن اسمٰعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ)

۱۳۔ حول الاحتفال بالمولد النبوی الشریف
(شیخ محمد علوی المالکی رحمۃ اللہ علیہ)

۱۴۔ مولد برزنجی (شیخ السید جعفر البرزنجی)......

۱۵۔ مولد الدیبعی (امام عبد الرحمٰن بن الدیعبی الشیبانی المتوفی ۹۴۴ھ)

۱۶۔ ما ثبت بالسنۃ (شاہ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)......

۱۷۔ سمط الدر فی اخبار مولد خیر البشر (امام علی بن محمد الحبشی رحمۃ اللہ علیہ)

۱۸۔ مولد الغرب (شیخ الغرب رحمۃ اللہ علیہ) ....

۱۹۔ مولد المصطفٰی (الاستاذ خیر الدین وائلی)......

۲۰۔ سبل الھدیٰ والرشاد (امام محمد بن یوسف صالحی شامی رحمۃ اللہ علیہ)

۲۱۔ فیصلہ ھفت مسئلہ (حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ)

۲۲۔ سعید البیان فی مولد سید الانس والجان
(شاہ احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)

۲۳۔ اثبات المولد والقیام (شاہ احمد سعید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ)......

۲۴۔ خیر البیان من المحسنات سعید البیان فی مولد سید الانس والجان
(شاہ محی الدین عبد اللہ ابو الخیر رحمۃ اللہ علیہ)

۲۵۔ خیر المورد فی احتفال المولد (شاہ ابو الحسن زید فاروقی رحمۃ اللہ علیہ)

۲۶۔ اشباع الکلام فی اثبات المولد والقیام
(مولانا سلامت اللہ رامپوری رحمۃ اللہ علیہ)

۲۷۔ الدر المنظم فی بیان حکم مولد النبی الاعظم

۲۸۔ انوار ساطعہ در بیان مولود و فاتحہ

(مولانا عبدالسمیع رام پوری رحمۃ اللہ علیہ)

۲۹۔ الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ

(علامہ محمد صدیق حسن خاں بھوپالی)

۳۰۔ الیمن والاسعاد بمولد خیر العباد (سید محمد بن جعفر الکتانی)

۳۱۔ النفحۃ العنبریہ فی مولد خیر البریہ

(امام مجد الدین فیروز آبادی) .....

۳۲۔ الدر المنظم فی مولد النبی الکریم

(علامہ محدث سیف الدین ابی جعفر عمر بن ایوب حنفی) ......

۳۳۔ نہایۃ الارشاد الی احتفال المیلاد (مولانا عین القضاۃ لکھنوی)

۳۴۔ الدرۃ السنیۃ فی مولد خیر البریہ

(حافظ صلاح الدین خلیل العلائی)

۳۵۔ الدر المعظم فی المولد المعظم

(ابی القاسم السبتی ۲ جلد)

۳۶۔ اذاقۃ الاثام لمانعی عمل المولد والقیام

(مولانا نقی علی خان رحمۃ اللہ علیہ) ....

۳۷۔ مورد الصفاء فی مولد المصطفی

(محقق الشافعیہ شیخ ابن علان الصدیقی)

۳۸۔ رسالہ فی الرد علی من انکر القیام عند ذکر ولادتہ

(حافظ مغلطائی)

۳۹۔ بہجۃ السامعین والناظرین (علامہ نجم الدین الغیطی الشافعی)

۴۰۔ المولد (شیخ حسن بن علی المدائعی) ......

۴۱۔ [illegible] (شیخ [illegible] الحلوانی)

(علامہ المحدث شیخ عبداللہ الہرری المعروف بالحبشی)......

۴۳۔ استحباب القیام عند ذکر ولادته (شیخ محمد آفندی العطار احمد)......

۴۴۔ حضن النقول فی الرد علی حظر القیام عند ولادۃ رسول
(علامہ شیخ محمد آفندی القاسمی)......

۴۵۔ العروۃ الوثقیٰ فی الدنیا والعقبیٰ
(علامہ محمد برہان الدین القادری حیدر آبادی)......

۴۶۔ تاریخ الاحتفال بمولد سید الرجال (شیخ یونس السامرائی)......

۴۷۔ مولد خاتم رسول اللہ (علامہ زاہد الکوثری) ......

۴۸۔ المولد الشریف النبوی (علامہ زاہد الکوثری)......

۴۹۔ مولد النبی المختار (الاستاذ عبدالمنعم حمادہ) ......

۵۰۔ المولد النبوی (امام عبدالغنی نابلسی)......

۵۱۔ المولد النبوی (شیخ محمد المغربی)......

۵۲۔ نشر الدرر علی مولد ابن حجر (سید احمد عابدین دمشقی)......

۵۳۔ المولد (شیخ احمد الدردیر المالکی ۱۲۱۰)......

۵۴۔ عقد الواہر فی مولد النبی الازہر
(والد ماجد سید جعفر برزنجی)......

۵۵۔ شرح الکوکب علی عقد ابو اہر فی مولد النبی الازہر
(سید جعفر برزنجی)......

۵۶۔ اظہار الفرح والسرور بمیلاد النبی المسرور (شیخ ابوبکر احمد الباقوی)......

۵۷۔ المولد الشریف (شیخ عبداللہ حبشی) ..

۵۸۔ بلوغ المامول بمولد الرسول (شیخ عیسیٰ بن مانع حمیری)......

۵۹۔ حفاوۃ المسلمین بمیلاد سید المرسلین
(شیخ محمد متولی شعراوی مصری) ..

میلادِ مصطفیٰ ﷺ اور اس کے تقاضے

علامہ صاحبزادہ مفتی محمد محب اللہ نوری ☆

اسلام نے اپنے پرستاروں اور نام لیواؤں کے لئے خوشی اور مسرت کے دو دن مقرر کئے ہیں۔ عید الفطر اور عید الاضحی۔ اہل اسلام ان کے علاوہ سید کائنات ﷺ کی ولادت کے روز کو بھی عید قرار دیتے ہیں۔ حضور رحمت للعلمین، شارع دین متین ﷺ کے فرمان: ان امتی لا یجتمع علی الضلالۃ اور ما راہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن کے مصداق امت مسلمہ کا یہ عمل بلاشبہ حق و راستی پر مبنی ہے جس روز سعید میں باعث تکوین حیات ﷺ نے اپنے قدوم میمنت لزوم سے اس جہاں کو سرفراز فرمایا اس روز کا کوئی ثانی نہیں۔ یہ دن صرف اہل اسلام کے لئے ہی نہیں اقوام عالم اور جمیع انسانیت کے لئے روز عید ہے۔ آپ چونکہ کائنات کی سب سے بڑی نعمت ہیں اس لئے اس نعمت کے حصول پر اظہار مسرت عین فطرت انسانی اور دین کی سب سے بڑی ضرورت اور حقیقت ہے۔ مقام غور یہ ہے کہ آیا صرف اسی ایک عمل سے ہماری نجات ممکن ہے؟ یہ درست ہے کہ رب العالمین جل وعلا نے اپنے نیک بندوں خصوصاً انبیاء کرام علیہم السلام کے تذکرے کو قرآن کریم میں جگہ دے کر "اذکر" کے الفاظ قرآنی کے ساتھ ہمارے لئے تذکرہ رسول ﷺ کی ریت قائم فرما دی ہے۔ یہ بھی تسلیم کہ خود سرور کائنات ﷺ نے پیر کے دن کا روزہ رکھ کر اس بات کا اشارہ دیا کہ میرا یوم ولادت خاص اہمیت کا حامل ہے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے گھر میں واقعات ولادت سنائے جس پر سید دو عالم ﷺ نے انہیں اپنی شفاعت کے حلال ہونے کا مژدہ جانفزا سنایا۔ غزوۂ تبوک سے واپسی پر بھی حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کی ولادت کے تذکرے پر مشتمل اشعار آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کئے اور آپ سے کلمات تحسین وصول کئے۔ ابولہب جیسے دشمن مصطفیٰ کے

☆ شیخ الحدیث، جید صاحب بصیرت عالم و محقق اور ماہر تعلیم، مدیر اعلیٰ: ماہنامہ نور الحبیب بصیر پور شریف پاکستان

بعد از موت شہادت کی انگلی سے پانی کا ملنا اور عذاب قبر میں تخفیف ولادت مصطفیٰ ﷺ پر اظہار مسرت کی بنا پر تھی لیکن کیا جس کی آمد کو "عید" قرار دینے کے لئے یہ اور دیگر بے شمار قرآن وسنت کے دلائل موجود ہیں۔ وہ ہمارے صرف اسی ایک عمل سے خوش ہو جائیں گے۔ خواہ ہم بداعمالی، نفس پرستی اور سرکشی کی دلدل میں سرتا پاؤں اترے ہوئے ہوں اور خواہ سرور کائنات ﷺ کے ہزاروں احکامات اور فرامین کو مسلسل نظر انداز کرنے کے مرتکب کیوں نہ ہو رہے ہیں! امت مسلمہ ولادت مصطفیٰ ﷺ کے روز جو اعمال انجام دیتی ہے اس کی کوئی اصل قرآن وسنت میں موجود ہے۔ حضور علیہ السلام کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق وقت ولادت پوری دنیا نور سے جگمگا اٹھی تھی۔ اسی قسم کی روایت حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے بھی ہے۔ لہٰذا ہمارا چراغاں کرنا اور محبوب اکرم ﷺ کے تصدق سے ملا ہوا کثیر روپیہ خرچ کرنا اس اظہار مسرت کے طور پر بجا ہے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے اس مبارک ساعت میں حضرت جبرائیل امین علیہ السلام کو تین جھنڈے لے کر زمین پر اترتے دیکھا اور ان میں سے ایک کو مشرق میں ایک مغرب میں جبکہ تیسرے جھنڈے کو بیت اللہ کی چھت پر نصب کرتے ہوئے ملاحظہ فرمایا تھا۔ اس لئے عظمت مصطفیٰ ﷺ کے اظہار کے لئے کوچہ و بازار کا جھنڈیوں سے آراستہ کیا جانا باعث برکت اور اظہار عظمت کے جدید تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ لیکن کیا جس کی آمد کے وقت دن اور مہینے کی تعظیم وتوقیر کے لئے ہم بچھے چلے جاتے ہیں اس ہستی پاک ﷺ کی حیات طیبہ کو یکسر فراموش کرنے اور آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی اتباع سے اغماض نظر کر لینے سے عرصہ محشر میں ہماری شفاعت کی کوئی امید ہے؟ سرور دو عالم کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے نسل انسانی کو باطل قوانین اور واہیات وخرافات سے نجات دلائی اور ہزاروں خداؤں کی اطاعت سے گراں بار گردنوں کو آزادی عطا کر دی۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ہم ان کے امتی ہونے اور ان کی محبت کا دم بھرنے کے باوجود پھر سے واہیات وخرافات کو رواج دے کر آپ سے آپ ہی جاہلیت کے طوق وسلاسل کو گردن میں ڈالے چلے جاتے ہیں۔ سب سے بڑی پریشانی تو اس بات کی ہے کہ آقائے نامدار ﷺ کے میلاد کے موقع پر نکالے جانے والے جلوس بھی ان خلاف شرع حرکات کے سائے میں اپنی منزل تک پہنچتے ہیں۔ جن کے

قلع قمع کے لئے آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری ہوئی تھی۔ یہ بے ادبی اور گستاخی کی انتہا ہے کہ عید میلاد کے جلوس رقص و سرود و اخلاق باختہ گانوں کے شور وغل اور عورتوں سے چھیڑ خانی جیسی غلیظ حرکات سے بھرے ہوئے ہوں۔ اس پر طرہ یہ کہ علمائے دین متین اور انتظامیہ نوٹس نہ لے اور ان کے ختم کرنے کے لئے کوئی اقدامات نہ کئے جائیں۔ کیا محبت رسول، اتباع رسول اور اظہار عظمت رسول کے یہی تقاضے ہیں؟ اس طرح کی بے ہودگیوں پر رسول اللہ ﷺ کی روح اقدس کو جس قدر تکلیف ہوتی ہوگی اس کی بھی کسی کو خبر ہے یا نہیں۔ انسانیت کی سب سے قیمتی متاع تو صرف سرکار ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ اس لئے حصول سعادت کے طور پر جس قدر بھی جلسوں اور جلوسوں کا اہتمام ہو کم ہے۔ ان سے جس قدر اظہار محبت ہو تھوڑا ہے بلکہ انسانیت کی اصل معراج اور ایمان کی کاملیت کا نشان ہی یہ ہے کہ ان سے عشق و محبت کا اچھے سے اچھا انداز اپنایا جائے۔ مدح و ثناء کا اعلیٰ سے اعلیٰ طریقہ منتخب کیا جائے لیکن ہمارے ملک میں منعقد ہونے والی بہت سی محافل میلاد میں اظہار عشق کا انداز عامیانہ ہوتا ہے اور کائنات کی سب سے عظیم ہستی کے شایان شان نہیں ہوتا کہاں یہ کہ خداوند کریم ان سے تخاطب کے وقت محبت بھرے القاب سے پکارے اور خالی ان کا نام لینا خلاف ادب سمجھے۔ ان کی عمر کی قسم کھائے، اس سرزمین کی قسم اٹھائے جس میں وہ چلتے پھرتے ہوں۔ ان کی بارگاہ میں اونچا بولنے کو حبطِ اعمال کا سبب قرار دے۔ ایسا کرنے والوں کو عقل و شعور سے عاری ہونے کا اعلان فرمائے اور واضح طور پر "وتعزروہ و توقروہ" (ان کی عزت کرو اور ان کی توقیر بجالاؤ) کا حکم دے لیکن ان کے نام لیوا میلاد کے جلوسوں میں ایسی روش اختیار کریں جس کا معمولی افسر کے روبرو انجام دینا بھی خلاف ادب ہو۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ہمارے دل محبت رسول ﷺ سے عاری ہو چکے ہیں؟ صرف مجلسیں اور محفلیں سجانے کا شوق غالب ہے اور دلوں پر سیاہی چھائی ہوئی ہے۔ اگر یہ بات ہے تو پھر ہماری بدبختی اور شقاوت کی انتہا ہے۔ معتبر روایات کے مطابق خیر البشر ﷺ نے دنیا میں پہلا سانس لیتے ہی اپنے سر انور کو بارگاہ ایزدی میں جھکا دیا تھا تو کیا ولادت پاک کے تذکرے میں ہمارے اندر کبھی اس تحریک نے جنم لیا کہ ہم بھی کم از کم پانچ وقت میں تو پروردگار کے حضور میں اپنی پیشانیوں کو خم کر لیا کریں جس عمل سے محبوب خدا کو راحت ملا

کرتی تھی اور جس عمل سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوا کرتی تھیں۔ ہم اس سے کس قدر نفور ہیں اور عملی بغاوت کا اعلان کئے ہوئے ہیں۔

حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ جب میں نے منصف اعلیٰ حضور ﷺ کو دودھ پلانا چاہا تو آپ ﷺ نے دائیں جانب سے دودھ پی کر منہ موڑ لیا تھا اور دوسری جانب سے شاید اس لئے دودھ نہ پیا کہ کہیں اپنے رضائی بھائی کا حق سلب نہ ہو پھر کیا ہم نے بھی عید میلاد کے روز اس بات پر غور کیا کہ اپنے اعزاء و اقرباء ہمسایوں، محلہ داروں، ہم وطنوں یا ہم مذہبوں کے حقوق کی پامالی سے خود کو کس حد تک محفوظ پاتے ہیں۔

جشن میلاد النبی ﷺ کے پروگرام اصل میں حضور بے مثل ﷺ کی سیرت طیبہ کی عظمت کا اعلان ہیں لیکن ہمارے اکثر نوجوان ان کی سیرت سے بے خبر ہیں۔ عمل کی نوبت تو اس وقت آئے جب بے خبری اور بے عملی کے خول سے باہر نکلنے کی کوئی سبیل پیدا ہو۔ ذرا سوچئے کہ ہم نے ان کی سیرت طیبہ کا کس قدر مطالعہ کیا ہے؟

جشن میلاد کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ بارگاہ مصطفوی ﷺ میں زیادہ سے زیادہ درود و سلام پیش کرنے کا موقع ملے کہ اہل ایمان سے خداوند کریم اس کا تقاضا فرماتا ہے مگر اس وظیفہ خداوندی سے ہم نے اپنی روح و جاں کو کس قدر سرشار کیا اور ماہ میلاد کی ساعتوں میں درود پڑھنے اور محافل درود میں شرکت کی کس قدر ہمیں سعادت و ارجمندی میسر آئی؟

محافل میلاد کی ایک غرض و غایت یہ بھی ہے کہ ہم اقوام عالم پر یہ بات واضح کر دیں کہ ہمارے رسول و محبوب ﷺ دنیا کے تمام قائدین اور رہنماؤں سے برتر اور افضل ہیں۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ کی ولادت طیبہ عالم شیر خوارگی اور بچپن بھی مثالی اور قابل رشک ہیں۔ اس طرح اہل ایمان کو یہ تحریک ملنی چاہئے کہ وہ دین مصطفوی کو مذاہب عالم پر غالب کرنے کی مساعی عمل میں لائیں۔ مگر ہم میں کتنے ایسے لوگ ہیں جو میلاد مناتے ہوئے اس مقصد کو پیش نظر رکھتے ہیں اور بابرکت محافل میلاد کو وسیع تناظر میں بامقصد اور مفید بنانے کی کوششیں بروئے کار لاتے ہیں؟ یہ اور اس قسم کے ہزاروں سوالات ہیں جن کا جواب طلب کیا جائے تو سوائے ندامت اور شرمندگی کے کچھ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ ہم نے کبھی یہ جاننے کی کوشش ہی نہیں کی کہ ۱۲ ربیع الاول کا اصل پیغام کیا ہے؟

۱۲ ربیع الاول کا پیغام یہ ہے کہ:

(۱) ہم نبی اکرم ﷺ کی محبت کو اپنا جزو ایمان بنالیں۔ ایمان کی کاملیت اس کے بغیر ناممکن ہی نہیں بلکہ محال ہے۔

(۲) سید المرسلین ﷺ کی تشریف آوری پر اظہار تشکر کے طور پر درود وسلام کی کثرت کی جائے۔

(۳) تعظیم و توقیر سرکار دو عالم ﷺ کو حرزِ جاں بنالیا جائے۔ آپ ﷺ کی گستاخی کفر صریح اور ارتداد ہے جس کی سزا قتل ہے۔

(۴) محبت رسول اللہ ﷺ کا تقاضا یہ ہے کہ آپ ﷺ کی سیرت طیبہ پر دل و جان سے عمل پیرا ہونے کا تہیہ کریں اور زندگی کے تمام شعبوں کو آپ کی سیرت کے نور سے منور کریں۔

(۵) سرکارِ کائنات ﷺ نے اپنی تشریف آوری کا ایک مقصد یہ بتایا ہے:

بعثت لاتمم حسن الاخلاق کہ میں اچھے اخلاق کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں۔

لہٰذا ہم بھی جھوٹ، غیبت، لگائی بجھائی، تکبر و انانیت، ہوس پرستی اور اس جیسی دیگر آلودگیوں سے اپنے من کو صاف کریں اور اعلیٰ اخلاق سے متصف ہوں۔

(۶) ارکان اسلام پر مکمل طور پر عمل پیرا ہوں خصوصاً ترک نماز سے سرور ہر دو عالم اور اپنے پیارے محبوب ﷺ کی ناراضگی کا عذاب مول نہ لیں۔

(۷) عالم اسلام اس وقت زبوں حالی اور عظیم ابتلا کے دور سے گزر رہا ہے۔ وہ دین جس کو مذاہب عالم پر غالب کرنے کے لئے نبی آخر الزماں ﷺ کی تشریف آوری ہوئی تھی اس کو مٹانے کے لئے بین الاقوامی سازشیں عروج پر ہیں۔ وہ ملت جس کے ساتھ علو مرتبت کا قرآنی وعدہ موجود ہے، عصر حاضر میں اختلاف و انتشار اور پستی کا شکار ہے۔ اس لئے جشن میلاد ہمارے دلوں پر دستک دے کر ہمیں جھنجھوڑتا ہے کہ مسلمانو! خواب غفلت سے بیدار ہو جاؤ۔ فرقہ بندیوں سے بالاتر ہو کر نئے جذبوں اور نئے ولولوں کے ساتھ دین متین کی اشاعت اور غلبہ حق کے لئے اپنی تمام تر توانائیاں صرف کردو ورنہ وقت تمہارا انتظار نہیں کرے گا۔

جشنِ میلاد اور تصورِ بدعت

محمد رضاء الدین صدیقی

دنیا جہالت و بداعمالیوں کے حصار میں مقید تھی عرفان و آگہی کے تمام راستے شیطنت و گمراہی کے دبیز اندھیروں کی لپیٹ میں تھے کہ فاران کی وادیوں سے اک مہرِ تاب طلوع ہوا۔ اس آفتاب رشد و ہدایت کی روشن و تاباں کرنیں ظلمتوں کا جگر چاک کرتی ہوئی چار سو پھیل گئیں۔ حقیقت کا روئے دلنواز بے نقاب ہو گیا ایصال الی المطلوب کے سارے دریچے کھل گئے اور منزلِ جاناں کے متلاشی حریم ناز میں باریاب ہونے لگے یہ کتنی بڑی سعادت تھی، کتنی بڑی نعمت تھی۔ اتنی بڑی کہ خود خالق کائنات کس انداز میں اس کی اہمیت کا احساس دلا رہے ہیں۔

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍۙ (الجمعہ)

وہی اللہ ہے جس نے مبعوث فرمایا امیوں میں ایک رسول انہیں میں سے جو پڑھ کر سناتا ہے انہیں اس کی آیتیں اور پاک کرتا ہے ان (کے دلوں) کو اور سکھاتا ہے انہیں کتاب و حکمت اگرچہ وہ اس سے پہلے کھلی گمراہی میں تھے۔

(ضیاء القرآن)

سو جنہوں نے اس نعمت اور فضل عظیم کی اہمیت کو سمجھا انہوں نے اللہ کے حضور سجدۂ شکر ادا کیا اور اس نعمت کی یاد دلوں میں تازہ رکھنے کی خاطر ذکرِ میلاد رسول علیہ التحیۃ والثناء پر مداومت اختیار کی اور وہ یہ اہتمام کیوں نہ کرتے کہ ان کے پروردگار حقیقی نے خود حکم دیا تھا۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْاؕ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ○ (سورہ یونس:۵۸)

(اے حبیب) آپ فرمائیے یہ کتاب محض اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے نازل ہوئی ہے پس چاہئے کہ اس پر خوشی منائیں یہ بہتر ہے ان تمام چیزوں سے جن کو وہ جمع کرتے ہیں۔ (ضیاء القرآن)

حقیقت شناس اس بات کا ادراک کر گئے کہ رحمۃ للعالمین اور صاحب فضل عظیم کی تشریف آوری سے بڑھ کر ان کے حق میں اور کون سی نعمت ہو سکتی ہے کہ جس کے تصدق میں کتاب مبین عطا ہوئی۔ لیکن کچھ ذہن تھے کہ تذبذب شعار تھے اسیر ظن و تخمین تھے انہیں یہ گمان گزرا کہ محفل میلاد النبی ﷺ کا اہتمام بدعت ہے یہ تو دینی روایات میں رخنہ اندازی کا سبب ہے اس کے جواز میں تو قرآن و سنت سے کوئی دلیل ہی میسر نہیں۔ آیئے اس امر کا یہاں جائزہ لیتے ہیں۔

بدعت کسے کہتے ہیں؟

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ بدعت کی لغوی تعریف کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

البدعة لغة ما كان مخترعا على غير مثال سابق و منه بديع السموت والارض اى موجدهما على منير مثال سابق۔ (فتح المبین) لغت میں بدعت اس نئے کام کو کہتے ہیں جس کی پہلے سے کوئی مثال موجود نہ ہو۔ قرآن مقدس میں ارشاد باری ہے۔

بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یعنی زمین و آسمان کو بغیر کسی سابقہ مثال کے خلعت وجود عطا فرمانے والا۔

اصطلاح شریعت میں علماء نے بدعت کی تعریف یوں کی ہے کہ ہر وہ کام جس کی اصل قرآن و سنت میں موجود نہ ہو اور اسے ضروریات دین میں شمار کر لیا جائے۔"

رسول اکرم ﷺ نے ایک اور موقع پر اس کی وضاحت یوں فرمائی۔

من احدث فی امرنا هذا ما ليس منه فهورد یعنی جس نے ہمارے دین میں کوئی نئی بات ایجاد کی جو دین سے نہیں تو وہ مردود ہے۔

اس حدیث میں ہر بات، ہر عمل سے منع نہیں فرمایا گیا۔ بلکہ ما لیس منہ (جو دین سے نہیں) کی شرط لگا دی کہ جو دین سے نہ ہو وہ مردود ہے۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے مفہوم کو یوں بیان فرماتے ہیں: "انصاف یہ ہے کہ بدعت اس کو کہتے ہیں کہ غیر دین کو دین میں داخل کر لیا جائے۔"

(فیصلہ ہفت مسئلہ)

شارح بخاری حضرت امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے۔

وہ نئے امور جو کتاب و سنت یا اثر و اجماع کے منافی و مخالف ہوں بدعت ضلالت ہیں، اور جو اچھے امور کتاب و سنت کے مخالف نہ ہوں، بدعت ضلالت نہیں بلکہ محدثات محمودہ ہیں۔ (قسطلانی جلد اول ص ۳۰۲)

فرمان رسول اللہ ﷺ اور تشریحات علمائے اسلام سے واضح ہو گیا کہ ہر نیا کام قابل مذمت نہیں بلکہ وہ مردود ہے جو دین سے نہ ہو، یعنی کتاب و سنت یا اثر و اجماع سے اس کا تعلق نہ ہو۔

بدعت مذموم کیوں ہے؟

اسلام انسانیت کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے آخری شریعت ہے۔ یہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اب اگر ہر کس و ناکس کو اجازت دے دی جائے کہ وہ اپنی مرضی سے دین کے نام پر جو چاہے کرتا پھرے تو دین بازیچہ اطفال بن کر رہ جائے گا دین اس لئے نہیں ہے کہ ہم اس کے ذریعے سے اپنی ہر جائز اور ناجائز آرزو کا سد ادا کرتے رہیں بلکہ دین تو اس لئے ہے کہ ہماری زندگی اور ہماری تمناؤں میں اک نظم پیدا ہو اور ہم اپنی خواہشات کو ایک ضابطے کا پابند بنا دیں۔ اسی حقیقت کے پیش نظر ہادی عالم ﷺ نے بہت پہلے ہی خبردار فرما دیا تھا۔

فانہ من یعیش منکم بعد فسیری اختلافا کثیرا فعلیکم بسنتی و — پس جو شخص میرے بعد زندہ رہا (امت کے درمیان) بڑی کثرت سے اختلافات

سنة خلفاء الراشدين المهديين۔ تمسکوا بها و عضوا علیها بالنواجذ و ایاکم محدثات الامور کل محدثة بدعة و کل بدعة ضلالة۔

دیکھے گا سو تمہارے لئے میری سنت اور خلفائے راشدین کی سنت (کی اتباع) ضروری ہے۔ اسے مضبوطی سے (ہاتھوں میں) تھامے رہو اور دانتوں میں سختی سے دبائے رکھو اور نوظہور شدہ امور سے اجتناب کرو کہ ہر نئی بات بدعت اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

کیا ہر نیا کام مذموم ہی ہو گا؟

اس مقام امتثال پر یہ الجھن تو لازماً پیدا ہو گی کہ زمانہ تغیر پذیر ہے انسان کو نئے نئے حالات سے نبرد آزما ہونا پڑتا ہے۔ آخر اس دگرگوں اور سیماب صفت زمانے کو ایک ہی وضع قطع اور ایک ہی رفتار اور ایک ہی ڈھب پر برقرار رکھنا کیسے ممکن ہے؟ اور یہ سوال کوئی صدیوں بعد نہیں اٹھا۔ سرکار دو جہاں ﷺ کی رحلت مبارکہ کے معاً بعد ہی ایک ایسا مسئلہ اٹھ کھڑا ہوا کہ جس کے الہامی حل نے فکر و تدبر کی بہت سی شاہراہوں کو منور و درخشاں کر دیا۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے عہد ہمایوں میں حضور اکرم ﷺ کے غلاموں نے مسیلمہ کذاب (مدعی نبوت) کی بیخ کنی کے لئے علم جہاد بلند کیا۔ جنگ یمامہ کے موقع پر سات سو حفاظ قرآن صحابہ رضی اللہ عنہم شہادت کے جام بلوریں سے سیراب ہوئے۔ اگرچہ یہ بڑی سعادت کی بات تھی لیکن فاروق اعظم رضی اللہ عنہ جن کا سینہ مہبط الہام ربانی تھا اور جن کا نطق ترجمان مزاج قرآنی تھا کی توجہ اس طرف مبذول ہوئی کہ اگر حفاظ کرام اسی رفتار سے سرخرو شہادت ہوتے رہے تو عین ممکن ہے کہ قرآن کی محافظت دشوار ہو جائے۔ آپ یہ خیال آتے ہی بارگاہ صدیقی میں باریاب ہوئے اور عرض گزار ہوئے کہ اے خلیفہ الرسول ﷺ! اگر حفاظ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تواتر سے منصب شہادت پر فائز ہو رہے ہیں کل ایسا نہ ہو کہ قرآن کی

کتابی صورت میں یکجا کر دیا جائے۔

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (کہ فنافی الرسول تھے) استفسار کناں ہوئے۔

کیف تفعل مالم یفعله رسول الله ﷺ — اے عمر رضی اللہ عنہ! آپ ایسا کام کس طرح کر سکتے ہیں جسے رسول اللہ ﷺ نے سرانجام نہیں دیا۔"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے خلیفۃ الرسول بجا ہے کہ ہمارے آقا و حضور ﷺ نے اپنی حیات تقدس مآب میں یہ نہیں کیا۔لیکن اللہ رب العزت کی قسم اس میں خیر ہی خیر ہے ہمیں یہ کام کر گزرنا چاہیے۔

آپ رضی اللہ عنہ کے شدید اصرار پر جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مزید غور فرمایا تو ان کے سامنے اس تجویز کے بے شمار روشن پہلو ہویدا ہو گئے اور بے ساختہ پکار اٹھے۔

اے عمر رضی اللہ عنہ اللہ تیری قبر کو اپنے انوار و تجلیات سے معمور کرے تیری گفتگو نے تو میرا سینہ منور کر دیا ہے۔

المختصر آقائے صدیق رضی اللہ عنہ نے حضرت زید بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ کو اس فریضہ کی بجا آوری کا حکم دیا انہیں بھی کچھ تذبذب ہوا لیکن آخر کار امتثال امر پر مجبور ہونا پڑا (تفصیل کے لئے صحیح بخاری شریف دیکھیے) اس طرح حضور ﷺ کی امت آج تک اسی قرآن مبین سے فیض یاب ہے جو حامل قرآن کے قلب منیر پر نازل ہوا تھا۔

اس واقعہ کے بیان سے اس جانب اشارہ مقصود تھا کہ نئے مسائل کا ظہور ایک لابدی چیز تھا حضور ﷺ کے تربیت یافتہ صحابہ کے ابتداء تذبذب اور بعد ازیں تعامل نے ایک واضح راستہ دکھا دیا اور اس مثال کی روشنی میں جب اہل فکر و تدبر و تحقیق کی طرف مائل ہوئے تو انہیں احادیث مبارکہ کے ذخیرے ہی سے ہدایت و آگہی کا سامان میسر آ گیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حدیث مبارکہ ہے:

قال رسول الله ﷺ من سن فی الاسلام سنة حسنة — حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جس نے اسلام میں کسی نیک کام کی ابتداء کی اور

فله اجرها واجر من عمل بها من بعده من غیران ینقص من اجورهم شيء ومن علیه وزرها ، وزرمن عمل بهامن بعده من غیران یتفص من اوزارهم شيء.

لوگ بھی اس سنت حسنہ پر عمل پیرا ہوں گے ان کا ثواب اس ابتداء کرنے والے شخص کے نامہ اعمال میں بھی درج ہوگا اور عاملین کے اپنے ثواب میں بھی کوئی نقص واقع نہ ہوگا اور اسی طرح اگر کسی نے اسلام میں کسی امر قبیح کو رواج دیا تو وہ اس پر عمل پیرا ہونے والوں کے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھائے گا اور ان کے پیروکاروں کے گناہوں میں بھی کوئی کمی واقع نہ ہوگی۔

گویا آپ ﷺ نے خود ہی کل بدعة ضلالة سے سنۃ حسنہ کو خارج فرمادیا۔ اس طرح آپ نے شریعت اسلامیہ کو ایک عمومی مزاج بھی عطا فرمایا ارشاد ہو رہا ہے:

ماراٰه المسلمون حسنا فهو عند الله حسنا و ماراٰه المسلمون قبیحا فهو عندالله قبیحا

جس کام کو اکثر امت مسلمہ اچھا سمجھے وہ عند اللہ بھی حسن ہے اور جسے اکثر مسلمان قبیح تصور کریں وہ عنداللہ بھی قبیح ہے۔

اسی طرح اجماع امت کی مزید اہمیت واضح فرمادی۔

لاریب میری امت گمراہی پر مجتمع نہیں ہو سکتی اگر تمہیں کوئی اختلاف دکھائی دے تو سواد اعظم کی اتباع کرو۔ (سنن ابن ماجہ)

اباحت کسی دلیل کی مقتضی نہیں ہوتی!

آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دانش نورانی پر قربان جائیے کہ آپ نے ایسے اصول بخش دیئے ہیں کہ شریعت اسلامیہ ہر قسم کے حالات سے نبرد آزما ہونے کی صلاحیت سے بہرہ ور ہے۔

الحلال ما احل الله فی کتابه والحرام ما حرم الله فی کتابه و ما سکت عنه فهو عفالکم

(ترمذی۔ابن ماجہ)

حلال وہ ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب مقدس میں حلال ٹھہرا دیا اور حرام وہ ہے جس کو اللہ نے اپنی کتاب مقدس میں حرام گردانا۔ اور جن اشیاء کے بارے میں سکوت ہے تو وہ تمہارے لئے معاف ہیں۔

ان تابناک ہدایات کی وجہ سے شریعت اسلامیہ کا یہ معروف و متفقہ اصول ہے کہ:

الاصل فی الاشیاء اباحة

ہر شے کی اصل اباحہ ہے۔

اس مختصر سی گفتگو سے یہ بات بے غبار ہوگئی کہ "نئی بات" وہ مذموم ٹھہرے گی جو دین کے عمومی مزاج اور اس کے احکام کے لئے مضرت کا باعث ہو۔ اگر حالات کے تحت کچھ ایسے اقدامات تجویز کئے جائیں کہ جن سے شریعت اسلامیہ پر کوئی حرف نہ آئے دین کی بنیادیں کمزور نہ ہوں بلکہ مضبوط و مستحکم ہوں۔ اصولوں کی خلاف ورزی نہ ہو بلکہ احکامات پر عمل میں آسانی ہو جائے تو ایسے امور و اقدامات مذموم نہیں ہیں۔ بلکہ عین ممکن ہے کہ وہ محمود ہوں اور محمود بھی ایسے کہ ان کاموں میں اول عامل ہر نئے عامل کے ساتھ حسنات و برکات سے بہرہ ور ہوتا رہے۔ (سبحان اللہ یہ ہے عطائے رحمۃ للعالمین)

علماء کی درخشندہ تصریحات:

علمائے اسلام نے ہم جیسے مبتدی حضرات کو ذہنی پراگندگی اور اندیشہ و اضطراب سے بچانے کے لئے بدعت کی کچھ اس طرح سے تقسیم کر دی ہے کہ اب کسی خلجان کا کوئی جواز باقی نہیں رہا (الا یہ کہ کسی کو ضد کی بے جا عادت ہو)۔

بدعت کی اقسام

ا۔ بدعت واجبہ

وہ کام جو کلیۃً تو وضع جدید رکھتا ہو لیکن اس کے وجود کے بغیر دین میں حرج واقع ہو جیسے جمع و تدوین قرآن، آیات مبارکہ پر اعراب، عربی زبان کے قواعد کی تدوین، اصول تفسیر اصول حدیث، اصول فقہ مدارس وغیرہ کی تعمیر۔

اب اگر ان تمام اہم امور کو بدعت کہہ کر ترک کر دیا جائے گا تو پھر کیسا ہو گا۔ یہ بیان کرنے کی احتیاج نہیں۔

۲۔ بدعت مندوبہ

وہ نیا کام جو نہ تو شرعاً واجب ہے اور نہ ہی ممنوع لیکن عام مسلمان اسے ثواب سمجھ کر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ مثلاً میلاد و سیرت کے اجتماعات، محافل ذکر اولیاء (عرس)، دینی کتب کی طباعت و اشاعت کے لئے جدید ٹیکنالوجی کا استعمال وغیرہ۔

۳۔ بدعت مباحہ

وہ نیا کام جس کے کرنے میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو اور نہ ہی کرنے والے اسے کارثواب سمجھیں مثلاً نئے نئے مشروبات و ماکولات سے لذت کام و دہن کا مداوا، کسی خاص علاقے کا مروجہ لباس وغیرہ۔

۴۔ بدعت محرمہ

وہ نیا کام جس سے دین میں ضرر و نقصان کا اندیشہ ہو اور اس پر عمل کرنے سے سنن یا واجبات پر عمل میں نقص واقع ہو۔ مثلاً نئے نئے فرقوں کا ظہور۔

۵۔ بدعت مکروہ

ایسا نیا کام جس سے سنن موکدہ وغیرہ کی ادائیگی رک جائے۔

الحمدللہ مذکورہ بالا گفتگو سے بدعت کی مدحت، مذمت اور اباحت کے بہت سے گوشے سامنے آئے ہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ کیا مروجہ محفل میلاد مصطفیٰ علیہ التحیہ والثناء کی کوئی اصل شرعی موجود ہے یا نہیں؟

قرآن وحدیث میں ذکر آمد رسول ﷺ

محافل میلاد میں حضور نبی رحمت ﷺ کے سوختہ سامان آپ کے نور مقدس کی تخلیق آپ کی اس خاکدان گیتی میں تشریف آوری کے تذکرے ہی تو کرتے ہیں کیا احادیث کی کتابوں میں نور محمدی ﷺ کے تذکرے موجود نہیں ہیں؟ کیا صاحب نشر الطیب نے نور محمدی ﷺ کے بارے کئی احادیث ذکر نہیں کی ہیں؟ جب قرآن دعائے خلیل کا تذکرہ چھیڑتا ہے تو کیا ہے بانداز دگر نبی محترم کی عظمت کی فضیلت کا بیان نہیں ہے؟ میحا نے اتنے اچھوتے اور بلیغ انداز میں بھلا کسی کی ولادت کی نوید سنائی تھی۔ اب بتائیے تو سہی کیا قرآن نے ایک ایک کر کے ان ذلتوں اور رپستیوں کا تذکرہ نہیں کیا جو آقا حضور ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے ساری دنیا پر مسلط تھیں؟ کیا قرآن نے اس نعمت کو یاد کرنے کا حکم نہیں دیا جس کے ظہور سے پہلے ایک انسان دوسرے انسان کا دشمن تھا پھر اس رحمت تمام کے صدقے میں ان کے متنفر قلوب قریب سے قریب تر ہوئے اور اخوت ومودت کی زنجیروں میں بندھ گئے اور ذرا غور تو کرو کہ وہ کون سا فضل ہے اور وہ کونسی رحمت کہ جس پر فرحت وانبساط کے اظہار کا حکم دیا جا رہا ہے۔ کیا حضور کے میلاد خواں اسی حکم کی تعمیل نہیں کرتے؟

ہاں ایک اور بات کی وضاحت بھی درکار ہے کیا حضور اکرم ﷺ کے عہد سعادت مآب میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سرکار کی محبت سرائی اور ولادت کے جان فزا نغمات نہیں چھیڑا کرتے تھے؟ کیا ادب و بلاغت کے نوشتوں میں زمزمہ حسان کی شیرینی کا کوئی

جواب آج بھی میسر ہے۔

واحسن منك لم ترقط عيني　　و اجمل منك لم تلد النساء

خلقت مبراء من كل عيب　　كانك قد خلقت كما تشاء

حضور گرامی مرتبت ﷺ کے زمانۂ اقدس میں منعقد ہونے والی ایک محفل ذکر رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تذکرہ بھی سنئے۔

عن ابن عباس رضی اللہ عنہ انه كان يحدث ذات يوم في بيته وقائع ولادته لقوم فيستبشرون و يحمدون الله تعالى و يصلون عليه الصلوٰة والسلام فاذا جاء النبي ﷺ قال حلت لكم شفاعتي

(رسول الکلام من کلام سید الانام فی بیان المولد والقیام)

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک روز وہ اپنے کاشانۂ اقدس میں لوگوں کے سامنے حضور اکرم و اطہر ﷺ کی ولادت پاک کے واقعات بیان کر رہے تھے لوگ فرحت و مسرت کا اظہار کر رہے تھے اللہ رب العزت کی حمد بیان کر رہے تھے کہ اس نے یہ نعمت کبریٰ عطا کی اور آقا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ میں درود بھیج رہے تھے۔ اچانک حضور اکرم ﷺ تشریف لے آئے اور ارشاد فرمایا میری شفاعت تم لوگوں کے لئے حلال ہوگئی۔

ایک اور ایمان و محبت افروز واقعہ سماعت فرمائیے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن حضور نبی رحمت ﷺ کی نورانی معیت میں حضرت عامر الانصاری رضی اللہ عنہ کی قیام گاہ کی طرف سے گزر ہوا ہم نے دیکھا وہ اپنے عزیز و اقرباء اولاد کو سرکار دو جہاں ﷺ کی ولادت باسعادت کے واقعات سنا رہے ہیں اور یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ تقدس مآب دن یہی تھا (یعنی پیر کا دن) حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے رحمت کے (بے شمار) دریچے وا کر دیئے ہیں اور (آسمان بالا کے) تمام فرشتے تمہارے لئے مغفرت کی دعائیں کر رہے

کا مستحق گردانا جائے گا۔ (اللہ اکبر) (حوالہ ایضاً)

اس قدر کون محبت کا صلہ دیتا ہے اس کا بندہ ہوں جو بندے کو خدا دیتا ہے

اور ہاں ذرا چشمِ تصور سے دیکھئے کہ وداع کی گھاٹیوں سے ایک چاند طلوع ہو رہا ہے کتنے ہی تابندہ ستارے اس کے گرد حلقہ بنائے ہوئے آہستہ آہستہ مدینہ کی جانب محوِ خرام ہیں۔ بنو نجار کے مکانوں کی چھتوں پر غنچہ ہائے نودیدہ کا ہجوم ہے۔ یہ ننھی ننھی معصوم بچیاں کہ جن کی فرحت و مسرت اور معصومیت پر فرشتوں کا تقدس نثار ہو رہا ہے کتنے شیریں و دلنواز لہجے میں کتنا پیارا گیت گنگنا رہی ہیں۔

طلع البدر علینا من ثنیۃ الوداع

واجب الشکر علینا ما دعی للہ داعی

الغرض کہ میلادِ مصطفی علیہ اطیب الثناء کی مروجہ صورت کے جتنے بھی اجزاء ہیں ان کی اصل قرآن و حدیث میں موجود ملتی ہے۔ گویا کہ یہ عمل اپنی اصل اور نفسِ موضوع کے اعتبار سے مسنون و مندوب ہے اور اپنی ہیئت کے اعتبار سے مباح ہے اور اباحتیں کسی دلیل کی مقتضی نہیں ہوا کرتیں اور جب قرآن و حدیث سے جواز کی صورتیں میسر آ جاتی ہیں تو پھر نہ جانے وہ کون سی "مصلحتیں" ہیں جن کی بنا پر یہ محمود و مستحسن امر بھی بدعت ضلالہ دکھائی دیتا ہے جس کا سلسلہ صدرِ اول سے اب تک جاری ہے۔ ہاں ہر زمانہ میں ذکرِ ولادت رسول اللہ ﷺ کے انداز اپنے اپنے رہے ہیں اور اس خوشی و مسرت کے اظہار کے طور طریقے حالات و واقعات افراد اور علاقوں کی مناسبت سے مختلف ضرور رہے ہیں۔

اہلِ اسلام کا دائمی معمول:

عالمِ اسلام کے عظیم و جلیل محدث ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ کی شہادت سنئے:

اہل الحرمین الشریفین والمصر والشام والسائر بلاد العرب من المشرق والمغرب یحتفلون بمجلس	اہل مکہ و مدینہ اہل مصر و شام اور تمام عالم اسلام (مشرق تا مغرب) ہمیشہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت سعیدہ کے موقع پر

ہلال شہر ربیع الاول و یہتمون اہتماما بلیغا علی السماع القراۃ لمولد النبی ﷺ دینالون بذلل اجزا جزیلا وفوزا عظیما

(المیلاد النبی ﷺ)

ہیں۔ اور پورا مہینہ قیام کرتے ہیں ان میں سب سے زیادہ اہتمام آپ کی ولادت کے تذکرے کا ہوتا ہے اور مسلمان محافل کے انعقاد سے اجرِ عظیم اور عظیم الشان روحانی فتوحات سے ہم کنار ہوتے ہیں۔

شاید علامہ ابن تیمیہ کی گواہی سے کچھ دل پسیج جائیں۔

وتعظیم المولد استفادہ موسما قد یفعله الناس و یکون له فیه اجر عظیم لحسن قصدہ و تعظیمه لرسول الله ﷺ کما قدمته لك انه یحسن من بعض الناس ما یتقبع من المؤمن السمدد

(اقتضاء الصراط المستقیم)

"اگر محفل میلاد کے انعقاد کا مقصد تعظیم رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے تو اس کے کرنے والے کے لئے اجرِ عظیم ہے۔ جس طرح میں نے پہلے بیان کیا ہے اور صاف ظاہر ہے کہ مسلمان ممالک میں محافل میلاد کے انعقاد میں سوائے تعظیم آنجناب اور محبت رسول اللہ ﷺ کے اور کوئی بھی مقصد پیش نظر نہیں ہو سکتا۔"

ایک عجیب منطق

فی زمانہ بہت سے اجتماعات شب و روز منعقد ہوتے ہیں مثلاً سیرت کانفرنسز، علمی سیمنار، دینی جماعتوں کے جلسے جلوس اس انداز سے یہ سب کچھ عہد رسالت پناہ ﷺ میں نہیں ہوتا تھا۔ لیکن نہ جانے کیوں شرعی جواز صرف محافل میلاد یا ایام بزرگان دین ہی کا طلب کیا جاتا ہے؟

وہی دلائل جو میلاد و عرس کے جواز میں رد کر دیئے جاتے ہیں اپنے اجتماعات کے جواز میں فوراً قبول کر لیتے ہیں۔

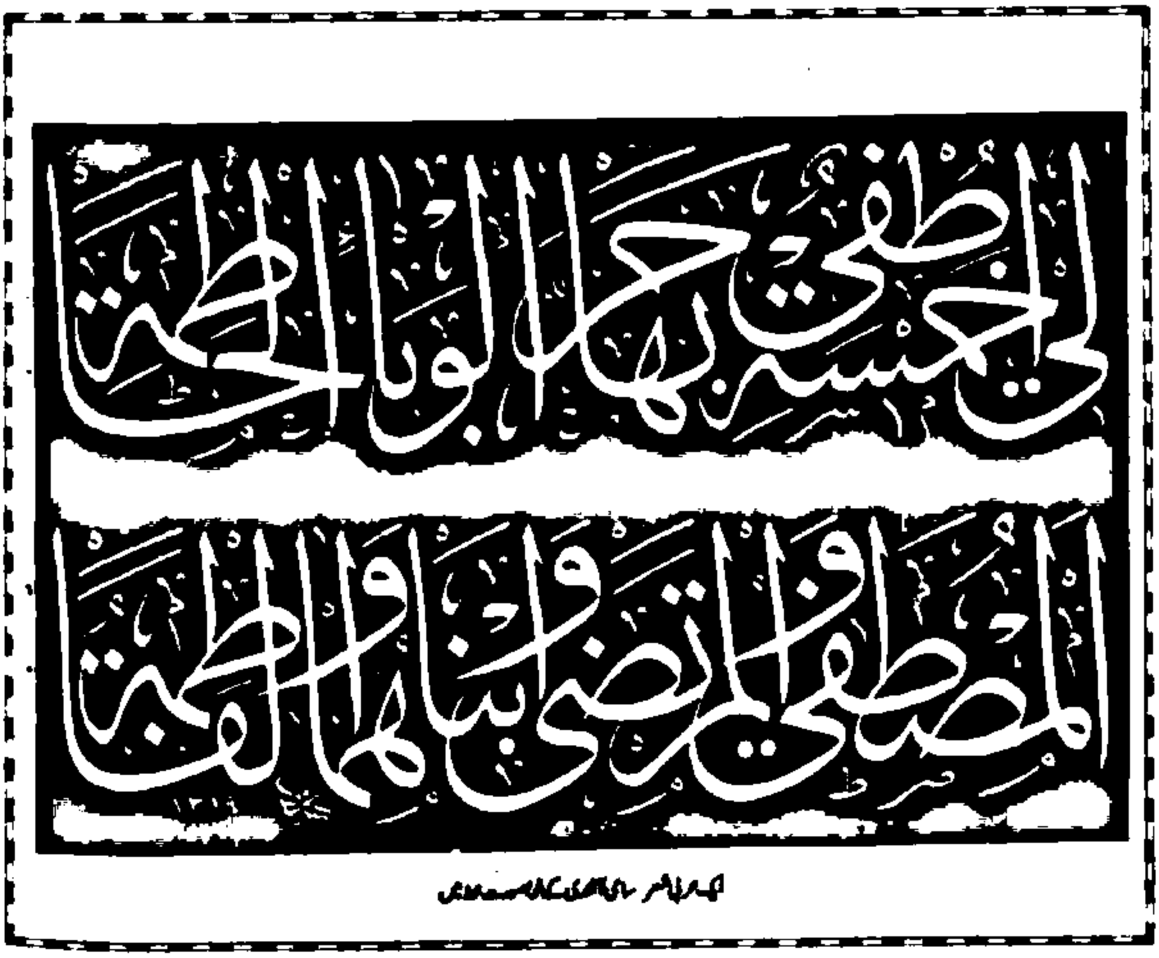
پہلے جناب شیخ نے دیکھا اِدھر اُدھر　　　پھر سر جھکا کر داخل میخانہ ہو گئے

احباب اہل سنت کی خدمت میں

الحمدللہ کہ اہلسنت کو سوادِ اعظم ہونے کا شرف حاصل ہے ان کے اعمال و اطوار میں صدیوں کی روایات کا ایک مقدس و متبرک تسلسل ہے۔ انہیں کے دم سے اسلاف کے معمولات حمیدہ زندہ و سلامت ہیں۔ اہل سنت پر ان دیرینہ و تابندہ روایات کی محافظت کا بار گراں ہے۔ آپ کسی جہالت زدہ شخص کو ہرگز یہ موقع نہ دیں کہ وہ میلاد و عرس جیسے متبرک اجتماعات کو اپنے مذموم مقاصد اور ہوائے نفس کے لئے استعمال کرے۔ ان محافل کا تقدس ادب، احترام اور پاکیزگی بہر صورت برقرار رہنی چاہئے یاد رکھئے بے سرو پا حکایتوں، موضوع روایتوں اور مذموم بدعتوں سے اہل سنت کا نہ پہلے کوئی تعلق تھا اور نہ اب ہے بلکہ ان کی بیخ کنی ہمارے فرائض میں شامل ہے۔

آؤ ذکرِ حسنِ شہ بحر و بر کریں ۔۔۔ جلوے بکھیر دیں شبِ غم کی سحر کریں

مل کر بیان محاسن خیر البشر کریں ۔۔۔ عشق نبی ﷺ کی آگ کو کچھ تیز تر کریں



محافل سیرت مبارکہ و میلاد شریف کے تقاضے

محمد انور بابر ☆

طلوع مہر رسالت وداع ظلمت شب مرے رسول ﷺ کی بعثت ہے صبح نو کی نمود ہے

ہر سال ہم "عید میلاد النبی" مذہبی جوش وخروش سے مناتے ہیں اور سیرت النبی ﷺ کے حوالے سے جلسوں اور جلوسوں کا اہتمام کرتے ہیں۔ یکم تا بارہ ربیع الاول کے ایام اسی مصروفیت میں گزرتے ہیں۔ بلاشبہ ان محافل مبارکہ کا انعقاد باعث حصول برکت و سعادت ہے۔ اس کے علاوہ سال بھر عرسوں، جلسوں، اجتماعوں کا سلسلہ بھی جاری رہتا ہے۔ لیکن ہم نے مسلمان ہونے کے ناطے کبھی یہ بھی نہیں سوچا کہ ان مبارک ایام اور سال بھر کی دیگر مجالس کے انعقاد کے حقیقی مقاصد کیا ہیں؟

آؤ! آج اس مبارک دن اور ان مبارک ساعتوں میں تھوڑا سا ان کلیدی مقاصد کا جائزہ بھی لیتے چلیں۔ جو حضور سید عالم ﷺ کے میلاد پاک اور سیرت مبارکہ سے عبارت ہیں۔

آنحضور ﷺ کی بعثت سے پہلے کے انسانی رویوں کی روداد اتنی روح فرسا ہے کہ آج بھی اس کے تصور سے ضمیر انسانیت شرمندہ ہو جاتا ہے۔ خالق کائنات کی غیرت نے اشرف المخلوقات کی اس پستی کو گوارا نہ کیا۔ اور ان گم کردہ راہ انسانوں کی رہنمائی اور اصلاح کے لئے ایک نجات دہندہ کو بھیجنے کا فیصلہ کیا۔ چنانچہ فاران کی چوٹیوں سے ایک نور چمکا جس نے اندھیروں کو کافور کر دیا اور ذرے ذرے کو فروغ تابش حسن سے غیرت خورشید کر دیا۔

☆ ماہر تعلیم، بے لوث قلم کار: لیکچرار شعبہ اردو ڈگری کالج لکی مروت (کے پی۔ کے)

کس نے ذروں کو مٹایا اور صحرا کر دیا   کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا درِ یتیم   اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا
آدمیت کا غرض ساماں مہیا کر دیا   اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

حضور سید عالم ﷺ نے اپنے اعلیٰ اخلاق و کردار کی قوت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک ایسی جماعت کی تشکیل کی جس نے دنیا میں ایک انقلاب عظیم برپا کر دیا۔ اور دنیا نے کھلی آنکھوں سے یہ تجربہ دیکھ لیا کہ عیسائیت، مجوسیت، یہودیت، دہریت، اور مشرکین و صائبین کی سب ضلالتیں اور ان کی شاہانہ قوتیں اسی جماعت کے ہاتھوں پیوند خاک ہو گئیں اور پچاس ہجری سے قبل نصف سے زیادہ دنیا پر اسلامی عظمت و شوکت کا جھنڈا اس مقدس جماعت نے لہرا دیا۔

بات کیا تھی کہ نہ روما سے نہ ایراں سے دبے   چند بے تربیت اونٹوں کو چرانے والے
جن کو کافور پہ ہوتا تھا نمک کا دھوکہ   ہو گئے خاک کو اکسیر بنانے والے

حضور ﷺ کی بعثت کے مقاصد ہی یہی تھے کہ دنیا سے کبر و نخوت، جھوٹ، فریب، غیبت، بدعہدی، چوری، زنا، جوا، ظلم رشوت، سفارش اور فتنہ و فساد جیسے انسانیت کش جرائم سے دنیا کو پاک کر دیا جائے۔ چنانچہ ان مقاصد کی تکمیل کے لئے حضور سرورِ دو عالم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین اور بزرگانِ دین نے جو فعال کردار ادا کیا اظہر من الشمس ہے۔ ان نابغہ روزگار ہستیوں کے آفاقی مشن کو مسلمان ہی نے آگے بڑھانا تھا۔ لیکن! افسوس مسلمان خود مادیت کے گرداب میں پھنس گیا اور روحانی اقدار سے روگردانی کرنے لگا۔ اگر آج کے دور کے مسلمان اپنے گریبانوں میں جھانکیں اور قبل از اسلام کے دورِ جاہلیت سے اپنا موازنہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم آج پھر وہیں کھڑے ہیں جب آسمان نبوت پر آفتاب رسالت طلوع نہیں ہوا تھا۔ ہم دعوت تبلیغ دیتے ہیں۔ عرس و میلاد کرتے ہیں۔ مجالس عزا اور سیرت کانفرنسوں کا انعقاد کرتے ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ پر بھی عمل پیرا ہیں پھر بھی ہمارا کردار اسلامی اقدار کا آئینہ دار نہیں ہے۔

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے   وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز، روزہ، قربانی و حج   یہ سب باقی ہے تو باقی نہیں ہے

کس نے ذروں کو مٹایا اور صحرا کر دیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا
کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا درِ یتیم
اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا
آدمیت کا غرض ساماں مہیا کر دیا
اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

حضور سید عالم ﷺ نے اپنے اعلیٰ اخلاق و کردار کی قوت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک ایسی جماعت کی تشکیل کی جس نے دنیا میں ایک انقلاب عظیم برپا کر دیا۔ اور دنیا نے کھلی آنکھوں سے یہ عجوبہ دیکھ لیا کہ عیسائیت، مجوسیت، یہودیت، دہریت، اور مشرکین و صائبین کی سب ضلالتیں اور ان کی شاہانہ قوتیں اسی جماعت کے ہاتھوں پیوند خاک ہو گئیں اور پچاس ہجری سے قبل نصف سے زیادہ دنیا پر اسلامی عظمت و شوکت کا جھنڈا اس مقدس جماعت نے لہرا دیا۔

بات کیا تھی کہ نہ روما سے نہ ایراں سے دبے
چند بے تربیت اونٹوں کو چرانے والے
جن کو کافور پہ ہوتا تھا نمک کا دھوکہ
ہو گئے خاک کو اکسیر بنانے والے

حضور ﷺ کی بعثت کے مقاصد ہی یہی تھے کہ دنیا سے کبر و نخوت، جھوٹ، فریب، غیبت، بدعہدی، چوری، زنا، جوا، ظلم رشوت، سفارش اور فتنہ و فساد جیسے انسانیت کش جرائم سے دنیا کو پاک کر دیا جائے۔ چنانچہ ان مقاصد کی تکمیل کے لئے حضور سرورِ دو عالم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین اور بزرگان دین نے جو فعال کردار ادا کیا اظہر من الشمس ہے۔ ان نابغہ روزگار ہستیوں کے آفاقی مشن کو مسلمان ہی نے آگے بڑھانا تھا۔ لیکن! افسوس مسلمان خود مادیت کے گرداب میں پھنس گیا اور روحانی اقدار سے روگردانی کرنے لگا۔ اگر آج کے دور کے مسلمان اپنے گریبانوں میں جھانکیں اور قبل از اسلام کے دور جاہلیت سے اپنا موازنہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم آج پھر وہیں کھڑے ہیں جب آسمان نبوت پر آفتاب رسالت طلوع نہیں ہوا تھا۔ ہم دعوت تبلیغ دیتے ہیں۔ عرس و میلاد کرتے ہیں۔ مجالس عزا اور سیرت کانفرنسوں کا انعقاد کرتے ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ پر بھی عمل پیرا ہیں پھر بھی ہمارا کردار اسلامی اقدار کا آئینہ دار نہیں ہے۔

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے
وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے
نماز، روزہ، قربانی و حج
یہ سب باقی ہے تو باقی نہیں ہے

کس نے ذروں کو مٹایا اور صحرا کر دیا ۔۔۔ کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کر دیا

کس کی حکمت نے یتیموں کو کیا درِ یتیم ۔۔۔ اور غلاموں کو زمانے بھر کا مولا کر دیا

آدمیت کا غرض ساماں مہیا کر دیا ۔۔۔ اک عرب نے آدمی کا بول بالا کر دیا

حضور سید عالم ﷺ نے اپنے اعلیٰ اخلاق و کردار کی قوت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک ایسی جماعت کی تشکیل کی جس نے دنیا میں ایک انقلاب عظیم برپا کر دیا۔ اور دنیا نے کھلی آنکھوں سے یہ تجربہ دیکھ لیا کہ عیسائیت، مجوسیت، یہودیت، دہریت، اور مشرکین و صائبین کی سب ضلالتیں اور ان کی شاہانہ قوتیں اسی جماعت کے ہاتھوں پیوند خاک ہو گئیں اور پچاس ہجری سے قبل نصف سے زیادہ دنیا پر اسلامی عظمت و شوکت کا جھنڈا اس مقدس جماعت نے لہرا دیا۔

بات کیا تھی کہ نہ روما سے نہ ایراں سے دبے ۔۔۔ چند بے تربیت اونٹوں کو چرانے والے

جن کو کافور پہ ہوتا تھا نمک کا دھوکہ ۔۔۔ ہو گئے خاک کو اکسیر بنانے والے

حضور ﷺ کی بعثت کے مقاصد ہی یہی تھے کہ دنیا سے کبر و نخوت، جھوٹ، فریب، غیبت، بدعہدی، چوری، زنا، جوا، ظلم رشوت، سفارش اور فتنہ و فساد جیسے انسانیت کش جرائم سے دنیا کو پاک کر دیا جائے۔ چنانچہ ان مقاصد کی تکمیل کے لئے حضور سرورِ دو عالم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین اور بزرگانِ دین نے جو فعال کردار ادا کیا اظہر من الشمس ہے۔ ان نابغہ روزگار ہستیوں کے آفاقی مشن کو مسلمان ہی نے آگے بڑھانا تھا۔ لیکن! افسوس مسلمان خود مادیت کے گرداب میں پھنس گیا اور روحانی اقدار سے روگردانی کرنے لگا۔ اگر آج کے دور کے مسلمان اپنے گریبانوں میں جھانکیں اور قبل از اسلام کے دورِ جاہلیت سے اپنا موازنہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہم آج پھر وہیں کھڑے ہیں جب آسمان نبوت پر آفتاب رسالت طلوع نہیں ہوا تھا۔ ہم دعوت تبلیغ دیتے ہیں۔ عرس و میلاد کرتے ہیں۔ مجالس عزا اور سیرت کانفرنسوں کا انعقاد کرتے ہیں۔ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ پر بھی عمل پیرا ہیں پھر بھی ہمارا کردار اسلامی اقدار کا آئینہ دار نہیں ہے۔

رگوں میں وہ لہو باقی نہیں ہے ۔۔۔ وہ دل وہ آرزو باقی نہیں ہے

نماز، روزہ، قربانی و حج ۔۔۔ یہ سب باقی ہے تو باقی نہیں ہے

برادرانِ اسلام! ذرا غور کریں کہ ہمارے معمولات زندگی میں عملی طور پر دینی و مذہبی تقاضوں کا کتنا عمل دخل ہے۔ ہم مسلمان تو ہیں لیکن ہم میں مسلمانی کی حقیقی روح کتنی ہے؟ انفرادی سطح سے لے کر اجتماعی اور بین الاقوامی سطح پر اپنے کردار کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ ہماری مسلمانی کتنی گھٹیا اور پست درجہ کی ہے۔

خرد نے کہہ بھی دیا لاالہ تو کیا حاصل   دل و نگاہ مسلماں نہیں تو کچھ بھی نہیں

الحذر...... الاماں۔ کلمہ گو مسلمان اور قول و فعل میں تضاد۔ رشتہ داروں اور پڑوسیوں سے بدسلوکی، حقوق والدین اور حقوق اولاد سے روگردانی، اپنوں سے بے انصافی، غیروں کی حق تلفی، قتل و غارت، فتنہ و فساد، ہر برائی پر جرات مندانہ اقدام، نہ خوف خدا نہ شرم مصطفی ﷺ۔ آخر وہ کونسا عیب ہے جو عہد جہالت میں تھا اور اب ہم میں نہیں۔ اس پر بھی لوگ ہمیں حاجی صاحب، مولانا صاحب، شیخ صاحب، حافظ صاحب، شاہ صاحب، پیر صاحب، امیر صاحب اور فلاں صاحب کہتے ہیں تو ہم پھولے نہیں سماتے۔ ہماری پارسائی کا بھرم رہتا ہے اور مسلمانی کا سلسلہ کہیں بھی ٹوٹنے نہیں پاتا۔ لیکن!

دل ہے مسلمان تیرا نہ میرا   تو بھی نمازی میں بھی نمازی

غضب خدا کا مسلمان اور راشی، مسلمان اور چور، مسلمان اور زانی، مسلمان اور ناصب، بدخو اور جواری، بزدل اور ڈرپوک۔ اگر بیک وقت ایک چیز سیاہ اور سفید دونوں رنگوں کی حامل نہیں ہوسکتی، اگر دو اور دو مل کر کبھی کہیں تین یا پانچ نہیں ہوتے بلکہ چار ہوتے ہیں، اگر بیماری اور تندرستی، سردی اور گرمی، بے عدلی اور عدل، رحم اور بے رحمی، شقاوت اور مروت، یکجا نہیں ہو سکتے تو اس طرح مسلمان کے ساتھ یہ بد خصلتیں اور بری عادتیں بھی جمع نہیں ہو سکتیں۔ مسلمانی نام ہے اخلاص و وفا کا، محبت و اخوت کا، نیکی اور بھلائی کا، عزت و ناموس کا، یقین اور ایمان کا۔

ایک کلمہ گو مسلمان کی حرمت اور مقام، کعبہ سے بھی افضل و اعلیٰ ہے۔ دانائے سبل، ختم الرسل، مولائے کل، انسان کامل و اکمل، خیر البشر، ہادی اکبر ﷺ نے ایک بار طواف کے دوران خانہ کعبہ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا: اے بیت اللہ، کتنا پاکیزہ ہے تو اور کیسی خوشگوار ہے تیری فضاء اور کتنا عظیم ہے تو اور کتنا محترم ہے تیرا مقام مگر اس خدا کی قسم جس

کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے، ایک مسلمان کی جان و مال کا احترام اللہ کے نزدیک تیری حرمت سے زیادہ ہے۔(ابن ماجہ)

اس حدیث مبارکہ کی روشنی میں ذرا اپنا محاسبہ کریں کہ ایک مسلمان بھائی کی حرمت و عزت کا ہمیں کتنا لحاظ ہے۔ زن، زر، زمین پر مسلمان سے جھگڑا، پانی پر جھگڑا، درو دیوار پر جھگڑا، گندی نالی پر جھگڑا، کوڑیوں کے سود و زیاں پر جھگڑا، گھر میں جھگڑا، مسجد میں جھگڑا، نماز و دعا پر جھگڑا، درود و سلام پر جھگڑا، اور جھگڑے پہ جھگڑا الحذر الاماں۔

ماضی کے اوراق الٹ کر دورِ جہالت کی ایک جھلک لی جائے تو آج کے دور اور جہالت کے دور میں کوئی فرق ہی دکھائی نہیں دیتا۔ حالی نے برسوں پہلے کا جو نقشہ کھینچا ہے دورِ حاضر کی اس میں کتنی مکمل عکاسی دکھائی دیتی ہے۔

کہیں تھا مویشی چرانے پہ جھگڑا کہیں پہلے گھوڑا بڑھانے پہ جھگڑا
لب جو کہیں آنے جانے پہ جھگڑا کہیں پانی پینے، پلانے پہ جھگڑا
یوں ہی روز ہوتی تھی تکرار ان میں یوں ہی چلتی رہتی تھی تلوار ان میں

حق تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ "اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔"

اسلام ہم سے حقیقی، سچی اور مخلصانہ مسلمانی کا تقاضا کرتا ہے۔ ہم نے اسلام میں پورے داخل ہو کر اپنے آپ کو اسلام کے تابع کرنا ہے نہ کہ اسلام کو اپنی مرضی کے مطابق بنانا ہے۔ ہم نے زمانہ کے ساتھ نہیں چلنا بلکہ زمانہ کو اپنے ساتھ چلانا ہے۔ اگر اس طرح ممکن نہیں تو ظاہر اور باطن کے تضاد پر مبنی یہ مسلمانی خدا اور رسول کو تو کیا ایک کافر اور بت پرست کے نزدیک بھی قابل قبول نہیں۔

یوں تو سید بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو تم سبھی کچھ ہو، بتاؤ کہ مسلمان بھی ہو

کبھی ہم نے سوچا کہ یہ ہمارا دو رنگا، منافقت زدہ کردار اور ہزاروں گم کردہ راہ انسانوں کے دائرہ اسلام میں داخل ہونے میں حائل ہے۔ ماضی میں مسلمان کے اعلیٰ کردار اور اخلاق سے اسلام کی اشاعت ہوئی۔ آج ہمارے منفی کردار کی بدولت لاکھوں غیر مسلم روحیں کفرستان کے خارزار میں بھٹکتی پھر رہی ہیں۔ اور فردوسِ زارِ اسلام میں آنے سے

گریزاں ہیں۔

حضور سرور کائنات ﷺ کی زندہ و جاوید تعلیمات آج بھی عالم انسانیت کے لئے مشعل راہ ہیں اور مردہ دلوں میں زندگی کی نئی روح پیدا کرنے کا اثر رکھتی ہیں۔ ایک آفاقی نظریہ سے تجزیہ کیا جائے تو آج بھی ہر مذہب اور ملت کے لوگ حضور ﷺ کے مداح ہیں۔

ہندو ہوں بہت دور ہوں اسلام سے لیکن مجھ کو بھی محمد ﷺ کی شفاعت پہ یقیں ہے

ایک اور ہندو نوجوان ادیب سوامی لکشمی آنجہانی نے ہندو ہوتے ہوئے بھی عشق رسول ﷺ میں ڈوب کر حضور ﷺ سرور کونین کی سیرت مبارکہ پر چار سو صفحات کی ضخیم کتاب "عرب کا چاند" لکھی۔ پھر بھی وہ کلمہ پڑھ کر دائرہ اسلام میں داخل نہ ہو سکے۔ اور ایمان کی دولت نایاب سے محروم رہے۔ آخر کیوں؟ اس سوال کا جواب خود سوامی لکشمی کی زبانی گوش گزار کرنا چاہوں گا۔ اے اسلامی بھائی! ذرا سینہ پر ہاتھ رکھ اور دھڑکتے دل سے ایک ہندو نوجوان کے مسلمان نہ ہونے کا حال خود اسی ہی کی زبانی سماعت کر۔

"عرب کا چاند" کے ہندو مؤلف اپنے ایک مکتوب میں اس صورت حال کو یوں بیان کرتے ہیں۔

"جب میں مسجد کے سامنے سے گزرتا ہوں تو میری رفتار خود بخود سست پڑ جاتی ہے گویا کوئی میرا دامن پکڑ رہا ہو۔ میرے قدم وہیں رک جانا چاہتے ہیں۔ گویا وہاں میری روح کے لئے تسکین کا سامان موجود ہو۔ مجھ پر ایک بے خودی سی طاری ہونے لگتی ہے گویا مسجد کے اندر کوئی میری روح کو پیام مستی دے رہا ہو۔ جب موذن کی زبان سے میں "اللہ اکبر" کا نعرہ سنتا ہوں تو میرے دل کی دنیا میں ایک ہنگامہ سا بپا ہو جاتا ہے۔ گویا کسی خاموش سمندر کو متلاطم کر دیا گیا ہو۔ جب نمازیوں کو میں خدائے قدوس کے سامنے سر بسجود دیکھتا ہوں تو میری آنکھوں میں ایک بیداری سی پیدا ہو جاتی ہے۔ گویا میری روح کو ایک متوحش خواب جھنجھوڑ کر جگا رہا ہو۔ لیکن جب مسجد سے چند قدم آگے بڑھ جاتا ہوں تو پھر:

میری آنکھوں کے سامنے موجودہ مسلمانوں کی روز مرہ زندگی کا نقشہ آتا ہے۔ رنگ کس قدر پھیکا، خطوط کس قدر غیر متناسب، حدود کس قدر غلط۔ میں سوچنے لگتا ہوں؟ یہ

مسلمان! جو صرف اس لئے مسلمان کہلاتے ہیں کہ وہ پانچ وقت کی نماز پڑھ چھوڑتے ہیں۔ یہ مسلمان، جو صرف اس لئے مسلمان کہلاتے ہیں کہ ان کی پیدائش مسلمان گھرانوں میں ہوئی ہے، یہ مسلمان جن کی گفتار میں فضائل اسلام کا ذکر پایا جاتا ہے۔ مگر جن کے کردار میں اسلام کی روح نہیں دیکھی جاتی۔ یہ مسلمان فقط صورت اور نام کے مسلمان ہیں مگر سیرت اور کام کے مسلمان نہیں۔ یہ مسلمان جن کا جسم تو مسلمان ہے مگر جن کے دلوں کا خدا حافظ ہے۔ خود ان کے پاس ہی کیا ہے جو مجھے ان کی صحبت و قرابت سے کچھ مل سکے گا۔ کیا یہ بہتر نہیں کہ میرا ظاہر کافر کہلاتے ہوئے بھی میرا باطن مسلمان رہے بجائے اس کے کہ میرا ظاہر مسلمان کہلاتے ہوئے بھی میرا دل ان مسلمانوں کی طرح کافر ہی رہے۔

اگر محض مسجدوں کی نمازوں، کعبہ کے حج اور قرآن کی تلاوتیں ہی کسی کو فرشتہ بنا سکتیں تو یہ مسلمان کہلانے والے بھی فرشتہ بن چکے ہوتے۔ مذہب کا تعلق جبہ و دستار اور ریش دراز سے نہیں بلکہ انسان کے دل سے ہے۔ پس اگر میرا دل مسلمان ہے تو میرے جسم کے مسلمان نہ ہونے پر کسی کو اعتراض کیوں ہو؟ (عرب کا چاند۔ صفحہ ۶۔۷)

برادران اسلام! ایک غیر مسلم، ہندو ادیب کا ہماری "موجودہ مسلمانی" پر ایسا بے باک تبصرہ ہماری آنکھیں کھول دینے کے لئے کافی ہے۔ قطع نظر اس کے کہ ہندو ادیب نے جملہ اہل اسلام کو ایک ہی نظر سے دیکھا ہے اور وہ حقیقت کے اتنے قریب آ کر بھی ابلیس کے ہاتھوں بھٹک گیا اور ایمان کی دولت نایاب سے محروم رہا۔ بے شک ہم اس کے تبصرہ کو حجت نہیں مانتے لیکن اپنی کمزوریوں کا جائزہ لینے کے لئے تو اس کے الفاظ پر غور کرنا چاہئے۔

ہندو ادیب "سوامی لکشمی" اور اس کے دیگر لاتعداد ہم مذہب لوگوں نے جو حضور سرور عالم ﷺ کی مدح سرائی کی ہے اور نظم و نثر میں خراج تحسین پیش کیا تو یہ عالم اسلام کے نزدیک کوئی انہونی، انوکھی بات نہیں۔ ظہور اسلام سے بہت پہلے جب ہندومت کی ابتدا تھی۔ ہندوؤں کے دیوتاؤں کی ویدوں میں اسلام کی صداقت برحق تھی۔ حضور سرور کونین ﷺ کی تشریف آوری کی پیش گوئیاں موجود تھیں۔ چنانچہ ہندوؤں کی قدیم مذہبی کتاب "بھاگوت پرانڈ" میں ایسے بھی ... موجود ...

"وہ مظہر حق ﷺ بارہ ربیع الاول بروز پیر پیدا ہوگا، امن والے شہر (مکہ معظمہ) میں ایک سردار کے ہاں جس کا نام عبداللہ ہوگا، اس کی ماں کا نام آمنہ ہوگا۔"

(بھاگوت پران، اسکند ۱۲ باب ۲، شلوک ۱۸)

یہ سچائی کی فطرت ہے کہ وہ اپنے آپ کو منوا لیتی ہے، منوائی نہیں جاتی۔ تاریخ عالم اسلام اس پر شاہد ہے کہ حضور سرورِ عالم ﷺ کے دور مبارکہ میں بھی آپ ﷺ کے ازلی حریف اور جانی دشمن بھی آپ ﷺ کی سچائی، صداقت، شرافت، حقانیت، عظمت اور اعلیٰ اخلاق کے معترف تھے۔ وہ آپ ﷺ کے پاس امانتیں رکھتے اور آپ ﷺ سے فیصلے کرواتے۔ ہندو ادیبوں، شاعروں، سکالروں اور دیگر انگریز مستشرقین اور ہر مذہب وملت کے ارباب شعور نے جو دین اسلام اور اس کے داعی پیغمبر اسلام علیہ السلام کی توصیف وتعریف میں جو طبع آزمائی کی ہے تو یہ انہوں نے دین اسلام یا اہل اسلام پر کوئی احسان نہیں کیا یہ تو حقیقت اور سچائی کا اعجاز ہے کہ مخالفین کی زبانی بھی اپنی حقانیت کو تسلیم کروا لیا ورنہ دین اسلام کی عظمت اور حقانیت کا اعلان ایک انسان اور وہ بھی ہندو، بت پرست، بے دین کی زبانی کس وقعت وحیثیت کا حامل ہو سکتا ہے۔ جب رب العالمین، مالک ارض وسما، خالق جن وبشر وحور وملک خود ہی اعلان فرما رہا ہے۔

اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ ۔ بے شک اللہ کے یہاں اسلام ہی دین ہے۔ (آل عمران:۱۹)

اس حقیقت کو تسلیم کرنا ہر ذی روح کی مجبوری اور ضرورت ہے اگر کوئی یہاں نہ مانے تو کل قیامت کے دن عرصات محشر میں سب کو ماننا پڑے گا اور کافر تمنا کریں گے کہ کاش (ہم دنیا میں) مسلمان ہوتے۔ (پ۔ ۱۴، الحجر ۲)

بلاشبہ یہ دور؟ قحط الرجال کا دور ہے لیکن ایسے مومن کامل بھی موجود ہیں جو پیکر شریعت وطریقت ہیں۔ اصحاب کشف وکمالات ہیں اور ایسے فدایان اسلام اور شمع رسالت کے پروانے بھی موجود ہیں جو ناموس رسالت اور توقیر دین وملت پر اپنی جانوں کے نذرانے پیش کر رہے ہیں۔ درگاہ حضرت بل (سرینگر) پر ہندو آمریت کا غاصبانہ قبضہ کوئی دور کی بات نہیں۔

کیا خبر کفر کو ایمان کی اے شاہِ امم
جو تیرے نام پہ گھر بار لٹا دیتا ہے

آج بھی بردہ سرکار رسول عربی ﷺ
اپنا سر موئے مبارک پہ کٹا دیتا ہے

ہندو ادیب سوامی لکشمی نے جو منفی اثر لیا ہے تو وہ ان عام مسلمانوں سے لیا ہے۔ جو حالات کے زیر اثر مادی عروج کے لالچ میں اپنی دینی روایات اور مذہبی قواعد سے روگردانی کر رہے ہیں لہٰذا ہمارے متعلق غیر مسلموں کا ایسا تاثر یقیناً قابل مذمت ہے۔ اور ہمیں یہ سوچنے پر مجبور کرتا ہے کہ ہم اپنے معمولات پر نظر ثانی کریں۔ بہت ضروری ہے کہ ہم سنبھل جائیں کہ ہم نے ایک سربراہ (خلیفہ) کی نگرانی میں پوری اسلامی دنیا پر مشتمل خلافت واحد قائم کر کے دوسری اقوام کو پیغام حق پہنچانے کے لئے داعی بننا ہے۔

اے برادران اسلام! آؤ کتاب و سنت کا راستہ اختیار کریں اور ہم اپنے ذاتی مفاد. مصلحت کو ختم کر کے عالم انسانیت کی فلاح و بہبود کے لئے اپنے آپ کو وقف کر دیں۔ دین اسلام کے احکام کو ہر قدم پر مقدم کر دیں تاکہ ہمارا وجود ایک بار پھر دنیا کے لئے قابل تقلید اور اتھارٹی ہو جائے۔ ہم اپنے قول و عمل سے خود کو محمد عربی ﷺ کا حقیقی جانشین اور نائب ثابت کریں۔ برادران اسلام کو مژدہ ہو کہ ایسا ہونا ممکن ہے۔

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

اے گرفتار ابوبکر رضی اللہ عنہ و علی رضی اللہ عنہ! اے پیارے اسلامی بھائی! حالات کا تقاضا ہے کہ اپنے آپ کو فرقہ آرائی سے آزاد کر دے۔ فروعی مسائل میں نہ الجھ بلکہ اپنے کردار پر توجہ کر۔ عمل کی بھٹی میں خود کو کندن بنا دے۔ ظاہری مسلمانی سے عبارت یہ چند عبادات یہ چند رسمی معمولات منزل نہیں، عقیدت کو یقین کے مقام سے آشنا کر۔ اپنے خلق کو بلند کر۔ اتنا بلند، اتنا اونچا کہ اس سے اوپر تمام بلندیاں ختم ہو جائیں۔ کیونکہ ہادی اکبر رحمت عالم ﷺ کا فرمان عالی شان ہے کہ میری بعثت ہی اس مقصد کے لئے ہوئی کہ مکارم اخلاق کو اس کی انتہائی بلندیوں تک پہنچا دوں۔

انی بعثت لاتمم مکارم الاخلاق

تاکہ ظالم، سفاک دنیا تیرے اخلاق کی تلوار سے گھائل ہو کر تیرے قدموں میں آ جائے اور تجھ سے مرہم طلب کرے اور تیرا بلند اخلاق [illegible] اسلام

اور تیرے رسول ﷺ ذی وقار کی ہدایت کے مطالعے کی دعوت دینے لگے۔ تو اسلام کا چلتا پھرتا مبلغ اور اس کی منہ بولتی تصویر ہو۔ تیرا خلق قرآن ہو اور تو دنیا کی بلند ترین ہستی، معلم کتاب وحکمت وصاحب خلق عظیم کا عملی نمونہ ہو۔

اے توحید کے فرزند! اے شمع رسالت کے پروانے! اپنی خودی کی تکمیل کر اور خود کو اتنا بلند کر کہ تیری تدبیر دنیا کی تقدیر بن جائے۔ تو اللہ کی رضا پر اتنا چل کہ تو خود اللہ کی رضا بن جائے۔ ایسا طالب بن کہ خود مطلوب تیرا طالب بن جائے۔

تیرے دریا میں طوفاں کیوں نہیں ہے ۔۔۔ خودی تیری مسلماں کیوں نہیں ہے
عبث ہے شکوہ تقدیر یزداں ۔۔۔ تو خود تقدیر یزداں کیوں نہیں ہے



اِن نِلتِ یا ریحَ الصَّبا یوماً الیٰ ارضِ الحرم
بلِّغ سلامی روضۃً فیہا النبیُّ المحترم
من خدہٖ بدرُ الدُّجیٰ من وجہہٖ شمسُ الضحیٰ
من ذاتہٖ نورُ الہدیٰ من کفہٖ بحرُ الہمم

□ [illegible] عربی کے نعتیہ اشعار، ملا عبدالرحمٰن جامی

ثمرات میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اور دورِ جدید کے تقاضے

سید زاہد حسین نعیمی ☆

اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو تخلیق کیا اور مخلوق میں بنی آدم کو شرف بخشا کہ اسے تمام مخلوق میں اشرف المخلوقات بنایا اور اس کے سر پر خلافت کا تاج رکھا۔ مخلوق کی راہ ہدایت کے لئے ہر دور اور زمانے میں انبیاء کرام تشریف لاتے رہے جو ان کو اللہ تعالیٰ کی معرفت اور دین الٰہی کے احکامات بتاتے رہے۔ مخلوق کو صراط المستقیم بتاتے رہے، جنہوں نے راہ حق کو قبول کیا، وہ انعام یافتہ ٹھہرے اور جنہوں نے انکار کیا وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب و عتاب کا شکار ہوئے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک لاکھوں انبیاء کرام کائنات ارضی پر تشریف لائے جو اپنا فریضہ پورا کرتے رہے۔ قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ ہر نبی اپنے اپنے دور میں اپنی اقوام کو حضرت محمد ﷺ کی آمد کی خبر بھی دیتے رہے، بلکہ آخر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے آپ ﷺ کی تشریف آوری کی خوشخبری دی۔ جس کا ذکر خود قرآن حکیم نے کیا ہے۔

یہ انبیاء کرام علیہم السلام جہاں اپنے فرائض بہت پورے کرتے رہے، وہاں بنی آدم کو میثاق ارواح میں کیا گیا وعدہ بھی یاد دلاتے رہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے فرمایا "الست بربکم" یعنی کہا کیا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں تو سب نے یک زبان کہا تھا "قالو بلیٰ" یعنی کیوں نہیں تو ہی ہمارا رب ہے۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انبیاء کرام کا دیا ہوا سبق ان کی قومیں بھول گئیں اور وہ، وہ وعدہ بھی بھول گئیں جب اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام

☆ عالم دین و ماہر تعلیم: راولاکوٹ۔ آزاد کشمیر

سے وعدہ لیا تھا کہ "جب میرا رسول ﷺ تمہارے پاس آئے تو تم ضرور اس کی مدد کرنا"۔ انبیاء کرام بشارت دیتے رہے، لیکن انبیاء کی قومیں بھولتی رہیں۔ یہاں تک کہ انسانیت دم توڑنے لگی اور خود خالق کائنات کو اعلان کرنا پڑا "وان کانو من قبل لفی ضلالٍ مبین" بیشک آپ کی آمد سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں تھے۔ آپ ﷺ کی ولادت سے پہلے ان کی کھلی گمراہی کیا تھی، ہر طرف تاریکی ہی تاریکی تھی۔ شراب نوشی عام تھی، قمار بازی کا دور دورہ تھا۔ حرام کاری لوگوں کی عادت ثانیہ بن چکی تھی۔ امیر امیر سے امیر تر تھا اور غریب بیچارہ غریب سے غریب تر ہوتا جارہا تھا، معصوم بچیوں کو زندہ درگور کرنے کو فخر سمجھا جاتا تھا۔ حبش کے مردوں اور عورتوں کی منڈی لگتی تھی جن کو خرید کر لوگ لونڈیاں اور غلام بنا لیتے تھے۔ پھر ان سے جانوروں سے بھی بدتر سلوک کیا جاتا تھا۔ ان کی ان شیطانی حرکات و افعال پر خود شیطان بھی شرما جاتا تھا۔ غرضیکہ مذہبی، معاشرتی، اخلاقی اور معاشی ہر لحاظ سے کھلی گمراہی سے لت پت تھے اور یہ حال صرف اہل عرب کا ہی نہ تھا، بلکہ اس وقت کی بڑی بڑی ترقی یافتہ قومیں بھی اس میں مبتلا تھیں۔ اس زمانے میں قیصر و کسریٰ، ایران، روم، یونان اور خود ہندوستان کو ترقی یافتہ اور اعلیٰ تہذیب یافتہ قومیں سمجھا جاتا تھا، لیکن ان اقوام کی جب داستان حیات پر نظر دوڑائیں تو پتہ چلے گا کہ ان برائیوں میں یہ ایک دوسرے سے سبقت لے جانا اپنے لئے باعث اعزاز سمجھتے تھے۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے بنی آدم پر بڑا کرم کیا کہ ان میں اپنے محبوب رسول حضرت محمد ﷺ کو معبوث کیا، جنہوں نے دنیا کی قسمت بدل ڈالی۔ آپ ﷺ نے راہ زنوں کو راہبر بنا دیا اور خانہ بدوشوں کو حاکم بنا دیا۔ غلاموں کو آقا بنا دیا اور کفر و شرک سے لت پت قوم کو زمین سے اٹھا کر عروج ثریا پر پہنچا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول ﷺ کی آمد کے مقاصد بیان کرتے ہوئے فرمایا۔

"آپ تلاوت قرآن حکیم کرتے ہیں، اور انہیں پاک و صاف کرتے ہیں، ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں"۔

چنانچہ آپ ﷺ کی آمد سے ایک امن پسند اور صالح معاشرہ وجود میں آیا۔ نبی کریم ﷺ کی ولادت کے موقع پر جو عظیم الشان تبدیلیاں آئیں وہ اس بات کا بین ثبوت

ہیں ۔ آپ ﷺ کی ولادت کوئی عام بچے کی ولادت نہ تھی ۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر ظہور پذیر ہونے والے واقعات مستقبل میں انسانیت کے عروج اور عظیم انقلاب برپا ہونے کی گواہی دے رہے تھے ۔ ولادت نبوی ﷺ کے ثمرات کو ہم چار بڑے عنوانات کے تحت دیکھ سکتے ہیں ۔

۱۔ روحانی تبدیلی ۔
۲۔ معاشرتی تبدیلی ۔
۳۔ معاشی تبدیلی ۔
۴۔ سیاسی تبدیلی ۔

۱۔ روحانی تبدیلی :

مستند روایات سے ثابت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی ولادت ہوئی تو ایک یہودی جو باہر سے مکۃ المکرمہ میں آیا ہوا تھا ، اس نے پکار پکار کر کہا کہ " اے اہل مکہ و بنو قریش آج شب میں تمہارے ہاں کوئی بچہ پیدا ہوا ہے " ۔ معلوم کرنے پر پتہ چلا کہ حضرت عبداللہ کے گھر ایک بچہ پیدا ہوا ہے ۔ وہ بچہ یہودی کے اصرار پر اس کے سامنے لایا گیا جس کی پشت یعنی دونوں کندھوں کے درمیان مہر تھی جسے دیکھتے ہی ایک چیخ مار کر یہودی بے ہوش ہو گیا ۔ جب ہوش میں آیا تو پکار اٹھا اے بنو قریش تمہیں مبارک ہو تم میں آخری نبی آیا ہے اور ساتھ ہی افسوس کرتا رہا کہ آج نبوت بنی اسرائیل سے بنی اسمٰعیل میں منتقل ہو چکی ہے ۔

گویا روح کو تبدیل کرنے کا پہلا واقعہ تھا ۔ اس طرف اشارہ تھا کہ اب روحانی انقلاب آنے والا ہے جو نبی کریم ﷺ کے ہاتھوں اپنے عروج کو پہنچے گا ۔ لوگ اپنے آباؤ اجداد کے مذہب کو ترک کریں گے ، کفر و شرک ختم ہو گا اور ایک اللہ کی عبادت کی جائے گی ۔ نبی کریم ﷺ کی ولادت کے موقع پر یہ بھی دیکھا گیا کہ جب آپ کی ولادت ہوئی ، آپ نے سب سے پہلے سجدہ کیا ، پھر اپنی زبان حق ترجمان سے اللہ تعالیٰ کے وحدہ لاشریک ہونے اور اپنے نبی ہونے کا اعلان کیا ۔ بات بڑی عجیب تھی ، ابھی ماں کے بطن سے پیدا

ہوئے اور ابھی ہی عبادت کرنے لگے اور ذکر الٰہی اور خدا کے واحد کے ہونے کا اقرار و اعلان۔ یہ بھی اس طرف اشارہ تھا کہ آپ نے بھٹکی ہوئی انسانیت کو ایک خدا کی عبادت کے لئے بلانا ہے، کیونکہ آپ کو داعی الی اللہ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے والا بنا کر بھیجا گیا تھا اور یہ اعلان بھی تھا کہ کفر و شرک مٹ کر رہے گا۔ اولاد آدم نے جو طرح طرح کے بت و معبود بنا رکھے ہیں یہ ان کے کسی کام کے نہیں اور نہ ہی یہ نفع و نقصان کے مالک ہیں اور یہ اعلان بھی تھا کہ چونکہ آپ ﷺ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد ہیں، ان کی سنت یہ ہے کہ ہاتھ سے بنے ہوئے بت کبھی معبود نہیں ہو سکتے اور نہ ہی عبادت کے لائق ہیں۔ اور اگر سجدہ ہے تو وہ صرف ایک خدا کو ہے۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ رسول اللہ ﷺ ایسا روحانی انقلاب لائے کہ فتح مکہ کے موقع پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت پر عمل کرتے ہوئے بتوں کو پاش پاش کر دیا اور ارشاد فرمایا "جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۖ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا" حق آگیا اور باطل مٹ گیا بیشک باطل مٹنے کے لئے ہی ہے"۔

۲۔ معاشرتی تبدیلی:

ثمرات ولادت نبوی ﷺ میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت سے ایک عظیم الشان معاشرتی انقلاب آیا۔ مستند روایات سے ثابت ہے کہ آپ کی جس وقت ولادت ہوئی " آپ ختنہ شدہ تھے اور پاک وصاف اور غسل شدہ تھے"۔ یہ اس طرف اشارہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے معاشرہ کی تقدیر بدلنی ہے۔ معاشرہ کا تعلق انسان کے ظاہر جسم سے ہے اور جسم پاک وصاف ہوگا تو ایک پاکیزہ خاندان وجود میں آئے گا اور ایک پاکیزہ خاندان ہی پاک اور صاف صالح معاشرہ تشکیل دیتا ہے۔ گویا معاشرہ میں موجود جملہ امراض کو شفاء ملے گی۔ لوگوں کی زندگیاں تبدیل ہوں گی۔ فرمایا یز کیھم آپ پاک اور صاف کرتے ہیں۔

یہ بھی مستند روایات سے ثابت ہے کہ جب حضرت حلیمہ سعدیہ تشریف لائیں تو آپ کو اپنی گود میں اٹھا کر اپنی ایک چھاتی کا دودھ پیش کیا۔ آپ ﷺ نے پی لیا۔ پھر دوسری چھاتی کا دودھ پیش کیا آپ نے نہ پیا۔ اس لئے کہ حلیمہ سعدیہ کا ایک بیٹا بھی تھا جو آپ کا

رضاعی بھائی تھا۔ اس کے حصہ کا دودھ تھا جو آپ ﷺ نے نہ پیا۔ یہ ایک زبردست معاشرتی انقلاب کی طرف اشارہ تھا کہ معاشرہ میں موجود اونچ نیچ کا خاتمہ ہو گا۔ چھوٹے بڑے، آقا و غلام کے فرق کو مٹا دیا جائے گا۔ کالے، گورے اور عربی و عجمی کا فرق مٹ جائے گا۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ یہ عظیم انقلاب آیا جس نے معاشرے کو تبدیل کر کے رکھ دیا۔ آپ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر اعلان کیا "کسی گورے کو کالے پر اور کسی عربی کو عجمی پر کوئی فضیلت نہیں۔ سب اولاد آدم ہیں اور آدم مٹی سے بنے تھے"۔

عدل و انصاف کا ایسا دور دورہ ہو گا۔ حقدار کو اپنا حق ملے گا اور کوئی دوسرے کے حق پر ڈاکہ نہ ڈال سکے گا۔ آپ کے دربار میں حاتم طائی کی بیٹی آتی ہے تو آپ اس کے لئے بھی اٹھ جاتے ہیں۔ عورتوں کو درگور کرنے والے اپنے اس قبیح فعل سے پوری عمر نادم اور شرمندہ رہے۔ عورت کو بیٹی، بہن اور ماں کا درجہ دیکر اس کے قدموں کے نیچے جنت قرار دی۔ بدبختی کی علامت سمجھی جانے والی عورت کو وراثت کا حقدار ٹھہرایا۔ بیٹوں کی پرورش پر جنت کی خوشخبری سنائی۔ حضرت حلیمہ سعدیہ کا بیان ہے جب میں نے آپ ﷺ کو اٹھایا آپ چاند سے زیادہ خوبصورت تھے۔ آپ نے آنکھیں کھولیں۔ مجھے دیکھا تو مسکرانے لگے۔ اس میں یہ پیغام تھا اے حلیمہ سعدیہ تم بھی عورت ہو۔ اب تک ذلت و رسوائی عورت کا مقدر بنی رہی۔ اب عورت کی قسمت بدل جائے گی، میں جو تشریف لاچکا ہوں۔ ایک عظیم معاشرتی انقلاب لایا کہ رہتی دنیا تک اس کی مثال تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے۔

۴۔ معاشی تبدیلی:

ثمرات ولادت نبوی ﷺ پر غور کریں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس موقع پر عظیم الشان معاشی تبدیلی کی طرف بھی اشارہ تھا۔ یہ روایت بھی مستند حوالوں سے ثابت ہے کہ جب نبی کریم ﷺ کی ولادت کا وقت قریب آیا تو حضرت آمنہ کا بیان ہے کہ "مجھے ایک پیالہ پیش کیا گیا جس میں کوئی شئے دودھ سے زیادہ سفید اور شہد سے زیادہ میٹھی تھی"۔ یہ اس طرف اشارہ تھا کہ اس وقت معاشرہ میں موجود جو معاشی ناہمواری تھی اس کا خاتمہ

ہونے والا ہے۔ بھوکی انسانیت بلک بلک کر دم توڑ رہی تھی۔ بھوک و افلاس کا یہ حال تھا کہ دن بھر مزدوری کے بعد چند کھجوریں معاوضہ میں ملتی تھیں۔ غریب سود کی چکی میں پسے ہوئے تھے۔ مکہ مکرمہ میں بڑے خاندان بنو قریش وغیرہ کی حالت بھی یہودیوں سے مختلف نہ تھی۔ حضور اکرم ﷺ کی ولادت کے موقع پر یہ بھی دیکھنے میں آیا جس کی راوی خود حضرت حلیمہ سعدیہ ہیں کہ" جس اونٹنی پر میں آئی تھی، کمزوری کے باعث چل نہیں سکتی تھی، یہی وجہ ہے کہ باقی تمام سواریاں ہم سے آگے نکل چکی تھیں اور ہم پیچھے رہ گئے تھے۔ میرے گھر کی حالت بھی مختلف نہ تھی، کھانے کو کچھ نہ تھا، فاقے پر فاقے پڑ رہے تھے۔ بھوکے رہنے کی وجہ سے میرا دودھ خشک ہو گیا تھا۔ میرا بیٹا رات کو بھوک کے باعث روتا رہتا تھا۔ لیکن جب میں نے اس بچے حضرت محمد ﷺ کو اٹھایا، اپنی چھاتی سے لگایا، میرے دودھ میں اضافہ ہو گیا۔ میرا بیٹا جی بھر کر دودھ پینے لگا اور رات کو آرام سے سونے لگا۔ جس اونٹنی پر میں آئی تھی، اس میں قوت آگئی تھی پھر ہم سب سے آگے ہو گئے۔ لوگ پوچھ رہے تھے، حلیمہ یہ وہی سواری ہے جس پر تم مکہ آئی تھی۔ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہاں سواری وہی ہے، لیکن سوار وہ نہیں۔ ہاں یہ تو وہ سوار ہے جس کے لئے جنت کے براق بھی رشک کرتے ہیں کہ کاش معراج کی شب انہیں سواری بننے کی سعادت حاصل ہوتی۔ حلیمہ سعدیہ کی سواری زبان حال سے کہہ رہی تھی۔ اے قافلہ والو آپ کو کیا معلوم مجھ پر کون سوار ہے؟ ارے یہ شہنشاہ کون و مکاں ہیں۔ یہ غریبوں، مسکینوں، کمزوروں، بے بسوں اور بے کسوں کا سہارا ہیں۔ حلیمہ سعدیہ فرماتی ہیں میرے گھر میں بکریوں کے خشک شدہ تھنوں میں دودھ بھر آیا تھا۔ جہاں میری بکریاں چرتی وہاں ہریالی ہی ہریالی ہو جاتی۔ میری بکریاں پیٹ بھر کر چارہ چرتیں، وہ چند دنوں میں فربہ و موٹی ہو گئیں۔ لوگ کہتے کہ ہم بھی اپنی بکریوں کو وہاں لے جائیں، جہاں حلیمہ سعدیہ کی بکریاں چرتی ہیں تاکہ ہماری بکریاں بھی پیٹ بھر سکیں۔ یہ سب معاشی انقلاب کی طرف واضح اشارہ تھا کہ یہ وہ ذات گرامی ہے جس کی ولادت کے باعث خوشحالی ہی خوشحالی ہو گی۔ چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ حضور ﷺ ایک ایسا مثالی معاشی انقلاب لائے کہ امیر و غریب برابر ہو گئے۔ ایک وقت آیا کہ زکوۃ لینے والا کوئی نہ رہا۔ اسلامی ریاست

خوشحال ہو گئی اور کوئی غریب غریب نہ رہا۔ ایک صحابی رسول تشریف لائے۔ کھجوروں کا ٹوکرا حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ آقا یہ صدقہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مدینہ کی گلیوں میں نکل جاؤ جو سب سے زیادہ غریب ہے اُسے دے آؤ۔ وہ صحابی رسول پورے مدینہ میں پھر کر واپس تشریف لائے۔ فرمایا مجھ سے زیادہ کوئی غریب نہیں۔ آقا ﷺ نے فرمایا تم گھر لے جاؤ اور خود استعمال میں لاؤ۔

۴۔ سیاسی تبدیلی:

ولادت نبوی کا ایک ثمر یہ بھی تھا کہ معاشرہ میں ایک اہم انقلاب آیا۔ یہ روایت بھی مشہور ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ کی ولادت ہوئی تو قیصر و کسریٰ کے محلات میں دراڑیں پڑ گئیں اور ان کے کنگرے گر گئے اور یہ کہ ولادت کے وقت حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سے ایک نور خارج ہوا جس سے انہوں نے شام کے محلات دیکھ لئے۔

اس میں یہ اشارہ کہ دنیا سے مطلق العنان حکومتیں ختم ہوں گی اور اللہ تعالیٰ کی زمین میں اُسی کا نظام ہو گا۔ اسلام کی تعلیمات کا بول بالا ہو گا اور مخلوق خدا کے لئے ایک ایسی حکومت قائم ہو گی جو من جانب اللہ ہو گی۔ تکبر و غرور کا خاتمہ ہو گا اور اسلامی حکومت کے ثمرات عرب سے نکل کر افریقہ تک جائیں گے اور ہر طرف اسلام کی شمع روشن ہو گی۔
چنانچہ دنیا نے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ نے ہجرت مدینہ کے موقع پر سراقہ کو خوشخبری سنائی کہ اے سراقہ تمہارے ہاتھ میں قیصر و کسریٰ کے کنگن دیکھ رہا ہوں اور پھر ایک وقت ایسا بھی آیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہء خلافت میں ملک کسریٰ کی فتح ہوئی اور مالِ غنیمت میں بادشاہ کے کنگن آئے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت سراقہ کو طلب کر کے ان کے ہاتھوں میں پہنا دیئے۔ حضور ﷺ نے دین کی دعوت کے لئے بادشاہوں کے نام بھی مکتوبات لکھے۔ ان میں قیصر و کسریٰ بھی شامل تھے۔ ان بادشاہوں نے جو خواب دیکھا تھا اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ وہ خواب سچ ثابت ہوا اور کچھ سالوں کے اندر ہی ان کی حکومتیں زمیں بوس ہو گئیں۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانہء خلافت میں بیت المقدس فتح ہوا اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ رسول ﷺ کی

حیثیت سے وہاں پہنچے۔ حالانکہ ولادت نبوی کے موقع پر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے اس نور میں شام کے محلات دیکھ لئے تھے۔ شام اور مصر نزدیک ہیں، مراد یہ تھی کہ دین شرق و غرب تک جا پہنچے گا۔

عجیب بات ہے، اگر ولادت نبوی ﷺ پر غور کریں تو ہمیں اس کے تناظر میں بیشمار ثمرات ہی ثمرات نظر آتے ہیں۔ لیکن دوسری طرف کچھ بد بخت ایسے بھی ہیں جن کی آنکھوں کے ساتھ ساتھ عقل پر بھی پردے پڑے ہوئے ہیں۔ جن کا سارا زور صرف اس بات پر لگا رہتا ہے کہ یہ تہوار بدعت ہے۔ اسلام میں اس کا کوئی تصور نہیں، یہ عیسائیوں کی نقل ہے اور یہ کہ ہندوؤں کے ہولی اور دیوالی جیسا ایک تہوار ہے اور بس۔ پھر لاکھ دلیلیں دی جاتی ہیں، نبی نے نہیں منایا، صحابہ نے نہیں منایا، اسلام میں اس کا کوئی تصور نہیں وغیرہ وغیرہ۔

یہ بھی عجیب بات ہے کہ یہ سب کچھ وہ کہہ رہے ہیں جو خود کو نبی کریم ﷺ کے امتی ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ لیکن ایک لمحہ کے لئے ذرا سوچیں تو کہ اگر آمنہ کے لعل، حضرت عبداللہ کے دریتیم حضرت محمد عربی ﷺ تشریف نہ لاتے تو اس کھلی گمراہی سے کون نکلتا؟ ایمان کہاں سے ملتا؟ اسلام کہاں سے میسر آتا؟ امت وسط کیسے بنتے؟ اللہ تعالیٰ کا تعارف کون کراتا؟ بیت اللہ کا حج کیسے ملتا؟ روزہ، نماز، زکوٰۃ کہاں سے میسر آتے؟ لوگ حاجی، نمازی کیسے بنتے اور پھر یہ امید بھی رکھتے ہیں کہ جنت ملے گی۔ حضور ﷺ کی شفاعت ملے گی۔ حوض کوثر سے جام ملے گا اور پل صراط سے گزر ہوگا۔ اس سب کی امید لگائے بیٹھے ہیں، لیکن نبی کریم ﷺ کی ولادت پر بجائے خوشی کے ان کے چہرے پر بارہ بج جاتے ہیں۔

حیف صد حیف

وہ نبی ﷺ جس نے اپنی امت کو ولادت کے وقت یاد کیا، جس نے معراج کی شب اپنے رب تعالیٰ سے ملنے سے پہلے یاد فرمایا۔ جس نے عرش الٰہی پر بھی جا کر اپنی امت کو یاد رکھا۔ جس کی راتیں اپنی امت کے لئے کٹتی تھیں اور جس نے وصال کے وقت بھی امت کو یاد رکھا جو قبر میں ان کی مدد کے لئے پہنچتے ہیں۔ جو حشر میں اپنی امت کو یاد رکھیں

گے۔ سجدہ میں سر رکھ کر صرف اور صرف اپنی امت کی بخشش کی دعائیں مانگیں گے اور اس وقت تک راضی نہ ہوں گے جب تک ان کا ایک بھی گنہگار امتی ان کی شفاعت سے جنت میں نہ چلا جائے۔ کیا اس نبی کا یہ حق بھی نہیں کہ ان کی ولادت پر خوشی کا اظہار ہی کر لیں۔

نثار تیری چہل پہل پر ہزاروں عیدیں ربیع الاول
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

حاصل کلام یہ ہے کہ اس وقت عالم اسلام، بالخصوص اور پوری دنیا بالعموم جن مصائب و مشکلات کا شکار ہے اس کا واحد حل حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات پر عمل ہے۔ آج عالم اسلام کو اغیار نے اپنے ناپاک عزائم میں گھیر رکھا ہے۔ امریکا اور مغربی طاقتیں کہیں تو کھلم کھلا دشمن اور کہیں دوستی میں اسلام اور پیغمبر اسلام کے خلاف سازشوں میں مصروف ہیں اور ہم خواب خرگوش کا شکار ہیں۔ مسلمان حکمرانوں کو دو طبقات میں تقسیم کر رکھا ہے۔ چند کو امریکا نے اپنے مقاصد کے لئے دست شفقت رکھ کر انہیں سیاہ و سپید کی کھلی چھٹی دے رکھی ہے۔ جو اس کی آنکھ میں آنکھ ڈالتا ہے۔ اس کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیتا ہے۔ مثال عراق میں صدر صدام حسین اور لیبیا میں کرنل معمر قذافی کی دی جا سکتی ہے اور پھر پیغمبر اسلام کے خلاف گستاخی کرنے والوں کی پشت پناہی کرتا ہے، کہتا ہے اظہارِ رائے کی آزادی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم جہاں حضور ﷺ کی ولادت باسعادت پر خوشی کا اظہار کریں، وہاں ان ثمرات و مقاصد کو بھی مدنظر رکھیں اور ان کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اقدامات کریں۔ حضور ﷺ کی محبت و عقیدت کا تقاضا یہ ہے کہ ہم مسلمان ان کے اسوۂ حسنہ پر عمل کر کے امت مسلمہ کو اغیار کی سازشوں سے بچائیں۔ عالم اسلام کو اخلاقی، روحانی، معاشی، معاشرتی اور سیاسی طور پر مستحکم کریں۔ جدید علوم سے استفادہ کر کے مسلمانوں کو ترقی یافتہ قوموں کی صف میں کھڑا کریں۔ اپنے دشمنوں سے مقابلہ کے لئے جدید علوم و فنون کو حاصل کریں۔ اپنے نبی کے اس فرمان پر عمل کریں "علم حاصل کرو چاہے تمہیں چین ہی کیوں نہ جانا پڑے"۔ آج بھی یوم میلاد النبی ﷺ ہم سے یہی تقاضا کرتا ہے۔



جن کی خوشبو سے معطر ہو گلستانِ حیات
اپنے دامن کو انہیں پھولوں سے بھرنا چاہوں

(سہیل غازی پوری)

جامِ طہور

حسن ترتیب

نعمت کبریٰ

تحریر: حضرت امام شہاب الدین احمد ابن حجر الہیتمی قدس سرہٗ۔۔۔ترجمہ: ڈاکٹر محمد طفیل سالک

تمام تر حمد اللہ بزرگ و برتر کو زیبا ہے جس نے اس عالم کو سید اولاد آدم ﷺ کے میلاد شریف سے شرف بخشا۔ انبیا و مرسلین اور جمیع ملائکہ بالخصوص کروبین و مقربین کو سعادات و انعامات قرب سے بہرہ ور فرمایا اور انہیں دنیا و آخرت میں آپ ﷺ کا ممد و مددگار اور فیض رساں کیا اور آپ کی شریعت مطہرہ کو واضح اور روشن بنایا اور ہر قسم کی تحریف اور تبدیلی سے محفوظ کیا تاوقتیکہ حضرت اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے۔ یہ بہترین اور کامل ترین شریعت ہے جیسا کہ آپ کی امت بھی بہترین اور افضل ترین امت ہے اور آپ پر نازل ہونے والی کتاب قرآن مجید اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی تمام کتب منزلہ کے مضامین و احکام کی جامع ہے بلکہ اس میں ان سب سے زائد و فائق اور ان پر ایسے کمالات رکھتی ہے جس کی تفصیل اور اجمال کا شمار اور احاطہ ممکن نہیں اور ایسا کیونکر ہو سکتا ہے جب کہ اس کو ان کمالات و فضائل سے بہرہ ور فرمانے والا خود اس کی مدح و تعریف فرماتا ہے اور اس کی شرح و تفصیل بیان کرتے ہوئے رطب اللسان ہے۔

مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ — ہم نے اس کتاب میں کوئی چیز نہیں چھوڑی۔ (الانعام:۳۸)

اِتمامِ نعمت

مزید برآں یہ کتاب مقدس حضور سید عالم ﷺ کے ساٹھ ہزار بلکہ اس سے بھی زیادہ معجزات کا بیان ہے۔ جیسا کہ وہ خوش نصیب حضرات جنہیں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کے علوم و معارف پر اطلاع بخشی ہے، وہ اس کی شہادت دیتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ لاریب کتاب ہمارے نبی اکرم ﷺ کی عظمت مقام، بلندیٔ مرتبت اور انتہائے شرف و

کمال کے گوناگوں مضامین و مقامات پر بھی مشتمل ہے اور ان کو مختلف پیرایوں اور اسالیب سے بیان کیا گیا ہے۔ آپ کو مختلف اوصاف و کمالات سے خطاب فرمایا گیا ہے اور اس طرح آپ کی امت کو بھی ان مقامات و خصوصیات جن پر کہ آپ فائز ہیں سے آگاہ فرمایا گیا ہے۔ بلاشبہ آپ کی حقیقت اور علو مرتبت تک کوئی نہیں پہنچ سکا اور آپ کے فضائل و خصائص کا کوئی کماحقہ احاطہ نہیں کرسکا۔

کمال کرم

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًاۙ وَّدَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا۝ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا۝ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا۝

(الاحزاب: ۴۵ تا ۴۸)

اے نبی ﷺ! ہم نے آپ کو شاہد (گواہ)، مبشر (خوشخبری دینے والا)، نذیر (ڈرانے والا) اور داعی الی اللہ (اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والا) اور روشن چراغ بنا کر بھیجا ہے اور خوشخبری دیجئے ایمان والوں کو کہ ان پر اللہ کا بڑا فضل ہے اور کافروں اور منافقوں کی بات نہ مانیے اور ان کی طرف سے تکلیف کو جانے دیجئے اور اللہ پر توکل کیجئے اور اللہ ہی کارساز کے طور پر کافی ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضور اکرم ﷺ پر کمال کرم فرمایا اور آپ ﷺ کو یہ عظمت عطا فرمائی کہ آپ ﷺ کو تمام رسولوں پر شاہد (گواہ) بنایا ہے کہ انہوں نے اپنی امتوں تک وہ تمام پیغامات و احکامات جو ان کی طرف وحی ہوئے تھے پہنچا دیئے ہیں اور ایسا اس لئے ہے کہ تمام انبیاء و رسل آپ ﷺ کے پیروکار اور نائب ہیں۔

اس ارشاد باری تعالیٰ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَاۤ اور جب اللہ نے نبیوں سے عہد لیا کہ جب

اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ ؕ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ۝ (آل عمران:۸۱)	میں تمہیں کتاب اور حکمت دوں پھر تمہارے پاس رسول یعنی محمد ﷺ آئیں جو اس سب کی جو تمہارے پاس ہے (یعنی تمہارے پیغام و کلام) کی تصدیق کرنے والے ہوں تو تم ضرور ان پر ایمان لانا اور ان کی نصرت و تائید کرنا (پھر) اس ذات بزرگ و برتر نے کہا کہ کیا تم نے اقرار کرلیا اور اس کا تم نے مجھ سے پکا عہد کرلیا۔ انہوں نے کہا ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو تم گواہ رہنا میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

مقام اعظم

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے یہ ارشاد:

فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ۝	تم گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔

فرما کر ہمیں ہمارے آقا ﷺ کی عظمت و شرف اور علو مرتبت سے آگاہ فرمایا اور یہ کہ حضور پُرنور فداہ ابی دامی اتباع کیے جانے والے ہیں اور تمام انبیاء و رسل آپ ﷺ کی اتباع کرنے والے ہیں اور آپ ﷺ مقصود بالذات ہیں اور وہ آپ کے لاحق ہیں۔

حضور جانِ عالم ﷺ کا ظہور جسمانی اس عالم میں ان تمام انبیاء و مرسلین سے موخر و متاخر ہے تاکہ جو فضائل و کمالات ان سے رہ گئے تھے آپ ان سب کے تکمیل کرنے والے بنیں اور ان کے جمیع فضائل و کمالات بلکہ ان سے بھی زائد فضائل و کمالات کے جامع ہوں۔ جس پر سبحانہ وتعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ

یہ وہ حضرات ہیں جن کو اللہ نے راہ ہدایت پر چلایا آپ بھی انہی کے راہ ہدایت کی پیروی کریں۔

یہ ارشاد باری اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ تمام انبیاء میں پایا جانے والا کوئی کمال، عظمت مقام، کوئی معجزہ اور خصوصیت ایسی نہیں رہ گئی جس سے حضور پر نور ﷺ کو متصف نہ کیا گیا ہو بلکہ حضور ﷺ کو اولین و آخرین سے بھی اعلیٰ فضائل وکمالات عطا فرمائے تاکہ اظہار جلالت اور اہل عناد و ہلاکت پر قہر وغلبہ کا باعث ہوں۔ اگر ایسا نہ بھی ہوتا تو جو خوارق عادت اور عجائبات قدرت حضور پرُنور ﷺ کے دوران حمل اور قبل حمل، وقت ولادت اور ایام رضاعت و تربیت کے دوران ظاہر ہوئے وہی آپ کی عظمت کے اظہار کے لئے کافی تھے۔

علو مرتبت:

اللہ سبحانہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۖ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۗ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝

(التوبہ: ۱۲۸۔۱۲۹)

بیشک تمہارے پاس ایک رسول تمہیں میں سے تشریف لایا جس پر تمہارا مشقت میں پڑنا گراں گزرتا ہے۔ وہ تمہارا حد سے زیادہ خیر خواہ ہے۔ ایمان والوں کے ساتھ بہت زیادہ محبت (وشفقت) اور رحم کرنے والا ہے۔ چنانچہ اگر وہ پھر جائیں تو آپ فرمائیے کہ مجھے اللہ ہی کافی ہے۔ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں نے اسی پر بھروسہ کیا اور وہ عرش عظیم کا مالک ہے۔

مقام محمود

رسول اللہ ﷺ اولین و آخرین، ملائکہ مقربین اور تمام مخلوقات کے سردار ہیں اور اللہ رب العالمین کے محبوب ہیں، انبیاء و رسل میں سب سے کامل اور مخلوق خدا میں سب سے افضل ہیں۔ قیامت کے دن شفاعت عظمیٰ کا منصب آپ کے لئے مخصوص ہے اور تمام جہانوں میں جن میں انس و جن اور ملائکہ سبھی کی طرف رسول عام ہیں اور مقام محمود کے مالک ہیں، جہاں اولین و آخرین آپ ﷺ کی حمد کریں گے اور اس دن تمام انبیاء و مرسلین اور ملائکہ مقربین آپ ﷺ کے جاہ و مرتبہ کے محتاج ہوں گے۔ آپ ﷺ ہی معجزات باہرہ، کرامات باطنہ و ظاہرہ، حجت قویمہ اور محبت مستقیمہ اور ایسے فضائل جن کا شمار نہیں کیا جا سکتا اور ایسے شمائل جن کا احاطہ ممکن نہیں کے مالک ہیں۔

فبالغ واکثر لن تحیط بوصفہ و این الثریا من ید المتناول

حضور ﷺ کی تعریف بے حد اور کثرت سے بیان کر کہ ہرگز آپ کے وصف کا احاطہ نہ کر سکے کا ثریا (ستارہ) ہر طالب اور کوشش کرنے والے کے ہاتھ سے کس قدر بلند ہے۔ (یعنی طالب جس قدر بھی کوشش کرے اس کے ہاتھ ثریا تک نہیں پہنچ سکتے)۔

خصائص و امتیازات:

آپ ﷺ وہ ذات والا صفات ہیں کہ جنہیں اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے محبت کے لئے چن لیا اور ایسا قرب عطا فرمایا ہے جو احاطہ، جہت اور مکان سے پاک ہے اور معراج سے سرفراز فرمایا جس میں بے شمار عجائبات قدرت کا آپ ﷺ نے مشاہدہ فرمایا اور آپ ﷺ کو بے شمار فضائل و کمالات سے بہرہ ور فرمایا گیا اور عرش اعظم تک تشریف لے جاتے ہوئے اور واپسی پر بیت المقدس میں انبیاء کی امامت کا شرف بخشا گیا، یہ بتانے کے لئے کہ آپ ﷺ ہی سب اول و آخر کے سردار اور ان کے ممد و مددگار اور فیض رساں ہیں۔ آپ ﷺ کو انبیاء علیہم السلام کی شہادت اور آپ ﷺ کی امت کو بھی ان کی امتوں کی شہادت کے منصب پر فائز فرمایا گیا کہ انبیاء علیہم السلام نے اپنی امتوں کو امر و نہی کے احکام الٰہی پہنچا

دیئے تھے لواء الحمد، صاحب وسیلہ، تمام عالمین کے لئے بشیر و نذیر، ہدایت و رحمت کا باعث اور امامت کا حامل بنایا اور یہ کہ آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ ﷺ راضی ہو جائیں گے اور فرمائیں گے یا رب:

لا ارضی وواحد من امتی فی النار — اے میرے پروردگار میں راضی اور خوش نہیں ہوں گا جب تک میری امت کا ایک فرد بھی دوزخ میں ہوگا۔

اس پر اللہ تعالیٰ حضور ﷺ کے اُمتیوں کو دوزخ سے نکال لے گا اور انہیں متقی اور نیک حضرات کے ساتھ شامل کر دے گا۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے آپ ﷺ پر اپنی نعمت مکمل کر دی ہے اور ہر قسم کی امداد و نصرت سے آپ ﷺ کو نوازا ہے اور حضور ﷺ کو شرح صدر، اور رفعت ذکر سے سرفرازی بخشی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر اس وقت تک قبول نہیں ہوتا جب تک آپ ﷺ کا ذکر ساتھ نہ ہو اور آپ ﷺ کو عزت و نصرت اور ایک ماہ کی مسافت تک رعب سے اور ملائکہ کی طرف سے تائید اور آپ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی امت پر سکینہ کے نزول سے امتیاز بخشا ہے اور آپ ﷺ کو سوال اور دعا کی قبولیت سے مشرف فرمایا ہے۔ بالخصوص وہ دعا جو آپ ﷺ نے اپنی امت کے لئے اس وقت تک کے لئے ملتوی اور مؤخر کر رکھی ہے جب اس کے بغیر کوئی اور چیز ان کے کام نہیں آسکے گی۔ نیز اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی زندگی کی قسم کھائی ہے اور آپ ﷺ کے لئے سورج کو غروب ہونے کے بعد لوٹا دیا اور آپ ﷺ کی خاطر عین اشیاء کو بدل دیا۔ آپ ﷺ کا تمام دردوں اور بیماریوں سے شفا بخشنا اور امور غیبیہ کے بارے میں اطلاع دینا اور اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے آپ ﷺ پر درود پڑھنا اور تمام ملائکہ جن کی کثرت کو صرف وہی بزرگ و برتر جانتا ہے کی طرف سے آپ ﷺ پر درود پڑھنا اور ہر دور میں اور ہر مقام پر ان کی امت کی طرف سے درود پڑھنا ایسے خصائص و امتیازات ہیں جو آپ ﷺ ہی کا حصہ ہیں اور آپ ﷺ سے بلکہ آپ ﷺ کے اہل بیت، خلفاء و اصحاب اور ان کے سچے اور کامل تابعین سے جو ہر دور میں پائے جاتے ہیں۔ توسل کرنے والوں کو جواب دینا اور

نہیں کیا جا سکتا۔

حسب ونسب

ہمارے سردار، آقا، پیشوا، ہادی، ملجا، مددگار، نجات دہندہ تکمیل کنندہ اور ہمارے ناصح ابوالقاسم محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک ابن نضر اور قریش یہاں تک ہی نسب نامہ بیان کرتے ہیں اور بہت سے فہر اور نضر تک نقل کرتے ہیں جو کہ ابن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بنی نزار بن معد بن عدنان ہیں اور انہی تک اجماع ہے اور اس کے بعد مختلف اقوال ہیں جن میں سے کوئی چیز بھی ثابت نہیں ہے۔ اس لئے اس میں پڑنا مناسب نہیں جیسا کہ حدیث میں آتا ہے جس کی صاحب مسند الفردوس نے تخریج کی ہے، لیکن زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ ابن مسعود کا قول ہے اور اس کے ساتھ یہ بھی کہ اسے حضور ﷺ کی حدیث مرفوع کا درجہ حاصل ہے، کیونکہ ایسی حدیث یا روایت اپنی رائے سے نہیں بیان کی جا سکتی کہ حضور ﷺ جب عدنان تک پہنچتے تو رک جاتے اور فرماتے کہ نسب بیان کرنے والوں نے کذب بیانی سے کام لیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقُرُوْنًا بَيْنَ ذٰلِكَ كَثِيْرًا — اس کے درمیان بہت سی نسلیں ہیں۔

(الفرقان:۳۸)

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کے بارے میں حضور ﷺ کو علم دینا چاہتا تو ضرور دیتا۔

سبق نبوت

معلوم رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو ازل ہی میں سبق نبوت سے مشرف فرمایا اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کرنے کا ارادہ فرمایا تو تمام مخلوق کو وجود بخشنے سے پہلے حقیقت محمدیہ ﷺ کو محض اپنے نور سے پیدا فرمایا۔ اور اس سے تمام جہان نکالے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کو اپنے سبق نبوت کا علم بخشا اور آپ کو

اپنی عظمت رسالت کی بشارت دی۔ یہ سب کچھ اس وقت ہوا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام کو ابھی وجود عطا نہیں ہوا تھا۔ پھر حضور ﷺ کے نور سے عیون ارواح نکالی گئیں۔ اس طرح حضور ﷺ ملاء اعلیٰ میں تمام جہانوڑں کے لئے اصل ممد و مددگار اور فیض رساں کے طور پر ظاہر ہوئے۔

نور محمدی ﷺ

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد ﷺ کو تخلیق کرنے کا ارادہ فرمایا تو حضرت جبریل علیہ السلام کو حکم دیا کہ وہ مٹی لائیں جو کہ زمین کا قلب ہے تو حضرت جبریل علیہ السلام جنت الفردوس کے فرشتوں اور ملاء اعلیٰ کے فرشتوں کے ساتھ اترے اور حضور ﷺ کی قبر مکرم کے مقام سے مٹی اٹھائی اور حضور ﷺ کی قبر مکرم کا مقام، وہ مقام ہے جس کی اصل کعبہ مشرفہ کے مقام کی خاک پاک سے ہے جسے طوفان اٹھا کر وہاں لے گیا۔ پھر اسے ماء تسنیم سے گوندھا گیا، جنت کی نہروں میں ڈبویا گیا، یہاں تک کہ سفید موتی کی طرح ہوگئی پھر ملائکہ اسے عرش اور کرسی کے گرد لے گئے اور آسمانوں اور زمین اور سمندروں میں لے کر پھرتے رہے۔ اس طرح تمام ملائکہ اور تمام مخلوق نے حضرت آدم علیہ السلام کو پہچاننے سے بھی بہت پہلے ہمارے آقا سیدنا محمد ﷺ کو جان پہچان لیا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے نور محمدی ﷺ کو عرش کے پردوں میں جلوہ گر دیکھا۔ جب حضور اقدس ﷺ کا اسم گرامی اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک کے ساتھ عرش کے اوپر لکھا دیکھا اور اللہ تعالیٰ سے اس کے بارے میں پوچھا تو رب تعالیٰ نے انہیں فرمایا کہ یہ نبی تیری اولاد سے ہوگا، اس کا نام آسمانوں میں احمد اور زمین میں محمد ہے۔ اگر وہ نہ ہوتے تو میں تجھے بھی پیدا نہ کرتا نہ ہی آسمان و زمین کو پیدا کرتا۔ یہ سن کر حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت محمد مصطفی ﷺ کے وسیلہ سے بارگاہ خداوندی میں اپنی لغزش کی معافی چاہی اور التجا کی کہ یا الٰہی! مجھے حضرت محمد مصطفی ﷺ کے وسیلہ سے بخش دے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے انہیں بخش دیا اور ان کی لغزش معاف فرمادی۔ جب حضرت آدم علیہ السلام ابھی مٹی میں تھے ہمارے نبی ﷺ کے نور اقدس کو نکال کر انہیں نبی بنایا گیا۔ پھر آپ سے انبیاء سے بھی

پہلے میثاق لیا گیا۔ پھر اس نور کو حضرت آدم علیہ السلام میں لوٹا دیا گیا۔ پھر اس میں روح پھونکی گئی پھر ان سے ان کی ذریت نکالی گئی تاکہ ان سے میثاق لیا جائے۔ لہٰذا ہمارے نبی ﷺ ہی مقصود خلائق ہیں اور ان کے عقد و عہد کا واسطہ ہیں اور رسول الرسل ہیں۔ کیونکہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے ان سے آپ ﷺ کی رسالت کا میثاق لیا۔ لہٰذا وہ آپ ﷺ کے پیروکار ہیں۔ حضور ﷺ کی رسالت روز قیامت تک تمام مخلوقات کے لئے عام ہے اور اسی لئے تمام انبیاء قیامت کے دن آپ ﷺ کے جھنڈے تلے ہوں گے۔

جب حضرت آدم علیہ السلام کو پیکر وجود عطا ہوا تو ہمارے نبی ﷺ کا نور ان کی پیشانیٔ اقدس میں جلوہ گر ہوا۔ پھر اس کے بعد ان کی بائیں پسلی سے حضرت حوا علیہا السلام پیدا کی گئیں تو حضرت آدم علیہ السلام نے حضرت حوا علیہا السلام کی طرف ہاتھ بڑھانا چاہا تو فرشتوں نے انہیں اس سے روک لیا اور کہا کہ پہلے وہ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ پر تین مرتبہ درود شریف پڑھیں۔ عشرین کی روایت میں ہے کہ پھر اس کے بعد جب وہ زمین پر اتارے گئے جیسا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اپنی حکمت باہرہ سے ارادہ فرمایا تو اگر ان سے صرف ہمارے نبی ﷺ ہی وقت مقررہ پر اپنی امت جو کہ خیر امت ہے اور بنی نوع انسان کے لئے ظاہر ہوئی ظہور فرما ہوتے تو کافی ہوتا۔ حضرت حوا علیہا السلام سے حضرت آدم علیہ السلام کے چالیس بیٹے بیٹیاں پیدا ہوئے۔ بیس حمل میں سے، ہر حمل ایک بیٹا اور ایک بیٹی ماسوائے حضرت شیث علیہ السلام کے کہ وہ اکیلے ہی پیدا ہوئے جو اس بات کی علامت تھی کہ وہی اپنے باپ کی نبوت کے وارث ہوں گے۔ پھر جب نور محمدی حضرت شیث علیہ السلام کی طرف منتقل ہوا تو انہوں نے بھی اپنی اولاد کو وہی وصیت کی جو ان کے والد بزرگوار حضرت آدم علیہ السلام نے انہیں کی تھی کہ وہ اسے صرف پاک عورتوں ہی کے سپرد کریں گے۔ اس کے بعد اس وصیت پر حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب تک مسلسل عمل کیا جاتا رہا تا آنکہ حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کا دور آیا تو اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے اس نسب شریف کو تمام زمانۂ جاہلیت کی خرابیوں اور برائیوں سے پاک رکھا۔ جن پر زمانۂ جاہلیت کے لوگ عام طور پر عمل پیرا تھے۔

ظہور قدسی کی بشارت

یہ نور، نور محمدی ﷺ آپ ﷺ کے جد امجد حضرت عبدالمطلب کی پیشانی میں چمکتا رہا اور اسی کی برکت سے انہوں نے اصحاب فیل کے واقعہ کے وقت اللہ تعالیٰ کی بارگاہ کی طرف رجوع کیا جو مکہ مکرمہ میں بیت اللہ کو تباہ کرنے اور گرانے کے ارادہ بد سے آئے تھے اور یہ وہ وقت تھا جب کہ حضور اقدس ﷺ صدف مادر میں جلوہ گر ہو رہے تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان اصحاب فیل پر سمندر سے ابابیل پرندے بھیجے اور ان پرندوں نے اصحاب فیل کے حرم پہنچنے سے پہلے ہی ان سب کو تباہ و برباد کر دیا سوائے ایک کے تاکہ وہ ان کے بارے میں خبر دے کہ ان پر کیا بیتی اور وہ کیسے اور کس طرح تباہ و برباد کر دیئے گئے۔ یہ سیدنا حضرت محمد مصطفی ﷺ کے ظہور قدسی کی علامت و بشارت اور شرف و کرامت کے طور پر تھا۔ پھر اس کے بعد یہ نور حضور ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہ الذبیح کی پیشانی میں جلوہ گر ہوا جن کو اللہ رب العزت نے ذبح کے فدیہ کے طور پر قبول فرمایا۔ جب ان کے والد بزرگوار حضرت عبدالمطلب نے اپنی نذر کو پورا کرنے کے لئے ان کے ذبح کا ارادہ کیا اور یہ نذر انہوں نے اس وقت مانی تھی جب زمزم کے کنوئیں کا نشان مٹ گیا تھا تو انہوں نے نذر مانی کہ اگر اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں اس کا الہام فرمائیں گے تو وہ ایک بیٹا ذبح کر دیں گے۔ تو اللہ رب العزت نے نور محمدی ﷺ کی برکت سے انہیں ذبح ہونے سے نجات بخشی اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کا الہام فرمایا کہ وہ اپنے بیٹے کے بدلے ایک سو اونٹوں کا فدیہ دے دیں۔

ساعت سعید

جب حضرت عبداللہ کا فدیہ دیا گیا اور آپ بچ گئے تو ایک عورت نے آپ کی پیشانی اقدس سے یہ نور دیکھ لیا اور اپنے ساتھ نکاح کا پیغام دیا اور اس کے ساتھ ہی یہ پیشکش بھی کی کہ اس کے بدلے وہ سو اونٹ جو ان کے فدیے میں دیئے گئے ہیں وہ بھی دے گی مگر انہوں نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ جب تک ان کے والد حضرت عبدالمطلب اس کی

اجازت نہ دے دیں، ایسا نہیں ہو سکتا۔ اس کے بعد ان کے والد بزرگوار حضرت عبدالمطلب ان کو لے کر ان کے ساتھ حضرت وہب بن عبد مناف بن زہرہ کے پاس گئے، جو اس وقت نسب اور شرافت کے اعتبار سے بنی زہرہ کے سردار تھے۔ انہوں نے اسی وقت اپنی بیٹی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ ان کا نکاح کر دیا جو اس وقت قریش کی بہترین اور سب سے افضل ترین عورت تھیں۔ حضرت عبداللہ جب ان سے ملے تو اسی لمحہ سعید سید الخلائق ﷺ کا نور ان کے صدف اطہر میں جلوہ گر ہو گیا، اس طرح یہ نور اعظم ان سے جدا ہو گیا۔

جس رات یہ نور اقدس صدف مادر میں جلوہ گر ہوا وہ جمعہ کی رات تھی اور رجب کا مہینہ تھا۔ اس رات زمین و آسمان میں یہ منادی کی گئی کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کا نور آج رات حضرت آمنہ کے صدف اطہر میں جلوہ گر ہو گیا ہے جو بنی نوع انسان کے لئے بشیر و نذیر بن کر ظہور پذیر ہو گا۔ اس کے ساتھ ہی رضوان جنت کے فرشتے کو حکم دیا گیا کہ وہ آج رات جنت الفردوس کے دروازے کھول دے۔ اس رات قریش کے تمام جانوروں کو قوت گویائی مل گئی اور وہ بول اٹھے کہ نور محمدی ﷺ صدف مادر میں جلوہ گر ہو گیا ہے۔ رب کعبہ کی قسم! وہی دنیا کے امام اور اس کے رہنے والوں کے لئے چراغ ہدایت ہیں۔ ملوک دنیا میں سے کسی ملک کا کوئی تخت ایسا نہیں تھا جو اوندھا نہ ہو گیا ہو۔ دنیا کے ہر بادشاہ کی قوت گویائی سلب ہو گئی اور وہ اس دن کوئی بات نہیں کر سکتا تھا۔ مشرق کے جنگلی جانور مغرب کے جنگلی جانوروں کی طرف دوڑتے گئے اور انہیں حضور ﷺ کی بشارت دیتے رہے۔ اسی طرح سمندر کے رہنے والوں نے بھی ایک دوسرے کو بشارت دی۔

بشارات و ارہاصات

حضور اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا نے نیند اور بیداری کی درمیانی حالت میں یعنی نیم خوابی کے عالم میں دیکھا کہ کوئی ان سے کہہ رہا ہے کہ کیا آپ کو خبر ہے کہ آپ اس امت کے سردار اور اس کے نبی ﷺ کی امانت بردار ہیں اور انہوں نے (حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے) کئی دفعہ دیکھا کہ ان سے ایک نور نکلا ہے جس سے مشرق و مغرب روشن ہو گئے ہیں۔

جب اس امانت برداری یعنی نور محمدی کی امانت کو لئے چھ ماہ گزر گئے تو خواب میں کوئی آنے والا ان کے پاس آیا اور ان کے پائے اقدس کو چوم کر انہیں خبر دی کہ آپ کے صدف اطہر میں سید العالمین ﷺ ہیں ان کا نام محمد رکھنا اور ان کی شان کو پوشیدہ رکھنا، ان کے بارے میں کسی سے کچھ نہ کہنا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے اس دوران بڑا بار امانت محسوس کیا اور دیگر مشہور روایات میں ہے کہ انہوں نے اس سلسلے میں کچھ بھی محسوس نہ کیا۔ ان دونوں قسم کی روایات کو اس طرح تطبیق دی گئی ہے کہ پہلی بات تو ابتداء حمل میں پیش آئی جبکہ دوسری آخر حمل میں۔ تاکہ ان دونوں حالتوں میں امر عادی کی مخالفت واقع ہو اور معلوم ہو جائے کہ آپ ﷺ کے تمام امور و معاملات خارق عادت ہیں۔ (اور جو چیز عادت و معمول کے خلاف ہوتی ہے وہی معجزہ کہلاتی ہے) ایک روایت میں ہے جو کہ زیادہ مشہور ہے کہ حضور جان عالم ﷺ کے والد ماجد فوت ہو گئے تھے اور ابھی تک آپ ﷺ کا نور صدف مادری میں مکنون تھا اور اسی کے بارے میں اکثر روایات آئی ہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ آپ کی والدہ ماجدہ نو ماہ سے زیادہ عرصہ تک حاملہ رہیں یا اس نور اقدس کی امانت بردار ہیں اور زیادہ صحیح روایت اس کے برعکس ہے۔ حضور اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا دوران حمل ایسے واقعات و کرامات اور روشن نشانیاں مسلسل مشاہدہ فرماتی رہیں جن سے آپ ﷺ کے عظمت مقام پر دلالت ہوتی تھی۔ یہ کرامات اور آیات باہرات اخبار و احادیث میں تواتر کے ساتھ منقول ہوئی ہیں۔

ظہور قدسی

یہ ماہ اسی طرح گزرتے گئے تاآنکہ یہ عالم وجود اس نور اقدس سے روشن ہو گیا۔

جب اس نور اقدس کا ظہور قدسی ہونے کے قریب ہوا تو حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو اس درد نے آلیا جو کہ عورتوں کو اس موقع پر ہوا کرتا ہے لیکن کسی کو اس کا علم نہیں تھا۔ اس وقت انہوں نے ایک ایسی آواز سنی، جس سے وہ خوف زدہ ہو گئیں۔ اس کے فوراً بعد انہوں نے دیکھا کہ ایک سفید پرندے کے پر نے ان کے دل کو چھو لیا ہے

جس سے ان کا خوف جاتا رہا اور گھبراہٹ دور ہوگئی۔ پھر جب انہوں نے توجہ کی اور نظر اٹھائی تو دیکھا گویا ان کے پاس ایک سفید مشروب تھا جس میں دودھ تھا انہیں پیاس محسوس ہو رہی تھی انہوں نے اسے پی لیا۔ پھر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے چند عورتوں کو دیکھا جو کہ کھجور کے درخت کی طرح لمبی تھیں وہ انہیں دیکھ کر حیران رہ گئیں۔ حیرت سے ان کی طرف دیکھا تو انہوں نے کہا کہ ہم آسیہ اور مریم ہیں اور یہ موٹی موٹی آنکھوں والی جنتی حوریں ہیں۔ اس کے بعد معاملہ گراں ہوا اور وہ مختلف ہولناک آوازیں سنتی رہیں اور پھر اچانک دیکھا کہ ایک سفید دیباج اور ریشمی چادر ہے جو آسمان اور زمین کے مابین پھیلی ہوئی ہے اور ایک کہنے والا کہہ رہا ہے کہ اسے (نومولود مسعود کو) لوگوں کی نظروں سے دور لے جاؤ۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے کچھ آدمیوں کو دیکھا کہ ہوا میں کھڑے ہیں ان کے ہاتھوں میں چاندی کے برتن ہیں اور ان سے عرق ٹپک رہا ہے جو خالص کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے۔ انہوں نے پرندوں کی ایک ٹکڑی کو بھی آتے ہوئے دیکھا کہ وہ آئے ہیں اور انہوں نے ان کے حجرے کو ڈھانپ لیا ہے۔ ان کی چونچیں زمرد کی ہیں اور پر یاقوت کے۔ اس وقت انہیں زمین کے مشرقی اور مغربی کنارے نظر آئے اور انہوں نے تین جھنڈے نصب کئے ہوئے دیکھے۔ ایک جھنڈا مشرق میں، ایک جھنڈا مغرب میں اور ایک جھنڈا کعبہ کی چھت پر۔ اس کے بعد انہیں دردِ زہ نے آلیا اور ان پر معاملہ گراں ہوگیا اور ایسے ہوا کہ گویا کہ آپ عورتوں کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے ہیں۔ وہ آپ کی خدمت کر رہی تھیں تب آپ نے حضور پُرنور ﷺ کو جنم دیا۔ صلو علیہ وسلموا تسلیما

آیات ولادت

ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی ولادت رات کے وقت ہوئی جبکہ دوسری روایت میں ہے کہ دن کے وقت ہوئی اور ان دونوں روایات میں کوئی تخالف یا تضاد نہیں پایا جاتا۔ اس کا احتمال ہے کہ یہ طلوع فجر کی آخری ساعت ہو جو ان اوصاف کے ساتھ ساتھ متصف ہوتی ہے جو آپ کے کمال اعظم کے لائق اور مناسب ہے۔ آپ کی آیات ولادت (ولادت کی غیر معمولی نشانیوں) میں سے یہ بھی ہے کہ آپ کے ظہور قدسی کے وقت

آپ کے ساتھ کوئی خون یا قد یعنی کسی قسم کی آلائش نہیں تھی اور اس وقت ایک ایسا نور دیکھا گیا جس سے پورا مکان اور گھر بھر گیا۔ تارے قریب آ گئے اور جھک گئے یہاں تک کہ ایسے محسوس ہوا کہ وہ ان پر گر پڑیں گے۔ اور ان کی دایہ (قابلہ) نے کسی کہنے والے کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ وہ کہہ رہا ہے کہ:

یرحمك الله — اللہ کی آپ ﷺ پر رحمت ہو۔

اس کے ساتھ ہی ایک نور چمکا جس سے مشرق و مغرب روشن ہو گیا۔ حضور پُرنور ﷺ اپنی دونوں ہتھیلیوں اور گھٹنوں کے بل تشریف فرما ہوئے اور آپ ﷺ کی نگاہیں آسمان کی طرف بلند تھیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ ایسی حالت میں جلوہ گر ہوئے کہ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ گھٹنوں پر رکھے ہوئے تھے اور سر اقدس آسمان کی طرف بلند کیا ہوا تھا۔ جب حضور اقدس ﷺ اپنی والدہ محترمہ سے جدا ہوئے تو ان سے ایک نور نکلا۔ شہاب کی روایت میں ہے کہ اس نور سے مشرق و مغرب کے مابین بالخصوص شام اور اس کے محل روشن ہو گئے جو اس طرف اشارہ تھا کہ آپ بنفس نفیس وہاں تک تشریف لے جائیں گے اور شب معراج کو اسراء کا سفر وہاں تک ہو گا اور وہی آپ کی امت کا دارالملک ہو گا جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور شام میں (ارض فلسطین) انبیاء کی ہجرت گاہ ہے۔ کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جو یا تو وہاں کا رہنے والا نہ ہو یا جس کی پیدائش وہاں نہ ہوئی ہو یا وہاں ہجرت کر کے نہ گیا ہو۔ وہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔ وہی ارض محشر و منشر (حشر و نشر) بھی ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ شام کو لازم پکڑو کیونکہ یہ روئے زمین سے اللہ کا انتخاب ہے جہاں اس کے منتخب اور بہترین بندے کھنچے آتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ جب پیدا ہوئے تو آپ ﷺ اپنے دونوں ہاتھوں کے بل جلوہ گر ہوئے۔ پھر آپ ﷺ نے مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور آسمان کی طرف سر بلند کیا۔ مٹی کو مٹھی میں لینا اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ آپ ﷺ زمین کے مالک و متصرف ہوں گے اور اسے (مٹی کو) اپنے دشمنوں کے مونہوں میں ڈالیں گے اور انہیں شکست و ہزیمت سے دوچار کر دیں گے اور یہ معاملہ بدر و حنین کے دن ایسا ہوا کہ حضور ﷺ نے مٹی ہتھیلی میں لی اور اسے دشمنوں کے چہروں پر دے مارا تو کوئی ایسا دشمن باقی نہ

رہا جس پر مٹی نہ پڑی ہو۔ اس کے نتیجے میں وہ سب کے سب خائب و خاسر، مایوس، ہزیمت زدہ اور پسپا ہو کے رہ گئے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور ﷺ بوقت ولادت اپنے گھٹنوں کے بل تھے اور نظر مبارک آسمان کی طرف لگی ہوئی تھی اور بادل کا سفید ٹکڑا آسمان سے اترا اور حضور ﷺ کو آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کی نظر مبارک سے کچھ دیر کے لئے اوجھل کر دیا تو انہوں نے ایک کہنے والے کو یہ کہتے سنا کہ (حضرت) محمد (ﷺ) کو لے کر زمین کے مشارق و مغارب (مشرقی و مغربی کناروں) کا چکر لگاؤ اور انہیں سب سمندروں کے اندر لے جاؤ تا کہ تمام مخلوقات آپ کے اوصاف کو جان لیں۔

پھر حضور ﷺ کو ظاہر اور جلوہ نما کیا تو آپ ﷺ سفید اونی کپڑے میں لپٹے ہوئے تھے اور آپ کے نیچے سبز ریشمی چادر تھی۔ آپ کے ہاتھ میں تین کنجیاں سفید اور تر و تازہ اور خوشنما موتیوں کی تھیں اور ایک کہنے والا یہ کہہ رہا تھا کہ حضرت محمد ﷺ کے دست اقدس میں فتح و نصرت، ذکر و شہرت اور نبوت کی کنجیاں ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی والدہ ماجدہ نے اس موقع پر پہلے سے زیادہ بڑا بادل دیکھا جس میں گھوڑوں کے ہنہنانے، پروں کے پھڑکنے اور مَردوں کے کلام کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے آپ ﷺ کو ڈھانپ لیا اور آپ کی والدہ ماجدہ کی نظر مبارک سے پہلے سے زیادہ دیر تک پوشیدہ رکھا۔ کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا کہ حضرت محمد ﷺ کو لے کر تمام زمینوں، جنوں، انسانوں اور فرشتوں کا چکر لگاؤ پھر جب آپ اپنی والدہ ماجدہ کے سامنے دوبارہ ظاہر ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ آپ ایک سبز ریشمی چادر کو اچھی طرح سے پکڑے ہوئے ہیں جس سے میٹھا پانی ٹپک رہا ہے۔ ایک کہنے والا یہ کہہ رہا ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے تمام دنیا کو ہاتھ میں لیا ہوا ہے کہ اس پر رہنے والوں میں سے کوئی مخلوق ایسی باقی نہیں رہی جو اپنی خوشی سے آپ کے قبضہ میں نہ آ گئی ہو۔ ہر قسم کی قدرت و طاقت اللہ عظیم و سربلند کو ہی حاصل ہے جو ہر چیز پر قادر ہے جو وہ چاہتا ہے۔ پھر آپ کو تین فرشتوں نے ڈھانپ لیا، ان میں سے ایک کے ہاتھ میں چاندی کا پانی والا برتن تھا اور دوسرے کے ہاتھ میں زمرد کا ایک طشت (تھال) اور تیسرے کے ہاتھ میں سفید ریشمی کپڑا یا رومال تھا۔ جب اسے پھیلایا اور اس سے ایک انگوٹھی نکالی جس سے دیکھنے والوں کی

آنکھیں چندھیا رہی تھیں۔ اس کو اس پانی والے برتن سے تین دفعہ دھویا اور پھر حضور ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان اس انگوٹھی سے مہر لگائی۔ پھر آپ ﷺ کو اٹھا کر اپنے پروں میں ایک ساعت کے لئے داخل کر لیا۔ اس کے بعد آپ کو لوٹا دیا۔ یہ روایت اس دوسری روایت سے تعرض نہیں کرتی جس میں ہے کہ حضرت محمد ﷺ مہر کے ساتھ پیدا ہوئے اور نہ ہی وہ تیسری روایت کہ آپ ﷺ کو اس وقت مہر لگائی گئی جب آپ کا اس وقت شق صدر ہوا جب کہ آپ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھے کیونکہ مہر کے تکرار یعنی بار بار مہر لگانے سے کوئی امر مانع نہیں۔ اس سے آپ کی مزید کرامت و عظمت، امتیاز و اعزاز اور اعتماد و اکرام کا اظہار مقصود ہے۔

احبار و رہبان (یہودی علماء اور عیسائی راہبوں) کی ایک جماعت نے شب ولادت ظہور قدسی سے پہلے حضور ﷺ کی ولادت کی خبر دی اور اس پر اتفاق کیا کہ بنی اسرائیل سے سلطنت و سیادت ختم ہو گئی ہے اور ان میں سے بعض آپ پر ایمان بھی لے آئے۔ آیات ولادت میں سے یہ بھی ہے کہ شاہ کسریٰ کا محل و دیوان لرز اٹھا اور ہچکولے کھانے لگا جس سے زیادہ مضبوط و محکم کوئی ایوان تعمیر نہیں ہوا تھا۔ مگر وہ ہل کے رہ گیا اور پھٹ گیا اور اس کے بالائی چودہ کنگرے کر گئے جو اس طرف اشارہ تھا کہ اس کے بعد شاہان ایران سے صرف چودہ بادشاہ باقی ہوں گے اور یہ امر اور معاملہ اسی طرح ہوا کہ ان میں سے سب سے آخری بادشاہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں ہوا ہے۔ (اور اس کے بعد کوئی نہیں ہوا)۔

شب ولادت آتش کدہ ایران کی وہ آگ بھی بجھ گئی ایرانی جس کی پوجا کیا کرتے تھے اور وہ اس سے پہلے دو ہزار سال سے کبھی نہیں بجھی تھی بلکہ دن رات پہلے سے زیادہ جلائی اور بھڑکائی جاتی تھی۔ مگر کوئی بھی اس رات اس کو جلانے اور روشن کرنے پر قادر نہ ہو سکا۔ بحیرہ طبریہ بھی خشک اور پایاب ہو گیا جس میں کشتیاں چلا کرتی تھیں مگر شب ولادت اس میں پانی کا ایک قطرہ بھی نہ بچا اور اس کی جگہ اس کے مقام پر ساوہ نام کا شہر بسایا گیا۔ اس رات شیاطین جو کہ آسمان سے سن کر خبریں چرایا کرتے تھے ان پر شہاب ہائے ثاقب پھینکے گئے پھر اس کے بعد وہ دوبارہ واپس نہیں جا سکے اور ابلیس لعین کو بھی

آسمان کی خبر سے روک دیا گیا تو وہ زار و قطار رونے لگا جیسا کہ اس دن رویا تھا جب کہ اس پر لعنت کی گئی اور جب اسے جنت سے نکالا گیا اور اس وقت بھی رویا جب حضور نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی اور جب آپ کی بعثت ہوئی اور جب آپ پر سورہ فاتحہ نازل ہوئی۔

اکثر علماء اس پر متفق ہیں کہ آنحضور ﷺ پہلے ہی سے مختون (ختنہ شدہ) اور مقطوع السرہ (ناف بریدہ) پیدا ہوئے۔

حضور اقدس ﷺ کے جد امجد حضرت عبدالمطلب نے آپ کا اسم گرامی محمد رکھا۔ ان کی طرف سے آپ کا اسم گرامی محمد رکھنے کی وجوہات و اسباب کے حوالہ سے مروی ہے کہ انہوں نے خواب دیکھا کہ ایک چاندی کی زنجیر ان کی پشت مبارک سے نکلی ہے جس کا ایک کنارا آسمان میں اور ایک کنارا زمین میں، ایک کنارا مشرق میں اور ایک کنارا مغرب میں ہے۔ پھر اس کے بعد وہ پہلی حالت پر آ گئی اور اس طرح بن گئی کہ گویا ایک درخت ہے جس کے ہر پتے پر نور ہے اور اہل مشرق و مغرب کے رہنے والے اس کے ساتھ لٹکے ہوئے ہیں۔ اس خواب کی تعبیر یہ کی گئی کہ ایک بچہ ان کی پشت سے ہوگا جس کی مشرق و مغرب والے اتباع کریں گے اور اہل زمین و آسمان اس کی حمد و تعریف کیا کریں گے۔ اس لئے انہوں نے آپ کا نام محمد رکھا۔

تاریخ و مقام ولادت

علماء میں حضور سرور کائنات فخر موجودات ﷺ کے ماہ میلاد اور یوم ولادت کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے اور اس سلسلے میں بہت سے اقوال ہیں۔ تاہم اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ آپ ﷺ پیر (سوموار) کے دن پیدا ہوئے اور زیادہ مشہور یہ ہے کہ آپ ربیع الاول شریف کے مہینے میں پیدا ہوئے اور یہ بھی مشہور ہے کہ آپ بارہ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ جبکہ کچھ آئمہ متقدمین اور حفاظ حدیث وغیرہ کا کہنا ہے کہ اس دن ربیع الاول کی آٹھ تاریخ تھی۔ صحیح یہی ہے کہ آپ ﷺ مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے اس کے علاوہ کوئی اور اعتقاد یا نظریہ جائز نہیں۔ زیادہ مشہور یہی ہے کہ حضور ﷺ کا مقام ولادت وہی معروف مکان ہے

جو کہ سوق اللیل میں ہے جہاں اب مسجد ہے جسے خلیفہ ہارون الرشید کی والدہ خیزران نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے وقف کیا تھا۔

شرف رضاعت

سب سے پہلے جس نے آپ کو دودھ پلایا وہ آپ کے چچا ابولہب کی لونڈی ثویبہ تھی جسے اس نے اس وقت آزاد کر دیا تھا جب اس نے اسے حضور ﷺ کی ولادت کی خوشخبری دی تھی تو اس کے بدلے اللہ تعالیٰ نے اس کے عذاب میں ہر پیر کی شب تخفیف کر دی۔ اس کی جزا کے طور پر کہ اس نے اس دن حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی کی تھی۔ ایک روایت میں ہے کہ ابولہب نے ثویبہ کو ہجرت کے بعد آزاد کیا تھا تو اس بنا پر اس سے عذاب کی تخفیف کی وجہ یہ ہوئی کہ اس نے اسے حضور ﷺ کو دودھ پلانے کا حکم دیا تھا۔ اس کے بعد حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا۔ وہ نبی رحمت ﷺ کے پاس جب بھی آتیں حضور ﷺ ان کے لئے اپنی چادر بچھا دیتے اور اسی طرح ان کے شوہر سعدی کے لئے بھی اور ان کی بیٹی شیما کے لئے بھی جو حضور کو اپنی والدہ کے ساتھ کھلایا کرتی تھیں۔

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی رضاعت کے واقعہ کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ اپنی قوم کی عورتوں کے ساتھ شیر خوار بچوں کی تلاش میں مکہ مکرمہ آئیں تو سب دائیوں نے حضور ﷺ کی یتیمی کی وجہ سے اعراض کیا حتیٰ کہ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے بھی پہلے ایسا ہی کیا۔ لیکن جب آپ ﷺ کے علاوہ کوئی اور بچہ نہ ملا تو آپ ﷺ کے پاس ہی آئیں اور آپ کو گود لے لیا۔ آپ کو اٹھایا تو آپ کو سفید اونی کپڑے میں لپیٹا ہوا دیکھا جو کہ دودھ سے زیادہ سفید تھا اور آپ ﷺ سے کستوری کی خوشبو آتی تھی اور آپ کے نیچے سبز رنگ کی حریری ریشمی چادر تھی اور آپ اپنی پشت انور پر گہری نیند سوئے ہوئے تھے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا حضور ﷺ کو جگانے سے ڈریں اور اپنا ہاتھ آپ ﷺ کے سینہ مبارک پر رکھا جس سے آپ ﷺ مسکرائے اور آپ ﷺ نے دونوں آنکھیں کھول دیں اور ان سے ایک نور اس شان سے نکلا کہ آسمان کی بلندیوں کو چھونے لگا۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے آپ

ﷺ کو بوسہ دیا اور اپنا دایاں پستان آپ ﷺ کے آگے کر دیا جسے آپ ﷺ نے قبول کر لیا۔ جب حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا نے اپنا بایاں پستان بھی آپ ﷺ کے آگے کیا تو آپ ﷺ نے اس سے احتراز کیا گویا کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ نے حضور ﷺ کو عدل سے کام لینے کا الہام کر دیا اور آپ ﷺ کو بتا دیا کہ آپ ﷺ کا ایک اور دودھ شریک بھائی بھی ہے جو حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کا اپنا بیٹا ہے، اسی لئے آپ ﷺ نے بایاں پستان اس کے لئے چھوڑ دیا۔

عالی شان سواری

حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا خود ان کی اونٹنی سخت بھوک اور کمزوری کا شکار تھیں اور دودھ نہ ہونے کی شکایت رکھتی تھیں تو محض اس امر سے کہ انہوں نے حضور ﷺ کو اپنی گود میں لیا اور ان کے آگے اپنا پستان کیا تو نہ صرف یہ کہ حضور سیر ہو گئے بلکہ آپ ﷺ کا دودھ شریک بھائی بھی سیر ہو گیا اور ان کی اونٹنی بھی دودھ سے بھر گئی اور اس نے حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے گھر والوں کو خوب سیر ہو کر دودھ پلایا۔ جب صبح ہوئی اور حضور ﷺ کو لے کر آپ کی والدہ سے رخصت ہوئیں اور اپنی اونٹنی پر سوار ہوئیں جبکہ آپ ﷺ ان کے ہاتھوں میں تھے تو انہوں نے دیکھا کہ ان کی اونٹنی نے کعبہ کی طرف رخ کر کے تین بار سجدہ کیا اور اپنا سر آسمان کی طرف اس انداز سے اٹھا کر دیکھا کہ وہ بزبان حال اس سعادت نوازی پر کہ سید المرسلین ﷺ اس کی پشت پر ہیں بارگاہ خداوندی میں کلمہ شکر ادا کر رہی ہے۔ جب حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا اپنی قوم کے ساتھ مکہ سے نکلیں تو ان کی سواری دوسری سواریوں سے آگے نکل گئی جبکہ پہلے اس کے لئے کھڑا ہونا بھی دشوار تھا۔ یہ دیکھ کر حضرت حلیمہ کی ساتھی عورتوں نے اس پر تعجب کیا کہ کیا یہ وہی اونٹنی ہے۔ جب انہیں معلوم ہوا تو کہنے لگیں بیشک اس کی تو بڑی شان ہے۔ اور وہ اسے یہ کہتے ہوئے سنتی تھیں کہ بلاشبہ میری بڑی شان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے موت کے بعد زندگی دی ہے۔ کاش کہ تمہیں معلوم ہوتا کہ میری پشت پر کون ہے۔ اس پر تو سید الاولین والآخرین ہیں۔ اس کے بعد جب وہ اپنے گھروں کو لوٹیں جو کہ خشک ترین خطہ

زمین تھا تو حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کی بکریاں خوب سیر ہو کر واپس لوٹتی تھیں اور ان کی قوم کی بکریوں کو ایک قطرہ بھی نہیں ملتا تھا حالانکہ وہ سب کی سب ایک ہی مقام پر چرتی تھیں۔

شق صدر

جب حضور سید عالم ﷺ کو حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے ہاں دو سال گزر گئے تو وہ آپ کو لے کر آپ کی والدہ ماجدہ کے پاس گئیں۔ جن کے پاس آپ زیادہ دیر نہ رہے اور آپ کو لے کر جلد ہی واپس آ گئیں۔ حضور ﷺ ان کے پاس مزید دو ماہ ٹھہرے تھے کہ ایک دن جبکہ حضور پرنور فداہ ابی وامی اپنے دودھ شریک بھائی کے ساتھ گھروں کے پیچھے بکریاں چرا رہے تھے کہ آپ کا بھائی دوڑتا ہوا گھر کی طرف واپس آیا اور اپنے والدین کو آوازیں دینے لگا کہ میرے قریشی بھائی کے پاس جائے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا اور ان کے شوہر حضور ﷺ کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ آپ کا رنگ زرد ہو رہا تھا۔ انہوں نے آپ ﷺ کو گلے لگایا اور خیریت پوچھی تو آپ ﷺ نے انہیں بتایا کہ آپ کے پاس دو آدمی آئے تھے ان کے اوپر سفید لباس تھا۔ انہوں نے آپ ﷺ کو لٹایا اور آپ ﷺ کے صدر مبارک کو شق کیا۔ دونوں میاں بیوی آپ ﷺ کے بارے میں ڈر گئے اور آپ ﷺ کو فوراً لے کر آپ ﷺ کی والدہ کو لوٹانے مکہ روانہ ہو گئے۔ حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے ان سے دریافت کیا کہ تم آپ ﷺ کو واپس لے کر آ گئے ہو جب کہ تم دونوں آپ ﷺ کو مزید رکھنے کا بہت شوق رکھتے تھے تو ان کے پاس بجز اس کے کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ حضور ﷺ کی والدہ کو حقیقت حال سے آگاہ کرتے۔ آنحضرت ﷺ کی والدہ ماجدہ نے سن کر فرمایا کہ کیا تمہیں آپ ﷺ کے بارے میں کسی شیطان کے چھو جانے کا ڈر ہے۔ واللہ! شیطان کا آپ ﷺ پر کوئی داؤ نہیں چل سکتا اور میرے اس بیٹے کی تو بہت بڑی شان ظاہر ہونے والی ہے۔ اس کے بعد حضور پرنور ﷺ کا شق صدر دس سال کی عمر میں ہوا، پھر بعثت کے قریب ہوا، پھر معراج شریف کے وقت ہوا تاکہ تمام مراحل طفولیت،

بلوغت، بعثت اور اسراء کے وقت آپ ﷺ کو ایسا کمال حاصل ہو جو آپ ﷺ کی شان کے لائق ہے تاکہ آپ ﷺ مابعد کے کمالات کے لئے تیار ہو سکیں جن میں آپ ﷺ ابد ایسی ترقی و عروج کی طرف گامزن ہیں جس کی کوئی حد اور انتہا نہیں۔ اور یہ اس امر کے منافی نہیں کہ آپ کی تخلیق ابتداء ہی سے کامل ترین ظاہری و باطنی احوال میں ہوئی۔

سایہ ابر اور کلام قمر

جن دنوں حضور منبع النور ﷺ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا کے پاس رہے تھے جب آپ رضی اللہ عنہا بکریاں چرانے کے لئے باہر نکلتے تو بادل آپ ﷺ پر سایہ کرتا۔ جب آپ ٹھہرتے، وہ ٹھہر جاتا اور جب چلتے تو سے چلنے لگتا۔ جب آپ گہوارہ میں ہوتے تو چاند آپ کی طرف جھک جاتا اور گویا آپ چاند سے ہم کلام ہوتے۔ آپ اس کی طرف اپنی انگلی سے اشارہ فرماتے۔ جس طرف آپ اشارہ کرتے چاند بھی اسی طرف جھک جاتا۔ جب حضور ﷺ کو اس کی خبر دی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا میں اس سے باتیں کرتا تھا اور وہ بھی مجھ سے باتیں کرتا تھا اور مجھے رونے سے روکتا تھا اور میں اس کی آواز کو بھی سنتا تھا جب کہ وہ عرش کے نیچے سجدہ کرتا تھا۔

سب سے پہلا کلام

حضور پرُنور ﷺ نے کمسنی میں ہی کلام کرنا شروع کر دیا تھا۔ آپ ﷺ کا گہوارہ فرشتے ہلاتے تھے۔ حضرت حلیمہ رضی اللہ عنہا فرمائی ہیں کہ سب سے پہلا کلام جو آپ ﷺ کی زبان اقدس سے صادر ہوا وہ یہ تھا۔

اللہ اکبر کبیرا والحمد للہ کثیرا وسبحان اللہ بکرۃ و اصیلا	اللہ ہی بڑائی میں سب سے بڑا ہے اور اللہ کے لئے سب سے زیادہ حمد و تعریف ہے اور اللہ کی ہی پاکی ہے صبح و شام۔

والدہ ماجدہ کا وصال

جب حضور اکرم ﷺ کی عمر مبارک چار برس ہوئی اور ایک روایت کے مطابق اس سے زیادہ عمر مبارک تھی کہ آپ کی والدہ آپ کو ساتھ لے کر آپ کے جد امجد حضرت عبدالمطلب کے اخوال بنی عدی النجار سے ملاقات کے لئے مدینہ منورہ تشریف لے گئیں۔ واپسی پر راستے میں ان کا وصال ہو گیا اور ابواء میں دفن ہوئیں جو کہ قرع کے قریب ایک گاؤں ہے۔ اس کے بعد حضرت ام ایمن برکتہ جو کہ آپ ﷺ کی دایہ تھیں آپ ﷺ کو لے کر واپس مکہ مکرمہ آئیں۔

ایک روایت کے مطابق آپ ﷺ نے حضرت ام ایمن کو اپنے والد ماجد سے یا اپنی والدہ ماجدہ سے وراثت میں پایا تھا یا حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انہیں آپ کو ہبہ کیا تھا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کو حجون میں دفن کیا گیا۔ اس کے بارے میں بھی کئی روایات آئی ہیں۔

جد امجد کا وصال اور حضرت ابو طالب کی کفالت

جب حضور ﷺ آٹھ برس کے ہوئے اور ایک قول کے مطابق اس سے کم اور ایک قول کے مطابق اس سے کچھ زیادہ تو آپ کے جد امجد حضرت عبدالمطلب ایک سو بیس یا ایک سو چالیس سال کی عمر میں فوت ہو گئے اور حجون میں دفن ہوئے۔ ان کے بعد آپ ﷺ کے چچا ابو طالب نے جو آپ ﷺ کے والد ماجد کے سگے بھائی تھے، اپنے والد بزرگوار حضرت عبدالمطلب کی وصیت کے مطابق آپ ﷺ کی کفالت کی۔

اسفار شام اور حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے نکاح

جب حضور ﷺ بارہ سال کے ہوئے تو آپ ﷺ اپنے چچا ابو طالب کے ساتھ شام گئے۔ جب آپ بصریٰ پہنچے تو وہاں بحیرا راہب نے آپ ﷺ کو پہچان لیا اور آپ

ﷺ کے چچا کو آپ ﷺ کی نبوت و رسالت کی صفات اور مہر نبوت سے آگاہ کیا جو کہ آپ ﷺ کے دونوں کندھوں کے درمیان تھی اور خود بھی آپ ﷺ پر ایمان لے آیا۔ پھر اس کے بعد آپ ﷺ کے چچا سے قسم لی کہ وہ آپ ﷺ کو لے کر واپس چلے جائیں کہ اسے آپ ﷺ کے خلاف یہودیوں کی دشمنی کا ڈر ہے۔ ان کے سات آدمی آپ ﷺ کو قتل کرنے کے ارادہ سے آئے تو بحیرا نے انہیں روکا۔ انہوں نے بتایا کہ یہودی ہر راستے میں پھیل گئے ہیں کیونکہ انہیں علم ہو چکا ہے کہ نبی آخر الزمان ﷺ اس شہر میں آرہے ہیں۔ وہ تمام خوارق عادت اور نشانیاں جو بحیرہ نے دیکھیں ان میں سے ایک نشانی یہ تھی کہ سفید بادل کا ٹکڑا آپ ﷺ پر سایہ کناں تھا اور جب آپ نے ایک درخت کے نیچے قیام کیا تو اس درخت کی شاخیں آپ ﷺ پر جھک گئیں اور سایہ کرنے لگیں۔ جب حضور سید عالم ﷺ کی عمر مبارک بیس برس کی ہوئی تو آپ ﷺ تجارت کے سلسلے میں دوبارہ شام گئے۔ اس سفر میں آپ ﷺ کے ہمراہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی تھے اور انہوں نے بحیرا سے آپ ﷺ کے بارے میں پوچھا تو اس نے قسم کھا کر کہا کہ آپ ﷺ نبی ہیں۔ جب آپ پچیس برس کے ہوئے تو حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے لئے تجارت کے سلسلے میں ایک بار پھر شام گئے اور اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ ان کا غلام میسرہ بھی تھا۔ اس نے دو فرشتے دیکھے جو حضور ﷺ کو دھوپ سے بچاؤ کے لئے آپ ﷺ پر سایہ کرتے تھے۔ یہ منظر حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے بھی بچشم خود دیکھا، جب آپ ﷺ واپس آرہے تھے۔ سفر شام سے واپسی کے کوئی تیرہ ماہ بعد آپ ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا جبکہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عمر چالیس برس تھی۔ جب حضور نبی اکرم ﷺ کی عمر پینتیس برس کی ہوئی تو قریش نے کعبہ کی دوبارہ تعمیر کی اور آپ ﷺ نے بنفس نفیس اپنے دست اقدس سے حجر اسود کو اپنے مقام پر رکھا۔ جب حضور سید عالم ﷺ کی عمر مبارک چالیس برس کی ہوئی تو آپ نے اپنی بعثت کا اعلان فرمایا: صلی اللہ علیہ وسلم و بارك علیه و علی آله و اصحابه و تابعیهم افضل صلوة وسلام و افضل بر کة عدد معلومات الله و مداد کلمات الله ابدا لابدین و دهر الداهرین والحمد

جشن آمد رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ترجمہ۔ بلوغ المامول

از: فضیلۃ الشیخ عیسیٰ بن عبداللہ بن مانع الحمیری[1] ....ترجمہ: مولانا محبوب احمد چشتی[2]

ولادت باسعادت کے موقع پر خوشی کا اظہار کرنے کے بارے میں وارد ہونے والے تفصیلی دلائل کے ذکر سے پہلے اچھا ہوگا کہ ہم مولد کا معنیٰ، اس کی عظمت کا مقصد اور اس کے علاوہ تمام فوائد ذکر کر دیں۔

مولد کا لغوی معنیٰ

وقت ولادت ۱۲ ربیع الاول

یا

جائے ولادت مکہ

مؤرخین کے نزدیک اس کا مفہوم

لوگوں کا اکٹھے ہونا۔ قرآن خوانی کرنا۔ انبیاء میں سے کسی نبی کی ولادت کے بارے میں یا اولیاء اللہ میں سے کسی ولی کے حوالے سے وارد ہونے والی روایات کو بیان کرنا اور ان کے اقوال، افعال کی بنا پر ان کی تعریف کرنا۔ (اعانۃ الطالبین ج ۳/ص ۳۶۱)

جشن ولادت منانے کا مقصد

جشن عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر محفل منعقد کرنے کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ اس میں انبیاء، اولیاء اور صلحاء امت کی عظمت کا ذکر ہو جو اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا مصداق ہیں۔

۱۔ سابق ڈائریکٹر محکمہ اوقاف دوبئی.....

۲۔ شاہ جمال ضلع مظفر گڑھ ...

"بات یہ ہے کہ جو اللہ کے نشانیوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیزگاری سے ہے۔" (۲۲/۳۲)

بلاشک وشبہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام قطعی طور پر اللہ تعالیٰ کے عظیم شعائر میں سے ہیں اور قدر کے اعتبار سے بزرگ و برتر ہیں۔ اور یہ بات نبی اکرم ﷺ کے جشن ولادت سے مزید پختہ ہو جاتی ہے کیونکہ آپ کی تعظیم کرنے کا حکم قرآن مجید اور سنت مطہرہ میں موجود ہے اور اس کے علاوہ جشن میلاد النبی ﷺ منانے کے اس قدر فوائد ہیں جو کہ ان گنت ہیں۔

۱۔ محفل میلاد النبی ﷺ آپ کی ولادت باسعادت کے ذکر، آپ کے معجزات، سیرت طیبہ اور آپ کی تعریف وثناء پر مشتمل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ لوگوں کو قرآن کریم پڑھنے کے لئے اکٹھا کیا جاتا ہے۔ احادیث، سیرت طیبہ کی قرأت ہوتی ہے۔ نیز فقراء اور مساکین کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔

۲۔ جشن ولادت باسعادت منانے کے فوائد میں سے ایک فائدہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت کے ذکر کو زندہ کیا جاتا ہے۔

حافظ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حوالے سے ارشاد فرمایا کہ ولادت باسعادت کے عمل میں اصل یہ ہے کہ وہ لوگوں کا مجتمع ہونا، قرآن خوانی کرنا، نبی اکرم ﷺ کی تخلیق کے بارے میں وارد ہونے والی اخبار کو ذکر کرنا اور اسی طرح ان آیات کو پڑھنا جو مولد النبی ﷺ کے بارے میں وارد ہیں۔ نیز فرماتے ہیں کہ یہ ایسی بدعت حسنہ ہے کہ جس کے کرنے والے کو اس پر ثواب دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں نبی اکرم ﷺ کی تعظیم ہے، خوشی کا اظہار کرنا ہے اور ولادت باسعادت کے جشن سے مسرور ہونا ہے۔

امام شہاب الدین المعروف ابوشامہ شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا "ہمارے زمانے میں جو اچھا کام کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ ہر سال اس دن کہ جو حضور ﷺ کی ولادت کے دن کے موافق ہو۔ اس میں صدقات کیے جاتے ہیں، حضور ﷺ کی نعت پڑھی جاتی ہے اور زینت وسرور کا اظہار کیا جاتا ہے۔ (الحاوی للفتاوی ج ۱/ص ۲۵۲)

نیز اس کے ساتھ ساتھ اس میں یہ بھی ہے کہ فقراء پر احسان کیا جاتا ہے۔ حضور

ﷺ کی محبت پر یہ بات دلالت کرتی ہے یہ کام کرنے والے کے دل میں حضور ﷺ کی عظمت موجزن ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا شکر ہے جو اس نے اپنے محبوب ﷺ کو مبعوث فرما کر کیا۔ وہ ذات کہ جس نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ (الباعث علی انکار البدع والحوادث ص ۲۳)

مصنف فرماتے ہیں کہ میرا یہ رسالہ چار فصلوں پر مشتمل ہے:

فصل اول: دلائل از کتاب اللہ

فصل دوم: دلائل از سنت رسول اللہ ﷺ

فصل سوم: دلائل از اجماع امت

فصل چہارم: اعتراضات اور ان کے جوابات

فصل اول: جشن میلاد اور قرآن

نمبر ا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فضل و رحمت

"تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں۔" (۱۰/۵۸)

پس اللہ تعالیٰ ہم سے اس بات کا مطالبہ فرماتا ہے کہ ہم رحمت پر خوش ہوں اور نبی اکرم ﷺ رحمت ہیں۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے۔

"اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔" (۲۱/۱۰۷)

حضرت ابو شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کی تفسیر نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ اللہ کا فضل علم ہے اور اس کی رحمت نبی اکرم ﷺ ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اور ہم نے تمہیں نہ بھیجا مگر رحمت سارے جہان کے لئے۔"

(تفسیری منثور ۴/۲۵۷)

آیت کریمہ میں فضل کے بعد رحمت کا ذکر یہ تخصیص بعد التعمیم ہے اور وہ آپ

ﷺ کے مہتم بالشان ہونے پر دلالت کرتی ہے۔ اور ذلک اسم اشارہ کو اس مقام پر ذکر کرنا یہ اس بات پر سب سے بڑی دلیل ہے کہ فرحت اور سرور کے اظہار پر ابھارا جائے۔ اس لئے کہ یہ اضمار کی جگہ اظہار ہے اور اس کے اہم اور لازمی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔

اور اس وجہ سے علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے روح المعانی میں فرمایا کہ فبذلك فلیفرحوا تاکید اور تقریر کے لئے ہے اور اس کے بعد راجح قول یہی ہے کہ آیت میں رحمت مذکور سے مراد وہ نبی اکرم ﷺ کی ذات والاصفات ہے اور انہوں نے فرمایا کہ نبی پاک ﷺ کا وصف رحمت مشہور ہے جس طرح کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان رہنمائی کرتا ہے۔

وما ارسلنك الا رحمة للعالمين۔ (روح المعانی ۱۰/۱۴۱)

تفسیر ابی سعود ملاحظہ ہو۔ (تفسیر ابی سعود ۴/۱۵۶)

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ کے فرمان فبذلك فلیفرحوا کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ یہ حصر کا فائدہ دیتا ہے یعنی انسان پر واجب ہے کہ وہ رحمت پر ہی خوش ہو۔ (التفسیر الکبیر الامام الرازی ج ۱۷/ص ۱۲۳)

اطمینانِ قلب:

دلیل نمبر ۲: رب ذوالجلال نے ارشاد فرمایا:

"اور سب کچھ ہم تمہیں رسولوں کی خبریں سناتے ہیں۔ جس سے تمہارا دل ٹھہرائیں۔" (۱۱/۱۲۰)

اس آیت میں انبیاء کرام علیہم السلام کے قصوں کو ذکر کرنے کا مطالبہ ہے۔ کیونکہ اس میں دلوں کی تقویت ہے اور ہمارے نبی اکرم ﷺ تمام رسولوں سے افضل ہیں اور ولادت باسعادت کا ذکر نبی پاک کی اخبار پر مشتمل ہوتا ہے۔ تو آپ ﷺ کے ذکر کرنے میں مومنین کے دلوں کی تقویت ہے تو یہ بات اس پر ابھارتی ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت کا ذکر کیا جائے اور آپ ﷺ کی کرم نوازی کا۔

مصنف کہتے ہیں کہ میں نے اس بارے میں کہا:

انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر جو ہم آپ ﷺ پر بیان کرتے ہیں تو ہم اس ذکر سے آپ ﷺ کے دل کو تقویت پہنچاتے ہیں تو آپ ﷺ کے علاوہ لوگ اس بات کے زیادہ مستحق ہیں کہ ان کے دلوں کو مضبوط کیا جائے۔ تو آپ ﷺ کی ثناء اس حوالے سے زیادہ بہتر ہے کہ وہ شعار بن جائے۔

حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام:

نمبر ۲: اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان جو حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی حکایت کے طور پر ذکر کیا گیا۔

"اے رب ہمارے ہم پر آسمان سے ایک خوان اتار کہ وہ ہمارے لئے عید ہو۔ ہمارے اگلوں، پچھلوں کی اور تیری طرف سے نشانی اور ہمیں رزق دے اور تو سب سے بہتر روزی دینے والا ہے۔" (۵/۱۱۴)

صاحب روح البیان نے اس آیت کے بارے میں ارشاد فرمایا۔ یعنی اس مائدہ کے نزول کا دن عید بن جائے تاکہ ہم اس کی تعظیم کریں۔ اب اس بات کو مائدہ کی طرف منسوب کیا۔ اس لئے کہ دن کی عظمت اس مائدہ کی شرافت کی وجہ سے ہے۔

نیز ایک اور آیت اسے مضبوط کرتی ہے اور تقویت دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ جو اس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے میلاد کا ذکر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا اور سلامتی ہے اس پر جس دن پیدا ہوا اور جس دن مرے گا اور جس دن اٹھایا جائے گا۔ (۱۹/۱۴)

یہ آیت اور اس کے مابعد و ما قبل کی دیگر آیات اشارۃً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے میلاد پر مشتمل ہیں۔ نیز وہ آپ کی تعریف اور ان خصوصیات کا بیان جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام پر احسان فرمایا۔ تو یہ مجموعی طور پر اس بات پر شاہد اور داعی ہیں کہ اب بڑے احسان پر جشن کا اہتمام کیا جائے۔

عظیم تر:

تو حضرت محمد ﷺ کا میلاد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے میلاد سے بلحاظ عظمت و رفعت

کم نہیں ہے۔ بلکہ رسول کا میلاد اس سے عظیم تر ہے۔ اس لئے کہ حضور عظیم ہیں۔ لہٰذا آپ کا میلاد بھی عظیم ہے۔

رب ذوالجلال کا یہ فرمان "اور بے شک ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی نشانیاں دے کر بھیجا کہ اپنی قوم کو اندھیروں سے اجالے میں لاؤ اور انہیں اللہ کے دن یاد کراؤ۔" (۱۴/۵)

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"اور ان پر پڑھو خبر ابراہیم علیہ السلام کی۔" (۲۶/۶۹)

اس سے مراد ان کا ذکر اور ان انعامات کا ذکر جو اللہ تعالیٰ نے ان پر فرمائے اور ان چیزوں کا ذکر جو وہ لے کر آئے۔ مثلاً ہدایت، نور، شریعت، حکمت، وعظ و نصیحت اور معجزات جو کہ دلوں اور عقلوں کو اللہ تعالیٰ کے اس فضل کی طرف متوجہ کر دے۔ جو اس نے اپنے بندوں پر کیا تاکہ وہ اس وجہ سے رب ذوالجلال کی طرف متوجہ ہوں۔ کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں اور اس کے عذاب سے ڈرتے ہیں اور ہر پریشانی اور وسعت کے وقت میں اس کو پکارتے ہیں۔ تو یہ بات رسل عظام کی ولادت باسعادت سے لے کر ان کے اس ظاہری جہان سے پردہ فرمانے تک کے تمام احوال پر مشتمل ہوگی۔ (رسولوں کے قصص کا بیان کرنا) یہ لوگوں کے لئے ہدایت ہے جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو تقویت دیتا ہے اور عقلوں کو روشن کرتا ہے۔ ان کی ارواح کو بلند کرتا ہے، نگاہوں کو تیز کرتا ہے، مشام کو پاک کرتا ہے۔

پس لوگ اس اطاعت اور شدید محبت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اس پر معتکف ہوتے ہیں، اس سے استدلال کرتے ہیں، اس کی رضا سے تعلق جوڑتے ہیں اور اس کی ناراضگی سے متنفر ہوتے ہیں۔ یہ سب کچھ اور اس سے بھی زیادہ فوائد ذکر مبارک سے، اللہ تعالیٰ کی نعمت کا ذکر کرنے سے اور اس پاکیزہ موقع پر محافل منعقد کرنے سے حاصل ہوتے ہیں۔

اور اس وجہ سے اچھا ہے لوگوں کو ان کی طرف بلانا۔ صحابہ کرام کی اتباع پر ابھارنا، ان کے طریقے کی حفاظت کرنا اور بے شک نفوس کا شوق اس سے زیادہ ہوگا کہ اسے اچھے مقاصد [illegible]

ساتھ کہ جن کا اسوۂ حسنہ ہے، جس سے لوگ محبت کریں اور جسے پہچانتے ہوں۔ اس کی سیرت کے ذکر سے جس میں زیادہ اثر کرنے والی کوئی چیز نہیں ہوسکتی۔ اس کا مرتبہ بزرگ و برتر ہونے کی وجہ سے ان کی صورت لوگوں کے ذہنوں میں نقش ہو جائے گی۔ جب وہ ان کا ذکر سنیں گے اور لوگوں پر ان کی خبروں کو بیان کیا جائے گا اور ان کے لئے عظمت کے مظاہر آپ کی سیرت میں روشن ہوں گے۔ لوگوں کے لئے آپ کے اقوال و افعال میں سے عجیب باتیں روشن ہوں گی تو وہ آپ کی اقتداء کرنے، رغبت کے ساتھ ان کی حکایت کو پڑھنے اور زیادہ سے زیادہ شوق پر مطلع ہوں گے۔

تنبیہہ

مسلمانوں کو کتنے واضح نقصان اٹھانے پڑے۔ جب انہوں نے اپنے بڑوں کے ذکر اور ان کی سیرت کو چھوڑ دیا۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ اور سب سے عجیب یہ کہ انہوں نے رسول کریم ﷺ کے جد امجد کے ذکر کو چھوڑ دیا حالانکہ قرآن کریم اکابر کی سیرت کے ذکر کی بار بار تاکید کرتا ہے اور ان کے ذکر سے مراد یہ ہے کہ جب انہوں نے اپنی ماؤں کے رحم میں قرار پکڑا۔ اس وقت سے لے کر ان کے ظاہری وصال فرمانے تک۔

اس وجہ سے ولادت باسعادت کے موقع پر خوشی کے اظہار کے مستحب ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے۔

ذکر انبیاء علیہم السلام

نمبر ۴: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت یحییٰ بن زکریا علیہم السلام کے میلاد کے قصے کو بیان فرمایا۔ اس طرح کی کثیر آیات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے میلاد کے ذکر پر اشارۃً دلالت کرتی ہیں۔ نیز آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ (حضرت مریم علیہا السلام) کی دعا۔ اور آپ ﷺ کو جو خوف اور عذر لاحق ہوا اور جو ان کی ولادت سے اللہ تعالیٰ نے ان پر احسان فرمایا کہ حضرت زکریا علیہ السلام نے ان کی کفالت کی اور اس طرح قسم قسم مختلف النوع کے رزق کا آپ کے پاس جمع ہونا۔ نیز یہ بھی کہ اشراف قوم کا اس بات کا اظہار کرنا کہ کون

حضرت مریم ؑ کی کفالت کرے گا اور اسی وجہ سے انہوں نے قرعہ اندازی کی۔ان تمام باتوں کا ذکر سورۃ آل عمران کی آیت ۳۴ سے لے کر ۴۴ تک میں موجود ہے۔

انہی آیات کے ضمن میں کچھ ایسی آیات ہیں کہ جو حضرت یحییٰ بن حضرت زکریا ؑ کے ذکر پر مشتمل ہیں۔جو آپ کی تکریم و بزرگی پر دلالت کرتی ہیں۔ان کے علاوہ سورۃ آل عمران کی دوسری آیات، سورۃ المائدہ اور سورۃ مریم کی کچھ آیات ایسی ہیں کہ جن پر اللہ کے بندے، اس کے رسول حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا ذکر ہے۔

تو میں کہتا ہوں کہ کیا ان تمام باتوں سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کی نعمت کا ذکر کیا جائے۔حالانکہ یہ تو پختہ اور یقینی بات ہے کہ آپ مطلق رب ذوالجلال کی پوری مخلوق سے افضل ہیں۔

تعظیم و توقیر:

نمبر ۵: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول اللہ ﷺ کی تعظیم و توقیر کرو اور صبح و شام اللہ کی پاکی بولو۔" (۹/۴۸)

مفسرین کرام کے اس آیت کی تفسیر میں دو مذہب ہیں۔

۱۔ پہلے مذہب والوں نے تمام ضمیروں کا مرجع ایک قرار دیا۔

۲۔ دوسرے مذہب والوں نے ضمیروں کے مرجع میں فرق کیا۔

مذہب اول کا خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں جتنی ضمیریں ہیں ان کا مرجع یا تو اللہ تعالیٰ ہے یا رسول اللہ ﷺ۔مفسرین کی ایک جماعت کی یہ رائے ہے جن سے امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے نقل کیا۔

۱۔ جن لوگوں کا یہ قول ہے کہ مرجع نبی اکرم ﷺ ہیں۔اس پر ان کی دلیل یہ ہے کہ اس آیت میں حضور ﷺ کا ذکر قریب میں کیا گیا ہے۔

۲۔ تفریق بین الضمائر ضرورت کے علاوہ جائز نہیں ہے۔

۳۔ تسبحوہ کا معنی ہے کہ ان کی نقائص سے پاکی بیان کرو۔

دوسرا مذہب ان لوگوں کا ہے جو ضمیر کا مرجع مختلف بتاتے ہیں۔ انہوں نے کہا تسبحوہ میں ضمیر کا مرجع اسم جلالت (اللہ) ہے جبکہ و تعزروہ اور و توقروہ کی ضمیر کا مرجع اسم رسالت (النبی) ہے۔ ان ضمیروں کا اسناد نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف آپ کی عظمت و توقیر کے پیش نظر ہے اور یہ بات اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل کی طرف پہنچانے والی ہے۔ تو عرب کا یہ دستور لف نشر مرتب کے حوالے سے ہے۔

فصل دوم: حدیث مصطفی ﷺ سے دلائل

پیر اور روزہ

دلیل نمبر ۱: حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کے بارے میں سوال کیا گیا۔ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اسی دن میری ولادت باسعادت ہوئی اور اسی دن میں مجھ پر قرآن نازل کیا گیا۔ یہ حدیث پاک حضور ﷺ کے یوم ولادت پر جشن منانے پر نص ہے۔ اس کے علاوہ یہاں اور کسی چیز کا احتمال نہیں۔ (صحیح مسلم ۲/۸۱۹)

مخالفین اس سے صرف یہ ثابت کرتے ہیں کہ اس دن صرف روزہ رکھنا چاہئے۔ یہ ان کا ظاہری خیال ہے اور تخصیص بلا مخصص ہے۔ لیکن اس کے باوجود ہمارے لئے اس میں یہ بات ہے کہ ولادت نبوی ﷺ پر جشن منانا شرعاً مطلوب ہے۔

حافظ ابن رجب حنبلی نے اس بارے میں اپنی کتاب لطائف المعارف فیما المواسم العام من الوظائف میں کیا خوب بات فرمائی ہے۔ (ص ۹۸)

اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جس دن نعمت کی تجدید ہوئی اس دن روزہ رکھنا مستحب ہے۔ تو اس امت پر اللہ تعالیٰ نے جو سب سے بڑی نعمت عطا فرمائی وہ حضرت محمد ﷺ کا ظہور، آپ کی بعثت اور آپ کو ان کی طرف بھیجنا ہے۔ جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا "بے شک اللہ کا بڑا احسان ہوا مسلمانوں پر کہ ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیجا۔" (۳/۱۶۴)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جس دن اپنے مومن بندوں پر نعمت کی تجدید فرمائی۔ اس دن روزہ رکھنا ایک اچھا اور خوبصورت عمل ہے۔ تو محفل میلاد منانا ان نعمتوں کے مقابلے کے باب سے ہے کہ جن میں تجدد اوقات میں شکر ادا کیا جاتا ہے۔

اس اطاعت سے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت تک پہنچنا مقصود ہے اور یہ مقصود کسی وسیلہ شرعی سے بھی متحقق ہو سکتا ہے۔ تو وہ وسائل بھی مقصد کے حکم میں ہوتے ہیں جبکہ وہ مقصد شرعی ہو۔

دس محرم الحرام کا روزہ

دلیل نمبر ۲: عاشورا کا روزہ رکھنا نبی اکرم ﷺ سے ثابت ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ مدینہ طیبہ تشریف فرما ہوئے تو یہودیوں کو آپ ﷺ نے عاشورا کے دن کا روزہ رکھتے ہوئے پایا تو آپ ﷺ نے ان سے اس روزے کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا یہ وہ دن ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات عطا فرمائی۔ تو ہم آپ ﷺ کی تعظیم کے پیش نظر اس دن کا روزہ رکھتے ہیں۔ تو (اس پر) رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہم موسیٰ علیہ السلام کے زیادہ حقدار ہیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

(صحیح بخاری ۷/۲۱۵/صحیح مسلم ترجمہ نمبر ۱/۳۰)

اس حدیث میں ایام کا تعین اور اہتمام کی دلیل موجود ہے۔

امیر المومنین فی الحدیث حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے ولادت باسعادت کے موقع پر جشن منانے کے مشروع ہونے پر استدلال کیا ہے۔ جس طرح کہ ان سے حافظ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن المقصد فی عمل المولد میں فتویٰ نقل کیا ہے۔

(الحاوی للفتاوی ۱/۱۹۲)

جو انہوں نے لکھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا اس چیز پر جو اس نے ایک معین دن میں نعمت عطا فرمائی یا کسی مصیبت کو دور کیا۔ تو ہر سال اس دن کے آنے پر اس چیز کا اعادہ کیا جائے گا جبکہ اللہ تعالیٰ کا شکریہ طرح طرح کی عبادتیں کرنے

سے ادا ہوتا ہے۔ جیسے سجدہ کرنا، روزہ رکھنا، صدقہ دینا، قرآن مجید پڑھنا وغیرہ۔ تو اس دن میں نبی رحمت ﷺ کے ظہور سے بڑھ کر کوئی اور نعمت نہیں ہو سکتی ہے۔

صحابہ کرام اور ذکر انبیاء علیہم السلام

دلیل نمبر ۳: صحابہ کرام رضی اللہ عنہم انبیاء کرام علیہم السلام کی سیرت بیان کر رہے تھے۔ تو نبی اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کا ذکر بدرجہ اولیٰ ہوگا۔ کیونکہ آپ ﷺ تمام انبیاء سے افضل و اکمل ہیں اور آپ ان تمام اوصاف کے جامع ہیں جو ان میں متفرق طور پر تھے۔ تو جشن ولادت باسعادت میں بھی تو یہی کچھ ہوتا ہے کیونکہ اس میں حضور اکرم ﷺ کی سیرت طیبہ کا ذکر ہوتا ہے۔

حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے۔ یعنی انبیاء کرام کا ذکر کر رہے تھے تو اس دوران نبی اکرم ﷺ تشریف فرما ہوئے اور جب قریب آئے تو انہیں (صحابہ) کو انبیاء کا ذکر کرتے ہوئے سنا۔

بعض نے کہا کہ بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنا خلیل بنایا۔ دوسرے نے کہا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا۔ ایک نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا کلمہ اور اس کی روح ہیں۔ دوسرے نے کہا کہ حضرت آدم علیہ السلام صفی اللہ ہیں۔ تو نبی اکرم ﷺ تشریف فرما ہوئے۔ ارشاد فرمایا کہ میں نے تمہارے کلام اور تعجب کو سن لیا۔ بے شک حضرت ابراہیم علیہ السلام خلیل اللہ ہیں اور وہ اس طرح ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نجی اللہ ہیں اور وہ اس طرح ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام روح اللہ اور کلیم اللہ ہیں اور وہ اس طرح ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام صفی اللہ ہیں اور وہ اس طرح ہے۔ خبردار میں حبیب اللہ ہوں اور مجھے اس پر فخر نہیں۔ قیامت کے دن لواء حمد اٹھانے والا میں ہوں گا جس کے نیچے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے ماسوا سب ہوں گے لیکن مجھے اس پر فخر نہیں۔ سب سے پہلے جنت کے دروازے کی کنڈی کو میں حرکت دوں گا۔ پس اللہ تعالیٰ میرے لئے اسے کھول دے گا اور مجھے اس میں داخل فرمائے گا اور میرے ساتھ مومن فقراء ہوں

گے۔لیکن مجھے اس پر فخر نہیں جبکہ میں اولین و آخرین میں سب سے زیادہ مکرم ہوں۔اللہ تعالیٰ کے نزدیک لیکن مجھے اس پر فخر نہیں۔

(تحفۃ الترمذی ۱/۸۶)(سنن الدارمی ۱/۲۶)(الشفاء ۱/۴۰۸)

یہ حدیث قوی ہے۔جس کے شواہد کو امام بیہقی نے دلائل النبوۃ میں ذکر کیا۔

(دلائل النبوۃ ۵/۴۷۰۔۵۰۰)

ابولہب اور عذاب

دلیل نمبر ۴: حافظ ابن ناصر الدین الدمشقی نے اپنی کتاب "مورد الصادی فی مولد الھادی" میں فرمایا کہ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ ابولہب سے ہر سوموار کے دن نبی اکرم ﷺ کی ولادت پر خوش ہو کر ثویبہ کو آزاد کرنے کی وجہ سے عذاب ہلکا کیا جاتا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے پڑھا جبکہ یہ کافر ہے اور اس کی مذمت میں یہ آیا ہے کہ اس کے ہاتھ ٹوٹ جائیں اور وہ جہنم میں ہمیشہ رہے۔

یہ آیا ہے کہ پیر کے دن ہمیشہ۔حضرت احمد ﷺ کی آمد پر خوش ہونے کی وجہ سے تخفیف کی جاتی ہے پس اس بندے کے بارے میں کیا گمان ہے کہ جس کی ساری عمر۔حضرت احمد ﷺ کی وجہ سے خوش ہو اور وہ موحد ہو کر مر جائے۔پس جب یہ کافر کہ جس کی مذمت میں قرآن مجید نازل ہوا کہ نبی اکرم ﷺ کی آمد پر خوش ہونے کی وجہ سے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے۔تو اس شخص کا کیا حال ہو گا کہ جو محفل میلاد منعقد کرتا ہے۔

شیخ القراء والمحدثین حافظ شمس الدین ابن جزری نے اپنی کتاب عرف التعریف المولد الشریف میں اس کی تائید کی اور اسے برقرار رکھا۔

عقیقہ

دلیل نمبر ۵: حافظ جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر السیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ "حسن المقصد" میں ذکر فرمایا۔نیز مصنف کو ایک اور حوالہ بھی ملا جسے امام بیہقی نے

ذکر کیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اعلان نبوت کے بعد اپنا عقیقہ کیا جبکہ آپ ﷺ کے دادا عبدالمطلب نے اپنی ولادت سے ساتویں دن بعد آپ ﷺ کا عقیقہ کیا تھا۔ اور عقیقہ کا دوبارہ اعادہ نہیں ہوتا تو آپ ﷺ کے فعل کو اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہوئے یہ کہا۔ اس بات پر کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا۔ اُمت کے لئے اسے مشروع فرمایا۔ جس طرح کہ حضور ﷺ اپنی ذات کے لئے صلوٰۃ پڑھتے تھے۔ اسی وجہ سے ہمارے لئے بھی اس شکریہ کا اظہار مستحب ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے موقع پر اجتماع کیا جائے۔ کھانا کھلایا جائے اور اس قسم کے جتنے تقرب حاصل کرنے اور مسرت کا اظہار کرنے کے طریقے ہیں۔ (الحاوی للفتاوی ۱/۱۹۶)

تخلیق آدم علیہ السلام

دلیل نمبر ۶: یہ صحیح ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جمعہ کی فضیلت کے بارے میں ارشاد فرمایا: "اور اس میں آدم علیہ السلام پیدا ہوئے۔"

(موطا امام مالک ۱/۱۰۸/ الترمذی ترجمہ نمبر ۴۹۱)

امام ترمذی نے اس حدیث کو حسن صحیح کہا ہے۔

اس کلام سے دلالۃ النص اور اقتضاء النص سے یہ بات ثابت ہوئی کہ جمعہ کی فضیلت حضرت سیدنا آدم علیہ السلام کے اس دن پیدا ہونے کی وجہ سے ہے۔ اس سے اس دن کی فضیلت ثابت ہوئی۔ جس دن میں نبی اکرم ﷺ کی ولادت ہوئی اور یہ فضیلت اسی دن کے ساتھ مخصوص نہیں ہوگی جس دن حضور پیدا ہوئے۔ بلکہ یہ فضیلت فی نفسہٖ ہوگی کہ جب بھی وہ دن آئے گا ایسی فضیلت ہوگی۔ جس طرح کہ جمعہ کے دن کی فضیلت ہے۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور ایک یہودی

دلیل نمبر ۷: حضرت سیدنا عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ سے ایک یہودی آدمی نے پوچھا۔ اے امیر المومنین تمہاری کتاب میں ایک آیت ہے۔ اگر وہ آیت یہودیوں کی قوم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید بنا لیتے۔ تو اس پر حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: کونسی آیت ہے۔ یہودی نے کہا:

"آج میں نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔" (۵/۳)

حضرت سیدنا عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اس دن کو جانتا ہوں کہ جس میں یہ آیت نازل ہوئی اور اس جگہ کو بھی جانتا ہوں جہاں یہ نازل ہوئی اور رسول اللہ ﷺ جمعہ کے دن مقام عرفہ پر تشریف فرما تھے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے امام ترمذی نے بیان کیا اور کہا اس میں نازل ہوئی عید کے دن یعنی جمعہ اور عرفہ کے دن۔ نیز امام ترمذی نے کہا وہ صحیح ہے۔

(ترمذی ۵/۲۵۰)

یہ دلیل بھی سیدنا عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ کی تائید کرتی ہے۔ اس بارے میں کہ اس دن کو عید منانا جس دن میں کوئی بڑی نعمت عطا ہوئی۔ اس لئے کہ وہ زمانہ اس نعمت عظمیٰ کے لئے ظرف ہے تو جس دن وہ عظیم نعمت عطا فرمائی گئی جب وہ دن لوٹ کر آئے گا تو وہ اس نعمتٰ کے شکر کا وقت اور فرحت و سرور کے اظہار کا موقع ہوگا۔

میلاد النبی ﷺ اور صلوٰۃ و سلام

دلیل نمبر ۸: جشن عید میلاد النبی ﷺ رسول اللہ ﷺ کی ذات پر درود شریف پڑھنے، ذکر کرنے، صدقہ خیرات دینے، نبی اکرم ﷺ کی عظمت و مدح کے بیان کرنے، نیز آپ ﷺ کے عمدہ خصائل اور احادیث مبارکہ کے ذکر پر مشتمل ہوتا ہے۔ یہ تمام امور شرعی طور پر مطلوب و مستحب ہیں اور جو چیز شرعی مطلوب کا باعث اور معاون ہو وہ بھی شرعاً

مطلوب ہوتی ہے۔

اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے خبر دیتے ہوئے یہ ارشاد فرمایا:

"بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے نبی اکرم ﷺ پر درود شریف بھیجتے ہیں۔اے ایمان والو! تم بھی درود اور سلام بھیجو۔" (۵۶)

حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ اس آیت سے مقصود یہ بیان کرنا ہے کہ ملاء اعلیٰ میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنے عبد خاص اور نبی مکرم ﷺ کا یہ مقام ہے کہ وہ مقرب فرشتوں کے سامنے آپ ﷺ کی تعریف کرتا ہے اور فرشتے آپ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے عالم سفلی کے لوگوں کو بھی صلوٰۃ وسلام کا حکم دیا۔ تاکہ دونوں جہانوں کی ثناء آپ ﷺ کے بارے اکٹھی ہو جائے۔ یعنی عالم بالا اور عالم زیریں اس بارے مجتمع ہو جائیں۔ (تفسیر ابن کثیر ۳/۵۰۶)

اور یہ بات ثابت شدہ ہے کہ حضور ﷺ نے اپنی اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی تعریف بیان فرمائی اور اس بارے میں ترغیب دلائی اور نبی اکرم ﷺ کی موجودگی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس پر عمل کیا۔حضور ﷺ اس پر خوش ہوئے نیز مدح کرنے والے کو دعا اور انعام سے سرفراز فرمایا۔

حضرت اسود بن سریع رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں نے حمد اور نعت لکھی ہے۔تو حضور ﷺ نے فرمایا لاؤ (یعنی سناؤ) اور آغاز اللہ تعالیٰ کی حمد سے کرو۔ (مسند احمد بن حنبل ۴/ ۲۴/ ابن ابی شیبہ ۶/ ۱۸۰/ طبرانی معجم/۱/ ۸۴۲)

نوٹ

اس روایت کی سند میں ایک راوی علی بن زید بن جرعان ہیں اور وہ ضعیف ہیں۔

(جبکہ فضائل میں حدیث ضعیف بھی مقبول ہوتی ہے)۔

حمزہ بن یوسف سہمی نے تاریخ جرجان میں ابن سعید اشج سے اس طرح روایت کیا کہ عبدالسلام بن حرب بن عوف نے حضرت حسن سے انہوں نے حضرت اسود سے اور انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے اسی طرح روایت کیا۔ (تاریخ جرجان ص ۴۱۳ ترجمہ نمبر ۷۲۳)

نیز اس کی اسناد صحیح ہے اور راوی اس کے قابل حجت اور ثقہ ہیں۔ عوف سے مراد ابن ابی جمیلہ ہیں اور حسن سے مراد حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔ جنہوں نے حضرت اسود رضی اللہ عنہ سے سنا۔

رسول اللہ ﷺ کی مدح کثیر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان کی۔ ان میں سے حضرت ابو رواحہ ہیں۔

حضرت عبداللہ ابن ابی رواحہ سے مروی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی اس طرح تعریف کرتے تھے۔ منظوم ترجمہ:

ہم میں پڑھتے ہیں رسول اللہ ربانی کتاب — صبح کہ جب روشنی پھیلائے اپنی آفتاب
ہم بے اندھوں کو دکھاتے ہیں صراط مستقیم — مانتے ہیں اس کو ہم فرمائیں جو عالی جناب
ان کے پہلو رات کو بستر سے رہتے ہیں الگ — خواب گاہوں میں کہ ہوں کفار جس دم محوِ خواب

(صحیح بخاری کتاب الادب ۵ / ۲۷۸ ترجمہ نمبر ۵۷۹۹)

مدحیہ اشعار پڑھنے والے کو سننا جائز ہے۔

منظوم ترجمہ: حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ خیبر کی طرف جا رہے تھے۔ ہم رات کو چلے تو قوم کے ایک آدمی نے حضرت عامر ابن اکوع سے کہا کہ آپ ﷺ ہمیں اپنے رجزیہ اشعار نہیں سنائیں گے۔ جبکہ عامر ابن اکوع ایک شاعر آدمی تھے تو وہ قوم کے بارے میں اس طرح اشعار پڑھنے لگے۔

تو گر ہدایت نہ فرماتا میرے پروردگار — کیسے بن سکتے تھے ہم بندے تیرے طاعت گزار
بخش دے ہم زندگی بھر کام جو کرتے رہے — دشمنوں کے بالمقابل دے ہمیں صبر و قرار
ہم پہ نازل کر سکینہ اے مرے رب غفور — پہنچتے جب دشمنانِ دین آئیں نابکار

(صحیح بخاری کتاب الادب باب ما یجوز من الشعر ۵ / ۲۲۹۴)

ایمان افروز حکایت:

دلیل نمبر ۹: شیخ ابن تیمیہ نے جلیل القدر امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے اپنی کتاب اقتضاء الصراط المستقیم فی مخالفۃ اصحاب الجحیم میں حکایت بیان کی ہے۔

مجھے اس بات کی خبر دی گئی کہ انصار نے رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے کہا۔ اگر ہم مقرر کریں کوئی دن جس میں ہم اکٹھے ہو کر اس یوم عظیم کا ذکر کریں۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے ہم پر انعام فرمایا۔ تو کہنے لگے وہ ہفتہ کا دن، پھر کہنے لگے کہ ہم یہود کے دن میں ان کے ساتھ موافقت نہیں کریں گے۔ کہنے لگے کہ اتوار کا دن، پھر کہنے لگے کہ ہم عیسائیوں کے دن میں ان کی موافقت نہیں کریں گے۔ تب انہوں نے کہا کہ عروبہ کا دن اور وہ جمعہ کے دن کو یوم العروبہ کہتے تھے۔ پس وہ سارے ابو امام سعد بن زرارہ کے گھر جمع ہوئے۔ ان کے لئے ایک بکری ذبح کی گئی جو ان تمام کو کافی ہوئی۔

تو اے ہمارے معزز قاری تو نے دیکھا۔ اس حدیث سے درج ذیل امور ثابت ہونا ممکن ہیں۔

۱۔ نئی نئی مستحسن باتیں جو اس سے متعلق ہیں۔ نیز اس حدیث سے یہ مفہوم لیا جا سکتا ہے کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایسے جدید امور کو برقرار رکھا جن کی دلیل شرعی اصول میں موجود ہو۔ اس دن میں ہونے والے عظیم امر کو بھی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے حضور ﷺ نے برقرار رکھا۔ تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس لئے اجازت کا انتظار نہ کیا چہ جائیکہ وہ حضور اکرم ﷺ سے اس کا حکم ملنے کے منتظر رہتے۔

۲۔ اس حدیث سے یہ سمجھا جاتا ہے۔ جیسا کہ ابن تیمیہ نے بھی استدلال کیا۔ عیسائیوں اور یہودیوں کی ہر اس کام میں مخالفت ضروری ہے جو ان کا شعار اور عادت ہو۔ بالخصوص اس معاملہ میں مخالفت لازمی ہے جس کا تعلق عبادت کے امور کے ساتھ ہو۔

۳۔ نعمت کا ذکر کرنا، خوشی منانا اور ان دنوں میں جشن منانے کا مستحب ہونا اس حدیث سے سمجھا جاتا ہے اور یہ مسئلہ انصار کی اس بات سے ثابت ہوتا ہے کہ جس دن انہوں نے اسلام کی دولت حاصل کی۔ اس دن اللہ تعالیٰ کا ان پر احسان ہونا اور ان کا اس دن کو تلاش کرنا کہ جس میں وہ اس عظیم احسان پر خوشی کا اظہار کرنے کو اختیار کر سکیں۔

فصل سوم: اجتماعی دلائل

تاریخ جشن میلاد النبی ﷺ

جشن عید میلاد النبی ﷺ کے مستحسن ہونے پر اجماع امت منعقد ہو چکا ہے۔

علماء نے ذکر فرمایا کہ سب سے پہلے اربل کے بادشاہ مظفر (وہ عظیم المسرتبت بادشاہ مظفر الدین ابوسعید کوکبری بن علی الستر کمانی ہیں۔ وہ ایک جسیم اور بہادر بادشاہ تھے۔ حافظ ذہبی نے کہا وہ عاجزی کرنے والا پاکباز اور فقہا و محدثین کا محب تھا۔ اس کی وفات ۶۳۰ھ میں ہوئی۔ سیر اعلام النبلاء ، ۲۲/۳۳۶) اس نے جشن عید میلاد النبی ﷺ منایا اور وہ اس موقع پر بڑے بڑے علماء اور ان کے ماسوا اہل علم کو دعوت دیتا تھا۔

نیز آئمہ مجتہدین میں سے ہر ایک نے اسے مستحسن قرار دیا۔ چنانچہ مجتہد امام ابوشامہ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب "الباعث علی انکار البدع والحوادث" میں ارشاد فرماتے ہیں ہمارے زمانے میں جو ایک اچھا نیا کام (بدعت حسنہ) کیا جاتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ جو دن نبی اکرم ﷺ کی ولادت باسعادت کے دن کے موافق ہو۔ اس میں صدقات و خیرات، نیکیاں اور خوشی و مسرت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس میں ایک تو فقراء پر احسان ہوتا ہے اور دوسرا یہ عمل حضور ﷺ کی محبت کی علامت ہے۔

ہم نے معزز بادشاہ اور ابوشامہ مقدسی ۵۲/۶۶ کے معاصرین میں سے کوئی ایسا شخص نہیں پایا جس نے جشن عید میلاد النبی ﷺ پر اعتراض کیا ہو۔

نیز جشن عید میلاد النبی ﷺ کے مشروع ہونے پر اجماع سکوتی ہے اور علماء کے نزدیک مستحسن ہے اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ بات ثابت ہے کہ جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

(المستدرک للحاکم ۳/۷۸۔ المقاصد الحسنہ ۳۶۷)

یہ حدیث اگرچہ موقوف ہے لیکن مرفوع کے حکم میں ہے کیونکہ اس میں رائے کو

فصل چہارم: جشن میلاد النبی ﷺ پر اعتراضات اور ان کے جوابات

جشن عید میلاد النبی ﷺ کی مشروعیت کے بارے میں بیان کردہ دلائل کے بعد ہم چاہتے ہیں کہ اس بارے وارد ہونے والے اعتراضات اور ان کے جوابات ذکر کیے جائیں۔

تاج الدین عمر بن علی رحمۃ اللہ علیہ (م ۷۳۴) نے میلاد شریف پر وارد ہونے والے اعتراضات کے بارے میں ایک رسالہ لکھا ہے۔ اس میں خلاصہ یہ ہے کہ اعتراض صرف ان خلاف شرع امور پر ہے جن کو میلاد شریف میں داخل کر دیا گیا ہے۔

پس اعتراض جشن عید میلاد النبی ﷺ کی مشروعیت پر نہیں۔ بلکہ ان چیزوں پر ہے جو خلاف شرع اس کے ساتھ ملا لی گئی ہیں۔ تو یہ صرف میلاد النبی ﷺ کے ساتھ خاص نہیں بلکہ یہ بات تو میلاد شریف کے علاوہ چیزوں میں بھی پائی جاتی ہے۔

نیز مذکورہ فاکہانی ان لوگوں سے بعد کے ہیں جنہوں نے میلاد النبی ﷺ کو مستحسن قرار دیا اور اسے برقرار رکھا ہے جیسے کہ پہلے ذکر کیا گیا تو فاکہانی کا کلام اس مخالف کی طرح ہے کہ جو اس بات کی مخالفت کرے، جس پر مسلمان متفق ہو چکے ہیں یہ تو اس حوالے سے بھی محل نظر ہے جیسا کہ علم اصول سے معلوم ہوتا ہے۔

علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے فاکہانی کے رسالے کو کتاب "حسن المقصد فی عمل المولد" میں ذکر کر کے اس کا محاسبہ کیا اور اب کوئی اعتراض باقی نہ رہا۔

(الحاوی للفتاوی ۱/ ۱۹۳)

اگر معترض یہ اعتراض کرے کہ بے شک میلاد شریف کا جشن ایک بدعت ہے اور حدیث میں ہے کہ "ہر بدعت گمراہی ہے" نیز بزرگان دین میں سے کسی نے نہیں کیا تو اس کا جواب کئی طرح سے ہے۔

اول

بدعت وہ ہے:

۱۔ جو شریعت کے موافق ہو۔

۲۔ جو شریعت کے مخالف ہو۔

پہلی قسم اباحت، استحباب اور وجوب کے درمیان دائر ہے۔

دوسری قسم کراہت اور حرمت کے درمیان دائر ہے۔

بدعات کی ان دو قسموں کی طرف تقسیم یقیناً درست اور تائید شدہ ہے۔ کثیر آئمہ دین کی عبارات اس بات کی وضاحت کرتی ہیں۔ جیسے امام شافعی، عز بن عبدالسلام، ابو شامہ مقدسی، امام نووی رحمہم اللہ تعالیٰ وغیرہ۔

(تہذیب الاسماء واللغات للامام النووی (۲/۲۲) فتح المغیث للامام السخاوی (۲/۲۲۹)

نیز علماء اس بارے میں متفق ہیں جبکہ انہوں نے فقط اس کا نام رکھنے میں اختلاف کیا ہے۔ انہوں نے اس کا نام بدعت حسنہ رکھا۔ اسے مصالحہ مرسلہ کہا اور اس بات کی طرف اشارہ امام شاطبی نے اپنی کتاب اعتصام میں کیا۔

دوم

اصطلاح میں بدعت اسے کہا جاتا ہے جو ایک متفق علیہ چیز کے خلاف ہو۔ امام سبکی اور ان کے علاوہ دیگر آئمہ نے کہا بدعت کا اطلاق اس نئے امر پر کیا جاتا ہے جس کی شریعت میں اصل نہ ہو۔

بدعت محدثہ وہ ہے جو کسی مثال سابق کے موافق ہو اور اس کے بالکل مخالف نہ ہو۔ قرآن کریم نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے اس قول کا ذکر کیا۔

یعنی اللہ تعالیٰ نے اس وقت تک لازم نہیں کیا۔ جب تک کہ ان لوگوں نے خود بخود اپنے اوپر لازم نہ کر لیا۔ تو معلوم ہونا چاہئے کہ اصل میں اسی کے اندر اللہ تعالیٰ کی رضا ہے۔ لیکن اللہ تبارک وتعالیٰ نے وجوب کو رفع کر دیا۔ اور ندب (استحباب) کو باقی رکھا تو پس جس وقت انہوں نے اپنے اوپر لازم کر لیا تو ان پر یہ بات لازم ہوگئی۔

وما رعوها حق رعایتها — انہوں نے جس طرح رعایت کرنے کا حق تھا رعایت نہ کی۔

یعنی انہوں نے رہبانیہ محمودہ پر صبر نہ کیا رہبانیۃ محمودہ کا مطلب ہے کہ مسلمان کے معاملات کا اہتمام کرنے کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لئے الگ تھلگ ہو جانا۔

یہ بات جس کی بنی اسرائیل نے ابتدا اپنے امور میں کی۔ پھر انہوں نے عزم کی نیت کو جدا کر لیا۔ اعلاء کلمۃ اللہ سے اور اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیزوں پر غیرت کے نہ ہونے سے۔ اس وجہ سے اللہ نے ان کی مذمت فرمائی کہ "انہیں جس طرح رعایت کرنے کا حق تھا۔ رعایت نہ کی۔ اسی بات سے ہم یہ خلاصہ ذکر کرتے ہیں کہ ہر ایسی جدید چیز جس کی پہلے سے مثال موجود ہو۔ تو اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ہر لحاظ سے شریعت کے مخالف نہ ہو۔ نیز اس بحث کی تفصیل مصنف کی کتاب ضوء الشمعۃ فی تحقیق معنی البدعۃ میں موجود ہے۔

علامہ اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر روح البیان میں اس آیت (ورهبانية ابتدعوها) تفسیر کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس وجہ سے ان کی برائی بیان کی کہ انہوں نے عمل کے دوام کی رعایت نہیں رکھی۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں بدعت کو برقرار رکھا تھا۔ بخلاف اس امت کے کہ ان کے لئے سنت حسنہ کو ان کی شرافت کی وجہ سے برقرار رکھا۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے بھی اچھا طریقہ اپنایا۔

جبکہ بعض اکابر علماء نے یہ فرمایا سنت حسنہ کے حوالے سے جو کچھ بھی عبادت کے طور پر ایجاد کیا جائے۔ تو وہ شریعت میں داخل ہے۔ جس شریعت کو لے کر رسل عظام تشریف فرما ہوئے۔ (روح البیان ۸/ ۳۸۴)

سید عبداللہ بن محمد صدیق الغماری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "اتقان الصنعة فی تحقیق معنی البدعة" میں اسی معنی کی تاکید کی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ اس آیت میں بنی اسرائیل کو رہبانیۃ کے ایجاد کرنے پر عیب نہیں لگایا گیا۔ کیونکہ اس سے انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا ارادہ کیا۔ بلکہ عیب انہیں اس بات پر لگایا گیا کہ انہوں نے جس طرح اس کی رعایت کرنے کا حق تھا رعایت نہ کی۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بدعت حسنہ مشروع ہے۔

(اتقان الصنعۃ فی تحقیق معنی البدعۃ ص ۱۶)

پھر آپ رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے بھی استدلال کیا۔ جس کو طبرانی نے معجم الاوسط میں روایت کیا۔

حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر رمضان کے روزے فرض فرمائے ہیں۔ جبکہ رمضان میں قیام (نماز تراویح) فرض نہیں فرمایا۔ تو قیام (نماز تراویح) ایک ایسی چیز ہے جسے تم نے خود ایجاد کیا۔ پس اب تم اس پر ہمیشگی اختیار کرو۔ اس طرح بنی اسرائیل کے لوگوں نے ایک بدعت کو ایجاد کیا۔ تو اللہ نے ان کے اس بدعت کو چھوڑنے پر برائی بیان کی۔ "ورھبانیة ابتدعوھا ما کتبناھا علیھم الا ابتغاء رضوان اللہ فما رعوھا حق رعایتھا" (مجمع الزوائد ۳/۱۳۹)

حافظ ھیثمی نے مجمع الزوائد میں کہا کہ اس حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی زکریا بن ابی مریم جن کو امام نسائی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔ (مجمع الزوائد ۳/۱۳۹)

جبکہ محدث السید عبداللہ بن صدیق نے کہا۔ زکریا بن ابی مریم کو ابن دیان نے ثقہ راویوں میں ذکر کیا اور امام نسائی نے کہا کہ وہ قوی نہیں ہیں۔ اور امام دارقطنی نے کہا کہ ان پر اعتبار کیا جائے گا اور حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے جو استنباط کیا، وہ صحیح ہے۔

سوم:

کسی چیز کے بارے میں دلیل کا نہ ہونا اس کے نہ ہونے پر دلالت نہیں کرتا۔ نیز مجہول پر اعتماد تو سرے سے مردود ہے۔ جلدی میں لکھی ہوئی اس بات کے بارے میں اتنا کافی ہے کہ میں اس بارے میں ابن قیم کا قول نقل کروں۔

ابن قیم کے سامنے فوت شدگان کے لئے قرآن خوانی کرانے کے بارے میں اعتراض کیا گیا تو اس نے کتاب الروح میں کہا جس کی عبارت یہ ہے۔ معترض نے یہ کہا کہ سلف میں سے کسی ایک نے بھی یہ کام نہیں کیا۔ ہو سکتا ہے کہ معترض کو اس بارے علم ہی نہ ہو۔ تو یہ بات عدم علم کی نفی پر دلیل ہے۔ کیا معلوم کہ سلف صالحین ایسا کرتے رہے ہوں۔ اور موجودہ لوگوں میں سے کسی نے مشاہدہ نہ کیا ہو۔

چہارم:

حدیث من احدث فی امرنا ھذا الخ کا ایک خاص مفہوم ہے۔ حدیث مذکور سے یہ مراد ہے کہ نئی بات سے وہ بات مراد ہے جو اصول دین سے متصادم ہو۔ جس کی دین میں اصل نہ ہو۔ تو اس کا مفہوم یعنی مفہوم مخالف یہ ہوگا کہ جس نے کوئی نیا کام ایجاد کیا تو وہ اس میں سے ہو۔ یہ مردود نہیں ہے۔

قرآن مجید کی تدوین۔ انہے ملکوں میں بھیجنا۔ موجودہ صورت میں مدارس کا بنانا، سرائیں بنوانا، علوم عالیہ کو وضع کرنا، نماز تراویح میں اقامت کہنا اور حرم میں نماز تہجد کی جماعت کرانا اور اس کے علاوہ امور کو کسی نے بھی بدعت مذمومہ نہیں کہا۔ معترضین نے راہ فرار اختیار کی۔ اور ایسے امور کو مصالح مرسلہ کا نام دے دیا جب اصطلاح بنانے میں کوئی رکاوٹ نہیں تو تشدد کس چیز کا؟

پنجم:

یقیناً نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص نے بھی اسلام میں ایک اچھا طریقہ ایجاد کیا تو اس کے لئے اس کا اجر ہے۔ (صحیح مسلم ۳/۸۷ مسند امام احمد ۴/۳۶۱)(ابن خزیمہ ۴/۱۱۲) وغیرہ حدیث عام ہے۔ اس لئے کہ نکرہ جب کسی قید عام کے ساتھ مشروط ہو تو یہ عموم کا فائدہ دیتا ہے۔ یہ متفق علیہ بات ہے۔ بعض لوگوں نے حدیث کو اپنے ظاہری معنی سے پھیرنے کا ارادہ کیا اور انہوں نے کہا کہ سن کا معنی احیا یعنی اسے زندہ کہا کیونکہ حدیث میں یہ بھی ہے کہ:

من من فی الاسلام سنۃ سیئۃ   کہ جس نے اسلام میں ایک برا کام ایجاد کیا۔

یہ اعتراض مردود ہے کیونکہ اس قائل کی مردود تاویل کے مطابق کلام کا معنی یہ ہوگا۔ جس نے اسلام میں کسی برے کام کو زندہ کیا۔ یہ بہت ہی برا کلام ہے۔ کیونکہ یہ اس کلام کو متلزم ہے کہ اسلام میں سنت سیئہ کا وجود ہو۔ ہم رسوائی سے اللہ کی پناہ مانگتے ہیں تو خلاصہ کلام یہ ہے کہ حدیث اس باب میں نص ہے۔ جو غیر کا احتمال بالکل نہیں رکھتی۔ تو جو کوئی اس

ظاہری معنی سے اور کوئی معنی مراد لیتا ہے تو اس نے بغیر کسی قرینے یا دلیل کے ظاہری معنی مراد نہ لیا۔

پھر اس بات کے دو محمل ہیں۔ یا تو یہ کہ اس کی مراد درست لینا ہے یا وہ مکابر ہے۔تو اس مکابر سے تو ہمارا کوئی کلام ہی نہیں۔

ششم:

جشن عید میلاد النبی ﷺ منانے کا ترک صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے اس کے حرام یا مکروہ ہونے کو مستلزم نہیں۔اس لئے کہ ترک کے ساتھ کسی چیز کی نہی وغیرہ مقترن نہیں ہوتی۔زیادہ سے زیادہ فقط یہ کہا جا سکتا ہے کہ جشن عید میلاد النبی ﷺ کا ترک جائز ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اور یہ نہیں فرمایا کہ جسے حضور اکرم ﷺ نے چھوڑ دیا اس سے رک جاؤ۔تو معلوم ہوا کہ ترک کرنا حرام ہونے کا فائدہ نہیں دیتا۔

ترک کے بارے میں زیادہ بحث علامۃ الکبیر محقق سید عبداللہ بن صدیق الغماری الحسنی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ حسن التفهم والدرك لمسالة الترك میں تحریر کی ہے۔

(واللہ اعلم بالصواب والیہ المرجع والمآب)

عارف باللہ علامہ السید امین کبتی المکی الحسنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔

: سبحان اللہ آپ ﷺ کے میلاد مبارک سے پوری روئے زمین میں اپنوں اور غیروں نے بھی سعادت و شرافت حاصل کی۔آپ ﷺ کی ولادت کا وہ مبارک دن کہ جس میں دنیا نے پاکیزگی حاصل کی۔نیز آپ ﷺ کی مثل زمانے نے کبھی نہیں دیکھی۔

ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

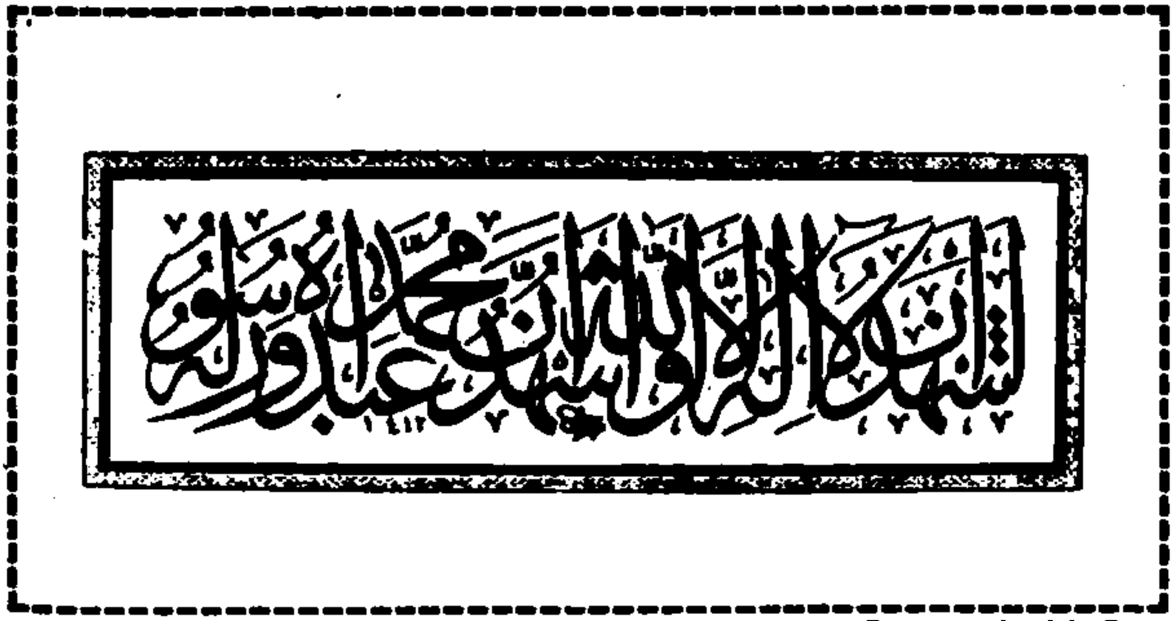
نبی مختار ﷺ کی ولادت کا ظہور مبارک ہوا۔آپ ﷺ کے چمکنے والے انوار و تجلیات سے عقلیں روشن ہوگئیں۔دنیا میں آپ کی تشریف آوری، خوشیوں، برکتوں اور سعادتوں کو لے کر آنے والی ہے۔ایک اور مقام پر فرمایا۔

ایسے پیر کی رات آپ ﷺ نے کس قدر ہمہ گیر شرافت اور دولت حاصل کی۔دنیا

میں تمام روشن راتیں آپ کی نسبت سے ہیں نیز آپ ﷺ چاندنی کی چابی ہیں۔ لیلۃ القدر، عیدین اور معراج آپ کے کمالات سے ہیں۔ جس نے آنکھوں کو روشن کر دیا۔ آپ ﷺ نے تاریخ میں اعلیٰ ترین مقام پایا۔ جس کی بلندی کا اعلان زمانے نے کیا آپ ﷺ کے محاسن نے زمانے کی آنکھ اور کانوں کو بھر دیا۔ اے ہمارے لئے باعث خوش خبری، اے وہ رات کہ جس کی فضیلت والی گھڑیاں ہمارے ذہنوں میں گردش کرنے والی ہیں اور جس نے تدریجاً دنیا کو روشن کر دیا۔ دنیا پر گزرنے والی فضیلتوں کا اگر تیرے ساتھ موازنہ کیا جائے تو تُو سب پر بھاری ہے۔ نیز اسی بارے میں اللہ تعالیٰ نے مصنف کو ایک قصیدہ لکھنے کی توفیق عطا فرمائی۔ جس کا نام انہوں نے نفحات الوفا فی عبد المصطفی صلی اللہ علیہ وسلم رکھا۔

آج مورخہ ۲۶ رمضان المبارک ۱۴۲۵ ہجری/ ۱۰ نومبر ۲۰۰۴ء بروز بدھ بعد از نماز مغرب بلوغ المامول فی الاحتفاء والاحتفال بمولد الرسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ترجمہ جشن آمد رسول ﷺ مکمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ جس نے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی توفیق عطا فرمائی۔ رب ذوالجلال بندہ کی اس حقیر کاوش کو میرے لئے اور میرے والدین، اساتذہ کرام اور خاندان کے افراد کے لئے ذریعہ نجات بنائے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم



میلادِ شریف کے فیوض و برکات

تالیف: امام محمد بن جعفر الکتانی رحمۃ اللہ علیہ .... ترجمہ: علامہ محمد شہزاد مجددی سیفی

الحمدلله الذی علم بالقلم و علم الانسان مالم یعلم و صلی الله علی خیر خلقه محمد و آله و اصحابه اجمعین. و صلی الله علی سیدنا محمد و آله و صحبه وسلم تسلیما○ عطر اللهم ؛؛ طیب ذکر حبیب الله الاعظم و ثناءه و من علینا بسلوك سبیله و هداه و صل وسلم و بارك علیه و علی آله صلاة و سلاما نتخلص بهما من محن الوقت واهواله.

(۱)

اے اللہ! ہماری محافل کو اپنے حبیب اعظم کے ذکر و نعت کی خوشبو سے معطر فرما! اور ان کے نقش قدم کی پیروی کے شرف سے ہمیں مشرف فرما! اور حضور اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کی آل اطہار پر درود و سلام اور برکات نازل فرما اور ہمیں صلوٰۃ و سلام کی برکت سے گردش زمانہ کی دستبرد سے نجات عطا فرما۔ آمین۔

تمام تعریفیں اس اللہ جل شانہ کے لئے ہیں جس نے کائنات کو معزز پیغمبر کے باعزت میلاد سے عزت بخشی۔ ہمارے آقا و مولیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ مقدس نبی اور صاحب مقام محمود ہیں جو صاحب شفاعت کبریٰ اور مالک حوض کوثر ہیں. جو تمام ممکنہ خوبیوں کا مجموعہ ہیں۔ بزرگ والدین اور اجداد والے ہیں، خلاصۂ کائنات اور اولاد آدم علیہ السلام کے سردار ہیں۔ وہ جن کا نور روشن جبینوں میں منتقل ہوتا رہا اور ان کے میلاد و ظہور قدسی سے سارا عالم منور ہو گیا اور ان کی صبح نورین کے پھوٹنے سے تمام جہانوں پہ ہدایت و معرفت کے آفتاب طلوع ہو گئے۔

اور صلوٰۃ و سلام ان کے نور عام پر، مرتبہ و مقام پر، راہِ حق نظام پر، قامت موزوں

اندام پر، خانوادہ ذی احتشام پر، عالی شان اکرام پر اور آپ ﷺ کی آل رضی اللہ عنہم و اصحاب رضی اللہ عنہم پر اور اطاعت گزاروں اور نسبت والوں پر بھی سلام و رحمت ہو۔

اما بعد! اے امت محمد مصطفیٰ (ﷺ) خصوصاً سادات کرام! بے شک اللہ تعالیٰ تھا اور کوئی چیز اس کے ساتھ موجود نہ تھی۔ اور کوئی بھی اس کے دائرہ شہود میں شریک نہ تھا۔ پس اس کی حکمت کاملہ نے تقاضا کیا اور اس کی مشیت خاصہ اس امر کی طرف متوجہ ہوئی کہ کائنات کو تخلیق کیا جائے اور انہیں اس ذات اور اس ذات کی صفات یعنی عظمت و کمال اور رفعت شان سے متعارف کروایا جائے۔ تو حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنے انوار احدیت و صمدیت سے حقیقت احمدیہ (علی صاحبہا الصلوات والتحیات والتسلیمات) کی تخلیق فرما کر اس کا آغاز کیا۔ تاکہ ذات خود ذات کے لئے اپنے جلال و جمال اور تقدیس کے پردوں میں متجلی ہو۔

پس اس تجلی سے اس حقیقت کی وحدت ظہور میں آئی۔ جو اپنی ابتداء کے اعتبار سے بے مثل اور انتہا کے لحاظ سے لاثانی ٹھہری، تاکہ اس کی سبقت، فضیلت اور خصوصیت واضح ہو جائے اور رب العزت کی طرف سے اس پر ہونے والے احسانات و انعامات اور اس کی بارگاہ میں اس کے شرف و بزرگی کا اعلان بھی ہو جائے اور آپ کی قدر و منزلت کا چرچا بھی ہو جائے اور اس کا رتبہ بلند اور اعزاز زیادہ ہو جائے۔

رسول اللہ ﷺ حتمی طور پر "اول الخلق" ہیں۔ آپ سے پہلے نہ لوح و قلم تھے نہ آب و عرش نہ ہی ان کے سوا کوئی اور تھا۔ آپ ﷺ نور کی صورت میں اپنے مولا کے سامنے اس کی بزرگ و برتر بارگاہ خاص میں قربت معنوی کی انتہائی منزل پر تھے۔

ہر چیز سے پہلے آپ ہی نے اس کی تسبیح و تنظیم کی، آپ ہی نے اس کی تکبیر و تہلیل اور تقدیم کی، کماحقہ تعریف و ثنا کا نذرانہ پیش کیا اور اس کے شایان شان اس کی صفات کا بہترین اظہار فرمایا۔

اتنا عرصہ کہ اس کی مدت و غایت سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا اور نہ ہی اس کی مقدار کا اندازہ سوائے اس کے جسے اللہ تعالیٰ نے اس انعام و قرب سے نوازا ہے کسی اور کو ہو سکتا ہے

اور حق تعالیٰ شانہ نے اس عرصہ میں اپنے انوار سے اس کی تائید فرمائی۔ اور اسے اپنے فیوضات و اسرار سے بہرہ ور فرمایا اور اس پر وہ احسانات فرمائے جن کا علم سوائے ذات باری تعالیٰ کے کسی کو نہیں ہے اور نہ اس کی خوشبو اس کے علاوہ انتہا درجے کی کوشش و کاوش کے باوجود بھی کوئی اور سونگھ پایا۔

یہی سبب ہے کہ اس مقام پر اپنے رب کے اولین عارف و عابد حضور علیہ السلام ہی تھے۔ اور اللہ کے شایان شان اس کے پہلے ثناء گستر آپ ہی ہیں۔ اور آپ ہی سب سے پہلے دائرہ ربوبیت و نورانیت کی تائید و حمایت سے نوازے گئے۔ آپ ہی ہیں جس کے لئے پہلے پہل حق تعالیٰ نے اپنے اسرار کے ساتھ جلوہ گری فرمائی اور اس کو اپنی عنایات و التفات اور تجلیات سے مستفیض فرمایا۔

جب اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے نور کی تخلیق کا آغاز فرمایا اور آپ ﷺ کو ایسے سانچے میں ڈھالا جس کی نظیر پہلے موجود نہ تھی تو اسی دوران ہر حسن و خوبی جو مشیت کو منظور تھی اس پیکر میں ودیعت فرمادی۔

ازل سے ابد الآباد تک ابتداء و انتہاء کا مآخذ اسی کو ٹھہرایا۔ الغرض ہر تمنا اور آرزو کا نتیجہ اس کے پیکر سے ظاہر ہوا۔ یہی سبب ہے کہ عالم آب و خاک کا فروغ آپ ﷺ ہی کے ظہور سے مربوط ہے مخلوقات اور عوام کی نشوونما آپ ﷺ ہی سے ہے۔

حضور ﷺ اسی لئے "اصل اصول" یعنی ہر مخلوق کا منبع و مصدر ہیں اور ہر واصل کے لئے ذریعہ ہائے وصول ہیں۔ اور ہر فضیلت والے سے بڑھ کر فضیلت والے ہیں۔ اور آپ ﷺ ہر سبقت والے سے سابق تر ہیں۔ اور تمام بنی نوع انسان میں نسب وحسب کے اعتبار سے افضل و اعلیٰ ہیں، اور تمام موجودات بشمول انسان کے روحانی باپ ہیں۔ اور ہر موجود کا باعث وجود آپ ہی ہیں اور عدم سے ہستی کی طرف اس کے اخراج کا سبب بھی آپ ہی ہیں۔

"مطالع المسرات" میں نقل کیا گیا ہے۔

ہمارے آقا عبدالنور الشریف العمرانی اپنے شیخ ابو العباس الحمامی سے اور وہ

ﷺ کو خواب میں دیکھا تو میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا، یا سیدی یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ ملائکہ و مرسلین کی داد رسی کرنے والے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ہاں میں فرشتوں، نبیوں، رسولوں اور اللہ کی ساری مخلوق کی داد رسی کرنے والا ہوں اور میں اصل موجودات ہوں۔ ابتداء و انتہاء ہوں اور میں ہی سب غایتوں کی غایت ہوں اور کوئی مجھ سے آگے نہیں بڑھ سکتا۔

(۲)

ہر موجود چیز قدیم ہو یا جدید خواہ اس کا تعلق کسی بھی زمانے اور عالم سے ہو یہاں تک کہ عناصر زمان و مکان بھی، عالم امکان میں ظہور پذیری کے لئے صاحب لولاک ﷺ کے محتاج ہیں۔ آپ کی برکت سے قائم اور نسبت عالی سے ممتاز ہیں اور ان کا سبب تخلیق بھی آپ ﷺ ہیں۔

ہر بزرگی، شرف، بخشش و عطا، نعمت و فضیلت اور عنایت و رحمت آپ ہی کے طفیل اتمام و تکمیل کو پہنچی ہے۔ سارے عوالم بالائی و نشیبی، کثیر و قلی، نحیف و ضخیم، عروج والے یا نزول والے، عیاں ہوں کہ نہاں آپ ﷺ ہی کے باعث ہیں، وجود حضور ﷺ ہی کے سبب نوازے گئے۔ نبی اکرم ﷺ کی طلعت ریزیوں سے ان کو اظہار نصیب ہوا اور آپ ﷺ ہی سے ان کو سب کچھ ملا۔

آپ ﷺ ہر چیز کا وسیلہ ہیں اور آپ ﷺ ہی کے واسطے سب کچھ تخلیق ہوا ہے۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے بغیر کسی واسطے کے امداد طلب کرتے ہیں اور دوسری ہر چیز آپ ﷺ کے وسیلے و واسطے سے فیض یاب ہوتی ہے۔ آپ ﷺ زمین اور افلاک والوں کے مددگار ہیں۔ آپ ﷺ ستر پردوں والے (ملائکہ) اہل عالم بالا اور آج تک زمین پر نازل ہونے والے اور پھر اوپر چڑھنے والے اور بلندی والے فرشتوں کے بھی ممد و معین ہیں۔

آپ ﷺ تمام زمانوں میں ہونے والے نیک اعمال کا سبب ہیں اور انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے لئے نبوت و رسالت کے منصب تک رسائی کا

ذریعہ ہیں۔ اولیائے کاملین اور ملائکہ مکرمین کے لئے بھی مرتبۂ قرب وحصول ولایت کا وسیلہ آپ ﷺ ہی ہیں۔

علم حقیقت (طریقت وتصوف) جس سے محروم رہنے والا شخص فاسق ہے اور علم شریعت (فقہ واحکام) جس سے دور رہنے والا زندیق ہے۔ دونوں (علوم) کا منبع آپ ﷺ ہی ہیں۔ آپ ﷺ ہی کی ذات گرامی کے طفیل تمام موجودات کو گزشتہ ادوار میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں عطا ہوتی رہیں اور آج بھی جسے جو نعمت مل رہی ہے آپ ﷺ ہی کے حوالے سے مل رہی ہے۔

نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم وہ مخلوق ہیں جن کی حقیقی قدر ومنزلت اور مرتبہ وعظمت کا اندازہ مخلوقات میں سے کوئی نہیں لگا سکتا۔

حق تعالیٰ شانہٗ نے اپنی مخلوق کو جتنی نعمتوں سے نوازا ہے ان میں سب سے اعلیٰ، افضل، بہترین اور لائق فخر نعمت یہ ہے کہ اس نے ان کو اپنے محبوب اقدس اور بلند شانوں والے رسول ﷺ عطا کر دیئے۔

اور یہ وہ نعمت عظمیٰ ہے جس پر ساری نعمتوں کا دارومدار ہے اور وہ "وسیلۂ کبریٰ" ہے جس کے توسل سے ہمارے مصائب وآلام ٹلتے ہیں۔ اور حضور ﷺ ہمارے ایسے محسن ہیں جن کی ہمارے اوپر ایسی منفرد کرم نوازیاں ہیں، جن عنایات سے ہمارے آباء واجداد، والدین اور عزیز واقارب کی نوازشات کو کچھ نسبت نہیں ہے۔

کیونکہ آپ ﷺ ہی ہمارے وجود واعانت کا وسیلہ اور ہماری حیات وارواح اور عافیت وسلامتی کی بقاء کا سبب ہیں۔

آپ ﷺ ہی ہماری تکالیف ورنج سے خلاصی کا ذریعہ ہیں اور ان شاء اللہ، اللہ کے فضل وکرم، جود وبخشش اور قدرت وعنایت سے جنت میں بھی ہمارے دائمی قیام کا وسیلہ آپ ہی ہوں گے اور ہمیں اس مہربان رب کا دیدار نصیب ہوگا۔ حق تعالیٰ شانہٗ اپنے نبیٔ امین کے طفیل ہمیں اس (سعادت) سے محروم نہ رکھے۔ آمین۔

آپ ﷺ وہ فاتح ہیں جن کی برکت سے اللہ نے ہدایت کا بند دروازہ کھول دیا اور آپ ﷺ (کے وجود) سے کفر وگمراہی کے طبقات کو مٹا ڈالا اور آپ ﷺ (کی برکت)

سے نفع بخش علوم اور نیک و مقبول اعمال کے راستے کشادہ فرما دیئے۔ دنیا و آخرت کی بھلائیاں آپ ﷺ کے صدقے عام ہو گئیں۔ بڑے بڑے ہوشیار اور چالاک قلوب مائل بحق ہو گئے۔

آپ ﷺ کی آمد سے آنکھوں اور کانوں کے پردے اٹھ گئے اور غیروں کی طرف متوجہ نگاہیں، مشاہدۂ حق میں مشغول ہو گئیں۔

انبیاء کرام علیہم السلام کی ابتداء بھی آپ ﷺ سے ہوئی کیونکہ آپ ﷺ ہی کا نور سب سے پہلے تخلیق ہوا۔ اور آپ ﷺ ہی پر رسالت کا سلسلہ ختم ہوا۔ کیونکہ آپ ﷺ کی بعثت اور تشریف آوری ان سب سے آخر میں ہوئی۔

حضور اکرم ﷺ وہ رسول ہیں، جن کی رسالت تمام عالمین ﷺ کے لئے ہے۔ تمام انبیاء و مرسلین، گذشتہ ساری امتیں اور ان کے علاوہ ساری مخلوقات آپ ﷺ پر ایمان لانے کے پابند ہیں۔ اور آپ ﷺ وہ حبیب کردگار (ﷺ) ہیں کہ اگر آپ ﷺ نہ ہوتے تو ارض و سما نہ ہوتے، طول و عرض نہ ہوتے، دوزخ و جنت، عرش و کرسی نہ ہوتے، جنات، ملائکہ اور انسان بھی نہ ہوتے، جیسا کہ احادیث و روایات صحیحہ اور صلحاء و عرفاء کے درست مکاشفات اس پر دلالت کرتے ہیں۔

(۳)

پھر یہ بزرگی والا اور بے شمار نوازشات والا بابرکت نور، جب حق تعالیٰ شانہ نے اس نور میں سے انوار خدا اخذ کیے اور کائنات کی مخلوقات کا تعین فرما لیا تو اس نور سے اپنی مشیت کے مطابق دیگر خلائق و مظاہر کو پیدا کیا۔

آخر میں اللہ جل مجدہ الکریم نے اس کامل نور کو حضرت آدم علیہ السلام کی پشت (صلب) میں رکھا، تا کہ ان کے دل و دماغ میں نظم اور جوش قائم رہے اور یہ اس لئے بھی تھا کہ وہ اس سے منور اور مضبوط ہوں اور یہ نور ان کی پیشانی میں سورج کی طرح آب و تاب سے چمکے۔

حضرت امام محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ سے شارح "الاکتفاء" نے حضور

علیہ السلام کے خمیر (طینت) کی تخلیق کے بارے میں نقل کیا ہے۔ جب دنیا کو بنے ہوئے سترہ ہزار سال گزر گئے تو یہ نور اتم حضرت آدم علیہ السلام سے ان کے معزز ترین فرزند اور نائب حضرت شیث علیہ السلام کی طرف منتقل ہوا جو عظیم المرتبت رسول اور نبی ہوئے ہیں۔

جس وقت حضرت سیدنا آدم علیٰ نبینا و علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے شیث علیہ السلام اور اپنی نسل میں آنے والے دیگر جانشینوں کو بالواسطہ مستقل وصیت جاری فرمائی کہ ان میں سے کوئی بھی اس نور کو ضائع نہ کرے اور اس جھلکتے چھلکتے راز کو فاش نہ کرے۔ سوائے پاکباز اور عفت مآب خواتین کے دوسری عورتوں سے متمتع نہ ہوا جائے۔ یہ وصیت مستقل طور پر نسل در نسل نافذ اور منتقل ہوتی رہی یہاں تک کہ مولا کریم نے اس نور کو حضرت سیدنا عبداللہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کی طرف اور ان سے مخدومہ کونین عظمت و بزرگی والی سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی طرف پھیر دیا۔ رب تعالیٰ نے آپ ﷺ کے نسب شریف کو والد اور والدہ دونوں کی طرف سے جاہلیت کی بدکاری اور آلودگی سے پاک رکھا اور زمانہ جاہلیت کی نجاست اور میل کچیل سے نور محمدی (علیٰ صاحبہ السلام) کی برکت سے انہیں بچایا۔ اسی نور نے اپنی موافقت کرنے والے ہر شخص کو ہدایت بخشی۔

حضور اکرم ﷺ اپنے خالق و مولا اور رزاق کے ہاں ایسی قدر و منزلت والے ہیں کہ اس نے آپ ﷺ کو سوائے اہل کمال کے اور اہل سیادت کے کسی اور کی طرف منتقل نہیں کیا اور انہیں اس کرامت سے نوازا کہ ان کے قریب دعائیں قبول ہوتی تھیں اور ان کی برکت سے بارشیں برسا کرتی تھیں۔ آپ ﷺ کے آباء اور امہات میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ہوا جو اللہ اور اس کے انبیاء و رسل پر ایمان نہ رکھتا ہو، اور صاحب فضیلت نہ ہو یا اپنے تمام معاصرین سے افضل نہ ہو، یا سردار نہ ہو اور وقت کے اہل شرف و سیادت میں سے نہ ہو۔

مزید برآں اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ ﷺ کی ذات گرامی پر انعام و احسان فرمایا اور آپ ﷺ کی فضیلت و بزرگی میں اس طور اضافہ کیا کہ آپ ﷺ کے والدین کریمین کو آپ ﷺ کے لئے زندہ کیا اور وہ دونوں آپ پر ایمان لائے، تاکہ ان کا شمار آپ ﷺ کے گروہ اور امت خاصہ میں ہو جائے۔ یہ ان دونوں (شخصیات) کی خصوصی

اور آپ ﷺ کا معجزہ ہے۔

یوں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو شرف بخشا، عزت دی اور رفعت و منزلت سے نوازا۔ یہ امر نہ صرف لازم ہے بلکہ اعتقادیات میں شامل ہے کیونکہ اکثر ائمہ و علماء نے اس پر اعتماد کیا ہے۔ اگرچہ اس روایت کی اسناد ضعیف ہیں لیکن ضعیف روایت پر فضائل و مناقب میں بلا اختلاف عمل کیا جاتا ہے۔ پاکیزہ قلوب سے صادر ہونے والے کشف صحیح اور علم وسیع سے بھی اس (عقیدے) کی تائید ہوتی ہے۔

آپ ﷺ کے والدین کریمین یا آپ ﷺ کے آباؤ اجداد میں سے کسی کے بارے میں (العیاذ باللہ) جہنمی ہونے کا عقیدہ رکھنے والے پر اللہ کی طرف سے اس کے جرم کے مطابق عتاب نازل ہو۔ ایسا شخص صدیقین و صالحین کے مراتب سے محروم ہی رہتا ہے۔ اور وہ اپنی تحقیق اور اجتہاد کے اعتبار سے غلطی پر ہے اور اپنے افکار و نظریات کے لحاظ سے ناقص الفہم ہے۔

ان علمائے کرام سے اللہ تعالیٰ راضی ہوگیا جو رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کی محبت میں سچے ہیں اور انہوں نے بے شمار تصانیف کے ذریعے اس عظیم بارگاہ کا مکمل اور جامع دفاع کیا۔ ان اہل دانش میں سے بعض اس آیت کریمہ سے استدلال کرتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ وَاَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا مُّهِیْنًا۝

بے شک وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کو ایذاء دیتے ہیں ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہے اور اللہ نے ان کے لئے توہین آمیز عذاب تیار کر رکھا ہے۔

اس سے بڑی ایذاء رسانی اور کیا ہوسکتی ہے؟ کہ کوئی کہے، آپ ﷺ کے والدین (نعوذ باللہ) دوزخی ہیں۔

اے اللہ! اے غالب اور بخشنے والے ہمیں اپنی رحمت کی پناہ میں رکھنا۔

علمائے کرام نے [illegible] نبی اکرم ﷺ حقیقتاً [illegible] اور کنبہ و قبیلے

کے لحاظ سے تمام اہل زمین سے بہتر ہیں۔ آپ ﷺ کا سلسلہ نسب فضیلت اور کمال کے اس مرتبہ پر فائز ہے کہ کوئی اور سلسلہ نسب خواہ کتنا ہی عالی مرتبہ ہو اس کی برابری نہیں کر سکتا۔ اسی طرح آپ ﷺ کی برادری، افضل الاقوام ہے اور آپ کا قبیلہ بہترین قبائل سے ہے اور آپ ہی کا خانوادہ فضیلت و بزائی والا ہے۔ آل و اولاد بھی آپ ﷺ ہی کی پاکیزہ و نفیس ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارا خاتمہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ ﷺ کے اہل بیت کی محبت پر کرے اور ہمارا حشر حضور اور آپ کی آل کے پرچم تلے کرے اور ان ہی کے غلاموں کے زمرہ میں ہمیں شامل فرمائے۔ آمین۔

(۴)

اور جب اللہ تعالیٰ کی مشیت کے مطابق حضرت سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ کا نکاح مخدومۂ عالم سیدہ بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا سے ہوا اور جناب عبداللہ نے ان سے اختلاط کیا اور مجامعت فرمائی تو یہ معزز نور ان کی طرف منتقل ہو گیا اور سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا رسالت مآب ﷺ (کے نور) سے حاملہ ہوئیں۔

اکثر آئمہ کی تصریح کے مطابق حضور علیہ السلام کے علاوہ نوع انسانی میں سے کوئی اور آپ ﷺ کے بطن مبارکہ میں نہیں ٹھہرا۔ جب یہ نور جناب عبداللہ سے سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی طرف منتقل ہوا تو یہ جمعۃ المبارک کی رات یا ماہ رجب المرجب کی یکم اور شب دوشنبہ تھی۔ اس وقت (ابوین نبی علیہ السلام) شعب ابی طالب میں درمیانی ستون (جمرۃ الوسطیٰ) جیسے مقدس مقام کے قریب مقیم تھے۔

آپ ﷺ کے نور کی منتقلی (حمل) کے وقت عجیب و غریب علامات اور خرق عادت واقعات کا ظہور ہوا۔ تا کہ آپ کی نبوت و رسالت کا ڈنکا بج جائے اور آپ ﷺ کے بلند مقام و مرتبہ کا اعلان و اظہار ہو جائے۔ زمین و آسمان میں یہ بشارت سنا دی گئی۔ اے کائنات والو سنو!

آمنہ رضی اللہ عنہا سید البشر (کے نور) سے حاملہ ہو گئی ہیں......

ساری دنیا کے بت منہ کے بل گر پڑے۔ بادشاہان عالم کی شان وشوکت ماند پڑ گئی۔اس صبح کو دنیا کا ہر بادشاہ گونگا ہو گیا اور پورا دن گفتگو نہ کر سکا البتہ اپنا مدعا اشاروں سے ظاہر کرتا تھا۔قریش مکہ کا ہر مویشی اس رات بول اٹھا اور ہر ایک نے کہا رب کعبہ کی قسم اللہ کے رسول ﷺ اور کل عالم کے امام، شکم مادر میں تشریف لے آئے ہیں۔جبکہ ایک روایت میں ہے عالم کے چارہ گر اور اہل عالم کے مہر منیر اپنی والدہ کے شکم میں جلوہ گر ہوئے ہیں۔

اسی طرح اس رات کوئی گھر ایسا نہ تھا جو چمک نہ گیا اور کوئی خطہ زمین نہ تھا جس میں روشنی اور فرحت سرایت نہ کرگئی ہو۔

مشرق کے حیوانات مغرب کے چوپایوں کی طرف بشارتیں دیتے ہوئے دوڑ رہے تھے۔

اسی طرح سمندری مخلوقات ایک دوسرے کو بہترین خلائق اور دونوں عالم کے دولہا کے ظہور کی خوش خبریاں سنا رہے تھے فرش خاکی کا طول وارض سرسبز ہو گیا۔ درختوں کی شاخیں قسم قسم کے ثمرات اور میوہ جات سے لد گئیں۔

اس سے پہلے اہل مکہ سخت تنگی اور طویل معاشی بدحالی میں مبتلا تھے۔حضور علیہ السلام کی صورت میں انہیں "خیر کثیر" مل گئی اور عطیات وعنایات کے خزانے ان پر لٹا دیئے گئے لہٰذا اس سال کا نام:

سنة الفتح والابتهاج یعنی کشائش وخوشحالی والا۔

سال رکھ دیا گیا۔کیونکہ اس سال پرچم حمد اور تاج کرامت والے (نبی علیہ السلام) رحم مادر میں متمکن ہوئے۔

سیدہ بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا خواب اور بیداری کے درمیانی عالم میں تھیں کہ انہیں بشارت دی گئی اور ان سے کہا گیا:

بے شک آپ سرور کونین ﷺ کے حمل سے ہیں۔سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: مجھے محسوس تک نہیں ہوا کہ میں حاملہ ہوں اور نہ ہی میں نے کسی قسم کی گرانی اور دقت محسوس کی۔البتہ حیض کے بند ہو جانے سے مجھے تشویش ہوئی کیونکہ اس سے پہلے مجھے اس کی عادت

نہ تھی۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا بارہا خواب میں اپنے وجود سے روشن انوار کو نکلتے ہوئے دیکھتی تھیں، جس کی تابانیوں سے مشرق و مغرب جگمگا اٹھے تھے۔ صحیح ترین اقوال و روایات کے مطابق سیدہ کو حاملہ ہوئے دو ماہ مکمل ہوئے تھے کہ حضور ﷺ کے والد گرامی سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ، نہایت پاکیزہ اور پسندیدہ حالت میں اللہ کو پیارے ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہ کی عمر مبارک اس وقت اٹھائیس برس تھی۔ امام سیوطی، امام علائی اور حافظ ابن حجر عسقلانی رحمہم اللہ کے نزدیک یہی درست اور معتبر قول ہے۔

آپ کو شہر فضیلت مآب مدینہ منورہ میں آپ کے والد جناب عبدالمطلب کے ننھیال بنو عدی بن النجار کے مکانات میں سے ایک مکان میں دفن کیا گیا۔ آپ کا مدفن آج تک ایک لمبی سی گلی میں ہے جس کی زیارت کی جاتی ہے۔ تو کیا ہی سعادت ہے اس خوش نصیب کی جو ان کی بارگاہ میں حاضری کا قصد کرے۔ جناب عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر ملائکہ نے عرض کی! اے ہمارے معبود و مالک! اے آقا! اے ہمارے خفیہ و ظاہر کو جاننے والے تیرا پیارا نبی یتیم ہو گیا اور باپ کا سایہ اس کے سر سے اٹھ گیا ہے۔ فقر کا عالم ہے اور مال و زر بھی اس کے پاس نہیں ہے۔

تو رب العزت نے ارشاد فرمایا: جس کا مفہوم (الفاظ کی رعایت کے بغیر) کچھ یوں ہے: میں خود اس کا محافظ و نگہبان ہوں۔ میں اس کا حامی و مددگار ہوں۔ میں خود اس کا رازق اور کفیل ہوں۔

پس تم سب میرے محبوب پر خوب صلوٰۃ و سلام بھیجو اور ان کے اسم پاک سے احتراماً برکتیں حاصل کرو۔ اور اس سال اللہ تبارک و تعالیٰ نے تمام عالم کی حاملہ خواتین کو حکم دیا کہ وہ لڑکوں کو جنم دیں۔ یہ سب آپ کی عظمت کے اظہار کے لئے تھا تاکہ قیامت تک اس کا شہرہ کتب سیر و تاریخ میں ہوتا رہے۔

صحیح و واضح ترین روایات کے مطابق آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نو ماہ تک آپ ﷺ کے حمل سے رہیں اور نویں ماہ آپ ﷺ کی ولادت تائید و حمایت ایزدی اور الطاف بے پایاں کے ساتھ ہوئی۔ مستند عالم حافظ مغلطائی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔

بعض نے کہا مدت حمل دس ماہ تھی۔ الابریز میں عارف باللہ حضرت سیدی عبدالعزیز دباغ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ایسا ہی لکھا ہے۔

اس اعتبار سے آغاز حمل ماہ جمادی الآخر کے بابرکت، باسعادت اور خیر و فلاح والے مہینے سے ہونا قرار پاتا ہے۔

(۵)

اللہ کے پیارے حبیب ﷺ اپنی والدہ ماجدہ کے شکم اطہر میں پورے نو ماہ یا دس ماہ مکمل کشادگی کے ساتھ، بلا تکلیف اس شان سے جلوہ فرما رہے کہ نہ کوئی زخم پیدا ہوا، نہ ہی آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کے شکم اطہر میں کوئی بل (درد) ہوا اور نہ ہی کسی قسم کی بدبو ظاہر ہوئی۔ اور نہ ہی انہیں کوئی ایسا معاملہ پیش آیا جیسا کہ حاملہ خواتین کو پیش آتا ہے۔

سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

قسم بخدا! میں نے اس سے زیادہ ہلکا پھلکا اور عظیم برکت والا حمل نہیں دیکھا۔

آپ کے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے انہیں کہیں آنے جانے، چلنے پھرنے اور دوڑ دھوپ والے کاموں میں کوئی رکاوٹ نہیں آئی۔

جب آپ ﷺ کو حاملہ ہوئے چھ ماہ گزر گئے تو خواب میں ایک آنے والا آیا اور ان سے کہا: اے آمنہ! بے شک تم بہترین خلائق اور سرور کونین کے حمل سے ہو۔ جب تم اسے جننے کا شرف حاصل کرلو تو اس کا نام "محمد ﷺ" رکھنا اور اپنے معاملے کو پوشیدہ رکھنا اور وضع حمل سے پہلے کسی سے بھی اپنا حال بیان نہ کرنا۔

اور ابو نعیم اصفہانی نے عمرو بن قتیبہ کے حوالے سے حدیث نقل کی ہے:

قال: سمعت ابی و كان من اوعية العلم. قال: لما حضرت آمنة الولادة قال الله لملائكته افتحوا ابواب السماء كلها و ابواب الجنان.

عمرو بن قتیبہ کہتے ہیں: میں نے اپنے والد سے سنا جو (علم کا برتن) یعنی بہت بڑے عالم تھے، انہوں نے بیان کیا جب سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جنم

والبست الشمس يومئذ نورا عظيما۔

دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے فرمایا: سارے آسمانوں اور جنتوں کے دروازے کھول دو اور اس دن سورج کو نور کا عظیم لبادہ اوڑھایا گیا۔

اور ابونعیم ہی نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کی روایت نقل کی ہے:

قالت يعني آمنة. ثم اخذني ما ياخذ النساء تعني من الطلق الذي هو وجع الولادة ولم يعلم بي ذكرو لا انثي. واني لوحيدة في المنزل، و عبدالمطلب في طوافه فسمعت وجبة عظيمة وامرا عظيما هالتي ثم رايت كان جناح طائر ابيض قد مسح على فوادي. فذهب عني الروع و كل وجع اجده ثم التفت فاذا انا بشربة بيضاء ظننتها لبنا. و كنت عطشى فشربتها. فاذاهي احلى من العسل، و اصابني نور. عالي، ثم رايت نسوة كالنخل طوالا كانهن من بنات عبد مناف يحدقن بي فبينما انا اتعجب واقول: واغوثاه امن اين علمن بي؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: پھر مجھ پر وہ کیفیت طاری ہوئی جو (حاملہ) عورتوں پر ہوتی ہے اور مجھے دردِ زہ شروع ہوگیا جو ولادت کے وقت ہوتا ہے۔ میری حالت سے کوئی مرد و زن آگاہ نہ تھا اور میں گھر میں تنہا تھی۔ حضرت عبدالمطلب حرم کعبہ میں طواف کر رہے تھے۔ اتنے میں، میں نے کسی اہم واقعہ سے پہلے ہونے والے دھماکے کی سی آواز سنی، جس نے مجھے خوفزدہ کر دیا، پھر میں نے دیکھا جیسے کوئی سفید پرندہ اپنا پر میرے سینے پر پھیر رہا ہے، اس سے میری گھبراہٹ اور درپیش تکلیف دور ہوگئی۔ پھر میں نے دیکھا کہ سفید مشروب ہے جو میرے خیال میں دودھ تھا۔ مجھے پیاس لگ رہی تھی سو میں نے اسے پی لیا۔ یہ شہد سے زیادہ شیریں تھا۔ پھر بہت زیادہ نور میرے اوپر چھا گیا۔ پھر میں نے سرو قد عورتیں دیکھیں جو

بنو ہاشم کی دوشیزاؤں جیسی تھیں۔ انہوں نے چاروں اطراف سے میرے گرد حلقہ بنا لیا۔ میں سخت تعجب کے عالم میں تھی: میرے اللہ! انہوں نے مجھے کیسے جان لیا؟

قال فی غیر ھذہ الروایة فقلن لی نحن آسیة امراة فرعون و مریم بنت عمران و ھولاء من الحور العین. واشتدبی الامر. وانا اسمع الوجبة فی کل ساعة اعظم و اھول مما تقدم. فبینما انا کذٰلك اذا بدیباج ابیض قد مد من السماء الی الارض واذا بقائل یقول خذاہ یعنی اذا ولد عن اعین الناس. قالت: ورایت رجالا قد و قفوا فی الھواء بایدیھم اباریق من فضة. ثم نظرت فاذا انا لقطعة من الطیر قد اقبلت حتی غطت حجرتی. مناقیرھا من الزمرد. واجنحتھا من الیاقوت. فکشف اللّٰہ عن بصری. فرایت مشارق الارض و مغاربھا. و رایت ثلاثة اعلام مضروبات. علما بالمشرق و علما بالمغرب و علما علی ظھر الکعبة فاخذنی المخاض فولدت سیدنا

ایک دوسری روایت میں ہے: ان خواتین نے مجھ سے کہا: ہم آسیہ زوجہ فرعون اور مریم بنت عمران ہیں اور یہ خاص حوریں ہیں، معاملہ مجھ پر گراں تر ہوتا جا رہا تھا اور میں ہر گھڑی پہلے سے شدید دھماکے کی آواز سن رہی تھی۔ میں اسی عالم میں تھی کہ ایک سفید مخمل کا کپڑا آسمان سے زمین کی طرف لٹکتا نظر آیا اور ایک کہنے والے نے کہا اسے ڈھانپ لو یعنی جب (بچہ پیدا ہوا تو) اسے لوگوں کی آنکھوں سے اوجھل رکھو! سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے کچھ اشخاص دیکھے جو چاندی کے کٹورے ہاتھوں میں لئے ہوا میں معلق تھے۔ پھر میں نے کافی سفید پرندے دیکھے جو چلے آ رہے تھے، یہاں تک کہ میرا حجرہ بھر گیا۔ ان کی چونچیں زمرد اور یاقوت سے بنے ہوئے تھے۔ یہاں تک کہ حق تعالیٰ شانہ نے میری آنکھوں سے حجابات اٹھا دیئے اور میں

محمدا صلى الله عليه وسلم. الحديث.

نے زمین کے مشرق و مغرب کو دیکھ لیا۔ پھر میں نے تین جھنڈے نصب شدہ دیکھے، ایک جھنڈا مشرق میں ایک مغرب میں اور تیسرا جھنڈا کعبہ کی چھت پر لگا دیکھا۔ پھر مجھ پر غنودگی طاری ہوئی اور میں نے سرورِ کائنات حضرت محمد ﷺ کو جنم دیا۔

السلام عليك ايها الرسول المحمد صلى الله عليك وسلم.

اے عالی مرتبت رسول! آپ ﷺ پر سلام

السلام عليك يا سيدنا و مولانا محمد صلى الله عليك و على آلك وسلم

اے ہمارے آقا و مولا محمد ﷺ! آپ ﷺ پر سلام

السلام عليك يا ابن سيدنا عبدالله ابن سيدنا عبدالمطلب بن سيدنا هاشم صلى الله عليك و على آلك وسلم.

اے ہمارے سردار حضرت عبداللہ ابن حضرت عبدالمطلب بن حضرت ہاشم کے لال! آپ ﷺ پر سلام

السلام عليك يا من الله يعطى منا و فضلا و هو لو ساطته العظمى القاسم صلى الله عليك و على آلك وسلم

اے وہ ذات کہ جسے اللہ نے اپنا فضل و احسان عطا فرما کر اپنے خزانوں کا قاسم بنا دیا! آپ ﷺ پر سلام

السلام عليك يا ابن آمنة الطاهرة صلى الله عليك وعلى آلك وسلم.

اے پاکیزہ خصال سیدہ آمنہ کے پیارے بیٹے! آپ ﷺ پر سلام

السلام عليك يا من اضحت امته بوجوده آمنة ظاهرة. صلى الله عليك وعلى آلك وسلم۔

اے وہ نوری پیکر! جن کے وجود کی برکت سے ان کی امت چمک کر حفظ و امان میں آ گئی! آپ ﷺ پر سلام

السلام عليك ايها البشير النذير. صلى الله عليك وعلى آلك وسلم۔

اے بشیر! (خوشخبری سنانے والے) و نذیر (ڈر سنانے والے)! آپ ﷺ پر سلام

السلام عليك ايها الداعي الى الله باذنه السراج المنير. صلى الله عليك وعلى آلك وسلم۔

اے اللہ کی طرف اس کے حکم سے بلانے والے، روشن آفتاب! آپ ﷺ پر سلام

السلام عليك ايها الصادق الامين. صلى الله عليك وعلى آلك وسلم۔

اے سچے اور امانت دار! آپ ﷺ پر سلام

السلام عليك يا من بعثه الله رحمة للعالمين. صلى الله عليك وعلى آلك وسلم۔

اے وہ جنہیں اللہ نے سارے جہانوں کے لئے رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا! آپ ﷺ پر سلام

السلام عليك ايها الفاتح الخاتم. صلى الله عليك وعلى آلك وسلم۔

اے کھولنے والے اور ختم کرنے والے! آپ ﷺ پر سلام

السلام عليك يامن كنيته المشهورة ابو القاسم صلى الله عليك وعلى آلك وسلم۔

اے ابو القاسم جیسی مشہور کنیت والے! آپ ﷺ پر سلام

السلام عليك ايها الخليفة الاعظم. صلى الله عليك وعلى آلك وسلم۔

اے اللہ کے خلیفہ اعظم! آپ ﷺ پر سلام

السلام عليك يا من هو المجلى الاكرم. صلى الله عليك وعلى آلك

اے وہ جو سب سے بڑھ کر معزز و محترم ہے! آپ ﷺ پر سلام

السلام عليك من جميع الخلائق. صلى الله عليك وعلى آلك وسلم.	آپ ﷺ پر تمام مخلوقات کی طرف سے سلام!
السلام عليك بكل الوجوه و انواع الطرائق. صلى الله عليك و على آلك وسلم.	آپ ﷺ پر آپ ہی کی طرف سے بلند مرتبہ اور فخریہ سلام!
السلام عليك من جنابك عظيم الجاه والقدر. صلى الله عليك و على آلك وسلم.	آپ پر آپ کی عظیم المرتبت اور عالی قدر بارگاہ کا سلام!
السلام عليك من مولاك الكريم. صلى الله عليك وعلى آلك وسلم.	آپ پر آپ ﷺ کے مولا کریم کا سلام!
السلام عليك ممن انا ربك الوجود و كرمك اى تكريم. صلى الله عليك و على آلك وسلم.	آپ ﷺ پر اس ذات کی طرف سے سلام جس نے آپ کے وجود سے کونین کو اعزاز بخشا اور آپ ﷺ کو ہر قسم کی تکریم سے نوازا۔
السلام عليك حبيب الله و خليل الله و نجى الله صلى الله عليك و على آلك وسلم.	اے اللہ کے حبیب! اے اللہ کے خلیل! اے اللہ کے نجی! آپ ﷺ پر سلام
السلام عليك بكل سلام او جدة الله. صلى الله عليك و على آلك وسلم.	آپ ﷺ پر ہر وہ سلام جو اللہ کے علم میں ہے۔

صلى الله عليك وعلى آلك وسلم۔

ذکرِ ولادتِ خیر الانام صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

تحریر: الشیخ محمود عطار دمشقی رحمۃ اللہ علیہ ۔۔۔ ترجمہ: ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی اشرف خلقہ اجمعین وبعد

راقم الحروف مدینہ منورہ سے موصول ہونے والے استفتاء پر مطلع ہوا جسے سید احمد علی ہندی رامپوری نے اپنے دستخط کے ساتھ ارسال کیا، ان کے سوال کی عبارت درج ذیل ہے۔

مسلمانوں کے علماء (اللہ تعالیٰ ان کے ذریعے دین کی تائید فرمائے اور انہیں ملحدین کی طرف سے اٹھائے گئے شبہات کے ازالے کی توفیق عطا فرمائے) کا ایسے شخص کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟ جس سے نبی کریم ﷺ کی ولادت مبارکہ کے ذکر کے وقت کھڑے ہونے کے بارے میں پوچھا گیا تو اس نے درج ذیل جواب دیا۔

"یا یہ وجہ ہے کہ روح پاک علیہ السلام کی عالم ارواح سے عالم شہادت میں تشریف لائی، اس کی تعظیم کو قیام ہے، تو یہ بھی محض حماقت ہے، کیونکہ اس وجہ میں قیام کرنا وقت وقوع ولادت شریفہ ہونا چاہئے اب ہر روز کون سی ولادت مکرر ہوتی ہے؟ پس ہر روز اعادہ ولادت کا تو مثل ہنود کے، سانگ کنھیا کی ولادت کا ہر سال کرتے ہیں. یا مثل روافض کے نقل شہادت اہل بیت ہر سال بناتے ہیں، معاذ اللہ سانگ آپ کی ولادت کا ٹھہرا، اور خود یہ حرکت قبیحہ قابل لوم وحرام وفسق ہے، بلکہ یہ لوگ اس قوم سے بڑھ کر ہوئے. وہ تاریخ مقرر کرتے ہیں، ان کے یہاں کوئی قید ہی نہیں، جب چاہیں یہ خرافات فرضی مناتے ہیں اور اس امر کی شرع میں کہیں نظیر نہیں کہ کوئی امر فرضی ٹھہرا کر حقیقت کا معاملہ اس کے ساتھ کیا جائے، بلکہ یہ شرع میں حرام ہے۔"

کیا یہ جواب درست ہے؟ ہمیں شرعی حکم سے آگاہ فرمائیں اللہ تعالیٰ آپ کو

جزائے خیر عطا فرمائے۔

میں اس سوال کے جواب میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے کہتا ہوں:

یہ جواب کئی وجہ سے غلط ہے، معززین کے لئے تعظیماً کھڑے ہونے کا حکم بیان کرنے کے لئے ہمیں تفصیل سے بات کرنا ہوگی، اور اس سے حضور ﷺ کی ولادت کا تذکرہ سن کر کھڑے ہونے کا مستحب ہونا بہتر طریقے سے معلوم ہو جائے گا. کیونکہ ذکر ولادت خیر الانام ﷺ کے وقت کھڑے ہونے کا باعث اشرف الرسل ﷺ کی تعظیم وتوقیر اور آپ کی محبت ہے۔

ہم کہتے ہیں: علماء کے علم کی تعظیم اور احترام کے لئے کھڑے ہونا مسنون ہے، ہمارے اس دعوے کی دلیل وہ حدیث ہے جسے امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں صحیح سند کے ساتھ یوں روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنے سردار کے لئے (احتراماً) اٹھو۔ اس جگہ نبی کریم ﷺ کا اشارہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی طرف تھا جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرف آرہے تھے اور معزز ہونے کے باعث قابل تعظیم بھی ٹھہرے۔

امام نووی فرماتے ہیں: کسی آنے والے صاحب فضیلت آدمی کے لئے اٹھنا مستحب ہے، اور یہ بات احادیث سے ثابت ہے اور اس سے روکنے والی کوئی صحیح اور صریح حدیث نہیں ہے۔

الجامع الصغیر کے شارحین کہتے ہیں: حدیث مذکور سے ثابت ہوتا ہے کہ علماء کے لئے احتراماً اٹھنا سنت ہے خود پسندی اور ریاکاری کے لئے نہیں، جبکہ امراء کے لئے لوگوں کا اٹھنا خوشامد کی نیت سے ہوتا ہے، حدیث سے ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ اپنے بعض صحابہ جیسے حضرت عکرمہ اور حضرت عدی رضی اللہ عنہما کے لئے اٹھے، اور جب حسان بن ثابت آپ ﷺ کے لئے احتراماً اٹھے تو انہیں منع نہیں فرمایا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لئے اٹھنے کا حکم زیادہ قرین قیاس یہ ہے کہ تعظیم کے لئے تھا، انہیں بیماری کی وجہ سے سواری سے اتارنے کے لئے نہیں تھا۔ اس لئے کہ اگر ایسا ہوتا تو بعض کو حکم دیا جاتا، سب کو نہیں۔

امام احمد وغیرہ نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے کہ

میں تیار کر لے۔" یہ حدیث (ذی علم و عمل لوگوں کے لئے) قیام کے مستحب ہونے کے منافی نہیں کیونکہ امام طبری اور دیگر شارحین حدیث نے کہا ہے کہ: اس حدیث میں نہی ایسے شخص کے لئے ہے جو تکبر کی رو سے اپنے لئے لوگوں کا کھڑے ہونا پسند کرے، ایسے شخص کے بارے میں نہیں ہے جس کے لئے لوگ احتراماً کھڑے ہوتے ہوں، امام نووی نے بھی اسی موقف کو ترجیح دی ہے، وہ فرماتے ہیں: اس حدیث کا زیادہ صحیح اور بہتر بلکہ ایسا معنی کہ جس کے غیر کی طرف جانے کی ضرورت ہی نہیں یہ ہے کہ شرعی احکام کے پابند مسلمان کو اس بات کی تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ اپنے لئے لوگوں کے اٹھنے کی خواہش نہ کرے، اسی خواہش سے (مذکورہ بالا حدیث میں) روکا گیا ہے، ہاں اگر اس کے دل میں یہ خواہش نہ جاگی اور لوگ اس کے لئے احتراماً اٹھے تو ایسے شخص پر کوئی حرج نہیں۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے جو یہ نقل کیا گیا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ تشریف لاتے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کھڑے نہیں ہوتے تھے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حضور ﷺ کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اٹھنا پسند نہ تھا۔ یہ بات تعظیماً اٹھنے کی ممانعت پر دلالت نہیں کرتی، بلکہ یہ نبی کریم ﷺ کی انکساری تھی اور آپ تو منکسر المزاجوں کے سردار ہیں، نیز اپنی امت پر شفقت بھی تھی، اللہ تعالیٰ آپ کی رفعتوں میں اضافہ فرمائے، آپ تو اپنے گستاخوں کو بھی معاف فرما دیتے تھے جیسا کہ سیرت کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے، آپ کو (اپنی تعظیم کے لئے) صحابہ کا کھڑے ہونا اس لئے ناپسند نہیں تھا کہ یہ طرزِ تعظیم ممنوع ہے ورنہ آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو (حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لئے احتراماً) کھڑے ہونے کا حکم نہ دیتے، اور خود بھی (حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ وغیرہ) کے لئے نہ اٹھتے۔

اسی طرح سرکارِ دو عالم ﷺ سے روایت ہے: "عجمیوں کی طرح ایک دوسرے کے لئے تعظیماً نہ اٹھو۔ اس حدیث میں ایسے اٹھنے اور کھڑے ہونے کی ممانعت ہے جس کے پیچھے تکبر کا جذبہ کارفرما ہو، کیونکہ آقا کریم نے فرمایا: جیسے عجمی کھڑے ہوتے ہیں۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ معززین کے لئے تعظیماً کھڑے ہونا مطلوب ہے تو حضور سید عالم ﷺ کی ولادت کا ذکر سن کر حضور ﷺ کی تعظیم کے لئے قیام میں کیا قباحت

طرز تعظیم کے زیادہ مستحق ہیں، فقہ کے چاروں مذاہب کے متعدد فقہاء، محدثین اور سیرت نگاروں نے حضور نبی اکرم ﷺ کی تعظیم کے لئے (ذکر ولادت سن کر) کھڑے ہونے کو مستحب قرار دیا ہے۔

قابل اعتماد امر جس کے ماسوا کی طرف توجہ نہیں دینی چاہئے یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے لئے قیام تعظیمی عوام مسلمانوں کے لئے مستحب ہی نہیں بلکہ نہایت اہم ہے، ابن حجر ہیتمی کے فتویٰ سے مغالطہ نہیں کھانا چاہئے، انہوں نے اپنے فتویٰ میں کہا ہے: کہ جب لوگ (ذکر ولادت کے وقت) تعظیماً کھڑے ہوتے ہیں عوام تو بے خبر ہونے کی بنا پر معذور ہیں جبکہ خواص معذور نہیں ہیں۔

ابن حجر ہیتمی کی یہ بات ان کی لغزش ہے، بلکہ خواص تو نبی کریم ﷺ کی تعظیم کرنے کے زیادہ حق دار ہیں، مشہور عالم دین تقی الدین سبکی اور ان کے علاوہ بے شمار لوگوں نے ایسا کیا، اور آج تک مسلمان ذکر ولادت خیر البشر کے وقت اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور انشاء اللہ قیامت تک ایسا ہوتا رہے گا، اور اس عمل کا انکار اور اسے حرام قرار دینے کی جسارت صرف غالی، بدعتی اور انتہا پسند ہی کرے گا۔

اگر اس کا یہ خیال ہو کہ یہ عمل قابل مذمت بدعت ہے تو ہم کہتے ہیں: ہاں یہ عمل بدعت ہے لیکن قابل تعریف بدعت ہے اور ہر بدعت قابل مذمت نہیں ہوتی، بلکہ بدعت پر پانچ حکم لگتے ہیں جیسا کہ سب کو معلوم ہے، کتنی ہی بدعتیں فرض ہیں یا واجب، جیسے دینی علوم کی تدوین اور ایسے گمراہ فرقوں کے شبہات کا رد کرنا جن میں سے قیام تعظیمی کا یہ منکر بھی ہے۔

ہم جو ایک دوسرے کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو اس بارے میں حضور ﷺ کے لئے قیام تعظیمی کا منکر کیا کہتا ہے؟ ہم پوچھتے ہیں کہ ذکر ولادت رسول کے وقت کھڑے ہونے میں تعظیم ہے یا نہیں؟ اگر وہ تعظیم رسول کا انکار کرتا ہے تو وہ حق کا منکر ہے اور محسوسات و مشاہدات کی دیدہ و دانستہ مخالفت کرنے والا ہے اور اس لائق نہیں کہ اسے مخاطب کیا جائے، اور اگر وہ تسلیم کر لے کہ ذکر ولادت کے وقت کھڑے ہونے میں تعظیم ہے لیکن حضور ﷺ کی تعظیم کو حماقت شمار کرے تو یہ بات شان رسالت میں گستاخی اور اہانت ہوگی اور

ہونے کا حکم لگایا جائے گا کیونکہ تمام فقہاء نے ارتداد کے باب میں لکھا ہے کہ علم یا علماء کا مذاق اڑانا یا ان کی توہین کرنا باعث کفر اور ارتداد ہے جب حضور نبی اکرم ﷺ کی امت کے کسی عالم کی توہین کفر و ارتداد کی موجب ہے تو افضل المخلوقات حضور نبی اکرم ﷺ کی توہین کا کیا حال ہوگا؟

ملا خسرو نے شرح الدرر میں فتاویٰ بزازیہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ جس نے حضور نبی اکرم ﷺ کی گستاخی کی یا آپ کو گالی دی اگرچہ نشہ کی حالت میں ہو اسے بطور حد قتل کیا جائے گا اور یہی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ، امام ثوری، اہل کوفہ اور امام مالک اور ان کے اصحاب کا مشہور مذہب ہے۔

خطابی نے کہا ہے: میرے علم میں نہیں کہ مسلمانوں میں سے کسی نے (گستاخ رسول کا) قتل واجب ہونے میں اختلاف کیا ہو۔

ابن سحنون مالکی کہتے ہیں: علماء کا اجماع ہے کہ شاتم رسول کافر ہے اور اس کا فیصلہ قتل ہے۔

در مختار میں ہے: استہزاء اور تخفیف شان کو گالی کے حکم میں شامل کرنا ضروری ہے۔

امام شعرانی نے اپنی کتاب کشف الغمة عن هذه الامة کے ضمن میں کتاب الردۃ (ارتداد) کے تحت لکھا ہے: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک نابینا صحابی کی بیوی نبی کریم ﷺ کو گالی دیتی تھی اور گستاخی کرتی تھی، وہ اسے منع کرتے لیکن وہ باز نہ آتی، اسے ڈانٹتے تو وہ کوئی اثر قبول نہ کرتی، ایک رات یہ دریدہ دہن عورت حسب معمول گستاخی کر رہی تھی کہ نابینا صحابی رضی اللہ عنہ نے کدال لیا اور اس نابکار عورت کے پیٹ پہ رکھا، اس پہ اپنا بوجھ ڈالا اور اس عورت کا خاتمہ کر دیا، جب صبح ہوئی تو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں یہ واقعہ عرض کیا گیا۔ حضور ﷺ نے لوگوں کو جمع کر کے فرمایا: میں اس آدمی کو اللہ کی قسم دیتا ہوں جس نے رات کے وقت جو کچھ کیا سو کیا، وہ کھڑا ہو جائے، نابینا صحابی اٹھے اور لوگوں کو پھلانگتے ہوئے حضور ﷺ کے سامنے آ بیٹھے اور عرض کیا: میں ہی اس عورت کا

کرتی، میں اسے منع کرتا لیکن وہ باز نہ آتی تھی، اس سے میرے دو موتیوں جیسے بیٹے ہیں، وہ مجھ پر بہت مہربان تھی۔ (لیکن اس کے باوجود) کل رات جب اس نے آپ ﷺ کی شان اقدس میں گستاخی کی تو میں نے کدال لیا اور اس کے پیٹ پر رکھ دیا، اور اس پر اتنا بوجھ ڈالا کہ وہ مرگئی، تب سرکار دو عالم ﷺ لب کشا ہوئے اور آپ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! گواہ رہنا اس عورت کا خون ضائع گیا۔

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ لوگوں میں کسی بلند مرتبہ شخص کے لئے تعظیماً کھڑے نہ ہونے سے اس شخص کی توہین محسوس ہوتی ہے اور یوں لگتا ہے کہ اس کی پرواہ نہیں کی گئی، اسی لئے یہ طرز عمل کینہ اور بغض پیدا کرتا ہے جیسے کہ ہمارا رواج ہے اور اسلامی معاشرے کا رواج شریعت اسلامیہ کے لئے ایسے امور میں سے ہے جس پر شریعت کے احکام کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔

علامہ ابن عابدین شامی اپنے رسالہ "آداب المفتی" میں فرماتے ہیں: شریعت میں عرف (رواج) کا بھی اعتبار ہے، اس لئے بعض اوقات اس پر حکم کا دارومدار ہوتا ہے۔ کتنے ہی مسئلے ایسے ہیں جن میں نص شرعی موجود نہیں، لیکن وہ لوگوں میں معروف ہیں، فقہاء کرام نے ان کی بنا پر فتویٰ دیا ہے اور یکے بعد دیگرے انہیں اپنی کتابوں میں نقل کیا ہے، پس قیام تعظیمی سے منع کرنے والا کس طرح کہتا ہے کہ قیام کرنے والا بلاشبہ مستحق ملامت ہے اور یہ کہ قیام حرام ہے، فسق ہے اور مجوسیوں کے فعل سے مشابہ ہے۔ (نعوذ باللہ من ذلک)

یہ بہت بڑا بہتان اور سینہ زوری ہے جو کسی عام مسلمان سے بھی متوقع نہیں، چہ جائیکہ کسی عالم سے ہو۔ موحد مسلمان جب ذکر ولادت سرور دو عالم ﷺ کے وقت کھڑا ہوتا ہے تو اس کا مقصد فقط اس منصب رسالت کی تعظیم ہوتا ہے جس پر جانیں قربان کر دینا بھی ہیچ ہے، تا کہ رسول کریم ﷺ کی ولادت کی خوشی منائی جائے جنہیں اللہ تعالیٰ نے رحمۃ اللعالمین بنا کر بھیجا، کیونکہ میلاد النبی ﷺ تمام مخلوق پر اللہ تعالیٰ کا عظیم احسان ہے، یہ خوشی ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی نعمت کے تکرار پر سجدہ مسنون ہے (شکرانے کے نوافل پڑھے جائیں) سب سے زیادہ عزت والے رسول ﷺ کے ظہور سے بڑی نعمت کونسی ہے؟ [illegible]

نبی کریم ﷺ کے چچا ابولہب کو جب ولادت نبوی کی خوشخبری دی گئی تو اس نے اپنی لونڈی کو رسول اللہ ﷺ کی ولادت کی خوشی میں آزاد کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے یہ بدلہ دیا کہ ہر پیر کی رات اس کا عذاب کم کر دیا جاتا ہے حالانکہ وہ بدترین کافر تھا، اگر کافر کا یہ حال ہے تو رسول کریم ﷺ سے محبت رکھنے والے مسلمان کا کیا عالم ہوگا؟

مقصد تو ہر ممکن طریقے سے آقائے دو عالم ﷺ کی تعظیم کرنا ہے اور کھڑے ہونا بھی تعظیم کا ایک معروف طریقہ ہے، اور اس طرز تعظیم سے منع کرنے والے کے کلام سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ تعظیمی قیام اس وقت تو ہونا چاہئے جب سرکار دو عالم ﷺ نے اس جہان رنگ و بو میں قدم رنجہ فرمایا کیونکہ یہ نعمت کائنات کی عظیم تر نعمت ہے جیسے کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں اور جب بھی میلاد نامہ پڑھا جائے اس طرز تعظیم کا تکرار مجوسیوں وغیرہ کے طریقے سے مشابہت نہیں رکھتا ہے (یہ منکر کے کلام کا خلاصہ ہے)۔

ہم اس شخص کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ اس کی بات محض سینہ زوری ہے، اس لئے کہ جب کھڑے ہونے کا مقصد تعظیم رسول ﷺ ہے تو اس کی تکرار سے منع نہیں کیا جائے گا۔ شریعت میں اس کی کئی مثالیں ہیں، ذکر ولادت خیر الانام ﷺ کے وقت قیام سے منع کرنے والے کی یہ بات درست نہیں کہ اس طرز تعظیم کی تکرار کی شریعت میں مثال نہیں ملتی، اس کی ایک مثال یہ ہے کہ جب بھی سرکار دو عالم ﷺ کا ذکر ہو آپ پر درود بھیجنا واجب ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ بہت سے ائمہ نے فرمایا: اگر محفل میں سرکار دو عالم ﷺ کا ذکر ہزار بار ہو تو ہزار بار درود شریف پڑھا جائے گا کیونکہ اس کا سبب پایا گیا ہے اور وہ سبب نام نامی کا ذکر ہے، اصول فقہ کے علماء نے فرمایا ہے: حکم اپنے سبب کے تکرار کے ساتھ متکرر ہوتا ہے اور اسی طرح فضیلت والے دنوں اور راتوں کے احترام میں روزہ رکھنا اور شب بیداری کرنا ہے۔ یہ تعظیم فضیلت والی راتوں اور دنوں کے بار بار آنے سے متکرر ہوگی۔

اسی طرح جب تعظیمِ نبوی کا سبب پایا جائے گا تو تعظیم نبوی ضروری ہوگی، اور اس کا سبب حضور ﷺ کی سیرت کا پڑھا جانا اور آپ ﷺ کے ان احوال عالیہ پر مطلع ہونا ہے جو ہر کمال کی بنیاد ہیں، اور ہر مسلمان پر لازم ہے کہ ان احوال مبارکہ کو ہمیشہ پیش نظر رکھے، اور

جب بیان کرنے والا رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت کے ذکر تک پہنچے تو اس عظیم نعمت کو یاد کر کے آقائے نامدار ﷺ کی تعظیم اور رب کریم جل جلالہ کا شکر ادا کرنے کی نیت سے کھڑا ہو جائے۔

کیا یہ ایسی بات ہے جس پر انسان کو ملامت کی جائے؟ اور یہ کہا جائے کہ وہ ان کافر مجوسیوں کی مشابہت اختیار کر رہا ہے جو اپنے معبود کی پیدائش کا ڈرامہ رچاتے ہیں؟ اور یہ کہا جائے کہ یہ طرز تعظیم اہل تشیع کے عمل سے مشابہت رکھتا ہے کیونکہ وہ بھی ہر سال سانحہ کربلا سے مشابہت رکھنے والا عمل دہراتے ہیں، لیکن ذکر ولادت پر قیام کرنے. مجوسیوں اور شیعوں کے عمل میں قطعاً مشابہت نہیں، اس لئے کہ مجوسیوں کا عمل تو بالکل ہی غلط اور ناقابل قبول ہے کیونکہ وہ اپنے معبود کو حادث اور پیدا ہونے والا خیال کرتے ہیں اور یہ صراحۃً کفر ہے، اور جتنی دفعہ یہ لوگ اپنا ڈرامہ دہراتے ہیں اتنا ہی ان کی گمراہی میں اضافہ ہوتا ہے، اور اسی طرح واقعۂ کربلا کا ڈرامہ رچانا کئی مفسدات اور حرام امور پر مشتمل ہوتا ہے جو سب کو معلوم ہیں. ذکر ولادت رسول ﷺ کے وقت قیام سے منع کرنے والا توحید پرست مسلمانوں کے عمل کو مجوسیوں اور شیعہ کے عمل سے کس طرح تشبیہ دیتا ہے؟ حالانکہ وہ مسلمان ایک محترم جگہ بیٹھے ہوئے ہیں. ماحول معطر و معنبر ہے اور وہ قرآن کریم کی تلاوت کر رہے ہیں اور کائنات کی معزز ترین ہستی کے واقعات سیرت پورے آداب کے ساتھ پڑھ رہے ہیں اور باعث تخلیق کائنات کے ذکر شریف پر درود و سلام پڑھ رہے ہیں اور آپ ﷺ کی ولادت کا ذکر سن کر آپ ﷺ کی تعظیم کے لئے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں اور آپ ﷺ کی تشریف آوری کے تذکرے پر خوشی کا اظہار کرتے ہیں، اس طرز تعظیم سے منع کرنے والے کو مبالغہ آمیزی نے مہمیز دی تو اس نے اہل اسلام کے عمل کو مجوسیوں اور شیعوں کے عمل سے تشبیہ دے دی. اے اللہ تو پاک ہے اور یہ تشبیہ بہت بڑا بہتان ہے۔

شریعت میں اس تعظیمی قیام کی مثال آنحضرت ﷺ کی دنیاوی زندگی میں آپ کے سامنے آواز پست کرنا ہے اور آپ کی برزخی زندگی کے دوران حدیث شریف اور آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ سنتے ہوئے خاموشی اختیار کرنا ہے اور اسی طرح آپ کو پکارتے ہوئے

ایسا نام لینا جس سے تعظیم کا اظہار ہوتا ہو مثلاً کہا جائے یا رسول اللہ۔

ارشاد ربانی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ يَغُضُّوْنَ اَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝

(الحجرات: ۲۔۳)

اے ایمان والو! اپنی آوازیں اونچی نہ کرو اس غیب بتانے والے (نبی) کی آواز سے اور ان کے حضور بات چلا کر نہ کہو جیسے آپس میں ایک دوسرے کے سامنے چلاتے ہو کہ کہیں تمہارے عمل اکارت نہ ہو جائیں اور تمہیں خبر تک نہ ہو، بے شک وہ جو اپنی آوازیں پست کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس وہ ہیں جن کا دل اللہ نے پرہیزگاری کے لئے پرکھ لیا ہے، ان کے لئے بخشش اور بڑا ثواب ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد گرامی ہے:

لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا ؕ

(النور: ۶۳)

رسول کو پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرا لو جیسا تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی آواز پر آواز بلند کرنے اور آپ ﷺ کا نام مبارک لے کر پکارنے کو حرام فرمایا، کیا یہ سب نبی اکرم ﷺ کی مزید تعظیم کے لئے نہیں؟

رسول اللہ ﷺ کی تعظیم کی ایک اور مثال وہ حدیث ہے جو بخاری و مسلم میں مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ نے یہودیوں کو یوم عاشورہ (دس محرم) کا روزہ رکھتے ہوئے پایا، آپ ﷺ نے ان سے روزہ رکھنے کی حکمت پوچھی تو انہوں نے بتایا: یہ وہ دن ہے جب اللہ تعالیٰ نے فرعون کو غرق کیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو

نجات عطا فرمائی، اس دن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے روزہ رکھا تھا چنانچہ ہم بھی روزہ رکھتے ہیں، اس وقت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تمہاری نسبت زیادہ حقدار ہوں اور پھر آپ ﷺ نے یوم عاشورہ کا روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کا حکم بھی دیا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کے لئے۔

یہ حدیث صراحۃً اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ زمانہ ماضی میں حاصل ہونے والی نعمت پر اسی تاریخ میں نئے سرے سے اظہار شکر کرنا مطلوب ہے، بلکہ یہ اظہار شکر تو ہر اس وقت مطلوب ہے جب نعمت یاد آئے۔

میرے خیال میں سال بہ سال یاد منانے کی ایک اور مثال قربانی کے دنوں میں قربانی کا عمل ہے، جو صاحب استطاعت پر واجب ہے یہ قربانی حضرت اسمٰعیل علی نبینا و علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کی نجات پر اظہار شکر ہے اور یہ اظہار شکر انہیں دنوں میں کیا جاتا ہے جس دن جنت سے ایک مینڈھے کی صورت میں حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا فدیہ نازل کیا گیا اور انہیں اپنے والد گرامی کے ہاتھوں ذبح ہونے سے نجات ملی، اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے خلیل کا امتحان لینے کے لئے حکم فرمایا تھا کہ اپنا نور نظر لخت جگر اپنے ہاتھوں سے رب کریم کی رضا کے لئے ذبح کریں اور جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے رب کی رضا جوئی کے لئے پوری کوشش کر لی تو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے عظیم فدیہ نازل فرما دیا، اللہ تعالیٰ نے انہیں بچا لیا اور ذبح ہونے سے محفوظ رکھا، انہیں عربوں کا عموماً اور اپنے حبیب ﷺ کا جد امجد بنایا۔

جب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم فرمایا کہ جس دن اس نے اپنے حبیب اور نبی ﷺ کے جد امجد (حضرت اسمٰعیل علیہ السلام) کو نجات عطا فرمائی اس دن کو بڑی عید بنائیں، اس دن قربانی کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کئے گئے فدیہ سے مشابہت اختیار کریں اور اس طرح اظہار شکر کریں، یہ عمل ہر سال دہرایا جاتا ہے، اس تناظر میں اللہ تعالیٰ کے حبیب اعظم (سرکار دو عالم ﷺ) کے رحمۃ اللعالمین بن کر دنیا میں تشریف آوری کے دن کو بڑی عید بنانا زیادہ درست اور حق کے قریب ہے۔

وحدیث میں وارد ہوئی ہیں جن سے انبیاء کی تعظیم مقصود ہے، کیا ذکر ولادت مصطفی ﷺ سن کر کھڑے ہونا بھی تعظیم میں ان جیسا نہیں ہے؟ اور کیا یہ عمل بھی ایسا نہیں جس کا حکم دیا گیا ہو اور ناپسندیدہ بدعت نہ ہو؟ ہم اس عمل کو اس تعظیم کے افراد میں سے ایک فرد قرار دیتے ہیں جس کا ہمیں حکم دیا گیا ہے، اس تناظر میں ہمارا عمل قیاس کے ذیل میں نہیں آئے گا، بلکہ دلالۃ النص سے ثابت ہوگا۔

جس طرح اصول فقہ کے علماء نے:

وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ — اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ۔

(الاسراء:۳۴)

جیسی آیتوں کے بارے میں لکھا ہے، قرآن پاک کا حکم صراحۃً یتیم کا مال کھانے کی حرمت کا معنی اخذ کیا ہے، اب آیت کریمہ درج ذیل امور کی حرمت پر مشتمل ہوگی۔ یتیم کا پانی پینا، اس کے کپڑے پہننا، اور اس کے گھر میں رہنا وغیرہ۔

اور اس کی مثال ہے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ — تو والدین سے ہوں نہ کہنا۔

(الاسراء:۲۳)

اس آیت سے مطلق اذیت مراد ہے اب جو کچھ اذیت کے ضمن میں ہے اس آیت کریمہ کے تحت داخل ہوگا، اسی طرح مارنا اور گالی دینا بدرجہ اولیٰ اس حکم میں داخل ہوگا۔

اسی طرح ہمارا قیام ہے، خصوصاً ہمارے زمانے میں یہ عمل نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعظیم کے زمرے میں آتا ہے لہٰذا اس آیت کریمہ کے ضمن میں آتا ہے جو آنحضرت ﷺ کی تعظیم پر دلالت کرتی ہے، ایسی نصوص قرآن وحدیث میں بہت ہیں، ان میں سے اللہ تعالیٰ کے چند ارشادات یہ ہیں:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ۝ — اے نبی بیشک ہم نے تمہیں بھیجا حاضر و ناظر اور خوشخبری دیتا اور ڈر سناتا۔ (الاحزاب:۴۵)

لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ — تا کہ اے لوگو! تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور رسول کی تعظیم و توقیر کرو۔

(الفتح:۹)

لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ — تو تم ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور اس کی مدد کرنا۔ (آل عمران:۸۱)

اللہ تعالیٰ نے ہم پر حضور ﷺ کی تعظیم فرض کی ہے اور اس تعظیم کو آپ ﷺ پر ایمان لانے کی مثل قرار دیا ہے۔ قرآن کریم میں کتنی ہی آیتیں ہیں جو آقائے دو عالم ﷺ کی تعظیم پر دلالت کرتی ہیں، اور جو شخص جاننا چاہتا ہے کہ ہر مکلف پر آنحضرت ﷺ کی تعظیم فرض اور واجب ہونے کے دلائل کیا ہیں تو وہ درج ذیل سیرت کی کتابیں پڑھے، حضرت قاضی عیاض کی کتاب "الشفاء" اور امام قسطلانی کی کتاب "المواہب اللدنیۃ" اور ابن قیم کی کتاب "زاد المعاد" اس شخص کو اپنی پیاس بجھانے کے لئے مطلوبہ معلومات مل جائیں گی۔ اس طرح ہمارا قیام کرنا بدعت نہیں ہوگا، بلکہ دلالۃ النص کے ساتھ ثابت ہوگا اور جو شخص اس عمل کا انکار کرتا ہے اور اسے حرام جانتا ہے وہ گمراہ ہے اور بدعتی ہے، اور اگر سرکار دو عالم ﷺ کی شان میں گستاخی کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ کافر اور مرتد ہوگا جیسے ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں، مفتی الثقلین علامہ، امام ابو سعود نے فتویٰ دیا ہے کہ جب لوگ تعظیم نبی ﷺ کے لئے کھڑے ہوں تو ایسے میں جو توہین رسالت کی نسبت سے یا اس عمل کو ناپسند کرتے ہوئے بیٹھا رہے گا وہ کافر ہو جائے گا، علامہ سمہودی نے اسی طرح نقل کیا ہے۔

علاوہ ازیں جب سارے لوگ کھڑے ہوں اور کوئی شخص بیٹھا رہے تو ممکن ہے کہ اس طرح عوام میں فتنہ سر اٹھا لے، اور لوگ ایسے شخص کو وہابی مذہب کی طرف منسوب کریں جو اہل توحید کو کافر قرار دینے میں غلو کی ساری حدیں تجاوز کر چکے ہیں، کیونکہ یہ لوگ انبیاء و اولیاء کا وسیلہ پکڑنے، ان کی زیارت اور ان سے برکت حاصل کرنے، اور ان کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنی التجائیں پیش کرنے پر کفر کے فتوے لگاتے ہیں۔

موحد مسلمان تو کلمۂ توحید ہر گھڑی اور ہر لحہ پڑھتے ہیں، جب یہ لوگ اللہ تعالیٰ سے کوئی التجا کرتے ہیں تو کہتے ہیں: اے اللہ اپنے احباب کی وجاہت کے صدقے ہماری حاجت پوری فرما، اور جو شخص ایسے لوگوں کو کافر کہتا ہے وہ خود کفر کے زیادہ قریب ہے، اگر ہم کسی مومن کو یہ کہتے ہوئے سنیں: یارسول اللہ ﷺ! میری ضرورت پوری فرمادیں" یا اسے یوں کہتے ہوئے سنیں "یا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ میں آپ ﷺ سے فلاں چیز مانگتا ہوں" تو ہم اسے دائرہ اسلام سے خارج قرار نہیں دیں گے، بلکہ اسے کہیں گے کہ وہ اپنے الفاظ کے ظاہر پر اپنے عقیدہ کی بنیاد نہ رکھے (یعنی یہ عقیدہ نہ رکھے کہ سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ حاجت پوری کرنے میں خود مختار ہیں، بلکہ یہ عقیدہ رکھے کہ آپ وسیلہ ہیں اور حاجت پوری کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔ ۱۲، سدیدی) اور ہم اس کے کلام کو اسناد مجازی پر محمول کریں گے اور یہی مجاز عقلی ہے جیسے کہ علماء معانی نے بیان فرمایا ہے اور مجاز عقلی قرآن کریم میں بہت ہے، ارشاد ربانی ہے:

یٰھَامٰنُ ابْنِ لِیْ صَرْحًا — اے ہامان! میرے لئے ایک محل تعمیر کر۔ (القرآن الکریم، ۴۰/۳۶)

اس لئے کہ تعمیر تو مزدوروں کا عمل ہے جبکہ ہامان تو ایسا سبب ہے جس نے تعمیر کا حکم صادر کرنا ہے، ہم اگر کسی عام آدمی سے کہیں: تم بندے سے یہ سوال کیسے کرتے ہو کہ وہ تمہاری حاجت پوری کرے؟ تو وہ کہے گا: کہ میری مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے اور اپنے ہاں اس کی وجاہت کے سبب میری مراد پوری کرے، جب ہمیں ایسا قرینہ مل جائے کہ کلام کرنے والا موحد ہے، تو ہم اس کے کلام کو جس کا ظاہری معنیٰ افعال کو غیر اللہ کی طرف منسوب کرنا ہے مجاز پر محمول کریں گے جیسے کہ کسی شاعر کا قول ہے:

اشاب الصغیر و افنی الکبیر کر الغداۃ و مر العشی

گردشِ صبح وشام نے بچے کو جوان اور بوڑھے کو فنا کردیا۔

اسے ہم نے مجاز پر محمول کیا، کیونکہ اس کا اپنا ہی شعر اس بات پر دلالت کرتا ہے۔

ہماری ملت یہ ہے کہ ہم مسلمان ہیں، اپنے صدیق اور نبی ﷺ کے دین پر ہیں۔

دوسرا شعر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا کہنے والا موحد ہے، اور اسی طرح وہ عام آدمی جو ہمیشہ کلمۂ توحید پڑھتا ہے ہمیں چاہیے کہ ہم اس کے کلام کا مجازی معنیٰ مراد لیں جس کا ظاہر غیر مقصود ہے۔

اب ہم اس مسئلے کی طرف رجوع کرتے ہیں جس پر ہم گفتگو کر رہے تھے، وہ یہ ہے کہ ذکر ولادت خیر الانام ﷺ کے وقت کھڑے ہونا مستحب ہے، خصوصاً اہل علم کے لئے، کیونکہ جب عام لوگ ذکر ولادت کے وقت کھڑے ہوتے ہیں تو اہل علم ان لمحات میں کھڑے ہونے کے زیادہ حقدار ہیں تاکہ عام لوگوں کو بتائیں کہ دل و جان سے نبی کریم ﷺ کی تعظیم مطلوب ہے اور ظاہر و باطن کے اعتبار سے اس کی تاکید کی گئی ہے۔

ایک مرتبہ میں کسی محفل میں تھا، اس محفل میں میرا ایک ایسا جاننے والا بھی تھا جو ذکر ولادت مبارکہ کے وقت کھڑے ہونے کو درست نہیں سمجھتا تھا، میں نے اس سے کہا: کیا اس کھڑے ہونے میں سرکار دو عالم ﷺ کی تعظیم نہیں ہے؟ تو اس نے کہا: تعظیم تو دل سے اور حضور ﷺ کی سنت پر عمل پیرا ہونے سے ہوتی ہے، اس عمل سے نہیں جو بدعت ہے، میں نے کہا: کوئی بات نہیں، یہ عمل تو دل سے تعظیم بجالانے کی علامت ہے اور تعظیم پر دلالت بھی کرتا ہے، شریعت مبارکہ کا معاملہ ظاہری ہے، حتیٰ کہ شریعت نے تو یہ حکم دیا ہے کہ جو بھی توحید و رسالت کی گواہی زبان سے دے، وہ مسلمان ہے اگرچہ ہم نے اس کے دل میں نہیں جھانکا، ہم یہ کیسے جان سکتے ہیں کہ دل میں کیا ہے جب تک ظاہر دل کی کیفیت پر دلالت نہ کرے؟ ہمارا ایک دوسرے کے لئے تعظیماً کھڑے ہونا، ہاتھ اور زبان سے تعظیم بجالانا، تعظیم و تکریم کے ایسے ذرائع بن چکے جن سے ہماری طبیعتیں بھی مانوس ہو چکی ہیں۔

اہل علم نے عرفی حمد کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا:

وہ فعل ہے جو منعم کی تعظیم کا احساس دلائے، خواہ یہ تعظیم زبان سے ہو یا اعضاء سے یا دل سے، کسی شاعر (متنبی) نے کہا ہے:

افادتکم النعماء منی ثلاثۃ یدی و لسانی والضمیر المحجبا

تمہیں تمہارے انعامات نے میری طرف سے تین فائدے پہنچائے ہیں،
میرے ہاتھ، زبان اور میرا چھپا ہوا دل۔

میری رائے ہے کہ آقائے کریم ﷺ کی ولادت کے وقت کھڑے ہونا بدعت نہیں بلکہ رحمت عالم ﷺ کی ذات مبارکہ کے لئے احتراماً کھڑے ہونے کے مساوی ہے۔

اللہ تعالیٰ حضرت حسان رضی اللہ عنہ کا بھلا کرے جن کے پاس سے سرکار دو عالم ﷺ کا گزر ہوا تو وہ اپنے پیارے آقا کے لئے احتراماً کھڑے ہو گئے اور یہ شعر کہے:

قيامي للعزيز على فرض وترك الفرض ما هو مستقيم

(اس من موہنی شخصیت کے لئے اٹھنا مجھ پر فرض ہے، اور فرض کو چھوڑنا درست نہیں)۔

عجبت لمن له عقل و فهم يرى هذا الجمال ولا يقوم

(مجھے اس عقل وفہم رکھنے والے پر تعجب ہے جو اس سراپا جمال کو دیکھتا ہے اور کھڑا نہیں ہوتا)۔

ایک روایت میں "قیامی للعزیز" کی بجائے "قیامی للنبی" بھی آیا ہے۔

اے قیام تعظیم کے منکر! میں تجھے خدا کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں: اگر تو کسی محفل میں آئے اور تیرے لئے اکثر لوگ تو احتراماً کھڑے ہو جائیں لیکن بعض بیٹھے رہیں، کیا تیرے اور دوسرے لوگوں کے دل میں یہ بات نہیں کھٹکے گی کہ تیرے لئے کھڑے ہونے اور تعظیم کرنے والے کے برعکس جو شخص کھڑا نہیں ہوا اس نے تمہاری توہین کی ہے؟

تو کتنا سیدھا اور جاہل ہے؟ خدا کی قسم جس نے قیام تعظیمی کا انکار کیا اور اسے حرام قرار دیا اور اس کے بجالانے والے کو مجوسیوں اور شیعہ سے تشبیہ دی اور مزید یہ کہا کہ یہ ان سے بھی زیادہ ہے اور یہ احمقوں کا کام ہے۔ مجھے اس کے کفر وارتداد کا خوف ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کی ولادت کے وقت آپ کے احترام اور آپ ﷺ کی ولادت کی خوشی میں کھڑے ہونا نہ صرف مستحب ہے بلکہ انتہائی مستحسن ہے

کیونکہ نبی اکرم ﷺ دنیا کی سب سے بڑی نعمت ہیں، مسلمانوں نے اسے پسندیدہ اور مستحسن قرار دیا ہے اور نبی اکرم ﷺ سے روایت ہے:

ما رآہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن — جس عمل کو مسلمان اچھا خیال کریں وہ عند اللہ بھی اچھا ہے۔

نیز آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

ید اللہ علی الجماعۃ. و من شذ شذ فی النار — اللہ تعالیٰ کی رحمت جماعت پر ہے، جو شخص جماعت سے الگ ہوا لقمۂ جہنم بن گیا۔

اس کے علاوہ بہت سی احادیث میں جو نجات پانے والے مسلمانوں کا راستہ اپنانے کی ترغیب دیتی ہیں۔

قیام تعظیمی کے اس منکر کے انکار، قیام کو حرام قرار دینے، اور قیام کرنے والے پر فسق کا حکم لگانے کی کوئی حیثیت نہیں ہے، یہ تو شیطانی وسوسہ ہے جو اس کے دل پر چھا گیا ہے، اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس شخص اور اس منکر جیسے دوسرے لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے جو حضور اکرم ﷺ کا مرتبہ و مقام گھٹانے کی ناپاک جسارت کرتے ہیں اور اہل اسلام کو فاسق و کافر ٹھہراتے ہیں۔ ان لوگوں کا وجود مسلمانوں کے لئے بہت بڑی مصیبت ہے، کیونکہ یہ لوگ دعویٰ تو رشد و ہدایت کا کرتے ہیں لیکن مسلمانوں کے عقیدہ میں بہت بڑا فساد پھیلاتے ہیں۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ یا تو ایسے لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے، اور یا ان کو دنیا بھر سے مٹا دے، اور اہل سنت و جماعت کا بول بالا کرے جو لوگوں کو نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں اور وصال کے بعد تعظیم پر ابھارتے ہیں اور آپ ﷺ کے صحابہ اور ان ائمہ دین (مجتہدین) کی تعظیم کا درس دیتے ہیں جنہوں نے آپ ﷺ کی شریعت کی خدمت اور تدوین کی، جس پر لوگ قیامت تک عمل پیرا ہوں گے۔

اللہ تعالیٰ اس کتاب کے ترجمہ کو اپنے اس بندۂ عاصی کے لئے ایمان پر خاتمے کا سبب اور ذخیرۂ آخرت بنائے۔ (آمین)

(ممتاز احمد سدیدی ..... مترجم)

ذکر میلادِ النبی ﷺ کی مقدس محفلیں

مصنف: الشیخ السید محمد بن علوی المالکی المکی ۔۔۔۔ ترجمہ: امیر البیان میر حسان الحیدری سہروردی

میلاد النبی ﷺ کی محفلوں کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں بہت کچھ کہا گیا ہے جس کی بنا پر میری یہ خواہش نہیں تھی کہ اس موضوع پر کچھ لکھوں اس لئے کہ جس چیز نے میرے اور مجھ جیسے دوسرے مسلمان دانشوروں کے ذہنوں کو آج کے عہد میں اپنی گرفت میں لے رکھا ہے وہ اس قضیہ جانبیہ سے زیادہ اہم اور ضروری ہے یہ قضیہ جانبیہ تو ایک ایسا قضیہ ہے جو ہر سال کھڑا ہوتا ہے اور ہر سال اس کی نشر و اشاعت ہوتی رہتی ہے یہاں تک کہ لوگ اسے سن سن کر بیزار ہو چکے ہیں۔ لیکن جب بہت سارے دینی بھائیوں اور ہم مسلک دوستوں نے بالخصوص اس بارے میں میری رائے معلوم کرنا، نہ صرف پسند فرمایا بلکہ ضروری خیال کیا اور پھر کتمان علم (علم کو چھپانے) کا خوف بھی مجھ پر طاری ہوا تو مجبوراً میں بھی اس موضوع پر لکھنے والوں کی محفل میں شرکت پر آمادہ ہو گیا۔

مولائے کریم عزوجل سے التجا اور دعا ہے کہ وہ مجھے پورے طور پر صحیح بات سمجھنے کی توفیق ارزانی عطا فرمائے۔ آمین!

اس سے پہلے کہ میں محافل میلاد النبی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے جواز پر عجلت سے دلائل پیش کروں اور یہ بیان کروں کہ اس موقع پر جلسہ و جلوس کی شکل میں اجتماعات بھی جائز اور مستحسن ہیں میں یہ پسند کروں گا کہ حسب ذیل مسائل کی وضاحت کرتا چلوں۔

اول:

بلاشبہ ہم اس بات کے قائل ہیں کہ محافل میلاد شریف اور سیرت النبی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا سننا اور سرورِ کائنات ﷺ کی نعت و مدحت سننے سنانے کے لئے جلسہ و جلوس کا اہتمام و انعقاد، غریبوں کو کھانا کھلانا اور اہل اسلام کے دلوں کو (ان

اعمال و افعال کے ذریعے) خوشی اور مسرت پہنچانا جائز اور مستحسن ہے۔

دوئم:

بلاشبہ ہم اس بات کے قائل نہیں ہیں کہ محافل میلاد شریف کا انعقاد اسی ایک مخصوص رات یعنی ۱۲ ربیع الاول میں فعل مسنون ہے۔ بلکہ جو مسلمان ایسا اعتقاد رکھتے ہیں ہم ان کو دین میں بدعت پیدا کرنے والے سمجھتے ہیں اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کا ذکر مبارک، بمع اپنے تمام لوازمات کے، نیز آپ ﷺ کی ذات اقدس کے ساتھ تعلق اور نسبت کاملہ رکھنا، ہر وقت، ہر لمحے اور ہر آن ہم پر واجب ہے اور یہ بھی واجبات میں سے ہے کہ ہماری جانیں اور ہمارے نفوس ہر وقت اس ذکر سے معمور رہیں۔

ہاں البتہ ماہ ولادت باسعادت (ربیع الاول) میں ذکر جمیل کے اسباب زیادہ قوی اور مضبوط ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اس مناسبت سے لوگ ایسی محفلوں میں خود بخود کھنچے چلے آتے ہیں اور دیکھتے ہی دیکھتے لوگوں کے ٹھٹھ لگ جاتے ہیں کیونکہ لوگوں کو اس بات کا قوی شعور ہے کہ کچھ لمحات و اوقات کو بعض دوسرے اوقات و لمحات پر کسی خاص وجہ اور مناسبت سے زیادہ شان اور شرف حاصل ہوتا ہے اور اس طرح لوگ حاضر یعنی حال کو ماضی کے ساتھ ملا کر اور موجود کو غائب کی طرف منتقل اور تبدیل کر کے یادوں کی لذت اور ذکر کا سرور حاصل کرتے ہیں گویا۔

باز گواز نجد واز یاران نجد تا در و دیوار را آری بہ وجد!

(شعر اضافۂ مترجم)

سوئم:

یہ کہ محافل میلاد کے اجتماعات اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دینے کا بہت بڑا ذریعہ ہیں اور یہ لمحات درحقیقت فرصت کے زریں اور قیمتی لمحات ہوتے ہیں جنہیں ہرگز ضائع نہیں کرنا چاہئے بلکہ مبلغین اور اہل علم حضرات کے لئے تو لازمی ہے کہ وہ ان محافل کے ذریعے امت مصطفیٰ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کو اخلاق و آدابِ نبوی ﷺ سیرت طیبہ،

معاملات و عبادات نبوی ﷺ جیسے اہم امور یاد دلایا کریں اور لوگوں کو بھلائی، نیکی اور فلاح کی تلقین کیا کریں۔ اور پھر ان کو امت مسلمہ پر نازل ہونے والی مصیبتوں اور امت محمدیہ کو کمزور اور بے جان بنا دینے والی بدعتوں، اسلام میں پیدا ہونے والے نئے نئے فتنوں اور یار و اغیار کے اٹھائے ہوئے نئے شرور اور فتور سے دور رہنے اور ان سے خوف کھانے کی ہدایت کیا کریں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم ہمیشہ اس بات کی دعوت دیتے رہتے ہیں اور محافل میلاد میں شریک ہو کر لوگوں سے کہتے رہتے ہیں کہ ان اجتماعات کا مقصد محض اکٹھے ہونا اور لوگوں کو دکھانا نہیں ہونا چاہئے بلکہ یہ مقدس اجتماعات اعلیٰ مقاصد کے حصول کا ذریعہ اور وسیلہ ہیں اور جو شخص ان اجتماعات سے کوئی دینی فائدہ حاصل نہ کر سکا وہ میلاد شریف کی خیر و برکت سے گویا محروم رہا۔

محفل میلاد النبی ﷺ کے جائز ہونے پر دلائل

پہلی دلیل:

بلاشبہ میلاد النبی ﷺ کی محفل ذات اقدس مصطفیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تشریف آوری پر خوشی اور مسرت سے عبارت ہے اور یہ بات کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ اس سے کافر بھی فائدہ حاصل کر چکا ہے۔ اس کی مزید وضاحت نویں دلیل میں پیش کی جائے گی کیونکہ اس دلیل اور اس حجت و برہان کی اصل تو ایک ہی ہے ہاں البتہ استدلال کی کیفیت اور تفصیل مختلف طریقوں سے بیان کی گئی ہے۔ ہم بھی درج ذیل بحث میں اس طریق کار کو اپنائیں گے تاکہ تکرار اور اعادے سے بچ سکیں۔

اصح الکتب بعد کتاب اللہ صحیح بخاری شریف میں روایت ہے کہ ہر پیر کے روز ابولہب کے عذاب کی شدت اور سختی میں تخفیف اور نرمی کی جاتی ہے۔ محض اس لئے کہ اس نے اپنی لونڈی ثویبہ کو آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشخبری سنانے پر آزاد کر دیا تھا۔

اس بارے میں حضرت حافظ شمس الدین محمد ابن ناصر الدین دمشقی کہتے ہیں کہ:

اذا كان هذا كافر جاء ذمه بتبت يداه فى الجحيم مخلدا

جب کہ یہ (ابولہب) ایک ایسا کافر ہے جس کی مذمت اور برائی میں سورہ تبت یداہ نازل ہوئی اور جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جہنم کا ایندھن بنا رہے گا۔

اتى انه فى يوم الاثنين دائما يخفف عنه للسرور باحمدا

(روایت میں آیا ہے کہ پیر کے روز ہمیشہ اس کے عذاب میں تخفیف کی جاتی ہے کیونکہ اس نے حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ کی ولادت باسعادت پر خوشی اور مسرت کا اظہار کیا تھا)۔

فما الظن با لعبد الذى كان عمره باحمد مسرور او مات موحدا

(تو پھر اس بندے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جو عمر بھر حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ کے میلاد مبارک پر خوشی مناتا رہا اور کلمۂ توحید پر اس کا خاتمہ ہوا)۔

یہ قصہ حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی اصح الکتب صحیح بخاری کتاب النکاح میں روایت کیا ہے اور حضرت حافظ ابن الحجر رحمۃ اللہ علیہ نے اسے الفتح الربانی میں نقل کیا ہے اور امام عبدالرزاق صنعانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف کی جلد ہفتم کے صفحہ نمبر ۴۷۸ پر نقل کیا ہے اور الحافظ نے دلائل میں اور ابن کثیر نے البدایہ والنہایہ جلد اول صفحہ نمبر ۲۲۴ پر سیرت النبی ﷺ کے باب میں روایت کیا ہے اور ابن الدیبع الشیبانی نے حدائق الانوار کی جلد اول صفحہ نمبر ۱۳۴ پر اور ابن ہشام اور سہیلی نے روض الانف جلد پنجم صفحہ نمبر ۱۹۲ پر اور عامری نے بہجۃ المحافل جلد اول صفحہ نمبر ۴۱ پر اور امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اپنے سنن میں اسے نقل اور روایت کیا ہے۔

یہ حدیث اور روایت اگرچہ مرسل ہے مگر یہ سب کے ہاں مقبول ہے اس لئے کہ اسے محدث اعظم حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نقل فرمایا ہے اور اکثر علماء حدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے حافظ حدیث ہونے پر اعتماد کرتے ہیں اور یہ روایت اس لئے بھی مقبول عام ہے کہ یہ مناقب اور خصائص رسالت ﷺ کے بارے میں وارد ہوئی

ہے نہ کہ حلال اور حرام کے بارے میں اور طالبان علم حدیث، مناقب اور احکام کی احادیث کے درمیان استدلال کے فرق کو بخوبی جانتے ہیں۔ ہاں البتہ نیک اعمال کے بدلے کفار کے فائدہ اٹھانے کے بارے میں علماء کا اختلاف ہے۔ یہاں تفصیل کا موقع نہیں ہے۔ البتہ اتنا کافی ہے کہ اس مسئلے کی اصل وہ حدیث ہے جو صحیح بخاری میں رسول کریم ﷺ کی خواہش پر حضرت ابو طالب کے عذاب میں تخفیف کے بارے میں وارد ہوئی ہے۔

دوسری دلیل:

بلاشبہ آنحضرت ﷺ اپنے یوم ولادت کو عظمت بخشتے تھے اور اس دن اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کا شکر ادا فرماتے تھے جو ان پر کی گئی ہیں۔ خاص طور پر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اس دن کو ان کے وجود مسعود کے ظہور کی فضیلت عطا فرمائی اور پھر اس ذات بابرکات کے صدقے تمام موجودات کو شرف اور سعادت بخشی اور اس دن روزہ رکھ کر بھی آنحضرت ﷺ اس دن کی فضیلت کا اظہار فرمایا کرتے تھے جیسا کہ حضرت ابی قتادہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے ایک حدیث میں آیا ہے کہ "رسول کریم ﷺ سے پیر کے دن روزہ رکھنے کی بابت سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس دن میں میری ولادت ہوئی تھی اور اسی روز میں مجھ پر وحی نازل ہوئی تھی۔ یہ حدیث امام مسلمؒ نے صحیح مسلم کتاب الصیام میں روایت کی ہے۔

اس سے محفل میلاد کے انعقاد کا معنی ظاہر ہوتا ہے ہاں البتہ اس کی شکلیں اور صورتیں مختلف ہوسکتی ہیں مگر پھر بھی اس کی حقیقت اور معنی ہر شکل وصورت میں ضرور موجود ہے خواہ وہ روزہ کی شکل میں ہو یا کھانے اور شیرینی کی شکل میں، ذکر رسول ﷺ پر مشتمل اجتماع اور جلسے کی شکل میں ہو، خواہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس پر درود شریف پڑھنے کی شکل میں، یا پھر آپ ﷺ کی عادات وخصائل اور سیرت کے مختلف پہلوؤں پر تقاریر اور بیانات سننے کی شکل میں۔

تیسری دلیل:

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے تحت ولادت باسعادت کے موقع پر خوشی اور مسرت کا اظہار مطلوب ہے۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا

اے نبی ﷺ کہہ دیجئے کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت پر خوش ہو جائیے اور خوشی منائیے۔

تو گویا اللہ تعالیٰ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم اس کی رحمت پر خوش ہوں اور خوشی منائیں اور نبی اکرم ﷺ کا وجود مسعود دنیا کی سب سے بڑی رحمت ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝

اے نبی ﷺ ہم نے آپ ﷺ کو تمام جہانوں کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

چوتھی دلیل:

بلاشبہ نبی کریم ﷺ ماضی کے تمام بڑے بڑے دینی وقائع تسلسل زمان کے ساتھ ملاحظہ فرمایا کرتے تھے تو جب خود وہ زمانہ آ پہنچا۔ جس میں آپ ﷺ کے ظہور قدسی کا واقعہ عظیم رونما ہوا تو یوں لگا جیسے یہ لمحۂ فرصت خود آپ ﷺ کے ذکر جمیل کے لئے مختص کیا گیا ہے اور اس یوم مبارک کی تعظیم وتقدیس محض آپ ﷺ کی ذات گرامی کی نسبت سے کی گئی ہے کیونکہ یہ مبارک دن آپ ﷺ کے لئے ایک ظرف کی حیثیت رکھتا ہے ایسا ظرف جس میں آپ ﷺ ظہور پذیر ہوئے اور آنحضرت ﷺ نے اپنی ذات اقدس کو اس قاعدے (تذکرہ بایام اللہ) کے ساتھ خود ہی وابستہ فرمایا جیسا کہ حدیث پاک میں اس کی صراحت اور وضاحت ملتی ہے کہ جب آنحضرت ﷺ مدینہ منورہ پہنچے تو یہود کو دیکھا کہ وہ عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ یہ لوگ اس لئے روزہ رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے نبی (موسیٰ علیہ السلام) کو اس دن بچایا اور ان

کے دشمن (فرعون) کو غرق کیا تو اللہ کی اس نعمت کا شکر ادا کرتے ہوئے یہ لوگ روزہ رکھتے ہیں۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ہم لوگ تمہاری بہ نسبت (تمہارے مقابلے میں) موسیٰ علیہ السلام سے زیادہ قریب ہیں اور پھر آپ ﷺ نے عاشورے کا روزہ خود بھی رکھا اور لوگوں کو اس کا حکم بھی دیا۔

پانچویں دلیل:

بلاشبہ محفل میلاد مبارک لوگوں کو صلوٰۃ وسلام پڑھنے کی رغبت دلاتی ہے اور یہ دونوں کام اللہ تعالیٰ کے اس قول کی روشنی میں مطلوب ومحبوب ہیں کہ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝

اور جو چیز یا کام کسی شرعی طلب پر آدمی کو ابھارے اور آمادہ کرے وہ چیز اور کام خود شرعاً مطلوب ومحبوب بن جاتا ہے۔ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس پر صلوٰۃ وسلام پڑھنے کے نہ جانے کتنے فوائد ہیں جو نبی کریم ﷺ کے وسیلے سے ہم کو پہنچتے ہیں اور ذات محمد ﷺ کی بہت ساری امدادیں حاصل ہوتی ہیں۔ صلوٰۃ وسلام کے آثار اور اس کے انوار وتجلیات کے مظاہر کی تعداد بیان کرنے سے قلم قاصر ہو کر محراب بیان میں سجدہ ریز ہے۔

چھٹی دلیل:

بلاشبہ محفل میلاد شریف آنحضرت ﷺ کے تذکارِ ولادت، معجزاتِ نبوی ﷺ سیرتِ طیبہ اور ثناء ونعتِ نبوی ﷺ پر مشتمل ہوتی ہے کیا ہمیں یہ حکم نہیں دیا گیا کہ ہم آپ ﷺ کی ذات پاک کا عرفان حاصل کریں اور کیا آپ ﷺ کی اتباع اور اقتداء کا ہم سے مطالبہ نہیں کیا گیا؟ اور آپ ﷺ کے اعمال وافعال کی پیروی پر ہمیں نجات کی امید نہیں دلائی گئی؟ اور کیا ہمیں آپ ﷺ کے معجزات پر ایمان لانے کو اور آپ ﷺ کے ظہور کی نشانیوں اور آپ ﷺ پر نازل ہونے والی آیات کی تصدیق کے لئے نہیں کہا گیا؟ اور میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر مشتمل کتب ورسائل یہ تمام مقاصد ومطالب پورا کرتے ہیں۔

ساتویں دلیل:

میلاد کی محافل منعقد کرنے سے آنحضرت ﷺ کے ان حقوق کی قدرے ادائیگی کا امکان ہے جو آپ ﷺ کے اوصاف کاملہ اور اخلاق فاضلہ بیان کرنے اور لوگوں تک پہنچانے کے سلسلے میں ہم پر فرض ہیں۔ چنانچہ شعراء اسلام آنحضرت ﷺ کی بارگاہ اقدس میں اپنے نعتیہ قصائد بطور ہدیہ پیش کرتے تھے اور آپ علیہ السلام ان کے اس کام کو پسند فرماتے تھے اور ان شعراء کو آپ علیہ السلام تحائف اور دعاؤں کی صورت میں بدلہ یا صلہ دیا کرتے تھے۔ جب آپ علیہ السلام اپنے مدح نگاروں سے خوش ہو کر ان کے کلام کو پسند فرماتے تھے تو ان لوگوں سے کیونکر خوش نہیں ہوں گے جو آپ ﷺ کے شمائل شریف اور سیرت طیبہ کو جمع کرتے اور لوگوں تک پہنچاتے ہیں۔ اس کار خیر کے ذریعے آنحضرت ﷺ کی محبت اور خوشنودی حاصل کر کے آپ ﷺ کے قرب اور حضوری تک رسائی ممکن ہے۔

آٹھویں دلیل:

بلاشبہ آنحضرت ﷺ کی عادات اور خصائل (سیرت طیبہ) اور آپ ﷺ کے معجزات اور خوارق عادات کو بخوبی جاننے سے ایک طرف تو آپ ﷺ کی ذات گرامی پر ایمان کامل اور پختہ ہوگا اور دوسری طرف آپ ﷺ کی ذات سے محبت میں بھی اضافہ ہوگا اس لئے کہ انسان طبعاً اور فطرتاً کسی ایسی ہی ذات سے محبت کا دم بھرتا ہے جو عادات اور خصائل کے لحاظ سے، تخلیق کے لحاظ سے، علم اور عمل کے لحاظ سے اور احوال و اعتقادات کے لحاظ سے حسین و جمیل ہو اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس سے زیادہ کامل اور حسین و جمیل اور آپ ﷺ کے اخلاق و عادات سے زیادہ بہتر اور کوئی نہیں ہے اور آپ ﷺ کی ذات کے ساتھ انتہائی محبت اور آپ ﷺ پر کامل ایمان یہ دونوں شریعت حقہ کا تقاضا اور مطلوب ہیں اور جو کام ان دونوں امور کی طرف ہدایت کرے خود وہ کام بھی مطلوب و مقصود شریعت ہے۔

نویں دلیل:

یہ ایک حقیقت ہے کہ آنحضرت ﷺ کی تعظیم ایک شرعی حکم ہے اور یوم ولادت کے موقع پر خوشی کا اظہار کرنا اور غرباء کے سامنے مختلف کھانے رکھنا، ذکر جمیل ﷺ کے اجتماعات منعقد کرنا اور فقراء و مساکین کی اعزاز و اکرام کے ساتھ خدمت کرنا، تعظیم رسول ﷺ اور مسرت و انبساط اور شکر و امتنان کے واضح مظاہر میں سے ہیں اور عاشقان رسول اللہ یہ سب کچھ اس لئے کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے دین حق کی طرف ہماری رہنمائی فرمائی اور دوسرے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مبعوث فرما کر ہم پر بہت بڑا احسان فرمایا۔

دسویں دلیل:

آنحضرت ﷺ نے جمعہ کے دن کی فضیلت میں جو کچھ بیان فرمایا اس سے بھی میلاد شریف کا جواز ثابت ہوتا ہے چنانچہ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جمعہ کا دن اس لئے بھی افضل ہے کہ اس میں حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی۔ اس سے یہ بات بھی واضح ہے کہ اس زمانے، دن اور وقت کو بھی شرف حاصل ہوتا ہے جس میں اللہ تعالیٰ کا کوئی نبی، رسول اور پیغمبر پیدا ہوا ہو۔ تو پھر اس دن کا کیا کہنا جس میں سارے نبیوں سے افضل اور سارے رسولوں سے اشرف رسول ﷺ تشریف لائے ہوں۔

اکثر اوقات کسی ایک دن میں تکرار فضیلت بھی ہو سکتا ہے جیسا کہ جمعہ کے دن کا حال ہے کہ اس کی فضیلت شکر نعمت کے لئے بھی ہے اور اظہار فضائل وشمائل نبوی ﷺ کے لئے بھی ہے اور ہم اصلاحات پر مشتمل ایسے بڑے تاریخی واقعات کو زندہ رکھنے کے لئے بھی ہے جن کے نقوش تاریخ انسانیت، زمانے کی پیشانی اور ابدیت کے صحیفوں پر ثبت ہیں۔ جیسا کہ اس مکان اور جگہ کی بھی تعظیم کی گئی جس میں ایک نبی پیدا ہوا تھا۔ یہ اس طرح کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آنحضرت ﷺ سے گزارش کی کہ بیت اللحم میں دو رکعت

پر نماز پڑھی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بتلایا کہ آپ ﷺ نے بیت اللحم میں نماز پڑھی ہے۔ جہاں حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام کی ولادت باسعادت ہوئی تھی۔ جیسا کہ یہ حدیث شداد بن اوسؓ کی روایت میں آئی ہے جسے البزاز، ابو یعلی اور الطبرانی نے روایت کیا ہے۔ الحافظ الہیثمی نے مجمع الزوائد میں کہا ہے کہ اس روایت کے رجال (راوی) صحیح رجال ہیں۔ جلد اول صفحہ نمبر ۷۴۔ اس روایت کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے الفتح الربانی جلد ہفتم صفحہ ۱۹۹ میں روایت کیا ہے اور اس پر جرح و تعدیل سے خاموشی اختیار کی ہے۔

گیارھویں دلیل:

میلاد شریف منانا ایک ایسا فعل ہے جسے تمام ممالک کے علماء اور اہل اسلام نے مستحسن قرار دیا ہے اور ہر علاقے اور قصبے میں اس پر عمل کیا جاتا ہے اس لئے کہ یہی مقصود و مطلوب شریعت ہے اس قاعدے اور کلیے کی رو سے جو حضرت ابن مسعودؓ کی اس حدیث موقوف سے اخذ کیا گیا ہے جس امر کو تمام مسلمان اچھا اور بہتر سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی بہتر ہوتا ہے اور جس امر کو تمام مسلمان برا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی برا ہوتا ہے۔ اس حدیث کو احمد نے تخریج (روایت) کیا ہے۔

بارھویں دلیل:

محفل میلاد شریف اجتماع اہل اسلام، ذکر، صدقہ و خیرات اور آنحضرت ﷺ کی مدحت اور تعظیم پر مشتمل ہوتی ہے جو خود سنت ہے اور یہ تمام امور شرعاً مقصود اور مطلوب بلکہ لائق تحسین و تعریف ہیں اور ان امور کے انجام دینے اور ان امور پر دوسرے مسلمانوں کو ابھارنے کے سلسلے میں کئی صحیح احادیث اور روایات منقول ہیں۔

تیرھویں دلیل:

بے شک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وکلا نقص من انباء الرسل ما نثبت

بہ فوائد اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسولوں کے واقعات اور قصوں سے آنحضرت ﷺ کو باخبر رکھنے میں یہ حکمت الٰہی تھی کہ ان واقعات کے نتیجے میں آپ ﷺ کا دل مبارک، مضبوط اور ثابت رہے۔ اس حقیقت سے انکار ناممکن ہے کہ ہمیں موجودہ دور ضلال اور فسق میں ثبات قلب اور استقلال طبع کے لئے انبیاء نبی آخر الزماں علیہ الصلوٰۃ والسلام کے احوال و آثار اور افکار و اقوال سننے کی آنحضرت ﷺ سے زیادہ احتیاج اور ضرورت ہے۔

چودھویں دلیل:

یہ غلط ہے کہ جو کام ہمارے اسلاف نے نہیں کیا یا جو صدر اول میں نظر نہیں آتا وہ تمام بدعت سیئہ منکرہ ہے اور اس کا کرنا حرام کیا گیا ہے یا اس سے انکار لازم ہے بلکہ ہمیں چاہئے کہ ایسے افعال و اعمال جدیدہ کو شرعی دلائل کی روشنی میں رکھ کر پرکھیں اور جانچیں اور پھر دیکھیں کہ اگر اس میں کوئی دینی مصلحت ہے تو اسے واجب سمجھیں اور اگر اس میں حرمت کی قباحت نظر آئے تو اسے حرام قرار دیں، اور اگر اس میں کوئی کراہت نظر آئے تو اسے مکروہ گردانیں اور اگر اس میں جواز نظر آئے تو اسے مباح اور جائز قرار دیں۔ اور اگر اس کے کرنے میں استحباب کا کوئی پہلو دکھائی دے تو اسے مستحب قرار دیں اور وسائل یا ذرائع مقاصد کے حکم میں داخل ہیں (یعنی جو افعال و اعمال جدیدہ کسی بہت بڑی نیکی کا وسیلہ بن سکتے ہیں نیکی پھیلانے کا مقصد مدنظر رکھ کر انہیں بھی مقاصد میں داخل کرنا پڑے گا) پھر علمائے حق نے بدعت کو پانچ اقسام میں تقسیم کیا ہے۔

۱۔ بدعت واجبہ

جیسا کہ کج رو اور اسلام کی راہ سے پھرے ہوئے لوگوں کی تردید کرنا اور نحو کی تعلیم دینا دلانا۔

۲۔ مندوبہ یا مستحب

جیسے سرائیں، مدارس، مکاتب قائم کرنا، میناروں پر اذان دینا اور اس قسم کے

دوسرے بھلائی کے کام جو صدر اول میں کہیں نظر نہیں آتے۔

۳۔ بدعت مکروہ

جیسا کہ مساجد کی پچی کاری اور مینا کاری اور قرآن مجید کی طمع سازی اور زرنگاری۔

۴۔ بدعتِ مباح (جائز)

جیسا کہ چھنے ہوئے آٹے کا استعمال کھانے پینے کے دسترخوان پر انواع واقسام کے کھانے چننا اور لگانا یعنی اپنے دسترخوان کو سب سے زیادہ وسیع رکھنا۔

۵۔ بدعتِ محرمہ (حرام)

جو بدعت سنت کی ضد اور مخالفت میں ایجاد کی جائے اور جو شریعت کے عام دلائل پر مشتمل نہ ہو اور نہ ہی وہ شریعت کی مصلحتوں کی حامل ہو۔

پندرھویں دلیل

ہر بدعت حرام نہیں ہے اگر ایسا ہوتا تو پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کا قاری قرآن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی موت کے خوف سے قرآن کے منتشر اجزاء کو جمع کر کے مصاحف کی شکل میں کتابت کرانا بھی حرام قرار پاتا جب کہ ایسا نہیں ہے اور اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا لوگوں کو ایک امام کی اقتداء میں تراویح (صلوٰۃ قیام) کی نماز پڑھنے پر یہ کہہ کر جمع کرنا کہ یہ ایک بہترین بدعت ہے، حرام قرار پاتا اور تمام مفید علوم میں تصانیف اور تالیف کا سلسلہ بھی حرام قرار پاتا اور ہم پر یہ واجب ہوتا کہ کفار اور دشمنانِ اسلام کے ساتھ تیر کمان کی جنگ لڑیں جب کہ وہ ہمارے ساتھ گولیوں، ٹینکوں، توپوں، جنگی طیاروں، آبدوزوں اور بحری بیڑوں کے ساتھ جنگی مقابلہ کریں اور بلند میناروں پر اذانیں دینا بھی حرام قرار پاتا اور مسافر خانے، مدارس، ہسپتال اور جدید طریقے سے طبی امداد، یتیم خانے اور قید خانے (جیلیں) بھی حرام قرار پاتے۔ ان مشکلات اور مسائل

سے بچنے اور زندگی کو صحیح اسلامی ترقی کی راہوں پر گامزن کرنے کے لئے علمائے کرام نے
حدیث:

کل بدعة ضلالة　　　ہر بدعت گمراہی ہے۔

کے ساتھ بدعت کی قید لگائی ہے۔ یعنی حرمت کو بدعت سئیہ سے مشروط کیا ہے اور اس قید کی صراحت اور وضاحت اکابر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ان بدتوں سے کی گئی ہے جو آنحضرت ﷺ کے زمانے میں نہیں تھیں اور ہم نے آج کے زمانے میں اکثر مسائل میں ایسی بدتیں پیدا کی ہیں جو اسلاف سے ثابت نہیں ہیں۔ جیسا کہ نماز تراویح کے بعد رات کے آخری حصے میں ایک امام کے پیچھے لوگوں کو تہجد کے لئے جمع کرنا یا پھر اس میں ختم قرآن پورا سنانا یا ختم کے بعد ایک خاص دعا کی قرات کرانا یا ستائیسویں کی شب (شب قدر) کو نماز تہجد کے بعد امام کا خطبہ دینا یا پھر کسی منادی سے یہ ندا کرانا کہ صلوٰۃ قیام پڑھو ....اللہ تم کو اس کا اجر دے گا۔ ان سب امور میں سے نبی کریم ﷺ نے کوئی بھی کام نہیں کیا تھا اور نہ ہی اسلاف کرام میں سے کسی نے! تو کیا پھر یہ ہمارے تمام اعمال و افعال بدعت میں داخل ہیں؟

سولہویں دلیل:

محافل میلاد شریف کا انعقاد زمانۂ رسالت میں نہ ہونے کے سبب بدعت ہے مگر یہ بدعت حسنہ (اچھی اور بہتر بدعت) ہے۔ اس لئے کہ اس کے تمام اجزاء اور اعمال، دلائل شرعیہ کے تحت ہیں اور ان کے قواعد وضوابط شرعی کلیہ سے باہر نہیں ہیں جو بدعت حسنہ کے جواز کا موجب ہیں۔ یہ درست ہے کہ محفل میلاد شریف اپنی مجموعی شکل وصورت کے لحاظ سے بدعت کہلا سکتی ہے، مگر اپنے انفرادی اجزاء کے اعتبار سے یہ بدعت نہیں ہے اس لئے کہ محافل میلاد میں جو امور، اجزاء اور اعمال پائے جاتے ہیں الگ الگ سے ان کا ہر عمل خود رسالت مآب ﷺ کے زمانہ اقدس میں بھی پایا جاتا تھا اس کی تفصیل بارہویں دلیل میں بیان کر دی گئی ہے۔

سترھویں دلیل:

اور ہر وہ چیز، امر یا عمل جو صدر اول (عہد رسالت مآب ﷺ) میں اپنی مجموعی حیثیت سے نہ پایا جاتا ہو البتہ اس کے اجزاء انفرادی طور پر پائے جاتے ہوں تو اسے بھی شریعت حقہ کے مطابق مطلوب و محبوب سمجھا جائے گا۔ اس لئے کہ جس چیز کی ترکیب اجزائے شریعت پر مشتمل ہو وہ خود مشروع، جائز اور مطلوب شریعت ہے اور یہ امر اہل علم سے مخفی نہیں ہے۔

اٹھارہویں دلیل:

حضرت امام الشافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ جو بات نئے سرے سے ایجاد کی جائے اور وہ کتاب وسنت اور اجماع امت اور آثار سلف کے خلاف ہو وہ گمراہ کن بدعت یعنی بدعت سیئہ ہے اور جو بھلائی خیر و اصلاح یا نیکی کی بات یا چیز ایجاد کی جائے اور اس میں کتاب وسنت، اجماع امت اور آثار اسلاف کے مخالف کوئی بات نہ پائی جاتی ہو تو وہ محمود، مستحسن اور خوب تر ہے۔ اور امام عز بن عبدالسلام امام نووی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن الاثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی تقسیم بدعت کی یہ بحث جس کا ذکر ہم اوپر کر چکے ہیں اسی طرح اپنی تصانیف میں چلائی ہے۔

انیسویں دلیل:

تو یہ بات ثابت شدہ ہے کہ ہر وہ بھلائی کا کام، جس کو دلائل شرعیہ کی تائید حاصل ہو اور اس کی ایجاد سے شریعت کی مخالفت مقصود نہ ہو اور کسی برائی کا اس میں شائبہ نہ ہو تو وہ امر دین کا ایک حصہ بن جاتا ہے اور کسی متعصب کا یہ کہنا کہ یہ فعل اسلاف میں سے کسی نے نہیں کیا اس کے لئے دلیل نہیں بن سکتا بلکہ اس کا یہ قول خود کسی دلیل سے عاجز ہونے کا ثبوت ہے جیسا کہ یہ امر علم اصول کے ماہرین پر مخفی نہیں ہے۔ شارع علیہ السلام نے ہدایت پر مشتمل بدعت کو بھی سنت قرار دیا ہے اور ایسی بدعت حسنہ پر عمل کرنے والے کے لئے اجرو

ثواب کا وعدہ فرمایا ہے چنانچہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ:

من سن فی الاسلام سنة حسنة فعمل بها بعدہ کتب لہ مثل اجر من عمل بها ولا ینقص من اجورھم شی

جو آدمی اسلام میں کسی اچھی بات کو رواج دے اور اس کے بعد اس پر عمل کیا جائے تو اس پر عمل کرنے والوں کے ثواب میں سے اس کو بھی حصہ ملے گا اور کسی کے اجر میں کوئی کمی نہیں ہوگی۔

بیسویں دلیل:

محفل میلاد شریف کا منعقد کرنا گویا ذکر مصطفی ﷺ کو زندہ کرنے کے مترادف ہے اور اسلام میں یہ عین مقصود شریعت ہے۔ اسی لئے تو اکثر اعمال حج محض تاریخ میں دیکھے جانے والے واقعات اور بابرکت مقامات کی یادوں اور تذکار کو زندہ کرنے پر مشتمل ہیں (بقول مصنف رسالہ: انما ھی احیاء لذکریات المشھودہ و مواقف محمودہ) چنانچہ صفا اور مروہ کے درمیان دوڑنا اور جمرات کو کنکریاں مارنا اور منیٰ کے مقام پر قربانی کے جانوروں کو ذبح کرنا یہ سب کے سب ماضی کے واقعات اور حوادث ہیں۔ اہل اسلام ان حوادث و واقعات کو ان کی اصل شکل میں ادا کر کے اس کی یاد کو زندہ رکھے ہوئے ہیں اور اس پر دلیل خود اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ واذن فی الناس بالحج (یعنی اے ابراہیم علیہ السلام لوگوں کو حج کرنے کی منادی کر دے) اللہ تعالیٰ کا یہ قول حضرت ابراہیم و اسماعیل علیہما السلام کا قصہ بیان کرتے ہوئے آیا ہے۔ وارنا مناسکنا (الآیہ)۔

اکیسویں دلیل:

مندرجہ بالا سطور میں میلاد شریف کی مشروعیت اور جواز کے بارے میں جو اسباب و وجوہات اور دلائل بیان کئے گئے ہیں بلاشبہ یہ اس محفل میلاد شریف کے بارے میں ہیں جو ایسے تمام منکرات اور قابل مذمت افعال و رسوم سے خالی ہو جن کا انکار اور جن سے اجتناب ضروری ہے۔ البتہ اگر کوئی محفل میلاد ان افعال، اعمال اور رسوم و رواج پر مشتمل ہو

جن کا انکار واجب شرعی ہے جیسے مردوں اور عورتوں کی مخلوط محفل میلاد یا ایسے امور پر مشتمل میلاد جو محرمات شرعی کہلاتے ہیں یا نمائش کے لئے انتہائی فضول خرچی پر مشتمل محفل میلاد جس سے خود صاحب میلاد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات اقدس بھی خوش نہیں ہو سکتی اور نہ ہی پسند فرما سکتی ہے تو ایسے میلاد کی حرمت اور مخالفت میں کوئی شک و شبہ نہیں کرنا چاہئے اس لئے کہ وہ حرام رسوم اور افعال سے عبارت ہے مگر اس کی یہ حرمت اور ممانعت اس وقت محض عارضی اور وقتی ہوگی نہ کہ حقیقی اور ذاتی! (اہل فکر پر یہ امر مخفی نہیں ہے) محفل میلاد منعقد کرنے کے بارے میں امام ابن تیمیہ کی رائے یہ ہے کہ محفل میلاد منعقد کرنے کے فعل پر کچھ لوگوں کو ثواب بھی حاصل ہوتا ہے قد یثاب بعض الناس علی فعل المولد اور اسی طرح کچھ لوگ ایسی چیزیں بھی اس سلسلے میں ایجاد کر لیتے ہیں جو نصاریٰ (عیسائی) حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے یوم ولادت پر کرتے ہیں مگر ایسا وہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ گہری محبت اور ان کی تعظیم و تکریم کی غرض سے کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کو بدعتوں پر نہیں بلکہ اس محبت اور پھر اظہار محبت کے لئے اس اجتہاد پر ثواب عطا فرمائے گا۔ مگر آگے چل کر پھر وہ لکھتے ہیں کہ "تجھے جاننا چاہئے کہ ایسے بہت سے اعمال جو مشروع اور جائز امور کی وجہ سے خیر اور بھلائی پر مشتمل ہوتے ہیں۔ مگر ان میں کچھ پہلو ایسے بھی ہوتے ہیں جو بدعات سیئہ کی وجہ سے شر اور برائی پر مشتمل ہوتے ہیں۔ ایسے اعمال کو دین سے کلی طور پر بے پرواہی اور روگردانی کی نسبت سے شر کہا جاتا ہے۔ منافقین اور فاسقین کے احوال کی مانند۔ یہ ایک ایسی بیماری ہے جس میں آخری زمانے کی امت کثرت سے مبتلا رہی ہے اس لئے اس سلسلے میں دو باتوں کے ادب کا خیال رکھنا چاہئے۔ پہلا تو یہ کہ آپ کو ظاہر و باطن میں سنت رسول ﷺ کی بھلائی کا حکم دینے اور برائی سے منع کرنے کے ساتھ گہری وابستگی ہونی چاہئے۔ نہ صرف ذاتی طور پر بلکہ اپنے ساتھیوں اور پیروکاروں کو بھی اس کا پابند بنائیے۔ دوسرا یہ کہ حتی الامکان لوگوں کو سنت رسول ﷺ کی طرف دعوت دیجئے پھر اگر آپ کسی کو دیکھیں کہ وہ اس چیز پر عمل کر رہا ہے اور اسے نہیں چھوڑ سکتا سوائے اس صورت کے کہ اس کو چھوڑ کر بھی زیادہ برائی کو قبول کر لے گا تو اسے کسی چھوٹے منکر (برائی) کے چھوڑنے کی دعوت مت دیجئے تاکہ وہ اس سے

مت کہیئے تاکہ وہ اس واجب اور مستحب فعل کو چھوڑ کر اس سے بھی زیادہ نقصان رساں مکروہ فعل کو اختیار نہ کرلے البتہ جب کسی بدعت میں بھلائی کا کوئی پہلو ہو تو اسے حتی الامکان اس انداز سے قبول کیجئے کہ وہ مشروع اور جائز بن جائے اس لئے کہ لوگ کسی بھی معاشرتی چیز کو اتنے تک چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتے جب تک اس کے بدلے میں کوئی چیز ان کو نہ دی جائے اور ویسے بھی کسی بھلائی کے کام کو اتنے تک نہیں چھوڑنا چاہیئے جب تک کہ اس جیسا یا اس سے بھی بہتر بھلائی کا کام نہ مل جائے۔ پھر آگے چل کر لکھتے ہیں:

تو محافل میلاد النبی ﷺ کی تعظیم کرنا اور اسے ہر سال وقت مقـررہ پر منانا کچھ لوگوں کا فعل و عمل بن چکا ہے اور ان لوگوں کے لئے اس میں بہت بڑا اجر وثواب ہے ان کے حسن نیت اور تعظیم رسول ﷺ کی وجہ سے۔ جیسا کہ میں تم کو پہلے بتا چکا ہوں کہ مومن منکر جس کام کو برا اور بدنما تصور کرتا ہے وہ کام کچھ دوسرے لوگوں کے ذریعے بہت ہی بھلا اور خوب صورت لگتا ہے۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ بعض امراء کے بارے میں امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کو بتلایا گیا کہ انہوں نے قرآن شریف پر ایک ہزار دینار یا اس کے لگ بھگ رقم خرچ کی ہے تو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اسے کچھ مت کہو یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ اس (قرآن) پر سونا خرچ کرتا (اسے مذہب لکھواتا) امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بات اس امر کے باوجود کہی کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں قرآن مجید کے نسخوں کو زخارف وغیرہ سے نکھارنا مکروہ ہے اور کچھ اصحاب احمد نے امام رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کی یہ تاویل کی ہے کہ صورت مسئولہ میں اس شخص نے قرآن مجید کے اوراق اور خط کی تجدید پر یہ ہزار روپیہ خرچ کیا تھا حالانکہ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب یہ نہیں تھا جو تاویل کرنے والے نے بیان کیا ہے بلکہ امام کا مطلب یہ تھا کہ اس عمل میں ایک مصلحت بھی ہے اور فساد کی بات بھی، چونکہ اس امیر نے یہ اسراف ایک مصلحت پر کیا ہے اور فساد یعنی قرآن کو مذہب (زریں) بنانے سے احتراز کیا ہے۔ تو اس لئے اس کی معمولی لغزش کو مصلحۃ قبول کیا جا سکتا ہے۔

میری نظر میں میلاد النبی ﷺ کا حقیقی مفہوم

کہتے ... محافل میلاد النبی ... مخصوص ...

حالت، ہیئت اور کیفیت نہیں ہے جس پر لوگ لازمی طور پر عمل کرتے ہوں یا اس طریقے پر گامزن ہوں۔ بلکہ بات یہ ہے کہ جو طریقہ کار بھی بھلائی کی طرف بلائے اور لوگوں کو ہدایت پر جمع کرے اور کسی ایسی بات کی راہ دکھائے جس میں ان کا دینی اور دنیاوی مفاد اور نفع ہو تو ایسے طریقے سے میلاد النبی ﷺ کا حقیقی مقصد حاصل ہو جاتا ہے۔

اس لئے اگر ہم ایک ایسی مجلس منعقد کریں جس میں ذکر حبیب ﷺ پر مشتمل مدائح نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور نعت رسول ﷺ کا اہتمام ہو جن میں آپ ﷺ کی فضیلت، جہاد اور خصائص کا ذکر بھی ہو تو یہ مشروع محفل میلاد ہے، خواہ ہم اس میں آنحضرت ﷺ کی ولادت پاک کا قصہ رواجی طور پر پڑھ کر نہ بھی سنائیں، ولادت نبوی ﷺ کا وہ واقعہ جو لوگوں میں عام رائج اور متعارف ہے اور جس کی وجہ سے اس محفل کو اصطلاحاً محفل میلاد ﷺ کہا جاتا ہے۔ اس سلسلے میں بعض لوگوں نے تو یہ گمان کر لیا ہے کہ اگر یہ قصہ ولادت پڑھ کر نہ سنایا جائے تو محفل میلاد ﷺ مکمل ہی نہیں ہو سکتی۔ حمد و نعت اور مدائح نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے بعد ہم واعظین کرام اور مقررین سے مواعظ حسنہ اور ارشادات بھی سن سکتے ہیں اور کسی قاری سے تلاوت آیات قرآن پاک کی لذت بھی اٹھائی جا سکتی ہے۔ میرے نزدیک یہ تمام امور اور کلام میلاد النبی ﷺ کے ضمن میں داخل ہے اور ان امور کی انجام دہی سے محفل میلاد ﷺ کا انعقاد متحقق ہوتا ہے اور میرا خیال ہے کہ میرے اس نکتے پر کوئی بھی دو آدمی اختلاف نہیں کر سکتے اور نہ ہی دو مناظر مینڈھوں کی طرح آپس میں ٹکرانے کی ضرورت محسوس کریں گے.....!

محفلِ میلاد میں قیام:

رہا ولادت باسعادت کی محفل میں آنحضرت ﷺ کی ولادت اور اس دنیا میں آپ ﷺ کے ظہورِ قدسی کے ذکر پر قیام کرنے (کھڑا ہو جانے) کا مسئلہ تو اس سلسلے میں کچھ لوگوں نے انتہائی ظن باطل سے کام لیا ہے جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اہل علم کے ہاں اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے بلکہ یہ ان جہلاء کا محض خیال ہے جو محافل میلاد ﷺ

لوگوں کا یہ خیال یا گمان تو قطعی باطل اور برا ہے جن کا یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام عین اسی لمحے اپنے جسم اطہر کے ساتھ محفل میلاد ﷺ میں آ کر داخل ہوں گے اور ان میں سے کچھ لوگوں کی بدگمانی کو محفل میلاد ﷺ میں اگر بتیوں اور دیگر خوشبویات کے بخور سے تقویت پہنچتی ہے کہ شاید یہ کام غالباً آپ ﷺ کی تشریف آوری کی وجہ سے کئے جاتے ہیں اور محفل کے وسط میں جو پانی تبرک کے طور پر اہل محفل رکھ دیتے ہیں تو بدگمان لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ شاید آنحضرت ﷺ اس پانی میں سے پئیں گے حالانکہ یہ سب باطل گمان ہیں۔ کسی بھی صاحب عقل سلیم مسلمان کے دل میں ایسا خیال نہیں آ سکتا اور ہم ایسی تمام بدگمانیوں سے اللہ کی بارگاہ میں بیزاری کا اظہار کرتے ہیں اس لئے کہ یہ خیال عظمت رسول ﷺ کی گستاخی سے عبارت ہے اور آنحضرت ﷺ کے جسد اطہر کے بارے میں کوئی حکم لگانا یا اپنی طرف سے حاشیہ آرائی اور خیال آرائی کرنا سوائے ملحد، بہتان طراز اور جھوٹے کے اور کسی کو زیب نہیں دیتا۔ اس لئے کہ عالم برزخ کے امور اور احوال کو اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا اور کوئی نہیں جانتا! واللہ اعلم بالصواب!

اور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات گرامی اس قسم کے باطل اوہام و خیالات سے ارفع و اعلیٰ ہے اور اس بات سے بھی بلند و بالا اور اکمل و برتر ہے کہ ان کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اپنی قبر مبارک سے نکل کر اپنے جسم اطہر کے ساتھ فلاں وقت پر فلاں مجلس میں تشریف لاتے اور موجود ہوتے ہیں۔

میں بلاخوف تردید یہ کہوں گا کہ یہ سب کچھ محض بہتان ہے اور ان اقوال و خیالات میں گستاخی، بے شرمی اور سخت قباحت ہے جو کسی بغض رکھنے والے ہٹ دھرم جاہل کے علاوہ اور کسی کی زبان و قلم سے ظاہر نہیں ہو سکتے۔ (اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے خیالات سے محفوظ رکھے۔ آمین)

ہاں البتہ ہم یہ اعتقاد صالح ضرور رکھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ زندہ نبی (حیات نبی ﷺ) ہیں اور ان کو یہ کامل حیات برزخی ان کے مقام و مرتبہ کے مطابق عطا ہوئی ہے اور اس کامل اور بلند ترین حیات برزخی کے تقاضے کے تحت آپ ﷺ کی روح اقدس اللہ تعالیٰ کے عالم ملکوت میں گردش کرتی ہوئی [illegible] مصروف و مشغول رہتی ہے اور

یہ بات بھی عین ممکن ہے کہ وہ خیر و برکت کی محفلوں اور حق کی روشنی اور نور یعنی ذکر الٰہی اور تلاوت قرآن کی مجالس اور علمی و روحانی بیٹھکوں میں تشریف فرما ہوتی ہو اور اسی طرح آنحضرت ﷺ کے پیروکاروں اور مخلص مومنین (صحابہ، تابعین، تبع تابعین، اخیار، علماء، اولیاء اور صالحین رضی اللہ عنہم کی ارواح بھی ایسے کمالات کا مظاہرہ کر سکتی ہیں۔

حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ:

بلغنی ان الروح مرسلة تذهب حیث شاءت — یعنی روح آزاد ہوتی ہے جہاں چاہے جا سکتی ہے۔

اور حضرت سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ:

(ارواح المومنین فی برزخ من الارض تذهب حیث شاءت) — یعنی اہل ایمان کی ارواح زمینی برزخ میں ہوتی ہیں اور جہاں چاہیں جا سکتی ہیں

(کذا فی کتاب الروح لابن القیم ص ۱۴۴) — (یہ قول امام ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الروح صفحہ ۱۴۴ پر ہے)۔

جب تجھے یہ معلوم ہو گیا تو اب یہ بات بھی جان لینی چاہئے کہ میلاد النبی ﷺ کی محفل مقدس میں قیام کرنا نہ تو واجب ہے اور نہ ہی سنت، یہ اعتقاد ہرگز ہرگز کبھی بھی نہیں رکھنا چاہئے۔ بلاشبہ یہ ایک ایسا فعل ہے جسے اہل عشق و محبت لوگ خوشی اور مسرت میں آ کر کرتے ہیں۔ جب کوئی یہ بیان کرتا ہے کہ اب آنحضرت ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی ہے اور آپ ﷺ عالم ارواح سے اس دنیا میں تشریف لائے ہیں تو سننے والا اسی لمحے اس نعمت کے نزول پر یہ تصور کر لیتا ہے کہ اب ساری کائنات فرحت اور مسرت سے جھوم اٹھی ہے۔ تو وہ بھی اس مسرت و شادمانی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کھڑا ہو جاتا ہے یعنی قیام کرتا ہے۔ (اپنے اس تصور کی تعبیر کے طور پر) اس لحاظ سے یہ مسئلہ دینی مسئلہ نہیں رہ جاتا بلکہ یہ ایک سماجی اور معاشرتی یا تہذیبی اور ثقافتی مسئلہ بن جاتا ہے جو لوگوں کی عادت میں شامل ہو چکا ہے۔ بلاشبہ محفل میلاد شریف میں قیام کرنا نہ تو عبادت ہے نہ شریعت اور نہ ہی سنت۔ سوائے اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ یہ بات لوگوں کے لئے عادت ثانیہ بن چکی ہے اور

علمائے حق کا قیام میلاد ﷺ کو نگاہِ استحسان سے دیکھنا اور اس کی وجوہات بیان کرنا

اس امر (قیام میلاد) کو بہت سارے اہل علم نے نگاہ استحسان سے دیکھا ہے چنانچہ نامور میلاد نگار حضرت الشیخ البرزنجی رحمۃ اللہ علیہ نے (جو خود کتب میلاد میں سے ایک اہم میلاد النبی ﷺ کے مؤلف ہیں) اس بات کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اصحاب روایت اور اہل رویہ وائمہ نے ذکر ولادت پاک کے وقت قیام میلاد کو مستحسن قرار دیا ہے لہٰذا اس مومن کو بشارت ہو جس کی زندگی کا مقصد اور اپنے اوقات عزیز کی غرض وغایت تعظیم رسول اللہ ﷺ ہو۔

یہاں پر ہم کسی چیز کو مستحسن قرار دینے کا مقصد و مفہوم یہ لیتے ہیں کہ وہ چیز اپنی ذات اور اصل کے لحاظ سے جائز ہو اور اپنے نتائج اور انجام کے لحاظ سے بہتر اور مطلوب و مرغوب ہو۔ یہاں استحسان سے اصول فقہ کی اصطلاح والے معانی مراد نہیں لئے جائیں گے اور بہت کم طالبان علم اس بات سے بخوبی آگاہ ہیں کہ:

کلمہ استحسن — اس نے اس بات کو اچھا سمجھا یا سراہا۔

کا استعمال عام سماجی اور معاشرتی یا تہذیبی اور مجلسی امور کے لئے بھی کیا جاتا ہے۔ چنانچہ بھی یوں کہا جاتا ہے کہ:

استحسنت هذا الكتاب — مجھے یہ کتاب پسند آئی۔

هذا الامر مستحسن — یہ امر یا بات اچھی ہے۔

یا پھر

استحسن الناس هذه الطريقه — لوگ اس سلسلے یا طریقے کو اچھا سمجھتے ہیں۔

اور ان تمام جملوں میں عام محاورے اور زبان و بیان والا استحسان مراد ہے نہ کہ اصول فقہ اور شریعت والی اصطلاح کا استحسان؟ ورنہ لوگوں کے تمام دنیوی امور بھی اصول شرع کے تحت آجاتے اور کوئی بھی صاحب ہوش وعقل یا جس کو ذرا بھر بھی اصول فقہ سے

قیامِ میلاد ﷺ کو مستحسن سمجھنے کی وجوہات۔ پہلی وجہ:

تمام ممالک و دیار اور تمام شہروں اور اطراف عالم میں اس پر عمل کیا جاتا ہے اور مشرق و مغرب کے اہل علم و فضل نے اسے امر مستحسن (بہترین فعل) قرار دیا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس سے مقصود صاحب میلاد یعنی رسول کریم ﷺ کی تعظیم ہے اور یہ امر واضح اور ثابت ہے کہ جس امر کو اکثر مسلمان مستحسن اور بہتر سمجھیں وہ امر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی خوب اور بہتر سمجھا جاتا ہے اور جسے اہل اسلام برا اور خراب فعل سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی قبیح اور خراب ہوتا ہے جیسا کہ اس سے پہلے ایسی حدیث پیش کی جا چکی ہے۔

دوسری وجہ:

ارباب فضل و کمال بزرگوں کے لئے تعظیماً کھڑا ہونا شریعت میں جائز ہے اور سنت رسول کریم ﷺ سے دلائل کثیرہ کے ساتھ ثابت ہے۔ حضرت امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ تحریر فرمایا ہے جس کی تائید میں حضرت امام ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ (شارح بخاری) نے بھی رسالہ لکھا جس میں ابن الحاج کی تردید بھی کی گئی ہے کیونکہ ابن الحاج نے غالباً امام نووی رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ کی تردید میں "رفع الملام عن القائل باستحسان القیام من اھل الفضل" کے نام سے ایک رسالہ لکھا تھا۔

تیسری وجہ:

ایک متفق علیہ حدیث میں آنحضرت ﷺ کا یہ قول مبارک منقول ہے جو آپ علیہ السلام نے انصار کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

قوموا الی سید کم — یعنی اپنے سردار کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

اور انصار کو قیام کا یہ حکم سیدنا حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی تعظیم کے لئے تھا اور آنحضرت

ﷺ کا یہ حکم مبارک حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی کسی بیماری یا کمزوری کی بناء پر نہیں تھا کیونکہ اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو آنحضرت ﷺ یوں حکم فرماتے کہ:

قوموا الی مریضکم — اپنے بیمار کی خاطر کھڑے ہو جاؤ۔

اور یوں نہ فرماتے کہ:

قوموا الی سیدکم — اپنے سردار یا بزرگ کے لئے کھڑے ہو جاؤ۔

اور پھر یہ بھی کہ اگر حضرت سعد رضی اللہ عنہ کی بیماری کی وجہ سے یہ فرمان ہوتا تو تمام انصار کو یہ حکم نہ دیتے بلکہ کچھ لوگوں کو کہتے کہ کھڑے ہو کر اپنے بیمار کو لے آؤ۔

چوتھی وجہ:

آنحضرت ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ اپنے پاس آنے والے کے لئے اس کی تعظیم اور اس کا دل رکھنے (تالیف قلب) کی خاطر کھڑے ہو جایا کرتے تھے. جیسا کہ اپنی بیٹی فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے لئے کھڑے ہو جاتے تھے اور ان (رضی اللہ عنہا) کی تعظیم کر کے آپ ﷺ کو ٹھنڈک حاصل ہوتی تھی اور اسی طرح انصار کو ان کے سردار حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے لئے کھڑے ہونے کا حکم دیا۔ تو یہ دونوں روایات کسی لائق تعظیم انسان کے لئے کھڑا ہونے کی مشروعیت اور جواز پر دلالت کرتی ہیں اور پھر یہ بات تو کسی سے بھی مخفی نہیں کہ اس کائنات میں آپ علیہ السلام سے بڑھ کر اور کون تعظیم کا مستحق قرار دیا جا سکتا ہے؟

پانچویں وجہ:

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ آپ ﷺ کی یہ تعظیم وتکریم (قیام کے ذریعے) ان کی زندگی میں اور ان کی موجودگی میں تو جائز تھی مگر اب میلاد ﷺ کی محفل میں جہاں آپ ﷺ غیر حاضر ہیں کیسے جائز قرار دی جا سکتی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ میلاد خوان (جو میلاد شریف میں میلاد پڑھ رہا ہے یا ذکر رسول ﷺ میں مشغول ہے) تو

آنحضرت ﷺ کی بارگاہ کے سامنے حاضر اور موجود ہے کیونکہ اس نے آپ ﷺ کی ذات شریف کو اپنے تخیل اور تصور میں ایک معین وجود کے ساتھ حاضر اور موجود کر لیا ہے اور ایسا تصور ایک محمود، قابل تحسین اور مطلوب اہل ایمان چیز ہے۔ بلکہ ہر سچے مسلمان کے ذہن و خیال میں ہر وقت اور ہر لحہ اس ذات گرامی کا تصور کثرت کے ساتھ رہنا چاہئے تاکہ وہ آپ کی ذات اقدس کا کامل اتباع کر سکے اور اس کے رگ و ریشہ میں آپ ﷺ کی محبت بڑھتی رہے اور اس کی تمام خواہشات پیغام رسالت مآب ﷺ اور احکام الٰہی کے سامنے سجدہ ریز اور سرنگوں ہو کر رہ جائیں۔ تو لوگ محافل میلاد النبی ﷺ میں احترام رسول ﷺ کے پیش نظر قیام کرتے اور اس تصور کو پختہ کرتے ہیں جو اس صاحب عظمت رسول علیہ السلام کی شخصیت کے بارے میں ان کے قلوب و ارواح میں جاگزیں اور ثبت ہے۔

محفل میلاد میں کھڑے ہونے کی جگہ کے جلال اور صاحب تذکار کی ذات کے مقام کی عظمت کے کامل شعور کے ساتھ محفل میلاد اور صاحب جلال و عظمت کا یہ شعور و ادراک تمام اہل ایمان کے لئے ایک امر عادی بن چکا ہے جیسا کہ اس سے قبل بیان کیا گیا ہے اور ذکر رسول ﷺ بیان کرنے والے مدح خوان اور مقرر کا تصور کرنا اور ذہن میں آپ ﷺ کی ذات گرامی کو متحضر اور موجود قرار دینا آنحضرت ﷺ کی تعظیم و تکریم میں اضافے کا موجب بن جاتا ہے۔

میلادِ النبی ﷺ کے بارے میں اہم تصانیف کا ذکر

اس موضوع پر نظم اور نثر دونوں اصناف میں حد سے زیادہ کتابیں لکھی گئی ہیں۔ ان میں سے کچھ مختصر ہیں۔ کچھ مبسوط اور مفصل اور کچھ اوسط ضخامت کی بھی ہیں۔ چنانچہ اس موضوع پر لکھی گئی کتب کی کثرت اور وسعت کے سبب ہم اس مختصر سے رسالہ میں ان تمام کتب کا احاطہ نہیں کر سکتے بلکہ ہم تو ان کی کثرت کو گھٹا کر اجمالی خاکہ پیش کرنے کی بھی استطاعت نہیں رکھتے اس لئے کہ اس موضوع کا کوئی بھی مصنف کسی دوسرے مصنف سے تقدیم ذکر کی بنا پر افضل اور اولیٰ نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ یہ ایک حقیقت نفس الامری ہے کہ ان

میں سے کچھ مصنفین دوسرے اہل قلم سے افضل اور بڑے مصنف ہوں گے۔ اس بناء پر میں یہاں پر محض بڑے بڑے علمائے امت اور حفاظ حدیث اور آئمہ کرام کے ذکر پر اکتفا کروں گا، جن کی تصنیفات اس موضوع پر پوری دنیا میں عظیم شہرت اور مقبولیت رکھتی ہیں۔

(الف) ان میں سے ایک حافظ محمد ابن ابی بکر بن عبداللہ القیسی الدمشقی الشافعی ہیں جو حافظ ابن ناصر الدین الدمشقی کے نام سے مشہور ہیں اور جن کی ولادت سنہ ۷۷۷ھ میں اور وفات سنہ ۸۴۲ھ میں واقع ہوئی، حافظ ابن فہد نے اپنی تصنیف "لحظ الالحاظ .... ذیل تذکرۃ الحفاظ" کے صفحہ ۳۱۹ پر ان کے بارے میں لکھا ہے کہ:

وہ امام اور حافظ ہیں ان کی ذات سراپا مفید تھی۔ وہ قابل قدر مورخ ہیں ان کا ذہن صاف، سالم اور صحیح تھا۔ ان کا خط بھی بہت اچھا جاذب نظر تھا اور وہ آئمہ حدیث کے طریق پر چلنے والے تھے انہوں نے ڈھیر ساری کتابیں لکھیں۔ کئی کتابوں پر تعلیقات اور حواشی لکھے اور کئی کتابوں کو دوبارہ زندگی بخشی اور تقابلی مطالعہ کر کے صحیح نسخے تیار کئے اور پھر ان کتب کو منظر عام پر لا کر اپنے ہمعصروں کو ان سے استفادہ کا موقع بخشا۔ لوگوں نے آگے بڑھ کر ان کتب سے استفادہ کیا اور برکتیں حاصل کیں۔ دارالحدیث اشرفیہ دمشق کے شیخ الحدیث رہے اس لئے حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو محدث ممالک دمشق کا خطاب دیا ہے۔ شیخ محمد زاہد نے ذیل الطبقات پر اپنی تعلیقات میں کہا ہے کہ حافظ جمال الدین بن عبدالہادی الحنبلی نے الریاض الیانعہ میں ابن ناصر الدین الدمشقی مذکور کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ کہ (ابن ناصر الدین الدمشقی) شیخ ابن التیمیہ کی تعظیم کرتے تھے اور ان کے ساتھ حد سے زیادہ محبت کرتے تھے۔" الخ" میں کہتا ہوں کہ ابن فہد نے ان کی ایک تالیف بنام الردالوافر علی من زعم ان من سمی ابن تیمیہ شیخ السلام فھو کافر کا ذکر بھی کیا ہے میں یہ کہتا ہوں کہ اس امام (ابن ناصر الدین الدمشقی) نے میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر کئی جلدوں پر مشتمل ایک کتاب بھی لکھی ہے ان میں سے ایک تو وہ کتاب ہے جس کا ذکر صاحب کشف الظنون عن اسامی الکتب والظنون کے صفحہ ۳۱۹ پر کیا ہے اور ایک جامع الآثار فی مولد

النبی المختار ہے جو تین جلدوں میں ہے اور ایک اللفظ الرائق فی مولد خیر الخلائق ہے جو مختصر ہے الخ، اور ابن فہد کا کہنا ہے کہ ان کی ایک اور تصنیف مورد الصادی فی مولد الہادی کے نام سے بھی ہے۔

(ب) اور ان میں سے ایک حافظ عبدالرحیم بن حسین بن عبدالرحمن مصری ہیں جو حافظ العراقی کے نام سے مشہور ہیں اور جن کی ولادت سنہ ۷۲۵ھ میں اور وفات سنہ ۸۰۸ھ میں واقع ہوئی۔ وہ اپنے وقت کے بہت بڑے امام تھے جن کی شہرت ابوالفضل زین الدین کے لقب سے تھی۔ اپنے زمانے کے یکتا اور اپنے دور کے یگانہ تھے، وہ حافظ الاسلام تھے اور منتخب روزگار بھی۔ بہت بڑے علامہ، حجۃ الاسلام اور کھرے متبحر فاضل تھے۔ وہ حفظ حدیث اور تقویٰ و دیانت داری کے لحاظ سے اپنے دور میں سب سے بلند مرتبہ تھے۔ اپنے فن میں ان کے کمال مہارت پر ان کے ہمعصر آئمہ وعلماء گواہ تھے۔ حدیث، اسناد، حفظ اور اتقان (تقویٰ) میں وہ سب سے اونچے اور بے مثال اور عجوبہ روزگار تھے۔ دیار وممالک مصر میں معرفت حدیث وسنت اور جمیع علوم عقلیہ ونقلیہ میں سب کی نظریں ان پر پڑتی تھیں۔ بھلا میں ایسے امام کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں وہ علوم کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر تھے اور حدیث وسنت کے نامور اور برجستہ ماہرین میں سے تھے اور اس دین حنیف کے ستونوں میں سے ایک بہت بڑا ستون تھے۔ حدیث، اسناد اور مصطلحات حدیث وسنت کے بارے میں اگر کوئی شخص یہ کہہ دیتا کہ اس بارے میں عراقی نے کہا ہے تو لوگ بلاتردد اس قول کو قبول کر لیتے تھے۔ میں نے اس بارے میں لوگوں کا ان پر بھرپور اعتماد دیکھا ہے جس کو بھی علوم حدیث سے ذرا سا بھی واسطہ اور تعلق ہے وہ ان کے علم وفضل کا بلاشبہ معترف ہے۔

اس عظیم امام حدیث نے بھی میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے جس کا نام المورد الہنی فی المولد السنی رکھا گیا۔ ان کی تصنیفات کے ضمن میں اکثر حفاظ حدیث نے اس کتاب کا ذکر کیا ہے جیسا کہ ابن فہد اور امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے تذکرۃ الحفاظ پر اپنے ذیل میں اس کتاب کا نام دیا ہے۔

(ج) اور ان میں سے ایک حافظ محمد بن عبدالرحمن بن محمد القاھری ہیں جو حافظ

سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے مشہور ہیں۔ ان کی ولادت سنہ ۸۳۱ھ میں اور وفات سنہ ۹۰۲ھ کو مدینہ منورہ میں واقع ہوئی۔ وہ ایک بہت بڑے مورخ اور نامور حافظ حدیث ہیں۔ امام الشوکانی نے بدر الطالع میں ان کا تذکرہ کیا ہے اور کہا ہے کہ وہ اکابر آئمہ میں سے ہیں اور ابن فہد نے لکھا ہے کہ دور آخر کے حفاظ حدیث میں ان جیسا کوئی نہیں تھا۔ معرفت حدیث، اسماء الرجال، احوال روایان حدیث اور ان پر جرح و تعدیل میں ان کو ید طولیٰ حاصل تھا اور ان علوم کے بارے میں اکثر ان سے رجوع کیا جاتا تھا یہاں تک کہ بعض علماء نے تو یہ تک کہہ دیا کہ حافظ سخاوی کے بعد ان جیسا کوئی اور پیدا نہیں ہوا۔ وہ اس مسلک کے سب سے بڑے سالک اور رہبر تھے جو تا زندگی اس پر چلتے رہے اور ان کے بعد فن حدیث دفن ہو گیا۔ امام الشوکانی نے کہا ہے کہ اگر "الضوء الامع" کے سوا ان کی کوئی کتاب نہ ہوتی تو بھی یہ کتاب تنہا ان کی امامت حدیث میں سب سے بڑی دلیل ثابت ہوتی۔ میں یہ کہتا ہوں کہ کشف الظنون میں کہا گیا ہے کہ میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر حافظ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایک رسالہ موجود ہے۔

(د) اور ان میں سے ایک حافظ الحدیث، مجتہد اور امام ملا علی قاری بن سلطان بن محمد الہروی ہیں جن کی ولادت سنہ ۱۰۱۴ھ میں ہوئی اور جو مشکوٰۃ شریف کے شارح اور دوسری بہت ساری کتابوں کے مصنف کی حیثیت سے کافی شہرت کے مالک ہیں۔

امام الشوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے "بدر الطالع" میں ان کے احوال و آثار لکھے ہیں۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ وہ (ملا علی قاری) تمام علوم نقلیہ کے ماہر اور جامع تھے اور سنت نبویہ کے تمام پہلوؤں پر گہری نظر رکھتے تھے، جمہور علماء اسماء و اعلام میں سے ایک تھے اور حفظ و فہم حدیث کے حوالے سے مشاہیر میں سے تھے۔

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں کہ "مگر وہ آئمہ فقہ و حدیث پر اعتراضات کی وجہ سے مصائب میں مبتلا ہوئے خاص طور پر امام شافعی علیہ الرحمۃ پر اعتراض کے سلسلے میں الخ" عصامی کی ان باتوں کو نقل کرنے کے بعد حضرت امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے ملا علی قاری پر جملہ اعتراضات و اختلافات کا بڑی محنت اور تحقیق کے ساتھ بھرپور دفاع کیا ہے۔ چنانچہ شوکانی کہتے ہیں کہ میرے نزدیک یہ ان کی بلندیٔ منزلت کی دلیل ہے کیونکہ ایک

مجتہد کی شان ہی یہ ہے کہ وہ ان تمام باتوں کو کھول کر بیان کرے جو صحیح دلیل کی مخالفت میں لائی جاسکتی ہیں اور پھر خلاف حقائق امور پر اپنے اعتراضات بھی سامنے لانے چاہیئے ان باتوں کا کہنے اور لکھنے والا کوئی بڑا عالم، محدث اور حافظ ہو چاہے کوئی چھوٹا عالم تلک مشکاۃ ظاہر عنک عارھا۔

میں یہ کہتا ہوں کہ یہ وہ امام محدث اور مجتہد ہے جس کے احوال و آثار امام شوکانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کئے ہیں جنہوں نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ بلاشبہ وہ ایک مجتہد اور محدث ہیں انہوں نے میلاد النبی ﷺ پر ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے کشف الظنون کے مصنف نے اس کا نام "المورد الروی فی المولد النبوی" بتایا ہے. میں یہاں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اس کتاب کو میں نے اپنی تحقیقات اور حواشی کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پہلی بار چھپوایا ہے۔

(و) ان میں سے ایک حافظ الحدیث امام عماد الدین اسمٰعیل بن عمر ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ ہیں جو صاحب تفسیر قرآن یعنی تفسیر کبیر کے مصنف کی حیثیت سے عظیم شہرت کے مالک ہیں۔ امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب "المختص" میں لکھا ہے کہ "وہ مفتی، محدث، عجوبۂ روزگار، مختلف علوم وفنون میں لائق اعتماد اور صاحب تقویٰ محدث ہیں۔الخ۔

ان کے احوال و آثار شہاب احمد ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مشہور زمانہ تصنیف الدرر الکامنہ فی اعیان المائتہ الثامنۃ کے صفحہ ۳۷۴ پر بیان کئے ہیں اس میں وہ بیان کرتے ہیں کہ حدیث کے متون اور رجال کے مطالعہ میں مشغول رہتے تھے اور کہا جاتا ہے کہ انہوں نے ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے بھی علم حاصل کیا اور اس کے دام محبت میں گرفتار ہوئے اور ان کی وجہ سے ان کو مصیبتوں کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ ان کا حافظہ بلا کا تھا اور خوش خوراک بھی تھے۔ ان کی زندگی میں ہی ان کی تصانیف تمام ممالک میں پھیل چکی تھیں اور ان کی وفات کے بعد بھی لوگوں نے ان کی تصانیف سے خوب فائدہ اٹھایا۔ ان کی وفات سنہ ۷۷۴ھ میں واقع ہوئی۔ حضرت امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے میلاد النبی ﷺ پر بھی ایک کتاب تصنیف فرمائی جس کا آخری ایڈیشن ڈاکٹر صلاح الدین المنجد کی تحقیق کے ساتھ شائع ہوا ہے۔

(ھ) ان میں سے ایک حافظ وجیہ الدین عبد الرحمن ابن علی بن محمد الشیبانی الیمنی الزبیدی الشافعی ہیں (جو ابن الدیبع) کی کنیت کے ساتھ مشہور ہیں اور الدیبع کے معنی اہل سوڈان کی لغت میں سفید کے ہیں جو ان کے دادا علی بن یوسف کا لقب تھا۔ ان کی ولادت ماہ محرم الحرام سنہ ۸۶۶ھ میں ہوئی تھی اور وفات یوم جمعہ ۱۲ رجب ۹۴۴ھ میں واقع ہوئی تھی۔ آپ اپنے زمانے کے عظیم آئمہ میں سے ایک تھے۔ آپ پر علم حدیث کی مشیخت ختم ہوگئی، بخاری شریف کا درس ایک سو سے زیادہ مرتبہ آپ نے دیا اور ایک مرتبہ تو چھ دن میں بخاری شریف کا ختم کیا۔

انہوں نے بھی میلاد النبی ﷺ کے موضوع پر ایک کتاب تحریر فرمائی ہے جو اکثر بلاد اسلامیہ میں مشہور و متداول ہے اور ہم نے خدا کے فضل و کرم سے اس پر تحقیق کی ہے اور تعلیقات و حواشی لکھے ہیں اور تخریج احادیث کی ہیں۔

اسے محمد علوی المالکی الحسنی نے لکھا اور خدا کے فضل و کرم سے یہ رسالہ تمام ہوا۔

(اختتام ترجمہ: ۱۲ ربیع الاول سنہ ۱۴۱۳ ہجری)



﴿محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم﴾ (سورۃ الفتح آیت ۲۹)



اس بزم ہست و بود کا حاصل حضور ﷺ ہیں
یہ کائنات جسم ہے اور دل حضور ﷺ ہیں

(اعجاز رحمانی)

آیہ رحمت

حسن ترتیب

حضور ﷺ کے متعلق بائبل کیا کہتی ہے

مبلغ اسلام احمد دیدات ۔۔۔۔۔۔ترجمہ: کمانڈر محمد طفیل کراچی

"تُو کہہ بھلا دیکھو تو اگر یہ آیا ہو اللہ کے یہاں سے اور تم نے اس کو نہیں مانا اور گواہی دے چکا ایک گواہ بنی اسرائیل کا ایک ایسے شخص کی.........." (القرآن ۴۶:۱۰)

صاحب صدر و خواتین حضرات!

آج شام کی تقریر جس کا موضوع "بائبل حضرت محمد ﷺ کے متعلق کیا بتاتی ہے؟" ایک مسلم مقرر سے سن کر آپ میں سے اکثر کو اچنبا ہوا ہو گا۔ آپ سوچتے ہوں گے کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک مسلم یہودیوں اور عیسائیوں کی مذہبی کتب سے پیش گوئیوں کی تفسیر و تعبیر پیش کر رہا ہو۔

قریباً چالیس برس ہوئے جب میں نوجوان تھا۔ رائل تھیٹر ڈربن میں ایک عیسائی عالم محترم پادری ہلٹن کی سلسلہ وار تقاریر جو مذہبی مضامین پر مشتمل تھیں سنیں۔

پوپ یا کسنجر؟

یہ محترم عالم بائبل کی پیش گوئیوں کی تفسیر و تعبیر پیش کر رہا تھا وہ یہ ثابت کر رہا تھا کہ عیسائیوں کی بائبل میں سوویت روس کا عروج اور دنیا کے آخری ایام کے متعلق پیش گوئیاں موجود ہیں ایک مرحلے پر وہ یہ بھی ثابت کرنے کا دعویٰ کر رہا تھا کہ بائبل نے اپنی پیش گوئیوں میں پوپ تک کو شامل کیا ہوا ہے۔ وہ اپنے سامعین کو قائل کرنے کے لئے بائبل کی آخری کتاب "مکاشفہ" میں حیوان ۶۶۶ کا جو ذکر ہے اس سے مراد پوپ ہے جو زمین پر مسیح کا نائب ہے۔ بہت لمبی چوڑی تقریر کر رہا تھا ہم مسلمانوں کے لئے یہ مناسب نہیں کہ ہم پروٹسٹنٹ اور رومن کیتھولک عیسائیوں کے اس تنازعہ میں شامل ہوں۔

بر سبیل تبصرہ عیسائیوں کی تازہ ترین تعبیر (حیوان ۶۶۶ کے متعلق) یہ ہے کہ اس

سے مراد ڈاکٹر ہنری کنجر ہے۔عیسائی عالم اپنے موقف کو ثابت کرنے میں اختراع سے کام لیتے ہیں اور اپنی کوششوں میں بے حد سرگرم ہوتے ہیں۔ پادری بلنگن کی تقاریر سن کر میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ اگر بائبل نے اتنی بے شمار چیزوں کے متعلق پیش گوئیاں کی ہیں حتیٰ کہ "پوپ" اور "اسرائیل" تک ان میں شامل ہیں تو یقیناً بنی نوع انسان کے سب سے بڑے محسن حضرت محمد ﷺ کے متعلق بھی ضرور کہا ہوگا۔بحیثیت ایک نوجوان میں اس سوال کے جواب کی تلاش میں سرگرداں رہا۔میں نے کئی پادریوں سے ملاقاتیں کیں، کئی مذہبی تقاریر سنیں اور بائبل کی پیش گوئیوں کے متعلق جو کچھ میرے ہاتھ لگا سب پڑھ ڈالا۔اس سلسلہ میں آج شب میں ڈچ ریفارمڈ چرچ کے ایک پادری سے جو میرا انٹرویو ہوا اس کا بیان کروں گا۔

خوش قسمت ۱۳ تیرہ:

مجھے ٹرانسوال سے حضرت محمد ﷺ کے یوم پیدائش کی تقریب میں تقریر کرنے کا دعوت نامہ موصول ہوا۔یہ جانتے ہوئے کہ جمہوریہ کے اس صوبے میں افریقی زبان وسیع پیمانے پر بولی جاتی ہے یہاں تک کہ میرے اپنے لوگ بھی یہ زبان بولتے ہیں میں نے مناسب سمجھا کہ اس زبان میں تھوڑی سی شد بد حاصل کرلوں تاکہ وہاں اجنبیت کا احساس نہ ہو۔میں نے ٹیلی فون ڈائریکٹری کھولی اور افریقی زبان کا استعمال کرنے والے گرجوں کو فون کرنے شروع کر دیئے۔میں نے پادریوں سے اپنے اس ارادے کا اظہار کیا کہ میں ان سے مکالمہ کرنے میں دلچسپی رکھتا ہوں لیکن انہوں نے خوش نما بہانے بنا کر میری درخواست رد کر دی۔آخر تیرھویں کوشش کامیاب ہوئی اور اس طرح تیرہ میرا خوش قسمتی کا ہندسہ بن گیا اس نے مجھے خوشی اور اطمینان بخشا۔ایک پادری جس کا نام فان ہیرڈن تھا مجھے اپنے گھر پر ملنے کے لئے رضامند ہوگیا۔یہ ہفتہ کا روز تھا اور بعد دوپہر اس نے برآمدہ میں میری دوستانہ ماحول میں آؤ بھگت کی۔اس نے گزارش کی کہ اس کے ستر سالہ خسر کو جو فری سٹیٹ سے آیا ہوا تھا بحث مباحثہ میں شرکت کی اجازت دی جائے۔مجھے اس پر کوئی اعتراض نہ تھا۔لہٰذا ہم تینوں پادری صاحب کی

لائبریری میں براجمان ہو گئے۔

کچھ بھی نہیں! کیوں؟

میں نے سوال کیا "محمد ﷺ کے متعلق بائبل کیا بتاتی ہے؟ بلا جھجک اس نے جواب دیا" کچھ بھی نہیں!" میں نے پوچھا" کچھ بھی نہیں! کیوں؟ آپ کی توضیح کے مطابق سوویت روس کے عروج اور دنیا کے آخری ایام کے۔ یہاں تک کہ رومن کیتھولکوں کے پوپ کے بارے میں بھی بائبل بہت سی باتیں بتاتی ہے۔ اس نے کہا ہاں لیکن محمد ﷺ کے متعلق کچھ نہیں۔ میں نے پھر استفسار کیا" کچھ نہیں! آخر کیوں؟ یقیناً محمد ﷺ ایک ایسا انسان گذرا ہے جس کے پیروکاروں کی تعداد کروڑوں میں ہے اور جو اس کی دی ہوئی تعلیمات کے مطابق اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ یسوع علیہ السلام کی پیدائش معجزانہ طور پر ہوئی وہ یعنی یسوع علیہ السلام ایک مسیح تھے اور یہ کہ اللہ کے اذن سے وہ مُردوں میں جان ڈالتے تھے۔ مادرزاد اندھوں کو بصارت دیتے تھے اور کوڑھیوں کو بھلا چنگا کرتے تھے۔

بلاشبہ بائبل انسانوں کے اس عظیم لیڈر کے متعلق جس نے یسوع علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ کی توصیف کی کچھ نہ کچھ تو ضرور بتاتی ہوگی۔

فری اسٹیٹ سے آئے ہوئے بوڑھے نے جواب دیا "میرے بیٹے! میں پچھلے پچاس برس سے بائبل پڑھتا آیا ہوں اگر اس میں محمد ﷺ کا کوئی ذکر ہوتا تو مجھے ضرور معلوم ہوتا۔"

نام لے کر نہیں!

میں نے سوال کیا" کیا آپ لوگوں کے مطابق یسوع علیہ السلام کے آنے کے بارے میں پرانے عہد نامہ میں سینکڑوں پیش گوئیاں نہیں ہیں؟ پادری فوراً بول اٹھا۔ سینکڑوں نہیں بلکہ ہزاروں۔ میں نے کہا میں پرانے عہد نامہ میں یسوع علیہ السلام کے آنے کے

گوئی کی شہادت کے بغیر ہی یسوع علیہ السلام کو اللہ کا پیغمبر مانتے ہیں۔ ہم مسلمانوں نے صرف محمد ﷺ کی سند کے حوالہ سے یسوع علیہ السلام کو مان لیا ہے اور آج کی دنیا میں ایک بلین (ارب) مسلمان جو محمد ﷺ کے پیروکار ہیں یسوع علیہ السلام کو اللہ کا پیغمبر مانتے ہیں اور ان سے محبت واحترام سے عقیدت رکھتے ہیں عیسائیوں کو اپنی بائبل کی توضیحات سے ان کو قائل کرنے کی ضرورت نہیں۔ اب ان ہزاروں پیش گوئیوں (جن کا حوالہ دیا جارہا ہے) میں سے کیا آپ ایک پیش گوئی بتا سکتے ہیں جس میں یسوع علیہ السلام کا تذکرہ نام لے کر کیا گیا ہو؟ لفظ "مسیح" تو نام نہیں بلکہ لقب ہے جس کا ترجمہ "مسح کیا ہوا" یا "مقرر کیا ہوا" ہے۔ کیا ایک بھی پیش گوئی ایسی ہے جس میں صراحتاً یہ ذکر ہو کہ مسیح کا نام یسوع علیہ السلام ہوگا اور اس کی والدہ کا نام مریم علیہا السلام ہوگا اور یہ کہ اس کا مفروضہ باپ یوسف بڑھئی ہوگا اور یہ کہ وہ بادشاہ ہیراڈ کے عہد میں پیدا ہوگا وغیرہ وغیرہ؟ نہیں! ایسی تفصیلات کا قطعاً ذکر نہیں۔ تو پھر آپ یہ کیسے اخذ کرتے ہیں کہ یہ ہزاروں پیش گوئیاں یسوع علیہ السلام کے متعلق ہیں؟

پیشنگوئی کیا ہوتی ہے؟

پادری نے جواب دیا کہ "پیش گوئیاں درحقیقت آنے والے زمانے میں واقع ہونے والی چیزوں کا لفظی عکس ہوتا ہے۔ جب یہ واقعہ سچ مچ پیش آتا ہے تو ہم ان پیش گوئیوں کا پورا ہونا صاف طور پر دیکھ لیتے ہیں۔ میں نے کہا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ دراصل واقعات سے نتائج اخذ کرتے ہیں استدلال سے کام لیتے ہوئے معقولات نکالتے ہیں اس نے جواب دیا ہاں۔ میں نے عرض کیا اگر یسوع علیہ السلام کے متعلق ایک ہزار پیش گوئیوں سے اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے آپ یہ طریقہ اپناتے ہیں تو محمد ﷺ کے بارے میں بھی ہم ایسا کیوں نہیں کر سکتے؟ پادری نے میری بات سے یہ کہہ کر اتفاق کیا کہ یہ مسئلہ سے نمٹنے کے لئے ایک معقول تجویز ہے۔

میں نے اس سے گزارش کی کہ بائبل کی کتاب "استثنا" کا اٹھارواں باب کھولیں

کیونکہ جنوبی افریقہ کی حکمران نسل کی زبان میں مہارت حاصل کرنے کا میرا مقصد یہی تھا۔ اردو میں اس کا ترجمہ مندرجہ ذیل ہوگا۔ میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے حکم دوں گا وہی وہ ان سے کہے گا۔" (استثنا ۱۸:۱۸)

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح کا پیغمبر:

افریکانز میں آیت پڑھنے کے بعد میں نے اپنے غیر یقینی تلفظ پر معذرت کی لیکن پادری صاحب نے مجھے یقین دلایا کہ میرا خدشہ بے بنیاد تھا۔ اب میں نے پوچھا "یہ پیش گوئی کس کے متعلق ہے؟" اس نے ذرہ بھر تامل کے بغیر ہی جواب دیا "یسوع علیہ السلام"۔ میں نے پوچھا "یسوع علیہ السلام ہی کیوں؟ ان کا نام تو یہاں مذکور نہیں؟" پادری نے جواب دیا "چونکہ پیش گوئیاں مستقبل میں ہونے والے واقعات کی لفظی عکاسی ہوتی ہیں اس لئے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ اس آیت کے الفاظ یسوع علیہ السلام ہی کو زیب دیتے ہیں۔ اس پیش گوئی کے سب سے زیادہ اہم الفاظ ہیں "تیری مانند ایک نبی" یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ایک نبی۔ پس یسوع علیہ السلام ہی موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہیں۔ میں نے سوال کیا کس طور حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مشابہہ ہیں؟ تو جواب تھا پہلی بات یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام یہودی تھے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی یہودی النسل تھے۔ دوسری بات یہ کہ دونوں پیغمبر تھے۔ پس یسوع علیہ السلام ہی موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہیں اور یہی بات خدا نے موسیٰ علیہ السلام کو پیشگی بتا دی تھی۔ میں نے سوال کیا: کیا آپ ان دو پیغمبروں میں اور بھی مشابہات سوچ سکتے ہیں؟ پادری نے جواب دیا کہ وہ اور کوئی مشابہت نہیں سوچ سکتا۔ میں نے کہا "اگر استثنا ۱۸:۱۸ کی پیش گوئی کی تعبیر کے لئے صرف یہی دو شرائط کو مدنظر رکھا جائے تو بائبل کی مندرجہ ذیل شخصیات جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد آئیں کو کیوں نظر انداز کیا جائے۔ سلیمان، یسیاہ، احزقی ایل، دانیال، جوسیع، یوایل، یرمیاہ، یحییٰ وغیرہ۔ کیونکہ یہ سب یہودی تھے اور پیغمبر تھے ہم اس پیش گوئی کو یسوع علیہ السلام کے لئے کیوں مخصوص کریں جبکہ یہ دونوں شرائط یہود کے دوسرے انبیاء بھی پوری کرتے ہیں؟ پادری کے پاس اس کا کوئی

جواب نہ تھا۔ بات جاری رکھتے ہوئے میں نے کہا "ہاں تو آپ دیکھئے کہ میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یسوع علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام سے بہت کم مشابہت رکھتے ہیں اور اگر میں غلطی پر ہوں تو آپ میری تصحیح کر دیجیے گا۔

تین فرق:

یہ کہہ کر میں نے اس کو استدلال سے قائل کرنے کی کوشش کی۔ پہلا فرق تو یہ ہے کہ آپ کی سمجھ کے مطابق یسوع علیہ السلام خدا ہے جب کہ موسیٰ علیہ السلام خدا نہیں۔ کیا یہ صحیح ہے؟ اس نے کہا "ہاں" میں نے کہا لہٰذا یسوع علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کی مانند نہیں تھے۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ کے اعتقاد کے مطابق یسوع علیہ السلام نے دنیا والوں کے گناہوں کے کفارہ میں اپنی جان دے دی۔ لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دنیا والوں کے گناہوں کی خاطر نہیں مرنا پڑا۔ کیا یہ سچ ہے؟ اس نے پھر جواب دیا "ہاں" لہٰذا یسوع علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام کی مانند نہیں ہیں۔ تیسرا فرق یہ ہے کہ آپ کے اعتقاد کے مطابق یسوع علیہ السلام نے تین دن جہنم میں گزارے جبکہ موسیٰ علیہ السلام کو وہاں نہیں جانا پڑا۔ کیا یہ سچ ہے؟ اس نے بڑا دھیما سا جواب دیا "ہاں" میں نے نتیجہ اخذ کرتے ہوئے کہا لہٰذا یسوع علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کی طرح نہیں تھے۔

میں نے اپنا سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا "پادری صاحب یہ تو ناقابل تردید حقائق نہیں ہیں کیونکہ یہ اعتقادات کے معاملے ہیں جن کو بے شعور لوگ سمجھ نہیں پاتے۔ ٹھوکر کھاتے ہیں اور گر جاتے ہیں۔ اب آئیے ہم ایک بہت ہی سادہ اور آسان معاملے کو زیر بحث لائیں جو بچوں تک کی سمجھ میں آ جائے۔ اگر وہ ہماری بات چیت سنیں۔ کیا میں آغاز کروں؟ یہ تجویز سن کر پادری صاحب بہت خوش ہوئے۔

والد اور والدہ:

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد اور والدہ تھیں۔ اسی طرح محمد ﷺ کے والد اور والدہ تھیں۔ لیکن یسوع علیہ السلام کی صرف والدہ تھیں انسانوں میں ان کے والد نہ تھے۔ کیا یہ سچ ہے؟ اس نے کہا "ہاں" لہٰذا یسوع علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کی مانند نہ تھے بلکہ محمد ﷺ کی

مانند تھے۔

معجزانہ پیدائش:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ نارمل قدرتی طریقہ یعنی مرد و زن کے اختلاط سے پیدا ہوئے تھے لیکن یسوع علیہ السلام ایک خصوصی معجزہ سے پیدا کئے گئے۔ آپ کی یاد دہانی کے لئے میں یہاں متی کی انجیل باب اول آیت ۱۸ کا حوالہ دینا چاہتا ہوں جس میں ہمیں بتایا گیا ہے تو ان کے اکٹھے ہونے سے پہلے (یعنی مریم اور یوسف بڑھئی) وہ روح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی۔ اور لوقا کی انجیل ہمیں بتاتی ہے کہ جب مریم علیہا السلام کو بیٹا جننے کی خوش خبری سنائی گئی تو اس نے استدلال کیا یہ کیونکر ہوگا جب کہ میں مرد کو نہیں جانتی؟ اور فرشتہ نے جواب میں اس سے کہا روح القدس تجھ پر نازل ہوگا اور خدا تعالیٰ کی قدرت تجھ پر سایہ ڈالے گی۔ (لوقا: ۳۵) قرآن مجید بھی بہت ہی اعلیٰ اور ارفع الفاظ میں یسوع علیہ السلام کی معجزانہ پیدائش کی تصدیق کرتا ہے۔ حضرت مریم علیہا السلام کے بہت ہی منطقی سوال "اے میرے خدا! میں بیٹا کیسے جنوں گی جب کہ کسی مرد نے مجھے چھوا تک نہیں؟ فرشتہ جواب دیتا ہے ایسا ہی ہوگا اللہ پیدا فرماتا ہے جو وہ چاہتا ہے جب وہ کسی کام کا ارادہ کرتا ہے تو وہ فرماتا ہے" ہو جا" پس وہ ہو جاتا ہے۔ (القرآن ۳: ۴۷) یہ ضروری نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ پہلے انسان یا جانور میں تخم ریزی کرے۔ وہ تو محض چاہتا ہے تو یہ وجود میں آ جاتا ہے۔ یہ ہے مسلمانوں کا تصور یسوع علیہ السلام کے معجزانہ جنم کے بارے میں جب میں نے اپنے بڑے شہر کی بائبل سوسائٹی کے سربراہ کے سامنے یسوع علیہ السلام کے جنم کے متعلق بائبل اور قرآن کے اقتباسات پیش کئے اور ان سے پوچھا آپ اپنی بیٹی کو کون سی عبارت دینا پسند کریں گے؟ قرآن کی عبارت یا بائبل کی؟ اس آدمی نے اپنا سر جھکا لیا اور کہا "قرآن کی عبارت" قصہ کوتاہ میں نے پادری صاحب سے پوچھا کیا یہ سچ ہے کہ یسوع علیہ السلام معجزانہ طور پر پیدا ہوئے اور موسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ عام قدرتی طریقہ سے؟ اس نے بہت فخر سے جواب دیا "ہاں" میں نے کہا پس یسوع علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کی مانند نہیں بلکہ محمد ﷺ موسیٰ علیہ السلام کے مشابہہ ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے استثنا ۱۸: ۱۸ میں موسیٰ علیہ السلام سے فرماتا ہے "تمہاری مانند"

اور محمد ﷺ ہی موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہیں۔

شادی کے بندھن:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ نے شادیاں کیں اور ان کے ہاں اولاد یں ہوئیں جب کہ یسوع علیہ السلام تمام عمر کنوارے رہے۔ کیا یہ سچ ہے؟ پادری نے جواب دیا "ہاں" لہٰذا یسوع علیہ السلام نہیں بلکہ محمد ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مشابہہ ہیں۔

قوم کی طرف سے یسوع علیہ السلام کی تکذیب وانکار:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کو ان کے لوگوں نے پیغمبر تسلیم کیا۔ اس میں شک نہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان کو بے انتہا تکلیف پہنچائی اور وہ ویرانوں میں سرگرداں رہی لیکن موسیٰ علیہ السلام کو بطور پیغمبر من جانب اللہ قبول کیا۔ عربوں نے بھی محمد ﷺ پر عرصۂ حیات تنگ کر دیا اور آپ کو بے پناہ تکالیف میں مبتلا کر دیا۔ مکہ میں تیرہ برس تبلیغ کے بعد آپ کو اپنے آبائی شہر سے ہجرت کرنا پڑی۔ لیکن وفات سے پہلے آپ کو تمام عربوں نے رسول اللہ ﷺ تسلیم کر لیا لیکن یسوع علیہ السلام کے متعلق بائبل بتاتی ہے وہ اپنے گھر آیا اور اس کے اپنوں نے اسے قبول نہ کیا (یوحنا ۱: ۱۱) اور آج دو ہزار سال بعد بھی اس (یسوع علیہ السلام) کی قوم یہود نے اس کو تسلیم نہیں کیا۔ کیا یہ صحیح ہے؟ پادری صاحب نے جواب دیا "ہاں" میں نے عرض کیا "پس یسوع علیہ السلام موسیٰ علیہ السلام کی مانند نہیں ہیں بلکہ حضرت محمد ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مشابہہ ہیں۔

دوسری دنیا (عاقبت) کی بادشاہت:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ پیغمبر بھی تھے اور بادشاہ بھی تھے۔ پیغمبر سے میری مراد ایسا شخص ہے جو اللہ تعالیٰ سے انسان کی رہنمائی کے لئے ہدایات حاصل کرتا ہے اور ان ہدایات کو بغیر کسی جمع وتفریق کے مخلوق خدا تک پہنچاتا ہے اور ایک بادشاہ سے مراد ایسا شخص ہے جس کو اپنے لوگوں پر زندگی وموت کا اختیار حاصل

ہے۔ ایسا شخص خواہ تاج نہ پہنے اور بادشاہ نہ کہلائے تو بھی جب تک اس کو سزائے موت دینے کا اختیار حاصل ہے وہ بادشاہ ہی رہے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایسا اختیار حاصل تھا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک شخص کو سنگسار کر کے موت کی سزا دی تھی جو سبت کے روز ایندھن کی لکڑی اکٹھی کر رہا تھا۔ (گنتی: ۱۵: ۳۵) بائبل میں کئی اور جرائم کا ذکر بھی موجود ہے جن پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہودی مجرموں کو سزائے موت دی تھی۔ محمد ﷺ کو بھی اپنے لوگوں پر زندگی و موت کا اختیار حاصل تھا۔ بائبل میں ایسے اشخاص کا ذکر بھی موجود ہے جن کو پیش گوئیاں کرنے کا ملکہ حاصل تھا لیکن وہ اپنے دیئے ہوئے احکام پر لوگوں سے عمل درآمد نہ کرا سکتے تھے۔ ایسی ہی مقدس ہستیوں میں اللہ کے پیغمبر لوط، یونس، دانیال، عزیر، یحییٰ علیہم السلام کا شمار ہوتا ہے جو اپنی اپنی قوموں کی ضد، انکار اور تکذیب کے سامنے بے بس تھے۔ وہ صرف پیغام خدا لوگوں تک پہنچا سکتے تھے لیکن کسی قانون پر عمل درآمد نہیں کرا سکتے تھے یہ محض سوئے اتفاق ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شمار بھی ایسی ہی شخصیتوں میں ہوتا ہے۔ عیسائی کی مذہبی کتاب صاف طور پر اس کی تصدیق کرتی ہے۔ جب یسوع علیہ السلام کو گھسیٹ کر رومن گورنر پیلاطس کے سامنے لے جایا گیا اور ان پر بادشاہت کا دعویٰ کرنے کا الزام لگایا گیا تو انہوں نے اپنے دفاع میں بہت ہی قائل کر دینے والا استدلال پیش کیا اور الزام کی پرزور تردید کی۔ یسوع علیہ السلام نے جواب دیا "میری بادشاہت اس دنیا کی نہیں ہے۔ اگر میری بادشاہت اس دنیا کی ہوتی تو میرے خادم جنگ کرتے تاکہ مجھے یہودیوں کے حوالے نہ کیا جائے۔ مگر اب میری بادشاہت یہاں نہیں۔ (یوحنا ۱۸: ۳۶) اس جواب نے پیلاطس جو کہ ایک منکر خدا تھا کو مطمئن کر دیا کہ اگرچہ یسوع علیہ السلام اس کو صحیح الدماغ معلوم نہیں ہوتا تھا پھر بھی وہ کسی طور اس کی حکومت کے لئے خطرہ نہ تھا۔ یسوع علیہ السلام نے تو صرف روحانی بادشاہت کا دعویٰ کیا تھا بالفاظ دیگر انہوں نے صرف پیغمبر ہونے کا دعویٰ کیا تھا۔ کیا یہ سچ ہے؟ پادری صاحب نے جواب دیا "ہاں" پھر میں نے کہا "پس یسوع علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مشابہ نہیں بلکہ حضرت محمد ﷺ ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہیں۔

کوئی نیا قانون نہیں:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ اپنے لوگوں کے لئے نئے قوانین اور قاعدے لے کر آئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو دس احکام دیئے اور اپنے لوگوں کی رہنمائی کے لئے ایک بہت ہی جامع ضابطۂ اخلاق بھی۔ محمد ﷺ جب عربوں میں نمودار ہوئے تو ان کو جہالت، ظلم و تعدی میں ڈوبے ہوئے پایا۔ وہ اپنی سوتیلی ماؤں سے شادیاں کرتے تھے اپنی بیٹیوں کو زندہ ہی دفن کر دیتے تھے، مے نوشی، زنا، بت پرستی اور جوا کھلے بندوں ہوتے تھے۔ گیبنز اپنی کتاب "رومن سلطنت کا تنزل و زوال" میں اسلام سے پہلے عربوں کی حالت بیان کرتے ہوئے لکھتا ہے "عرب ایک ایسا درندہ تھا جو بغیر عقل و شعور ہو اور دیگر حیوانات پر اس کو کوئی امتیاز نہ ہو۔ اس زمانہ کے انسان اور حیوان میں تمیز مشکل ہو گئی تھی۔ وہ انسانی اجسام میں حیوان تھے۔"

اس انتہائی پست وحشیانہ حالت سے محمد ﷺ نے ان کو نکال کر سرفراز کیا۔ تھامس کارلائیل کے الفاظ میں "وہ روشنی اور علم و حکمت کے شمع بردار بن گئے" مزید لکھتا ہے عرب قوم کے لئے یہ تاریکی سے نکال کر روشنی میں جنم لینے والی بات تھی اولاً ملک عرب اسی (اسلام) کی بدولت ہی زندہ ہوا۔ آفرینش عالم سے لے کر عرب ایک نادر چرواہوں کی قوم تھیں جو بیابانوں میں گمنامی کی حالت میں سرگرداں تھی۔ دیکھئے! گمنام شہرت سے ہمکنار ہو گئے جو دنیا میں کمترین تھے۔ اب اکابر عالم میں بدل گئے۔ ایک ہی صدی میں عرب ایک طرف غرناطہ (گرنیڈہ) میں حکمران تھے اور دوسری طرف دہلی میں شجاعت، عظمت اور نور فراست کی بدولت عرب دنیا کے بیشتر حصہ پر آفتاب بن کر چمکنے لگے ..... حقیقت یہ ہے کہ محمد ﷺ نے اپنی قوم کو وہ قانون اور ضابطہ دیا جس سے وہ پہلے آشنا نہ تھی۔

جہاں تک یسوع علیہ السلام کا تعلق ہے تو جب یہودیوں کو یہ شک گزرا کہ کہیں وہ (یسوع) ایک بہروپیئے کے سوانگ سے ان کی مذہبی تعلیمات کو ہی نہ بدل ڈالے تو یسوع علیہ السلام نے ان کو اطمینان دلانے کے لئے بھرپور کوشش کی کہ وہ کوئی نیا دین لے کر نہیں آئے۔ نہ ہی کوئی نیا قانون اور نہ ہی نیا ضابطہ۔ میں انہی کے الفاظ پیش کرتا ہوں۔ یہ نہ سمجھو کہ

میں توریت یا نبیوں کی کتابوں کو منسوخ کرنے آیا ہوں۔ منسوخ کرنے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان اور زمین نہ ٹل جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت سے ہرگز نہ ٹلے گا جب تک سب کچھ پورا نہ ہو جائے۔ (متی ۵، ۱۸، ۱۷) دوسرے الفاظ میں یہ کہہ لیجئے کہ وہ کوئی نیا قانون یا ضابطۂ حیات لے کر نہیں آئے تھے۔ وہ تو صرف پہلے ہی قانون پر عمل درآمد کے لئے آئے تھے۔ یہ بات تھی جس کی انہوں نے یہودیوں کو یقین دہانی کرائی یا خدانخواستہ وہ یہ کہہ کر یہودیوں کو دھوکہ دینا چاہتے تھے تا کہ وہ ان کو خدا کا پیغمبر تسلیم کر لیں اور اس طرح ایک نیا مذہب ان پر مسلط کر دیں۔ اللہ کا یہ پیغمبر ہرگز ایسے قبیح ہتھکنڈے استعمال کر کے اللہ کے دین کو مسخ نہیں کر سکتا۔ انہوں نے خود قوانین کو پورا کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لائے ہوئے احکام پر عمل کیا اور سبت کا احترام کیا۔ کبھی بھی ایسا موقع نہیں آیا جب کسی یہودی نے آپ پر اعتراض کیا ہو کہ آپ روزہ کیوں نہیں رکھتے یا کھانے سے پہلے ہاتھ کیوں نہیں دھوتے؟ جب کہ یہی الزامات وہ ان کے شاگردوں پر ہمیشہ لگاتے رہے لیکن یسوع علیہ السلام پر کبھی نہیں۔ یہ اس لئے ممکن ہوا کیونکہ بطور ایک اچھے یہودی کے یسوع علیہ السلام نے ہمیشہ اپنے پیر پیغمبروں کے لائے ہوئے قوانین کا احترام کیا۔ قصہ مختصر یسوع علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی طرح کوئی نیا قانون یا شریعت نہیں لائے تھے۔ کیا یہ سچ ہے؟ میں نے سوال کیا۔ پادری صاحب نے جواب دیا۔ "ہاں" میں نے عرض کی "اسی لئے یسوع علیہ السلام نہیں بلکہ محمد ﷺ ہی موسیٰ علیہ السلام کے مشابہ ہیں۔

دنیا سے کیسے رخصت ہوئے؟

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ دونوں نے قدرتی موت وفات پائی لیکن عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق یسوع علیہ السلام صلیب پر تشدد کا شکار ہو کر فوت ہوئے۔ کیا یہ صحیح ہے؟ پادری صاحب نے جواب دیا "ہاں" میں نے پھر دہرایا "پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام نہیں بلکہ محمد ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مانند تھے۔

آسمانی رہائش:

حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد ﷺ دونوں ہی اس زمین میں مدفون ہیں لیکن بقول آپ کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر قیام پذیر ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے؟ پادری صاحب نے اس سے اتفاق کیا تو میں نے کہا اس لئے یسوع علیہ السلام نہیں بلکہ محمد ﷺ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بہت مشابہت رکھتے ہیں۔

حضرت اسماعیل علیہ السلام بطور پہلوٹھا کے:

چونکہ پادری صاحب بے بسی کے عالم میں میرے ہر نقطے سے اتفاق کر رہے تھے میں نے کہا پادری صاحب! اب تک میں نے پیش گوئی کے صرف ایک نقطہ کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے یعنی آپ کی مانند سے کیا مراد ہے۔ پیش گوئی میں اس کے علاوہ بھی بہت اہم الفاظ ہیں۔ میں ان کے لئے ان ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا..........تو زور ان ہی کے بھائیوں میں سے پر ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم یعنی تمام یہودی بطور ایک نسلی وحدت کے مخاطب ہے اور اس لحاظ سے ان کے بھائی بلاشبہ عرب ہوئے۔ کیونکہ آپ کی مقدس بائبل ابراہیم علیہ السلام کو خدا کا دوست بتاتی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو بیویاں سارہ اور ہاجرہ تھیں۔ ہاجرہ کے بطن سے ایک بیٹا (ابراہیم کا پہلوٹھا) پیدا ہوا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس کا نام اسماعیل علیہ السلام رکھا۔ (کتاب پیدائش ۱۶:۱۵) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کا جب وہ تیرہ برس کے ہوئے ختنہ کیا۔

کتاب پیدائش (۲۵:۱۷) تیرہ برس کی عمر تک حضرت ابراہیم علیہ السلام کا صرف ایک ہی بیٹا اسماعیل علیہ السلام تھا جو واحد وارث تھا جب خدا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے درمیان (میثاق) طے پایا۔ خدا تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ایک اور بیٹا سارہ کے بطن سے عطا کیا جس کا نام اسحاق علیہ السلام رکھا گیا اور وہ اپنے بھائی حضرت اسماعیل علیہ السلام سے بہت چھوٹے تھے۔

عرب اور یہودی:

اگر حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام ایک ہی باپ کے دو بیٹے ہوں تو وہ آپس میں بھائی یعنی سوتیلے بھائی ہوئے۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کے بچے یہودی ہیں اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بچے عرب ہیں۔ پس وہ آپس میں سوتیلے بھائی ہوئے۔ بائبل بھی اس بات کی تائید کرتی ہے "وہ اسماعیل علیہ السلام اپنے سب بھائیوں کے سامنے بسا رہے گا۔ (کتاب پیدائش ۱۶: ۱۲) اور "تب اس اسماعیل علیہ السلام نے دم چھوڑ دیا اور وفات پائی اور اپنے لوگوں میں جا ملا۔" کتاب پیدائش (۲۵: ۱۸) حضرت اسحاق علیہ السلام کے بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بچوں کے بھائی ہیں۔ اسی طرح حضرت محمد ﷺ اسرائیلیوں کے بھائیوں میں سے ہیں کیونکہ حضرت اسماعیل علیہ السلام (جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے تھے) کی اولاد میں سے ہیں۔ یہ پیش گوئی کے عین مطابق ہے یعنی ان ہی کے بھائیوں میں سے (کتاب استثنا ۱۸: ۱۸) یہ پیش گوئی صاف طور پر بتاتی ہے کہ آنے والے پیغمبر جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند ہوں گے اسرائیلیوں میں سے نہیں بلکہ ان کے بھائیوں (سوتیلے) میں سے اٹھائے جائیں گے۔ پس حضرت محمد ﷺ ہی ہیں جو اسرائیلیوں کے بھائیوں میں سے تھے۔

منہ میں الفاظ:

"آگے چل کر پیش گوئی کے الفاظ ہیں......اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا......" اس کا کیا مطلب ہوتا ہے جب یہ کہا جائے کہ میں تمہارے منہ میں اپنے الفاظ ڈالوں گا؟ دیکھیں پادری صاحب میں نے شروع میں آپ کو کتاب استثنا باب ۱۸ آیت ۱۸ پر کتاب کھولنے کو کہا تھا اور پھر پڑھنے کو کہا تھا اور آپ نے پڑھا تھا تو کیا میرا یہ عمل آپ کے منہ میں الفاظ ڈالنے کے مترادف ہو گا؟ پادری صاحب نے جواب دیا "ہرگز نہیں" میں نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا لیکن اگر میں آپ کو ایک ایسی زبان سکھانا چاہوں مثلاً عربی جس کے متعلق آپ کچھ نہیں جانتے ہوں اور اگر آپ سے میں کہوں کہ جو کچھ میں

پڑھتا ہوں یا بولتا ہوں ویسے ہی میرے کلام کو دہراؤ: مثلاً

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝	تو کہہ وہ اللہ ایک ہے۔
اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝	اللہ بے نیاز ہے۔
لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝	نہ کسی کو جنا نہ کسی سے جنا۔
وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝	اور نہ ہی اس کے جوڑ کا کوئی ہے

(الاخلاص: ۱۔۴)

کیا اس طرح ایک غیر ملکی زبان کے غیر شنیدہ الفاظ جو آپ میرے پیچھے پیچھے دہرائیں گے میں آپ کے منہ میں ڈالوں گا یا نہیں؟ پادری صاحب نے جواب دیا کہ ہاں یہ عمل اس کے مترادف ہوگا۔ میں نے کہا "قرآن مقدس کے الفاظ اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ پر وحی کے ذریعے اسی طرح ہی نازل کئے ہیں۔"

تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ حضرت محمد ﷺ چالیس برس کے ہوئے تو شہر مکہ سے قریباً تین میل دور فاصلہ پر آپ ایک غار میں تھے۔ اسلامی مہینہ رمضان المبارک کی ستائیسویں رات تھی تو غار میں حضرت جبرئیل علیہ السلام ان کی مادری زبان میں ہی حکم دیتے ہیں۔ اِقْرَاْ۔ جس کا معنی ہے پڑھ یا بول۔ یا کہہ! محمد ﷺ بہت خوفزدہ ہو جاتے ہیں اور گھبراہٹ میں کہہ اٹھتے ہیں "ما انا بقاری" یعنی میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ فرشتے نے ان کو دوبارہ یہی حکم دیا اور پھر وہی نتیجہ رہا۔ تیسرے بار فرشتے نے کلام جاری رکھتے ہوئے کہا: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ اب محمد ﷺ سمجھ گئے کہ ان سے جو مطالبہ کیا جا رہا ہے وہ صرف اتنا ہے کہ وہ انہی الفاظ کو دہرائیں لہٰذا آپ ﷺ نے وہ الفاظ دہرائے جو آپ ﷺ کے منہ میں ڈالے گئے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝	پڑھ اپنے رب کے نام سے جو سب کا بنانے والا۔
خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝	بنایا آدمی کو جمے ہوئے لہو سے۔
اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝	پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے۔

عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝ سکھلایا آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا

(العلق: ۱۔۵)

یہ ہیں پہلی پانچ آیات جو ﷺ پر نازل کی گئیں اور قرآن مجید کے چھیانویں باب کے شروع میں موجود ہیں۔

قابل اعتماد شہادت:

فرشتے کے چلے جانے کے بعد جلد ہی محمد ﷺ اپنے گھر عجلت سے پہنچے۔ خوفزدہ اور پسینے میں شرابور آپ ﷺ نے اپنی پیاری بیوی خدیجہ رضی اللہ عنہا کو کہا کہ ان کو کپڑے سے ڈھانپ دو۔ اس طرح وہ پڑے رہے اور ان کی بیوی پاس نگران رہی۔ جب آپ ﷺ کے حواس ٹھکانے ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنی بیوی کو بتایا کہ آپ ﷺ نے کیا دیکھا اور سنا۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے آپ ﷺ پر اپنے اعتماد کا اظہار کیا اور آپ ﷺ کو اطمینان دلایا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو کسی بھی مصیبت میں گرفتار نہیں کیا۔ کیا یہ کسی پاکھنڈی (دغاباز) کا اعتراف ہوسکتا ہے؟ کیا کبھی کسی پاکھنڈی نے اعتراف کیا ہے کہ جب کبھی کوئی فرشتہ اللہ تبارک تعالیٰ کا پیغام لے کر اس کا سامنا کرے تو وہ خوفزدہ، وحشت زدہ پسینے میں شرابور اپنی بیوی کے پاس بھاگ گیا ہو؟ کوئی بھی نقاد یہ محسوس کیے بغیر نہیں رہ سکتا کہ یہ ردعمل اور اعتراف صرف ایک مخلص اور دیانت دار شخص ہی کا ہوسکتا ہے۔ آپ ﷺ تو الامین تھے یعنی امانت دار، مخلص اور صادق۔

آپ ﷺ کی نبوت کے اگلے تیئس برسوں میں اللہ تبارک تعالیٰ کی طرف سے الفاظ آپ ﷺ کے منہ میں ڈالے گئے اور آپ ﷺ ان کو دہراتے گئے۔ ان الفاظ نے آپ ﷺ کے دل و دماغ پر ان مٹ نقوش ثبت کردیئے اور جوں ہی قرآن مجید کا حجم بڑھنے لگا وحی کردہ الفاظ کو کھجور کے پتوں، جانوروں کی ہڈیوں اور کھالوں اور آپ ﷺ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں پر محفوظ کیا گیا۔ وفات سے پہلے آپ ﷺ نے موجودہ شکل میں قرآن کے الفاظ کو ترتیب دے دی۔ نازل کردہ الفاظ فی الواقع آپ ﷺ کے منہ میں ڈالے گئے جیسا کہ زیر بحث پیش گوئی میں درج ہے اور میں اپنا کلام اس کے منہ میں

ڈالوں گا۔(استثنا ۸:۱۸)

نبی اُمی:

محمد ﷺ کا غارحرا جو بعد میں جبل النور سے موسوم ہوئی کا مشاہدہ اور آپ ﷺ کا پہلی وحی پر ردعمل بائبل کی ایک اور پیش گوئی کے عین مطابق ہے۔(کتاب یسیاہ ۲۹:۱۲) کتاب اس کو دی گئی جو ناخواندہ ہے۔قرآن مجید کی زبان میں النبی الامی (سورۃ ۷ آیت ۱۲۵) رومن کیتھولکوں کے "ڈوئے ترجمے" اور دیگر نظرثانی شدہ ترجموں میں یہ الفاظ موجود ہیں اور وہ کہتا ہے میں ناخواندہ ہوں جو ما انا بقارئ کا صحیح ترجمہ ہے جو محمد ﷺ نے روح القدس حضرت جبرائیل علیہ السلام کے دوبارہ حکم "اقراء" کے جواب میں فرمائے۔

اجازت ہو تو میں کنگ جیمز بائبل (جو منظور کردہ ترجمہ کے نام سے بھی مشہور ہے) سے اقتباس پیش کروں اور کتاب اس کو دی جاتی ہے جو ناخواندہ ہے پھر اس سے کہا جاتا ہے میری آپ سے گزارش ہے کہ اس کو پڑھ اور جواب دیتا ہے میں پڑھا نہیں ہوں۔

(یسعیاہ ۲۹:۱۲)

یہ بات ذہن میں رکھئے کہ چھٹی صدی عیسوی میں جب محمد ﷺ مبعوث ہوئے تو عربی زبان میں کوئی بائبل موجود نہ تھی۔علاوہ ازیں آپ ﷺ بالکل ناخواندہ اور غیر تعلیم یافتہ تھے۔کسی انسان نے آپ ﷺ کو کبھی ایک لفظ بھی نہیں سکھایا آپ ﷺ کے معلم آپ ﷺ کے خالق حقیقی تھے۔

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۝	اور نہیں بولتا وہ اپنے نفس کی خواہش سے۔
اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۝	یہ تو حکم ہے بھیجا ہوا۔
عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى ۝	اس کو سکھلایا ہے سخت قوتوں والے نے۔

(القرآن ۵۳:۳:۵)

بغیر کسی انسانی تعلیمات کے حصول کے آپ ﷺ نے دانش مندوں کی دانائی کو مات کر دیا۔

سخت تنبیہ:

میں نے پادری کو بتایا کہ ذرا غور کریں کس طرح پیش گوئیاں محمد ﷺ کے عین موافق ہیں۔ ہمیں ان میں کوئی کھینچ تان نہیں کرنا پڑتی کہ وہ محمد ﷺ پر ہی صادق آئیں۔ پادری صاحب نے جواب دیا آپ کی تمام تفسیریں بہت عمدہ معلوم ہوتی ہیں لیکن ان کی کچھ بھی اہمیت نہیں کیونکہ ہم عیسائی یسوع علیہ السلام کو خدا کا اوتار مانتے ہیں اور اس (یسوع) نے ہمیں گناہ کے بوجھ سے خلاصی دلائی ہے۔

میں نے پوچھا کیا یہ وہم نہیں ہے؟ خدا تو ایسا خیال نہیں کرتا۔ پادری صاحب نے بہت اہتمام کے ساتھ خدا کی طرف سے تنبیہات مجھے نوٹ کروائیں۔ خدا جانتا تھا کہ میری طرح کے کچھ لوگ ہوں گے جو اس (خدا) کے الفاظ سے استہزا کریں گے اور ان کو کچھ بھی اہمیت نہیں دیں گے۔ پس اس نے کتاب استثنا ۱۸:۱۸ کے بعد سخت تنبیہ کی ہے اور یہ ہو کر رہے گا...... اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے تو میں ان کا حساب لوں گا۔ کیتھولک کی بائبل میں آخری الفاظ ہیں "اور میں اس سے انتقام لوں گا" کیا تم اس سے خوفزدہ نہیں ہو؟ خدا تعالیٰ انتقام لینے کی دھمکی دے رہا ہے اگر کوئی غنڈہ ہمیں دھمکی دے تو ہم تھر تھر کانپنے لگتے ہیں لیکن خدا کی تنبیہ سے کوئی خوف نہیں کھاتے؟

کتاب استثناء ۱۸:۱۹ میں جو الفاظ درج ہیں ...... "اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا......" تو بالکل ہی معجزانہ طور پر حضرت محمد ﷺ پر دلالت کرتے ہیں اور اس پیش گوئی کی صداقت کو واضح کرتے ہیں کہ محمد ﷺ ہمیشہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کا نام لے کر کلام کا آغاز فرماتے رہے۔ میں نے پادری صاحب کو قرآن مجید کھول کر آخری سورۃ الناس کا انگریزی زبان میں ترجمہ پڑھ کر سنایا اور بتایا کہ کس طرح قرآن مجید میں ہر باب کا آغاز "بسم اللہ الرحمن الرحیم" کے ساتھ ہوتا ہے۔ یہ فارمولا میں نے پادری صاحب کو قرآن مجید کی آخری سات آٹھ سورتوں سے سمجھایا کیونکہ وہ چھوٹی ہیں اور ہر سورۃ انہی الفاظ سے شروع ہوتی ہے جو قریب قریب ہیں۔

پیش گوئی کے مطابق کیا درکار ہے؟ یہی کہ اللہ تبارک تعالیٰ کے الفاظ (وہ آنے

والا پیغمبر) اللہ تعالیٰ ہی کے نام سے شروع کر کے لوگوں کو سنائے گا۔ اور دیکھنا یہ ہے کہ محمد ﷺ کس کے نام سے اللہ کا کلام شروع کرتے ہیں؟ اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو نہایت مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ اس طرح یہ پیش گوئی محمد ﷺ پر حرف بہ حرف صادق آتی ہے۔

قرآن مجید کی ہر سورۃ ماسوائے سورۃ التوبہ کے انہی الفاظ یعنی "بسم اللہ الرحمن الرحیم" سے ہی شروع ہوتی ہے۔ ہر مسلمان اپنا ہر جائز کام اسی متبرک کلمے سے شروع کرتا ہے۔ اس کے برعکس ایک عیسائی اپنا کوئی کام تین خداؤں کا نام لے کر شروع کرتا ہے یعنی باپ اور بیٹا اور روح القدس کتاب استناء باب ۱۸ کی پیش گوئی کے متعلق میں نے پندرہ سے زائد دلائل پیش کیے ہیں۔ یہ ثابت کرنے کے لئے کہ پیش گوئی محمد ﷺ کے متعلق ہے نہ کہ یسوع علیہ السلام سے۔

بپتسمہ دینے والا یسوع علیہ السلام کی تردید کرتا ہے:

بپتسمہ (Baptism) عیسائی مذہب کی ایک رسم ہے جس میں بچے کے پیدا ہونے پر اس کے سر پر مقدس پانی کے چھینٹے ڈالے جاتے ہیں اور اسے عیسائی مان لیا جاتا ہے۔

جن دنوں نیا عہد نامہ لکھا گیا اس وقت بھی یہودی تورات کی اس پیش گوئی یعنی "ایک پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند" کے پورا ہونے کی توقع رکھتے تھے۔ اس سلسلہ میں یوحنا کی انجیل ۱۹:۲۵ ملاحظہ کیجئے۔ جب یسوع علیہ السلام نے یہودیوں کا مسیحا ہونے کا دعویٰ کیا تو یہودیوں نے ان سے یہ دریافت کرنا چاہا کہ ایلیاہ کہاں ہے؟ یہودیوں کے پاس ایک اور پیش گوئی بھی تھی جس میں مسیحا کے آنے سے پہلے ایلیاہ کے دوبارہ آنے کے بارے میں تھا۔ یسوع علیہ السلام نے بھی ان کے عقیدہ کی تصدیق کی "............ایلیاہ یقیناً پہلے آئے گا اور سب کچھ بحال کرے گا۔ لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ ایلیاہ تو آ چکا۔ اور انہوں نے انہیں نہیں پہچانا............تب شاگرد سمجھ گئے کہ اس نے ان سے یوحنا بپتسمہ دینے والے کی بابت

کہا ہے" (متی ...)

سنئے عہد نامہ کے مطابق یہودی ایسے نہ تھے کہ آنے والے مسیحا کے دعویدار کے الفاظ کو بلاحیل وحجت قبول کر لیتے۔ اپنی تحقیقات میں ان کو بے حد دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا تا کہ معلوم کر سکیں کہ فی الواقع مسیحا کون تھا۔ اس بات کی تصدیق یوحنا کی انجیل سے بھی ہوتی ہے۔ اور یوحنا کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لاوی یہ پوچھنے کو اس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے؟ تو اس نے اقرار کیا اور انکار نہ کیا بلکہ اقرار کیا کہ میں مسیح نہیں ہوں۔ انہوں نے اس سے پوچھا پھر تو کون ہے؟ کیا تو ایلیاہ ہے؟ اس نے کہا میں نہیں ہوں (یوحنا:۱۹۔۲۱) یہ بات تو صاف ظاہر تھی کہ ایک وقت میں دو مسیحا نہیں ہو سکتے تھے۔ اگر یسوع علیہ السلام مسیحا تھے تو یوحنا مسیحا نہیں ہو سکتے تھے۔ لیکن یہاں بپتسمہ دینے والا یوحنا (یحیٰی علیہ السلام) یسوع علیہ السلام کی تردید کرتا ہے۔ یسوع علیہ السلام تو کہہ رہے ہیں کہ یوحنا ہی ایلیاہ ہے جب کہ یوحنا انکار کر رہے ہیں کہ وہ وہ نہیں جو یسوع علیہ السلام ان کے بارے میں بتاتے ہیں۔ اب اللہ نہ کرے دونوں میں سے ایک جھوٹا ہے۔ یسوع علیہ السلام کی شہادت موجود ہے کہ اسرائیلی انبیاء میں سے یوحنا بپتسمہ دینے والا سب سے زیادہ افضل تھے۔ ملاحظہ ہو (متی باب ۱۱:۱۱) میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جو عورتوں سے پیدا ہوئے ہیں ان میں یوحنا بپتسمہ دینے والے سے بڑا کوئی نہیں ہوا.......... یوحنا بپتسمہ دینے والا اسلام میں یحیٰی علیہ السلام کے نام سے معروف ہیں۔ ہم مسلمان ان کو اللہ تعالیٰ کا سچا نبی مانتے ہیں اور ان کا احترام کرتے ہیں۔ یسوع مسیح اسلام میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام سے معروف ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اولوالعزم پیغمبروں میں شمار ہوتے ہیں۔ لہٰذا ہم مسلمان ان دونوں میں سے کسی کو کاذب نہیں کہہ سکتے۔ ہم یہ معاملہ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحیٰی علیہ السلام کے مابین ہے عیسائیوں پر چھوڑتے ہیں کہ وہ کس کو جھوٹا قرار دیتے ہیں کیونکہ ان کے مقدس صحیفے تضاد بیانیوں سے بھرے پڑے ہیں اور وہ ان تضاد بیانیوں سے صرف نظر کرتے آئے ہیں اور ان کو یسوع علیہ السلام کے مشتبہ نمبر ۱۵ مقولات کہہ کر مطمئن ہو جاتے ہیں۔ ہم مسلمانوں کو درحقیقت یوحنا بپتسمہ دینے والے سے یہودی اکابرین کے سوال کیا آپ وہ پیغمبر ہیں؟ اور اس کا جواب "نہیں" میں دلچسپی ہے۔ (یوحنا کی انجیل ۱:۲۱)

تین سوال:

قارئین سے گزارش ہے کہ وہ نوٹ فرمالیں کہ یوحنا بپتسمہ دینے والے سے تین مختلف اور واضح سوال پوچھے گئے تھے اور انہوں نے ہر ایک کا جواب زوردار "نہیں" سے دیا تھا۔ یاد دہانی کے لئے ہم پھر ان سوالوں کا اعادہ کرتے ہیں۔

۱۔ کیا آپ مسیح علیہ السلام ہیں؟

۲۔ کیا آپ ایلیاہ ہیں؟

۳۔ کیا آپ وہ پیغمبر ہیں؟

لیکن عیسائی دنیا کے علماء ان میں سے صرف دو سوالوں تک اپنے آپ کو محدود رکھتے ہیں۔ تیسرے سوال کا ذکر ہی نہیں کرتے کہ یہودی جب یوحنا بپتسمہ دینے والے سے سوال و جواب کر رہے تھے تو ان کے ذہن میں تین الگ الگ پیش گوئیاں تھیں جن کے جوابات ان کو مطلوب تھے۔ لہٰذا انہوں نے یوحنا بپتسمہ دینے والے سے بہت رد و قدح کی آیت یہ ہے: انہوں نے اس سے یہ سوال کیا کہ اگر تو نہ مسیح ہے نہ ایلیاہ نہ وہ نبی تو پھر بپتسمہ کیوں دیتا ہے؟

اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہودی تین الگ الگ پیش گوئیوں کے پورا ہونے کا کھوج لگانا چاہتے ہیں۔ اول: مسیح کا آنا، دوم: ایلیاہ کا آنا، سوم: اس پیغمبر کا آنا

وہ پیغمبر:

اگر ہم ایسی بائبل کا مطالعہ کریں جس میں ربط اور دیگر حوالہ جات پائے جاتے ہوں تو جہاں یہ الفاظ "وہ پیغمبر" یوحنا: ۲۵ میں وارد ہوتے ....؟؟ علیہ السلام کی مانند ہوگا اور ہم یہ بات نہایت ہی قوی شہادت سے ثابت کر چکے ہیں کہ یہ پیغمبر محمد ﷺ تھے نہ کہ یسوع علیہ السلام۔ ہم مسلمان اس بات کا انکار نہیں کرتے کہ یسوع علیہ السلام مسیحا تھے اور نہ ہی عیسائیوں کی ایک ہزار ایک پیش گوئی پر معترض ہیں جو وہ پرانے عہد نامہ سے پیش کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ یہ مسیحا کے آنے کے متعلق ہیں۔ ہم صرف اس بات پر اصرار

کرتے ہیں کہ استثنا ۱۸:۱۸ کی پیش گوئی واضح طور پر حضرت محمد ﷺ کے متعلق ہے نہ کہ یسوع علیہ السلام کے متعلق۔

پادری صاحب نے بہت ملائمت سے مجھے الوداع کیا اور فرمایا کہ بحث بہت دل چسپ رہی اور کسی روز اسی مضمون پر ان کے پیروکاروں کے اجتماع سے خطاب کرنے کے لئے مجھے دعوت دینے کے لئے خواہش کا اظہار فرمایا۔ آج پندرہ برس ہونے کو آئے۔ ابھی تک پادری صاحب کی طرف سے دعوت کا منتظر ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب پادری صاحب نے پیشکش کی تھی وہ پرخلوص تھے لیکن تعصبات آڑے آتے ہیں اور کون اپنی "بھیڑوں" کو کھو دینا چاہے گا؟

بے خطا پرکھ:

یسوع علیہ السلام کے ریوڑ سے میری صرف اتنی گزارش ہے کہ کیوں نہ اسی بے خطا پرکھ کا استعمال جو ان کے آقا نے پیغمبری کے دعوے داروں کے لئے ان کو تجویز کیا تھا یہاں بھی کیا جائے؟ آپ (یسوع علیہ السلام) نے فرمایا تھا "ان کے پھلوں سے تم ان کو پہچان لو گے۔ کیا جھاڑیوں سے انگور یا اونٹ کٹاروں سے انجیر توڑتے ہیں؟ اسی طرح ہر ایک اچھا درخت اچھا پھل لاتا ہے اور برا درخت برا پھل لاتا ہے.......... پس ان کے پھلوں سے تم ان کو پہچان لو گے۔" (متی کی انجیل ۷:۱۶۔۲۰) آپ حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات کو اس معیار سے کیوں نہیں پرکھتے؟ خدا تعالیٰ کے آخری عہد نامہ قرآن مجید میں آپ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کی تکمیل پائیں گے جو اس خوشی اور امن کا ضامن ہے جس کی دنیا کو آج اشد ضرورت ہے۔ اگر حضرت محمد ﷺ جیسا شخص ماڈرن دنیا کا آمر بن جائے تو وہ خوشی اور امن جس کی اس دنیا کو اشد ضرورت ہے لانے میں کامیاب ہو جائے گا۔" (جارج برنارڈ شاہ)

عظیم ترین:

۵ جولائی ۱۹۷۴ء کی اشاعت میں ہفت روزہ نیوز میگزین ٹائم نے مختلف معروف

لوگوں جن میں تاریخ نویس، ادیب، عسکری زعماء تجارت پیشہ اکابرین وغیرہ کی آراء اس بارے میں شائع کی تھیں کہ ان کی نظر میں تاریخ عالم کے عظیم رہنما کون ہیں؟ کچھ نے کہا "ہٹلر" جب کہ دوسرے نے گاندھی، بدھ، لنکن وغیرہ کے نام گنوائے تھے۔لیکن جولز میسرمن امریکہ کے معروف ماہر نفسیات ہیں نے یہ جانچنے کے لئے چند معتبر اصول وضع کیے اور کہا کہ رہنماؤں کے لئے تین کام لازم ہیں:

(الف) اپنے پیروکارلوگوں کی بہبود کے لئے بہتر زندگی مہیا کرے۔

(ب) ایک ایسا سماجی نظام مہیا کرے جس میں لوگ اپنے آپ کو پہلے سے زیادہ محفوظ محسوس کریں۔

(ج) ان کو عقائد کا ایک مجموعہ مہیا کرے۔

ان تین اصولوں کی روشنی میں اس نے تاریخ کی عظیم شخصیات کا جائزہ لیا ہے جن میں ہٹلر، پسیچر، سیزر، حضرت موسیٰ علیہ السلام، کنفیوشیس اور اسی قبیل کے اور لوگ۔ آخرکار وہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے "پیسچر اور سالک قسم (الف) کے رہنماؤں میں سے ہیں۔گاندھی اور کنفیوشیس ایک طرح سے اور سکندر سیزر اور ہٹلر (ب) اور شاید قسم (ج) کے لیڈروں میں سے ہیں۔حضرت یسوع علیہ السلام اور بدھ کا شمار تیسری قسم (ج) کے رہنماؤں میں ہوگا۔جب کہ شاید تمام زمانوں کے رہنماؤں سے محمد ﷺ ایسے شخص تھے جنہوں نے تینوں کام سرانجام دیئے۔اور کمتر درجہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی ایسے ہی شخص تھے۔

شکاگو یونیورسٹی کے ایک پروفیسر جس کو میں یہودی سمجھتا ہوں نے بھی لیڈروں کی عظمت کو پرکھنے کے لئے کچھ معروضی معیار مقرر کیے ہیں جن کے مطابق بدھ اور یسوع علیہ السلام تو بنی نوع انسان کے عظیم لیڈروں کی فہرست سے خارج ہیں لیکن عجیب اتفاق ہے کہ وہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام اور محمد ﷺ کو ایک ہی گروہ میں شامل کرتا ہے اس سے میری اس دلیل کو تقویت پہنچتی ہے کہ یسوع علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مانند نہ تھے بلکہ کتاب استثنا ۱۸:۱۸ کے الفاظ آپ کی طرح "محمد ﷺ" پر صادق آتے ہیں۔

آخر میں پہلے میں ایک عیسائی عالم جو بائبل کے ناقدوں میں سے ہیں کے الفاظ پیش کرتا ہوں۔

"ایک پیغمبر صادق کی پرکھ اسکی تعلیمات کے معیار سے ہوتی ہے۔" (پروفیسر ڈمیلو)
پھر اس کے خداوند یسوع علیہ السلام کے الفاظ ان کے پھلوں سے تم ان کو پہچان لو گے۔ (یسوع علیہ السلام)

آئیے ہم مل کر استدلال کریں:

"تو کہہ اے اہل کتاب! آؤ ایک بات کی طرف جو برابر ہے ہم میں اور تم میں کہ بندگی نہ کریں ہم مگر اللہ کی اور شریک نہ ٹھہرادیں اس کا کسی کو اور نہ بنادے کوئی کسی کو رب سوا اللہ کے۔ پھر اگر وہ قبول نہ کریں تو کہہ دو گواہ رہو کہ ہم تو حکم کے تابع ہیں (اللہ کے حکم)۔(القرآن ۳:۶۴)

قرآن مجید میں یہودیوں اور عیسائیوں کے لئے نہایت احترام کے الفاظ "اہل کتاب" استعمال ہوئے ہیں۔ یہاں مسلمان کو حکم دیا جا رہا ہے کہ "اہل کتاب" کو دعوت دو وہ اہل کتاب جو عالم لوگ ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ ان کے پاس اللہ کی نازل کردہ کتاب موجود ہے ان کو ایک پلیٹ فارم پر اپنے ساتھ آنے کی دعوت دو یعنی یہ کہ "ہم سب اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں" کیونکہ میں خداوند تیرا خدا ایک حاسد خدا ہوں اور جو مجھ سے عداوت رکھتے ہیں ان کی اولاد کو تیسری اور چوتھی پشت تک باپ دادا کی بدکاری کی سزا دیتا ہوں۔ بلکہ اس لئے وہ عبادت کے لائق ہے کہ وہ ہمارا خالق ہے ہمارا پروردگار ہے۔ ہمارا رب ہے، ہمارا حاجت روا ہے اور سب تعریف عبادت اور بندگی اسی کے لئے واجب ہے۔

تصوراتی اور خیالی سطح پر تو یہودی اور عیسائی قرآن مجید کی اس آیت میں دی ہوئی تینوں تجاویز سے متفق نظر آتے ہیں لیکن عملی طور پر وہ ناکام رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو وحدہٗ لاشریک ماننے کے سلسلے میں اہل کتاب کے عقیدوں کی گمراہی کے علاوہ ان میں مذہبی رہنماؤں کا تقدس پایا جاتا ہے خاص کر یہودیوں میں یہ تقدس موروثی چلا آتا ہے۔ ایک عام انسان جو کاہن، پادری یا برہمن ہو اپنے علم اور تقویٰ کے بل بوتے پر نہیں بلکہ مذہبی رہنما ہونے کی بدولت خاص کارپردازی کا دعویدار بھی۔ اسلام اس قسم کی پاپائیت کو تسلیم نہیں کرتا۔

اسلام کا عقیدہ مختصراً قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت میں ملاحظہ فرمائیں۔

"تم کہہ دو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو اترا ہم پر اور جو اترا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب علیہم السلام اور ان کی اولاد پر اور جو ملا موسیٰ کو اور عیسیٰ علیہ السلام کو اور جو ملا دوسرے پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے ہم فرق نہیں کرتے ان سب میں سے ایک میں بھی اور ہم اس پروردگار کے فرمانبردار ہیں۔ (القرآن ۳:۱۳۶)

مسلمان کا موقف بہت واضح ہے۔ اس نے کبھی بھی کسی ایسے عجیب وغریب مذہب کا دعویٰ نہیں کیا جو اس کی ذات تک ہی محدود ہو۔ اسلام کسی فرقہ یا نسلی مذہب کا علمبردار نہیں ہے۔ اس کا نقطۂ نظریہ ہے کہ مذہب ایک ہی ہے کیونکہ سچائی ایک ہے۔ سلف کے تمام پیغمبروں نے ایک ہی مذہب کی تبلیغ کی۔ (قرآن مجید ۴۲:۱۳) تمام الہامی کتب نے ایک ہی سچائی کی تعلیم دی ہے۔ جس کا اصلی جوہر یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کی خواہش اور منصوبہ کا عرفان حاصل کرے اور بخوشی اس کی خواہش اور منصوبے کی تکمیل میں لگ جائے۔ اگر کوئی شخص اس کے علاوہ کوئی مذہب چاہتا ہے تو وہ اپنی ذات کی نفی کرتا ہے کیونکہ وہ اللہ کی خواہش اور منصوبے کا منکر ہے۔ ایسا شخص ہدایت کی توقع نہیں کرسکتا کیونکہ اس نے جان بوجھ کر ہدایت کو ترک کر دیا ہے۔



ایک نعتیہ شعر محمد یوسف دہلوی کے خوبصورت خط میں۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

علامہ عبدالرزاق بھترالوی ☆

نبی کریم ﷺ کا نسب شریف:

آپ ﷺ کا نسب مواہب اللدنیہ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے:

محمد ﷺ عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان۔

یہاں تک کہ سلسلہ نسب میں ارباب سیر اور اصحاب علم انساب سب کا اتفاق ہے اس سے اوپر میں کچھ اختلاف ہے، اس میں اتفاق ہے کہ حضور ﷺ اولاد حضرت اسماعیل علیہ السلام سے ہیں اور حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ادریس علیہ السلام آپ کے اجداد میں سے ہیں۔

والدہ کا نسب:

آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا ہے ان کا نسب بھی پانچویں درجہ پر آپ ﷺ کے والد گرامی کے نسب سے مل جاتا ہے۔ حضرت آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر۔

خیال رہے کہ آپ ﷺ کی والدہ کا اپنی والدہ کی جانب سے بھی نسب آپ ﷺ کے والد کے نسب سے مل جاتا ہے۔ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بنت برۃ (حضور اکرم ﷺ کی نانی) بنت عبدالعزیٰ بن عثمان بن عبدالدار بن قصیٰ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر۔

☆ نامور مدرس و مترجم، راولپنڈی

آپ ﷺ کی والدہ کی نانی کا نسب بھی آپ ﷺ کے والد کے نسب سے ملتا ہے حضور ﷺ کی نانی برہ کی والدہ ام حبیب بنت اسد بن عبدالعزیٰ بن قصیٰ بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوی بن غالب بن فہر حضور ﷺ کی نانی کا نام برۃ اور برۃ کی نانی کا نام بھی برۃ تھا حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا بنت برہ بنت ام حبیب بنت برۃ، ام حبیب کی والدہ برۃ کا نسب بھی حضور ﷺ کے والد کے نسب سے ملتا ہے وہ اس طرح ہے۔ برۃ بنت عوف بن عبد عویج بن کعب بن لوی بن غالب وغیرہ۔

یعنی نبی کریم ﷺ کا نسب والد اور والدہ دونوں کی جانب سے بہتر تھا اور عزت کے لحاظ سے سب سے بڑھ کر تھا۔

حضور اکرم ﷺ اکلوتے تھے:

آپ ﷺ کے کوئی بھائی بہن نہیں تھے بلکہ اپنے والدین کریمین کے اکلوتے بیٹے تھے نہ ہی آپ ﷺ کے والد حضرت عبداللہ کی کوئی اولاد تھی اور نہ ہی آپ ﷺ کی والدہ حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی کوئی اولاد تھی یعنی ان دونوں کا یہ ایک ہی نکاح تھا حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے بھی کوئی اور شادی نہیں کی اور حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے بھی۔

آپ ﷺ کے والدین کی ایک جگہ قبریں:

آپ ﷺ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی پیدائش سے پہلے ہی وفات پا گئے۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ بسلسلہ تجارت مدینہ طیبہ گئے ہوئے تھے وہاں ہی راستے میں بیمار ہو گئے اور بنی نجار کے پاس ٹھہر گئے اور آپ ﷺ کی وہاں ہی وفات ہو گئی اور مقام ابواء میں مدفون ہوئے۔ ابواء مدینہ کے قریب ایک مقام کا نام ہے۔

(از: مدارج النبوۃ ص ۲۲، ج ۲)

جب نبی کریم ﷺ کی عمر چھ سال ہوئی تو آپ ﷺ کی والدہ آپ ﷺ کو لے کر بنی عدی بن النجار کے قبیلے میں آئیں۔ غرض یہ تھی کہ آپ ﷺ کی ملاقات آپ ﷺ کے ماموؤں سے کرائیں تو وہاں سے واپسی پر مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام ابواء

پہ انتقال فرما گئیں۔

اسی طرح ایک مشہور قول کے مطابق آپ ﷺ کے والد گرامی اور والدہ ماجدہ دونوں مقام ابواء میں مدفون ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ مدینہ طیبہ میں مقام نابغہ میں مدفون ہیں (واللہ اعلم بالصواب) لیکن غالب خیال کچھ ایسے آتا ہے کہ کئی سال پہلے اخبار میں ذکر تھا کہ نبی کریم ﷺ کے والد گرامی کا جسم اطہر مقام ابواء میں صحیح سلامت ہے کسی کھدائی کے دوران یہ پتہ چلا۔ خیال رہے کہ ابن ہشام نے کہا عبدالمطلب بن ہاشم کی والدہ سلمیٰ بنت عمرو نجار قبیلہ سے تھیں اس لئے اصل میں بنی نجار حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی ننھیال تھی اور نبی کریم ﷺ کے ننھیال بھی کہہ دیئے جاتے ہیں ورنہ حضرت آمنہ نجاریہ نہیں تھیں۔ (واللہ اعلم بالصواب) (از ابن ہشام ج ا ص ۱۸۹)

حضور ﷺ کے چچا:

آپ ﷺ کے بارہ چچا تھے اور تیرھویں ان کے بھائی آپ ﷺ کے والد حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ تھے۔ حضرت عبدالمطلب کے تیرہ بیٹوں کے نام یہ ہیں۔

عبداللہ (حضور ﷺ کے والد گرامی) حارث. ابو طالب، ان کا نام عبد مناف، زبیر، ان کی کنیت ابو الحارث، حمزہ ان کی کنیت ابو عمارہ اور ابو یعلی ہے. ابولہب اس کا نام عبدالعزیٰ، غیداق مقوم، ضرار، عباس، قثم، عبدالکعبہ، حجل اس کا نام مغیرہ تھا۔

صرف دو چچاؤں نے اسلام قبول کیا:

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جن کی کنیت ابو عمارہ اور ابو یعلی ہے انہوں نے اسلام قبول کیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

خیر اعمامی حمزۃ — میرے چچاؤں میں بہتر حمزہ ہیں۔

بدر میں شریک تھے اور احد میں ہی وحشی نے آپ رضی اللہ عنہ کو شہید کر دیا آپ رضی اللہ عنہ کی عمر انسٹھ سال تھی۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی کنیت ابو الفضل تھی آپ ﷺ نبی ﷺ سے صرف دو یا

تین سال بڑے تھے۔ قریش کے رئیس شمار ہوتے تھے انہوں نے اسلام قبول کرلیا تھا ان کے اسلام لانے کے بعد نبی کریم ﷺ ان کی بہت تعظیم فرماتے تھے آپ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

العباس عمی و صنوابی من اذاہ اذانی

عباس میرے چچا ہیں میرے باپ کی مثل ہیں جس نے انہیں تکلیف پہنچائی اس نے مجھے تکلیف پہنچائی۔

تینتیس (۳۳) ہجری میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے دوران اٹھاسی سال کی عمر میں وصال ہوا البقیع میں دفن ہوئے حضور ﷺ کے سب سے چھوٹے چچا ہی تھے سب سے بڑا حارث تھا۔ (انوار محمدیہ ص ۱۵۹)

نبی کریم ﷺ کی پھوپیاں:

آپ ﷺ کی چھ پھوپیاں تھیں۔ عاتکہ، امیمہ، بیضا، ان کی کنیت ام حکیم، برہ، صفیہ، اروی، صفیہ جو زبیر رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں ان کا اسلام لانا بالاتفاق ثابت ہے یہ غزوہ خندق میں شریک تھیں انہوں نے ایک یہودی کو بھی قتل کر دیا تھا بیس ہجری میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں تہتر سال کی عمر میں آپ ﷺ نے وفات پائی اور بقیع میں دفن ہوئیں عاتکہ اور اردی کے اسلام میں اختلاف ہے بعض کے نزدیک انہوں نے اسلام قبول کیا۔

نبی کریم ﷺ کی دادیاں:

حضرت عبداللہ کی والدہ فاطمہ بنت عمرو مخزومیہ اور حضرت عبدالمطلب کی والدہ سلمٰی بنت عمرو نجاریہ حضرت ہاشم کی والدہ عاتکہ بنت مرہ سلیمیہ۔ عبد مناف کی والدہ عاتکہ بنت فالج سلیمیہ۔ قصی کی والدہ فاطمہ بنت سعد ازدیہ۔ کلاب کی والدہ نعم بنت سریر کنانیہ، مرہ کی والدہ وخشیہ بنت شیبان فہمیہ۔ کعب کی والدہ سلمٰی بنت محارب فہمیہ۔ لوی کی والدہ وخشیہ بنت مدلج کنانیہ، غالب کی والدہ سلمٰی بنت سعد ہزلیہ، فہر کی والدہ جندلہ بنت حارث جرھمیہ، مالک

کی والدہ ہند بنت عدوان قیسیہ، نضر کی والدہ برہ بنت مرہ مریہ۔

نبی کریم ﷺ کی نانیاں:

آپ ﷺ کی والدہ آمنہ بنت وہب زہریہ رضی اللہ عنہا کی والدہ برہ بنت عبدالعزیٰ، رضی اللہ عنہا حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے باپ وہب کی والدہ عاتکہ بنت اوقص سلیمیہ رضی اللہ عنہا، حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ام حبیبہ یا ام حبیب بنت اسد، ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کی والدہ برہ بنت عوف رضی اللہ عنہا، یہ تینوں قریشیہ ہیں اس برہ یعنی ام حبیب کی والدہ کی والدہ قلابہ بنت الحارث ھزلیہ، قلابہ رضی اللہ عنہا کی والدہ ھند بنت یربوع ثقفیہ رضی اللہ عنہا۔

رضاعی والدہ:

آپ ﷺ کو حضرت حلیمہ بنت ابی ذؤیب سعدیہ ھوازنیہ نے دودھ پلایا اور جب رضاعت یعنی دودھ پلانے کی خدمت ختم ہوئی تو آپ ﷺ کو واپس اپنی والدہ کے پاس لایا گیا۔

حنین کے دن جب یہ نبی کریم ﷺ کے پاس آئیں تو آپ ﷺ ان کے لئے کھڑے ہو گئے اور اپنی چادر بچھا دی جس پر یہ بیٹھیں۔

ثوبیہ (ثاء پر پیش واؤ پر زبر) جو ابولہب لونڈی تھیں نے بھی آپ ﷺ کو دودھ پلایا یہ وہی ثوبیہ ہے جس نے ابولہب کو جا کر بتایا کہ تمہارے بھائی عبداللہ کے بیٹا ہوا ہے تو اس نے خوشی سے اپنی انگلی سے اشارہ کیا کہ جا تو آزاد ہے اور میرے بھتیجے کو دودھ پلا۔ ابولہب کو موت کے بعد خواب میں دیکھا گیا اس کا حال پوچھا گیا تو اس نے کہا کہ سخت عذاب میں مبتلا ہوں البتہ پیر کے دن عذاب سے راحت ہوتی ہے کہ محمد ﷺ کی پیدائش پر ثوبیہ کو آزاد کیا تھا۔

سبحان اللہ کافر کو عذاب سے تخفیف حاصل ہو جب کہ اس نے نبی کریم ﷺ کی ولادت پر صرف بھتیجا سمجھ کر خوشی کا اظہار کیا ہو تو یقیناً مسلمان کو بلند مقام حاصل ہو گا جس نے محمد ﷺ کو نبی مان کر سید الکائنات افضل الانبیاء سمجھ کر خوشی کا اظہار کیا۔

پرورش کرنے والی:

ام ایمن نے حضور ﷺ کی پرورش کی آپ فرمایا کرتے تھے:

ام ایمن امی بعد امی — میری ماں کے بعد میری ماں ام ایمن ہے۔

شیماء بنت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے بھی اپنی ماں کے ساتھ مل کر نبی کریم ﷺ کی پرورش کی۔

آپ ﷺ کے رضاعی بہن بھائی:

حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ (جو آپ ﷺ کے چچا ہیں) اور ابوسلمہ بن عبدالاسد حضور ﷺ کے رضاعی بھائی ہیں ان کو بھی ثوبیہ رضی اللہ عنہا نے دودھ پلایا۔ ان دونوں کو اور حضور ﷺ کو اس نے اپنے بیٹے مروح کے ساتھ دودھ پلایا ہے ابوسفیان بنت حارث بن عبدالمطلب جو آپ ﷺ کے چچازاد بھائی ہیں اور رضاعی بھائی بھی کیونکہ ان کو بھی حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا نے دودھ پلایا ہے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ بھی آپ ﷺ کے رضاعی بھائی ہیں کیونکہ یہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے بیٹے ہیں۔

آسیہ اور حذافہ آپ ﷺ کی رضاعی بہنیں ہیں کیونکہ یہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کی بیٹیاں ہیں خیال رہے کہ حذافہ کا مشہور اور عرفی نام شیماء تھا ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ کے لشکر نے بنی ھوازن پر حملہ کیا تو قیدیوں میں یہ شیماء بھی آ گئیں انہوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بتایا کہ میں تمہارے نبی کریم ﷺ کی (رضاعی) بہن ہوں۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان کو آپ ﷺ کے پاس لائے تو انہوں نے کہا:

یا محمد انا اختك — اے محمد ﷺ! میں تمہاری بہن ہوں۔

حضور ﷺ نے انہیں مرحبا کہا اور ان کے لئے ایک چادر بچھائی اور انہیں چادر کے اوپر بٹھایا۔ حضور اکرم ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے آپ ﷺ نے فرمایا "اگر تم میرے پاس رہنا چاہتی ہو تو تمہیں عزت و تکریم سے رکھا جائے گا اور اگر تم اپنی قوم کی

طرف واپس لوٹنا چاہتی ہو تو تمہیں وہاں پہنچا دیا جائے گا انہوں نے کہا کہ میں اپنی قوم کے پاس واپس لوٹنا چاہتی ہوں انہوں نے اسی وقت اسلام قبول کیا ان کو حضور ﷺ نے ہدایا عطا فرما کر عزت وتکریم سے ان کی قوم کی طرف واپس لوٹا دیا۔

فائدہ:

نبی کریم ﷺ نے پچیس سال کی عمر میں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے شادی کی جب کہ ان کی عمر چالیس سال کی تھی۔حضور ﷺ نے چالیس سال کی عمر میں اعلان نبوت فرمایا اعلان نبوت کے بعد تیرہ سال مکہ میں اور دس سال مدینہ طیبہ میں گزارے اور تریسٹھ سال کی عمر میں وصال فرمایا۔

آپ ﷺ کی ازواج مطہرات:

حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ عنہا بنت خویلد، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بنت ابوبکر رضی اللہ عنہ، حضرت حفصہ بنت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا بنت ابوسفیان (حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی بہن)، حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا بنت ابی امیہ اور حضرت سودہ رضی اللہ عنہا بنت زمعہ۔ یہ چھ ازواج مطہرات تمام قریشیہ ہیں۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت جحش جو اسد بن خزیمہ کے قبیلے سے تھیں، حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا بنت الحارث ھلالیہ رضی اللہ عنہا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا بنت خزیمہ ھلالیہ جن کا لقب ام المساکین تھا، حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا بنت حارث مصطلقیہ یہ تمام عربیہ ہیں اور ایک زوجہ مطہرہ غیر عربیہ ہیں جو بنی نضیر کے سردار حیی کی بیٹی ہیں یہ قبیلہ بنی اسرائیل سے ہیں جن کا نام حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا ہے۔

ان تمام ازواج مطہرات سے دو کا وصال آپ ﷺ کی ظاہری حیات میں ہو گیا تھا۔ ایک حضرت خدیجہ بنت خویلد رضی اللہ عنہا اور دوسری حضرت زینب رضی اللہ عنہا جن کا لقب اُم المساکین ہے۔

نبی کریم ﷺ کے وصال کے وقت نو ازواج مطہرات ظاہری حیات میں موجود تھیں۔ ازواج مطہرات کے مختصر حالات، میں نے اپنی کتاب اسلام میں عورت کا مقام میں تحریر کئے ہیں وہاں دیکھے جائیں یا مدارج النبوت میں دیکھے جائیں جو شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف ہے۔

آپ ﷺ کی اولاد مطہرہ:

آپ ﷺ کی چار بیٹیاں ہیں۔ زینب، رقیہ، ام کلثوم اور فاطمہ رضی اللہ عنہن۔ میں نے اپنی کتاب اسلام میں عورت کا مقام میں چار بیٹیوں کا ثبوت شیعہ کی کتب سے پیش کیا ہے اور تمام کے مختصر حالات بھی تحریر کئے ہیں۔

آپ ﷺ کے تین بیٹے تھے قاسم، ابراہیم اور عبداللہ۔ خیال رہے کہ طیب، مطیب، طاہر اور مطہر انہی کے القاب تھے یہ کوئی علیحدہ بیٹے نہیں تھے۔ قاسم کی ولادت اعلان نبوت سے پہلے ہے یہ کوئی دو سال کی عمر کو بھی نہیں پہنچے تھے کہ فوت ہو گئے اور ان کے نام سے آپ ﷺ کی کنیت ابو القاسم ﷺ ہے۔

حضرت زینب رضی اللہ عنہا آپ ﷺ کی بڑی بیٹی ہیں ان کی ولادت جب ہوئی اس وقت آپ ﷺ کی عمر شریف تیس سال تھی ان کا نکاح ان کی خالہ کے بیٹے ابو العاص لقیط بن ربیع سے ہوا انہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات ہجرت کے آٹھویں سال ہوئی ان کا ایک بیٹا تھا جس کا نام علی تھا وہ بچپن میں فوت ہو گیا تھا یہ بچہ نبی کریم ﷺ کے پیچھے ایک اونٹنی پر سوار تھا اس سے گر کر فوت ہو گیا تھا۔

ان کی ایک بیٹی تھی جس کا نام امامہ تھا یہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی جب ولادت ہوئی تو حضور ﷺ کی عمر شریف اس وقت تینتیس سال تھی۔ یہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آئیں انہوں نے دو ہجرتیں کیں یعنی پہلے حبشہ اور پھر مدینہ طیبہ کی طرف ہجرت کی جب نبی کریم ﷺ بدر میں تھے تو ان کا وصال ہو گیا۔

حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا جب نبی کریم ﷺ کو پتہ چلا تو آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا میں تمہاری بہتر رہنمائی نہ کروں؟ تم اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا کا نکاح میرے ساتھ کرلو اور میں اپنی بیٹی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا نکاح عثمان (رضی اللہ عنہ) سے کر دیتا ہوں۔

اس طرح حضرت حفصہ بنت عمر رضی اللہ عنہا کو نبی کریم ﷺ کی زوجہ ہونے کا شرف حاصل ہوگیا اور اُم کلثوم بنت النبی ﷺ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں آ گئیں۔ ان کا نکاح ۳ ہجری میں ہوا اور وفات ۹ ہجری میں ہوئی۔ حضور ﷺ ان کی قبر مبارک کے پاس بیٹھے ہوئے تھے اور شدت غم کی وجہ سے آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی ولادت ہوئی جب کہ حضور ﷺ کی عمر شریف اکتالیس برس تھی۔ آپ رضی اللہ عنہا کا لقب بتول ہے۔ ان کا نکاح اللہ کی طرف سے بذریعہ وحی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ہوا اس وقت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی عمر شریف پندرہ سال ساڑھے پانچ ماہ تھی اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی عمر اکیس سال پانچ ماہ تھی۔

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے تین بیٹے حضرت حسن، حضرت حسین، حضرت محسن رضی اللہ عنہم ہوئے۔ محسن بچپن میں فوت ہو گئے۔ آپ رضی اللہ عنہا کی دو بیٹیاں تھیں زینب اور ام کلثوم رضی اللہ عنہن۔ نبی کریم ﷺ کی اولاد کا سلسلہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ہی چل رہا ہے یعنی حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما سے سلسلہ اولاد قائم ہے کیونکہ باقی کسی بیٹی کی اولاد کا سلسلہ آگے نہیں چل سکا۔ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی اولاد کا ذکر ہو چکا ہے اور حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی کوئی اولاد نہیں تھی یا بعض روایات کے مطابق دو بچے پیدا ہوئے لیکن بچپن میں فوت ہو گئے اور حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا کا ایک حمل ساقط ہوگیا تھا اور ایک بچہ پیدا ہوا لیکن وہ بھی دو سال کی عمر میں فوت ہوگیا۔ (از انوار محمدیہ ص ۱۴۵ مدارج النبوت ج ۲ ص ۷۸۹)

حضرت عبداللہ ابن النبی بچپن میں مکہ ہی میں فوت ہو گئے تھے ان کی پیدائش اعلان نبوت سے پہلے ہوئی یا بعد میں اس میں مختلف اقوال ہیں ان ہی کے طیب و طاہر لقب ہیں۔

تنبیہہ:

حضور اکرم ﷺ کی تمام اولاد حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے ہے کسی اور زوجہ مطہرہ سے آپ ﷺ کی کوئی اولاد نہیں ہے حضرت ابراہیم ابن النبی ﷺ آپ کی غلامہ (لونڈی) ماریہ قبطیہ سے ہیں۔ان کی پیدائش ذی الحجہ ۸ ہجری میں ہوئی آپ ﷺ کی پیدائش کے ساتویں دن حضور ﷺ نے دو دنبے بطور عقیقہ ذبح فرمائے۔ابو ھند نے آپ رضی اللہ عنہ کے بال تراشے۔حضور ﷺ نے اسی دن آپ کا نام اپنے دادا کے نام پر ابراہیم رکھا اور بالوں کی مقدار چاندی صدقہ کی بال زمین میں دفن کر دیئے۔ابراہیم مدینہ طیبہ کے اطراف میں ایک لوہار کی زوجہ کے زیر پرورش تھے۔حضور ﷺ اپنے بیٹے کو ملنے جاتے تھے ساتھ بعض اصحاب بھی موجود ہوتے۔آپ بچے سے پیار و محبت کر کے واپس آ جاتے۔ستر یا اس سے کچھ زیادہ دن زندہ رہنے کے بعد فوت ہو گئے۔بقیع میں دفن ہوئے ان کی قبر پر پانی چھڑکا گیا اور ایک پتھر بطور نشان لگایا گیا آپ کی وفات پر حضور ﷺ فرما رہے تھے:

انا بك یا ابراهیم لمحزونون تبکی العین و یحزن القلب

"اے ابراہیم! ہم تمہاری موت پر غمزدہ ہیں آنکھیں آنسو بہا رہی ہیں آنکھیں رو رہی ہیں اور دل غمناک ہے۔" (از انوار محمدیہ ص ۱۴۸)



میلادِ النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔۔۔۔۔۔۔۔

سوالات کے آئینے میں

انتخاب: محمد عمران عنصر

☆ کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق (ولادت) کا تذکرہ تفصیل کے ساتھ قرآن میں بیان نہیں کیا ہے؟ (سورۃ البقرہ/ آیت ۳۰ تا ۳۹ و سورۃ الحجر آیت نمبر ۲۶ سے ۳۵ تک)

☆ کیا حضور ﷺ نے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کے دن جو جمعۃ المبارک کو ہوئی سب سے افضل دن قرار نہیں دیا؟ (مسلم شریف، کتاب الجمعہ، حدیث: ۳۔ ۱۸۷۲)

☆ کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت (میلاد) کی پوری تفصیل قرآن میں بیان نہیں فرمائی۔ (سورۃ الانعام، آیت نمبر ۷۴ سے ۸۳ تک)

☆ کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت (میلاد) کی پوری تفصیل قرآن میں بیان نہیں فرمائی؟ (سورۃ القصص، آیت نمبر ۷ تا ۱۴)

☆ کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کے میلاد (ولادت) کا قصہ قرآن میں بیان نہیں فرمایا؟ (سورۃ مریم، آیت نمبر ۱ تا ۱۵) (سورۃ آل عمران، آیت: ۲۸ تا ۵۰)

☆ کیا اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کی ولادت (میلاد) کا تذکرہ بیان نہیں کیا ہے؟ (سورہ آل عمران، آیت: ۳۴ تا ۳۷)

☆ کیا اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی آمد (ولادت) کا تذکرہ تمام انبیاء کو جمع فرما کر نہیں فرمایا اور ان سے ایمان لانے اور مدد کرنے کا پکا وعدہ نہیں کیا؟

(سورۃ آل عمران، آیت: ۸۱، پارہ: ۳)

☆ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضور ﷺ کی آمد (میلاد) کی خوشخبری اپنی امت کو بحوالہ قرآن مجید نہیں دی؟ (سورۃ الصف، آیت ۶)

☆ کیا اللہ تعالیٰ نے جلیل القدر انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر کرنے کا حکم قرآن میں نہیں دیا ہے؟ (سورۃ ص، آیات نمبر ۱۷، ۴۱، ۴۵ و سورۃ مریم آیت نمبر ۱۶، ۵۴، ۵۶)

☆ احادیث اور سیرت کی کتابوں میں حضور ﷺ کے میلاد کے بارے میں محدثین اور روایات نقل کی گئی ہیں، کیا وہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان نہیں کیں؟ (بخاری شریف، مسلم شریف، ترمذی و نسائی شریف، ابن ماجہ و ابو داؤد شریف، مصنف عبدالرزاق و مشکوٰۃ، علاوہ کتب احادیث و سیرت)

☆ علماء حق اگر قرآن اور احادیث کے حوالے سے حضور ﷺ کا میلاد بیان کریں تو اعتراض کیوں؟ کیا اللہ تعالیٰ نے فضل اور رحمت ملنے پر خوشی منانے کا حکم نہیں دیا؟ (سورۃ یونس، آیت نمبر ۵۸)

☆ اور اللہ تعالیٰ نے احسان اور نعمتوں کا ذکر کرنے کا حکم نہیں دیا؟ (سورۃ آل عمران، آیت: ۱۰۳، سورۃ الاعراف، آیت ۶۹ و سورۃ الضحیٰ آیت: ۱۱، اور سورۃ المائدہ آیت: ۷)

☆ کیا ہمارے نبی پاک ﷺ نے ہر پیر کو روزہ رکھ کر اپنا یوم میلاد نہیں منایا؟ کیا حضور ﷺ نے اپنا یوم وفات بھی منایا؟ (مسلم شریف، جلد اول، کتاب الصیام حدیث نمبر: ۲۶۴۶، مسند امام احمد و ذخائر محمدیہ از ڈاکٹر محمد علوی مالکی مکۃ المکرمہ ۲۱)

☆ کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ ﷺ کے میلاد کے واقعات بیان نہیں کیے؟ اگر نہیں تو پھر ہم تک کیسے یہ روایات پہنچیں؟ (بحوالہ کتب احادیث و سیرت و تاریخ بے شمار حوالہ جات) کیا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہر مجلس محفل میلاد نہ تھی؟

☆ کیا منکرین کے پاس عید میلاد النبی ﷺ منانے کی ممانعت کے لئے کوئی حدیث موجود ہے؟

☆ محفل میلاد میں حضور ﷺ کے اوصاف حمیدہ اور عظمت بیان کی جاتی ہے اگر یہ بیان کرنا بدعت ہے تو اسلام کس کو کہتے ہیں؟

☆ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کسی مومن کے شہید ہو جانے پر اسے مردہ کہنے سے منع کیا

☆ جس نبی کا ذکر خود خدا بلند کرے کیا کوئی مسلمان ذکر کرے تو مشرک ہو جائے گا یا روکے تو مسلمان رہ جائے گا؟ (سورۃ الم نشرح، پارہ: ۳۰)

☆ کیا حضور ﷺ نے نہیں فرمایا کہ مجھے اپنی امت کے شرک میں مبتلا ہونے کا کوئی ڈر نہیں ہے؟ (بخاری شریف، کتاب المناقب، مسلم شریف کتاب الفضائل و مسند احمد بن حنبل ۴/ ۱۵۳)

☆ کیا آپ ﷺ نے نہیں فرمایا کہ میری امت میں ایک گروہ وہ آیات جو کفار کے لئے اتریں، انہیں مسلمانوں پر لاگو کرے گا اور شرک کے فتوے لگائے گا؟

(بخاری شریف جلد ۳ حدیث نمبر: ۱۰۳۲، مسلم شریف، حدیث نمبر: ۲۳۶۵، ۲۳۴۶)

☆ کیا حضور ﷺ نے خارجیوں کے متعلق نہیں فرمایا کہ اے مومنو! تم اپنی نمازوں کو ان کی نمازوں کے سامنے حقیر سمجھو گے اور اپنے روزوں کو ان کے روزوں کے سامنے حقیر سمجھو گے اور اپنا قرآن پڑھنا ان کے قرآن پڑھنے کے سامنے حقیر سمجھو گے مگر وہ ایمان والے نہیں ہوں گے ایمان ان سے ایسے نکل چکا ہوگا جس طرح تیر کمان سے نکل جاتا ہے اور نماز ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گی؟ (بخاری شریف حدیث: ۱۸۲۲، مسلم شریف، حدیث: ۲۳۶۶، ۲۳۶۳)

☆ کیا خارجیوں نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر شرک و کفر کے فتوے نہیں لگائے تھے؟

☆ کیا حضور ﷺ نے خوارج کو جہنمی کتے نہیں فرمایا تھا؟

(ابن ماجہ، جلد: ۱، حدیث: ۹، مشکوٰۃ، باب مرتد فسادیوں کا قتل)

☆ کیا خوارج شفاعت بالوجاہت، حوض کوثر بعد از وصال وسیلے، کرامات اور معجزات کے منکر نہیں تھے؟ (فتاوی حدیثیہ صفحہ نمبر ۱۱۶، شرح فقہ اکبر)

☆ کیا خوارج اپنے سوا سب مسلمانوں کو کافر نہیں کہتے تھے اور بدعات حسنہ کے باعث جو مسلمانوں نے رائج کر لی تھیں انہیں مشرک قرار نہیں دیتے تھے؟

(شرح فقہ اکبر و تاریخ خوارج صفحہ ۱۷۳۔۱۷۸)

حالانکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تراویح کے قیام کو بدعت حسنہ قرار دیا اور اس پر عمل پیرا ہوئے اور فرمایا:

نعمت البدعۃ ھذہ — یہ تو اچھی بدعت ہے۔

(بخاری و مشکوٰۃ شریف باب قیام رمضان)

☆ کیا خوارج نے رسول اللہ ﷺ کی جسمانی معراج کا انکار نہیں کیا ہے؟

(تہذیب العقائد، عقائد نسفی)

☆ کیا خوارج بزرگوں کی تعظیم کو شرک تصور نہیں کرتے ہیں؟

(غنیۃ الطالبین صفحہ ۲۸۱ تا ۲۸۳، مذاہب الاسلام صفحہ ۴۵۶ تا ۵۱۶)

☆ کیا آپ ﷺ کے عقائد خوارج کے عقائد سے ملتے جلتے تو نہیں ہیں؟

☆ ولادت کی خوشی میں جلوس اور محافل کے مخالفین بتائیں کہ انہوں نے کبھی بھی اور کسی بھی نوعیت کے جلوس نہیں نکالے اور کبھی محفلیں منعقد نہیں کیں اگر ایسا کرتے ہیں تو پھر جلوس اور محافل میلاد پر اعتراض کیوں؟

☆ مسلمانوں میں بدعات پر غم کھانے والے بتائیں کہ آج حرم پاک اسی طرح ہے جس طرح کہ حضور ﷺ کے زمانہ اقدس میں تھا۔ کیا حضور ﷺ کے زمانہ اقدس میں غلاف کعبہ تھا؟ زمزم کا مقام ایسے تھا؟ صفا و مروہ کی موجودہ شکلیں تھیں؟ کیا سعی کرنے والی جگہ اسی طرح ہے جس طرح حضور ﷺ کے زمانہ اقدس میں تھی؟ کیا حرم پاک میں حضور ﷺ کے زمانہ اقدس میں سپیکر پر اذان و نماز باجماعت ہوتی تھی اور حرم شریف کے دروازوں کے نام تھے؟ کیا اس طرح کی صفیں اور قالین بچھتے تھے؟ اور اسی طرح دن رات بجلی کی فضول خرچی تھی۔ کیا موجودہ امام کعبہ کی طرح حضور ﷺ کی ریش مبارک چھوٹی چھوٹی تھی؟ کیا مدینہ پاک میں مسجد نبوی ﷺ اسی طرح ہے جس طرح حضور ﷺ کے زمانہ اقدس میں تھی؟ اس کی تفصیل بہت ہے۔

☆ کیا دورِ رسالت ﷺ کے وقت دینی مدارس اسی طرح تھے جس طرح آج ہیں کہ ان کا سلیبس ہوتا تھا اور امتحانات اس طرح ہوا کرتے تھے؟ کیا قرآن موجودہ شکل میں تھا؟ کیا قرآن کے رکوع اور آیتوں کے نمبر اس طرح کے ہوتے تھے اور ان پر زیر زبر، شد لگی ہوئی تھیں۔ قرآن پر اعراب کس دور میں لگے؟ قرآن کس نے جمع کیا اور اس کو کس نے اچھا کام قرار دیا؟ (بخاری شریف، جلد: ۲، کتاب فضائل القرآن) کیا جمعہ کی دوسری اذان حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے دور میں نہیں شروع ہوئی تھی؟ (بخاری شریف، جلد ۱، کتاب الجمعہ) کیا یہ کام ثواب سمجھ کر کیے گئے یا مسلمانوں کو بدعات میں دھکیل دیا گیا؟

☆ کیا دورِ نبوی ﷺ میں سیرت کے جلسے ہوا کرتے تھے؟ کیا صحابہؓ ایک مقام پہ تبلیغ کے لئے سال بعد جمع ہوتے تھے اور ٹولیوں کی شکل میں بستر اٹھا کر تبلیغ کے لئے جایا کرتے تھے اور چلے کاٹتے تھے؟ کیا ختم بخاری شریف ہوا کرتا تھا؟ اگر یہ سب کچھ جائز اور کارِ ثواب سمجھ کر کیے جاتے ہیں تو محافل میلاد پر اعتراض اور فتوے کیوں؟ کیا یہ تعصب، عناد اور دشمنی صرف حضور ﷺ سے نہیں ہے؟

☆ نبی پاک ﷺ کی تعظیم، توقیر، تقدیس، احترام اور آپ کی عظمت و رفعت شان اور محاسن و کمالات کا اعتراف کرنے کی بجائے اور آپ کے محاسن و کمالات، فضائل، مناقب بیان کرنے کی بجائے ان سے روکنے والا کیا مسلمان کہلانے کا حقدار ہے؟

☆ کیا یہ حدیث پاک نہیں "اگر کوئی اسلام میں اچھا طریقہ رائج کرے تو اس کے لئے اجر و ثواب ہے؟ (باب مشکوٰۃ شریف باب العلم، مسلم شریف)

☆ کیا حضور ﷺ نے نہیں فرمایا ہے کہ "جس کام کو مومن اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اچھا ہوتا ہے۔" (مسند امام احمد بحوالہ ذخائر محمدیہ از ڈاکٹر محمد علوی مالکی مکۃ المکرمہ، ص: ۳۱۴)

☆ کیا حضور ﷺ نے نہیں فرمایا کہ میری امت میں مجھ سے زیادہ محبت رکھنے والے وہ لوگ ہوں گے جو میرے وصال کے بعد پیدا ہوں گے۔

(مسلم شریف و مشکوٰۃ شریف، باب ثواب ہذا الامۃ)

☆ کیا حضور ﷺ نے نہیں فرمایا کہ جب تک میں تمہارے نزدیک اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں تم مومن نہیں ہو سکتے۔ (بخاری شریف کتاب الایمان والنذور)

☆ کیا حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ مجھے تم پر اس شخص کا ڈر ہے جو قرآن پڑھے گا جب اس پر قرآن کی رونق آ جائے گی تو مسلمانوں پر شرک کی تہمت لگائے گا اور وہ پڑوسی پر تلوار چلائے گا۔

(تفسیر ابن کثیر، جلد: ۲، مسند امام ابو یعلی موصلی صحیح ابن حبان، جلد ۱، حدیث: ۸۱، ۸۲، کنز العمال، جلد ۳، حدیث ۸۹۸۵)

☆ کیا حضور ﷺ نے عبداللہ لقب حماد کو شراب پینے پر کوڑے مارنے کا حکم دیا تو ایک آدمی نے اس پر لعنت کی تو آپ ﷺ نے انہیں یہ نہیں فرمایا تھا کہ "اس پر لعنت نہ بھیجو یہ اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) سے محبت کرتا ہے؟" (بخاری شریف، کتاب الحدود، ۲۲، ۱۰۰)

☆ کیا آپ ﷺ نے نہیں فرمایا کہ "وہ (خارجی) قرآن پڑھیں گے مگر قرآن ان کے حلق سے نیچے نہیں اترے گا؟"

(بخاری شریف، جلد: ۲، حدیث: ۱۴۸۰، مسلم شریف، کتاب الزکوٰۃ، حدیث: ۲۳۴۹)

☆ کیا حضور ﷺ نے نہیں فرمایا تھا کہ "میری امت کا شرک میں مبتلا ہو جانے کا مجھے ڈر نہیں ہے۔" تو پھر مسلمانوں پر ہی شرک کے فتوے کیوں؟

(بخاری شریف، کتاب المناقب و مسلم شریف، کتاب الفضائل و مسند امام احمد بن حنبل: ۴/۱۵۳)

عید میلاد النبی ﷺ منانے سے روکنے والوں سے ان سوالات کا جواب ضرور لیں۔ یہود و نصاریٰ، ہنود اور منافق تو یہی چاہتے ہیں۔

یہ فاقہ کش کہ موت سے ڈرتا نہیں ذرا روح محمد (ﷺ) اس کے بدن سے نکال دو

خدا در انتظارِ حمدِ ما نیست
محمد ﷺ چشم بر راہِ ثنا نیست
خدا مدح آفرینِ مصطفیٰ ﷺ بس
محمد ﷺ حامدِ حمدِ خدا بس

حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ

خدا ہماری تعریف کے انتظار میں نہیں ہے اور محمد ﷺ ہماری تعریف کے لیے چشم براہ نہیں ہیں بس اللہ تعالیٰ ہی آنحضرت ﷺ کی حقیقی تعریف فرمانے والے ہیں، جبکہ محمد ﷺ ہی صحیح معنی میں حمدِ خداوندی فرمانے والے ہیں

منکرِ میلاد کے ساتھ ایک مکالمہ

مفتی محمد خان قادری

عبداللہ: السلام علیکم!

ابن عبدالوھاب: وعلیکم السلام!

عبداللہ: کیا وجہ ہے آج منہ بسورے بیٹھے ہو خیر تو ہے؟

ابن عبدالوھاب: کیا کریں یار ساری دنیا کے مسلمان آج جشن میلاد منا رہے ہیں اپنے نبی ﷺ کی ولادت پر خوشیاں منا رہے ہیں ہر سو بالکل عید جیسا سماں ہے اسی وجہ سے پریشان بیٹھا ہوں۔

عبداللہ: توبہ کیجئے۔ یہ تو آپ ابلیسی فکر کی پیروی کر رہے ہیں آپ کو شیطانی وسوسے نے گھیر لیا ہے جس کے باعث آپ ایسا سوچ رہے ہیں کیونکہ آج کے مبارک دن ابلیس کے سوا اس دنیا میں سبھی تو خوشیاں رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا ؕ

اے محبوب ﷺ فرما دیجئے کہ جب تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت و فضل ہو تو پس اس پر تم خوشی مناؤ۔

(سورۃ یونس: ۵۸)

جب ہر چھوٹی بڑی نعمت پر خوشی کرنا ایمان کا تقاضا ہے تو رسول اللہ ﷺ تو ہم پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا فضل و رحمت ہیں اس پر مسلمان خوشی کیوں نہیں منا سکتے؟

احادیث مبارکہ میں آتا ہے کہ اس دن شیطان چیخ چیخ کے رویا اور ساری کائنات میں ساری مخلوق نے خوشیاں منائیں، حور و غلمان نے گیت گائے۔ آسمانی تارے سلامی کو جھک گئے، جبریل امین علیہ السلام نے تین جھنڈے لہرا کے خوشی کا اظہار کیا۔ آتش کدہ ایران بجھ گیا، ایوان کسریٰ کے چودہ کنگرے گر گئے، خانہ کعبہ جھوم اٹھا، بت منہ کے بل گر پڑے۔

اس لئے میرے بھائی آپ اپنے آپ کو خوشی منانے والوں میں شامل کرو تاکہ انجام بالخیر ہو اور شیطان کے ہمنوا ہرگز قرار نہ پائے۔

ابن عبدالوھاب: اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب ہم تیسری عید بھی منائیں؟

عبداللہ: میں آپ کو میلاد النبی ﷺ پر خوشی منانے کا کہہ رہا ہوں اس کا درجہ اس قدر ہے کہ

نثار تیری چہل پہل پہ ہزار عیدیں ربیع الاول

آپ یہ بات کیوں نہیں سمجھتے کہ میلاد النبی ﷺ تو وہ ہے جس کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ نے تمام عیدیں اور خوشیاں عطا فرمائیں ہیں رسول اللہ ﷺ نے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے علاوہ اور کئی دنوں کو عید کا نام اور رتبہ عطا فرمایا ہے مثلاً

جمعہ کو عید قرار دیا گویا سال میں تقریباً پچاس عیدیں بن جاتی ہیں اسی طرح آپ ﷺ نے عرفہ کے دن کو بھی عید قرار دیا۔

شیخ محمود نجدی کی تحقیق کے مطابق رسول اللہ ﷺ نے سات ایام کو عید قرار دیا ہے۔(الرد القوی۔ ۳۹)

ابن عبدالوھاب: اچھا! سچ ایسی بات ہے۔ ہمیں تو بالکل بے خبر رکھا گیا ہے مجھے تو آج تک ہمارے کسی عالم نے یہ بتایا ہی نہیں۔ یہ تو اب پتا چل گیا کہ حضور ﷺ نے ان دو عیدوں کے علاوہ بعض دنوں کو بھی خصوصی طور پر عید کا درجہ عطا فرمایا ہے۔

عبداللہ: میں پھر آپ پر واضح کر دوں کہ ہم اس دن کو عید سے کہیں بڑھ کر مانتے ہیں کیونکہ یہ یوم میلاد النبی ﷺ ہے (ولادت نبوی ﷺ کا دن ہے) جو عیدوں سے بڑھ کر عید ہے۔

ابن عبدالوھاب: ہر جمعہ کو عید کہا گیا ہے؟

عبداللہ: بالکل ہر جمعہ کو عید کہا گیا ہے اور پتا ہے اس کی وجہ کیا ہے۔ سنو! اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا تھا اس لئے یہ عید ہے اس دن کو یہ برکت حاصل ہے کہ تخلیق آدم والی ساعت میں جو دعا بھی کی جائے وہ قبول ہوتی ہے۔ یار ذرا سوچو تو سہی کہ سیدنا آدم علیہ السلام کی پیدائش والی گھڑی میں دعا قبول ہوتی ہے تو اس مبارک دن اور پھر اس دن میں اس مبارک گھڑی کی عظمت و شان اور برکت و مقام کا عالم کیا ہوگا

جب حضور ﷺ کی پیدائش ہوئی اور بھائی ابن عبدالوھاب اس کے حوالہ کو ضرور دیکھنا. امت کے بڑے محدث شیخ ابن الحاج کی شہرہ آفاق کتاب المدخل فصل فی المولد دیکھ لینا تاکہ تسلی ہو جائے۔

چلتے چلتے ایک اور بات بھی سن لو یہی وجہ ہے کہ بزرگان دین اس مبارک گھڑی میں اپنی حاجات اپنے رب کے حضور پیش کرتے ہیں مثلاً برکۃ المصطفیٰ فی الھند شیخ محقق حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب "اخبار الاخیار" میں ایک دعا یوں نقل کرتے ہیں کہ:

اے اللہ! میرا کوئی عمل ایسا نہیں جسے آپ کے دربار میں پیش کرنے کے لائق سمجھوں میرے تمام اعمال فسادنیت کا شکار ہیں البتہ مجھ فقیر کا ایک عمل محض آپ ہی کی عنایت سے اس قابل (اور لائق التفات) ہے اور وہ یہ ہے کہ مجلس میلاد کے موقع پر کھڑے ہو کر سلام پڑھتا ہوں اور نہایت ہی عاجزی و انکساری محبت و خلوص کے ساتھ تیرے حبیب پاک ﷺ پر درود و سلام بھیجتا ہوں۔

اے اللہ! وہ کون سا مقام ہے جہاں میلاد پاک سے بڑھ کر تیری طرف سے خیر و برکت کا نزول ہوتا ہے؟ اس لئے اے ارحم الراحمین مجھے پکا یقین ہے کہ میرا یہ عمل کبھی رائیگاں نہیں جائے گا بلکہ یقیناً تیری بارگاہ میں قبول ہوگا اور جو کوئی درود و سلام پڑھے اور اس کے ذریعے سے دعا کرے وہ کبھی مسترد نہیں ہوگی۔ (اخبار الاخیار۔ ۶۲۴)

ابن عبدالوھاب: یہ تو آپ نے بڑی اہم بات بتائی کہ اس مبارک گھڑی میں دعا تو کرنی چاہئے اللہ تعالیٰ قبول کرتا ہے اچھا یہ بتاؤ کہ پھر اس عید کے دن کی نماز کیوں نہیں پڑھی جاتی؟

عبداللہ: آپ کو علم ہے نا کہ حضور ﷺ رحمۃ اللعالمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس موقع پر آپ ﷺ کی برکت کی وجہ سے کوئی نماز لازم نہیں فرمائی اگر لازم فرمائی ہوتی تو یقینا ہم وہ بھی ادا کرتے البتہ ایسے مبارک اوقات میں نوافل پڑھنا، صدقات دینا، قرآن پاک کی تلاوت اور دیگر امور خیر، دارین میں کامیابیوں اور قرب الٰہی کا ذریعہ ہیں، بخاری میں ہے کہ جب

عمل سے محدثین نے یہ مسئلہ اخذ کیا ہے کہ جب بھی کوئی مبارک ساعت آئے تو اس میں صدقات و خیرات میں اضافہ کرنا سنت ہے اس لئے مسلمان اس مبارک موقع پر صدقات و خیرات کا اہتمام کرتے ہیں۔

ابن عبدالوھاب: آپ رمضان کی بات کرتے ہیں میں تو عید میلاد النبی ﷺ کے بارے میں پوچھ رہا ہوں کہ یہ منانے کا حکم بھی ہے؟

عبداللہ: رمضان شریف کی آمد پر جب صدقات و خیرات کا اہتمام سنت ہے تو پھر آمد رسول اللہ ﷺ کے مبارک موقع پر تو بطریق اولیٰ مستحن ہے۔

ابن عبدالوھاب: آپ اس حوالے سے مجھے حضور ﷺ کا کوئی عمل بتائیں؟

عبداللہ: الحمد للہ! یار ابن عبدالوہاب! میں تم کو اس حوالے سے رسول اللہ ﷺ کا عمل بھی بتائے دیتا ہوں غور سے سنو۔ آپ ﷺ اپنے پیدا ہونے کے دن ہمیشہ روزہ رکھتے تھے۔ آپ ﷺ سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

فیه ولدت و فیه انزل علی — اسی دن مجھے پیدا کیا گیا اور اسی دن مجھ پر قرآنی وحی کا آغاز ہوا۔ (مسلم، جلد، کتاب الصیام)

ابن عبدالوھاب: اچھا! اپنی ولادت پر یہ حبیب خدا ﷺ کا خود اپنا عمل ہے سبحان اللہ! آپ ﷺ روزہ رکھا کرتے تھے اللہ اکبر مجھے تو یہ بتایا گیا کہ آپ ﷺ نے روزہ رکھنے کی وجہ یہ بیان کی تھی کہ اس دن میرے اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوتے ہیں۔

عبداللہ: یہ وجہ بھی ہے لیکن حدیث کے الفاظ پر ذرا غور تو کرو حضور ﷺ کے الفاظ:

فیه ولدت — اس دن مجھے پیدا کیا گیا ہے۔

میں اپنی ولادت باسعادت کا ذکر خیر ہے جس سے آپ ﷺ نے تعلیم دی کہ ہر شخص اپنی ولادت کے دن خوشی کا اظہار کر کے اپنے رب کا شکریہ ادا کرے اس لئے امت مسلمہ حضور ﷺ کے یوم ولادت پر مختلف پروگرام تشکیل دے کر اپنے رب کا شکر ادا کرتی

ابن عبدالوھاب: اچھا! مسلمانوں کا یہ عمل میلاد منانا اس لئے ہے؟
عبداللہ: اب آپ کو مسلمانوں کے عمل کا مقام بھی سمجھ آ گیا۔ یاد رکھنا! تمام مسلمانوں کا عمل قرآن وسنت کے خلاف نہیں ہوتا اسی لئے قرآن مجید میں مسلمانوں کے راستہ کی پیروی کا حکم موجود ہے۔

ارشاد الٰہی ہے:

وَمَنْ يُشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ۭ وَسَاۗءَتْ مَصِيْرًا

جو شخص رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرے ہدایت کے واضح ہونے کے بعد اور مسلمانوں کے راستے کے خلاف چلے ہم اس کی رسی ڈھیلی کر دیتے ہیں اور جہنم تک جانے دیتے ہیں۔

ابن عبدالوھاب: اللہ اکبر۔ خدا تجھے جزاء خیر دے تمہارا بہت شکریہ میرے سامنے تو یہ آیت مبارکہ نہیں تھی نہ ہی اس طرف ہماری توجہ گئی اور نہ ہی ہمارے کسی مبلغ نے ہمیں یہ بتلایا یہ تو صاف طور پر اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔
اللہ تعالیٰ ہم سب کو نافرمانی سے بچائے اور مسلمانوں کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔
عبداللہ: یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ میں عام مسلمانوں کے راستے کی بات نہیں کر رہا۔ اگرچہ ان کا بھی بڑا مقام ہے میں تو امت مسلمہ کے محدثین، مفسرین، صوفیاء، صلحاء، اولیاء، آئمہ مجتہدین کی بات کر رہا ہوں، جنہوں نے محافل میلاد صرف منعقد ہی نہیں کیں بلکہ اس کے جواز اور برکات کے حوالے سے مستقل کتابیں لکھی ہیں چند کے نام سنو مثلاً

۱۔ حسن المقصد فی عمل المولد: امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ
۲۔ جزء فی المولد الشریف: امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ
۳۔ المورد الروی فی المولد النبی ﷺ: ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ
۴۔ مولد النبی ﷺ: حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ
۵۔ المورد الھنی فی المولد النبی ﷺ: حافظ عراقی رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ جامع الآثار فی المولد النبی المختار: حافظ ناصر الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ عرف التعریف بالمولد الشریف: امام شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ

۸۔ المیلاد النبوی ﷺ: امام ابن جوزی المتوفی ۵۹۷ھ

۹۔ مورد انصاری فی مولد الہادی: حافظ شمس الدین دمشقی رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۔ الباعث علی الانکار البدع والحوادث: امام ابو شامہ المتوفی ۶۶۵ھ

۱۱۔ التنویر فی مولد السراج المنیر: امام ابو خطاب ابن دحیہ رحمۃ اللہ علیہ

ابن عبدالوحاب: آپ نے رسول اللہ ﷺ کا عمل تو بیان کر دیا کیا صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ نے اس موقع پر خوشی (عید) منائی؟

عبداللہ: افسوس صد افسوس! او بغلول، کیا حضور ﷺ کے مبارک عمل کے بعد بھی کسی اور حوالے کی ضرورت رہ جاتی ہے؟ بلکہ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ انبیاء کا میلاد منانا سنت الٰہیہ ہے۔ آپ ﷺ قرآن کریم کھولیں اور متعدد انبیاء کے میلاد کا تذکرہ پڑھیں مثلاً دو انبیاء کے میلاد کا ذکر میں آپ کو سنا دیتا ہوں۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ولادت کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ پاک قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تو ہم نے ان کی والدہ کو وحی کی کہ ان کو دودھ پلا کر صندوق میں رکھ کر دریا کے حوالے کر دو اور ان کے بارے میں یا اپنے بارے میں ہرگز غم نہ کرو میں ان کو تمہاری گود میں واپس لے آؤں گا اور یہ میرے رسول ہیں۔

جب فرعون کے محلات کے قریب سے وہ صندوق گزرا تو فرعون نے اس صندوق کو پکڑ لیا اور اپنی بیوی سے کہا کہ اس بچے کی اچھی تربیت کرو تاکہ ہم اس سے نفع حاصل کریں۔ مختلف خاندانوں کی دائیوں کو بلایا گیا تاکہ وہ بچے کو دودھ پلائیں مگر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَحَرَّمْنَا عَلَيْهِ الْمَرَاضِعَ مِنْ قَبْلُ ہم نے موسیٰ علیہ السلام پر ان دودھ پلانے والیوں کا دودھ حرام قرار دیا۔

پھر آپ علیہ السلام کی ہمشیرہ نے آپ علیہ السلام کی والدہ کی نشاندہی کی تو انہیں بلوایا گیا

انہوں نے دودھ پلایا تو آپ نے اپنی والدہ کا دودھ پینا شروع کر دیا۔

ابن عبدالوہاب: اچھا اللہ تعالیٰ کے نبی کو ماں کی گود سے ہی حلال حرام کی تمیز ہوتی ہے اور وہ اپنی ماں کو بالکل بچپن ہی میں پہچان لیتے ہیں اللہ کا شکر ہے مجھے یہ بات بھی معلوم ہوئی ہے۔

عبداللہ: او بھائی حیران نہ ہو کن میں ان انبیاء کے سرور و سرتاج اور سید و سردار کی بات سناؤں غور سے سنو اور پھر اپنا ایمان تازہ کرو۔

حضور ﷺ کی رضائی والدہ سیدہ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ آپ میرے دائیں پہلو کا دودھ نوش فرماتے مگر دوسرے پہلو کا دودھ کبھی نہ پیا۔ اس کی حکمت شارحین حدیث نے یہ لکھی ہے کہ آپ نے محسوس فرمالیا تھا کہ میرے دیگر رضائی بھائی بہن بھی دودھ پینے والے ہیں کہیں میں ان کا حق کھانے والوں میں شامل نہ ہو جاؤں۔

ابن عبدالوھاب: آپ نے دو انبیاء کا نام لیا تھا موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ دوسرے کس پیغمبر کا میلاد قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے؟

عبداللہ: ہاں ہاں میں بول رہا تھا، اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا میلاد بیان فرمایا ہے۔ جن کے شکم مادر میں حمل سے لے کر ان کے بچپنے تک کی تفصیلات قرآن نے بیان کی ہیں مثلاً ماں کی گود میں ان کا خطبہ دینا بیان ہوا۔

میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں مجھے نبی بنایا گیا ہے مجھے کتاب دی گئی ہے اور جب تک میں زندہ ہوں دنیا میں نماز پڑھوں اور زکوٰۃ ادا کروں اور اس دن پر سلام ہو جس دن مجھے پیدا کیا گیا ہے اور جس دن میں فوت ہوں گا اور جس دن قیامت میں اٹھایا جاؤں گا۔

(سورہ مریم)

ابن عبدالوھاب: اللہ تیرا شکر ہے ایک اور مسئلہ بھی حل ہو گیا کہ اللہ کا نبی ماں کی گود میں بھی یہ ساری تفصیلات جانتا ہے اور بیان کرتا ہے۔ یااللہ مجھے معاف کر دے میں تو سید الانبیاء اور خاتم المرسلین ﷺ کے متعلق بھی یہ غلط عقیدہ رکھتا تھا کہ خدانخواستہ وہ بھی چالیس سال سے پہلے کچھ نہیں جانتے تھے۔

عبداللہ: پیارے بھائی خدا تجھے ہدایت کا نور عطا فرمائے شکر ہے تم نے روایتی ضد اور ہٹ

دھرمی کے راستے کو اختیار نہ کیا اور شافع محشر ﷺ کی عظمت کو دل سے تسلیم کیا۔

میں تمہیں ایک اصول اور ضابطے کی بات بتاتا ہوں کہ جو جو کمال کسی بھی نبی و رسول میں پایا جاتا ہے وہ سب کے سب ان سے بھی زیادہ کامل و اکمل صورت میں حضور ﷺ کی ذات گرامی میں اللہ تعالیٰ نے جمع فرما دیئے ہیں۔

ابن عبدالوھاب: آپ نے ابھی حضور ﷺ کے بارے میں ایک عمل بیان کیا تھا کہ حضور ﷺ نے اپنے میلاد کے یوم پر روزہ رکھا تھا کیا اس کے علاوہ بھی اپنے میلاد کے حوالے سے حضور ﷺ نے کوئی اور رہنمائی فرمائی ہے۔

عبداللہ: بالکل! خدا تیرا بھلا کرے اللہ تعالیٰ تیرے سینے کو حضور ﷺ کی عظمت و شان قبول کرنے کے لئے مزید کھول دے۔

کتب حدیث اس سے مالا مال ہیں آپ صرف ترمذی شریف کا باب میلاد النبی کا مطالعہ کر لیں جس کے تحت انہوں نے میلاد کے بارے میں آپ ﷺ کے مختلف اقوال جمع کئے ہیں مثلاً ایک صحابی نے آپ ﷺ سے پوچھا تھا کہ آپ کب نبی بنائے گئے؟ تو حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا میں اس وقت بھی نبی تھا جب حضرت آدم علیہ السلام جسم اور روح کے درمیان تھے۔ (سنن ترمذی)

پھر آپ ﷺ نے یہ بھی بیان فرمایا کہ میں بشارت عیسیٰ علیہ السلام اور دعائے ابراہیمی ہوں۔ حضور ﷺ نے اپنے خاندان کی عظمتیں بیان کیں، اپنے بچپن کی شانیں اور عظمتیں بیان فرمائیں۔ حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا کے ہاں قیام کا تذکرہ اور اس زمانے کے واقعات بیان فرمائے۔

ابن عبدالوھاب: میں نے تو یہ سنا تھا کہ مسلمانوں نے میلاد منانے کا عمل عیسائی برادری سے لیا ہے؟

عبداللہ: یار میں نے ابھی آپ کو بتایا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے میلاد کا تذکرہ سنت الٰہیہ ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے میلاد کے تذکرے میں نے قرآن کریم کا حوالہ دے کر آپ کو سنایا ہے۔ اسی طرح احادیث مبارکہ میں رسول اللہ ﷺ کے عمل کا تذکرہ بھی آیا ہے اب میں آپ کو دو ایسی مجالس کا ذکر سناتا ہوں جن میں سے ایک کا ذکر

قرآن میں ہے اور دوسری کا ذکر حدیث شریف میں ہے۔

قرآن مجید میں آیت میثاق کا مطالعہ کرو جس میں اللہ پاک نے بیان فرمایا کہ میں نے ازل میں تمام انبیاء علیہم السلام کو جمع کر کے ان سے عہد لیا تھا کہ جب تم دنیا میں جاؤ اگر تمہاری زندگی میں میرا رسول (محمد ﷺ) آ جائے تو تمہیں ان پر ایمان لاتے ہوئے ان کا معاون بننا ہے۔ اسی آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ عہد ہر نبی سے لیا اور ہر نبی سے فرمایا کہ تم نے اپنی امتوں سے بھی یہ عہد لینا ہے تو حضور ﷺ کی ولادت و آمد کے تذکرے تو ازل سے جاری ہیں اور اس وقت تو عیسائی برادری کا کوئی نام و نشان ہی نہیں تھا۔

ازل کا جو اجتماع اللہ تعالیٰ نے حضور ﷺ کی آمد کے حوالے سے منعقد فرمایا یہ سیدنا آدم علیہ السلام کے لئے منعقدہ اجتماع سے دو حوالوں سے ممتاز تھا ایک تو سیدنا آدم علیہ السلام کی تعظیم کے لئے فرشتوں کو جمع کیا گیا جبکہ اپنے حبیب ﷺ کی عزت و تعظیم کے لئے ارواح انبیاء کو جمع کیا یعنی پہلے اجتماع میں خدا (فرشتے) تھے اور دوسرے میں مخادیم (انبیاء المرسلین کی ارواح) تھے اور دوسرا امتیاز اس اجتماع کا یہ تھا کہ سیدنا آدم علیہ السلام کے لئے منعقدہ اجتماع میں ان کی تعظیم کا منکر ابلیس بھی شامل تھا لیکن اپنے حبیب ﷺ کی عظمت و شان کے جلسہ میں کسی منکر کو شمولیت کی اجازت ہی نہ دی۔

ابن عبدالوھاب: اچھا! آپ حدیث کی بات کر رہے تھے آپ ذرا وہ سنائیے؟

عبداللہ: میری مراد حدیث سے یہ تھی کہ ابتداء اسلام میں مکہ مکرمہ میں صحابہ رضی اللہ عنہم کو جلسہ جلوس کی اجازت نہیں تھی وہاں ذکر رسول کانفرنسوں پر سخت پابندی تھی گویا یوں کہو کہ وہاں "بین" لگا ہوا تھا۔ لیکن جب ہجرت رسول ﷺ ہوئی تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے شہر مدینہ میں سب سے پہلا کام استقبالی جلسہ و جلوس کیا۔

بچے اور بچیاں طلع البدر علینا یا محمد ﷺ یارسول اللہ ﷺ

حضور ﷺ آپ آئے تو دل جگمگائے۔ اور ان جیسے بہت سے نعرے لگائے گئے۔ اور ان ایمان افروز صداؤں سے در و دیوار گونج اٹھے۔ دستوں نے سلامیاں پیش کیں۔ اہل مدینہ نے قسم قسم کے کھیلوں کا مظاہرہ کیا اور خوشی کا اظہار کیا۔

ابن عبدالوھاب: یار یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ یہ واقعہ صحاح ستہ میں ہے؟

عبداللہ: بالکل میرے بھائی یہ تو مسلم شریف میں موجود ہے (حدیث، ۵۳۲۹) دوسری بات یہ ہے کہ آپ اپنے بچوں کی پیدائش پر بھی تو خوشی مناتے ہیں نا اس میں اعتراض کیا ہے؟

ابن عبدالوھاب: اعتراض تو یہ ہے کہ بچوں کی پیدائش پر خوشی منائی نہیں جاتی فطری طور پر انسان خوش ہوتا ہے۔

عبداللہ: لگتا ہے آپ اسلام کی بنیادی معلومات سے بھی واقف نہیں قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ اگر تمہیں رشتہ دار، اولاد، مال، رہائش اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے زیادہ محبوب ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے عذاب کا انتظار کرو۔ (سورہ توبہ)

اور حبیب خدا ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تم کامل مومن بننا چاہتے ہو تو میرے ساتھ اپنی جان، اپنے والدین اور اپنی اولاد وغیرہ سے بھی بڑھ کر محبت کرو۔ ثابت ہوا کہ مسلمان، مسلمان کو تو فطری طور پر بھی ولادت نبوی ﷺ پر خوشی بچوں کی خوشی ولادت وغیرہ کی خوشی سے بھی کہیں بڑھ کر ہونی چاہئے۔ بلکہ بچوں کی خوشی تو اس کے مقابلے میں کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی۔ یہاں میں فاضل اہلحدیث صدیق حسن بھوپالی کا حوالہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ لکھتے ہیں۔

سو جس کو حضرت کے میلاد کا حال سن کر فرحت حاصل نہ ہو اور شکر خدا کا حصول پر اس نعمت کے نہ کرے وہ مسلمان نہیں۔

(الشمامة العنبرية من مولد خير البرية. ۱۲)

اب تمہارا یہ کہنا ہے کہ یہ تو فطرتی خوشی ہے دینی یا مذہبی نہیں یہ بات بھی درست نہیں کیونکہ اسلام نے بچے کی پیدائش پر خوشی کا حکم دے رکھا ہے کیا بچوں کا عقیقہ تمہاری نظر میں نہیں ہے یہ عقیقہ کرنا خوشی کا ایک مہذب اور اعلیٰ انداز ہے۔ اور امت مسلمہ اسی عمل کو ساڑھے چودہ صدیوں سے اپنائے ہوئے ہیں کیونکہ اس عمل مبارک کا اجراء حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین (رضی اللہ عنہما) کا عقیقہ کر کے خود حضور پرنور ﷺ نے فرمایا تھا۔

ابن عبدالوھاب: سنا ہے کہ یہ میلاد کی خوشی میں ابولہب نے لونڈی آزاد کی تھی۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہو جاتا کہ میلاد کی خوشی ابولہبی طریقہ ہے؟

عبداللہ: یار اس واقعہ کی تفصیلات اور مکمل حدود اربعہ سے واقفیت حاصل کریں تو اصل معاملہ آپ کے سامنے آ جائے گا مثلاً

۱۔ یہ واقعہ بخاری شریف میں مذکور ہے جب بخاری کی دیگر روایتوں کو ہر موقع پر ترجیح دی جاتی ہے تو پھر منکرین میلاد اس واقعہ کے پیش کرنے پر اعتراض کیوں کرتے ہیں۔

۲۔ ابولہب نے اللہ کا نبی سمجھ کر خوشی نہیں کی بلکہ خونی رشتہ کے پیش نظر بھتیجا سمجھ کر خوشی منائی۔ بقول شیخ ابن قیم اور صدیق حسن خان بھوپالی کہ اللہ کریم نے اس کے اس عمل کو بھی ضائع نہیں کیا اور اس پر بھی اس کے عذاب میں کمی کر دی۔

۳۔ اُمت کے تمام اہل علم نے اس روایت کے تحت لکھا ہے کہ جب بھتیجا سمجھ کر خوشی کرنے والے کافر کو بھی انعام سے محروم نہیں کیا گیا تو ایک مسلمان اور موحد جو کہ اللہ تعالیٰ کا رسول سمجھ کر خوشی کرتا ہے اس کو محروم کیسے رکھا جائے گا؟

۴۔ یہ محض خواب کا واقعہ نہیں ہے بلکہ یہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بیداری کی حالت میں قول ہے۔

۵۔ یہ صرف ابولہب کا عمل نہیں بلکہ اس پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا اگر بالفرض یہ عمل غلط تھا تو یہ انعام الٰہی کیوں؟ پھر تو اس کے عذاب میں تخفیف کے بجائے عذاب میں اضافہ ہوتا اللہ تعالیٰ کا انعام بتا رہا ہے کہ سرور عالم ﷺ کی ولادت کی خوشی اس کا کتنا پسندیدہ عمل ہے آپ ذرا غور تو کریں میلاد کی خوشی ابولہب نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا ہے۔

ابن عبدالوھاب: آپ کی یہ بات تو ٹھیک ہے کہ ایمان کا تقاضہ ہے کہ حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی منائی جائے کیونکہ میرا دھیان ابولہب کی طرف تو تھا انعام الٰہی کی طرف نہیں تھا لیکن اب مسئلہ یہ ہے کہ ولادت باسعادت کے صحیح تاریخ کا تعین کیوں ہو کیونکہ کئی لوگ کہتے ہیں کہ بارہ ربیع الاول حضور ﷺ کی وفات کا دن تو ہے ولادت کا دن نہیں۔

عبداللہ: اس سلسلہ میں چند باتیں ذہن نشین کرنا ضروری ہیں۔

۱۔ بارہ ربیع الاول ہی ولادت نبوی ﷺ کا دن ہے۔ یہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے ثابت ہے۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں سیدنا عبداللہ ابن عباس اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت بارہ ربیع الاول کو ہوئی، اسی طرح تابعین کا مؤقف بھی یہی ہے۔

۲۔ اسلام میں وفات کے حوالہ سے صرف تین دن اور زیادہ سے زیادہ بیوہ ہونے والی عورت کے لئے چار ماہ دس دن غم کرنے کی اجازت ہے اس سے زیادہ غم اور تعزیت کی اجازت نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جب شیعہ حضرات محرم میں ماتمی جلوس نکالتے ہیں تو آپ ان پر اعتراضات کرتے ہیں رہی ولادت کی خوشی اس کی اجازت اسلام نے ہر سال کرنے کی اجازت دی ہے جیسے سوموار کے دن رسول اللہ ﷺ نے روزہ رکھا۔ نزول قرآن کا جشن، شب قدر کا جشن۔ یاد رہے کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ میری ظاہری حیات بھی تمہارے لئے بہتر ہے اور میرا وصال بھی تمہارے لئے بہتر ہے کیونکہ میں آگے جا کر تمہارے لئے انتظامات کرنے والا ہوں۔

۳۔ پھر آپ ﷺ کا وصال عام لوگوں کی طرح نہیں ہے بلکہ وہ ایک جگہ سے دوسری جگہ اور ایک حال سے دوسرے حال میں منتقل ہونا ہے۔ آپ ﷺ کا فیض تا قیامت جاری و ساری ہے۔ آپ ﷺ کا تعلق امت کے ساتھ قائم دائم ہے۔ آپ ﷺ امت کے اعمال سے آگاہ رہتے ہیں درود و سلام سنتے ہیں، اس کا جواب عطا فرماتے ہیں تو ہمیں ولادت نبوی ﷺ کو ہی نعمت عظمیٰ مانتے ہوئے خوشی کا اظہار کرنا چاہئے۔ نہ کہ صف ماتم بچھا لینی چاہئے۔

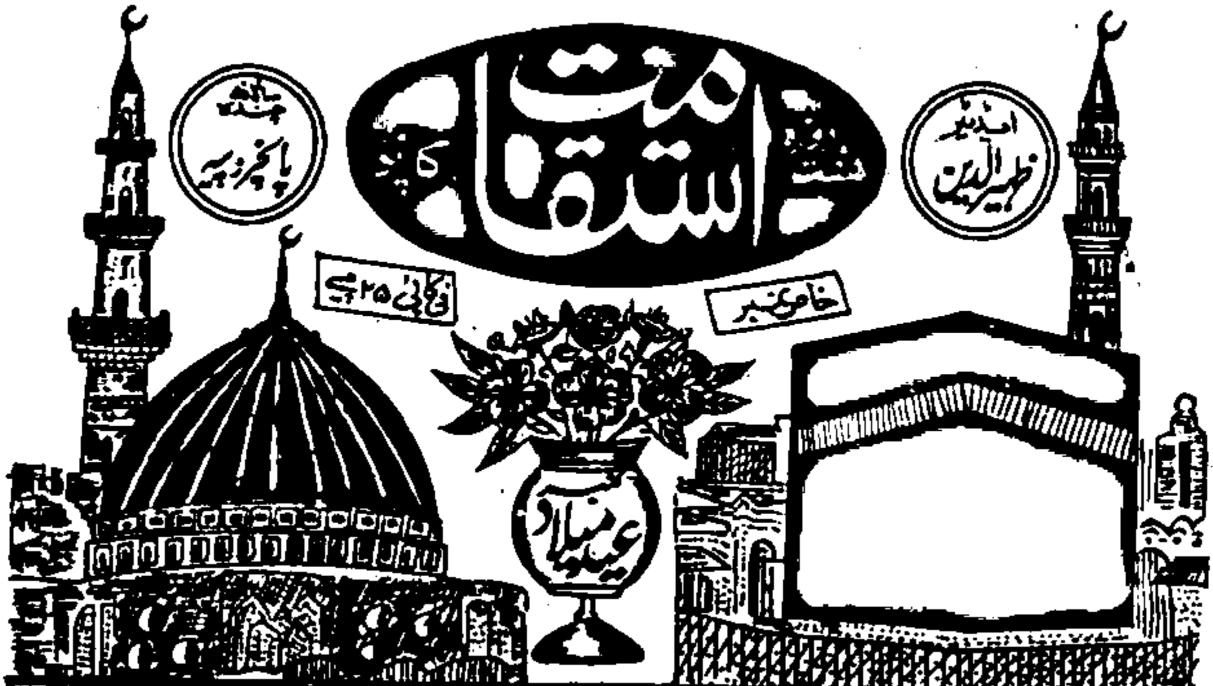
ابن عبدالوھاب: آپ ﷺ نے میلاد شریف کی تمام جزئیات اور بنیادیں قرآن سنت سے سامنے رکھی ہیں۔ میں اس پر بڑا خوش ہوں لیکن مجھے تو یہ بتایا جاتا ہیں کہ یہ کام بدعت ہے اور یہ کرنے والے کو حضور ﷺ حوض کوثر سے بھی محروم رکھیں گے۔

عبداللہ: الحمد للہ! بے شک سب تعریفیں اس ذات پاک کے لئے ہیں جو گمراہی کی ظلمت میں ہدایت کا نور عطا کرنے والا ہے۔ شکر ہے اللہ تعالیٰ نے آپ کو

میلاد کے حوالے سے شرح صدر عطا فرمائی باقی یہ بدعت کی بات۔ بھی سن لیجئے ایک اصولی بات ہمیں پیش نظر رکھنی چاہئے کہ اسلام میں بدعت اس چیز کو کہا جاتا ہے جو اسلام کی روح کے مخالف ہو اور اسلامی تعلیمات سے ٹکرائے یعنی اس کا اسلام کی تعلیمات میں اشارہ وکنایہ سے بھی تذکرہ موجود نہ ہو اس کی اصل نہ ہو اس سے اسلام کا حلیہ بگڑ جائے اور تعلیمات مسخ ہونے کا اندیشہ ہو یعنی ایسی خرافات جن کی وجہ سے انسان اپنے رب اور اس کے محبوب پیغمبر ﷺ سے دور ہو جائے، اب تو خود ہی غور فرماؤ کہ ذکر رسول ﷺ اسلام سے ٹکراؤ پیدا کرتا ہے یا اس کی اصل اور حقیقی بنیاد ہے؟ کیا اس کے ذریعے اسلام کو خطرات لاحق ہو رہے ہیں یا اسلام پھیل رہا ہے؟ کیا اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب خدا ﷺ سے محبت پیدا ہوتی ہے یا کمی آ رہی ہے؟ کیا ساری کائنات اور خصوصاً عالم کفر کے لئے یہ روز سعید اسلام کا پیغام منتقل کرنے اور دعوت و ابلاغ کا ذریعہ نہیں بن گیا؟ اس لئے میرے بھائی ضد اور ہٹ دھرمی کو چھوڑ کر یہ محفل خوب اہتمام سے منعقد کرنی چاہئے البتہ اگر کہیں کوئی خامی یا غلطی نظر آئے تو اس کے ازالہ کی کوشش کرنی چاہئے۔

اور یہ بھی سامنے رہے کہ ہر مکتبہ فکر کے لوگ اپنے اپنے اداروں کے یوم مناتے ہوئے سیمینار، کانفرنس اور اجتماعات کرتے ہیں مثلاً شیخ محمد بن عبدالوہاب کے یوم پیدائش پر ہفتہ منایا جاتا ہے۔ دارالعلوم دیوبند کا صد سالہ جشن سج دھج سے منایا گیا اسے کسی نے بدعت نہیں کہا صرف اس کا دن منانا بدعت ہے جس کے صدقہ اللہ تعالیٰ نے ہر شے ہمیں دی ہے۔

ابن عبدالوھاب: خدا کا شکر ہے میرا بڑا مسئلہ حل ہوا میرے دل سے کدورت مٹ گئی ذہن کشادہ ہو گیا اور میرے دل میں موجود تنگی نے وسعت کو جنم دیا۔ آئندہ میں تو اپنے پیارے محبوب ﷺ کی ولادت باسعادت کی خوشی پورے اہتمام عقیدت و احترام اور تزک و احتشام سے مناؤں گا اللہ تعالیٰ ساری امت کو متحد ہو کر منظم طریقے سے میلاد مصطفیٰ ﷺ کی خوشیاں منانے کی توفیق دے۔



جلد ۳ نمبر ۲۵-۲۶ مشترکہ شمارہ یوم جمعہ ۶ لغایۃ ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۸ لغایۃ ۲۴ جولائی سنہ ۱۹۶۴ء

اِن نلت یا ریح الصبا یوماً الی ارض الحرم ❊ بلّغ سلامی روضۃً فیہا النبی المحترم

خراجِ عقیدت

الصلوٰۃ والسلام علیک یا نبی اللہ — الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ

الصلوٰۃ والسلام علیک یا حبیب اللہ — الصلوٰۃ والسلام علیک یا خیر خلق اللہ

سبز گنبد کے مکین، مالکِ آسمان و زمین، بیکسوں کے کس، بے بسوں کے بس، ٹوٹے دلوں کے سہارے، اللہ تبارک و تعالیٰ کے پیارے، سید المرسلین، خاتم النبیین، شفیع المذنبین، امام المعصومین، رحمۃ للعالمین حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم، آپ کی بارگاہِ فلک پناہ میں آپکا ایک مجبور و معذور، حقیر، فقیر، غلام آپ ہی کے ذکرِ نور اور تذکرہ ظہور سے مزین یہ نذرانہ عقیدت، ہدیہ محبت اور خراجِ عبدیت لے کر حاضر ہوا ہے آقا و مولا تمنا اور آرزو بس اسقدر ہے کہ اسے شرفِ قبولیت عطا ہو جائے اور اس بندۂ بے درم کا نام آپکے دیلیز پر پڑے ہوئے گنہگاروں کی فہرست میں شامل کر لیا جائے

ظہیر الدین قادری



پیش نظر ہے اس رخ پرنور کا جمال
میرے لبوں پہ حسنِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکر ہے

(قمر یزدانی)

شگفتہ شگفتہ

حسن ترتیب

لا تقسروا اولادكم على اخلاقكم
فانهم مخلوقون لزمان غير زمانكم

میلاد ناموں اور مجالس میلاد کے باقاعدہ آغاز کا تعین

پروفیسر ڈاکٹر محمد مظفر عالم جاوید صدیقی

عالم اسلام میں اولین میلاد نامہ کس نے لکھا اور مجالس میلاد کا آغاز کب ہوا؟ اس سلسلہ میں مختلف روایات موجود ہیں۔ میلاد کی اولین کتاب کے بارے میں سید سلیمان ندوی کی رائے ہے کہ "ابن دحیہ (م ۶۳۳ھ) نے التنویر فی مولد السراج المنیر ۶۰۴ھ میں تصنیف کی۔ حالانکہ اس سے بہت پہلے ابو معشر نجم بلخی جعفر بن محمد (م ۲۷۲ھ بمطابق ۸۸۵ء) جو علم تاریخ و سیر میں عموماً اور نجوم میں خصوصاً پیشوا تھا۔ خلیفہ الموفق باللہ کے دربار میں ملازم تھا۔ ابو معشر کئی کتابوں کا مصنف تھا۔ اس کی دو کتابیں موالید کبیر اور موالید صغیر کے نام سے ملتی ہیں۔ ابو معشر کی عمر ایک سو سال سے زیادہ ہوئی۔ اس لحاظ سے کتب میلاد کی تصنیف و تالیف کی باقاعدہ روایت تیسری صدی ہجری سے ملتی ہے۔

میلاد النبی ﷺ کے بیان اور مجالس میلاد کے انعقاد کے بارے میں مولوی محمد اعظم لکھتے ہیں:

"زمانہ صحابہ و خیر القرون میں ذکر میلاد النبی ﷺ اس انداز سے تھا کہ کوئی عالم جب اس کا جی چاہتا یا لوگ اس سے پوچھتے تو کسی مقام یا مجلس میں حسب مناسبت وقت آنحضرت ﷺ کا تولد فرمانا اور ان ایام کے عجائبات وظہور غرائبات و دیگر حالات و معجزات سرور کائنات ﷺ از ابتدا تا انتہا مجملاً یا مفصلاً بحسب مصلحت وقت کہہ سناتا اور سامعین بتوجہ خاطر سنا کرتے اور اپنا ایمان تازہ کرتے۔"

مولوی عبد السمیع نے بھی اس رائے سے اتفاق کرتے ہوئے لکھا ہے،

"یہ میلاد النبی ﷺ کا تذکرہ رواں آسا تو قدیم سے یعنی وقت صحابہ رضی اللہ عنہم سے چلا آتا ہے بلکہ اصل تذکرہ مولد شریف تو رسول اللہ ﷺ کے وقت سے چلا آتا تھا۔ اس ضمن میں "التنویر فی مولد السراج المنیر" میں ہے کہ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ایک دن ایک قوم کے سامنے اپنے گھر میں حضور ﷺ کے واقعات ولادت بیان فرمارہے تھے اور اظہار مسرت کر کے اللہ کا شکر بجالارہے تھے اور آنحضرت ﷺ پر درود وسلام بھیج رہے تھے۔ ناگاہ آنحضرت ﷺ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے فرمایا "تمہارے واسطے میری شفاعت حلال ہوگئی۔" اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرا آنحضرت ﷺ کے ہمراہ حضرت عامر انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کی طرف گذر ہوا۔ ہم نے دیکھا کہ حضرت عامر رضی اللہ عنہ اپنے کنبے والوں اور بیٹوں کو نبی کریم ﷺ کے واقعات ولادت سکھا رہے ہیں اور فرما رہے تھے کہ یہی دن تھا، یہی دن تھا (یعنی پیر کا دن جس میں حضور ﷺ اس عالم دنیا میں جلوہ افروز ہوئے) آپ ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ "بے شک اللہ نے تمہارے واسطے رحمت کے دروازے کھول دیئے اور سب فرشتے تمہارے واسطے بخشش کی دعا مانگتے ہیں اور جو شخص بھی تمہارے جیسا کام کرے گا، نجات پائے گا۔"

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ روز میلاد کھجوریں تقسیم فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ "جو اس دن کو حضور ﷺ کی ولادت کی خوشی میں ایک درہم خرچ کرے گا تو یوں سمجھے کہ اس نے سونے کے پہاڑ سے بھی زائد خرچ کیا اور قیامت کے دن اسے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہوگی۔"

عہد صحابہ کبار رضی اللہ عنہم کے بعد مکہ معظمہ میں خلیفہ ہارون الرشید کی والدہ محترمہ خوران نے ولادت گاہ خیر الانام پر مسجد تعمیر کرادی۔ حج کے لئے آنے والے حجاج کرام ولادت مقدسہ کے مقام کی زیارت کے لئے جاتے اور بصد احترام وعقیدت درود وسلام پڑھتے۔ اس سلسلہ میں ڈاکٹر این۔ میری شمل لکھتی ہیں:

"In the late eight century the house in Macca in which Muhammad had been born was transformed into an oratory by the mother of the caliph Hrun-ur-Rashid, and

pilgrims who came to Macca to perform the hajj visited it in pious awe. It seems that the tendency to celebrate the memory of Muhammad's birthday on a larger ans more festive scale emerged first in Egypt during the Fatmid era (969-1171). This is logical, for the Fatimids claimed to be the prophet's descendants through his daughter Fatima. The Egyptian historian Maqrizi (d.1442) describes one such celebration held in 1122, basing his account on Fatimid sources. It was apparently an occasion in which mainly scholars and the religious establishment participated. They listened to sermons, and sweets, particularly honey, the Prophets favorite, were distributed; the poor received alms.

ڈاکٹر این میری شمل نے مجالس میلاد کے انعقاد اور میلاد کی ابتداء اور فروغ کے بارے میں جو رائے دی ہے اس لحاظ سے یہ سلسلہ چوتھی صدی ہجری سے شروع ہوا ہے۔ امام سخاوی فرماتے ہیں کہ میلاد شریف کا رواج تین صدی بعد ہوا ہے اور اس کے بعد سے تمام ممالک سے مسلمان عید میلاد النبی ﷺ مناتے چلے آ رہے ہیں۔ مروج مجالس میلاد کے انعقاد کے سلسلہ میں سید سلیمان ندوی اپنی رائے دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

"جس نے اس مہینے کو ولادت نبوی ﷺ کی یادگار اور محفل میلاد کا زمانہ بنایا۔ ملک معظم مظفر الدین پہلا شخص ہے جس نے مجلس میلاد قائم کی۔ ابن خلکان نے ملک مظفر شاہ اربل (۵۴۹ھ تا ۶۳۲ھ) کے حال میں لکھا ہے۔ مولود شریف بڑی دھوم دھام اور تزک و احتشام سے منایا کرتا تھا، یہ جنگ صلیبی کا دور تھا۔ اس کے لئے ابن دحیہ (م ۶۳۳ھ) نے ۶۰۴ھ میں کتاب "التنویر فی مولد السراج المنیر" لکھی تھی۔

اس رائے سے اختلاف کرتے ہوئے مولوی عبدالسمیع بیدل رامپوری لکھتے ہیں کہ مجالس مولود کی باقاعدہ ابتداء چھٹی صدی ہجری کے آخر میں ہوئی۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد، علامہ محمد بن علی یوسف دمشقی شامی نے "سیرت شامی" (سبل الهدی والرشاد فی سيرة خير العباد) میں لکھا ہے کہ: سب سے پہلے مولود عمر بن محمد موصلی نے کیا

تھا جو ایک نیک آدمی مشہور تھے اور ان کی پیروی سلطان اربل نے کی۔

سلطان اربل سے بھی پہلے سرکاری مجلس میلاد سب سے پہلے ملک شاہ سلجوقی نے منائی۔ حسن مثنیٰ ندوی لکھتے ہیں: سلطان ملک شاہ سلجوقی نے ۴۸۵ھ میں ایک مجلس مولود دھوم دھام سے بغداد میں منعقد کی۔ اس کا بڑا چرچا ہوا۔ یہ ایک سرکاری اہتمام کی مجلس تھی اس لئے تاریخ کے صفحات میں اس کو جگہ ملی۔ اس سے بعض لوگوں نے یہ سمجھا کہ مجلس مولود اور تذکار رسول مقبول ﷺ کا آغاز یہیں سے ہوا، یہ بڑی غلطی ہے جبکہ مسلمان شروع سے ہی تذکار رسول ﷺ ہی کے دامن کا سہارا لیتے تھے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مجالس میلاد کا رواج عمر بن موصلی اور شاہ اربل سے بہت پہلے موجود تھا اور سلاطین میں اسے سب سے پہلے رواج دینے کا شرف ملک شاہ سلجوقی کو حاصل ہے۔ البتہ ملک مظفر الدین شاہ اربل (م ۱۰۔ رمضان ۶۳۰ھ) ہر سال ربیع الاول میں جس محبت و عقیدت کے ساتھ مجالس میلاد کا اہتمام کرتا تھا۔ اس کے زیر اثر دیگر سلاطین بھی جشن عید میلاد النبی ﷺ منایا کرتے تھے۔ اس لحاظ سے یہ کہا جا سکتا ہے کہ سلطان اربل ابتداً مجالس مولود کو مروج و مقبول بنانے والے ہیں کیونکہ سلطان کو مجالس مولود سے عشق تھا اور تین لاکھ اشرفیاں اس محفل کے خرچ میں صرف کیا کرتا تھا۔

اس کے بعد یہ سلسلہ فروغ پذیر ہوا چنانچہ عربی، فارسی، ترکی، اردو اور علاقائی زبانوں میں سینکڑوں کی تعداد میں مولود شریف پر کتابیں لکھی گئیں، جن میں طویل و مختصر ہر طرح کی تصانیف شامل ہیں۔ ان رسائل مولود کی ترتیب و تدوین کے بارے میں مولوی عبدالسمیع لکھتے ہیں:

"پس اسی طرح وہ روایتیں جو حضرت محمد ﷺ کے حلیہ شریف اور وقائع میلاد و بیان رضاعت وغیرہ کی بابت صحابہ رضی اللہ عنہم میں متفرق منتشر تھیں، ایک وقت آیا کہ دوسری صدی ہجری کے بعد محدثین نے ان کو ایک جگہ جمع کر دیا، وہ رسالے بن گئے۔ پھر سینکڑوں رسائل میلاد تصنیف ہو گئے۔ علامہ سخاوی اور ابن حجر وغیرہ محدثین پر کسی نے شریک ہونا اس خیر میں اور جمع کر دینا اس قسم کی روایات کا الفاظ پاکیزہ اور ترکیب نفیس میں نظماً و نثراً اپنے لئے سرمایہ سعادت سمجھا اور پڑھے جانے لگے۔ وہ رسائل محافل میں، پھر فارسی زبان میں

اور بلاد رومیہ میں ترکی زبان میں اور ہندوستان میں ہندی زبان میں ترجمہ ہو کر پڑھے جانے لگے۔"

چھٹی صدی ہجری میں مجلس میلاد کی مقبولیت کے بارے میں ڈاکٹر شمل لکھتی ہیں:

It seems, that approximately from the twelfth century onwards a new side of Muhammad-veneration became more and more popular atleast we do not yet know how long it was already in use to celebrate the maulid, the birthday of the Prophet, for which poets and mystics composed hearfelt hymns and which was, in some periods, a real popular festival with illiminations of the towns etc. The mauluds which were composed for these occasions, are still existent 122). it is sufficient to mention the most famous example of this kind of poetry in Turkey. Suleyman Celebi's (d.1429) maulud-i-sharif which is still living in the hearts of almost all Turks, and which is recited not only on the birthday of the Prophet on 12 Rabi. I but also as a kind of Soul's Mass at the 40th day after death and at the anniversary of death. There are mauluds all over the Islamic world, and in their simple verses, their loving devotion they belong to the most touching expressions of Islamic religious life.

The maulud-i-sharif by Suleyman Calebi, written in 1409/10, has been translated into English by L.Mc Callum.

ڈاکٹر شمل کے نزدیک شعراء وصوفیاء مجالس میلاد کے لئے مولود نامے موزوں کرنے لگے تھے اور یہ روایت بارہویں صدی عیسوی میں اسلامی مذہبی زندگی میں قوت و تاثر کے اعتبار سے دلوں کی گہرائیوں میں اتر چکی تھی۔ انہوں نے ترکی کے سلیمان چلپی کے مولود شریف کا

بطور خاص ذکر کیا ہے جو آج تک ترکوں کے دلوں پر راج کرتا ہے اور اسے عید میلاد النبی ﷺ کے علاوہ چالیسویں اور سالانہ بری کے عام مواقع پر پڑھا جاتا ہے۔

ج۔ جے۔ سپینسر ٹری منگھم (J. Spencer Trimingham) نے اپنی تصنیف (The Sufi orders in Islam) میں لکھا ہے کہ میلاد ناموں کے خدوخال سیوطی رحمۃ اللہ علیہ کے عہد تک واضح ہو گئے اور ان کی خصوصیات متعین ہو گئیں:

Mawlid recitations in the Arab world had taken their characteristic form in the time of as-Suyuti (1425-1503) and the first, Arabic mawlid (apart from the earlier type of memorial to the Prophet like al-Busiri's Burds and Hamziyya) was Mawlid Sharif an-anam by Abd ar-Rahman Ibn ad-Daiba'az-Zabidi (1461-1547). The popularization of these recitals is comparatively late. not becoming universal untill the end of the eighteenth century, and is espacially characteristic of the nineteenth century orders with their stress upon the presence of the Prophet. Many of these order-founders wrote a mawlid, but the first to achieve renown was that of al-Barzanji (d.1776). It was adopted by the older orders, the Qadiri in particular, and was a feature in their renewed popularity at the end of the eighteenth century. This has ever since been most universally performed maulid, the most of the others being practised only within a particular order circle Nativity recitals of this kind ever became universal in the Muslim world or even the Arabic speaking world. In the Maghrib mawlid celebrations rather take the from of qasida recitals sung in honour of the

On the occasion of the Prophet's nocturnal ascension (on the eve of 27 Rajab) and sometimes on other occasions the mi'raj story is recited in place of the mawlid. This is the legend according to which the Prophet on the night of his miraculous flight to Jerusalem (which has for its point of departure sura xvii.1) on a calestial steed called Buraq, ascended through the seven heavens within a two-bows length distance from the divine throne. The legend plays an important part in the symbolism by which Sufis describe the ascent of the soul, as for example, in Ibn al-Arabis Kitab al-Isra ila'i-muqam al-asra. Some maulid poems, like that of Sulaiman Chelebi, also include the mi'raj. The most popular recitals are on composed by al- Barzanji and Qissat al-mi'raj al-kubra by Najm ad-din al-Ghaiti (d.1576), with the hashiya (marginnalia) of ad-Dardir (d.1786).

یہی مصنف آگے چل کر میلاد ناموں کی متعین ہیئت اور مشترک موضوع کے بارے میں درج ذیل اظہارِ خیال کرتا ہے اور مجلسی تقاضوں کو بھی بیان کرتا ہے۔

The mawlid follows a standard form. After introuctory praises to God and an invocation, the poem begins with a description of an-Nur al-Muhammadi, the eternal principle succession, in which the light manife sted itself from Adam, throgh the Prophets, to the birth of Muhammad. The point in the recital when the Prophet descends is the most solmn part of the recital. At the words Our Prophet was born (wulida nabiyyuna) or equivalent phrase, I all stand to welcome him with the words,

Marhaba, ya Mustafa (Hail to thee, thou Chosen One). or Ya Nabi sallim alaik (O Prophet, God's blessings be on thee). The poem then goes on to trace certain aspects of the Prophet's life, with the stress on the miraculous and his virtues (manaqib). The songs which are interspersed between the various sections follow a liturgical pattern, invocation and response.

In Sulaiman Chelebi's meulid the solemn moment occurs at this point. In Amina's recital; Came a white bird borne upon his wings straightway, And with virtue stroked my back as there I lay.

Then was born the Sultan of Faith that stound, Earth and heaven shone in radious glory drowned. Translated by E.J.W Gibb (op.cit.i-248), who remarks, It is when this couplet has

۳۔ فتح الودودی فی اثبات المولود (مولوی محمد اعظم) حلالی اسٹیم پریس ص:۸

۴۔ انوار ساطعہ (مولوی عبدالسمیع بیدل رامپوری) ہلالی اسٹیم پریس ص:۱۵۹۔۱۶۰

۵۔ التنویر فی مولد السراج المنیر (امام عمر بن حسن محدث اندلسی رحمۃ اللہ علیہ) ص ۵۴۴، ۶۲۳ بحوالہ "الفقیھہ" امرتسر میلاد نمبر جولائی ۱۹۳۲ء مضمون الارشاد الی مباحث المیلاد (مولانا محمد عالم آسی) ص ۱۹۔۲۰

۶۔ سراج منیر (سید غلام حسین) مکتبہ شرکت حنفیہ لاہور ۱۹۸۳ء، ص:۴۶

۷. And Mohammad is his messenger (Anne maric Schimmel) vargurrd Books LTD, Lahore 1987 P. 145

۸۔ محمد رسول اللہ (شیخ محمد رضا) ص:۳۳

۹۔ سیرۃ النبی (سید سلیمان ندوی) جلد ۳ ص:۷۴۶

۱۱۔ تاریخ میلاد (حکیم عبدالشکور مرزا پوری) عمران اکیڈمی لاہور ص:۱۶

۱۲۔ سیارہ ڈائجسٹ لاہور نومبر ۱۹۷۳ء رسول نمبر جلد دوم

۱۳۔ میلاد النبی ﷺ (ابو البرکات بن منشی قادر علی) ص:۱۷

۱۴۔ انوار ساطعہ: عبد السمیع بیدل رامپوری ص:۱۵۳

۱۵. Gabrial's wing by Anne Schimmel Leiden. E.J.Brill: 1963, P. 150 marie.

۱۶. The Sufi orders in Islam J.Spencer Trimingham, Clarendon press oxford, 1971, P. 207-208

۱۷. The Sufi orders in Islam J.Spencer Trimingham, claredom press. oxford, 1971, P.208-209 been reached at the Mevlid meetings that the sherbet and handed arround; these are presented first to the chanter. then to the assembled guests.

مجالس مولود اور مجلس میلاد ناموں کا عام رواج ہو گیا اور کم و بیش تمام اسلامی ممالک میں میلاد ناموں کو فروغ حاصل ہوا اور ساتویں آٹھویں صدی ہجری میں اسلامی ممالک کے بادشاہ بڑے تزک و احتشام سے مجالس میلاد منعقد کرنے لگے۔ اس طرح یہ موضوع صوفیاء کے حلقوں تک محدود رہا اور اس کی مقبولیت عالمگیر حیثیت اختیار کر گئی۔

ابتدائی عربی کتب سیرت سے لے کر دور حاضر تک کی کتب میں آپ ﷺ کی سیرت و سوانح، معجزات و تصرفات اور محامد و فضائل کا بیان موجود ہے۔ میلاد ناموں میں بھی مجلس تقاضوں کو مدنظر رکھ کر آپ ﷺ کی سیرت مبارکہ کے چند مخصوص پہلوؤں نور محمدی ﷺ ولادت مقدسہ، بچپن کے واقعات، معجزات اور فضائل و خصائل کے بیان میں پاکیزہ و متین لب و لہجہ اختیار کیا گیا نیز شفاعت طلبی، حاجت روائی اور استمداد طلبی کے مضامین کا اضافہ ہوا۔

حوالہ جات

۱۔ سیرۃ النبی: سید سلیمان ندوی ج ۳ ص ۷۴۶...... ۲۔ قاموس المشاہیر جلد اول، نظامی بدایونی، نظامی پریس بدایوں ۱۹۲۴ء ص ۵۶/ مآخذات جلد ۲ (سرفراز علی رضوی) انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی ۸۱۔۱۹۰۸ء ص:۱۴۱)

مذاہب عالم میں رحمت عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذکرِ خیر

محمد محبوب الرسول قادری

رحمت عالم ﷺ کا ذکر خیر ایک لازوال حقیقت ہے تخلیق کائنات سے بھی پہلے جب صرف ارواح کو پیدا کیا گیا اس وقت انبیاء کی مقدس روحوں کے بڑے اجتماع میں یہ ذکر خیر شروع ہوا جس پر قرآن حکیم گواہ ہے۔ ارشاد الٰہی ہوتا ہے:

"اور یاد کرو جب اللہ نے پیغمبروں سے ان کا عہد لیا۔ جو تم کو کتاب وحکمت دوں. پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول ﷺ کہ تمہاری کتابوں کی تصدیق فرمائے تو تم ضرور ضرور اس پر ایمان لانا اور ضرور ضرور اس کی مدد کرنا، فرمایا کیوں تم نے اقرار کیا؟ اور اس پر میرا بھاری ذمہ ہے۔ سب نے عرض کی۔ ہم نے اقرار کیا۔ فرمایا تو ایک دوسرے پر گواہ جاؤ اور میں آپ تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔" (آل عمران: ۸۱)

تفسیر طبری میں سیدنا حیدر کرار رضی اللہ عنہ کا قول مبارک اسی آیت کے ذیل میں یوں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت مسیح علیہ السلام تک جتنے پیغمبر گزرے، خدا نے ہر ایک سے سید عالم ﷺ کی نبوت کی تصدیق اور تائید کا پختہ قول وقرار لیا۔ تفسیر خزائن العرفان نے بھی مولا علی مشکل کشا رضی اللہ عنہ کا یہ تفسیری حاشیہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام اور ان کے بعد جس کسی کو نبوت عطا فرمائی ان سے سید الانبیاء محمد مصطفی ﷺ کی نسبت عہد لیا۔ اور ان انبیاء نے اپنی قوموں سے عہد لیا کہ اگر ان کی حیات میں سید عالم ﷺ مبعوث ہوں تو آپ ﷺ پر ایمان لائیں اور آپ ﷺ کی نصرت کریں۔ گویا ثابت ہوا کہ ذکر رسول رحمت ﷺ ہر دور کی ضرورت رہا ہے قرآن حکیم ہی میں دوسری

☆ بانی ومدیر اعلیٰ: سہ ماہی "انوار رضا" جوہر آباد۔ 0321-9429027

جگہ ارشاد الٰہی ہے "اور ہم نے تمہارے لئے تمہارا ذکر بلند کر دیا۔" (الم نشرح: ۴) مفسرین کرام کا کہنا ہے کہ اس آیت مبارکہ نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ ذکر رسول ﷺ اور مقام رسول ﷺ کے حوالے سے ہر آنے والی ساعت ہر گزری ہوئی ساعت سے بہتر ہے اور چونکہ دنیا سے آخرت بہتر ہے اس لئے آخرت میں بھی مصطفی جان رحمت ﷺ سب سے زیادہ خداوند کریم کے محبوب اور قریب ہوں گے۔ قرآن مجید میں پھر ارشاد ہوا "اور یاد کرو جب اللہ نے عہد لیا ان سے جنہیں کتاب عطا ہوئی کہ تم ضرور اسے لوگوں سے بیان کر دینا اور نہ چھپانا۔" (آل عمران: ۱۸۷)

مشہور مفسر قرآن صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی اس آیت کی تفسیر و تشریح میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے علمائے توریت و انجیل پر واجب کیا تھا کہ ان دونوں کتابوں میں سید عالم ﷺ کی نبوت پر دلالت کرنے والے جو دلائل ہیں وہ لوگوں کو خوب اچھی طرح شرح کر کے سمجھا دیں اور ہرگز نہ چھپائیں۔ گویا آمد مصطفی ﷺ سے قبل خدا کی ساری مخلوق ان کی آمد کا شدت سے انتظار کر رہی تھی۔

خدا کی مخلوق منتظر تھی دلوں میں تھا اشتیاق پیدا ازل سے آنکھیں ترس رہی تھیں وہ کنز مخفی دکھائی دیتا

صرف کتب آسمانی ہی نہیں بلکہ تمام مذاہب عالم میں ہمارے حضور ﷺ کا ذکر خیر موجود ہے۔ حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام سے متعلق زبور میں یوں ارشاد موجود ہے۔

"میرا محبوب نورانی گندم گوں، ہزاروں میں سردار ہے۔ اس کا سر ہیرے کا سا چمکدار ہے۔ اس کی زلفیں مسلسل مثل کوے کے کالی ہیں۔ اس کا چہرہ مانند ماہتاب کے، جواں مانند صنوبر کے۔ اس کا گلا نہایت شیریں اور وہ بالکل محمد یعنی تعریف کیا گیا ہے۔ یہ ہے میرا دوست اور میرا محبوب، اے یروشلم بیٹیو" (انتہے ملتقطاً زبور۔ غزل الغزلات، باب ۱۵۔ درس ۱۰ تا ۱۶)

سبحان اللہ! اس ارشاد گرامی پر غور کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ کتنے واضح اور والہانہ انداز میں حضور رسول رحمت ﷺ کے ساتھ محبت کا اظہار کیا گیا ہے۔

حسینوں میں حسیں ایسے کہ محبوب خدا ٹھہرے

مشہور غیر مسلم مورخ ایڈورڈ گبن آپ ﷺ کے حسن کا نہایت مختصر جملے میں یوں

حضرت شعیب علیہ السلام نے ان الفاظ میں اپنی قوم کو رحمت عالم ﷺ کی بشارت سنائی "میں نے دو سواروں کو دیکھا جن کے نور سے زمین روشن ہوگئی ان میں سے ایک خچر پر سوار تھا اور دوسرا اونٹ پر۔ خچر سوار ماہتاب و آفتاب کے حُسن کا مالک تھا اور یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تھے جبکہ شتر سوار (اونٹ والا) آفتاب و ماہتاب کے حُسن کو شرمارہا تھا اور یہ حضرت محمد ﷺ تھے۔"

تورات اور انجیل میں تو رحمت عالم ﷺ کا ذکر خیر متعدد مقامات پر بہت واضح انداز میں موجود ہے اور اس پر قرآن مجید بھی گواہ ہے ارشاد الٰہی ہوتا ہے "جسے لکھا ہوا پائیں گے اپنے پاس تورات اور انجیل میں، وہ انہیں بھلائی کا حکم دے گا۔" (الاعراف: ۱۵۷) یعنی جس پیغمبر کو اپنے پاس لکھا ہوا پاتے ہیں اس پیغمبر سے مراد حضور رسول کریم ﷺ کی ذات گرامی ہے۔ حضرت عطا ابن یسار نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے سید عالم ﷺ کے وہ اوصاف دریافت کئے جو توریت میں مذکور ہیں انہوں نے فرمایا کہ حضور ﷺ کے جو اوصاف قرآن کریم میں آئے ہیں انہی میں سے بعض اوصاف تورات میں مذکور ہیں۔ اس کے بعد انہوں نے پڑھنا شروع کیا۔ اے نبی ہم نے تمہیں بھیجا شاہد و مبشر اور نذیر اور امیوں کا نگہبان بنا کر، تم میرے بندے اور میرے رسول ہو۔ میں نے تمہارا نام متوکل رکھا۔ بدخلق ہو نہ سخت مزاج، نہ بازاروں میں آواز بلند کرنے والے، نہ برائی کو برائی سے دفع کرتے ہو لیکن خطا کاروں کو معاف کرتے ہو اور ان پر احسان فرماتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں نہ اٹھائے گا جب تک کہ تمہاری بدولت غیر منتقیم ملت کو اس طرح راست نہ فرمادے کہ لوگ صدق دل کے ساتھ کلمہ طیب پکارنے لگیں اور تمہاری بدولت اندھی آنکھیں بینا اور بہرے کان شنوا اور پردوں میں لپٹے ہوئے دل کشادہ ہو جائیں۔ اب اس تناظر میں تورات اور انجیل کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کے ایک پادری کے ساتھ یوں گفتگو کرتے نظر آتے ہیں۔ تفسیر ضیاء القرآن میں حضرت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری انجیل برناباس باب ۹۷ ص ۱۱۳ کے حوالے سے رقمطراز ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا:

gave him the name when he has created his soul and placed it in acelestial splendour. God said Wait Mohammad, for the sake, I will to create paradise, the worlds, and a great multitude of Creatures, I Shall send thee into the world. I shall send thee as my messenger of salvation and the word shall be true, in so much that heaven and earth shall fail, but the faith shall never fail. Mohammad is his blessed him.

میحا کا نام تعریف کیا گیا ہے اللہ تعالیٰ نے جب ان کی روح مبارک کو پیدا کیا اور آسمانی آب و تاب میں رکھا تو خود ان کا نام رکھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "اے محمد ﷺ! انتظار کرو میں نے تیری خاطر جنت کو پیدا کیا ہے ساری دنیا کو پیدا کیا ہے اور بے شمار مخلوقات کو پیدا کیا ہے جب میں تجھے دنیا میں بھیجوں گا تو تمہیں نجات دہندہ رسول بنا کر بھیجوں گا۔ تیری بات سچی ہوگی۔ آسمان اور زمین فنا ہو سکتے ہیں لیکن تیرا دین کبھی فنا نہیں ہو سکتا۔ آپ نے کہا کہ "محمد ﷺ" ان کا بابرکت اسم گرامی ہے۔"

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے یہ بات مکمل کی تو ان کے تمام سامعین نے فریاد اور زاری شروع کر دی اور بار بار التجا کرنے لگے۔

O God send us the messenger. O Mohammad come quickly for the salvation of the world.

اے اللہ! اپنے رسول ﷺ کو ہماری طرف بھیج۔ یا رسول اللہ ﷺ! دنیا کی نجات کے لئے جلدی تشریف لے آیئے۔

سبحان اللہ! وہ عظیم رسول ﷺ کہ جس کی بشارتیں انبیاء اور رسول دیتے آئے اور ان کی امتیں اس کے ظہور کی دعائیں کرتی رہیں۔ خداوند قدوس نے محض اپنے فضل و احسان سے ہمیں عطا فرما دیا۔ الحمد للہ سیارہ ڈائجسٹ رسول ﷺ نمبر نے مبشرات عیسیٰ انجیل برنباس ص ۱۳۱ کے حوالے سے لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد تین روز کے لئے دوبارہ روئے زمین پر تشریف لائے تھے اس موقع پر آپ نے اپنے

شاگردوں کو وہی مشن جاری رکھنے کی ہدایت کی جس کے لئے آپ کو بھیجا گیا تھا۔ اس جگہ پھر آپ نے فرمایا کہ مجھ پر چوروں کے درمیان مصلوب ہونے کی بدنامی کا جو داغ لگا ہے اس کو حضور اکرم ﷺ دھو ڈالیں گے۔ یوحنا کی انجیل (۱۶:۷) میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا وہ خطاب موجود ہے جو انہوں نے اپنے حواریوں کے ایک خاص اجتماع سے ارشاد فرمایا۔ "تاہم میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا ہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر میں نہ جاؤں گا تو فارقلیط تمہارے پاس نہ آئے گا۔ اگر میں جاؤں تو میں اسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔" فارقلیط کے معنیٰ "احمد" ہیں۔ ابو داؤد اور مسلم کی روایت میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

انا محمد وانا احمد والحاشر — یعنی میں محمد ﷺ ہوں، میں احمد ہوں، میں حاشر ہوں۔

قرآن مجید نے ارشاد فرمایا۔

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْ بَعْدِي اسْمُهٗٓ اَحْمَدُ ؕ (الصف:٦) — اور ان رسول ﷺ کی بشارت سناتا ہوا جو میرے بعد تشریف لائیں گے ان کا نام "احمد" ہے۔

کتابِ فطرت کے سرورق پہ جو نامِ احمد رقم نہ ہوتا — تو نقشِ ہستی ابھر نہ سکتا وجود لوح و قلم نہ ہوتا

یہ محفلِ کن فکاں نہ ہوتی جو وہ امامِ امم ﷺ نہ ہوتا — زمیں نہ ہوتی فلک نہ ہوتا عرب نہ ہوتا عجم نہ ہوتا

کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن کے حاشیہ خزائن العرفان میں حضرت صدر الافاضل فرماتے ہیں کہ جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نجاشی بادشاہ کے پاس گئے تو نجاشی نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور وہی رسول ہیں جن کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بشارت دی اگر امورِ سلطنت کی پابندیاں نہ ہوتیں تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر کفش برداری کی خدمت بجا لاتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اپنے شاگرد برناس کو رب کریم کا پیغام سناتے ہوئے کہتے ہیں:

My messenger is the moon who from me received all and the stars are my prophets which have preached to

you my will.

یعنی میرا رسول چاند ہے جو مجھ سے سب کچھ لیتا ہے اور ستارے میرے نبی ہیں جنہوں نے تمہیں میری مرضی کی تبلیغ کی ہے۔

نازاں ہے جس پہ حسن وہ حسن رسول ﷺ ہے   یہ کہکشاں تو آپ ﷺ کے قدموں کی دھول ہے

یہ "خدائی پیغام" انجیل برناباس کے باب ۷۷. صفحہ نمبر ۲۵۱ اور ۲۵۲ پر مرقوم ہے۔ یہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام، حضرت محمد مصطفی ﷺ کے متعلق کہتے ہیں کہ:

And when I saw him, my soul was filled with consolation, saying O Mohammad God! he with thee and may he make me worthy to unite shoelace, for obtaining this I shall be a great prophet and Holy one of God. And having said this Jesus rendered his thanks to God.

اور جب میں نے اسے دیکھا تو میری روح تسکین سے بھر گئی یہ کہہ کر کہ اے محمد ﷺ خدا تیرے ساتھ ہو اور وہ مجھے اس لائق بنائے کہ میں تیری جوتی کا تسمہ کھول سکوں کیونکہ یہ (اعزاز) پا کر میں ایک بڑا نبی اور خدا کا مقرب (قدوس) ہو جاؤں گا۔ اور یہ کہنے کے بعد یسوع (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔ علامہ اقبال نے خوب کہا کہ ۔

عالم آب و خاک میں ترے ظہور سے فروغ   ذرہ ریگ کو دیا تو نے طلوع آفتاب

ہندوؤں کی مشہور مذہبی کتاب اتھروید کھنڈ۔ ۲۰ سوکت ۱۲۷ کے منترا۔ ۳ میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ "اے لوگو! کان کھول کر سن لو محمد ﷺ لوگوں میں مبعوث ہو گا۔ اس کی بلند و بالا حیثیت آسمانوں کو چھو لے گی۔"

اسی طرح بھگوت پران حصہ ۱۲ باب ۲۔ اشلوک ۱۹ میں ہے کہ "آخری اوتار کی سب سے بڑی صفت یہ ہو گی کہ وہ بدکاری کو مٹائیں گے. اچھے لوگوں کو نہیں۔" اس میں مندرجہ ذیل الٰہی صفات بھی ہوں گی علم و دانائی. عالی نسبی. نفس پر قابو یافتہ. حامل وحی طاقتور و بہادر، کم سخن، صدقہ و خیرات کرنے والے اور شکر گزار ..... کلکی پران باب ۲ اشلوک ۷

میں اس عظمتوں کے حامل رسول رحمت ﷺ کے متعلق مرقوم ہے کہ "آخری اوتار کے چار مددگار ہوں گے جو ہر طرح کی حمایت کریں گے اور جنگ میں ان کی مدد کے لئے فرشتے بھی آسمان سے اتریں گے۔" کتاب بھوشن پران (حصہ چار) پرتی سرگ بروباب ۲۵ صفحہ ۵۹۸۔ اشلوک ۸ تا ۱۰ میں ہے "اے دیوتاؤ! شمبھل گرام میں یہ کشب پیدا ہوگا وہ وشنو ایشیا کے نام سے مشہور ہوگا۔ وشنو کیرتی اس کی چہیتی ہوگی۔" مطلب یہ ہے کہ وہ پیغمبر عرب میں پیدا ہوں گے اور رسول اللہ ﷺ کے نام سے مشہور ہوں گے ان کی چہیتی بیوی کا نام خدیجۃ الکبریٰ (وشنو کیرتی) ہوگا۔

تورات باب ۱۸۔ آیت ۱۸ تا ۲۰۔ (مطبوعہ مرزا پور) میں مرقوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا "میں ان کے لئے ان کے بھائیوں میں سے تجھ سا ایک نبی برپا کروں گا اور اپنا کلام اس کے منہ میں ڈالوں گا اور جو کچھ میں اسے فرماؤں گا وہ سب ان سے کہے گا اور ایسا ہوگا کہ جو کوئی میری باتوں کو جنہیں وہ میرا نام لے کر کہے گا نہ سنے گا تو میں اس کا حساب اس سے لوں گا۔ قرآن حکیم نے سورہ والنجم میں ارشاد فرمایا:

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ۞ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۞

اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے وہ تو نہیں مگر وحی جو انہیں کی جاتی ہے۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے رسول برحق ﷺ وہی کہتے ہیں جو انہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے کہا جاتا ہے۔ ذرا غور کیا جائے تو تورات کی یہ بشارت قرآن حکیم کے عین مطابق نظر آتی ہے۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ خوب فرما گئے ۔

وہ دہن جس کی ہر بات وحی خدا چشمہ علم و حکمت پہ لاکھوں سلام

حضرت یحییٰ علیہ السلام اپنے اعلان نبوت کے وقت یہ اعلان کرتے ہیں کہ میں جنگل بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ کو سیدھا کرو۔

(یوحنا: ۶۳)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ "جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام

سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا۔ لیکن جو کچھ سنے گا، وہی کہے گا۔ اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا۔" (یوحنا۔ باب ۱۶، آیت ۱۳) اس سے پہلے یہاں تک فرماتے ہیں کہ "بعد اس کے میں تم سے بہت کلام نہ کروں گا۔ اس لئے کہ اس جہان کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کی کوئی چیز نہیں۔" (یوحنا باب ۱۵، آیت ۳۰) مقاتل بن سلیمان کہتے ہیں کہ میں نے خود زبور شریف میں پڑھا کہ:

یاداود سیاتی من بعدك اسمه احمد و محمد

یعنی اے داؤد علیہ السلام عنقریب تیرے بعد آئے گا جس کا نام نامی احمد اور محمد (ﷺ) ہے۔

توریت میں بموذ ماذ آیا ہے جس کا معنی بھی محمد ﷺ ہے اس کے اعداد بھی اسم محمد ﷺ کی طرح ۹۲ ہیں اور عبرانی زبان میں دال کی جگہ ذال پڑھا بولا جاتا ہے۔ اسی طرح انجیل میں حضور علیہ السلام کا اسم پاک "الھمھنا" ذکر کیا گیا ہے اور اس کا معنی سریانی زبان میں "محمد ﷺ" ہی ہے۔ اسی طرح انجیل ہی میں مختلف مقامات پر حضور اکرم ﷺ کے لئے استعمال ہونے والے دو الفاظ فارقلیط اور بارقلیط کا ترجمہ بھی سریانی زبان میں محمد ﷺ ہی ہے۔ اسی طرح سکھ مذہب کے بانی بابا گرو نانک نے ایک خوبصورت رباعی لکھی ہے جس سے دنیا کی ہر شے میں اسم محمد ﷺ کے جلوے نظر آتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں۔

ہر عدد کو چوگن کر لو، دو کو اس میں دو بڑھائے
پورے جوڑ کو پنج گن کر لو، بیس سے اس میں بھاگ لگائے
باقی بچے کو نو گن کر لو، دو کو اس میں دو بڑھائے
گرو نانک یوں کہے تو ہر شے میں محمد ﷺ کو پائے

ہر عدد کے چار گنا کر کے اس میں دو بڑھا دو۔ جو، جواب آئے اس کے پانچ گنا کر کے بیس سے تقسیم کر دو۔ باقی جو بچے اس کے نو گنا کر لو اور پھر اس میں دو بڑھا دو۔ گرو نانک کہتے ہیں کہ اس کا جواب ۹۲ ہوگا اور ۹۲، اسم محمد ﷺ کے اعداد ہیں۔

اور کیوں نہ ہو؟ حضور ﷺ خود ارشاد فرماتے ہیں مسلم اور مشکوٰۃ شریف کی

حدیث ہے کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے اولاد اسماعیل علیہ السلام سے کنانہ کو چن لیا اور قریش کو کنانہ سے چن لیا اور بنو ہاشم کو قریش سے چن لیا اور مجھ کو بنو ہاشم سے چن لیا۔ سبحان اللہ ہندو، سکھ اور عیسائی شعراء نے حضور نبی رحمت ﷺ کے حضور گلہائے نعت پیش کئے ہیں۔ بابو روشن لعل نعیم، رشی پٹیالوی، کرشن موہن، منشی رام پرشاد، چرن جیو لال فانی، رام پرتاپ اکمل، کالکا پرشاد، لالہ دھرم پال گپتا وفا، پنڈت آنند موہن، زرتشتی گلزار، منشی راج بہادر زخمی، بشن سنگھ بیکل، بلوان سنگھ راجا بوداتی، شیر سنگھ شمیم فرخ آبادی، کنور مہندر سنگھ بیدی سحر، ڈاکٹر شیر پرتاب سنگھ کشل اور عیسائی جان رابرٹ جان کی نعتیں بہت مشہور ہیں۔ اس کے علاوہ چوہدری دلو رام کوثری کی کتاب "آب کوثر" پنڈت بالمکند عرش ملیسانی کی "آہنگ حجاز" اور چرن سرن ناز مانک پوری کی "رہبر اعظم" نے اہل محبت میں بہت مقبولیت حاصل کی۔ فانی مراد آبادی اور عبدالمجید کاوش سوہدروی نے "ہندو شعراء کا نعتیہ کلام" کے نام سے دو الگ الگ مجموعے شائع کئے ہیں، نور احمد میرٹھی نے نور سخن اور مکتبہ رضائے مصطفی گوجرانوالہ نے "ہندو شعراء کا نذرانہ عقیدت" کے نام سے خوبصورت مجموعے شائع کئے ہیں۔ کنور مہندر سنگھ بیدی سحر کا خوبصورت شعر ہے کہ۔

عشق ہو جائے کسی سے، کوئی چارہ تو نہیں   صرف مسلم کا محمد ﷺ پہ اجارہ تو نہیں

اور جس کو رحمت دو جہاں سے سچی محبت ہو جائے پھر وہ چوہدری دلو رام کوثری نہیں رہتے بلکہ چوہدری کوثر علی کوثری بن جایا کرتے ہیں ایمان ان کے سینے گھر کر جایا کرتا ہے اور وہ حضور ﷺ کے وفادار امتی اور سچے عاشق بن جاتے ہیں کیونکہ اہل عرب کا کہنا ہے کہ:

لو کنت صادقا فی حبہ لا طعتہ   ان المحب لمن یحب مطیع

یعنی اے محبت نبوی ﷺ کے دعویدار! اگر تو آپ کی محبت میں سچا ہوتا تو ضرور آپ ﷺ کی فرمانبرداری اور اطاعت کرتا کیونکہ محبت کا خاصہ ہے کہ محب اپنے محبوب کا فرمانبردار ہوا کرتا ہے۔ آیئے مل کر دعا کریں کہ اے رب مصطفی ﷺ! ہمیں حضور ﷺ کی پکی سچی محبت، غلامی اور اطاعت کی دولت عطا فرما۔ آمین۔

عالمی ادب میں

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا تذکرہ

تحریر: محمد یوسف ۔۔۔ ترجمہ: مشتاق احمد ضیاء

اسلام، غلط فہمی اور غلط بیانی کا بہت زیادہ شکار رہا ہے۔ بدقسمتی سے قدیم وجدید ادب (نظم ونثر) میں اس مذہب کی تصویر کشی واضح یا غیر واضح طور پر جمہوریت، آزادی اور رواداری جیسی جدید اور اچھی اقدار کے دشمن کے طور پر کی گئی ہے۔ اسلام پر یہ الزام کہ یہ دور جدید اور اس کی اقدار کے موافق نہیں، کوئی نئی بات نہیں۔ پوری تاریخ میں مغرب اسلام کو غلط انداز میں دیکھتا رہا جس کے نتیجے میں اسلام کو ایک برائی سمجھا گیا۔ ایک غلط سوچ کہ اسلام ایک گھٹیا مذہب ہے، بہت سے لوگوں کے ہاں ایک حقیقت کے طور پر رہی تاہم یہ غلط نظریہ وقت کے ساتھ تبدیل ہوگیا۔ یہاں یہ ذکر کرنا بھی اہمیت سے خالی نہ ہوگا کہ اسلام اور مغرب کے مابین تعلق مغربی لوگوں کی غلط فہمیوں کے نتیجے میں رونما ہونے والی دشمنی اور خونریز جھڑپوں کے بادلوں میں چھپا رہا۔ دونوں گروہوں کے مابین ہونے والی جنگوں اور قدیم وجدید مغربی دانشوروں کی غلط بیانیوں نے یورپی لوگوں کے ذہنوں میں اسلام کے حوالے سے نفرت میں اضافہ کیا۔

سپین میں اسلام کے سنہری دور میں وہاں کے لوگوں نے اسلامی تہذیب اور اس کے اس کردار کی تعریف کی جو اس نے یونانی فلسفہ کے ورثے کو ترویج دینے میں ادا کیا۔ مسلم سلطنت پر صلیبی حملوں کی ابتداء کے ساتھ ہی کچھ مغربی لوگوں نے "عربوں کے آئین" قرآن کریم کا لاطینی زبان میں ترجمہ شروع کر دیا حالانکہ وہ ان سے برسرپیکار تھے۔

اپنی ناکام مہم سے فرانس واپسی کے بعد لوئیس ہفتم (Louis VII) اپنے ساتھ

کچھ قلمی تحریریں لایا جو قرآن کریم کے معانی کی وضاحت اور حضور اقدس ﷺ کے حوالے سے بہت غلط تصورات کی اصلاح کار تھیں۔

پانچویں جنگ کی مہم کے دوران آرک بشپ (Archbishop Francis) سلطان الکمال سے ملا اور فرانس واپسی پر اس نے عوام میں کھلے عام اس بات کا اعتراف کیا کہ اسلام مقدس اور آسمانی مذہب ہے۔ اس نے پرزور انداز میں کہا کہ یہ غیر معقول اور نامناسب ہے کہ یورپی لوگوں میں اس نظریہ کی تشہیر کی جائے کہ اسلام محمد (ﷺ) کی اختراع اور ایجاد تھا۔ اس وقت کے کسی بھی فرانسیسی دانشور کو اس اعلان پر رد و قدح کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ سلطنت عثمانیہ پر مشرقی اور جنوبی یورپ کے حملوں کے ساتھ اسلام کو عثمانی ترکوں کی طرف منسوب کرنے والوں اور بطور مذہب اسلام کا مطالعہ کرنے اور اسے کسی نسل یا دور کی طرف منسوب نہ کرنے والوں کے مابین ذہنی کشمکش پھیل گئی۔

یہ تاریخی پس منظر مغربی دانشوروں کی اسلام اور بانی اسلام کے بارے میں احیائے علوم (Renaissance) اور روشن خیالی (Enlightenment) کے دور کے ہزاروں ادبی تخلیقات کے بنیادی مصادر و مراجع تھے اور دور جدید میں الحاد (Secularism) کے عام ہونے سے اسلام باستثنائے چند، مغربی دانشوروں کے لئے دلچسپی کا موضوع نہ رہا۔

تاہم مشرقی ادب میں تصویر بالکل مختلف ہے۔ پاکستان، ترکی اور بھارت میں بہت سے شاعروں نے خوبیوں کے حوالے سے حضور اقدس ﷺ کی دل کھول کر تعریف کی۔ ترکی شاعر سلیمان چلبی (Sclaiman Chalabi) نے راہ نجات (The way of Salvation) کے عنوان سے ایک طویل نظم لکھی جس میں اس نے حضور اقدس ﷺ کا تصور بہت خوبصورت انداز میں پیش کیا۔ ترک لوگ اس نظم کو ترکی شاعری کا جوہر قرار دیتے ہیں۔

مغربی ادب کی اسلام میں دلچسپی کے ابتدائی آثار دانتے (Dante) کی نظم "غیبی مزاح" (Divine Comedy) میں ملتے ہیں۔ اس نظم میں اسلام اور حضور اقدس ﷺ کے حوالے سے بہت زیادہ یاوہ گوئی کی گئی خاص طور پر اٹھائیسویں

مصرعے میں جہاں اس نے حضور اقدس ﷺ کی تصویر کشی (نعوذ باللہ) جہنم کے ایک مکین کے طور پر کی۔

قرآن کا پہلا انگریزی ترجمہ ۱۸۳۴ء میں جارج سیل (George Sale) نے کیا۔ یہ اشاعت بہت سے قارئین اور مصنفین کی تغیر تحقیق آراء میں ازحد تبدیلی کا سبب بنی۔ نیز مشرق کے حوالے سے بالعموم اور اسلام کے حوالے سے بالخصوص ان کے نظریات کو نئی جہت دینے میں مددگار ثابت ہوئی۔ مزید برآں لیڈی میری ورٹلی مونٹیگ (Lady Mary Wortley Montague) نے گھر کے چند افراد کے نام اپنے ایمبیسی خطوط کے ذریعے مثبت استشراق کی تحریک کو متعارف کرانے میں اہم کردار ادا کیا جو عربوں اور مسلمانوں کے حوالے سے غلط تصورات کی اصلاح کرتی دکھائی دیتی ہے۔

اپنی کتاب "زوال سلطنت" (The Fall of the Empire) میں ایڈورڈ گبن (Edward Gibbon) نے اسلام میں برتر توحید کی سچائی کے بارے میں بھی کھلے انداز میں گفتگو کی۔ اس نے اس بات کو تسلیم کیا کہ اگر مغرب اسلامی تہذیب کی حقیقت جان لیتا تو رومی سلطنت کبھی زوال کا شکار نہ ہوتی۔

چونکہ انگریز، فرانسیسی اور جرمن رومانی شاعر اسلامی اقدار اور موضوعات سے متاثر تھے۔ لہٰذا انہوں نے اس قسم کے موضوعات کو خالص ادبی معانی کے طور پر اپنی تحریروں میں پیش کیا۔ کولرج (Coleridege) اور بائرن (Byron) کی طرح ان میں سے اکثر اسلام سے بہت زیادہ متاثر تھے۔ موخر الذکر کے عثمانی سلطنت کے ساتھ براہ راست رابطے تھے۔ اس نے خود کو قریبی طور پر اسلام کے ساتھ وابستہ کیا اور ترکوں کے خلاف جنگ میں حصہ دار ہونے کے سبب اسلام دشمنی کے الزامات کے برعکس اس نے اسلام کی تعریف کی۔ بائرن نے ترکوں اور مسلمانوں کے حوالے سے گہرے احترام کے جذبات برقرار رکھے اور کئی دفعہ اسلام قبول کرنے کا سوچا۔ اسلام کے حوالے سے اپنے خیالات کے بارے میں اس نے لکھا:

"اگر میری قسمت میں ایمان لانا ہوتا تو میں اسلام قبول کر لیتا۔" سب سے شاندار تصور اہل مسلمان کا ہے جو موذن کے نماز کی طرف بلانے پر خود کو زندگی کے تمام مسائل اور

فوری ضروریات سے الگ کر لیتا ہے اور اپنے خالق کے سامنے اس عاجزی سے کھڑا ہوتا ہے جیسے وہ اپنے گردموجود دنیا کے حوالے سے ہر چیز کو بھول گیا ہو۔"

اس نے (Don Fuan) کے عنوان سے ایک رزمیہ نظم بھی لکھی جس میں وہ بیان کرتا ہے کہ ہیرو مسلمان لڑکی لیلیٰ (Leila) سے اسلامی عقیدے کے بارے میں کیسے معلوم کرتا ہے۔ سپینی ہیرو حیران ہوتا ہے کہ اتنے خوبصورت عقیدے کے ہوتے ہوئے عربوں نے سپین کیسے چھوڑا۔ مزید برآں اس خواہش کا اظہار کرتا ہے کہ وہ اس جنت میں جائے جس کے بارے میں حضور اقدس ﷺ نے گفتگو فرمائی ہے۔ بائرن نے انسانوں کو بتوں کی پوجا سے نجات دلانے اور غلاموں کو آزاد کرنے کے حوالے سے حضور اقدس ﷺ کے خیالات کو سراہا۔

عظیم آئرش شاعر جارج برنارڈ شا (George Bernard Shaw) نے کہا کہ وہ اسلام کی روح کو سمجھتا ہے اور بنیادی اسلامی قدر مساوات کی صدا کا کھوج لگا سکتا ہے۔ دکھائی یہ دیتا ہے کہ بیسویں صدی کے ابتدائی سالوں میں دانشوروں کے لئے کشش کا بنیادی نقطہ یہ صدا تھی۔ برنارڈ شا نے حضور اقدس ﷺ کی شخصیت کے حوالے سے تعریف و توصیف کا اظہار اس طرح کیا:

"میرا یہ یقین ہے کہ اگر آپ جیسا شخص جدید دنیا کی مطلق العنان حکمرانی کی ذمہ داری لے لیتا تو مسائل حل کرنے میں کامیاب ہو جاتا اور از حد مطلوب امن اور خوشی کا باعث بنتا۔ یورپ محمد (ﷺ) کے دین کو پسند کرنے لگا ہے۔ ممکن ہے اگلی صدی میں یورپ اپنے مسائل کے حل میں اس دین کی افادیت کو تسلیم کرنے میں مزید آگے جائے۔"

اپنے ڈرامے "انسان اور اسلحہ" (Man and the Arms) میں اس نے تسلیم کیا کہ مستقبل کا مذہب اسلام ہے۔ اپنے ایک اور ڈرامے "مقدر کا سکندر" (The Man of Destiny) میں اس نے نپولین (Neopolean) کی ہوس اقتدار اور اس رواداری کے مابین موازنہ کیا جس کا مظاہرہ مسلمانوں نے دوسرے (مذاہب کے) لوگوں کے ساتھ کیا۔

سلطنت عثمانیہ کے زوال کے بعد اسلام کے حوالے سے حقائق پر مبنی مطالعے کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ اگرچہ کچھ دانشور احیائے علوم اور قرون وسطیٰ کے دور ۔۔۔ کے غلام

رہے۔

جرمن شاعر گوئٹے (Laureate Goethe) نے اپنی نظموں کے مجموعے "مغربی شاعر کا مشرقی انتخاب" (The Oriental Collection by the Western Poet) کی تشہیر کے حوالے سے یہ لکھ کر دنیا کو حیران کر دیا کہ اسے مسلمان کہلوائے جانے پر کوئی اعتراض نہیں۔ تیئس سال کی عمر میں اس نے ایک شاندار نظم میں حضور اقدس ﷺ کی بہت زیادہ تعریف کی۔ ستر برس کی عمر میں اس نے اعلان کیا کہ وہ اس رات کو منائے گا جس میں محمد (ﷺ) پر قرآن نازل ہوا۔ گوئٹے کے اسلام سے (روحانی طور پر) وابستہ ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اس کے نظریات بھی (تقریباً) وہی تھے جو اسلام کے ہیں۔ قرآن کریم اس عظیم شاعر کی دلچسپی کا بنیادی مرکز تھا: اس نے کہا کہ قرآن کریم کا انداز حیران کن ہے اور بہت سے مقامات پر یہ انتہائی عروج پر پہنچ جاتا ہے۔ گوئٹے نے "نعت محمد" (Mohammad's Anthem) کے عنوان سے ایک نظم لکھی جس میں اس نے حضور اقدس ﷺ کے ساتھ اپنی محبت کا اظہار کیا۔ یہ نظم حضور اقدس ﷺ کی تصویر کشی ایک دریا کے طور پر کرتی ہے جو پیاسوں کے دلوں کو سیراب کر رہا ہے۔ یہ حضور اقدس ﷺ کی عظیم روحانی طاقت کی تصویر کشی بھی کرتی ہے۔ گوئٹے اسلام کی گہری سمجھ بوجھ کے حوالے سے ہمیشہ رواداری کی روح کی نمائندگی کرتا ہے۔ اس نے حضور اقدس ﷺ اور مشرق کے روحانی نظام کی تعریف و توصیف کی۔ گوئٹے کے مطابق اگر اسلام کا مطلب اللہ کی فرمانبرداری ہے تو ہم سب بطور مسلمان جیتے مرتے ہیں۔

حضور اقدس ﷺ کی جھلک عظیم ناول نگار کیزنٹیک (Cazentekes) کے ہاں یونانی ادب میں بھی دیکھی جا سکتی ہے۔ جس نے "محمد" (Mohammad) کے عنوان سے اپنی ایک نظم میں حضور اقدس ﷺ کو دنیا کی عظیم شخصیات میں سے ایک شمار کیا۔ شاعر اس بات پر فخر محسوس کرتا ہے کہ کچھ نہ کچھ عربی خون اس کی رگوں میں بھی گردش کر رہا ہے۔ چند بین الاقوامی شخصیات کے بارے میں لکھی اپنی ایک کتاب میں وہ حضور اقدس ﷺ کو ایک عظیم شخص کے طور پر زبردست انداز میں خوش آمدید کہتا ہے۔ اپنے ایک ناول (Christ Re-crucified) میں وہ ایک ترکی مسلمان کی شخصیت کے بارے میں گفتگو

کرتا ہے جو کریت (Crete) نامی جزیرے پر حملہ کرتا ہے۔ وہ ترکوں کے کریت پر قبضے اور اسلام کے صحیح تشخص کے مابین واضح انداز میں امتیاز کرتا ہے۔ اس جزیرے پر محمد علی کے قبضے نے اسلام کے خلاف نفرت کو اور گہرا کیا۔ تاہم موجودہ دور میں حالات بہت زیادہ تبدیل ہو چکے ہیں۔ پہلی دفعہ یونانیوں نے ایتھنز (Athens) میں مسجد تعمیر کرنے کے خیال پر گفتگو کی حالانکہ انہوں نے ترک قبضے کے خاتمے کے بعد تمام مسجدیں ختم کر دی تھیں۔ اب یونان مثبت اشتراق اور اسلام کے صحیح فہم کی طرف بڑھ رہا ہے۔ قاہرہ میں ادارہ تحقیقات اسلامی کی سربراہی میں قرآن کریم کا یونانی زبان میں ترجمہ اسلام کی صحیح تعلیمات کے فہم میں اضافے کا باعث ہوگا۔

رسول کریم ﷺ کو فرانسیسی ادب میں کیسے دیکھا جا سکتا ہے؟ اس حوالے سے اپنے تاثرات میں ڈاکٹر امینہ رشید کہتی ہیں کہ مسلمانوں کی فتوحات اور مغرب کے ہاں اسلام کے تصور میں فرق ہے۔ تیرھویں صدی میں ایک مذہبی تنظیم کے چند افراد عربی علوم پڑھنے اور لاطینی میں قرآن کریم کا ترجمہ کرنے کی غرض سے سپین گئے لیکن اسی گروہ کے انہی افراد نے سخت جوش میں حضور اقدس ﷺ کی شخصیت پر حملہ کیا۔ دوسری طرف فرانسیسی ادب میں روشن خیالی پر مبنی نمونے بھی ہیں اگرچہ ان پر نامناسب ذرائع سے غلط نظریات کا دھبہ لگا ہوا ہے۔ مثال کے طور پر والٹئر (Voltaire) نے دنیا کی تاریخ میں تین عظیم قانون سازوں میں سے ایک کے طور پر حضور اقدس ﷺ کی تعریف کی اگرچہ اس نے اپنے ایک ڈرامے (Mohammad) میں مختلف نقطۂ نظر کا اظہار کیا۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کا نقطۂ نظر اس کی ملحدانہ ذہنیت کا نتیجہ ہے جو تمام ادیان کو رد کرتی ہے تاہم اس نے اسلامی رواداری کو مرکزی فرانسیسی عہدیداروں اور کلیسا کو تنقید کا نشانہ بنانے کے لئے استعمال کیا جس نے فرانس میں لوگوں کی زندگی کو قابو کر رکھا تھا۔ یہ کام اس نے عظیم اسلامی رواداری اور کلیسا کی سیاسی فرمانروائی کے مابین موازنہ کرتے ہوئے کیا۔ انیسویں صدی میں صنعتی مغرب سے روحانی مشرق کی طرف بھاگنے کی کوشش میں یورپ میں اسلام کو سمجھنے کی نئی سنجیدہ کوششیں ظاہر ہونا شروع ہوئیں۔ لیمورٹین (Lamortine)، چیٹوبیرین (Chatoberean) اور فلوبر (Flobere) ان شاعروں میں سے تھے جنہوں نے اسلام

کے بارے میں لکھا۔مشرق کی طرف اپنے سفر کے حوالے سے فلوبر نے بیان کیا کہ مسلمانوں کا مذہب اتنا منفی نہیں جتنا ہم سمجھتے ہیں۔

پشکن (Pushkin) ابتدائی روسی شاعروں میں سے تھا۔وہ اپنی نظموں میں حضور اقدس ﷺ کی سوانح عمری سے متاثر ہوا خاص طور پر "حیاتِ پیغمبر کی جھلکیاں" (Glimpses from the Prophet) کے عنوان سے لکھی گئی نظم ہے جس میں اس نے رسالت کے ابتدائی مرحلے، حضور اقدس ﷺ کے دنیا پر اثرات اور حقیقت وجود کے بارے میں گفتگو کی۔اس کی نظم "قرآن کی جھلکیاں" (Glimpses from the Quran) سے واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام نے اسے کیسے متاثر کیا۔وہ قرآن کریم کی چند آیات کا حوالہ دیتے ہوئے نظم کو شروع کرتا ہے۔

ٹالسٹائے (Tolstoy) کو بھی ان روایات میں دلچسپی تھی جو اس کے خیالات سے ملتی جلتی تھیں۔اپنی بہن کی ایک کتاب کے تعارف میں اس نے حضور اقدس ﷺ کے ارشادات پر مشتمل معانی سے محبت کا اظہار کیا۔بعد میں اس نے "پیغمبر (ﷺ) کے منتخب فرمودات" (Selected Sayings of the Prophet) کے عنوان سے ایک کتابچہ لکھا جس میں اس نے وہ روایات اکٹھی کیں جو لوگوں کو کام کرنے اور روزی کمانے پر ابھارتی ہیں۔

اگرچہ سپین کے مسلمان روادار تھے اور تینوں سماوی مذاہب (اسلام، عیسائیت اور یہودیت) نے بے مثال اور پرامن بقائے باہمی کا ثبوت بھی پیش کیا لیکن سپین کے لوگ نہ صرف یہ کہ اسلام سے ناواقف تھے بلکہ انہوں نے اس کے بارے میں جاننا بھی نہ چاہا لہٰذا جب کیتھولک (Catholic) فرقے کے لوگوں نے غیر کیتھولک لوگوں کو تشدد کا نشانہ بنانے کے لئے تمام تحقیقاتی عدالتوں کو آلہ کار کے طور پر استعمال کیا تو مسلمان بھی ان کے تشدد کا نشانہ بنے۔سپین میں پڑھائی جانے والی نصابی کتابیں اسلام اور پیغمبر اسلام ﷺ کی نفرت سے بھرپور تھیں۔ Luixote میں سروینٹس (Servantes) حضور اقدس ﷺ اور مسلمانوں کا تشخص بگاڑ کر بیان کرتا ہے اور انہیں (نعوذ باللہ) گھٹیا معیار کی مخلوق قرار دیتا

تاہم انیسویں صدی کے وسط میں اور اس کے بعد اصلاح کی ایک تحریک شروع ہوئی۔ رامن (Ramon)، پائیڈل (Pidal)، کوڈیئر (Codier) اور حولین (Hulian) ایسے چند مستشرقین سپین میں عرب تہذیب کے روشن چہرے کو دریافت کرنے لگے۔ انہوں نے تسلیم کیا کہ سپین اسلام اور عیسائیت کے مابین رابطے کا مرکز تھا۔ انہوں نے ایوروز (Averoes) کو اس عظیم کردار کے باعث سراہا جو اس نے مغرب کو یونانی تہذیب دینے میں ادا کیا۔ میگوئل پلیسس (Miguel Placeos) نے Divine Comedy کے برے اثرات کے حوالے سے ایک تحریر میں بہت سے غلط الزامات کو رد کیا جو دانتے نے حضور اقدس ﷺ کی ذات سے منسوب کئے تھے۔ حتیٰ کہ جون جیوٹ سولو (Juan Jutesolo) نے اپنے پرانے نظریات سے توبہ کر لی۔ اس کا ناول "قبرستان" (The Graveyard) سپین کے لئے اس کے خوابوں کا اظہار ہے کہ وہ اپنا روشن اسلامی چہرہ دوبارہ بحال کرے۔ اس نے مسلمانوں کے حوالے سے اپنی اس خواہش کا اظہار بھی کیا کہ وہ سپین لوٹ آئیں۔ ناول حضور اقدس ﷺ کی تعریف اور محبت کی مثالوں سے بھرپور ہے۔

فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ

لَا تَعْتَذِرَنَّ إِلَّا إِلَى مَنْ يُحِبُّ أَنْ يَجِدَ لَكَ عُذْرًا وَلَا تَسْتَعِينَنَّ إِلَّا بِمَنْ يُحِبُّ أَنْ يُظْفِرَكَ
بِحَاجَتِكَ وَلَا تُحَدِّثَنَّ إِلَّا مَنْ يُحِبُّ أَنْ يَجِدَ حَدِيثَكَ مَغْنَمًا مَا لَمْ يَغْلِبْكَ اضْطِرَارٌ

وَكَفَى بِاللّٰهِ وَلِيًّا وَكَفَى بِاللّٰهِ نَصِيرًا

نعت میں سراپا نگاری اور سیرت نگاری

ڈاکٹر عاصی کرنالی ☆

ایک مقام پر مذاکرہ ہوا۔ موضوع تھا "نعت میں سراپا نگاری کی بجائے سیرت نگاری اختیار کرنی چاہیے۔" خیال یہ پیش کیا گیا کہ شعرا بالعموم محبوب مجازی کے تلازمات استعمال کرتے ہیں۔ پھر حضور ﷺ کا سراپا ہمارے پیش نظر نہیں ہے۔ اس لئے ان کے جمال صورت کی بجائے صرف جمال سیرت کو موضوع نعت بنانا چاہئے۔

مجھے ردعمل کے طور پر یہ مضمون لکھنا پڑ رہا ہے جس میں نعت گوئی کی روایت کا مختصراً جائزہ لیا گیا ہے اور شعرائے ماضی کی اس سلسلے میں روش کا ذکر کیا گیا ہے۔

قارئین کرام! ہماری نعت کی اساس اور تمام سرمایۂ احساس و اظہار یہی ہے یعنی حضور ﷺ کے جمال صورت اور جمال سیرت کا ذکر و بیاں۔ باقی تمام متعلقات اسی آئینۂ جمال کے مظاہر ہیں۔

پہلا سوال یہ ذہن میں آتا ہے کہ نعت کب سے ہے؟ اس کا صحیح اور مکمل جواب یہی ہے کہ نعت کب سے نہیں ہے۔ وہ زمانے جو تاریخ کی دسترس میں نہیں ہیں ان میں:

ایک ہی نام تھا لاہوت کی تختی پہ رقم ۔۔۔ ایک ہی ذات تھی امکانِ بقا سے پہلے
اس خموشی میں بھی پڑھتے تھے زمانے صلوٰۃ ۔۔۔ وہ جو صدیوں کی خموشی تھی صدا سے پہلے

پھر وہ زمانہ جو تاریخ کی گرفت میں اس ذات قدسی کے ذکر و نعت سے معمور و پُرنور ہے اور رہے گا۔

کب ترا عہد نبوت کف ایام میں ہے ۔۔۔ ازل آغاز میں ہے اور ابد انجام میں ہے

☆ محقق، نعت نگار، ماہر تعلیم [illegible]

تمام آسمانی کتابیں اس ذکر جمیل سے مزین ہیں اور پیش گوئیوں اور بشارتوں سے آراستہ ہیں۔ اسی طرح ہندومت، بدھ مت، زرتشتی مذہب اور عیسائیت کی معروف کتب میں حضور ﷺ کی بعثت وظہور کی ایسی روشن علامات ہیں جن سے حضور ﷺ کے اخلاقِ حمیدہ اور اوصافِ حسنہ تجلی ریز ہوتے ہیں۔ رہی قرآن کی بات:

قرآن ہے قصیدہ رسالت مآب ﷺ کا ایک ایک لفظ بول رہا ہے کتاب کا

قرآن حضور ﷺ کے حسن و جمال کی مدحت کا آئینہ دار اور حضور ﷺ کے فضائل و اخلاق کے ساتھ ساتھ حضور ﷺ کی تعلیمات و تبلیغات کے ذکر سے پُر ہے۔ وہ سراجِ منیر ہیں۔ معلم کتاب وحکمت ہیں۔ ہادیٔ کل انسانیت ہیں۔ ان کی اطاعت ہی سے خدا کی اطاعت منسلک ہے۔ وہی رحمۃ للعالمین اور شافع المذنبین ہیں۔ انہی کی محبت و اطاعت میں ہمارے لئے غلبہ وظفر مندی ہے۔

عرب شعراء کی نعت گوئی میں (عہد جاہلیت کے حوالے سے) اپنے قبیلے کے فخریہ کارنامے، حریف قبائل پر طعن وتشنیع، حسن سلوک، وفائے عہد، سخاوت، مہمان نوازی، شجاعت، عشق ومحبت کے معاملات، اونٹ، گھوڑے اور تلوار کی توصیف کا ذکر نمایاں تھا۔ ذہن میں رکھیے کہ اس وقت لفظ "نعت" اسلام میں مروج اصطلاحی مفہوم نہیں رکھتا تھا۔ یعنی توصیف رسول ﷺ کا تصور نہ تھا۔ جب شعرائے عرب نے اسلام قبول کیا تو ان کی نعت گوئی توصیف رسالت مآب ﷺ سے متعلق ومخصوص ہوگئی۔ اس وقت اسلام کو کفر وشرک کے مقابلے میں اپنا دفاع مقصود تھا اس لئے عہد نبوت کی نعت کو ہم "لسانی جہاد" سے تعبیر کر سکتے ہیں جس میں حضور ﷺ کی بعثت وظہور کے مقاصد کی تبلیغ اور کفر وشرک کا بطلان مقصود تھا۔ عرب کی نعت گوئی میں حضور ﷺ کی سراپا نگاری کی وہ روش نظر نہیں آتی جو بعد میں ایرانی نعت کے لوازمات میں شامل ہوئی۔ البتہ جمالِ صورت کی کرنوں سے اوراق نعت کو زینت بخشنے کا عمل جاری ہے۔ زیادہ تر عربی نعت میں حضور ﷺ کی سیرت اقدس اور اسوۂ کامل کا ذکر تبلیغی نقطۂ نظر سے موجود ہے لیکن ایسے اشعار کی تہ سے بھی جمال صورت کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں، مثلاً حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ:

دیکھا کیونکہ آپ سا حسین و جمیل کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔ آپ تو ہر عیب سے پاک پیدا کئے گئے گویا آپ ایسے پیدا کیے گئے جیسا کہ آپ خود چاہتے تھے۔"

حسان رضی اللہ عنہ کا ایک اور شعر: ان کی عزت و شان دکھانے کے لئے اللہ نے ان کا نام خود اپنے نام سے مشتق کیا ہے۔ پس صاحب عرش محمود ہے تو آپ محمد ﷺ ہیں۔

اس مضمون کو ہمارے عہد کے ایک شاعر سید قمر زیدی نے اس طرح بیان کیا ہے:

اسی اک لفظ میں زیدی مکمل نعت پنہاں ہے — محمد ﷺ کہہ کے کچھ کہنے کی گنجائش نہیں رہتی

حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ جو شاعر دربار رسالت اور کاتب وحی ہیں، کہتے ہیں:

اگر ان کی نبوت کے لئے کھلی نشانیاں نہ بھی ہوتیں تب بھی ان کی صورت رسالت کی خبر دینے کے لئے کافی تھی۔

حضرت کعب بن زہیر: بے شک رسول اللہ ﷺ وہ نور ہیں جن سے روشنی حاصل کی جاتی ہے۔ وہ اللہ کی تلواروں میں سے کھنچی ہوئی ایک تلوار ہیں۔"

ساتویں صدی میں امام بوصیری کا قصیدہ بردہ جو ۱۶۵ اشعار پر مشتمل ہے اور اس کی شہرت و مقبولیت کی کوئی حد و انتہا نہیں، اس کے دو اشعار کا ترجمہ:

سبحان اللہ آپ کی شکل و صورت کیا ہی خوب ہے جسے حسن سیرت نے زینت بخشی ہے۔ یہ حسن پر مشتمل اور تازہ روئی و خندہ پیشانی سے موسوم ہے۔ آپ ﷺ جب بات کرتے یا مسکراتے ہیں تو ایسا لگتا ہے کہ آپ ﷺ کا دہن اور لب دو، کانیں ہیں جن میں درہائے دنداں یوں پنہاں ہیں جیسے صدف میں اچھوتے موتی۔

الغرض عربی نعت حضور ﷺ کے حسن صورت و حسن سیرت کی تجلیات و مظاہر سے پُر دامن ہے۔ فارسی نعت کے نہایت مختصر بیان کے آغاز میں سعدی کا وہ عربی قطعہ لکھتا ہوں جو پیکر نعت و ثنا کی جبیں پر ہمیشہ تاج فضیلت کے طور پر جگمگا تا رہے گا۔

بلغ العلیٰ بکمالہ — کشف الدجیٰ بجمالہ

حسنت جمیع خصالہ — صلوا علیہ وآلہ

ان اشعار میں دونوں پہلو موجود ہیں۔ جمال صورت جس سے تاریکیاں چھٹ گئیں،

اور جمال سیرت (خصالہ) جو تمام اخلاق جمیلہ کا مجموعہ ہے۔ ہمارے عہد کے ایک شاعر محشر بدایونی نے اس مناسبت سے کیا اچھا اردو شعر کہا ہے:

اسی کو کہتے ہیں تکمیل انسانیت ساری اچھائیاں ایک انسان میں

فارسی کی شعری کتب کو دیکھئے۔ ہر حمد کے بعد بالعموم نعت موجود ہے یا ہر باب کا آغاز حمد و نعت سے ہے اسی طرح اپنے قصے یا داستان کے درمیان جہاں چاہتے ہیں، حمد و نعت کے اشعار لے آتے ہیں۔نعت سے متعلق سارے ہی مضامین سے فارسی شاعری کا چمن پُرگل ہے۔ سراپا نگاری اور سیرت نگاری کا تلازمہ جا بجا نظر آتا ہے۔ فارسی میں ابتدا میں غزل نہ تھی، قصیدہ تھا۔ اس کی ابتدا لازماً حمد و نعت سے ہوتی تھی۔ جب غزل وجود میں آئی تو مطلع اور حسن مطلع میں حمد و نعت کے مضامین آتے تھے یا غزل کے درمیان یہ برکت شامل ہو جاتی تھی۔ فارسی میں زیادہ تر مثنویوں کا رواج رہا۔کوئی مثنوی کسی موضوع پر ہوتی، اخلاقی ،صوفیانہ، فلسفیانہ، تاریخی، عشقیہ وغیرہ۔ سب میں حمد و نعت جلوہ گر ہوتی۔ بعد میں جب نعتیہ مثنویاں تخلیق ہوئیں تو مدح و ثنائے رسول کے چمن در چمن اپنی آفرینیاں دکھلانے لگے۔ دو چار مثالوں پر اکتفا کروں گا:

سنائی:

گر ملک دیو شد گہ آدم دیو در عہدِ او ملک شد ہم
تا بحشر ای دل از ثنا گفتی ہم گفتی چو مصطفی گفتی

عطار:

حق چو دید آں نور مطلق در حضور آفرید آم نور او صد بحر نور
آفرینش را جز او مقصود نیست پاکدامن تر ازو موجود نیست

نظامی (خمسہ نظامی کی شہرت) ۲۸ ہزار اشعار پر مشتمل:

(مخزن الاسرار سے):

اے مدنی برقع و مکی نقاب سایہ نشیں چند بود آفتاب

سعدی:

خلاف پیمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید

نپندار سعدی کہ راہ صفا   تواں رفت جز در پئ مصطفی

امیر خسرو:

آفاق ہا گردیدہ ام،مہر بتاں ورزیدہ ام   بسیار خوباں دیدہ ام، اما تو چیزے دیگری

جامی:

نسیما جانب بطحا گزر کن   ز احوالم محمد ﷺ را خبر کن

غلام حسن شہید ملتانی: (وفات ۱۲۶۵ھ) کا حوالہ ضروری ہے جن کے فارسی دیوان کے نعتیہ حصے میں سراپا نگاری ہے مثلاً ان کی پیشانی دیباچہ مصحف جمال ہے۔ ان کے طرۂ گیسو کے ہر بال میں ہزاروں دل اسیر ہیں۔

ان کے لب ہائے شیریں سے دنداں یوں جھلکارتے ہیں جیسے شفق سے پردیں۔ ان کا سینہ وہ آئینہ باصفا ہے جو غبار کینہ سے صاف ہے۔

اُردو نعت گوئی پر بالواسطہ عربی نعت کا اور براہ راست فارسی نعت کا اثر ہے۔ فارسی نعت کی پوری روایت کو ہم نے اختیار کیا۔ البتہ ہماری تخلیقی انفرادیت اور امتیاز باقی رہا۔ فارسی نعت کا طرز احساس، اسلوب اظہار، اوزان و بحور، اصناف، ہیئتیں ہمارے یہاں در آئیں۔ اگرچہ ہمارے یہاں جس علاقے میں نعت پروان چڑھی وہاں کا مقامی رنگ بھی نعت میں شامل رہا۔ فارسی ہی کی طرح نعت ہمارے یہاں ذاتی محسوسات اور اجتماعی احوال و مسائل کی آئینہ دار ہے۔ ذاتی یا شخصی نعت میں ہجر و فراق آرزوئے حاضری و حضوری اور عشق و عقیدت کے جذبوں کا اظہار ہے جب کہ اجتماعی نعت کے کینوس میں ہم دوسروں کی کیفیات بھی بیان کرتے ہیں۔ فارسی ہی کی طرح قصیدہ، غزل، مثنوی، رباعی، قطعہ، نظم کی مختلف صورتیں اور بعد میں دوہے، ماہیا، ہائیکو، سانیٹ کے ہیئتی انداز ہمارے یہاں موجود ہیں۔ حضور ﷺ کے میلاد نامے، معراج نامے، شمائل نامے، معجزات نامے، غزوات نامے، وفات نامے وغیرہ فارسی ہی کی تقلید ہیں۔

جب ہم برصغیر میں طویل عہد حکومت کے بعد غلامی میں مبتلا ہوئے اور سیاسی، اخلاقی اور تاریخی زوال کی گرفت میں آئے تو اردو نعت میں استغاثہ، فریاد اور آشوب امت کے عناصر شامل ہوئے ماجب قوم تحریک آزادی اور تشکیل پاکستان کے ابتدائی دو

میں ناہموار حالات سے گزری تو حضور ﷺ سے استمداد کا جذبہ اور غالب آیا۔ ان خصوصیات کے ساتھ ساتھ ہماری نعت حضور ﷺ کے فضائل واخلاق، حضور ﷺ کے مرتبہ و مقاصد نبوت، حضور ﷺ کی تعلیمات، ارشادات اور احکامات کی مبلغ رہی اور حضور ﷺ کی محبت اور اطاعت کے خیالات کی مظہر رہی۔ اس تنوع کاری کے باوجود ہر عہد اور علاقے میں نعت واضح طور پر دو بنیادی اور مرکزی موضوعات سے وابستہ رہی یعنی سراپا نگاری اور سیرت نگاری۔

اس محل پر یہ امر واضح کرنا ضروری ہے کہ حضور ﷺ جمال صورت کے ارفع مقام پر ہیں اور انہی کے ظہور جمال کی آئینہ دار تمام کائنات ہے۔ کشف الدجیٰ بجمالہ کے مصداق حضور ﷺ کے جمال صورت کا ذکر و توصیف ہمارے عشق و عقیدت کا اساسی تقاضا ہے۔ البتہ اس سلسلے میں نہایت احتیاط و ادب لازمی ہے کہ حضور ﷺ کی توصیف جمال صورت میں یہ خیال رکھا جائے کہ یہ عام چشم ولب، رخ و گیسو اور قد و قامت کا ذکر نہیں ہے بلکہ محبوب خدا کے جمال مقدس کا ذکر جمیل ہے۔ اتفاق یہ ہے کہ ہمارے بہت سے نعت گو شعرا ابتدا میں غزل کہتے رہے، پھر نعت کی طرف آئے تو وہ مجازی تلازمات اور ساز و سامان دیر تک ان کی فکر و اظہار میں رچا بسا رہا۔ اس لئے نہایت ادب و احتیاط و شعور و ہوش مندی درکار ہے۔

اب ہم اُردو نعتیہ شاعری سے چند مثالیں درج کریں گے جو ہمارے یہاں سراپا نگاری اور سیرت نگاری کی روایت کے تسلسل کا مظہر ہیں:

جمال صورت:

واللیل تیرے گیسوئے مشکیں کی ہے ثنا　　　والشمس ہے ترے رخِ پُرنور کی قسم

(بہادر شاہ ظفر)

منظور تھی یہ شکل تجلی کو نور کی　　　قسمت کھلی ترے قد و رخ سے ظہور کی

(غالب)

وصف جب گلزار میں چشم مبارک کا کیا　　خواب آنکھوں سے اڑا یا نرگس بیمار کا
(لطف بریلوی)

کافی کشتۂ دیدار کو زندہ کرتے　　لبِ اعجاز اگر آپ ہلاتے جاتے
(کفایت علی کافی)

نہیں ممکن چلے بے آپ کے ایجاد کی ابجد　　کہ اس میں پہلے بسم اللہ الف ہے آپ کے قد کا
(حافظ پیلی بھیتی)

ہر نخل بیابان عرب مجھ کو ہے طوبیٰ　　ہوں شیفتۂ قامتِ دل جوئے محمد ﷺ
(کرامت علی شہیدی)

اے زنخدان نبی ﷺ آئی ہے کنعاں سے خبر　　چاہ میں ڈوب گیا چاہنے والا تیرا
(بیان و یزدانی میرٹھی)

لکھا جو وصف گیسوئے پیچان مصطفیٰ ﷺ　　کچھ مغفرت میں بل جو رہا تھا نکل گیا
(امیر مینائی)

وصف ابرو میں کوئی بیت لکھوں بسم اللہ　　چل کے محراب عبادت میں جھکاؤں گردن
(محسن)

موتی دندانِ مبارک کی چمک کے صدقے　　لب رنگیں پہ ہے قربان عقیق یمنی
(بیدم وارثی)

ادائے دید سراپا نیاز تھی تیری　　کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی تیری
نظم "بلال" سے (اقبالؔ)

جمالِ سیرت

پایا آدم علیہ السلام نے ہے اسی سے شرف　　تاج فرق پیمبران سلف
(شوق لکھنوی)

وہ خاتم مرسلیں محمد ﷺ　　جس نے ہمیں شرک سے بچایا
(مومن)

تمہی ہو رونق ہر دوسرا خاص　　تمہی ہو زینت ارض و سما خاص
(لطف بریلوی)

ذات آپ کی رحمت و شفقت ہے سر بسر　　میں گرچہ ہوں تمام خطاوار یارسول اللہ ﷺ
(مہاجر مکی)

اب کہاں آفاق میں تاریکیٔ کفر و ضلال　　نورِ حق خورشید رب العالمیں پیدا ہوا
(امیر مینائی)

مہر توحید کی ضو، اوجِ شرف کا مہِ نو　　شمع ایجاد کی لو، بزم رسالت کا کنول
(محسن)

اٹھا ہدایت کو تو عین ضرورت کے وقت　　جیسے کہ ہنگام قحط قبلے سے اٹھے گھٹا
(حالی)

مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا سلام جو ۱۶۸ اشعار پر مشتمل ہے، سراپا نگاری اور سیرت نگاری کے حوالے سے ایک جامع اور مکمل تخلیق ہے۔ اس سلام سے دونوں پہلو ملاحظہ کیجئے: (بالاختصار)

مصطفی ﷺ جانِ رحمت پہ لاکھوں سلام　　شمع بزم ہدایت پہ لاکھوں سلام
خلق کے داد رس، سب کے فریاد رس　　کہف روزِ مصیبت پہ لاکھوں سلام
وہ کرم کی گھٹا گیسوئے مشک سا　　لکۂ ابرِ رافت پہ لاکھوں سلام
دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان　　کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام
نیچی آنکھوں کی شرم و حیا پر درود　　اونچی بینی کی رفعت پہ لاکھوں سلام
پتلی پتلی گل قدس کی پتیاں　　ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام
وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں　　اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام
الغرض ان کی ہر مُو پہ لاکھوں درود　　ان کی ہر خو و خصلت پہ لاکھوں سلام

آج کی نعت اور مستقبل کی نعت ممکنات کے عہد سے گزر رہی ہے۔ عالمی تناظر، عصری مسائل و احوال اور سائنسی حقائق کے اثرات کے تحت اس میں سراپا نگاری کا عنصر نسبتاً کم ہوتا جا رہا ہے (اس کے باوجود یہ زمزمہ ہائے عشق و عقیدت سدا جاری رہیں گے)

تاہم حضور ﷺ کی سیرت نگاری کے اجزا و عوامل میں اضافہ ہو رہا ہے۔ اب رجحان یہ ہے کہ حضور ﷺ کو پیغمبر اسلام ہی نہیں، پیغمبر انسانیت کے طور پر پیش کیا جائے اور امت مسلمہ کے غلب وظفر مندی اور عالمی امن و آسودگی کے لئے ان کی سیرت مقدسہ اور تعلیمات و ہدایت کی زیادہ سے زیادہ تبلیغ کی جائے۔ حضور ﷺ کی ذات کے مرکز سے وابستگی اور ان سے محبت و اطاعت کے مضامین کو عام کیا جائے تاکہ تمام عالم انسانیت ان کے دامان رحمت میں سما جائے۔

مرا پیام ہے ہر قوم کو، ہر امت کو ــــ مرے حضور ﷺ کے در تک ضرور آ جائے
مدارِ امن محمد ﷺ ہیں اور کوئی نہیں ــــ بس اتنا نوعِ بشر کو شعور آ جائے

(عاصی کرنالی)

سراپائے اقدس ﷺ

وَاَحْسَنَ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِي
وَاَجْمَلَ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ
خُلِقْتَ مُبَرَّءًا مِنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَاَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ

سیدنا حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ

نہیں دیکھا مری آنکھوں نے تجھ جیسا حسیں کوئی ★ نہیں ماں جن سکی دنیا میں تجھ سا مہ جبیں کوئی
مبرا تجھ کو عیبوں سے جہاں میں سب کیا پیدا ★ بنایا تجھ کو ویسا ہی کہ چاہا تو نے خود جیسا

حدائقِ بخشش اور میلادِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

پروفیسر محمد اکرم رضا ☆

عشق مصطفی ﷺ کے خوش بخت قافلے کا جب بھی ذکر چھڑتا ہے تو ایک نام تمام تر فکری شکوہ اور روحانی وقار کے ساتھ سامنے آتا ہے۔ وہ نام امام احمد رضا خان فاضل بریلوی کا ہے جن کا انداز ایک زمانے کا انداز ٹھہرا اور جن کی عہد آفریں سوچ نے قلزم خیالات کے رخ کو بدل کر رکھ دیا۔ آپ ایک نامور فقیہ، نادر روزگار مفکر، یگانہ عالم محدث، بے مثال نکتہ دان، بے بدل مصنف، صاحب کمال شاعر، لازوال ادیب اور عصر حاضر کے وہ صاحب اسلوب انشاء پرداز تھے جن کے تحقیقی اسلوب نے بے شمار قلوب و اذہان کو اپنی ایمانی تب وتاب سے جگمگا دیا۔ آپ ایک جامع الصفات شخصیت اور متاثر کن علمی تبحر کے حامل عالم دین تھے لیکن آپ کی جس صفت خاص سے آپ کی جملہ صفات کو روشنی عطاء ہوئی وہ آپ کا عشق رسول ہے جس کا بصد افتخار تذکرہ تو کیا جا سکتا ہے مگر جس کی مثال ڈھونڈنے کے لئے قرون اولیٰ اور قرون وسطیٰ کے اہل ایمان کا تصور کرنا پڑتا ہے۔ یہ عشق رسول ﷺ ہی کا فیضان تھا کہ آپ کو برصغیر میں "دو قومی نظریہ اسلام" کے احیاء کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ کی جملہ تصانیف اس حقیقت کی شارح ہیں کہ آپ حضور نبی کریم ﷺ کی بارگاہ قدس میں ادنیٰ سی گستاخی کے ارتکاب کو ایمان ساقط ہونے کی دلیل سمجھتے تھے۔

"حدائق بخشش" امام احمد رضا خان فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا وہ سدا بہار شعری سرمایہ ہے کہ جس کے اشعار کی خوشبو سے گلشن عقیدت ہمیشہ مہکتا رہے گا۔ میلاد مصطفی ﷺ وہ موضوع ہے جس پر صدیوں کے تواتر سے ہر دور میں بہت کچھ لکھا گیا ہے بلکہ یوں کہنا بے جا نہ ہو گا کہ ہر دور کے ادیبوں، شاعروں، دانش مندوں اور علماء و فقہاء نے اس موضوع کو اپنے لئے حاصل حیات سمجھتے ہوئے اپنی تمام فکری رعنائیاں اس کی نذر کر دی ہیں۔ اعلیٰ حضرت مجدد

☆ گوجرانوالہ سے قادر الکلام نعت گو شاعر، محقق اور ممتاز ماہر تعلیم

ملت مولانا الشاہ احمد رضا خان نے اس موضوع پاک کو نہ صرف اپنی نثری اور فقہی عظمتوں کا ہدیہ پیش کیا ہے بلکہ اپنی نعتیہ شاعری میں بھی جا بجا اس موضوع کے حوالے سے کبھی نہ بجھ سکنے والے چراغ روشن کئے ہیں۔ اس ضمن میں یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے اپنی نعتوں میں قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کو بطور خاص ملحوظ نظر رکھا ہے۔ ان کی شاعری قرآن و احادیث کے حوالے سے عظمت و شان مصطفوی کے تقاضوں کو پورا کرتی ہے۔ قرآن بجائے خود نعت مصطفیٰ ہے۔ اس کی مقدس سورتیں اور مبارک آیات حضور نبی کریم ﷺ کے کمالات و خصائص کا منہ بولتا ثبوت ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے نعت مصطفیٰ کے نام پر قرآن حکیم سے کس طور راہنمائی حاصل کی ہے اس کا اظہار ان کی اس رباعی سے ہوتا ہے۔

ہوں اپنے کلام سے نہایت محظوظ بیجا سے ہے المنۃ للہ محفوظ
قرآن سے میں نے نعت گوئی سیکھی یعنی رہے احکام شریعت ملحوظ

اس تمہید سے ہمارا مقصود اس حقیقت کو اجاگر کرنا ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ولادت و بعثت نبوی ﷺ کو دنیا کے لئے سب سے بڑی سعادت جان کر شریعت کے تقاضوں کی بجا آوری کما حقہ کی ہے۔ اس سلسلہ میں ان کے نعتیہ اشعار میں ان بشارات اور محاسن قدسیہ کا ذکر بھی ملتا ہے جن سے حضور نبی کریم ﷺ کو بطور خاص نوازا گیا تھا۔

نبی کریم ﷺ کی ولادت پاک سے پہلے خطہ عرب دنیا بھر میں سب سے زیادہ برائیوں اور گناہوں کا مرکز تھا۔ پورا عالم انسانیت امن و سکون کے لئے ترس رہا تھا۔ یہ جہان ظلمت کدے میں تبدیل ہو چکا تھا اور کہیں سے ایمان کی روشنی پھوٹتی ہوئی نظر نہیں آتی تھی۔ مجبور و مقہور انسان بشارات کی تعبیر کے منتظر تھے جو ظہور محمدی کے نام پر مقدس صحائف اور کتب سماوی میں موجود تھیں۔ چاروں طرف سے ٹھوکریں کھانے والے، تاریخ انسانیت کے اس سب سے بڑے نجات دہندہ کی آمد کے لئے سراپا انتظار تھے، جسے احمد اور محمد کے اسمائے گرامی سے یاد کیا جاتا تھا۔ ظلم و تشدد اور حرص و ہوس کے دیوتاؤں کی بھینٹ چڑھنے والے، حضور نبی کریم ﷺ کے مقدس نام کی دہائی دے کر رحمت ایزدی کو آواز دے رہے تھے۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی [illegible]

قرار دے کر اہل نظر کے جذبات کی ترجمانی کی ہے۔ ان اشعار سے معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ کس بے تابی سے نور محمدی کا منتظر ہے۔

اٹھا دو پردہ دکھا دو چہرہ کہ نور باری حجاب میں ہے
زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے

گنہ کی تاریکیاں یہ چھائیں امنڈ کے کالی گھٹائیں آئیں
خدا کے خورشید مہر فرما کہ ذرہ بس اضطراب میں ہے

خدائے قہار ہے غضب پر کھلے ہیں بدکاریوں کے دفتر
بچا لو آ کر شفیع محشر تمہارا بندہ عذاب میں ہے

جلی ہے سوزِ جگر سے جاں تک ہے طالب جلوۂ مبارک
دکھا دو وہ لب کہ آبِ حیواں کا لطف جن کے خطاب میں ہے

زمانہ جن بشارات قدسیہ کے ظہور کا منتظر تھا وہ وجود محمد کی جانب اشارہ کر رہی تھیں۔
مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیف "ختم النبوۃ" میں مندرج اس بشارت کا تذکرہ یقیناً اہل ایمان کے لئے روحانی بالیدگی کا باعث بنے گا۔

ابو نعیم بطریق شہر بن حوشب اور ابن عساکر بطریق مسیب بن رافع وغیرہ حضرت کعب احبار سے راوی ہیں۔ انہوں نے فرمایا میرے باپ اعلم علمائے تورات تھے۔ اللہ عزوجل نے جو کچھ موسیٰ علیہ السلام پر اتارا اس کا علم ان کے برابر کسی کو نہ تھا۔ وہ اپنے علم سے کوئی شے مجھ سے نہ چھپاتے۔ جب مرنے لگے مجھے بلا کر کہا اے میرے بیٹے تجھے معلوم ہے کہ میں نے اپنے علم سے کوئی شے تجھ سے نہ چھپائی مگر ہاں دو ورق روک رکھے ہیں۔ ان میں ایک نبی کا بیان ہے جس کی بعثت کا زمانہ قریب آ پہنچا۔ میں نے اس اندیشے سے تجھے ان دو ورقوں کی خبر نہ دی کہ شاید کوئی جھوٹا مدعی نکل کھڑا ہو اور تو اس کی پیروی کرے۔ یہ طاق تیرے سامنے ہے میں نے اس میں دو اوراق رکھ کر اوپر سے مٹی لگا دی ہے ابھی ان سے تعرض نہ کرنا انہیں دیکھنا۔ جب وہ نبی جلوہ فرما ہو اگر اللہ تعالیٰ تیرا بھلا چاہے گا تو تو آپ ہی اس کا پیرو ہو جائے گا۔ یہ کہہ کر وہ مر گئے۔ ہم ان کے دفن سے فارغ ہوئے مجھے ان دو ورقوں کے دیکھنے کا شوق ہر چیز سے زیادہ تھا۔ میں نے طاق کھولا ورق نکالے تو کیا دیکھتا ہوں کہ ان میں لکھا ہے:

محمد رسول اللہ۔ خاتم النبیین۔ لا نبی بعدہ مولدہ بمکۃ و مہاجرہ بطیبۃ (الحدیث ختم النبوۃ صفحہ ۱۶)

ہونے کی ساعت تھی۔ یہ وہ مبارک گھڑی تھی کہ جب رحمت خداوندی کا ابر بے کنار پوری شدت کے ساتھ برسنے کو تھا۔ مظلوموں کے آنسوؤں کو لعل و جواہر کی چمک عطا ہونے والی تھی۔ غم و آلام کے زندانیوں کو رہائی عطا ہونے والی تھی۔ ستم رسیدگان ہستی کے آلام کا مداوا ہونے والا تھا۔ وہ کیسا منظر تھا کیسا سماں تھا، کیا سہانی صبح تھی، کیا کیف آور فضائیں تھیں، کیا وجد آفریں ہوائیں تھیں، مرادوں کے غنچے کھل رہے تھے۔ دکھوں کی خزاں گلستان ہستی سے رخصت ہو رہی تھی۔ پر انوار اجالے کی نوید لے کر کبھی نہ غروب ہونے والا سورج طلوع ہونے والا تھا۔ اس منظر کو احمد رضا بریلوی کیسے اپنی خداداد مہارت فن سے قلمبند کرتے ہیں اس کی ایک جھلک ملاحظہ ہو۔

صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا — صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا — مست بو ہیں بلبلیں، پڑھتی ہیں کلمہ نور کا
آئی بدعت چھائی ظلمت رنگ بدلا نور کا — ماہ سنت مہر طلعت لے لے بدلا نور کا
بارھویں کے چاند کا مجرا ہے سجدہ نور کا — بارہ برجوں سے جھکا اک اک ستارا نور کا
صبح کر دی کفر کی سچا تھا مژدہ نور کا — شام ہی سے تھا شب تیرہ کو دھڑکا نور کا
تاریوں کا دور تھا دل جل رہا تھا نور کا — تم کو دیکھا ہو گیا ٹھنڈا کلیجہ نور کا

اس طویل نعت میں جسے "قصیدۂ نور" بھی کہہ سکتے ہیں، مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے آقا و مولا ﷺ کے میلاد اقدس کا جشن مناتے ہوئے آپ کے حسن جہاں افروز کا بھی جی کھول کا تذکرہ کیا ہے۔ حضور نبی کریم نور علیٰ نور ہیں اور اس نعتیہ قصیدہ کی ردیف ہی اس مظہر انوار خداوندی کے انوار ظاہر و باطن کو منکشف کر رہی ہے جس کی پذیرائی کی خاطر یہ بزم دو عالم تخلیق ہوئی۔ یہ نعت ایک لحاظ سے قد جاء کم من اللہ نور و کتاب مبین کی نورانی تفسیر ہے۔ سراپائے مصطفوی کے حوالے سے چند اشعار ملاحظہ ہوں تاکہ قارئین کو اندازہ ہو سکے کہ جس ہستی والا صفات کے میلاد کا جشن منایا جا رہا ہے وہ کس قدر حسین اجمل اکمل اور پاکیزہ ہے۔

پشت پر ڈھلکا سر انور سے شملہ نور کا — دیکھیں موسیٰ طور سے اترا صحیفہ نور کا

شمع دل، مشکوٰۃ تن، سینہ زجاجہ نور کا — تیری صورت کے لئے آیا ہے سورہ نور کا
تو ہے سایہ نور کا ہر عضو ٹکڑا نور کا — سایہ کا سایہ نہ ہوتا ہے نہ سایہ نور کا
وضع واضع میں تیری صورت ہے معنیٰ نور کا — یوں مجازاً چاہیں جس کو کہہ دیں کلمہ نور کا
یہ جو مہر و مہ پہ ہے اطلاق آتا نور کا — بھیک تیرے نام کی ہے استعارہ نور کا
ک گیسو۔ ہ دہن۔ ی ابرو۔ آنکھیں ع ص — کھیعص ان کا ہے چہرہ نور کا

بلاشبہ نبی کریم ﷺ کی بعثت قدسی ایسے غیر معمولی واقعہ کی حیثیت رکھتی تھی کہ جس کی گذشتہ صدیوں اور ادوار میں مثال ملنا ناممکن ہے۔ ہر نبی اور پیغمبر اپنے اپنے دور نبوت میں حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے لئے سراپا انتظار رہا اور پھر جوں جوں آپ کے ظہور کی صدیاں قریب آتی گئیں تو آپ کے وجود اقدس کے بارے میں بشارات کو چھپانے کی کوشش تھی مگر سچائی سر چڑھ کر بولتی ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ بعض حق گو یہودی اور نصرانی علماء نے تعصبات کی گرد کا پردہ چاک کر کے اس امر کا اعلان کرنا ضروری سمجھا کہ مکے میں خاتم النبیین کے ظہور کی ساعتیں قریب آ رہی ہیں اور آپ ہی وہ نبی ہوں گے جن کا کتب آسمانی میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں ایک یہودی عالم کی حق گوئی کا انداز دیکھئے۔

ابو نعیم حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں۔ میں سات برس کا تھا۔ ایک دن پچھلی رات کو وہ سخت آواز آئی کہ ایسی جلد پہنچتی آواز میں نے کبھی نہ سنی تھی۔ کیا دیکھتا ہوں کہ مدینے کے ایک بلند ٹیلے پر ایک یہودی ہاتھ میں آگ کا شعلہ لئے چیخ رہا ہے۔ لوگ اس کی آواز پر جمع ہوئے وہ بولا:

هذا کوکب احمد قد طلع هذا کوکب لا یطلع الا بالنبوۃ ولم یبق من الانبیاء الا احمد۔

یہ احمد کے ستارے نے طلوع کیا۔ یہ ستارہ کسی نبی کی پیدائش پر طلوع کرتا ہے اور اب انبیاء میں سوائے احمد ﷺ کے کوئی باقی نہیں۔

(ختم النبوۃ از مولانا احمد رضا خان بریلوی صفحہ ۲۰)

ان سعادتوں کے حوالے سے رضا بریلوی یوں مدحت سرا ہیں۔

بزم آخر کا شمع فروزاں ہوا — نور اول کا جلوہ ہمارا نبی
[illegible]

بجھ گئیں جس کے آگے سبھی مشعلیں — شمع وہ لے کے آیا ہمارا نبی

قرنوں بدلی رسولوں کی ہوتی رہی — چاند بدلی سے نکلا ہمارا نبی

کیا خبر کتنے تارے کھلے چھپ گئے — پر نہ ڈوبے نہ ڈوبا ہمارا نبی

لامکاں تک اجالا ہے جس کا وہ ہے — ہر مکاں کا اجالا ہمارا نبی

مولانا احمد رضا بریلوی نے میلادِ مصطفی ﷺ کو عشق و عقیدت کے آئینے میں سو سو طرح سے جلوہ گر دیکھا ہے۔ آپ کو یہ شرف حاصل ہے کہ آپ نے نعت گوئی کو نئے نئے اسلوب عطا کئے اور شاعری کو غزل کے شبستان ہوس سے نکال کر نعت کے گلستان سدا بہار کی زینت بنا دیا۔ آپ سے پہلے اردو میں "میلاد نامے" یا "مولود نامے" قسم کی کئی شعری تصانیف نظر آتی ہیں مگر ان میں اس قدر رطب و یابس ہے کہ صداقتیں روایات کے بوجھ تلے چھپتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔ جناب احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ نے شریعت کے تقاضوں کی پاسداری کرتے ہوئے جب نعت کہی تو اسے قبولیت عام اور شہرت دوام کا وہ منصب نصیب ہوا کہ جو آج تک نعتیہ شاعری کے حوالے سے کسی کا مقدر نہیں بن سکا۔ مشہور نقاد نیاز فتح پوری کے لفظوں میں:

"شعر و ادب میرا خاص موضوع ہے۔ میں نے مولانا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام بالاستیعاب پڑھا ہے۔ ان کے کلام کا پہلا تاثر جو پڑھنے والوں پر قائم ہوتا ہے وہ مولانا کی بے پناہ وابستگی، رسول عربی ہے۔ ان کے کلام سے ان کے بے کراں علم کے اظہار کے ساتھ افکار کی بلندی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔"

اسی وابستگیٔ رسول عربی ﷺ کے نام پر حضرت احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ خود کہتے ہیں:

کروں مدح اہل دول رضا، پڑے اس بلا میں میری بلا

میں گدا ہوں اپنے کریم کا میرا دین پارۂ ناں نہیں

حضور نبی کریم ﷺ کی توصیف و ثنا کو وظیفہ حیات بنانے والے احمد رضا خان جب ولادت مصطفوی کا تصور کرتے ہیں تو اس دن کی عظمت ہیبت اور جلالت ان کے دل پر نقش ہو جاتی ہے اور بے ساختہ پکار اٹھتے ہیں۔

تیری رحمت سے صفی اللہ کا بیڑا پار تھا   تیرے صدقے سے نجی اللہ کا بجرا تر گیا

احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک میلادِ مصطفی ﷺ ایسا موضوع ہے کہ جس میں کیف سامانیاں اپنے عروج کو چھونے لگتی ہیں۔ بلبلیں مست نغمہ ہونے لگتی ہیں۔ فکر و آگہی کے عنادل نغمہ سنجی کرنے لگتے ہیں۔ عشق و سرمستی کی آبشار میں رحمت ایزدی کے زمزمے گانے لگتی ہیں۔ ذہن و ادراک کی کلیاں مہکنے لگتی ہیں، کلک عنبر بار عقیدت کی روشنائی میں غسل کر کے "الصلوٰۃ والسلام علیک یا سیدی" کی خوشبو لٹانے لگتا ہے۔ چونکہ جناب احمد رضا کے لئے شاعری حقیقت میں حصول سعادت دارین کا ذریعہ ہے اس لئے ذکر مصطفی ﷺ میں بے خود و سرشار رہنے میں ہی عافیت اور سلامتی تصور کرتے ہیں۔ انہوں نے بیسیوں مقامات پر میلاد مصطفی ﷺ کا ذکر کیا ہے اور ہر جگہ انوکھے اور دلکش انداز سے۔ یہ ان کی شعری انفرادیت بھی ہے اور ندرت خیال بھی۔

اس سلسلہ میں ان کا شہرہ آفاق سلام "مصطفی جان رحمت پہ لاکھوں سلام" خاص اہمیت کا حامل ہے۔ یہ سلام بعثت نبی کریم ﷺ اور محاسن و خصائص مصطفوی ﷺ کے پس منظر میں نہایت ہی ایمان افروز تحریر ہے۔ اس میں حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کا ذکر بھی ہے اور آپ ﷺ کے اوصاف و کمالات کا تذکرہ بھی۔ آپ ﷺ کے سراپائے انور کی جھلک بھی ہے اور آپ ﷺ کے اسوۂ حسنہ کی چمک بھی۔ یہ سلام مقبولیت کے لحاظ سے شہکار اور شعری محاسن کے لحاظ سے مستند حوالے کی حیثیت رکھتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ عالم پناہ میں سلام شوق کا نذرانہ پیش کرتے ہوئے میلاد مصطفی ﷺ کی روشنی یوں بکھیرتے ہیں۔

جس سہانی گھڑی چمکا طیبہ کا چاند   اس دل افروز ساعت پہ لاکھوں سلام
اندھے شیشے جھلا جھل دمکنے لگے   جلوہ ریزیٔ دعوت پہ لاکھوں سلام
انتہائے دوئی ابتدائے یکی   جمع تفریق و کثرت پہ لاکھوں سلام
رب اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود   حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام
شہر یار ارم تاجدار حرم   نو بہار شفاعت پہ لاکھوں سلام

جس کے ماتھے شفاعت کا سہرا رہا　　اس جبین سعادت پہ لاکھوں سلام
پہلے سجدے پہ روزِ ازل سے درود　　یاد گاری امت پہ لاکھوں سلام

اس سلام میں میلاد مصطفیٰ ﷺ کا جشن مناتے مناتے جب طبیعت لہرائی تو اپنے آقا و مولا ﷺ کے روشن روشن خدوخال میں کھو گئے۔ جمال مصطفوی کی لمعہ افشانیوں نے انہیں اس شدت کے ساتھ اپنی طرف متوجہ کیا کہ یہ تخیل و تصور میں جمال حضور کے نظاروں میں گم ہو گئے۔ جمال مصطفیٰ ﷺ کے ضمن میں انہوں نے جو کچھ رقم کیا ہے اس میں سستی روایت پسندی یا مستعار لفظوں کی بناوٹ نہیں ہے بلکہ اس میں ایسی جدت فکر اور شوکت قلم کے نمونے ملتے ہیں جن کی اصل قرآن مجید یا احادیث مقدسہ سے عبارت ہے۔ اس سلسلہ میں انہوں نے پورا پورا خیال رکھا ہے کہ احادیث مبارکہ کی حقیقی روح کو اپنے اشعار میں پیوست کر لیں۔ انہوں نے جس شان عقیدت کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کا سراپا بیان کیا ہے اس پر ایک نظر ڈال کر ہی "شمائل ترمذی" کے اردو قالب میں ڈھلنے کا احساس ہونے لگتا ہے۔ یہ سلام محبت رسول کی ایک ایسی نادر روزگار تفسیر ہے جس کا مطالعہ دلوں کو ایمان کا گداز بخشنے لگتا ہے۔ اس سلام بلاغت نظام سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نور آفریں خدوخال کا ایک نمونہ دیکھئے۔

دور و نزدیک کے سننے والے وہ کان　　کان لعل کرامت پہ لاکھوں سلام
ان کی آنکھوں میں وہ سایہ افگن مژہ　　ظلۂ قصر رحمت پہ لاکھوں سلام
جس طرف اٹھ گئی دم میں دم آ گیا　　اس نگاہ عنایت پہ لاکھوں سلام
جس سے تاریک دل جگمگانے لگے　　اس چمک والی رنگت پہ لاکھوں سلام
ریش خوش معتدل مرہم ریش دل　　ہالۂ ماہ ندرت پہ لاکھوں سلام
پتلی پتلی گل قدس کی پتیاں　　ان لبوں کی نزاکت پہ لاکھوں سلام
وہ زباں جس کو سب کن کی کنجی کہیں　　اس کی نافذ حکومت پہ لاکھوں سلام
جس کی تسکیں سے روتے ہوئے ہنس پڑیں　　اس تبسم کی عادت پہ لاکھوں سلام
ہاتھ جس سمت اٹھا غنی کر دیا　　موج بحر سماحت پہ لاکھوں سلام

اسی نعتیہ سلام سے آپ کے غیر فانی کمالات محاسن و محامد اور فیوض و برکات کا ایک پرتو ملاحظہ ہو۔

نور کے چشمے لہرائیں دریا بہیں — انگلیوں کی کرامت پہ لاکھوں سلام
کل جہاں ملک اور جو کی روٹی غذا — اس شکم کی قناعت پہ لاکھوں سلام
بھائیوں کے لئے ترک پستاں کریں — دودھ پیتوں کی نصفت پہ لاکھوں سلام
کس کو دیکھا یہ موسیٰ علیہ السلام سے پوچھے کوئی — آنکھ والوں کی ہمت پہ لاکھوں سلام
کھائی قرآں نے خاکِ گزر کی قسم — اس کفِ پاکی حرمت پہ لاکھوں سلام

مولانا احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ سمجھتے ہیں کہ خدائے کریم نے اپنے محبوب ﷺ کو اپنے دست قدرت سے وہ حسن ظاہر و باطن عطا کیا ہے کہ دونوں جہان کی رفعتیں اس پر تصدق کی جا سکتی ہیں۔ خدا نے آپ ﷺ کو بے مثل اور بے عیب بنایا، ہر قسم کے نقائص وعیوب سے مبرا احسن اکمل کا نمونہ بنایا۔ آپ ﷺ کو صورت و سیرت کی ایسی جلوہ کاری بخشی کہ جو بھی آپ ﷺ کے دامانِ رحمت سے وابستہ ہو گیا پھر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آپ ﷺ ہی کا ہو کر رہ گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ اس قدر حسین و جمیل اور اس قدر جامع الخصائل تھے کہ جس نے آپ ﷺ کی ایک جھلک دیکھ لی اس نے دنیا بھر سے منہ پھیر کر آپ ﷺ کے حلقۂ تربیت میں جگہ پانے کو ہی سب سے بڑی سعادت خیال کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کا چہرہ مبارک اس قدر منور اور خوبصورت تھا کہ آپ ﷺ کے بدترین دشمن بھی جب آپ ﷺ سے ملتے تو بے اختیار پکار اٹھتے کہ اس قدر حسین و جمیل چہرے کا مالک جھوٹ نہیں بول سکتا۔ انوار الٰہی کا مظہر اور نور صداقت سے عبارت تھا۔

آپ ﷺ کے جمال جہاں آرا کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں:

خامۂ قدرت کا حسنِ دست کاری واہ واہ — کیا ہی تصویر اپنے پیارے کی سنواری واہ واہ
نور کی خیرات لینے دوڑتے ہیں مہر و مہ — اٹھتی ہے کس شان سے گردِ سواری واہ واہ
صدقے اس انعام کے قربان اس اکرام کے — ہو رہی ہے دونوں عالم میں تمہاری واہ واہ
وہ سوئے لالہ زار پھرتے ہیں — تیرے دن اے بہار پھرتے ہیں

انبیائے کرام علیہم السلام نے جس شان کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کا تذکرہ کیا ہے اور جس طرح اپنے جانشینوں کو نبیٔ آخر الزماں ﷺ کے وجود مسعود کے بارے میں آگاہ کرتے رہے۔ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر کئی انبیاء و رسل نے حضور ﷺ کے نام اقدس کے وسیلے سے درپیش مشکلات و مصائب سے رہائی پائی وہ تاریخ انسانیت کا ایک روشن باب ہے۔ احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ اس نکتہ نظر سے میلاد مصطفوی کے بارے میں یوں عنبر فشاں ہوتے ہیں۔

کنزِ مکتوم ازل میں درِ مکنونِ خدا ہو
سب سے اول سب سے آخر ابتدا ہو انتہا ہو
تھے وسیلے سب نبی تم اصل مقصود ہدیٰ ہو
سب بشارت کی اذاں تھے تم اذاں کا مدعا ہو
پاک کرنے کو وضو تھے تم نماز جانفزا ہو
سب تمہاری ہی خبر تھے تم مؤخر مبتدا ہو
قربِ حق کی منزلیں تھے تم سفر کا منتہا ہو
سب جہت کے دائرے میں شش جہت سے تم وراء ہو
وقتِ پیدائش نہ بھولے کیف عیسیٰ کیوں قضا ہو

جب بھی شاعر میلاد مصطفوی ﷺ کے پاکیزہ اور مقدس موضوع پر سخن آزمائی کرتا ہے تو اس کے پیش نظر آپ ﷺ کی ولادت باسعادت کے ساتھ ساتھ آپ ﷺ کی پروقار شخصیت ہوتی ہے۔ وہ شخصیت کہ جو محبوب خدا بھی ہے اور محبوب مخلوق خدا بھی۔ جو ممدوح ملائکہ بھی ہے اور مطلوب دو عالم بھی۔ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ میلاد مصطفی ﷺ کو موضوع شاعری بنا کر جب آپ ﷺ کے محاسن قدسی پر بات کرتے ہیں تو ان کا قلم عشق کی رفعتوں کو چھونے لگتا ہے۔ ان کے پیش نظر حضور نبی کریم ﷺ کے وہ تمام خصائص ہوتے ہیں جن کی بدولت آپ ﷺ کو ازل کا اعزاز اور ابد کا افتخار قرار دیا گیا۔ آپ ﷺ کی شخصیت وہ ذات والاصفات ہے کہ قدرت نے جس کے سر پر ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لولاک لما خلقت الافلاک کا تاج زرنگار سجا دیا کہ اگر خدا کو آپ ﷺ کے نور اولین کا ظہور

مقصود نہ ہوتا تو یہ شجر و حجر، بحر و بر شمس و قمر وجود میں نہ آتے نہ ہی لیل و نہار گردش آشنا ہوتے اور نہ ہی گل و گلزار کو بہار عطا ہوتی۔ گویا دو عالم کا وجود ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کا مرہونِ منت ہے اس لئے یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ اس کائنات کی ہر چیز فقط آپ ﷺ کے تذکار کو عام کرنے اور آپ ﷺ کی خوشنودی کی خاطر ہی تخلیق کی گئی۔

اس حقیقت کی طرف جناب احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ یوں اشارہ کرتے ہیں ۔

زمین و زماں تمہارے لئے مکین و مکاں تمہارے لئے
چنین و چناں تمہارے لئے بنے دو جہاں تمہارے لئے
فرشتے خِدم رسول حشم تمام امم غلام کرم
وجود و عدم حدوث و قدم جہاں میں عیاں تمہارے لئے
نہ روح امیں نہ عرش بریں نہ لوح مبیں کوئی بھی کہیں
خبر ہی نہیں جو رمزیں کھلیں ازل کی نہاں تمہارے لئے
صبا وہ چلے کہ باغ پھلے وہ پھول کھلے کہ دن ہوں بھلے
لوا کے تلے ثناء میں کھلے رضا کی زباں تمہارے لئے

چونکہ مولانا احمد رضا خاں رحمۃ اللہ علیہ عالم تھے، فقیہ الدہر تھے، شیخ العصر تھے، دانائے راز کائنات تھے، نکتہ دان و نکتہ سنج تھے۔ قرآن و حدیث کے علوم پر اس قدر گہری نظر رکھتے تھے کہ تشنگانِ علوم اسلامیہ آپ کے سرچشمۂ رشد و ہدایت سے علم و حکمت کے دو گھونٹ پی کر اپنی پیاس بجھایا کرتے تھے اس لئے آپ نے اپنی قرآن فہمی اور حدیث شناسی سے خوب خوب فائدہ اٹھایا اور نعتیہ شاعری میں میلاد مصطفیٰ ﷺ اور محاسن و محامد مصطفیٰ پر اپنی صلاحیتوں کی چمک دکھلاتے ہوئے آیات قرآنی اور احادیث نبوی کو خوب استعمال کیا ہے۔ اس سے نہ صرف ان کی نعتیہ شاعری کی اہمیت دو چند ہوگئی ہے بلکہ عظمت و شان حضور ﷺ بیان کرتے ہوئے شریعت کی احتیاط پسندی مسلسل ان کے لئے مشعل راہ بنی رہی ہے۔ محبوب جس قدر عظیم ہو اس کی ولادت کے تذکرے اتنے ہی پر تجمل اور پر شکوہ ہوتے ہیں اور یہاں تو محبوب وہ ذات گرامی ہے کہ جس کی مدحت سرائی کے لئے اہل نظر ہر آن ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی کوشش کرتے

ہیں۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے میلاد مصطفوی ﷺ کے سلسلہ میں آیات قرآن اور احادیث نبوی کی صحت اور حسن و جامعیت کو کس شان سے برقرار رکھا ہے اس کی خاطر چند مثالیں نذر قارئین ہیں۔

ارشاد خداوندی ہے:

اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِیْمٍ

احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

تیرے خُلق کو حق نے عظیم کہا تیرے خَلق کو حق نے جمیل کیا
کوئی تجھ سا ہوا ہے نہ ہوگا شہا، تیرے خالق حسن و ادا کی قسم

خدائے کریم شہر محبوب کی قسم کھا رہے ہیں۔

لَآ اُقْسِمُ بِهٰذَا الْبَلَدِۙ وَاَنْتَ حِلٌّۢ بِهٰذَا الْبَلَدِۙ مجھے اس شہر مکہ کی قسم ہے اس لئے کہ اے محبوب تو اس میں تشریف فرما ہے۔

اس آیت قرآنی سے احمد رضا بریلوی یوں مضمون آفرینی کرتے ہیں۔

وہ خدا نے ہے مرتبہ تجھ کو دیا نہ کسی کو ملے نہ کسی کو ملا
کہ کلام مجید نے کھائی شہا، تیرے شہر و کلام و بقا کی قسم

ارشاد خداوندی ہے۔

فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا

احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

عشاق روضہ سجدہ میں سوئے حرم جھکے اللہ جانتا ہے کہ نیت کدھر کی ہے

ارشاد خداوندی ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ

احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں:

مجرم بلائے آئے ہیں "جاؤک" ہے گواہ پھر رد ہو کب یہ شان کریموں کے در کی ہے

ارشاد خداوندی ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ

احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں۔

ورفعنا لك ذكرك کا ہے سایہ تجھ پر بول بالا ہے تیرا ذکر ہے اونچا تیرا

رہے گا یونہی ان کا چرچا رہے گا پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

قرآنی تراکیب کے حوالے سے دو اشعار اور ملاحظہ ہوں۔

لیلۃ القدر میں مطلع الفجر حق مانگ کی استقامت پہ لاکھوں سلام

معنیٔ قد رأیٰ مقصد ما طغیٰ نرگس باغ قدرت پہ لاکھوں سلام

نعت ایک ایسی محترم صنفِ ادب ہے کہ شاعر ممدوح کائنات حضور پر نور سید یوم النشور ﷺ کی ذات والاصفات کو اپنی فکر کا محور بنائے ہوئے بار بار لرز اٹھتا ہے کہ کہیں وہ توصیف کرتے کرتے تنقیص یا توہین کا مرتکب نہ ہو جائے کیونکہ نعت کا مرکز و محور وہ ذات عظیم ہے جس کی اتباع خدا نے اپنی اتباع اور جس کی رضا کو اپنی رضا قرار دیا ہے۔ جس کا نطق وحی الٰہی کا ترجمان اور جس کی گفتار تقدیر الٰہی کا اظہار ہے جس کی تدبیر کا اشارہ مشیت کا نظارہ اور جس کا کردار دلیل عظمت پروردگار ہے۔ جس کا نور نور الٰہی اور جس کی گفتگو خدائے واحد کی دائمی گواہی ہے۔ چنانچہ احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ "میلاد مصطفیٰ ﷺ" کے نام پر نعتیہ شاعری کی جوت جگاتے ہوئے مقامات رسول کریم ﷺ کی علو مرتبتی سے غافل نہیں ہوتے۔ وہ حضور نبی کریم ﷺ کی توصیف کرتے ہیں اور جی بھر کر کرتے ہیں۔ صفت و ثنائے حضور کرتے وقت ان کے پیش نظر کاروانِ نعت گوئی کے سالار اول سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے یہ نعتیہ اشعار ہیں جو انہوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی موجودگی میں پڑھے تھے اور داد پانے کے علاوہ چادر مصطفیٰ ﷺ سے بھی نوازے گئے تھے۔ سیدنا حسان رضی اللہ عنہ نے بارگاہ مصطفیٰ ﷺ میں یوں نذرانہ عقیدت پیش کیا تھا۔

واحسن منك لم ترقط عيني واجمل منك لم تلد النساء

خلقت مبرا من كل عيب كانك قد خلقت كما تشاء

حضرت رضا بریلوی بھی اسی کاروان مدحت و نعت کے معزز رکن ہیں اس لئے یہ کارواں سالار حسان بن ثابت کی تقلید کیوں نہ کرتے چنانچہ یہ بے ساختہ پکار اٹھے۔

لم یات نظیرک فی نظرِ مثلِ تو نہ شد پیدا جانا
جگ راج کو تاج تورے سر سو ہے تجھ کو شہ دوسرا جانا
لک بدر فی الوجہ الاجمل خط ہالۂ مہ زلف ابرِ اجل
تورے چندن چندر پروکنڈل رحمت کی بھرن برسا جانا
وہ کمالِ حُسن حضور ہے کہ گمانِ نقص جہاں نہیں
یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں
تیرے آگے یوں ہیں دبے لچے فصحاء عرب کے بڑے بڑے
کوئی جانے منہ میں زباں نہیں، نہیں بلکہ جسم میں جاں نہیں

جب میلاد مصطفی ﷺ کا ذکر چھڑے تو پھر کیسے ممکن ہے کہ آپ کے اوصاف حسنہ کا ذکر نہ چھڑے۔ حضور نبی کریم ﷺ مومنوں کے لئے نعمت بے بہا کی حیثیت رکھتے ہیں۔ قدرت اشارہ کر رہی ہے۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۝ یعنی اپنے خدا کی نعمتوں کا دل کھول کر چرچا کرنا خدا کے انعامات بے بہا کا عام اعلان کرنا ہے۔

چرچا خفی نہیں ہوتا جلی ہوتا ہے۔ چھپ کر نہیں بلکہ اعلانیہ ہوتا ہے۔ اکیلے اکیلے نہیں بلکہ مجلس میں ہوتا ہے خلوت میں نہیں جلوت میں ہوتا ہے۔ چونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات والاصفات ان انعامات میں سرِفہرست ہے جو خدا نے بندگان خدا پر فرمائے۔ اس لئے ولادت مصطفی ﷺ کا محافل میں مجالس میں، منبر و محراب میں ذکر کئے جانا حقیقت میں حکم الٰہی کی تعمیل ہے۔ حضرت احمد رضا بریلوی میلاد مصطفی ﷺ کے نام پر اسی طور پر چرچا کرنا اپنا اظہار عقیدت سمجھتے ہیں اور اس سلسلہ میں کسی مصلحت کوشی یا اشرار باطل سے دبنے کے روادار نہیں بلکہ وہ تو میلاد مصطفی ﷺ کی اس قدر دھوم مچانا چاہتے ہیں کہ فرش سے لے کر عرش تک غلغلے بلند ہو جائیں۔ میلاد مصطفی ﷺ کے تذکار قدسی عام کرنے کے لئے رضا بریلوی کس شان سے مدحت سرا ہوتے ہیں اس کا انداز دیکھئے۔

آفتاب ان کا ہی چمکے گا جب اوروں کے چراغ صرصرِ جوش بلا سے جھلملاتے جائیں گے

حشر تک ڈالیں گے ہم پیدائش مولا کی دھوم — مثل فارس نجد کے قلعے گراتے جائیں گے
خاک ہو جائیں عدو جل کر مگر ہم تو رضا — دم میں جب تک دم ہے ذکر ان کا سناتے جائیں گے

☆

تو زندہ ہے واللہ تو زندہ ہے واللہ — مرے چشم عالم سے چھپ جانے والے
رہے گا یونہی ان کا چرچا رہے گا — پڑے خاک ہو جائیں جل جانے والے

☆

مثل فارس زلزلے ہوں نجد میں — ذکر آیات ولادت کیجئے
غیظ میں جل جائیں بے دینوں کے دل — یا رسول اللہ ﷺ کی کثرت کیجئے

مولانا احمد رضا خان اس حقیقت کو سمجھتے ہیں کہ "بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر" کے مصداق حضور ﷺ کی ذات گرامی خدا کے بعد کائنات بھر میں سب سے افضل و اعلیٰ ہے۔ آپ کے سامنے اپنے آقا و مولا کی مکمل حیات طیبہ ہے آپ ﷺ کی صورت، آپ ﷺ کی سیرت، آپ ﷺ کا اسوہ، آپ ﷺ کا جلوہ۔ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی آقائے دو عالم ﷺ کی روحانی ونظری، اور بشری و نورانی رفعتوں کا ہر ممکن تذکرہ کرتے ہیں لیکن ایک مقام اعتراف ایسا بھی آ جاتا ہے کہ آپ کو بے اختیار یہ کہنا پڑتا ہے۔

لیکن رضا نے ختم سخن اس پہ کر دیا — خالق کا بندہ خلق کا آقا کہوں تجھے

"حدائق بخشش" عظمت و شان مصطفوی ﷺ کا ایک ایسا سدا بہار گلدستہ ہے جس کی ہر کلی خزاں ناآشنا ہے۔ یہ کتاب محبت و عقیدت کی سوغات ہے۔ یہ مدحت و نعت کا لازوال ارمغاں ہے یہ توصیف رسول کا ہمیشہ زندہ رہنے والا مجموعہ ہے۔ یہ وہ مجموعہ نعت ہے کہ جس کا ایک ایک شعر درِ تابدار کی حیثیت رکھتا ہے جس کی ایک ایک نعت اپنی معنی آفرینی، ندرت بیان، شوکت الفاظ، انداز عجز و فروتنی، وفور عقیدت اور حسن یقین کی بدولت آسمان عقیدت پہ جگمگانے والے نجم کامل کی حیثیت رکھتی ہے۔ امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ علیہ میلاد مصطفیٰ ﷺ کے آئینے میں آپ کی صفات حسنہ کی جگمگاہٹ کو محسوس کرتے ہوئے اس خدائے بزرگ و برتر کا شکریہ ادا کرنا نہیں بھولتے جس نے اپنی رحمت کاملہ سے ایسا جامع الصفات رسولِ برحق عطا کیا ...

اس موضوع پر جس قدر بھی لکھا جائے کم ہے۔ ہم اپنے مضمون کا اختتام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ان حمدیہ اشعار پر کر رہے ہیں جن میں آپ نے حمد باری تعالیٰ بھی بیان کی ہے اور میلاد مصطفی ﷺ پر بارگاہ ایزدی میں ہدیہ امتنان و تشکر بھی ادا کیا ہے۔

وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا
ہمیں بھیک مانگنے کو تیرا آستاں بتایا
تجھے حمد ہے خدایا

یہی بولے سدرہ والے چمن جہاں کے تھالے
سبھی میں نے چھان ڈالے تیرے پایہ کا نہ پایا
تجھے یک نے یک بنایا

یہ تصورات باطل تیرے آگے کیا ہیں مشکل
تیری قدرتیں ہیں کامل انہیں راست کر خدایا
میں انہیں شفیع لایا

مآخذ و مراجع

☆ حدائق بخشش از اعلیحضرت احمد رضا خاں بریلوی فرید بک سٹال اردو بازار لاہور

☆ ختم النبوۃ از اعلیحضرت احمد رضا خاں بریلوی مکتبہ نبویہ۔ لاہور

☆ جہان رضا مرتب مرید احمد چشتی مرکزی مجلس رضا لاہور

☆ امام احمد رضا مرتب خواجہ انجم نعمانی رضا اکیڈمی پنڈ دادنخاں جہلم

☆ امام نعت گویاں از سید محمد مرغوب اختر الحامدی قادری مکتبہ فریدیہ ساہیوال

☆ یاد اعلیحضرت از عبد الحکیم شرف قادری مجلس رضا واہ کینٹ

☆ اعلیحضرت کی تاریخ گوئی از عبد الحکیم اختر شاہجہانپوری ادارہ غوثیہ مصری شاہ لاہور

☆ انوار رضا مرتبہ المیزان ممبئی ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

☆ ماہنامہ "قاری" امام احمد رضا مرتب قاری محمد میاں مظہری مینا محل جامع مسجد دہلی

☆ حیات مولانا احمد رضا خاں پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد اسلامی کتب خانہ سیالکوٹ

☆ الشاہ احمد رضا بریلوی مفتی غلام سرور قادری مکتبہ فریدیہ ساہیوال

☆ گناہ بے گناہی پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد ادارہ تحقیقات امام احمد رضا کراچی

☆ امام احمد رضا اور رد بدعات مولانا یسین اختر مصباحی مدنی کتب خانہ بوہڑ گیٹ ملتان

خُذْ بِلُطْفِکَ یَا اِلٰهِی

از : امیرالمومنین سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

خُذْ بِلُطْفِکَ یَا اِلٰهِیْ مَنْ لَهٗ زَادٌ قَلِیْل ★ مُفْلِسٌ بِالصِّدْقِ یَاْتِیْ عِنْدَ بَابِکَ یَا جَلِیْل

یاالٰہی! اس شخص کے ساتھ اپنے لطف و کرم کا معاملہ فرمایئے جس کے پاس زادِ آخرت بہت ہی معمولی ہے جلال والا! ایک درماندہ مفلس سچے دل سے آپ کے در پر آ پڑا ہے

ذَنْبُهٗ ذَنْبٌ عَظِیْمٌ فَاغْفِرِ الذَّنْبَ الْعَظِیْم ★ اِنَّهٗ شَخْصٌ غَرِیْبٌ مُذْنِبٌ عَبْدٌ ذَلِیْل

اس کے گناہ بہت عظیم ہیں، لہٰذا آپ اس کے عظیم گناہوں کو بخش دیجئے، وہ نہایت غریب گنہ گار اور ذلیل، بندہ ہے

مِنْهُ عِصْیَانٌ وَ نِسْیَانٌ وَ سَهْوٌ بَعْدَ سَهْوٍ ★ مِنْکَ اِحْسَانٌ وَفَضْلٌ بَعْدَ اِعْطَاءِ الْجَزِیْل

اس کی طرف سے نافرمانیاں، چوک اور غلطیوں پر غلطیاں صادر ہوئی ہیں جب کہ آپ کی جانب سے فضل و احسان اور عظیم جود و بخشش کا سلسلہ ہے

کَیْفَ حَالِیْ یَا اِلٰهِیْ لَیْسَ لِیْ خَیْرُ الْعَمَلْ ★ سُوْءُ اَعْمَالِیْ کَثِیْرٌ زَادُ طَاعَاتِیْ قَلِیْل

اے اللہ! میرا حال کیا ہوگا میرے پاس کوئی اچھا عمل نہیں ہے، میری بدعملیاں بہت ہیں اور نیکیوں کا توشہ بہت کم ہے

اَنْتَ شَافِیْ اَنْتَ کَافِیْ فِیْ مُهِمَّاتِ الْاُمُوْرِ ★ اَنْتَ حَسْبِیْ اَنْتَ رَبِّیْ اَنْتَ لِیْ نِعْمَ الْوَکِیْل

آپ ہی شفا بخش ہیں اور آپ ہی اہم معاملات میں مجھ کو کافی ہیں، آپ ہی میرے لئے بس ہیں، میرے رب! آپ ہی میرے بہترین کارساز ہیں

عَافِنِیْ مِنْ کُلِّ دَاءٍ اِقْضِ عَنِّیْ حَاجَتِیْ ★ اِنَّ لِیْ قَلْبًا سَقِیْمًا اَنْتَ مَنْ یَّشْفِی الْعَلِیْل

مجھے ہر بیماری سے عافیت دیجئے اور میری حاجت روائی فرمایئے، میرا دل بیمار ہے اور آپ ہی بیمار کو شفا دینے والے ہیں

طَالَ یَا رَبِّ ذُنُوْبِیْ مِثْلُ رَمْلٍ لَا تُعَدّ ★ فَاعْفُ عَنِّیْ کُلَّ ذَنْبٍ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِیْل

اے میرے رب میرے گناہ ریت کے ذرات کی طرح بے شمار ہو چکے ہیں اس لئے میرے سب گناہ معاف فرما دیجئے اور میرے ساتھ خوبصورتی کے ساتھ درگذر فرمایئے

قُلْ لِیْ نَارِیْ اَبْرِدِیْ یَارَبِّ فِیْ حَقِّیْ کَمَا ★ قُلْتَ قُلْنَا نَارُ کُوْنِیْ اَنْتِ فِیْ حَقِّ خَلِیْل

آپ میری گناہوں کی آگ کو اسی طرح میرے حق میں ٹھنڈا ہونے کا حکم دیجئے، جیسا آپ نے اپنے خلیل (حضرت ابراہیمؑ) کے حق میں قلنا یا نار کونی فرمایا تھا

هَبْ لَنَا مُلْکًا کَبِیْرًا نَجِّنَا مِمَّا نَخَافُ ★ رَبَّنَا اِذَا اَنْتَ قَاضِیْ وَ الْمُنَادِیْ جِبْرَئِیْل

ہمیں عظیم سلطنت عطا فرمایئے اور ہر خوف سے ہمیں نجات دیدیجئے۔ اے ہمارے رب! بے شک آپ فیصلہ فرمانے والے ہیں جب کہ منادی جبرئیل ہیں

رَبِّ هَبْ لِیْ کَنْزَ فَضْلٍ اَنْتَ وَهَّابٌ کَرِیْمٌ ★ اٰتِنِیْ مَا فِیْ ضَمِیْرِیْ دُلَّنِیْ خَیْرَ الدَّلِیْل

یارب! آپ مجھے فضل و کرم کا خزانہ عطا فرمایئے۔ آپ بہت دینے والے کریم ہیں۔ جو کچھ بھی میرے دل میں ہے وہ عطا فرمایئے اور بہترین راستہ کی رہنمائی فرمایئے

اَیْنَ مُوْسٰی اَیْنَ عِیْسٰی اَیْنَ یَحْیٰی اَیْنَ نُوْح

کہاں موسیٰؑ، کہاں عیسیٰؑ، کہاں یحییٰؑ اور کہاں نوحؑ

اَنْتَ یَا صِدِّیْقُ عَاصِیْ تُبْ اِلَی الْمَوْلَی الْجَلِیْل

مگر تو اے صدیق گنہگار ہے تو ... [illegible]



کیا بیاں انسان سے ہو شانِ ختم المرسلین ﷺ

خالقِ اکبر ہے مدحت خوانِ ختم المرسلین ﷺ

(مقبول شارب)

دینی، سماجی، اخلاقی اور ملی اقدار کا محافظ
جوہر آباد
سہ ماہی
انوارِ رضا
مدیر اعلیٰ: ملک محبوب الرسول قادری

سائبانِ رحمت

حسن ترتیب

نعت کی محافل اور آداب

ملک محبوب الرسول قادری

واقعی یہ درست ہے کہ شعر گوئی کی تاریخ تقریباً تاریخ انسانی جتنی ہی قدیم ہے لیکن نعت گوئی کی تاریخ بھی بہت پرانی ہے۔ عام طور پر شاعری قلبی و ذہنی اور طبعی میلان کا ثمر ہوتی ہے اگرچہ اس کے مقبول یا مردود ہونے کے بارے میں مختلف اقوال ملتے ہیں اور ان کے ساتھ ہی ساتھ مختلف تاویلات و تشریحات بھی، لیکن نعت سرورِ کونین ﷺ وہ عظیم صنفِ سخن ہے جو ہر صاحب ایمان کے نزدیک محبوب اور محمود ہے۔ نعت ہمیشہ سے عقیدتوں اور محبتوں کی ملکہ رہی ہے اور حُبِ رسول ﷺ کے فروغ کا ذریعہ خیال کی جاتی رہی ہے۔ عہد صحابہ رضی اللہ عنہم میں باقاعدہ طور پر نعت کی محفلیں سجا کرتی تھیں جن میں شاتمانِ رسول اور دشمنانِ اسلام کی ہرزہ سرائیوں کے جواب دیئے جاتے تھے حدیث مبارکہ ہے۔

"ام المومنین حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول کریم ﷺ مسجد نبوی میں حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کے لئے منبر رکھواتے تاکہ وہ اس منبر پر کھڑے ہو کر رسول کریم ﷺ کی تعریف میں فخریہ اشعار (نعت شریف) پڑھیں یا یوں بیان کیا کہ تاکہ وہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے کفار کے الزامات کا جواب دیں اور رسول اللہ ﷺ اُن کے لئے فرماتے، اللہ تعالیٰ روح القدس (حضرت جبرائیل علیہ السلام) کے ذریعے سے حسان کی مدد فرمائے۔ جب تک کہ وہ رسول ﷺ کی طرف سے کفار کے الزامات کا جواب دیتے رہیں۔ یا رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں فخریہ اشعار پڑھتے رہیں۔

(ابو داؤد شریف، جلد ۲، صفحہ ۳۳۶)

اسی طرح مرقوم ہے جب حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوی ﷺ میں اپنے ہمزیہ قصیدہ کا یہ شعر پیش کیا۔

هجوت محمداً فاجبت عنه و عند الله فى ذالك الجزاء

تو رسول کریم ﷺ نے جواب میں ارشاد فرمایا۔

جزاؤك علی الله الجنة یا حسان — اے حسان تمہاری جزا اللہ کی طرف سے جنت ہے۔

اسی طرح جب انہوں نے یہ شعر پڑھا۔

فان ابی و والده و عرضی لعرض محمد منکم وقاء

تو حضور رسالت پناہ ﷺ کی زبان حق ترجمان سے یہ کلمات طیبات صادر ہوئے۔

وقاك الله یا حسان حر النار — اے حسان اللہ تمہیں آگ کی تپش سے بچائے۔

(دیوان حسان شرح البرقوقی صفحہ ۹۰۹)

بارگاہِ رسالت مآب ﷺ میں گلہائے عقیدت پیش کرنے اور نعت گوئی کے ساتھ ساتھ نعت خوانی کی سعادت بہت سارے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حاصل رہی ہے۔ حضرات خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کی نعتیں آج بھی ملتی ہیں۔ حضرت فاطمہ الزہرا رضی اللہ عنہا، حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت حمزہ، حضرت عباس، حضرت ابو طالب، حضرت کعب بن زہیر، حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کے علاوہ ایسے صحابہ جن کا تعلق قوم جنات سے تھا کی لکھی ہوئی نعتیں ہمارے لٹریچر کے علاوہ عربی ادب کا نہایت اہم حصہ ہیں اس سلسلہ کی تفصیلات کے لئے راقم کی کتاب "محبت کی سوغات" دیکھی جاسکتی ہے۔

نعت گوئی اور نعت خوانی کا سلسلہ گذشتہ چودہ صدیوں سے پورے تسلسل کے ساتھ جاری و ساری ہے اور اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں کہ یہ سلسلۂ نور سعادت دارین کا باعث و ذریعہ ہے لیکن آج کل نعت خوانی کی محافل باقاعدہ طور پر "انڈسٹری" کی شکل اختیار کرگئی ہیں اور کمرشل بنیادوں پر محافل نعت برپا کرنے کا رواج عام ہوگیا ہے جبکہ ایسے حالات میں "کرائے" کے نعت خوانوں سے نعت خوانی کرانا حرام ہے۔ بدقسمتی سے آج کل بعض اچھے خاصے نوجوان صنف مخنث کا روپ دھار کر محافل نعت کی زینت بنتے ہیں اور اپنی اداکاری

نعت میں نہ فکرِ آخرت، نہ اصلاح عقیدہ و اعمال اور نہ ہی اخلاقیات کی تعلیم کا اہتمام ہوتا ہے بلکہ اب تو یہ محافل ان اعلیٰ اقدار کے خاتمے کا باعث بن رہی ہیں جس سے ان پرنور محافل کا تقدس بری طرح پامال ہوتا ہے اور ان کے منعقد کرنے کے نتائج ایک فی صد سے بھی بہت کم مرتب ہوتے ہیں۔ اب اس صورت حال کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ محافل نعت کا سلسلہ بند کر دیا جائے بلکہ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس روحانی مرض کا علاج کیا جائے۔

محافل نعت کے بانیان، نعت خوان حضرات اور نعت کے شائقین سے نہایت خلوص کے ساتھ التماس ہے کہ وہ چند امور پر اپنی توجہ مبذول کریں۔

۱۔ محافل نعت باقاعدہ طور پر کسی اچھے قاری صاحب کی تلاوت کلام مجید سے شروع کی جائیں۔ اور کچھ نعت خوانوں کو حمد باری تعالیٰ پڑھنے کا بھی پابند بنایا جائے۔

۲۔ محافل نعت میں مسلمہ اور اہل علم نعت گو شعراء کا کلام سنا جائے جیسے حضرت سلطان باہو، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری، حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی، رومیٔ کشمیر حضرت میاں محمد بخش قادری، حضرت پیر سید محمد معصوم شاہ گیلانی قادری نوری، حضرت قبلہ سید نیک عالم شاہ نقشبندی، حضرت ملاں جامی، حضرت مولانا روم، مولانا حسن رضا خان بریلوی، عہد حاضر کے شعراء میں پروفیسر حفیظ تائب، سید نصیر الدین گیلانی، احمد ندیم قاسمی وغیرہ جیسے شعراء کا کلام پڑھا جائے اور اپنی مرضی سے "ٹکڑے" جوڑنے والے جاہل اور ہٹ دھرم شعراء کے کلام سے قوم کو بچایا جائے۔

۳۔ محافل نعت کا دورانیہ ساری رات کے بجائے بعد نماز مغرب شروع کر کے رات گیارہ ساڑھے گیارہ بجے تک محدود کیا جائے اور اس میں بھی نمازوں کا باجماعت اہتمام ہو نیز شرکائے محفل کو نماز فجر کی باجماعت ادائیگی کی ترغیب دی جائے۔

۴۔ محفل نعت میں کم از کم ایک مستند عالم دین کا گھنٹہ بھر خطاب ضرور کروایا جائے۔ قوم کو روایتی مقررین اور پیشہ ور واعظین کے حوالے نہ کیا جائے۔

۵۔ نعت خوان متشرع ہوں اور آداب نعت کو ملحوظ خاطر رکھ کر صحیح تلفظ کی ادائیگی کے ساتھ معیاری نعتیہ کلام پیش کریں۔

۶۔ حریص، لالچی اور بھکاری قسم کے کمرشل نعت خوانوں سے محفل مبارکہ کو آلودہ نہ کیا

جائے۔

۷۔ خوشامدی نقیب محفل اپنے لئے چند روپے کھرے کرنے کے لئے بعض سمگلر، منشیات فروش، راشی اور بدقماش لوگوں کو حاجی صاحب، عاشق رسول، صوفی صاحب، عضرت صاحب اور پیر صاحب جیسے بھاری بھرکم القابات سے نوازتے ہیں جن سے معاشرے میں ان لوگوں کے لئے احترام کا جذبہ پیدا ہوتا ہے جبکہ شرعاً ایسے لوگوں کا احترام حرام ہے حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ فاسق کی مدح پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ اس لئے سٹیج سیکرٹری کی ذمہ داری کسی چرب زبان شخص کے بجائے سنجیدہ فکر شخصیت کو سونپی جائے۔

۸۔ محافل نعت پر خرچ ہونے والے لاکھوں روپے کا ایک مصرف یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مدارس دینیہ قائم کیے جائیں جن میں درس نظامی اور علوم عصریہ کا امتزاج قائم ہو اور صبح و شام روزانہ ایک ایک نعت شریف کا باقاعدہ اہتمام کیا جائے۔ تاکہ ایک طرف تو سارا سال نعت خوانی جاری رہے اور دوسری طرف دین کے حقیقی خدام تیار ہوں۔

۹۔ مٹھائی والے تبرک کے علاوہ دینی لٹریچر بھی عوام وخواص میں مفت تقسیم کیا جائے جو حضور سید عالم ﷺ کے دین اور آپ ﷺ کی امت کی حقیقی خدمت ہے۔

۱۰۔ محافل نعت میں دنیاوی شہرت کی حامل شخصیات سے صدارت کرانے اور بطور مہمان خصوصی بلانے کے بجائے اہل علم اور صاحبان تقویٰ حضرات کو مدعو کیا جائے۔

۱۱۔ تلاوت کلام مجید، حمد باری تعالیٰ اور نعت رسول کریم ﷺ کے دوران کسی بھی آنے والے مہمان کے لئے استقبالیہ نعروں اور کھڑے ہونے سے اجتناب کیا جائے کیونکہ محفل نعت کے آداب وہی ہیں جو بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضری کے آداب ہیں۔ شرکائے کرام محفل مبارکہ میں باادب طریقے سے بیٹھیں نیز اوچھے طریقے سے نوٹ برسانے اور اپنی اس "اداکاری" کی ویڈیو فلمیں وغیرہ بنوانے سے اجتناب کریں۔

چونکہ محافل نعت کا اصل مقصد جذبہ حب رسول ﷺ اور اطاعت نبوی ﷺ کی لگن پیدا کرنا ہے اس لئے ان امور پر خاص توجہ مرتکز رکھنا ازبس ضروری ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اور تمہاری عورتیں اور تمہارا کنبہ اور تمہاری کمائی کے مال اور وہ سودا جس کے نقصان کا تمہیں ڈر ہے اور تمہارے پسند کے مکان اور تمہاری یہ چیزیں اللہ اور اس کے رسول اور اس کی راہ میں لڑنے سے زیادہ پیاری ہوں تو راستہ دیکھو۔ یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم لائے۔ اور اللہ فاسقوں کو راہ نہیں دیتا۔" (التوبہ: ۲۴، ترجمہ کنز الایمان)

اس ارشاد باری پر عمل اسی وقت ہو سکتا ہے جب ہم دوہرے معیار کو چھوڑ کر خالصتاً قرآن وحدیث کی تعلیمات پر عمل کریں گے۔

وصالِ محمد ﷺ

مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ

دلم زندہ شد از وصالِ محمدؐ ★ جہاں روشن است از جمالِ محمدؐ

میرا دل محمد ﷺ کے وصل سے زندگی پا گیا، سارا جہاں پیغمبر علیہ السلام کے جمال سے روشن اور منور ہے

خوشا مسجد و منبر و خانقاہے ★ کہ در وے بُوَد قیل و قالِ محمدؐ

ایسی مسجد، منبر اور خانقاہیں قابل مبارک باد ہیں، جہاں آنحضرت ﷺ کے اقوال و فرمودات کا ذکر ہوتا ہے

خوشا چشم کہ بنگرد مصطفیٰ را ★ خوشا دل کہ دارد خیالِ محمدؐ

وہ آنکھ بڑی مبارک ہے جو محمد مصطفیٰ ﷺ کے دیدار سے مشرف ہوئی اور وہ دل بڑا مبارک ہے کہ جس میں پیغمبر علیہ السلام کا خیال جما ہوا ہے

منم عاجزم درد مندم اسیرم ★ کرم کن الٰہی طفیلِ محمدؐ

میں عاجز، درد مند اور خواہشات کا قیدی ہوں، الٰہی پیغمبر علیہ السلام کے صدقہ میں مجھ پر کرم کیجئے

بصدق و صفا گشت بے چارہ جامی ★ غلامِ غلامانِ آلِ محمدؐ

سچے دل سے جامی بے چارہ، آنحضرت ﷺ کے خاندان کے غلاموں کا غلام ہو گیا ہے

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَ مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ

حمد و نعت کی محافل۔ آداب اور تقاضے

ڈاکٹر خواجہ عابد نظامی ☆

حمد و نعت خوانی کی محفلیں قرب الٰہی اور برکات ربانی کا ذریعہ ہیں۔ ان کی بدولت مسلمانوں میں محبت و اخوت اور اطاعت خدا اور رسول کا جذبہ صادق پیدا ہوتا ہے۔

فیوض و برکات کی حامل ان مقدس محفلوں کے لئے کچھ اصول و آداب بھی مقرر ہیں۔ ہمارے حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ نے ان محافل کے لئے جو تین رہنما اصول بتائے ہیں۔ وہ یہ ہیں (۱) زمان (۲) مکان (۳) اخوان

"زمان" سے مراد یہ ہے کہ ان محافل و مجالس کے لئے وقت ایسا مقرر کیا جائے جس میں کسی نماز کے قضا ہونے کا خطرہ نہ ہو۔ آج کل عام طور پر ان محافل کے انعقاد کا جو وقت اور طریقہ رائج ہو گیا ہے وہ یہ ہے کہ عشاء کے بعد رات دو تین بجے تک یہ محفلیں جاری رہتی ہیں اور ان کے اختتام کے بعد شرکائے محفل سوائے چند خوش نصیبوں کے گھروں میں جا کر لمبی تان کر سو جاتے ہیں۔ حتیٰ کہ نماز فجر بھی رہ جاتی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ طریقہ فائدے کے بجائے الٹا نقصان کا باعث بنتا ہے۔ وہ یوں کہ رات بھر آپ نے جس فخر موجودات، حسن کائنات اور رحمت عالم ﷺ کا ذکر مبارک سنا، اگلے ہی روز ان کی سنت مطہرہ کی (یعنی نماز ترک کر کے) خلاف ورزی کر دی۔

ظاہر ہے یہ فائدے کے بجائے خسارے کا سودا ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان محافل کے لئے رات کے اولین حصہ میں (یعنی نماز عشاء کے فوراً بعد) دو تین گھنٹے مخصوص کئے جائیں تاکہ قرب الٰہی اور محبت رسول ﷺ حاصل ہونے کے مقاصد بھی پورے ہوں، اور نماز فجر یا جو لوگ تہجد گزار ہیں ان کی عبادت میں بھی خلل نہ آئے۔

☆ سابق مدیر: ضیائے حرم لاہور۔ درویش لاہور۔ سابق انچارج: ملی ایڈیشن روزنامہ نوائے وقت لاہور۔

اس سلسلے کا دوسرا اصول "مکان" ہے۔ یعنی ان محفلوں کے لئے مقام یا جگہ ایسی مقرر ہو جہاں ہمسائے میں رہنے والے لوگوں کے آرام میں خلل نہ آئے۔ کوئی طالب علم ہے تو اس کی پڑھائی میں حرج نہ ہو، کوئی بیمار ہے تو اس کو تکلیف نہ ہو۔ اس لئے ضروری ہے کہ ان روحانی محفلوں کے انعقاد کے لئے ایسے مقام کا انتخاب کیا جائے جہاں صرف حاضر ہونے والے سامعین ہی مستفیض ہوں۔ یہ نہیں ہونا چاہئے کہ لاؤڈ سپیکر کے باعث ارد گرد رہنے والے ملازمین اور مزدور بے آرام ہوں۔ اور اگلے روز وہ محنت مزدوری کے قابل نہ رہیں۔

تیسری شرط "اخوان" ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ محفل کے شرکاء (یعنی سامعین) سب کے سب ہم ذوق اور ہم مسلک ہوں۔ یہ بھی ضروری ہے کہ یہ سب باادب اور باوضو شریک ہوں۔ ایسا نہ ہو کہ کسی افسردہ شخص کے غیر محتاط رویے کے اظہار سے پوری محفل میں افسردگی پھیلے۔

افسردہ دل افسردہ کند انجمنے را

اس لئے جہاں تک ممکن ہو، بزرگوں کے مقرر کردہ ان اصول وشرائط یعنی زمان، مکان اور اخوان کی پابندی کی جائے۔ ان اصول وقواعد پر عمل کی بدولت ہمارے بزرگوں نے اطاعت الٰہی اور محبت رسول اللہ ﷺ کے اعلیٰ مشن اور بلند مقام کو عام کیا اور عوام کے دلوں کو روشن کیا۔

آدابِ محفل:

باوضو اور باادب بیٹھنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ محفل میں حمد ونعت کے جو مضامین پڑھے جائیں وہ شریعت کے عین مطابق ہوں۔ پوری کوشش ہونی چاہئے کہ محفل میں ان حضرات کا کلام پڑھا جائے، جو مقام الوہیت اور مقام رسالت کے شناسا ہوں۔ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مطابق نعت گوئی تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے ظاہر ہے یہ مشکل اور اہم کام ہر شخص انجام نہیں دے سکتا۔ آج کل فلمی گانوں کی طرز میں نعتیں پڑھنے کا رواج بھی بڑھ رہا ہے۔ اس کو بھی ختم کرنا بہت ضروری

ہے۔ ایک اور ضروری بات یہ ہے کہ نعت پڑھنے اور سننے والے کی نیت محض حصول ثواب و برکات کی ہو۔ یہ نہ ہو کہ نعت پڑھنے والا پیسوں کی خاطر اور سننے والا اپنی امارت کی نمائش کے اظہار کے لئے محفل میں شریک ہو۔ سب کی نیت یہ ہونی چاہئے کہ نعت رسول اللہ ﷺ کی اس محفل کے انعقاد کا مقصد دلوں میں محبت و اطاعت رسول ﷺ کا جذبہ صادق بیدار کرنا ہے جو ہماری زندگی کا مقصد و مشن ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ لوگ عبادت سمجھ کر محفل میں شریک ہوں اور جب اٹھیں تو محسوس کریں کہ ہمارے اندر دینی جذبہ وعمل کی قوتیں مزید توانا ہوگئی ہیں۔

آپ سب حضرات ماشاء اللہ نماز تہجد اور نماز فجر کی اہمیت سے بخوبی واقف ہیں۔ اس لئے پوری کوشش کریں کہ محافل حمد و نعت رات کے ایسے حصہ میں اختتام پذیر ہوں کہ سب حضرات گھروں میں جا کر نیند پوری کر لینے کے بعد علی الصبح بیدار ہوں اور اپنے معمولات فجر بہ احسن وخوبی ادا کرسکیں۔

اس وقت جبکہ امریکی صدر بش جونیئر نے مسلمانوں کے خلاف CRUSADE کا اعلان کیا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ اپنی دینی محافل کو مزید انقلاب انگیز بنائیں اپنے ایمانی جذبوں کو مزید مضبوط اور توانا بنائیں اور عالم اسلام بالخصوص پاکستان کو ان لادین قوتوں کے اثرات سے محفوظ رکھنے کی بھرپور کوشش کریں جو ہمارے ایمان اور عقائد کو دیمک کی طرح چاٹ رہی ہیں۔ اسلام دشمنوں کے ناپاک عزائم کو شکست دینے کا کام ہم اپنی ان نعتیہ محافل سے بخوبی لے سکتے ہیں۔ اس طرح کہ ہمارے علماء اور نعت گو شعراء اپنی بصیرت افروز تقاریر و اشعار کے ذریعہ اہل محفل میں ملی و دینی شعور و بیداری پیدا کریں۔ اگر ہمارے نعت گو شعراء ان نورانی محفلوں میں اپنے اشعار کے ذریعہ اسلام دشمنوں کے اعتراضات کا مثبت جواب دیں تو یہ یقیناً حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی بہترین تقلید ہوگی۔ کیونکہ حضور پرنور ﷺ اپنے منبر پر انہیں بٹھا کر انہیں حکم دیا کرتے تھے کہ اپنے اشعار کے ذریعہ کفار کے اعتراضات کا جواب دیں۔ آج ضرورت ہے کہ ہمارے نعت گو شعراء بھی حضور ﷺ کے اس حکم کی تعمیل کریں اور اسلام کا نام بلند و

ہم محافل میلاد کی برکات سے محروم کیوں ہو گئے؟

محقق العصر مولانا مفتی محمد خان قادری ☆

حضور ﷺ نے امت کو نیک مجالس میں شرکت کی تعلیم دیتے ہوئے فرمایا

"اچھی صحبت ایسے ہے جیسے کوئی انسان عطار کی دوکان پر جاتا ہے اب وہ عطر نہ بھی خریدے خوشبو کا جھونکا از خود اسے نصیب ہو جائے گا۔ مجلس ذکر و فکر کے بارے میں فرمایا فرشتے اس کے متلاشی رہتے ہیں جیسے ہی انہیں ایسی مبارک مجلس ملتی ہے اسے اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں اور واپس اللہ تعالیٰ کی بارگاہ مقدس میں حاضر ہو کر عرض کرتے ہیں یا اللہ تیرے بندے تیری حمد کر رہے تھے۔ تیری نعمتوں کی تعریف کر رہے تھے۔ تیری کتاب کی تلاوت میں مصروف تھے۔

يتلون كتابك ويصلون على نبيك و يسالونك لا خرتهم و دنياهم

وہ تیری کتاب کی تلاوت اور تیرے نبی پر درود و سلام عرض کر رہے تھے اور اپنی آخرت اور دنیا کے بارے میں مانگ رہے تھے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہیں انہیں میری رحمت کی بشارت دے دو۔

دوسرے مقام پر ہے اللہ تعالیٰ فرشتوں سے کہتا ہے اے میرے ملائکہ تم گواہ ہو جاؤ میں نے انہیں معاف فرمادیا وہ عرض کرتے ہیں۔

فيهم فلان و فلان هم القوم الذين لا يشقى بهم جليسهم

(المعجم الصغیر ۲:۱۰۹)

ان میں فلاں فلاں بھی ہیں۔ فرمایا: یہ اہل مجلس ایسے لوگ ہیں کہ ان کے ساتھی رحمت سے محروم نہیں رہتے۔

☆ مترجم تفسیر کبیر، بانی مہتمم، جامعہ اسلامیہ لاہور (0321-9494173 فون عصر تا مغرب)

یعنی مجالس ذکر وفکر کا ایمان کی جلا و تر و تازگی اور عقائد و اعمال کی اصلاح اور گناہوں کی مغفرت و بخشش میں بنیادی کردار ہے۔ یہی وجہ ہے ان مجالس میں کوئی گنہگار شریک ہوتا تو وہ تائب ہو جایا کرتا تھا۔ اگر کوئی بدعقیدہ آتا تو اس کے عقیدہ کی اصلاح ہو جایا کرتی تھی۔ واقعۃً اگر محافل کو فقط انہی مقاصد کے لئے منعقد کیا جائے تو معاشرے میں ایک روحانی انقلاب برپا ہو سکتا ہے۔ یہ علم وعمل کی تحریک بن سکتی ہیں مگر ہمارے ہاں یہ محافل محض ایک رسم بن کر رہ گئی ہیں۔ اب معاشرے پر ان کے وہ اثرات نہیں رہ گئے جو ہونے چاہئیں تھے۔ آج محافل تو قریہ قریہ، شہر شہر، گلی گلی اور گھر گھر ہوتی ہیں۔ مگر ان کی وجہ سے کسی فرد کے کردار میں کوئی تبدیلی دکھائی نہیں دیتی۔ آج کی نشست میں ہم نے اس بات کا جائزہ لینا ہے کہ ہماری مجالس و محافل اس قدر بے اثر کیوں ہو گئیں؟ ان کے برکات و ثمرات کیوں کھو گئے؟ کیا ان کی پرنور بہاریں پھر لوٹ سکتی ہیں اگر لوٹ سکتی ہیں تو کس طرح؟ آئیے نہایت ہی دلجمعی اور ٹھنڈے دل سے تجزیہ کریں کہ کہیں ایسا تو نہیں ہم نے ان محافل کو برکات سے محروم رکھنے کا خود تہیہ اور بندوبست کر رکھا ہے۔ اگر ایسا ہے تو ہمیں اس پر نظر ثانی کر لینی چاہیے تا کہ کہیں رحمت خداوندی سے محرومی کے سبب مجرم نہ ٹھہرائے جائیں۔

محافل کی برکات سے محروم ہونے کے اسباب

۱۔ محافل کا انعقاد رسماً ہوتا ہے حالانکہ شعوری سطح پر ہونا چاہیئے۔

پہلا سبب یہ ہے کہ محافل کا انعقاد شعوری سطح پر نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ محض رسومات بن کر رہ گئی ہیں۔ حالانکہ اسلام نے ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ تمہارا ہر عقیدہ وعمل شعوری ہونا چاہیے اس کے بغیر اس کے ثمرات و برکات شخصیت و معاشرہ پر مرتب نہیں ہوتے حتیٰ کہ موروثی و تقلیدی ایمان بھی مرجھائے بیج کا درجہ رکھتا ہے۔ رسمی عمل عادت تو ہو سکتا ہے لیکن عبارت نہیں بنتا اسی لئے اللہ تعالیٰ کے حبیب ﷺ نے واضح فرما دیا۔

انما الاعمال بالنیات — اعمال کا دارومدار نیت پر ہے۔

بدعملی تو اہل ایمان کے شایان شان ہی نہیں اور اچھا عمل تب مقبول ہو گا جب

اسے شعوری سطح پر کیا جائے حدیث جبریل میں تو سرورِ عالم ﷺ نے اسے بھی واضح فرمایا۔
حضرت جبریل امین علیہ السلام نے آپ ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! احسان کیا ہے؟
تو آپ ﷺ نے فرمایا:

ان تعبد الله كانك تراه فان لم تكن تراه فانه يراك	تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس حال میں کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو اور اگر تم دیکھ نہیں رہے تو سمجھو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔
(البخاری، کتاب الایمان)	

آپ ﷺ کا مقصد یہ واضح کرنا تھا کہ تم ہر وقت اپنے رب کو یوں سمجھو کہ تم اللہ کو دیکھ رہے ہو اور اگر یہ تصور دشوار ہو تو کم از کم یہ تصور ہر وقت پختہ کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں دیکھ رہا ہے۔ اس حال میں زندگی بسر کرنے والا انسان گناہوں سے دور اور نیکیوں کی طرف راغب ہو گا، اسے ہر وقت یہ دھڑکا لگا رہے گا کہ میرا اللہ سب کچھ دیکھ اور جان رہا ہے تو مجھے کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہئے جس سے میرا خالق و مالک اور محبوبِ حقیقی ناراض ہو جائے۔ یہ نماز کے ساتھ مخصوص نہیں اہلِ علم و معرفت نے آپ ﷺ کے اس ارشاد مبارک کا یہی معنیٰ و مفہوم بیان کیا نہ کہ اسے صرف نماز تک مخصوص رکھا۔ حالانکہ ہم نے آج اسے صرف نماز تک ہی محدود سمجھ رکھا ہے۔

حضرت ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ ان مبارک الفاظ کی تشریح میں مختلف اقوال کے بعد لکھتے ہیں:

و حاصل جميع الاقوال الحث على الاخلاص فى الاعمال و مراقبة العبد ربه فى جميع الاحوال	ان تمام کا حاصل یہ ہے کہ اعمال میں اخلاص پیدا کیا جائے اور بندہ ہر وقت اپنے اعمال و احوال سے اپنے رب کو واقف و آگاہ جانے۔
(مرقاۃ المفاتیح، ۱:۱۲۱)	

حضرت قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حضور ﷺ نے اس جملہ میں تمام علوم شریعت کا مقصد بیان فرما دیا۔

قد اشتمل على شرح جميع وظائف العبادات الظاهرة والباطنة من	آپ ﷺ کا یہ مبارک فرمان تمام اعمال کو محیط ہے خواہ ان کا تعلق ظاہر سے ہے یا

عقود الایمان و اعمال الجوارح و اخلاص السرائر و محفظین آفات الاعمال	باطن سے خواہ وہ ایمان ہے یا اعمال جوارح، خواہ وہ دلی اخلاص ہے یا اعمال کی آفات سے حفاظت۔

(عمدۃ القاری،۲۸۹=۱)

امام بدر الدین عینی رقم طراز ہیں کہ اہل معرفت وخیریہ تعلیم دیتے ہیں کہ تم جب کسی صاحب معرفت کی صحبت میں جاؤ تو برا خیال نہ لاؤ کیونکہ یہ ان کے احترام کے منافی ہے۔

فکیف بمن لا یزال اللہ تعالیٰ مطلعها علیه فی سره وعلانیة	تو ہمیں اس ذات اقدس کی بارگاہ میں کس طرح زندگی بسر کرنی چاہئے جو ہر حال میں ہمارے ظاہر و باطن سے آگاہ ہے۔

(عمدۃ القاری ۲۸۹=۱)

ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم دیگر اعمال تو کجا خالص عبادت بھی شعوری سطح پر نہیں کرتے بلکہ رسماً بجالاتے ہیں مثلاً مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہیں مگر یہ تصور نہیں ہوتا کہ ہم اپنے رب کی بارگاہ میں ملاقات کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ اور جب مسجد سے باہر نکلتے ہیں تو ایسے ہو جاتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ کی ذات صرف مسجد میں ہی دیکھتی تھی اب ہم اس کی نگاہ سے اوجھل ہو چکے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہمارے اعمال شریعت کے مطابق نہیں بلکہ خواہش نفس کے تابع ہوتے ہیں۔ اسی طرح ہمارے سامنے یہ حقیقت نہیں کہ ہم تمام رات محافل سجانے کے لئے جھنڈیاں وغیرہ تو لگاتے ہیں مگر نماز کے قریب نہیں جاتے، والدین کی خدمت کا تصور ہی ختم اور پڑوسی کے حقوق کا کبھی خیال ہی نہیں اگر یہ شعوری سطح پر ہوتا تو اذہان میں یہ سوال ضرور پیدا ہوتا کہ ہم مستحب عمل تو بجالا رہے ہیں مگر فرائض سے غفلت برت رہے ہیں۔ کیا خوب فرمایا حضرت ملا علی قاری نے کہ عبد سے عبادت کسی حال میں جدا نہیں ہو سکتی حتیٰ کہ مرنے کے بعد بھی اس پر عبادت لازم جب وہ قیامت میں آئے گا پھر بھی عبادت لازم جب وہ جنت میں داخل ہوگا تب بھی وہ عابد ہوگا۔

ولاینفك العبد عن العبادة مادام حیا بل فی البرزخ علیه عبودیة	آدمی جب تک زندہ ہے کسی حال میں بھی وہ عبادت سے جدا نہیں ہو سکتا بلکہ برزخ

اخری لما سالہ الملکان عن ربہ و دینہ و نبیہ و فی القیامۃ یوم یکشف عن ساق و یدعون الی السجود و اذا دخل الجنۃ کانت عبد دتیہ سبحانک الھم مقرونا بانفاسہ (مرقاۃ المفاتیح ۱۲۴=۱)

میں اس پر ایک اور عبادت ہے کہ فرشتے اس سے اس کے رب، دین اور نبی کے بارے میں سوال کریں۔ روز قیامت اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں سجدہ ریزی کا حکم دے گا اور دخول جنت کے بعد بھی اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تہلیل ہوگی۔

اس موقع پر اپنے آقا و مولیٰ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی سن لیجئے۔

حضرت عبدالرحمن بن قراء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے وضو فرمایا صحابہ رضی اللہ عنہم نے از راہ محبت و عشق آپ ﷺ کے وضو کے پانی کا ایک قطرہ بھی زمین پر نہ گرنے دیا بلکہ اسے اٹھا اٹھا کر اپنے چہروں پر سجا لیا۔ آپ ﷺ نے ان سے پوچھا۔

ما یحملکم علی ھذا؟ — اس عمل پر تمہیں کس چیز نے ابھارا ہے؟

انہوں نے عرض کیا۔

حب اللہ و رسولہ — اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت نے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

من سرہ ان یحب اللہ ورسولہ او یحبہ اللہ ورسولہ — جو چاہتا ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرے یا اس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ محبت کریں۔

وہ درج ذیل امور پر سخت کاربند رہے۔

۱۔ فیصدق حدیثہ اذا حدث — بات کرے تو سچی کرے۔

۲۔ ولیود امانتہ اذا تمن — امانت میں خیانت نہ کرے۔

۳۔ ولیحسن جوار من جاورہ — اپنے پڑوسی کے ساتھ حُسن سلوک سے پیش آئے۔ (مشکوۃ المصابیح، کتاب الاداب)

غور کیجئے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے وہ عمل رسماً ہرگز نہیں کیا تھا بلکہ وہ تو یہ عمل شعوری

سطح پر کیا کرتے تھے۔ آخر آقا ﷺ نے ایسے موقع پر دیگر اہم امور کی طرف توجہ دلائی تو یہ ہم جیسے لوگوں کے لئے ہی ہے۔ آپ ﷺ نگاہ نبوت سے جانتے تھے کہ لوگ امور کو رسماً ادا کریں گے شعوری سطح پر نہیں، یہ رسم نہیں اور کیا ہے کہ انسان فرائض کا تو نام نہ لے اور غیر فرائض پر اپنی تمام محنت خرچ کر دے تو اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہم ان محافل سے برکات حاصل کریں تو ہمیں ان محافل کو شعوری سطح پر منعقد کرنا چاہئے۔

رمضان المبارک کی مثال:

ایک اور مثال سامنے لائیے جیسے ہی رمضان کا چاند طلوع ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہم مساجد کا رخ کرتے ہیں تمام سال فرائض کی ادائیگی نہ کرنے والے بھی رکعات تراویح میں پارہ قرآن کا سنتے ہیں، خیرات کرتے ہیں، افطاری اور سحری کرواتے ہیں، کچھ نہ کچھ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں مگر جیسے ہی رمضان کا چاند غروب ہوتا ہے ہم مساجد سے غائب بلکہ پورے دس دن اعتکاف بیٹھنے والے بھی بعد میں نظر نہیں آتے حالانکہ ماہ رمضان کی تربیت کے بعد تو نمازی بن جانا چاہئے تھا۔

لیکن ہماری صورت حال یہ ہے کہ ہم رمضان کا احترام کرتے ہیں مگر رمضان والے کا احترام نہیں کرتے اگر ہمارے دل میں رمضان والے کا احترام ہو تو ہماری حالت یہ نہ ہو کیونکہ رمضان جاتا ہے رمضان والا تو زندہ و جاوید ہے جس طرح وہ رمضان میں دیکھتا اور سنتا ہے وہ آج بھی دیکھتا، سنتا ہے، روزوں نے ہمیں اسی کی تربیت دی مگر ہم چونکہ رسماً رمضان بسر کرتے ہیں لہٰذا جیسے رمضان سے پہلے تھے بعد بھی اسی مقام پر آ گئے کاش ہم تیس دن شعوری سطح پر گزارتے تو ہمارا دامن رحمتوں سے مالا مال ہو جاتا ہے۔ ہم باجماعت نمازی بن جاتے ہیں ذکر الٰہی اور سجدوں کی حلاوت نصیب ہو جاتی، بلکہ ہمارے ذہن میں یہ راسخ ہو جاتا ہے کہ ہمارا رب ہمیں ہر حال میں دیکھتا ہے۔

حج کی مثال:

اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ ہم میں سے کتنے لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ حج و عمرہ کی

سعادت عطا کرتا ہے مگر اتنے حج اور عمروں کے بعد بھی زندگی میں کوئی تبدیلی نہیں آتی الا ماشاء اللہ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ اتنا بڑا عمل ہم رسماً کرتے ہیں اگر شعوری سطح پر یہ سفر ہو تو آئندہ آدمی اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی شریعت کا طواف ہی کرے حبیب خدا ﷺ کا شیدائی بن جائے اسے ہر وقت یہ یاد آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پہ کس قدر کرم فرمایا کہ اس نے بیت اللہ شریف اور بارگاہ نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کا شرف عطا فرمادیا جن کی زیارت اور دیدار کے لئے فرشتے آتے ہیں الغرض ہماری خالص عبادات بھی رسوم اور عادات بن چکی ہیں جن کی وجہ سے ہماری شخصیت پر کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا۔

۲۔ اللہ و رسول ﷺ کی خوشنودی کے بجائے ذاتی مقاصد

جیسا کہ اوپر گزرا کہ اہل ایمان کا ہر عمل اپنے اللہ و رسول ﷺ کو خوش کرنے کے لئے ہونا چاہئے اگر اس کا مقصد ذاتی شہرت اور نمود و نمائش ہو تو پھر اس سے برکات کا حصول ممکن نہیں رہتا بلکہ اس عمل میں برکت پیدا ہی نہیں ہوتی۔ برکت پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے وہ عمل خالصتاً اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں واضح فرمادیا جو شخص اپنے رب کو خوش کرنے اور حضور ﷺ کی دعاؤں کے لئے عمل کرتا ہے۔ اسے اللہ تعالیٰ کا قرب نصیب ہو جاتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَیَتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَیُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۠ (التوبہ)

کچھ دیہاتی وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کے تقرب اور رسول اللہ ﷺ کی دعاؤں کے لئے خرچ کرتے ہیں سن لو تقرب انہی کے لئے ہے اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا:

اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ (الحجرات)

تم میں سے اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ

صاحبِ تقویٰ ہے۔

۳۔سیاسی مقاصد کا حصول

بعض لوگ اپنے اپنے علاقہ میں محافل اس لئے بھی منعقد کرتے ہیں تاکہ لوگوں کے ساتھ ان کا سیاسی رابطہ قائم رہ سکے چونکہ خدمت خلق کا تصور ہمارے معاشرے سے مفقود ہوتا جا رہا ہے۔اس کے متبادل یہ راستہ اختیار کیا جاتا ہے کہ لوگوں کے ذہنوں میں اپنی نیکی وتقویٰ کا بھرم قائم رکھا جا سکے۔بلکہ بعض مذہبی لوگ محافل کو انہی مقاصد کے لئے منعقد کرتے ہیں تاکہ سیاسی شخصیت کو بلایا جائے کسی کو بطور مہمان خصوصی کسی کو بطور صدر اور کسی کو بطور سرپرست مدعو کیا جاتا ہے۔اس کا مشاہدہ مختلف محافل کے بارے میں طبع شدہ اشتہارات سے کیا جا سکتا ہے۔

ان کا مقصد محض یہ ہوتا ہے کہ بلائے گئے مہمانوں کے ساتھ راہ ورسم پیدا کیا جائے اور بوقت ضرورت ان سے کام نکالا جائے اور ان میں سے لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں کہ ساری زندگی شریعت اور تعلیمات اسلام کے باغی ہوتے ہیں۔بلکہ یہاں تک مشاہدہ ہوا ہے کہ اگر محفل میں کوئی مشہور فلمی ایکٹر چلا جائے تو شریعت کے تمام اصولوں کو پس پشت ڈالتے ہوئے اسے فی الفور کرسی صدارت پر بٹھا دیا جاتا ہے اور یہ عذر پیش کیا جاتا ہے تاکہ اسے مزید رغبت پیدا ہو حالانکہ رغبت دلانے کے لئے اور بیسیوں طریقے موجود ہیں۔

۴۔نااہل لوگوں کی صدارت

محافل میلاد ونعت میں اکثر ایسے لوگوں کی صدارت اور قیادت کروائی جاتی ہے جو نااہل ہوتے ہیں اور دنیادار کی سوچ کی طرح انہی لوگوں کو آگے کیا جاتا ہے جو لوگوں کی توجہ کا مرکز بنیں تو پھر ایسی محافل کے انعقاد کی ضرورت ہی کیا ہے؟ چاہئے تو یہ کہ ان محافل کی صدارت وقیادت وہ لوگ کریں جو صاحب تقویٰ ہوں اس سے معاشرے میں نیک اقدار کی بحالی بھی ہوگی اور محافل میں برکات ورحمتوں کی برسات اور ان کا نزول ہوگا۔

پھر تعجب کی بات ہے ان محافل میں اہل علم وتقویٰ کی موجودگی میں فلمی ایکٹر

صدارت کر رہا ہو۔ یاد رہے یہ فاسق کا احترام ہے اور کسی فاسق کے احترام سے اللہ تعالیٰ کا عرش کانپ اٹھتا ہے۔ حضور ﷺ کا فرمان ہے۔

اذا مدح الفاسق غضب الرب و اهتز عرش الرحمٰن

جب کسی فاسق کی مدح و احترام کیا جائے تو اللہ تعالیٰ ناراض ہو جاتا ہے اور رحمٰن کا عرش لرز جاتا ہے۔

اب خود ہی بتائیے جس محفل میں فاسق کا احترام کیا جا رہا ہو اس میں برکات کا نزول کیسے ہو سکتا ہے؟ اگر ہم چاہتے ہیں ہماری محافل رحمت الٰہی اور حضور ﷺ کی روحانیت سے مالا مال ہوں تو پھر ہمیں انہیں شریعت کے مطابق منعقد کرنا ہو گا۔

رحمت الٰہی کا حصول اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ مقصد اللہ و رسول ﷺ کی رضا و خوشنودی ہو۔ ہماری محافل کا مقصد محض نمود و نمائش اور ذاتی شہرت بن گیا ہے۔ کسی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اخبارات میں تصاویر و بیانات چھپیں، ٹی وی پر کوریج مل جائے، ان میں اللہ تعالیٰ کے حضور خشوع و خضوع کے ساتھ حاضر ہونے کے بجائے ساری توجہ ویڈیو اور کیمرہ کے لئے وقف کر دی گئی ہوتی ہے۔ کہیں تصویری جھلکیوں میں کوئی کمی واقع نہ ہو جائے۔

ہمارے بعض لوگ تو اس لئے بھی محافل سجاتے ہیں کہ ان کی ویڈیو بنوا کر بیرون ملک بھجوائیں اور اپنی اس کارکردگی کو ذریعہ آمدن بنایا جائے۔





اپنی محافل کا قبلہ درست کیجئے

پروفیسر عون محمد سعیدی ☆

الحمدللہ! پاکستان میں جتنی محافل اہل سنت کی ہوتی ہیں اتنی کسی بھی دوسرے مکتب فکر کی نہیں ہوتیں۔ مثلاً قل خوانیاں، اعراس، محافل نعت، میلاد شریف، معراج شریف، گیارہویں شریف، جشن قرآن، لیلۃ القدر، شب براءت، ایام خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم، یوم شہادت حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ وغیرہ وغیرہ۔ جمعہ اور عیدین کے اجتماعات اس پر مستزاد ہیں۔

یہ تمام محافل ہمارا سرمایہ ہیں اور نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہم اپنے اس سرمایہ کا مکمل طور پر ضیاع کر رہے ہیں۔ ان محافل سے جو خاطر خواہ نتائج برآمد ہونے چاہئیں وہ قطعی طور پر ناپید ہیں۔ اگر ہم اپنی محافل کا قبلہ درست کر لیں تو ایسے زبردست نتائج برآمد ہوں کہ دنیا ششدر رہ جائے۔

سرکار دو عالم ﷺ کا فرمان مبارک ہے:

من حسن اسلام المرء ترکہ مالایعنیہ یعنی مسلمان کا ہر قول و فعل بامقصد ہوتا ہے۔

اس حدیث کی روشنی میں اگر ہم جائزہ لیں تو آج ہماری محفلیں تو عروج پر ہیں مگر ان سے مقصدیت کلیتاً ختم ہو چکی ہے۔ ہمیں چاہیے کہ اپنی محافل کو بامقصد اور باوقار بنانے کی کوشش کریں۔ بے مقصد محافل کو تو بند کر دینا بہتر ہے۔

محافل کا مقصد کیا ہونا چاہئے؟

ہماری محافل کا بنیادی مقصد اصلاح معاشرہ ہونا چاہئے۔ محفل کے انعقاد کے بعد یہ سوچ کر خوش ہونا کہ اس میں لوگوں کی اتنی اتنی تعداد شامل ہوئی، بالکل عبث بات ہے۔

سوچنا تو یہ چاہیے کہ اس محفل سے لوگوں کی اصلاح کتنی ہوئی؟ اسلام کا پیغام کتنے دلوں میں جاگزیں ہوا؟ علم و عمل اور اصلاح و تبلیغ کو کتنا فروغ ملا؟ ایمانی انقلاب کتنی زندگیوں میں آیا؟ سنتوں پر عمل کرنے کا ارادہ کتنے لوگوں نے کیا؟ فکر آخرت کتنے لوگوں میں پیدا ہوئی؟ تنظیمی سوچ کتنے افراد لے کر گئے؟ نظام مصطفی ﷺ کے نفاذ کے لئے کتنی راہ ہموار ہوئی؟ اہل سنت کا وقار کتنا بلند ہوا؟ علم دین، مدارس اور علماء کی طرف کتنے لوگوں کا رجحان ہوا؟ اپنے بچوں کو قرآن و حدیث پڑھانے کا جذبہ کتنے حاضرین میں پیدا ہوا؟ اگر ان میں کچھ بھی نہ ہوا اور محفل بڑی دھوم دھام سے ہو تو پھر بتائیے کہ ہم نے ایسی محفل کے انعقاد سے واہ واہ کے سوا کیا حاصل کیا۔ اگر آواز کے زیر و بم یا طرز و لحن پہ وقتی طور پر جھوم جانے، نعرے لگانے، داد دینے اور نوٹ پھینکنے کا نام عشقِ رسول ﷺ ہے تو پھر معاف کیجئے کہ ہم نے عشقِ رسول ﷺ کا مطلب سمجھا ہی نہیں۔ عشقِ رسول ﷺ ہمارے مسلک کی بنیاد ہے مگر ہم نے اپنے طرز عمل سے اس کو مذاق بنا دیا ہے جو کہ ناقابل معافی جرم ہے۔

ایک لطیفہ:

ہماری محافل کے حوالے سے یہ لطیفہ بڑا معنی خیز ہے، سنیے اور سر دھنیے۔ حاجی حنیف طیب صاحب فرماتے ہیں کہ کراچی میں مولانا محمد شفیع اوکاڑوی صاحب کے خطابات میں ہزاروں افراد کا مجمع ہوتا تھا۔ ہمارے علاقے کے لوگ بھی ان کی محافل بڑے جوش و خروش کے ساتھ شرکت کرتے ایسے ہی ایک صاحب سے ملنے کا اتفاق ہوا تو انہوں نے رات بھر جاری رہنے والی محفل کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے۔ ہم نے پوچھا خطاب کیسا تھا اور کتنی دیر جاری رہا؟ کہنے لگے پانچ گھنٹے کا خطاب تھا۔ مولانا نے کمال ہی کر دیا۔ ہم نے کہا خطاب کی کوئی بات ہمیں بھی بتائیے؟ کہنے لگے بات تو مجھے کوئی یاد نہیں مگر خطاب بڑا زبردست تھا۔ ہم نے پھر کہا کوئی ایک آیت یا حدیث جو آپ کو یاد رہ گئی ہو؟ فرمانے لگے معاف کیجئے یہ علماء کی باتیں ہیں ہمیں کہاں یاد رہتی ہیں۔ بہر حال یہ بات پکی ہے کہ محفل بہت اچھی تھی۔



ہماری محافل کی کمزوریاں:

(۱) محافل بروقت شروع نہیں ہوتیں۔ (۲) رات گئے تک جاری رہتی ہیں۔ (۳) مستند علمائے کرام کو کم ہی بلایا جاتا ہے۔ (۴) علماء کے خطابات تاخیر سے شروع ہوتے ہیں۔ (۵) اصلاح احوال کی بجائے تمام تر توجہ فضائل پر صرف کر دی جاتی ہے۔ (۶) موضوعات میں تنوع نام کو نہیں پایا جاتا۔ رٹے رٹائے موضوعات پر ہی اکتفاء کیا جاتا ہے۔ (۷) محفل پر اٹھنے والے اخراجات بہت ہی زیادہ ہوتے ہیں۔ (۸) سٹیج پر غیر اخلاقی سرگرمیوں میں ملوث دنیادار قسم کے داڑھی کترے لوگوں کو بٹھایا جاتا ہے اور انہیں عاشق رسول ﷺ قرار دے کر دین و مسلک کو بدنام کیا جاتا ہے۔ (۹) مقررین اپنے ساتھ چار چار، پانچ پانچ نعت خوان لئے پھرتے ہیں اور ان سب کی نعت بھی (علاوہ دیگر نعت خوانوں کے) ضروری قرار پاتی ہے۔ (۱۰) مہمان خصوصی یا صدر محفل کی نشست پر ایسے پیر صاحبان وغیرہ کو بٹھایا جاتا ہے جو سر سے لے کر پاؤں تک کہیں سے بھی دین دار نظر نہیں آتے۔ (۱۱) نقیب محفل اور نعت خوانان کی اکثریت بے نمازی اور ایک مٹھی داڑھی کی پابند نہیں ہوتی۔ (۱۲) واعظین اصلاح و تبلیغ کی بجائے اپنی تقریر چمکانے، نعرے لگوانے اور داد سمیٹنے کے چکر میں مصروف رہتے ہیں۔ اور اس کے لئے انواع و اقسام کی طرزوں میں دوہڑوں، چٹکلوں اور لطیفوں کا سہارا لے کر، رونے رلانے اور ہنسنے ہنسانے کا بندوبست کرتے ہیں۔ (۱۳) اکثر مقررین قرآن، حدیث، فقہ اور سیرت کے مستند دلائل کی بجائے انتہائی ضعیف موضوع اور باطل روایات کے ذریعے عوام کا دینی و ایمانی استحصال کرتے ہیں۔ (۱۴) بہت سی محافل ایسی ہوتی ہیں جن میں مستند علمائے کرام کو بلانے کی زحمت ہی گوارا نہیں کی جاتی جو کہ خسارہ ہی خسارہ ہے۔ (۱۵) عوام کی عادت بنا دی گئی ہے کہ وہ سروں، طرزوں اور دھنوں والے نعت خوانان اور واعظین کی تو دل کھول کر حوصلہ افزائی کرتے ہیں لیکن اگر کوئی مستند عالم دین علمی، تحقیقی اور فکری گفتگو کرے تو اس کو کوئی داد نہیں دیتے جس سے علم و فکر کی سخت حوصلہ شکنی ہوتی ہے۔ (۱۶) بے شمار محافل، اصلاح و تبلیغ کے جذبہ سے نہیں بلکہ اپنی سیاست چمکانے، نام چمکانے اور رعب و دبدبہ بڑھانے کی نیت سے منعقد کی جاتی ہیں۔

جس سے دین اسلام کے وقار پر حرف آتا ہے۔ (۱۷) تقریباً ہر شہر میں میلاد و نعت کے حوالے سے تو بیسیوں کمیٹیاں چلتی پھرتی نظر آتی ہیں مگر علمی، فکری اور فقہی سطح کی ایک کمیٹی بھی ڈھونڈے سے نہیں ملتی۔ (۱۸) زیادہ تر مقررین و واعظین لوگوں کی پسند کے مطابق گفتگو کو ترجیح دیتے ہیں اور اظہارِ حق سے یوں شرماتے ہیں جیسے کوئی بہت بڑی بے حجابی کا خطرہ ہو۔ (۱۹) ایک ہی نوعیت کی کثیر محافل سے عوام اکتا جاتے ہیں۔ (۲۰) رات گئے تک جاری رہنے والی محافل کے اختتام پر نمازِ فجر کا اہتمام (بے نمازی) منتظمین کے لئے سخت پریشانی کا موجب ہوتا ہے۔ عین نماز کے وقت لوگوں کو نماز پڑھائے بغیر رخصت دے دی جاتی ہے جس سے اکثر لوگوں کی (بشمول اکابرین) نماز قضاء ہو جاتی ہے۔ حضور اکرم ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ جس نے نماز کو منہدم کر دیا اس نے دین و ایمان کو منہدم کر دیا۔ (۲۱) بعض لوگ اپنی محافل کے اشتہارات اور دعوتی کارڈز اتنے مہنگے قیمتی اور طویل و عریض بنواتے ہیں کہ ان کا مقصد اطلاع کی بجائے کچھ اور ہی معلوم ہوتا ہے۔ (۲۳) بہت سی محافل میں نماز کا وقت درمیان میں گزار دیا جاتا ہے اور بعد میں اجتماعی طور پر اس کا کوئی اہتمام بھی نہیں کیا جاتا۔ (۲۴) سٹیج پر دنیا داروں کے مقابلہ میں علماء کرام کو انتہائی پسماندہ مقام پر بٹھا کر ان کی توہین کا سامان کیا جاتا ہے۔ (۲۵) ان محافل میں علمی و فکری اور عملی و اصلاحی عنوانات پر گفتگو کا تصور ہی محال نظر آتا ہے۔ (۲۶) بہت سی محافل میں عورتوں اور مردوں کے لئے اگرچہ علیحدہ علیحدہ انتظام ہوتا ہے مگر شرعی پردہ کی پھر بھی بے حد کمی محسوس ہوتی ہے۔ (۲۷) بعض محافل کے بعد پُرتکلف کھانوں کا اہتمام بھی ہوتا ہے لیکن زیادہ تر کھاتے پیتے لوگوں کے لئے، غرباء کو ان کے قریب کم ہی آنے دیا جاتا ہے۔ (۲۸) آج کل بہت سی محافل کے اشتہارات میں علمائے کرام کی تقریر کا وقت بھی لکھ دیا جاتا ہے مگر اس کے باوجود ان کا خطاب مقررہ وقت پر شروع نہیں ہوتا، جس سے لوگ انتہائی بدظن ہو جاتے ہیں۔ (۲۹) اشتہارات پر علمائے کرام کے نام نہ ہونے کے برابر جبکہ دیگر کاروباریوں کے نام بڑے طمطراق سے لکھے جاتے ہیں۔ (۳۰) نقیب محفل جب کاروباریوں کو دعوت دیتا ہے تو انہیں ایک سو القاب سے نوازتا ہے مگر جب علمائے کرام کی

(۳۱) بہت سے اعراس میں میلوں کا بازار گرم ہوتا ہے اور وہاں اسلام کی تباہی و بربادی کا منظر دل کو خون کے آنسو رلاتا ہے۔ جس کا سارا گناہ وہاں کے سجادہ نشینوں کے سر ہے۔ (۳۲) نقیب محفل فقط اشعار سنانے پر ہی اکتفاء کرتا ہے، آیات و احادیث کی طرف اس کی کوئی توجہ نہیں ہوتی۔ (۳۳) ان محافل میں وقت کی انتہائی غیر مساویانہ تقسیم کی جاتی ہے۔ علماء کو رات گئے آخر میں وقت دیا جاتا ہے اور وہ بھی بہت تھوڑا جبکہ دوسرے لوگوں کو ان کی مرضی کا ٹائم دیا جاتا ہے۔ مثلاً ایک عام سا نعت خوان بھی بیس پچیس منٹ لے جاتا ہے لیکن کسی عالم کے لئے ۱۵ منٹ بھی زیادہ سمجھے جاتے ہیں۔ (۳۴) کاروباری مقررین داڑھی کترے اور بے عمل پیروں کی طرف اشارے کر کر کے اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ کی آیت کی کھلی گستاخی، توہین اور تحقیر کا ارتکاب کرتے ہیں۔ (۳۵) نعت خوان حضرات نعت پڑھتے ہی جوتے اٹھا کر بھاگ جاتے ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے کوئی دکاندار اپنا سودا فروخت کر کے چھٹی کر جاتا ہے۔ (۳۶) بعض محافل تین تین روز تک جاری رہتی ہیں مگر ان کا فائدہ آدھے دن کے برابر بھی نہیں ہوتا۔ (۳۷) بعض محفلوں میں پہلے پانچ سات قاری تلاوت کرتے ہیں پھر نعت خوانوں کی قطار لگتی ہے پھر خطابات کا دور چلتا ہے پھر ذکر کرایا جاتا ہے، پھر لمبی لمبی سورتوں کے ساتھ ختم شریف کی برکات سمیٹی جاتی ہیں، پھر گھنٹہ بھر کا درود و سلام پڑھا جاتا ہے پھر دعاؤں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوتا ہے تا آنکہ پوری محفل میں سوائے چند لوگوں کے کوئی فرد باقی نہیں رہ جاتا ہے۔ یعنی لوگوں کو بیزار کرنے میں کوئی کسر چھوڑی نہیں جاتی۔ (۳۸) اگر محفل مسجد میں ہو رہی ہو اور اسی دوران نماز کا وقت آ جائے تو بروقت نماز پڑھنے کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی نتیجتاً وہ لوگ جو مسجد میں فقط نماز پڑھنے کے لئے آتے ہیں وہ محفل کے متعلق الٹی سیدھی ہانکنا شروع کر دیتے ہیں۔ (۳۹) بعض شہرت پسند اور جھوٹی عزت کے خواہش مند کاروباری حضرات جان بوجھ کر محفل میں اس وقت آتے ہیں جب محفل اپنی جوبن پر ہوتی ہے۔ لوگ ان کا کھڑے ہو کر نعروں سے استقبال کرتے ہیں۔ جس سے نہ صرف یہ کہ پوری محفل ڈسٹرب ہو جاتی ہے بلکہ باوقار لوگ اس تماشے سے سخت بدظن ہو جاتے ہیں۔ (۴۰) بہت سی محافل میں بدنظمی بھی اپنے عروج پر ہوتی ہے۔ کوئی کہیں بیٹھا ہوتا ہے اور کوئی

کہیں۔کوئی گپیں ہانک رہا ہوتا ہے اور کوئی نیند میں مست الست۔جس سے محفل کا وقار بری طرح مجروح ہوتا ہے۔

محفل بہتر بنانے کا طریقہ:

اس سلسلے میں ہم سب نے پہلے ایک حدیث پاک سے راہنمائی لیتے ہیں۔
حضرت ابووائل شقیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہر جمعرات کو ہمیں نصیحت فرمایا کرتے تھے۔انہیں ایک شخص نے کہا اے ابو عبدالرحمان! میری خواہش ہے کہ آپ یہ وعظ کی محفل روزانہ سجایا کریں۔انہوں نے جواب دیا کہ میں یہ کام اس لئے نہیں کرتا کہ کہیں تم اکتا نہ جاؤ۔بس وقفہ محفل وعظ اس لئے کرتا ہوں کہ حضور ﷺ بھی ہمیں وقفہ سے وعظ فرمایا کرتے تھے تاکہ ہم اکتا نہ جائیں (بخاری) اس حدیث پاک سے معلوم ہوا کہ انعقاد میں اس بات کا سب سے زیادہ خیال رکھا جائے کہ لوگوں میں اکتاہٹ ہرگز پیدا نہ ہو۔نیز اگر دو چار بندے کہہ بھی دیں کہ محفل طویل کرو تو ان کی بات ہرگز نہیں ماننی چاہیے۔

چونکہ ہماری محافل بہت سی اقسام کی ہوتی ہیں اس لئے کچھ ہدایات ایسی ہیں جو عمومی نوعیت کی ہیں ان کا ہر محفل میں خیال رکھنا ضروری ہے۔(۱) محفل اخلاص نیت کے ساتھ سجائی جائے جس کا مقصد تبلیغِ دین، اصلاحِ عقیدہ اور اصلاحِ معاشرہ ہونا چاہیے۔ (۲) محفل وقت کی پابندی کے ساتھ شروع اور ختم کی جائے۔(۳) محفل کا دورانیہ ایک گھنٹہ سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے۔(۴) اگر محفل بڑی ہے تو دو گھنٹہ سے آگے نہیں بڑھنی چاہیے۔ (۵) ایک تلاوت اور ایک نعت کے فوراً بعد مستند عالم دین کا خطاب شروع ہو جانا چاہیے۔ (۷) موضوعات میں تنوع ہونا چاہیے۔بلکہ بانیٔ محفل کی طرف سے عالم دین کو پہلے ہی موضوع بتا دیا جانا چاہیے (ہم اس مقالہ میں چند اہم موضوعات بھی تحریر کریں گے)۔(۸) کوئی بھی محفل ہو مستند علماء کے خطاب کے بغیر منعقد نہیں ہونی چاہیے۔(۹) درود و سلام کے فقط دو اشعار پڑھے جائیں اور صرف ایک ہی بندہ پڑھے۔کیونکہ اگر قطع کلامی جائز نہیں ہے تو پھر قطع سلامی بھی جائز نہیں ہے۔دعا فقط ایک ہی جامع اور مختصر منگوائی جائے۔ختم

شریف میں طوالت سے گریز کیا جائے۔ غرض ہر ایسے کام سے گریز کیا جائے جس سے ہلکی سی اکتاہٹ کا بھی خطرہ ہو۔ جب فرض نمازوں کی جماعت کے سلسلہ میں حضور ﷺ نے لوگوں کا خیال کرتے ہوئے ائمہ کرام کو طویل قراءت کرنے سے منع فرمادیا تو پھر مستحب کاموں کی طوالت کہاں درست قرار دی جاسکتی ہے۔ البتہ جب آدمی انفرادی طور پر عبادت کررہا ہو تو اس کو جتنا مرضی لمبا کرے یہ اچھی بات ہے۔ (۱۰) قل خوانی، چہلم اور عرس کو بھی کم سے کم خرچ میں منعقد کرنا چاہئے بقیہ پیسے اور کھانا وغیرہ دینی مدارس میں بجوا دینا چاہئے اس موقع پر بھی مستند علمائے کرام کا خطاب اشد ضروری ہے۔ (۱۱) سرگجن گرج اور لطیفوں چٹکلوں کے ماحول کے خلاف تو ہمیں شمشیر بے نیام بن جانا چاہئے۔ (۱۲) مدارس وغیرہ کے یک روزہ دو روزہ اور تین روزہ خصوصی جلسوں میں بین الاقوامی سطح کے معاملات پر لوگوں کی علمی، عملی اور فکری حوالے سے بھرپور تربیت کی جانی چاہئے۔

ربیع الاوّل وغیرہ کی محفل نعت کے متعلق ہدایات:

ہمارے ہاں سارا سال عموماً اور ربیع الاول میں خصوصاً محافل نعت کی کثرت ہوتی ہے اور ان میں مقصدیت کے فقدان کے سبب دین ومسلک کا ناقابل تلافی نقصان ہوتا ہے۔ ملک محبوب الرسول قادری لکھتے ہیں آج کل نعت خوانی کی محافل باقاعدہ انڈسٹری کی شکل اختیار کرگئی ہیں، کمرشل بنیادوں پر محافل نعت بپا کرنے کا رواج عام ہوگیا ہے۔ کاروباری حضرات لوگوں سے ایک ایک لاکھ اور پچاس پچاس ہزار وصول کرکے ان کے لئے محافل نعت کا انتظام کرتے ہیں اور پھر اپنے مخصوص حلقے کے پروفیشنل نعت خوانوں کو بلا کر خود بھی کماتے ہیں اور ان کی کمائی کا بندوبست بھی کرتے ہیں۔ یاد رکھئے! کرائے کے نعت خوانوں سے نعت خوانی کرانا حرام ہے۔ بدقسمتی سے آج کل کے نعت خوان پوری طرح صنف مخنث کا روپ دھار کر محافل نعت کی زینت بنتے ہیں۔ اداکاری اور گلے کے زور پر ہزاروں ہی نہیں لاکھوں روپے بٹور کر چلتے بنتے ہیں۔ رائج الوقت محافل نعت میں فکر آخرت، اصلاح عقیدہ وعمل اور اخلاقیات کی تعلیم کا کوئی اہتمام نہیں ہوتا بلکہ یہ محافل الٹا ان امور کے خاتمے کا سبب بن رہی ہیں۔ محافل نعت کا تقدس بری طرح مجروح

ہو چکا ہے۔ اور ان کے منعقد کرنے سے ایک فیصد سے بھی کم مفید نتائج مسرتب ہو رہے ہیں۔ ان محافل کی اصلاح کے لئے مندرجہ ذیل امور پر خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ (۱) سٹیج سیکرٹری صاحب کو پابند کیا جائے کہ وہ پندرہ پندرہ منٹ کی نقابت سے گریز فرمائیں اور فقط ڈیڑھ منٹ میں اپنا مختصر مدعا پیش کر کے مہمان کو دعوت دیں۔ ہر کہ ومہ کے لئے بھاری بھرکم القاب سے گریز فرمائیں۔ جو شخص شریعت کا پابند نہ ہو اس کو برسرِ عام عاشق رسول ہرگز قرار نہ دیں۔ (۲) نقیب محفل کسی اہل علم شخصیت کو بنایا جائے جو مکمل طور پر پابند شریعت ہو کیونکہ بسا اوقات نقیبان محفل کفریہ کلمات و اشعار بھی کہہ جاتے ہیں اور جاہل لوگ حسب عادت واہ واہ کرتے رہتے ہیں۔ جس سے سب حاضرین کا دین و ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے۔ (۳) محفل نعت میں پابند شرع قاری سے تلاوت کلام پاک کرائی جائے۔ حضور ﷺ کا فرمان مبارک ہے جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اس کے آنے پر لوگ اس کے لئے کھڑے ہو جائیں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔ (۴) حمد باری تعالیٰ بھی ضرور پڑھی جائے۔ (۵) مستند شعراء کا کلام پیش کیا جائے جیسے امام احمد رضا بریلوی. پیر مہر علی شاہ، میاں محمد بخش، مولانا جامی، مولانا روم، مولانا حسن رضا خان، پروفیسر حفیظ تائب. شاہ نصیر الدین نصیر، مولانا محمد الیاس قادری، مولانا طاہر القادری اور انہی جیسے دیگر شعراء کرام (۶) اگر غیر معروف شعراء کا کلام پڑھا جائے تو پہلے کسی مستند عالم دین کو ضرور دکھا دیا جائے۔ (۷) نوٹ نچھاور کرنے کی بری رسم سے قطعی طور پر جان چھڑائی جائے۔ محفل نعت نماز مغرب کے فوراً بعد شروع کرا دینی چاہیے۔ ایک تلاوت، حمد اور نعت کے بعد کسی مستند عالم دین کا خطاب کروا کے نماز عشاء باجماعت ادا کی جائے اور پھر ایک یا زیادہ سے زیادہ دو صالح بے غرض نعت خوانوں سے نعت شریف سن کر گیارہ بجے سے پہلے پہلے محفل ختم کر دی جائے اور ساتھ ہی تمام لوگوں سے نماز فجر باجماعت ادا کرنے کا وعدہ لیا جائے۔ (۸) بانی محفل، نقیب محفل، قاری، نعت خوان، مقرر سبھی کی نیت صرف اور صرف تبلیغ دین کی ہو۔ پیسے لینے کی نیت، عمل کو سراسر برباد کر دیتی ہے۔ اسی طرح ان حضرات سمیت مہمان خصوصی اور صدر محفل وغیرہ کا بھی پابند سنت ہونا ضروری ہے۔ (۹) خوشامدی نقیب محفل. لالچی و بھکاری قسم کے نعت خوان اور روایتی و کاروباری قسم کے مقررین سے محفل کو

بچانا فرض عین سمجھا جائے۔ (۱۰) اسمگلر، منشیات فروش، راشی، بدقماش اور تارک سنت قسم کے لوگوں کو عاشق رسول وغیرہ جیسے بھاری بھرکم القاب دینے سے بچا جائے بلکہ انہیں اسٹیج پر بیٹھنے ہی نہ دیا جائے۔ کیونکہ حضور پاک ﷺ کا فرمان ہے کہ جب کسی فاسق کی تعریف کی جاتی ہے تو اس سے اللہ تعالیٰ کا عرش بھی لرز اٹھتا ہے۔ (۱۱) محافل پر ہزاروں روپے پانی کی طرح بہا دینا ہرگز دانشمندی نہیں ہے۔ انہیں انتہائی کم سے کم خرچ میں منعقد کرنا چاہئے اور بقیہ پیسے مستند دینی مدارس (جہاں آدمی کی تسلی ہو) پر صرف کرنے چاہیئے۔ (۱۲) تبرک بانٹنا اچھی عادت ہے۔ لیکن تبرک میں مٹھائی یا چاول تقسیم کرنے کی بجائے علماء اہل سنت کے مشورہ سے زیادہ سے زیادہ دینی کتب و رسائل اور کیسٹیں بطور تبرک بانٹنے چاہئیں۔ (۱۳) محافل نعت کی صدارت دنیاوی شہرت کی حامل شخصیات سے کرانے کی بجائے اہل علم اور صاحبان تقویٰ سے کرائی جائے۔ (۱۴) محفل کے دوران مہمانان گرامی جو کہ وقفہ وقفہ سے آتے رہتے ہیں ان کے لئے بار بار استقبالیہ نعرہ لگا کر اور لوگوں کو بار بار کھڑا کر کے محفل کے تقدس کو پامال کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا بہتر یہی ہے کہ مہمان گرامی کو نہایت خاموشی کے ساتھ اسٹیج پر بٹھا دیا جائے۔ (۱۵) فحش فلمی گانوں کی دھن پر پڑھی جانے والی نعتیں آداب نعت کے منافی ہیں ان سے گریز کیا جائے۔ محفل نعت کو میوزیکل شو بنا دینا اچھا عمل نہیں بلکہ گناہ ہے۔ (۱۶) بہت سی محافل نعت میں لوگوں کی آمد کو یقینی بنانے کے لئے عمرہ کے ٹکٹ قرعہ اندازی کے ذریعے تقسیم کیے جاتے ہیں جس سے فقط دو چار افراد کو فائدہ پہنچتا ہے۔ ہمارا مخلصانہ مشورہ یہ ہے کہ عمرہ کے دو چار ٹکٹوں کی بجائے تفسیر و حدیث اور فقہ و سیرت کی کتابوں کے بڑے بڑے سیٹ قرعہ اندازی میں رکھے جائیں۔ اس طرح لوگوں کی آمد نہ صرف یقینی ہو گی بلکہ پہلے سے سینکڑوں گنا بڑھ جائے گی اور فائدہ بھی سینکڑوں افراد کو ہو گا مثلاً ڈیڑھ لاکھ روپے کے تین چار ٹکٹوں کی بجائے اگر ضیاء النبی کے سیٹ لے لئے جائیں تو وہ ڈیڑھ سو کی تعداد میں مل جائیں گے اور اگر پورے سیٹ کی بجائے ایک ایک کتاب قرعہ اندازی کے ذریعے تقسیم کی جائے تو ایک ہزار پچاس افراد مستفید ہو سکتے ہیں۔ یقیناً اس سے علم کو بے حد فروغ ملے گا، دین و مسلک کو تقویت ملے گی، شرح خواندگی میں اضافہ ہو گا، باپ دادا کی کتابیں پوتوں پڑپوتوں

کو بھی پڑھنا نصیب ہوں گی۔ یہ ایک ایسا صدقہ جاریہ ہوگا کہ اس میں حصہ ملانے والوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ثواب ہی ثواب ملتا رہے گا۔

ربیع الاول کی عمومی محفل میلاد سجانے کا طریقہ:

اس کے لئے آسان سا فارمولا یہ ہے کہ نماز مغرب کے فوراً بعد ایک تلاوت ایک حمد اور ایک نعت کے بعد کسی مستند عالم دین کا خطاب کروا کے نماز عشاء باجماعت ادا کی جائے۔ بعد میں درود وسلام اور تقسیم تبرک کے بعد محفل کو ختم کر دیا جائے۔ اگر بوجوہ یہ محفل بعد نماز عشاء منعقد کی جائے تب بھی ایک گھنٹہ کے اندر اندر مذکور طریقہ کار کے مطابق محفل کو ختم کر دیا جائے۔ رات گئے تک محفل کو جاری رکھنا دین مسلک کے لئے سخت نقصان دہ کام ہے۔ بے شمار لوگوں کی نمازیں نہ چاہتے ہوئے بھی رہ جاتی ہیں۔ محافل میں اصل شئے تو اپنا پیغام لوگوں تک مؤثر اور دلنشیں انداز میں پہنچانا ہے۔ اور وہ ایک گھنٹہ میں بھی پہنچایا جا سکتا ہے۔ **نوٹ:** ماہ ربیع الاول کے جلوس کیسے ہوں اور ان میں کون کونسی احتیاطیں ضروری ہیں۔ اس کے لیے مکتبۃ المدینہ سے چھپنے والی کتاب "صبح بہاراں" کا مطالعہ از بس مفید رہے گا۔

تقریر کیسی ہو؟

یہ بات نہایت افسوسناک ہے کہ کاروباری قسم کے مقررین نے تمام تر اہل سنت کا مزاج ہی بگاڑ کے رکھ دیا ہے۔ انہیں سنجیدہ، باوقار اور علم و تحقیق کا دلدادہ بنانے کی بجائے، سُروں، دھنوں، دوہڑوں، لطیفوں اور چٹکلوں اور شور شرابے کا عادی بنا دیا ہے اور یہ بات دین و مسلک کے لئے خوفناک حد تک ضرر رساں ہے۔ اس سے بھی زیادہ افسوسناک بات یہ ہے کہ بڑے بڑے دینی مدارس جو کہ علم و تحقیق کے مراکز سمجھے جاتے ہیں ان کے سالانہ جلسوں میں بھی یہی کاروباری مقررین اچھلتے کودتے اور جوکری کرتے نظر آتے ہیں، جبکہ محقق او مفکر قسم کے علماء کو ایسے سٹیجوں پر کوئی پذیرائی نصیب نہیں ہوتی۔ کاروباری مقررین سٹیج پر آتے ہی ایک لمبی سریلی دعا سے تقریر شروع کرتے ہیں۔ پھر ایک لمبا چوڑا خطبہ پڑھا جاتا ہے۔ پھر دوہڑوں کی باری آتی ہے۔ پھر ضعیف و موضوع احادیث اور بے سر و پا

واقعات کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ درمیان میں شعر و شاعری اور جگت بازی کا سلسلہ بھی زور و شور سے چلتا رہتا ہے۔ اس طرح اڑھائی تین گھنٹوں کے بعد ان کی تقریر اپنے غیر منطقی انجام کو پہنچتی ہے۔ اہل سنت کا اجتماعی فرض ہے کہ وہ ایسے واعظوں اور خطیبوں کی شدید حوصلہ شکنی کریں۔ مستند علمائے کرام کو اپنی محافل میں بلائیں اور ان سے مختص موضوعات پر علمی و تحقیقی گفتگو سننے کے عادی بنیں۔ پھر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ہمارے بہت سے مشہور و مستند علماء بھی مخصوص عنوانات پر ہی انحصار کرتے ہیں اور اصلاح معاشرہ پر گفتگو کرنے کی بجائے فقط فضائل کے عنوانات کو ہی موضوع سخن بناتے ہیں۔ اگر کوئی زیادہ ہی بڑا محقق خطیب ہے تو وہ صرف اختلافی موضوعات پر ہی بولنے کو اپنے لئے سرمایہ حیات سمجھتا ہے۔ حالانکہ بے شمار اور لاتعداد موضوعات ایسے ہیں جن کی طرف علمائے کرام کو توجہ دینے کی شدید ترین ضرورت ہے۔ ہم ذیل میں ایسے چند عنوانات تحریر کیے دیتے ہیں۔ علمائے کرام ان میں سے جس کو ضروری سمجھیں اس پر مکمل تیاری کے ساتھ گفتگو فرمائیں اور عوام اہل سنت کو بھی چاہئے کہ وہ جس عالم دین کو بلائیں اپنے ماحول کے مطابق اسے کوئی مخصوص موضوع پہلے سے ہی بتادیں وہ چند عنوانات حسب ذیل ہیں۔

سیرت وفضائل:

سیرت طیبہ کی تعریف اور اس کی انفرادیت۔ میلاد النبی ﷺ ایک عالم گیر انقلاب کا سنگ بنیاد۔ میلاد النبی ﷺ منانے کا طریقہ۔ مسئلہ اسوۂ حسنہ دنیا کے ہر فرد کے لئے بے مثل آئیڈیل۔ سیرت طیبہ کی دینی اہمیت۔ سیرت طیبہ کی آئینی و دستوری اہمیت۔ سیرت طیبہ کی ریاستی اہمیت۔ سیرت طیبہ کی انتظامی اہمیت۔ سیرت طیبہ کی علمی اہمیت۔ سیرت طیبہ کی سائنسی اہمیت۔ سیرت طیبہ کی تخصیصی و رسالتی اہمیت۔ سیرت طیبہ کی تہذیبی و ثقافتی اہمیت۔ سیرت طیبہ کی تاریخی اہمیت۔ سیرت طیبہ کی معاشی اہمیت۔ سیرت طیبہ کی عصری و بین الاقوامی اہمیت۔ سیرت طیبہ کی نظریاتی و انقلابی اہمیت۔ سیرت طیبہ حقوق انسانی کے تناظر میں۔ سیرت طیبہ اقلیتوں کے حقوق کے تناظر میں۔ سیرت طیبہ اور امن عالم۔ حضور علیہ السلام کا تعلیمی انقلاب۔ حضور ﷺ بحیثیت مدبر و منتظم۔ حضور ﷺ

بحیثیت لیڈر۔ حضور ﷺ بحیثیت سیاستدان۔ حضور ﷺ کا معاشی انقلاب۔ حضور ﷺ بحیثیت ماہر نفسیات۔ حضور ﷺ کا بچوں سے پیار۔ حضور ﷺ کی دفاعی حکمت عملی۔ حضور ﷺ کی عسکری مہمات۔ دوسروں کی رائے کا احترام نگاہ مصطفی ﷺ میں۔ اخلاق مصطفی ﷺ کا طریق تربیت۔ سیرت النبی ﷺ اور ہماری زندگی۔ مقام مصطفی ﷺ قرآن کی روشنی میں۔ میثاق مدینہ کی روشنی میں سیاست مصطفوی ﷺ اصول تجارت اور ہادی اعظم۔ تقدیس آباء رسول اللہ ﷺ۔ رسول اللہ ﷺ کی اعتدال پسندی۔ رسول اللہ ﷺ کی عائلی زندگی۔ اطاعت مصطفی ﷺ عین اطاعت خدا۔ جنت میں معیت رسول اللہ ﷺ۔ حب رسول ﷺ اور اتباع رسول اللہ ﷺ کی برکات۔ حب رسول ﷺ کے تقاضے۔ اصلاح معاشرہ میں سیرت رسول ﷺ سے رہنمائی۔ جنگی قیدیوں سے مصطفوی سلوک۔ نبی اکرم ﷺ بحیثیت مشفق انسانیت۔ نبی کریم ﷺ بحیثیت صادق و امین تاجر۔ نبی کریم ﷺ بحیثیت اولوالعزم مبلغ۔ نبی کریم ﷺ بحیثیت اعلیٰ ترین معلم انسانیت۔ نبی کریم ﷺ بحیثیت کامیاب ترین داعیٔ انقلاب۔ نبی کریم ﷺ بحیثیت بے مثال مربی و مزکی۔ نبی کریم ﷺ بحیثیت لاثانی مقنن۔ نبی کریم ﷺ بحیثیت عدیم النظیر منصف و قاضی۔ نبی کریم ﷺ بحیثیت عظیم وخلیق شوہر۔ نبی کریم ﷺ بحیثیت مصلح اعظم۔ نبی کریم ﷺ بحیثیت نبی کل کائنات۔ نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ کے حادثاتی لمحات۔ کتاب خداوند اور شخصیت رسول ﷺ۔ حضور ﷺ کی مردم شناسی۔ نبی کریم ﷺ کا طرز جہانبانی۔ حضور ﷺ اور رواداری۔ قیام امن کے سلسلہ میں اسوۂ رسول ﷺ سے رہنمائی۔ نبی کریم ﷺ کا غیر مسلموں سے حسن سلوک۔ ملکی استحکام کے سلسلہ میں سیرت طیبہ سے رہنمائی۔ نبی کریم ﷺ کے کلام مبارک کی اعجاز آفرینیاں۔ لولاک لما خلقت الافلاک۔ سائنسی تجربات اور سیرت مصطفی ﷺ۔ نبوت محمد ﷺ کا عقلی ثبوت۔ قبر، قیامت اور جنت میں شان مصطفی ﷺ۔ ایمان بالرسالت کی اہمیت۔ بعثت محمدی ﷺ توراۃ و انجیل برناباس میں۔ نبی کریم ﷺ کی مجلسی اور عوامی زندگی۔ حضور ﷺ کا عفو و درگزر۔ معمولات مصطفی ﷺ۔ رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئیاں اور موجودہ عالمی صورتحال۔ نبی کریم ﷺ کا فن حرب۔ عشق رسول ﷺ اور ہماری عملی زندگی۔ مستشرقین اور سیرت رسول عربی

ﷺ۔ حالات حاضرہ میں سیرت رسول ﷺ سے رہنمائی۔ محبت و ادب مصطفی ﷺ ہی اصل توحید ہے۔ حضور ﷺ سے محبت کا واحد ذریعہ درود و سلام۔ ایمان کی پہچان تعلق مصطفی ﷺ۔ معراج النبی ﷺ اور عصر حاضر۔ فضائل مکہ و مدینہ۔ توہین رسالت ایک ناقابل معافی جرم۔ علامات گستاخ احادیث کی روشنی میں۔ معارف اسم محمد ﷺ۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عشق رسول اللہ ﷺ۔ شفاعت مصطفی ﷺ۔ ختم نبوت۔ ادب مصطفی ﷺ۔ حضور ﷺ سے توسل کی شرعی حیثیت۔ حضور ﷺ سے استعانت کی شرعی حیثیت۔ حضور ﷺ کی بے مثل بشریت۔ بن دیکھے عشق مصطفی ﷺ۔ عظمت مصطفی ﷺ قرآن حکیم کی روشنی میں۔ حسن و جمال مصطفی ﷺ۔ نورانیت مصطفی ﷺ۔ علوم مصطفی ﷺ۔ رسالت کے بغیر توحید مسترد ہو جاتی ہے۔ حضور ﷺ کے امت پر حقوق۔ حضور علیہ السلام سے حقیقی تعلق غلامی۔ حدائق بخشش، گلدستہ شان مصطفی ﷺ۔ علامہ اقبال اور عشق رسول ﷺ۔ حضور علیہ السلام کو اپنی امت سے کتنا پیار ہے؟۔ اسوۂ حسنہ اور جہد مسلسل۔ اسلامی طرز معاشرت سیرت طیبہ کے آئینے میں۔ غیر مسلموں کے لئے سیرت طیبہ میں رہنمائی۔ عدم برداشت اور تعلیمات نبوی۔ سیاست خارجہ کے اصول اسوۂ رسول کی روشنی میں۔ جانوروں کے حقوق سیرت و سنت کی روشنی میں۔ مصائب و آلام میں اسوۂ رسول ﷺ۔ قوانین جنگ اور اسوۂ مصطفی۔ اہل سنت اور دیوبندیوں میں اختلاف کی حقیقی وجوہات۔

علمی، فکری و تحقیقی عنوانات:

وجود باری تعالیٰ۔ جد وجہد کا قرآنی تصور۔ جہاد کے فضائل و مسائل۔ کلمہ طیبہ کی تشریح۔ نماز کے فضائل و مسائل۔ روزہ کے فضائل و مسائل۔ حج کے فضائل و مسائل۔ زکوٰۃ کے فضائل و مسائل۔ اعتکاف کے فضائل و مسائل۔ وقت کی اہمیت۔ روشن خیالی اور اسلام۔ خواتین کی دینی تعلیم۔ اولیاء کرام کا مشن۔ خلفائے راشدین کا نظام حکومت۔ مدارس کی اہمیت۔ اسلام اور سائنس۔ اسلام اور سیاست۔ اسلام اور معیشت۔ اسلام اور قانون۔ مغربی تہذیب، دنیا کی بدترین تہذیب۔ مروجہ الیکشن کی خرابیاں اسلام کی روشنی میں۔ اہل سنت کی حقانیت۔ تنظیم کارکنوں کی خصوصیات۔ محنت

میں عظمت ہے۔ اسلام میں قوت و اختیار کی اہمیت۔ اسلام میں مشورہ کی اہمیت۔ احساس ذمہ داری۔ مطالعہ کی اہمیت۔ تصنیف و تالیف کی افادیت۔ جہاد اور دہشت گردی کا فرق۔ دینی مدارس، اسلام کے قلعے۔ علامہ اقبال کے انقلابی افکار۔ دین قربانی مانگتا ہے۔ رابطہ کی اہمیت۔ خدمت میں عظمت۔ اپنے بچوں کو عالم دین بناؤ۔ اطاعت کی اہمیت۔ نظام مصطفیٰ اور اس کے نفاذ کے بعد وطن کا سہانا منظر۔ احیاء اہلسنت۔ عصر حاضر میں دینی تعلیم کے حصول کی اہمیت۔ اسلام دین محبت۔ اسلام دین امن و آشتی۔ مسلم نوجوان کی ذمہ داریاں۔ اسلام میں کھیل اور تفریح کی حدود۔ یوم آزادی پر طوفان بدتمیزی۔ اہل سنت کے ان پڑھوں میں فروغ پا جانے والی خرابیاں۔ مدارس پر خرچ کرنے کی اہمیت۔ تحریک پاکستان میں علمائے اہلسنت کی خدمات۔ کاروباری پیر اور زوال اہلسنت۔ کاروباری نعت خوان اور زوال اہلسنت۔ کاروباری مولوی اور زوال اہلسنت۔ مہتممین مدارس عربیہ اور زوال اہلسنت۔ عالم اسلام کے مسائل اور ان کا حل۔ دینی مدارس کے نصاب میں تبدیلی کی ضرورت۔ اعتدال پسندی اور انتہا پسندی کا اسلامی تصور۔ اسلام میں صحافت کی اہمیت۔ قدامت پرستی اور جدت پسندی کا اسلامی تصور۔ اسلامی نظام حکومت۔ اسلام اور عیسائیت۔ اسلام اور یہودیت۔ اسلام اور ہندمت۔ غیر مسلم کن وجوہات کی بناء پر اسلام قبول کرتے ہیں۔ دیگر ادیان کے مقابلے میں اسلام کی امتیازی خصوصیات۔ قادیانیت امت کے لئے ناسور۔ حرکت میں برکت ہے۔ علوم نبوت کے وارث کون؟ علمائے کرام یا روشن خیال۔ اسلام کیا ہے؟۔ کیا پردہ ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہے؟ اسلام کے اصل خدوخال۔ ایک عظیم سنت نبوی ﷺ غیر مسلموں کو دائرہ اسلام میں داخل کرنا۔ پینٹ شرٹ اور جدید ذہنیت کا احساس مرعوبیت۔ فروغ اسلام کے لئے معاشرہ میں کن خطوط پر کام کیا جائے۔ دستور پاکستان میں کونسے قوانین غیر اسلامی ہیں؟۔ اسلامی نظام اور اس کے نفاذ کی ضرورت و اہمیت۔ اسلام میں غربت کا علاج۔ یہود و نصاریٰ کے پاس تعلیم حاصل کرنا کیسا؟ دینی مدارس میں کیا

نظام ۔ اسلام کا تعلیمی نظام ۔ اسلام کا معاشرتی نظام ۔ اسلام کا تبلیغی نظام ۔ اسلامی تہذیب اور اس کے خدوخال ۔ اسلام کا کوتوالی نظام ۔ اسلام کا دفاعی نظام ۔ اسلام کا تجارتی نظام ۔ اسلام کا وراثتی نظام ۔ اسلام کا عائلی نظام ۔ اسلام کا بینکاری نظام ۔ سچا مسلمان کون؟ مسلمان حکومت کی ذمہ داریاں ۔ اہلسنت کے عقائد و دلائل ۔ قرآن حکیم ہم سے کیا چاہتا ہے؟ مغربیت پسند مسلمان ۔ مرنے سے پہلے وصیت کیجئے ۔ اسلام سسکتی انسانیت کے لئے پیام رحمت ۔ کتاب دوستی اور لائبریری کی اہمیت ۔ سنی مدارس زوال پذیر کیوں؟ ۔ سود سے بچنا کیسے ممکن ہے؟ اسلام کے لئے قوت و اختیار حاصل کیجئے ۔ دینی مدارس سے مستقل رابطہ استوار کیجئے ۔ اہل الرائے کی اہمیت ۔ یزید اور اس کا برا کردار ۔ اقبال کا فلسفۂ خودی ۔ مسلمانوں کو درپیش چیلنجز ۔ اسلام اور جدید دور کے تقاضے ۔ اسلام اور عالم اسلام کا مستقبل ۔ اکیسویں صدی اور ہماری ذمہ داریاں ۔ جماعت کی اہمیت انفرادیت سے بڑھ کر ہے ۔ احیائے اسلام کے لئے جدوجہد کا طریقہ کار ۔ نیو ورلڈ آرڈر اور امت مسلمہ ۔ جدت پسندی کا زہر ۔ اجتہاد کیا ہے؟ قیام پاکستان کی فکری و نظریاتی اساس ۔ آؤ ہر ذرۂ خاک وطن سے محبت کریں ۔ اسلام اور زراعت ۔ اسلام میں نظم و ضبط کی اہمیت ۔ اسلام کا تصور حکومت ۔ اسلام کا شورائی نظام ۔ اسلام اور طب جدید ۔ اسلام اور جدید سائنسی تحقیقات ۔ اسلامی معاشرہ میں خواتین کا کردار ۔ اتحاد امت کیسے ممکن ہے؟ معاشرے میں نفاذ اسلام کی حکمت عملی ۔ اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد ۔ اسلام اور بنیاد پرستی ۔ اسلام اور فرقہ واریت ۔ فقہ کی اہمیت ۔ سود سے پاک معاشی نظام ۔ بے روزگاری کیسے ختم ہو؟ قرآن کتاب ثواب ہی نہیں کتاب انقلاب بھی ہے ۔ قرآن حکیم کا فہم سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے ۔ فہم دین اور ہماری ذمہ داریاں ۔ انسانی کلوننگ کی شرعی حیثیت ۔ اسلام اور انسانی حقوق ۔ اسلام اور قانون بین الاقوامی ۔ عقل، دولت اور وقت کا درست استعمال ۔ اسلام کا مقصود سپر پاور بننا ۔ استقامت کی اہمیت ۔ الیکشن میں مذہبی جماعتوں کی ناکامی کی وجوہات ۔ اہل سنت کا سیاسی عروج کیسے ممکن ہے؟

دعوتی، اصلاحی و تبلیغی عنوانات:

خدمت خلق۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔ دعوت و تبلیغ کی اہمیت۔ پردہ کی اہمیت۔ بھیک مانگنا کیسا ہے؟ اخلاص کی عظمت۔ محبت الٰہی کی چاشنی۔ دل میں عشق رسول پیدا کرنے کا طریقہ۔ والدین کی نافرمانی کا گناہ۔ علم کی فضیلت و اہمیت۔ رشوت کی برائی۔ سود کی مذمت۔ ماں کی شان۔ شیطان کے داؤ پیچ۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں۔ دنیا کی ناپائیداری۔ مسئلہ تقلید۔ مقصد تخلیق انسان۔ شوق علم۔ اسلام میں ادب کا مقام۔ منافقین کی علامات، قرآن کی روشنی میں۔ مقام صحابیت۔ واقعہ کربلا حقائق کی روشنی میں۔ امت کے لئے پیغام حسین رضی اللہ عنہ۔ حقا کہ بنا لا الہ است حسین رضی اللہ عنہ۔ امام حسین رضی اللہ عنہ اور منزل یقین۔ امام حسین رضی اللہ عنہ اور استقامت۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا فقہی مقام۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور تحفظ عقائد اہلسنت۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیم اور ہم۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اور رد بدعات و منکرات۔ عظمت دین کا محافظ (خلفائے اربعہ، ائمہ اربعہ، سلاسل اربعہ)۔ تعارف ائمہ اربعہ۔ دوستی کے اسلامی اصول۔ فلسفۂ موت و حیات۔ شریعت و طریقت۔ نیت کی درستگی۔ مزارات کے میلے ٹھیلے۔ علماء کی اہمیت۔ ٹی وی کیبل اور انٹرنیٹ کی تباہ کاریاں۔ گانے بجانے کا گناہ۔ داڑھی شریف کی فضیلت۔ حدود اللہ۔ اچھی صحبت کی برکتیں۔ رزق حلال کی فضیلت۔ شہید زندہ ہوتے ہیں۔ توحید اور شرک۔ ایصال ثواب کی شرعی حیثیت۔ توسل کی شرعی حیثیت۔ استعانت کی شرعی حیثیت۔ سنتوں پر عمل۔ سادہ زندگی کی عادت بنائیے۔ جہیز کی برائیاں۔ بھیک مانگنا کیسا؟ حقوق اللہ۔ حقوق العباد۔ بیٹی پیدا ہونے پر ناخوشی کیوں؟۔ اسلامی لباس۔ حرام ذرائع آمدنی۔ بدعت کا صحیح مفہوم۔ علماء پر اعتراض کرنے والی بری ذہنیت کی مذمت۔ نکاح کے شرعی احکام۔ طلاق دینے کا اسلامی طریقہ۔ ہم بیمار کیوں ہوتے ہیں؟ کامیاب طالب علم۔ طہارت و نجاست کے احکام۔ ڈاکٹروں کے لئے اسلامی ہدایات۔ شادی کیسے کریں۔ منشیات کی تباہ کاریاں۔ نجت کے شرعی احکام۔ موت کو یاد کیجئے۔ کانوں کا عذاب۔ شیطان کا تعارف۔ علماء کی قدر کیجئے۔ والدین کی شرعی [illegible]

حفاظت ۔ حفاظت نظر۔ حفاظت زبان ۔صحبت کا اثر۔علاج معالجہ کے اسلامی احکام۔ مسجد کے احکام۔ دولت کی محبت ۔عید کیسے منائیں؟۔ جہالت بری بلا ہے۔توبہ و استغفار۔ غریب پروری ۔محبت صلحاء۔ اللہ تعالیٰ سے ٹوٹا ہوا تعلق کیسے بحال ہو؟۔تقویٰ کی فضیلت ۔ زہد کی حقیقت ۔صبر کی فضیلت ۔ اسلام میں صفائی اور پاکیزگی کی اہمیت ۔حسن اخلاق اپنائیے۔حقوق زوجین ۔عجز و انکسار کی فضیلت ۔ولایت صالحین کی حقیقت ۔مسلمانوں کے باہمی حقوق ۔حقوق والدین ۔ اسلام اور سماجی بہبود ۔ اپنے ایمان کی حفاظت کیجئے ۔افسر و ماتحت کے شرعی احکام۔ مزدوروں کے حقوق و فرائض۔ سود کی حرمت اور اس کا وبال ۔امیر کے حقوق و فرائض ۔سگریٹ نوشی کے نقصانات ۔تکبر کے نقصانات ۔ ریاکاری کے نقصانات ۔بخل کے نقصانات ۔ بدگمانی کے نقصانات ۔عزت وتعریف کی خواہش ۔خود پسندی ۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوسی گناہ ہے ۔غصہ کرنا کیسا؟ اللہ تعالیٰ پر عدم توکل کا مرض ۔ بے صبری ۔خوف خدا پیدا کیجئے ۔اسلامی اصول تجارت ۔محاسبہ نفس اور اس کا طریقہ کار۔گھر کا ماحول اسلامی بنائیے ۔ اسوۂ حسنہ اور فیشن پرستی ۔ترک تقلید کی تباہ کاریاں ۔ ویلنٹائن ڈے اور بسنت منانا کیسا؟ ۔اپنی قبر کی فکر کرو ۔موت کو یاد کیجئے ۔اسلامی نظام حکومت ۔منشیات کے اسلامی احکام ۔شہادت عثمان رضی اللہ عنہ ۔ جنگ جمل کی تحقیق ۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق حکمرانوں کی خصوصیات ۔اسلامی تعلیمات کے مطابق سیاستدانوں کی خصوصیات ۔اسلامی تعلیمات کے مطابق قانون دانوں کی خصوصیات ۔اسلامی تعلیمات کے مطابق تاجروں کی خصوصیات ۔اسلامی تعلیمات کے مطابق صحافیوں کی خصوصیات ۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق افسروں کی خصوصیات ۔اسلامی تعلیمات کے مطابق معماروں اور مزدوروں کی خصوصیات ۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق انجینئروں کی خصوصیات ۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق فوجیوں کی خصوصیات ۔اسلامی تعلیمات کے مطابق طلباء کی خصوصیات ۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق مبلغین کی خصوصیات ۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق ڈاکٹروں کی خصوصیات ۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق پولیس کی خصوصیات ۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق علماء کی خصوصیات ۔ اسلامی تعلیمات کے مطابق اولیاء کی خصوصیات ۔ انسان اشرف المخلوقات کیوں؟ جہالت کی مذمت ۔ اللہ کی مخلوق ، حضور ﷺ کی امت کو پڑھا لکھا

ہونا چاہئے۔شادی غمی کے اخراجات کو کم کیجئے۔

تقریر کی تیاری کیسے کریں؟

تقریر کی تیاری ایک اہم مرحلہ ہے اس کے لئے بہترین کتب کے وسیع مطالعہ کی شدید ضرورت ہے۔اردو زبان میں ہمارے پاس بہت بڑا علمی و تحقیقی سرمایہ موجود ہے۔ ایسی چند کتب کا تذکرہ ہم ذیل میں کیے دیتے ہیں تا کہ ہمارے خطباء و مقررین ان سے استفادہ کرسکیں۔

☆ تبیان القران + شرح صحیح مسلم +نعمت الباری + مقالات سعیدی + مقام نبوت و ولایت + معاشرے کے ناسور (مولانا غلام رسول سعیدی) ☆ ☆ تفسیر نعیمی + شرح مشکوٰۃ المصابیح + علم القرآن + رسائل نعیمیہ + مواعظ نعیمیہ (مفتی احمد یار خان نعیمی) ☆ ☆ مقالات کاظمی + خطبات کاظمی (علامہ سید احمد سعید کاظمی) ☆ ☆ البریلویہ کا تحقیقی وتنقید جائزہ + تعارف فقہ وتصوف + زندہ جاوید خوشبوئیں + سدا بہار خوشبوئیں + مقالات شرف قادری (مولانا عبدالحکیم شرف قادری) ☆ ☆ ضیاء القرآن + ضیاء النبی + سنت خیر الانام + خطبات ضیاء الامت + مقالات (پیر کرم شاہ الازہری) ☆ ☆ عرفان القرآن + المنہاج السوی + عرفان السنہ + اسلام اور جدید سائنس + سیرت الرسول + اسلامی تربیتی نصاب + کتاب التوحید + اسلام میں انسانی حقوق + شہادت امام حسین رضی اللہ عنہ + کتاب البدعۃ + حیات النبی + استغاثہ و استعانت + عقیدہ توسل + عقیدہ شفاعت + عقیدہ علم غیب + ایصال ثواب اور اس کی شرعی حیثیت + قرآنی فلسفہ انقلاب + تحفظ ناموس رسالت + میثاق مدینہ کا آئینی تجزیہ + میلاد النبی + عقیدہ ختم نبوت اور فتنہ قادیانیت + اقتصادیات اسلام + ارکان اسلام + امام ابوحنیفہ + حسن اعمال (ڈاکٹر محمد طاہر القادری) ☆ ☆ فہم دین۔(علامہ اشرف آصف جلالی) ☆ ☆ احیاء العلوم + کیمیائے سعادت (امام غزالی) ☆ ☆ تفہیم المسائل (مفتی منیب الرحمن) ☆ ☆ باطنی گناہ اور ان کا علاج + حساس نعمت + ہمارے مسائل اور ہم + اصلاحی بیانات + قرآنی بیانات + نورانی واقعات + تحفۃ المبلغین + فیض صالحین + رحمانی بیانات + [illegible] (مفتی محمد اکمل [illegible]) ☆ ☆ [illegible] ☆ ☆

بہار شریعت (مولانا امجد علی اعظمی) ☆☆ زلزلہ + زلف و زنجیر مع لالہ زار (مولانا ارشد القادری) ☆☆ تاریخ نجد و حجاز (مفتی عبدالقیوم ہزاروی) ☆☆ کتب صاحبزادہ خورشید گیلانی ☆☆ صدیق اکبر نمبر + فاروق اعظم نمبر (مطبوعہ ضیاء القرآن لائبریری) ☆☆ کلیات اقبال (علامہ اقبال) ☆☆ برطانوی مظالم کی کہانی (مولانا عبدالحکیم اختر شاہجہان پوری) ☆☆ کتب مطبوعہ دیال سنگھ لائبریری ☆☆ شہاب نامہ (قدرت اللہ شہاب) ☆☆ کتب مفتی محمد خان قادری ☆☆ کتب ڈاکٹر نور احمد شاہتاز ☆☆ کتب مکتبۃ المدینہ والمکتبۃ العلمیہ کراچی ☆☆ کتب ہارون یحییٰ. ترکی ☆☆ نومسلم مردوں اور عورتوں کی کہانیاں ☆☆ کتب جدید مسائل فقہ ☆☆ کتب ادارہ تحقیقات اسلامی ☆☆ فیضان شریعت (مولانا محمد ابراہیم آسی) ☆☆ کتب فتاویٰ مطبوعہ شبیر برادرز لاہور ☆☆ ضیاء الواعظین (مولانا محمد خان نوری) ☆☆ کتب مفتی محمد امین فیصل آبادی۔



مولائے کریم! اپنے حبیب ﷺ پر۔ جو تمام مخلوق میں سب سے افضل

نعت کا مقصدِ تخلیق

عزیز احسن ☆

نعت اپنی تخلیقی ہیئت کے لئے شاعری کی پابند تو نہیں ہے لیکن کم از کم اردو میں تو نعت کو شعری پیکر ہی دیا جاتا ہے اور عرف عام میں اسی تخلیقی ہیئت کو نعت کہا اور سمجھا جاتا ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہیئتی اعتبار سے یہ اصناف سخن کی کسی ایک شکل کی پابند نہیں۔ اسے اصناف شاعری کے ہر ظرف میں متشکل کیا جا سکتا ہے۔ اس طرح نعت موضوعاتی شاعری کے ذیل میں آتی ہے اور اپنا تشخص اسی حوالے سے منواتی ہے۔ قصیدے میں کسی بھی ممدوح کی مدح کی جا سکتی ہے جب کہ نعت میں فکر کے سارے دھارے بیان کے سارے زاویے اور احساس کے تمام اشاریے ممدوح رب العالمین سید المرسلین جناب محمد الرسول اللہ ﷺ کی ذات والا صفات کی طرف راجع ہوتے ہیں۔ محسن کاکوروی نے کیا خوب اشارہ کیا ہے۔

ہیں کس سے مضاف یہ عجائب　　راجع ہے کدھر ضمیر غائب

جب یہ طے ہو گیا کہ نعت شاعری ہی کی ایک موضوعاتی صنف ہے تو ایک اور مرحلہ فکر سے دوچار ہونا پڑا۔ وہ یہ کہ شاعری کن کن مقاصد کے لئے کی جاتی ہے؟

شاعری کے تخلیقی مقاصد کی طرف رجوع کرتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ شاعری کے لئے دنیا میں دو قسم کے نظریے رائج رہے ہیں:

اول شاعری برائے شاعری (Poetry for Poetry's Sake)

دوم شاعری برائے زندگی (Poetry for Life's Sake)

اس ضمن میں نعت نگاروں کے لئے یہ سمجھنا ضروری ہوا کہ ان دونوں نظریات میں سے انہیں کون سا نظریہ پیش نظر رکھنا ضروری ہے؟ اس فیصلے سے قبل ان پر لازم ہے کہ وہ مختصراً یہ جان لیں کہ یہ نظریے کیا مفہوم رکھتے ہیں۔ سو عرض ہے کہ پہلا نظریہ شاعری کو محض

شاعری کرنے کی غرض سے تخلیق کرنے اور محض شعری جمالیات سے حظ اٹھانے کا مفہوم رکھتا ہے جب کہ دوسرا نظریہ زندگی کی قدر و افادیت یا مقصدیت کے تحت شاعری کرنے کی طرف مائل کرنے کا قائل ہے۔ زیادہ آسان لفظوں میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ پہلے نظریے کے قائلین شاعری کو محض ایک مشغلہ، کھیل یا تفریح جانتے ہیں اور حصول مسرت کا ذریعہ سمجھتے ہیں اس کے برعکس دوسرے نظریے کے مبلغین شاعری کو مقصد حیات یا کسی مخصوص افادی نظریے کا پابند قرار دیتے ہیں۔ اس مرحلے پر نعت گو شاعر پر یہ منکشف ہوتا ہے کہ پہلا نظریۂ شاعری لہو و لعب کے ذیل میں آتا ہے جس کی دین اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے۔ سو وہ اس نظریے کو رد کر دیتا ہے۔ نعت کی تخلیق کے لئے دوسرا نظریہ اپنانے کا فیصلہ کر لیتا ہے۔ مقصدی نظریۂ تخلیق اپنانے میں دینی نکتہ نظر سے طمانیت کا پہلو تو ہے لیکن اس نظریے کے تحت شاعری کرنا "شعری حسن کاری" کے حوالے سے ذرا خطرے کا سودا بھی ہے۔ کیونکہ اگر زندگی کی کسی قدر افادیت یا مقصدیت کے تحت شاعری کی جاتی ہے تو شاعری کا بنیادی وصف (یعنی شعریت) متاثر ہوتا ہے۔ اور ذرا سی دیر میں شاعری کو ناشاعری (non poetry) قرار دیا۔ اس طرح نہ صرف شاعری کو نقصان پہنچتا ہے بلکہ مقصد کو بھی دھچکا لگتا ہے جو شاعری کے نقصان سے بھی بڑا زیاں ہے۔ مذہبی شاعری میں چونکہ مقاصد سے منسلک خیالات کو "نظمانے" (Versification) کا رجحان عام ہے اس لئے اس شاعری کی طرف بہت زیادہ حساس تخلیق کار اور باشعور قارئین کم کم آتے ہیں۔

مذہبی شاعری کے سلسلے میں میری معروضات کو تاریخی اساس فراہم کرنے کے لئے جب میں نے ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی کی کتاب "عربی میں نعتیہ کلام" سے رجوع کیا تو وہاں مجھے ڈاکٹر زکی مبارک کی کتاب "المدائح النبویہ فی الادب العربی" کا ایک اقتباس نظر آیا جو میں درج ذیل کرتا ہوں۔

"قدماء اور متاخرین میں سے کسی نے بھی اس فن کی تاریخ پر توجہ نہیں کی کیونکہ جن شعرا نے اس موضوع پر طبع آزمائی کی تھی ان کا شمار زیادہ مشہور اور قادر الکلام شعرا میں نہیں ہوتا ہے، نیز یہ کہ تاریخ میں یہ مضمون بہ کثرت نہیں ملتا ہے۔ شعر کے دوسرے اصناف جیسے منظر نگاری، غزل، ونسیب اور وہ صنف جس میں بہادری کے کارناموں کا بیان (حماسہ)

ہوتا ہے۔ وہ ان مدحیہ قصائد کو نہیں دی گئی جو رسولِ کریم ﷺ کی شان میں کہے گئے۔ یہ موضوع صوفیا کے حلقوں تک محدود رہا۔"

(ڈاکٹر ذکی مبارک نے جس صورت حال کا ذکر کیا ہے وہ عہد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تابعین اور تبع تابعین رحمہم اللہ اجمعین کے ادوار کے بعد کی ہے)۔

تاہم جو صورت حال ڈاکٹر ذکی صاحب نے عربی کی نعتیہ شاعری کی لکھی ہے اردو کی نعتیہ شاعری کی اس سے کچھ مختلف نہ ہوتی اگر خدانخواستہ پاکستان وجود میں نہ آتا۔ جی ہاں۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد ادبی سطح پر نعتیہ شاعری کا منظر نامہ بدل گیا اور جوش و خروش کی اتنی فراوانی ہوئی کہ نعتیہ ادب کی رفتار کا جائزہ لینے والے دو معروف محققین راجا رشید محمود (مدیر "نعت" لاہور) اور غوث میاں (صدر حضرت حسان حمد و نعت بک بینک پاکستان کراچی) نے جو مطبوعہ کتب شمار کی ہیں ان کی تعداد ایک ہزار سے متجاوز ہے۔

اپنی بات کی وضاحت کے سلسلے میں، میں ذرا زیادہ ہی تفصیل میں چلا گیا (یہ الگ بات کہ یہ تفصیل بھی غیر ضروری نہیں ہے) میں عرض یہ کر رہا تھا کہ خیالات کو نظمانے کی روش نے شعری لطافتوں کے شائق تخلیق کاروں اور باذوق قارئین کو نعتیہ شاعری کی طرف بہت زیادہ متوجہ نہیں ہونے دیا۔ ایک ہزار سے اوپر کتابیں منظر عام پر تو آ گئی ہیں لیکن ان میں سے ادبی قدر (Literary Value) کی حامل کتنی کتابیں ہیں؟ میرے محتاط اندازے کے مطابق پانچ فیصد شاعری شعری اور شرعی (Style and Content) لحاظ سے تنقیدی زاویئے سے لائق تحسین ٹھہرے گی۔ اس تناظر میں دیکھئے تو ایک بھیانک صورت حال سامنے آتی ہے کہ اس مذہبی شاعری سے شعرا اور باذوق قارئین کی ایک بڑی تعداد لاتعلق رہتی ہے۔ اس طرح وہ شاعری اور اس شاعری میں پوشیدہ مقصد (تبلیغ پیغام رسالت، تفہیم مقام رسالت، ترویج حب رسالت، توسیع جذبہ اخوت بین المسلمین وغیرہ وغیرہ) سے بھی لاتعلق رہتے ہیں۔ گویا نعتیہ شاعری کی تخلیق کو تخلیقی (Creative) سطح پر پیش نہ کر سکنے کے نقصانات گوناگوں ہیں۔ اسی لئے میں نے اپنی کتاب "جواہر النعت" (مطبوعہ ۱۹۸۱ء) کے مقدمے میں لکھا تھا۔

"نعتیہ شاعری جس قدر مشکل ہے اسی قدر جذبہ حب رسول کے اظہار میں عامیوں

کے دخل نے اس موضوع کو اپنے مرتبے پر نہیں رہنے دیا۔ نوبت بایں جا رسید کہ صرف نعت گو شاعر ہونا استعداد علمی کی کمی یہ الفاظ دیگر استناد علمی سے دوری کی دلیل ٹھہرتا ہے حالانکہ نعت گوئی کا شرف حاصل ہو جانا خود لائق افتخار ہے۔"

بعد ازاں اپنے ایک مضمون (مطبوعہ مجلہ گورنمنٹ سٹی کالج کراچی پاکستان نمبر صفحات ۶۶۷ تا ۱۷ سن اشاعت ۱۹۸۳ء) میں نعتیہ ادب میں تنقیدی شعور بیدار کرنے کے لئے نقادان کرام کی کمی کا ذکر بھی کیا تھا۔ ابھی نعت کے نئے افق تلاش کرنے ہیں اور اس صنف کو نبی کریم ﷺ کے شایان بنانے کے لئے آفاقی بنانا ہے اور یہ کام ناقدین کرام کی توجہ کے بغیر ممکن نہیں۔

اس کے بعد تائید ایزدی سے اپریل ۱۹۹۵ء میں "نعت رنگ" کے ذریعے نعتیہ شاعری کو ادبی خوبیوں کے ساتھ لکھنے اور تنقیدی کسوٹی پر پرکھنے کی ایک تحریک چلی۔ تنقید نعت پر میری کتاب "اردو نعت اور جدید اسالیب" اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے یہ ساری کوششیں اسی لئے ہیں کہ نو واردانِ بساط نعت کو اس صنف کی تخلیق کی اہمیت کا احساس دلایا جائے۔ میں نے ایک سے زائد بار لکھا ہے کہ دنیاوی یا عمومی شاعری (General Poetry) کی تخلیق میں شعرا نے ہمیشہ سے سنجیدہ اور ذمہ دارانہ رویہ اختیار کیا تب ان کو کامیابی حاصل ہو سکی ورنہ انہیں کسی نے نہیں پوچھا۔ نکولا بولو ا پروا (۱۶۳۶ء۔۱۷۱۱ء) نے کہا تھا "شاعری ایک ایسا ظالم فن ہے کہ یہ اچھے اور خراب کے درمیان سمجھوتہ نہیں کرتا۔ دوسرے علوم میں ایک شخص دوسرے درجے پر رہ کر بھی قابل عزت ہو سکتا ہے لیکن شاعری میں اوسط درجے کے شاعر کے لئے کوئی جگہ نہیں" بولو کے اس بصیرت افروز بیان کے بعد عمومی شاعری میں بھی غیر معیاری شاعری کی کوئی گنجائش نہیں رہتی تو مذہبی شاعری کو پست سطح سے ہم کنار کر کے ان شعرا کو کتنا ثواب مل سکتا ہے جو حصول ثواب کے لئے نہ تو موضوع کی عظمت کا خیال رکھتے ہیں اور نہ ہی شاعری کے بنیادی تقاضوں سے آگاہ ہیں۔ یہ بات سمجھنا ناگزیر ہے کہ شاعری چاہے برائے شاعری کی جائے یا برائے زندگی۔ اس کا شاعری ہونا شرط ہے ورنہ شعری ضرورتوں کی عدم آگاہی یا اس طرف سے بے توجہی شاعری کو ہی بے وقعت نہیں بنائے گی خود مقصد شاعری کا درجہ

بھی گھٹا دے گی۔

یہاں تک کی معروضات اگر ذہنی طور پر قبول کر لی گئی ہیں تو میں ایک اور پہلو کی طرف آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہوں گا۔ وہ یہ کہ عمومی شاعری میں شاعری کے مافیہہ، موضوع، نفس مضمون کی باریکی پر دھیان دینا اتنا اہم اور ضروری نہیں ہوتا ہے جتنا نعتیہ شاعری کے مافیہہ (Content) پر غور و فکر کی ضرورت ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ شریعت کا معاملہ ہے۔ اس مضمون میں اس نکتے کی تفہیم کے لئے میں حضرت شرف الدین ابو عبداللہ محمد بن زید المعروف بہ امام بوصیری کا صرف ایک شعر پیش کرنا چاہوں گا جس سے شرعی نزاکت کا ایک اہم پہلو اجاگر ہوتا ہے۔

دع ما ادعته النصارٰی فی نبیھم　　　واحکم بما شئت مدحاً فیہ و احتکم

(صرف وہ بات چھوڑ دو جس کا دعویٰ نصرانیوں نے اپنے نبی کے بارے میں کیا ہے۔ اس کے بعد جو تمہارا جی چاہے حضور ﷺ کی مدح میں کہو اور جو حکم چاہے لگاتے جاؤ)۔

اس کے بعد میں نمونے کے طور پر چند ایسے شعر پیش کروں گا جن کا اسلوب پرکشش، لطافت احساس، احساس قابل توجہ، شعری منہاج لائق تقلید اور مافیہہ ناقابل گرفت ہے۔

طلب شفاعت کا مضمون:

عاصیو! رحمت عالم کا وسیلہ ڈھونڈو　　　حشر کی دھوپ سے بچنا ہے تو سایہ ڈھونڈو

(عزیز حاصل پوری)

مدینے پہنچنے کی تڑپ کا اندازِ نگارش ملاحظہ ہو:

زائروں میں کل مدینے کا بڑا چرچا رہا　　　ہو کرم آقا کہ میں ان سب کا منہ تکتا رہا

(نیاز بدایونی)

مدینے میں خواب گاہ سید الکونین پر پہلی نظر پڑنے کا تاثر:

روشن ہے مرے خواب کی دنیا مرے آگے　　　تعبیر بنا گنبد خضریٰ مرے آگے

افلاک کو جھکتے ہوئے دیکھا ہے نظر نے　　　ہے خواب گہہ شاہ مدینہ مرے آگے

(سید محمد ابوالخیر کشفی)

گنبدِ خضریٰ دیکھنے کے حوالے سے فکری زاویۂ نظر کا شعری مرقع:

اس کے ہوتے کس اجالے کی ہے دنیا کو تلاش　　سبز گنبد کو برابر دیکھنا اور سوچنا

(حفیظ تائب)

مقامِ رسالت اور عقیدۂ ختمِ نبوت کا اظہار دیکھئے:

کوئی ان کے بعد نبی ہوا، ان کے بعد کوئی نہیں
کہ خدا نے خود بھی تو کہہ دیا، نہیں ان کے بعد کوئی نہیں

(حنیف اسعدی)

امتیوں کا مزاج:

اس در کے غلاموں کی ہے افتادِ فقیری　　راس آتی ہیں ان کو نہ عبائیں نہ قبائیں

(اقبال عظیم)

حاضری پر فیضانِ درِ رسول ﷺ کا احساس:

قدموں سے پھوٹتی ہے چمک ماہتاب کی　　دہلیز پر کھڑا ہوں رسالت مآب ﷺ کی

(مظفر وارثی)

دائمیتِ ذکرِ رسول ﷺ کا شعری اظہار:

اک تیرے ذکر کو دوام کہوں　　دونوں عالم کو بے ثبات لکھوں

(اعجاز رحمانی)

سیرتِ رسولِ اکرم ﷺ کا بیان:

نگاہ دہر ذرا سیرتِ نبی ﷺ دیکھے　　جہاں میں آج بھی جاری ہے روشنی کا سفر

(وسیم فاضلی)

مواجہ شریف کے قریب پہنچنے کا احساس:

ایک کونے میں ہیں سر جھکائے ہوئے منہ چھپائے ہوئے
گردنیں ہیں کہ بار ندامت سے خم. ہیں مواجہہ پہ ہے

(صبیح رحمانی)

ختمِ نبوت کا شاعرانہ اظہار:

تجھ سے پہلے کا جو ماضی ہے ہزاروں کا سہی   اب جو تا حشر کا فردا ہے وہ تنہا تیرا

(احمد ندیم قاسمی)

نعت کے مقصد تخلیق کے حوالے سے بہت ساری باتیں کرنے کے بعد کچھ ایسے اشعار بھی میں نے حوالہ قرطاس کر دیئے ہیں جن کو پیش نظر رکھ کر نعت نگاری کی طرف مائل نو آموز شعرا اپنی شاعری کے لئے کوئی راہ متعین کر سکتے ہیں۔ یاد رہے شعر کہنے کی صلاحیت تو عطائے رب ہوتی ہے لیکن مشاہدہ، مشق، زبان کے استعمال کا سلیقہ اور متن کو شعر کا پیکر دینے کا شعور انسانی کوشش اور کسب فن پر موقوف ہے۔

اخیر میں نعت کی ایک تاثراتی تعریف پیش کرنے کی اجازت چاہوں گا۔ ڈاکٹر سید محمد ابوالخیر کشفی صاحب اپنی کتاب "نسبت" میں فرماتے ہیں۔

"نعت گوئی اپنے وجود کی سچائیوں کے ساتھ ان ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضری کا نام ہے...... شاید حضوری کا یہ لمحہ ہمیں حرف وصوت کی دنیا میں کبھی مل جائے۔"



﴿لقد رضي الله عن المؤمنين إذ يبايعونك تحت الشجرة فعلم ما في قلوبهم فأنزل السكينة عليهم وأثابهم فتحا قريبا﴾

محافل میلاد و نعت اور بدعات و محرمات

مختار جاوید منہاس ☆

اے کارساز قبلۂ حاجاتِ کارہا آغاز کردہ ام تو رسانی بہ انتہا

اللہ سبحانہٗ تعالیٰ کے اس واضح اعلان کہ "(اے محبوب ﷺ) ہم نے آپ کے لئے آپ کا ذکر بلند کر دیا ہے۔" (الم نشرح، ۴) اور اس عظیم الشان بشارت کہ "بے شک (اے حبیب ﷺ) آپ کی (ہر) بعد والی (ساعت) آپ کے لئے آپ کی پہلی (ساعت) سے بہتر ہے۔" (الضحیٰ، ۴) کے بعد کسی صاحب ایمان کے ذہن میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ سرور دو عالم ﷺ کی عزت و توقیر اور مرتبہ و منصب میں ہر ہر آن اور لحظہ بہ لحظہ ترقی اور بلندی ہو رہی ہے اور اللہ جل شانہٗ اپنے محبوب کریم ﷺ کے ذکر پاک کو جملہ عالمین میں بالعموم اور اس عالم آب و گل میں بالخصوص قریہ بہ قریہ، کو بہ کو، ہر آنے والے لحہ میں بلند سے بلند تر کر رہا ہے اور آپ ﷺ کے ذکر خیر سے اپنے دلوں کو منور کرنے والے ذاکرین کی تعداد ہر طلوع ہونے والے دن اور ہر چھا جانے والی رات کے ساتھ حیرت انگیز رفتار کے ساتھ بڑھتی ہی چلی جا رہی ہے کہ یہی منشائے پروردگار ہے۔

اللہ کے پیارے محبوب ﷺ کے میلاد پاک کی پاکیزہ محفلیں سجانا اور اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کے حضور درود و سلام کے نذرانے پیش کرنا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین، تبع تابعین، سلف صالحین، ائمہ دین اور اولیائے عظام کا پسندیدہ ترین عمل رہا ہے۔ گزشتہ پندرہ صدیوں سے حلقہ بگوشان اسلام، دنیا بھر میں، نسل در نسل، انتہائی ذوق و شوق کے ساتھ، اس روشن راہ پر چلتے ہوئے، اپنے رب کی رضا کی منزل پانے کی سعی مسعود کرتے چلے آ رہے ہیں۔

وطن عزیز میں بھی آقائے دو جہاں ﷺ کے غلام، سال بھر مقصود کائنات ﷺ

☆ تجزیہ نگار، مسلح قمار، تحریک حسن عمل پاکستان، 119/1 علامہ اقبال روڈ 0300-4596234

کی مدح سرائی کی مجالس منعقد کرنے میں سرشار نظر آتے ہیں۔ بالخصوص ربیع الاول شریف شروع ہوتے ہی مساجد، پبلک ہالز اور گراؤنڈز ہی میں نہیں، گھر گھر محبوب کریم ﷺ کے میلاد پاک اور ثنا خوانی کی محفلیں سجنے لگتی ہیں۔ بلکہ اب تو وہ لوگ بھی جو کبھی ایسی محافل کے نام سے بدکتے اور سر پہ پاؤں رکھ کر بھاگ کھڑے ہوتے تھے، مسلمان عوام سے رشتہ قائم رکھنے کے لئے اپنے ہاں بھی اس قسم کی مجالس منعقد کرنے پر مجبور ہو گئے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ بظاہر محبت رسول اللہ ﷺ کے نام پر جمع کئے گئے لوگوں میں بدعقیدگی کی گمراہی پھیلانے کا مذموم کاروبار کیا جاتا ہے۔ گویا:

"بھٹیارہ نمازی ہے اس میں بھی دغابازی ہے"

یہ بات اہل سنت کے لئے لمحہ فکریہ کی حیثیت رکھتی ہے کہ ہم اپنی محفلوں میں تبلیغ دین کا فریضہ کس قدر ادا کرتے ہیں؟

غیر شرعی اور ناپسندیدہ حرکات:

محافل میلاد و نعت کے تقدس کا تقاضا ہے کہ ان پاکیزہ مجلسوں کے منتظمین اور شرکاء ادب و احترام کے حدود و قیود کا پورا اہتمام رکھیں اور دربار مصطفی علی تحیۃ والثنا کے آداب کے منافی بھول کر بھی کوئی ایسی حرکت نہ کریں جس سے لینے کے دینے پڑ جائیں اور حصول اجر و ثواب کے بجائے رب کے عذاب کو دعوت دینے کا سامان کر بیٹھیں۔

مخلوط اجتماعات

سرکاری ذرائع ابلاغ، بالخصوص ٹیلی ویژن روشن خیالی کے نام پہ تاریکیاں پھیلانے اور اعتدال پسندی کی آڑ میں بے اعتدالی اور بے راہ روی کی ساری حدیں پھلانگنے کی ڈیوٹی بڑی جانفشانی کے ساتھ سرانجام دے رہا ہے۔ اس کی سکرین پہ فلم، ٹیلی ویژن اور اسٹیج کے گویوں کے علاوہ کچے پکے راگ گانے والے اور پاپ سنگرز کی فوج ظفر موج، اپنے مخصوص رنگ میں سازوں کے ساتھ میدان نعت میں جولانیاں دکھاتے نظر آتی

ہے۔ یہاں دوگانہ اور کورس کے انداز میں مرد و زن کی مخلوط نغمہ سرائی کو بہت پذیرائی ملتی ہے۔میڈیا کی دنیا سے باہر کے بعض نعت خواں حضرات بھی ایسی قباحتوں کو جائز و مباح جان کر اس رنگ میں رنگے دکھائی دیتے ہیں۔ دکھ اور حیرت تو اس بات پر ہوتی ہے، جب ہم بعض نجی محفلوں میں دیکھتے ہیں کہ ایک بے نام سی قنات، عورتوں اور مرد سامعین کے درمیان حائل ہے جبکہ اسٹیج پر براجمان حضرات کو بھی حاضر خواتین کا "محرم" گردان لیا گیا ہے اور وہاں موجود علماء و مشائخ کی پیشانیوں پر عرق انفعال کا ایک قطرہ تک نمودار نہیں ہوتا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

ادب و احترام سے بے پروائی

ہم اپنے بچپن سے عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر ترتیب دیئے جانے والے جلوسوں کا نظم و ضبط، درود و سلام کے مؤدب نذرانے، جلوس کے راستوں میں رک کر واعظین کے بہترین خطابات سے بجنے کے عینی شاہد ہیں۔ آج جب ان پاکیزہ جلوسوں میں ڈھول تاشوں اور چمٹوں باجوں کی آلودگیاں دیکھتے ہیں تو کانپ کانپ اٹھتے ہیں کہ یہ جسارتیں جناب رسول اللہ ﷺ کی کس قدر آزردہ دلی اور مالک دو جہاں کی سخت ناراضگی کا پیش خیمہ بن سکتی ہیں۔

محافل کا حال جلوسوں سے کسی طرح مختلف نہیں۔ چاہئے تو یہ کہ تمام حاضرین باوضو، سر ڈھانپے، دو زانو یا چار زانو مؤدب بیٹھ کر شریک محفل ہوں اور پوری توجہ اور دل جمعی کے ساتھ حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ بیکس پناہ میں پیش کئے گئے گل ہائے عقیدت سے اپنے قلوب و اذہان کو منور کریں اور خود بھی درود و سلام کی ڈالیاں اپنے آقا و مولیٰ ﷺ کے حضور پیش کرتے رہیں۔ لیکن بے توجہی، فضول گفتگو یا لمبی تان کر سو جانے تک کو روا رکھا جاتا ہے۔

درِ مصطفی ﷺ کی گدائی یا زر و سیم کی کمائی

ثنا خوانی ... سوال ... کوئی معمولی کام نہیں ... انہیں ... راہ ...

صحابہ رضی اللہ عنہم وسلف صالحین بھی۔ مقصد محض اللہ اور اس کے محبوب کریم ﷺ کی رضا جوئی ہونا چاہئے۔ عام مشاہدہ یہی ہے کہ یہ کارخیر اب کاروبار بنتا چلا جارہا ہے۔ ثنا خواں حضرات خود کو "پیشہ ور" کہتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے۔ جہاز کا کرایہ اور فی محفل بھاری معاوضہ کی پیشگی ادائیگی کے بغیر دعوت قبول نہیں کی جاتی۔ اگر اس قسم کا کوئی انتظام نہ بھی کیا جائے تو "کم آمدنی والی" محفلوں کو آئندہ برسوں کے لئے نشان زدہ ٹھہرایا جاتا ہے کہ پھر وہاں قدم نہ رکھیں گے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے وعظ کہنے اور نعت پڑھنے کے عوض مالی منفعت پر یوں فتویٰ جاری فرمایا ہے۔

(۱) اگر وعظ کہنے اور حمد و نعت پڑھنے سے مقصود یہی ہے کہ لوگوں سے کچھ مال حاصل کریں تو بے شک یہ اس آیہ کریمہ (أُولَٰئِكَ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا بِالْآخِرَةِ) کے تحت میں داخل ہیں اور وہ آمدنی ان کے حق میں خبیث ہے خصوصاً جب کہ یہ ایسے حاجت مند نہ ہوں جن کو سوال کی اجازت ہے کہ اب تو بے ضرورت سوال دوسرا حرام ہوگا اور وہ آمدنی خبیث تر و حرام مثل غصب ہے۔

(۲) دوسرے یہ کہ وعظ و حمد و نعت سے ان کا مقصود محض اللہ ہے اور مسلمان بطورِ خود ان کی خدمت کریں تو یہ جائز ہے اور وہ مال حلال۔

(۳) تیسرے یہ کہ وعظ سے مقصود تو اللہ ہی ہو مگر ہے حاجت مند اور عادۃً معلوم ہے کہ لوگ خدمت کریں گے اس خدمت کی طمع بھی ساتھ لگی ہوئی ہے تو اگرچہ یہ صورت دوم کے مثل محمود نہیں مگر صورت اولیٰ کی طرح مذموم بھی نہیں جیسے درمختار میں فرمایا:

الوعظ لجمع المال من ضلالة اليهود والنصارىٰ — "مال جمع کرنے کے لئے وعظ کہنا یہود و نصاریٰ کی گمراہیوں سے ہے۔"

یہ تیسری صورت بین بین ہے۔

(العطایا النبویہ فی الفتاوی الرضویہ جلد نمبر ۱۰، مطبوعہ ادارہ تصنیفات امام احمد رضا، کراچی۔ بار اول فروری ۱۹۸۸ء، ص ۲۱۵)

نوٹوں کی بارش

محافل میلاد و نعت میں ایک بڑی بدعت یہ در آئی ہے کہ ثنا خواں حضرات بلکہ بعض اوقات، واعظین حضرات پر بھی نوٹ یوں نچھاور کئے جاتے ہیں جیسے اوباش تماش بین طوائفوں کے مجروں میں کیا کرتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سمیت بزرگوں نے تو نوٹ اچھالنے کو اس لئے برا جانا ہے کہ لکھے ناموں کی بے حرمتی ہوتی ہے، لیکن اس قبیح مماثلت کی بدولت بھی اسے ترک کر کے سلجھے ہوئے طریقہ سے باادب نذرانہ پیش کیا جانا چاہئے۔ جو لوگ ایک سے دوسرے، دوسرے سے تیسرے صاحب تک نوٹ بدست جاتے اور ایک حلقہ سا بنا کر ثنا خواں تک پہنچتے ہیں، وہ مؤدب اور متوجہ سامعین کے ذوق میں رخنہ اندازی کے مرتکب ہوتے ہیں، اس لئے اجتناب ضروری ہے۔

تاج پوشیاں

معروف ثنا خواں حضرات اور بعض اوقات نقبائے محفل کی پذیرائی کے لئے انہی کی انجمن ہائے ستائش باہمی کے لوگ تاج پوشی کی رسوم ادا کرتے ہیں۔ امام الانبیاء ﷺ سے لے کر امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ تک ہمیں تو کوئی ایک مثال ایسی نظر نہیں آتی کہ کسی کی تاج پوشی کی گئی ہو۔ اسلامی تاریخ میں بھی صرف مطلق العنان حکمرانوں نے ہی بیت المال کو خود پر حلال قرار دے کر اس طرح کی غیر شرعی رسوم کا ارتکاب کیا۔ ورنہ خلافت راشدہ تو خالصتاً درویشی سے عبارت ہے۔ علم و فضل کے حامل علمائے دین یا سلاسل طریقت کے خلفاء کو دستار فضیلت یا دستار خلافت سے تو نوازا جاتا رہا ہے لیکن تاج پوشی کی روایت ایجاد بندہ سے زیادہ، کچھ نہیں۔

عمرے اور جہیز کا سامان

محافل اور اجتماعات کو عظیم تر بنانے کے لئے حاضرین میں عمرے کی ٹکٹوں کی تقسیم یا شادی کے لئے بچیوں کو جہیز کے نام پر انعامی رقوم دینے کے لئے قرعہ اندازیاں کی

جاتی ہیں، لوگ شناختی کارڈوں کی فوٹو کاپیاں جمع کراتے اور صبح کی اذانوں تک قرعہ اندازی کے انتظار میں شریک محفل رہتے ہیں۔ صاحبان ثروت کو مستحقین کی خدمت یوں کرنے کا حکم ہے کہ دوسرے ہاتھ کو خبر نہ ہو۔ یہ باقاعدہ اشتہاری مہم چلا کر نیکی کرنا کس طرح کے اجر و ثواب کا پیش خیمہ بن سکتا ہے؟ یہ سوال خود اپنے اندر شافی جواب رکھتا ہے۔

نقیب حضرات کی جولانیاں

ان محافل میں نقیب حضرات بالعموم ایک طرح کے رٹو طوطے ہوتے ہیں، جنہوں نے چند جملے اور مخصوص اشعار ازبر کئے ہوتے ہیں۔ شیعہ ذاکروں کی طرح یہ عوامی جذبات سے کھیلتے اور مال بٹورتے ہیں۔ بعض بڑے لوگوں کی بے جا خوشامد بھی ان کی آمدنیوں میں چار چاند لگانے کا سبب بنتی ہے۔ یہ ثنا خوانوں کے عملی رقیب ہوتے ہیں جو انہیں تو وقت کی کمی سے ڈراتے رہتے ہیں، لیکن خود دادطلبی اور زرطلبی کی غرض سے سب سے زیادہ وقت ہڑپ کر جاتے ہیں۔

مدعا کیا ہے؟

یہ پاکیزہ محافل سرور دو عالم ﷺ کی ثنا خوانی کے مقدس ترین مقصد کے تحت منعقد ہوتی ہیں۔ جہازی سائز کے رنگا رنگ پوسٹرز، اخباری اشتہارات، قیمتی دعوتی کارڈوں، معروف ترین ثنا خواں حضرات کی معقول خدمت اور عمرے وغیرہ کی ٹکٹوں کے لئے زرکثیر خرچ کر کے رسول اللہ ﷺ کے غلاموں کو جمع کرنے کا ایک مثبت ترین پہلو یہ بھی ہونا چاہئے کہ ان اجتماعات کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر...... کا پیغام عام کرنے کا ذریعہ بنایا جائے۔ قرآن و سنت پر مبنی مواعظ حسنہ لوگوں تک پہنچائے جائیں۔ اولیاء و صلحائے امت بالخصوص اعلیٰ حضرت امام شاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی روشنی میں عوام الناس میں محبت رسول اللہ ﷺ کی شمع کو فروزاں تر کیا جائے تاکہ ہم اپنی زندگیوں کو ان پاکیزہ ہستیوں کے نقوش پائی راہنمائی میں سنوار سکیں جو ہماری نجات کا باعث ثابت ہوں۔ وما علینا الا البلاغ

تحریکِ اصلاح محافل نعت اور اس کے تقاضے

علامہ عبدالحق ظفر چشتی

محافل نعت کے عروج کے ساتھ ساتھ کچھ قباحتیں بھی پیدا ہو گئی ہیں۔ ایسے میں کچھ لوگ حالات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ایسی غیر ذمہ دارانہ حرکات، دانستہ یا نادانستہ کر جاتے ہیں جو بعض اوقات انتہائی ناگوار گزرتی ہیں۔ وقتی طور پر عوام کے جذبات سے کھیلتے ہیں۔ نقد و نذر حاصل کرتے ہیں اور اپنی راہ لیتے ہیں۔ جذبات میں ڈوبے عوام بے چاروں کو یہ بھی علم نہیں ہوتا کہ سوئے ادب کا شکار ہو کر وہ خسر الدنیا والاخرۃ کا شکار ہو چکے ہیں۔

جب قوم کی مجموعی خطائیں عروج پر پہنچتی ہیں۔ تو اگرچہ ملت کے گناہ معاف نہیں ہوا کرتے۔ پھر بھی چونکہ وہ خطائیں ارادۃً خطا کے طور پر نہیں ہوتیں۔ اس لئے قدرت مائل بہ کرم ہوتی ہے اور اس کی اصلاح کی طرف راہنمائی فرماتے ہوئے اور مہربانی فرماتے ہوئے خطاؤں کی معافی کا اہتمام فرما دیتی ہے۔ اور کسی نہ کسی کو اصلاح کی تحریک چلانے پر آمادہ کر لیتی ہے۔

گزشتہ سال ۲۶ ستمبر کو الحمرا ہال لاہور میں ایک تحریک کے زیر اہتمام اصلاح محافل نعت کی تقریب میں شرکت کا اعزاز حاصل ہوا۔ فاضل مقرر جناب شہزاد مجددی صاحب ادب و احترام مصطفوی ﷺ پر ایک بہترین مقالہ پڑھ رہے تھے۔ سوچا اگر یہی انداز محبت و احترام ہمارے ہاں بھی رچ بس جائے تو یقیناً کبھی بھی کوئی شخص محافل نعت کے نام پر سوئے ادب کا شکار نہ ہو۔ مفتی محمد خان قادری کی گفتگو مثبت، فکر انگیز اور سنجیدہ تھی۔ اور یہی ان

کی شان کے لائق ہے باقی دیگر حضرات کی گفتگو سن کر ایک کہانی یاد آ گئی۔

کہانی پرانی نہیں کہ اسے اساطیر الاولین میں شامل کر کے نظر انداز کر دیا جائے۔ ۲۵ ستمبر کو میں نے ایک عالم دین سے پوچھا تھا۔ حضرت گذشتہ سال آپ دعوت اسلامی کی عالمی اجتماع ملتان میں شرکت فرمانے کے لئے تشریف لے گئے تھے۔ اس دفعہ نہ شامل ہونے کی کیا وجہ ہے؟ تو ارشاد ہوا۔ چشتی صاحب مجھے ان کا پروگرام ہرگز پسند نہیں آیا۔ میں ہکا بکا رہ گیا کہ گذشتہ سال تو تعریفوں کے پل باندھنے والا یکسر بدل کر یہ کیا کہہ رہا ہے؟ ابھی بھی اسی استعجاب میں گرفتار تھا کہ انہوں نے بات آگے بڑھائی کہ یہ علمائے کرام کو کوئی لفٹ ہی نہیں کراتے۔ بس اپنی تقریر کئے جا رہے ہیں۔ زبردستی کانوں میں ٹھونستے جا رہے ہیں۔ نہ کسی عالم دین سے مشاورت، نہ صلاح نہ مشورہ۔ مجھے تو بات پسند نہیں آئی۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائے میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ حضرت صاحب کو اپنے علم و فضل کے تقدس مآب عمامہ کے اتنا اونچا ہونے کا احساس ہے کہ صرف وقت نہ مل سکنے کی وجہ سے زبان شکوہ و شکایت وا ہونے لگی۔ الامان والحفیظ۔

یہ کہانی یہاں بھی فٹ آتی تھی کہ ان حضرات کو ان محافل میں کثیر اجتماعات میں "حاضری لگوانے" کا وقت نہیں ملتا تو کہنا شروع کر دیا کہ حضرت انگور کھٹے ہیں۔

تحریک اصلاح محافل نعت کے سامنے کوئی ضابطۂ اخلاق موجود ہے۔ نظر نہیں آیا بہتر یہ ہے کہ ایسی مجالس منعقد کر کے محافل نعت کو تنقید کا نشانہ بنائے جانے سے پہلے ایک ضابطہ اخلاق تیار کیا جائے کہ کس کس بات کی اصلاح کرنی چاہئے۔ کس کس حرکت پر اعتراض ہے۔ کن کن الفاظ سے اختلاف ہے اور ان کا متبادل کیا ہے۔

تقاریر میں خصوصاً پنجابی کے الفاظ، ماہی، ڈھول، ڈھولا وغیرہ پر اعتراض کیا گیا۔ سوال پیدا ہوتا ہے۔ کیا صرف اردو زبان ہی مہذب زبان ہے اور پنجابی کے الفاظ واقعی غیر پارلیمانی ہیں۔ پنجابی میں ماہی، میرا چاند، میرا محبوب کے معنی میں مستعمل ہے۔ کیا یہ لفظ اس لئے ناپسندیدہ اور غیر پارلیمانی ہے کہ یہ پنجابی ہے۔ ڈھول محبوب ہی کو کہا جاتا ہے اور خصوصاً پوٹھوہاری زبان میں تو اس لفظ سے خصوصاً انسان اس قدر لطف اندوز ہوتا ہے جس کا اندازہ نہیں۔ میں نے خود حضرت شیخ القرآن ابو الحقائق حضرت علامہ پیر محمد عبد الغفور

ہزاروی رحمۃ اللہ تعالیٰ جن کی علمی اور روحانی ثقاہت شکوک وشبہات سے بالاتر ہے۔ حضور رحمت عالم ﷺ کی شان میں لفظ ڈھولا استعمال کرتے اور آپ کے استعمال پر لوگوں کو جھومتے اور سر دھنتے دیکھا ہے۔ حضرت شیخ طریقت پیر سید جماعت علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ شعر بھی بکثرت پڑھتے اور اس پر کیفیت طاری ہوتی دیکھی ہیں۔

سارا بانا، مہر بانا، راھیا شالا جیویں، خیر تھیوی. ماھیا

اگر آج واقعی ماہی اور ڈھولا ناپسندیدہ، غیر پارلیمانی اور غیر مہذب الفاظ ہیں تو ہمارے اسلاف محافل نعت کے اس قسم کے آج کے پیدا شدہ ماحول سے بہت پہلے انہیں کیوں استعمال کرتے رہے ہیں۔ اگر ان کے استعمال کا جواز پہلے موجود تھا تو کب سے جواز ختم ہوا ہے اور کیوں ہوا ہے۔

دوسرا اعتراض یہ کیا گیا کہ محافل نعت میں لوگوں کو جمع کرنے کے لئے لالچ دیا جاتا ہے کہ جی اتنے عمرے کے ٹکٹ دیئے جائیں گے۔ اتنی غریب بہنوں کے جہیز کا انتظام کیا جائے گا۔ یہ کیا جائے گا۔ وہ کیا جائے گا اور یہ لالچ دے کر محافل کی رونق کو دوبالا کیا جاتا ہے۔

لیکن حضرت ذرا ٹھنڈے دل سے اس پر غور کیجئے اور ظنوا المومنین خیرا کو پیش نظر رکھتے ہوئے اور اہل محبت سے بدگمان ہونے کی بجائے اس انداز کو نعت پڑھنے، نعت سننے اور محافل نعت میں شمولیت پر آمادہ کرنے کے لئے ترغیب دینا تصور کرلیا جائے تو ہم بھی بدگمانی سے بچ سکتے ہیں اور جن غرباء وفقراء کے گھر کے چولہے جلنے کا انتظام ہو جاتا ہے۔ ان کے بجھانے سے بھی بچ سکتے ہیں۔ کیا پہلے ایسا نہیں ہوتا رہا اور کیا اب ایسا نہیں ہوتا کہ قل کی رسم، دسویں کی رسم اور چہلم کی رسم (میں ارادۃً رسم کہتا ہوں کہ اب ان محافل میں ایصال ثواب کم اور خرچ اخراجات زیادہ ہونے لگے ہیں) میں لاکھوں روپیہ خرچ ہونے لگا اور پڑوس میں، گلی میں اور اسی خاندان میں رات کو بھوکے سونے والوں کی کمی نہیں ہوتی۔ اور اگر ان سے کہا جائے یا اس قسم کی ترغیب دی جائے۔ تو ہرگز ہرگز تیار نہیں ہوتے اور اگر محافل نعت کی صورت میں دو چار دس بیس بیٹیوں کا تن ڈھانپنے کا اہتمام ہونے لگا ہے۔ تو

بے جا تشہیر اور زیب و زینت پر پیسہ خرچ کرنے کی بجائے اس قسم کے کام زیادہ سے زیادہ کئے جائیں۔

مجھے یاد پڑتا ہے بلکہ یہ بات بھولتی نہیں کہ ایک صاحب انتقال فرما ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت فرمائے ان کے بیٹوں سے کہا کہ والدین کے ادب و احترام پر ایک چھوٹا سا کتابچہ صدقہ جاریہ کے طور پر تقسیم کروائیں۔ جہاں اتنی دیگوں پر خرچ ہو گا۔ وہاں یہ تھوڑا خرچہ صدقہ جاریہ کے طور پر خرچ کر لیا جائے تو اس سے بہت فائدہ ہو گا۔ وہ تو مان گئے لیکن ان کی والدہ نہ مانی۔

ایسی بے حسی کے ماحول میں اگر غریب پروری کا کوئی انداز پیدا ہوتا ہے تو خدارا اس کو بند نہ کیا جائے اور ظنوا المومنین خیرا کے مصداق حسن ظن سے کام لیا جائے۔

ہم اہل سنت کی مساجد ویران ہو گئیں۔ سجدے سے بے ذوق ہو گئے۔ محافل وعظ و نصیحت اجڑ گئیں۔ ہم بڑے سے بڑے علمائے کرام کے نام پر بھی سو دو سو سے زیادہ اجتماع نہ ہونے پر دل گرفتہ ہوتے تھے۔ اور اغیار کے اجتماعات دیکھ دیکھ کر دل سی پارہ ہوتے تھے۔ خدا کا شکر کہ اہل سنت کا جم غفیر ہماری وعظ و نصیحت کی محافل سے دل گرفتہ لوگ پھر محبت رسول ﷺ کے نام پر لاکھوں ہزاروں کے اجتماعات میں محفوظ ہو گئے۔ اور اغیار کی محافل میں جانے سے بچ گئے۔

میں نے ایک صاحب علم و فضل سے آج سے دس سال پہلے عرض کیا تھا کہ حضرت ہمارے علمائے کرام اکثر مجالس میں ارشاد فرماتے ہیں کہ لوگو! نماز میں نجات نہیں۔ بلکہ یہ ذریعہ نجات ہے۔ حج میں نجات نہیں بلکہ یہ ذریعہ نجات ہے جبکہ محبت رسول ﷺ عین نجات ہے۔ محبت رسول ﷺ ہی نجات کا باعث ہے۔ تو کیا اس انداز تقریر سے ہم کہیں لوگوں کو نماز روزہ حج زکوٰۃ کی اہمیت سے بے گانہ تو نہیں کر رہے۔ کیا ہم اپنی مساجد ویران کرنے کا خود ہی سامان تو نہیں کر رہے۔

اگر وعظ پیشہ ورانہ ہو تو جذب و کیف پیدا کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ منہ سے نکلنے والے الفاظ ہوا میں تحلیل ہو کر بکھر جاتے ہیں۔ تیر بن کر دل میں نہیں اترتے۔ خطاب

شرارے نہیں ہوتے جو حرص و آز کو جلا کر پھونک ڈالیں۔

زبان سے نکلی ہوئی ہر بات اثر پذیر نہیں ہوتی۔ کچھ کام آنکھ کی روشنی اور دل کی پاکیزگی سے بھی لیا جا سکتا ہے۔ اگر نعت فروش، نعت خواں قابل گرفت اور سرزنش ہیں۔ اور یقیناً ہیں تو وعظ فروش ملاں کیوں قابل گرفت نہیں۔ مفتی محمد خاں قادری صاحب کی بات پسند آئی کہ پہلے حسب توفیق رضائے الٰہی کی خاطر اس کی جیب بھر دو۔ پھر اسے کہو کہ لو اب مدینے شریف اور مدینے والے کی بات کرو۔ اسی طرح حضرات علمائے کرام، قراء حضرات اور نعت خوان حضرات رضائے الٰہی اور خوشنودیٔ مصطفوی کی نیت کا سہرا باندھیں اور مدینہ شریف اور مدینے والے کی بات کریں۔ یقین کیجئے کسی مقام پر ادب و محبت میں کمی کا احساس پیدا نہیں ہوگا۔ ان شاء اللہ اور نہ ہی مالی محرومی کا۔

راقم الحروف، تحریک اصلاح محافل نعت کی خدمت میں دست بستہ التجا گذار ہے کہ پہلے اپنی میٹنگ کریں۔ بزرگ علماء کرام، دانشور حضرات. سیانے اور سنجیدہ بزرگ نعت خوان حضرات کے صلاح مشورے سے ضابطۂ اخلاق بنائیں۔ نیٹ ورک تیار کریں اور پھر محبتوں. الفتوں کے پھول لے کر نکلیں۔ اصلاح والوں کے آستین میں طنز و تنقید کے خنجر پسندیدہ امر نہیں۔

میرا دل کرتا ہے کہ محافل نعت میں اگر فقیر کو بھی کہیں " حاضری لگوانے " کا شرف حاصل ہو جائے۔ تو فقیر نعت خواں حضرات اور نعت سننے والوں کی خدمت میں عرض کرے کہ نعت صرف اشعار ترنم سے پڑھ لینے کا نام نہیں۔ نعت سرکار ﷺ پڑھنے کے چند انداز اور بھی ہوں۔ تو کیا کہنے پر سوز آوازوں میں پڑھی جانے والی نعتوں سے ہم خوش ہوتے ہیں۔ ہو سکتا ہے سرکار ﷺ بھی خوش ہوں۔ لیکن اگر خوش ہوتے تو سید قاسم شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو سرکار ﷺ محفل نعت سے منہ پھیر کر بیٹھے نظر نہ آتے۔ اور میں یقین دلاتا ہوں کہ اگر یہ نعت پڑھنے کی سعادت حاصل کر لی جائے۔ تو نہ صرف سرکار ﷺ منہ نہ پھیریں بلکہ سرکار ﷺ کا مکمل رخ محبت ہی اس طرف ہو جائے اور وہ یہ ہے کہ لوگوں کو بتایا جائے کہ نعت کا ایک اور انداز بھی ہے اور وہ یہ ہے۔

ان کی محفل سجانا بھی نعت ہے   محفل نعت میں آنا بھی نعت ہے

پیکر سادگی کے حسیں روپ کو
روپ اپنا بنانا بھی نعت ہے

چار سو کانٹے دکھوں کے بکھرے ہوئے
سارے چن چن اٹھانا بھی نعت ہے

ایک دکھی کی فریاد پر دوستو
چار آنسو بہانا بھی نعت ہے

ہاں یتیمی کے تھپڑوں کے مارے ہوئے
بچوں کو چپ کرانا بھی نعت ہے

یار غار نبی کا یہ فرمان ہے
قول کر کے نبھانا بھی نعت ہے

ظفر چشتی سے سن لو عقیدہ مرا
نعتیں لکھنا، لکھانا بھی نعت ہے

حضرت علامہ مولانا احمد حسن نوری رحمۃ اللہ علیہ کا ایک واقعہ حضرت علامہ محمد صادق قادری صاحب نے سنایا۔ آپ نے فرمایا کہ علامہ نوری صاحب داتا دربار حاضری دے کر واپسی پر کبھی کبھی اڈہ کراؤن بس میں میری دکان پر تشریف لایا کرتے تھے۔ ایک دن فرمانے لگے مولانا آج میں داتا صاحب سے آ رہا تھا کہ لوہاری دروازہ کے قریب ایک شخص نے نوری صاحب نوری صاحب کی آوازیں دینے لگا۔ میں نے رک کر دیکھا تو وہ صاحب میرے قریب آئے اور آ کر کہنے لگے "نوری صاحب! میرے لئے دعا فرمائیں میں بہت پریشان ہوں۔ ایک مسئلہ ایسا الجھا ہوا ہے جس کا کوئی حل نظر نہیں آتا۔ خدا کے لئے دعا فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ میری مشکل آسان فرمائے۔"

آپ فرماتے ہیں میں نے اِدھر اُدھر دیکھا ایک فقیر راہ گزر پہ بیٹھا بھیک مانگ رہا تھا۔ انتہائی پھٹے پرانے کپڑے، خستہ حال اور پریشانیوں کا مجمع۔ میں نے اس سے کہا اس کو نعمت کدہ میں لے جاؤ اور اس کو چرغہ کھلاؤ۔ تمہارا کام ہو جائے گا۔

میں یہ کہہ کر آ گیا ہوں۔ اب مولانا ذرا تصور کریں۔ (اب نوری صاحب چشم تصور میں اس فقیر کو نعمت کدہ میں بیٹھا دیکھ رہے ہیں) وہ فقیر جب نعمت کدہ میں داخل ہوا ہو گا۔ اس نے بیسن پر اعلیٰ قسم کے صابن کے ساتھ ہاتھ دھوئے ہوں گے۔ جب وہ خوبصورت میز پر کرسی پر بیٹھا ہو گا۔ جب بیرہ اس کے آگے ٹھنڈے پانی کا جگ اور شیشے کا گلاس رکھ رہا ہو گا۔ جب اس کے سامنے پہلے دہی، چاٹ، رکھی گئی ہو گی۔ گرم گرم نان یا روٹی اور بھنا ہوا چرغہ رکھا گیا ہو گا تو فضا کتنی خوبصورت نعت پڑھ رہی ہو گی۔

نوری صاحب فرماتے ہیں۔ دوسری جمعرات جب میں داتا صاحب سے واپسی

پر لوہاری دروازہ پہنچا تو میرا دل کہتا تھا۔ آج پھر مجھے کوئی ضرور آواز دے گا۔ "نوری صاحب، نوری صاحب۔" ہاں پھر ایسا ہی ہوا کہ آوازیں آنا شروع ہو گئیں میں تو پہلے ہی بے چین تھا کہ کوئی آواز دے۔ میں رک گیا تو وہی شخص میرے قریب آیا اور آ کر بغل گیر ہوتے مبارکباد دینے لگا کہ حضرت مبارک ہو۔ میرا کام ہو گیا پھر میرا جی چاہا کہ چوک میں کھڑا ہو جاؤں۔ لوہاری دورازہ۔ انارکلی کے اس مصروف ترین چوک میں کھڑا ہو جاؤں اور چیخ چیخ کر لوگوں کو بتاؤں کہ لوگو!

زلفیں سنوارنے سے بنے گی نہ کوئی بات　　اٹھیے کسی غریب کی قسمت سنواریے

تحریک اصلاح محافل نعت کے کارکن حضرات سے درخواست کرتا ہوں کہ پہلے اپنے ساتھ لے کر چلنے والے اس خوبصورت قافلہ کے ساتھیوں کی بھی اصلاح فرمائیں۔ اپنے گھر سے اصلاح کا کام شروع کریں۔ طنز وتنقید کے تیروں سے ترکش بالکل خالی ہوں۔ تنقید کرنے والے فیض سے محروم رہتے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم بھی اصلاح کے نتائج کے فیض سے محروم ہو جائیں۔

يَا صَاحِبَ الْجَمَالِ وَيَا سَيِّدَ الْبَشَرْ
مِنْ وَّجْهِكَ الْمُنِيْرِ لَقَدْ نُوِّرَ الْقَمَرْ
لَا يُمْكِنُ الثَّنَاءُ كَمَا كَانَ حَقُّهٗ
بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

شمس الدین محمد حافظ شیرازی

○ اے حسن وجمال والے اور اے تمام انسانوں کے آقا، آپ ہی کے چہرۂ منور سے چاند روشن ہے

○ آپ کی شانِ عالی کے مطابق آپ کی تعریف ممکن نہیں ہے قصہ مختصر یہ ہے کہ خدا کے بعد آپ ہی (مخلوق میں) سب سے اعلیٰ وافضل ہیں

○

آدابِ نعت گوئی کے اساسی پہلو

ڈاکٹر سراج احمد قادری بستوی ☆

نعت گوئی یا نعت نگاری کا سب سے اہم پہلو حضرت نبی اکرم ﷺ کی عظمت ،ان کی بزرگی اور مقام ومرتبے کے لحاظ سے فکر وفن کا استعمال ہے اور اگر نعت میں آقا ومولی ﷺ کی عظمت ،ان کی بزرگی ،ان کی مقدس اور بارگاہ عالی کے آداب کی پاس داری پوری طرح نہیں ہو پاتی تو یقیناً ایسی مدحت طرازی یا نعت گوئی عذاب جہنم کا سبب بن جائے گی اس لئے کہ ارشاد نبی اکرم ﷺ ہے۔

من كذب علي متعمداً فليتبوا مقعده من النار۔ یعنی جوکوئی جھوٹ بولے ہمارے اوپر قصداً پس چاہئے کہ وہ پکڑے اپنے بیٹھنے کی جگہ دوزخ ہے۔

اور قرآن عظیم نے ایسی ہی مدحت طرازی کی طرف زجر وتوبیخ فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا:

وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ۝ اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں۔

اسی کور بختی سے لرزہ براندام ہو کر متقدمین نعت گو شعراء نے متاخرین نعت گو شعراء کو متنبہ اور آگاہ کیا ہے۔ چنانچہ مشہور شاعر عرفی فرماتے ہیں:

عرفی مشتاب ایں رہ نعت است نہ صحرا ہشیار کہ رہ بردم تیغ است قدم را

اور جناب عزت بخاری فرماتے ہیں۔

ادب گاہیست زیرِ آسماں از عرش نازک تر نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ نعتیہ ادب میں غیر محتاط رویہ، رکیک الفاظ کا استعمال یا عظمت رسالت کے منافی الفاظ واشعار اتنی شدید زجر وتوبیخ اور تنبیہ کے بعد کیوں کر در آئے؟ میں نے اس سوال کا جواب بہت ہی گہرائی وگیرائی سے تلاش کرنے کی اپنی سی

☆ ہندوستان سے اہل سنت کے مایہ ناز محقق اور دینی اسکالر

کوشش کی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ ارباب علم وفضل میرے اس سوال و جواب سے کس حد تک اتفاق کرتے ہیں۔ یہ ان کی صوابدید اور مطالعہ ومشاہدہ پر مبنی ہے۔ ذاتی طور پر میں مطالعہ ومشاہدہ کے تجرباتی عمل کے بعد جس نتیجے پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ نعت گو اور نعت نگار شعراء محض حصول ثواب اور خیر و برکت کے لئے یا نعتیہ مجالس ومحافل میں واہ واہ لوٹنے کے لئے نعت گوئی کے آداب سے بے نیاز ہو کر غیر مشروع نعتیہ کلام کی خامہ فرسائی کرتے ہیں اور اس پر طرفہ تماشہ یہ کہ رسول اکرم ﷺ کی ذات میں نئے نئے گوشوں کو تلاش کرتے ہیں۔ جب کہ اس طرح کے نعت گو شعراء کو معلوم ہے کہ نعت گوئی کا مقصد صرف حصول برکت یا حصول ثواب اور واہ واہ لوٹنا ہی نہیں ہے بلکہ اس کا ایک خاص تعلق بارگاہ رسالت مآب ﷺ کے آداب سے ہے بارگاہ رسالت کے ادب و احترام کے نازک پہلو کو اس تمثیل سے بھی سمجھا جا سکتا ہے نماز بارگاہ رب العزت میں تقرب کا سب سے اہم ذریعہ ہے۔ لیکن وہ لوگ جو نماز کو اس کے احکام وشرائط کی لاعلمی میں ادا کرتے ہیں تو ان کو اس بات کا اچھی طرح احساس ہے کہ ایسی نمازیں ان کے حصول مقاصد کے لئے کس حد تک کارگر ثابت ہو سکتی ہیں؟

نعت گوئی کا تعلق براہ راست ایمان وکفر سے ہے اگر شریعت کی روشنی میں اس کے معیار پر نعتیہ اشعار کہے گئے ہیں تو یقیناً وہ سعادت و نیک بختی اور صد ہا پذیرائی کے لائق ہیں لیکن اگر شریعت کے خلاف اور بارگاہ نبوی ﷺ کے آداب کے منافی فکر وفن کا استعمال کیا گیا ہے تو نعت گوئی کا یہ عمل نعت گو کو سیدھے جہنم میں لے جائے گا جیسا کہ اس سلسلے میں ارشاد رسول ﷺ گذر چکا ہے۔

فارسی زبان و ادب کے ماہر نظامی عروضی سمرقندی نے اپنی عظیم ادبی شاہکار "چہار مقالہ" میں شعر و شاعری سے متعلق بڑے بنیادی احکام بیان کئے ہیں اور واضح انداز میں تحریر فرمایا ہے کہ شاعر کو کن کن خوبیوں سے متصف ہونا چاہئے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں:

اما شاعر باید سلیم الفطرۃ، عظیم الفکر، صحیح الطبع، جید الروایہ، دقیق النظر باشد در انواع علوم متنوع باشد و در اطراف رسوم مستطرف زیر	لیکن شاعر کو چاہئے کہ سلیم الفطرہ، بلند فکر، صحیح طبیعت، عمدہ خیال اور دقیق نظر ہو اور تمام طرح کے علوم کا جانکار ہو اور علاقائی

کی چناں کہ شعر در ہر علم بکار ھمی شود و ھر علمی در شعر بکار می شود۔

محاوروں اور کہاوتوں سے آشنا ہو کیونکہ جس طرح شعر کا تمام علوم میں کام پڑتا ہے اسی طرح شعر گوئی میں تمام علوم کی ضرورت ہوتی ہے۔

(چہار مقالہ، احمد بن عمر بن علی نظامی عروضی سمرقندی، پبلشر رام نرائن جتی مادھو کٹرہ الہ آباد ص ۴۵)

اس کے علاوہ بھی نظامی عروضی سمرقندی نے اپنی اسی شاہکار میں تحریر فرمایا ہے کہ شعر و سخن رکھنے والے لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ اس میدان میں اترنے کے لئے پہلے متقدمین اور معاصرین کے مستند اور معتبر شعراء کے صدہا اشعار، محاورے اور کہاوتیں یاد ہونی چاہئیں۔ تاکہ جب وہ شعر کہنے کے لئے کسی موضوع پر فکر کریں تو ان کی فکر متقدمین اور معاصرین شعراء کی فکر سے جلا حاصل کر سکے جس سے کہ وہ بے راہ روی کے شکار نہ ہوں۔

میرے اپنے خیال میں اگر نعت گو شعراء عربی کی نعتیہ شاعری کا مطالعہ اور اس کے زیادہ سے زیادہ اشعار مستحضر کرنے کے بعد آقائے محترم ﷺ کی بارگاہ میں نعت کہنے کے لئے فکر کریں تو وہ کافی حد تک شان رسالت کے منافی پہلوؤں کے درآنے سے اپنے کلام کو محفوظ کر سکتے ہیں اور رسول اکرم ﷺ کی عظمت، ان کی بزرگی اور ان کی بارگاہ عالی جاہ کے ادب و احترام کی مناسبت سے نعت گوئی یا نعت نگاری میں کامیاب و کامراں ہو سکتے ہیں۔ میں نے عربی کی نعتیہ شاعری کے مطالعہ کی جو بات کی ہے صرف اس وجہ سے کہ عربی نعتیہ شاعری ہی کو براہ راست بارگاہ رسول اکرم ﷺ میں قبولیت کا شرف اور اعتبار کا درجہ حاصل ہے اور دنیا کی تمام زبانوں میں پائے جانے والے نعتیہ ادب کے سرمایہ کا ماخذ و مستفاد عربی نعتیہ شاعری ہی ہے۔

اب آپ ایک ایسے شاعر کے کلام کا تجزیہ ملاحظہ فرمائیں جو حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم عصر اور ہم وطن ہیں جن کا تخلص فرحان بریلوی ہے۔ انہوں نے فارسی زبان میں ایک نعتیہ غزل کہی تھی۔ جب ان کی اس نعتیہ غزل کے چند اشعار کے بارے میں حضور سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی علمی استعداد کا مظاہرہ کرتے ہوئے بڑی چابک دستی سے ان کے کلام کی توضیح و تشریح

فرمائی جسے دیکھ کر یا پڑھ کر ہر دیدہ ور محو حیرت ہو جائے گا اور وہ اس بات کو بھی سوچنے پر مجبور ہو جائے گا کہ نعتیہ ادب کا تنقیدی جائزہ لینے کے لئے کس قدر علمی بصیرت درکار ہے۔

جناب فرحان بریلوی کے اشعار کی جو توضیح و تشریح حضرت فاضل بریلوی نے فرمائی ہے ان بلند ترین معانی و مفاہیم کا خیال شاید فرحان صاحب کے دل و دماغ میں بھی نہیں آیا ہو گا۔ مگر اس کے باوجود بھی جناب فرحان بریلوی کو کفر کی کھائی میں گرنے سے نہیں بچا سکے۔ ملاحظہ ہو فتاویٰ رضویہ سے وہ اقتباس:

مسئلہ

از پیلی بھیت محلہ احمد زئی مرسلہ مولوی سید محمد الہ آبادی سہروردی ۱۸ رجب ۱۳۳۲ھ۔

من آں وقت بودم کہ آدم نبود   کہ حوا عدم بود آدم نبود

من آں وقت کردم خدا را سجود   کہ ذات و صفات خدا ہم نبود

غور سے ہم نے محمد ﷺ کو جو دیکھا فرحان   تین سو ساٹھ برس پایا خدا سے پہلے

ان تینوں شعروں کا مطلب تحریر فرمائیے کہ اشعار کس کے ہیں اور کس کتاب میں ہیں؟ ایک شخص نے مجھ سے ان شعروں کا مطلب دریافت کیا ہے۔ مگر مجھے نہیں معلوم میں کیسے بتلاؤں؟ لہٰذا آنجناب سے سوال ہے کہ مطلب تحریر فرمائیے.................. فقط

المستفتی: محمد عمر۔

الجواب

ایسے اشعار کا مطلب اس وقت پوچھا جاتا ہے جب معلوم ہو کہ قائل کوئی معتبر شخص تھا ورنہ بے معنی لوگوں کا ہذیان کیا قابل التفات؟ شعر اول کے مصرع آخر "آں دم نبود" ہونا چاہئے تھا۔ ورنہ قافیہ غلط ہے۔ بہر حال اس کا مطلب صحیح و صاف ہے وجود ارواح قبل اجسام کی طرف اشارہ ہے۔ شعر دوم صریح کفر ہے۔ شعر سوم دراصل تین سو تیرہ برس کا لفظ ہے فرحان ہمارے بریلی کے شاعر تھے۔ ان کی زندگی میں ان کی غزل چھپی تھی. فقیر نے بھی

دیکھی تھی۔ اس میں تین سو تیرہ کا الف تھا اس میں شاعر نے یہ مہمل و بیہودہ ولغو مطالب رکھا ہے کہ لفظ محمد کے عدد ۹۲ ہیں اور لفظ خدا کے ۶۰۵ ظاہر ہے کہ ۶۰۵ سے ۹۲ بقدر ۵۱۳ کے مقدم ہے۔ بیہودہ معنیٰ اور بے معنی بات ہے۔ استغفر اللہ العظیم۔ یہ وہ ہے جو شاعر صاحب نے سمجھا تھا اور اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ محمد سے مراد مرتبہ رسالت حضور سید المرسلین ﷺ ہو جس کا سر صرف "ر" ہے کہ رؤئت اور روایت اور رویت در آئے۔ سب کا مبدا ہے اور انہار رسالت کے یہی منابع ہیں۔ اس کے عدد ۲۰۰ ہیں اور رسول کے تین سو تیرہ ہیں حقیقتاً سب ظلال رسالت محمد علی صاحبہا افضل الصلوۃ والتحیہ ہیں مجموعہ ۵۱۳ ہوا۔ رسل کرام علیہم الصلوۃ والسلام کی سیر من اللہ الی الخلق ہے اور امت کی سیر من الرسل الی اللہ۔ جب تک رسولوں پر ایمان نہ لائے اللہ عزوجل پر ایمان نہیں مل سکتا۔ پھر اس تک رسائی تو بے وساطت مرسل محال ہے اور تصدیق سب رسولوں کی جزو ایمان ہے لانفرق بین احد من رسلہ۔ برس کو عربی میں حول کہتے ہیں کہ تحویل سے مشعر ہے رسولوں کی بدلیاں بھی تحویلیں تھیں اور برس بمعنی بارش ہے۔ ہر رسول کی رسالت بارش رحمت ہے۔ یعنی محمد رسول اللہ ﷺ نے آدم علیہ السلام سے خاتم تک رائے رسالت میں یہ تین سو تیرہ تصور فرمائے، تین سو تیرہ ابر رحمت برسائے جب تک ان سب کی تصدیق سے بہرہ ور نہ ہو خدا تک رسائی ناممکن ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاویٰ رضویہ جلد دوازدہم مولانا احمد رضا خاں بریلوی، رضا اکیڈمی ممبئی، ص ۱۸۷/۱۸۸)

اسی طرح کا ایک سوال و جواب حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے مجموعہ فتاویٰ "فتاویٰ رضویہ" کی چھٹی جلد سے ملاحظہ فرمائیں۔ اس میں بھی ایک صاحب نے محفل میلاد میں پڑھے جانے والے چند اشعار کے بارے میں شرعی حکم جاننا چاہا تھا۔

مسئلہ از رام پور، مرسلہ

معشوق علی صاحب، ۷/جمادی الاول ۱۳۰۷ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اکثر میلاد خواں مجلس میلاد شریف میں اس نظم کو پڑھتے ہیں۔

اٹھا کر میم کا پردہ سب الا اللہ کہتے ہیں ۔۔۔ احد میں میم کو ضم کر کے صلی اللہ کہتے ہیں

ظہور ہو کر کے یہ فرمایا کہ بندہ ہوں — تو سب ناسوت میں حضرت کو رسول اللہ کہتے ہیں
ہوئے ممکن سے جب واجب نبی ملکوت میں پہنچے — وہاں سب دیکھ احمد کو ظہور اللہ کہتے ہیں
جو پہنچا مرتبہ جبروت میں مسجود عالی کا — تو اس جسم مطہر کو وہ نور اللہ کہتے ہیں
الست مرتبہ لاہوت سمجھو ذات احمد کا — سب اس مرتبہ میں آنحضرت کو عین اللہ کہتے ہیں
خدا فرمائے گا محشر میں بخشا لو تم اب احمد — گنہگاران امت کو شفیع اللہ کہتے ہیں
نزول ازتا عروج حضرت کا لکھا ہے حقیقت سے — خدا پہچان لو سب حسن اللہ کہتے ہیں

الجواب

ان اشعار کا پڑھنا حرام سخت حرام ہے۔ ان میں بعض کلمہ کفریہ ہیں اگر چہ تاویل کے سبب قائل کو کافر نہ کہیں اور بعض موہم کفر ہیں اور یہ بھی حرام ہے۔ رد المحتار میں ہے فمجرد ایھا المعنی المحال کاف فی المنع ہاں بعض جیسے شعر چہارم و ششم ابہام کفر سے خالی ہیں پھر بھی ششم میں مصرع دوم "گنہگاران امت" کو حضرت عزت کی طرف نسبت کرنا صحیح نہیں اور چہارم میں مسجود کا لفظ مناسب نہیں ہاں شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں۔

ہزاروں عاشق بر آستانہ او ﷺ سجدات نبی کنند و ایں مرتبہ ہیچ کس رانداده اند۔ مگر بہ طفیل ایں محبوب ﷺ بہ رخے از اولیائے امت راشمعٔ محبوبیت آں نصیب شدہ و مسجود خلائق و محبوب والہان گفتہ اند مثل حضرت غوث اعظم و سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء رضی اللہ عنہ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ششم مولانا احمد رضا خاں بریلوی، رضا اکیڈمی ممبئی، ص ۲۰۷)

"فتاویٰ رضویہ" ہی سے ایک ایسا استفتاء ملاحظہ فرمائیں جس کے مستفتی ایک عالم دین ہیں۔ ان کے پیش نظر امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ کا نعتیہ دیوان ہے اور وہ ایک شعر کی گتھی سلجھانے میں لگے ہوئے ہیں۔ آخر کار جب ان سے بات نہیں بنی تو انہوں نے خود حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ سے اس کے بارے میں استفتاء کیا۔ حضرت فاضل بریلوی نے چشم زدن میں ان کی ساری مشکلوں کو حل فرمادیا۔ ملاحظہ ہو سوال و جواب۔

مسئلہ

از شہر محلہ کٹرہ چاند خاں مسئولہ منظور حسن صاحب قادری رضوی ۱۳ رمضان المبارک ۲۷ھ اس وقت حضور کا دیوان پیش نظر ہے اس میں اس شعر کا مطلب سمجھ میں نہ آیا فرماتے ہیں ؎

یہ دونوں ہیں سردار دو جہاں   اے مرتضیٰ عتیق و عمر کو خبر نہ ہو

الجواب

یہ شعر ایک حدیث کا ترجمہ ہے:

ابو بکر و عمر خیر الاولین والآخرین و خیر اهل السموٰت و اهل الارضین الا الانبیاء والمرسلین لا تخبر هما یا علی۔

ابو بکر و عمر (رضی اللہ عنہم) سب اگلوں پچھلوں سے افضل ہیں۔ اور تمام آسمان والوں سے اور سب زمین والوں سے بہتر ہیں۔ سوائے انبیاء و مرسلین کے۔ اے علی رضی اللہ عنہ تم ان دونوں کو اس کی خبر نہ دینا۔

علامہ مناوی فرماتے ہیں "تیسیر" میں اس کے معنی بتائے ہیں کہ ارشاد ہوتا ہے اے علی رضی اللہ عنہ! تم ان دونوں سے نہ کہنا بلکہ ہم خود فرمائیں گے تا کہ ان کی مسرت زیادہ ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ جلد دوازدہم، مولانا احمد رضا خاں بریلوی، رضا اکیڈمی ممبئی۔ ص۔۲۶۸)

یہاں پر اس سوال و جواب یا اس استفتاء کو پیش کرنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ نعتیہ اشعار کی افہام و تفہیم میں کس قدر علمی بصیرت اور فکری آگہی درکار ہے اگر قرآن و حدیث کے علم پر ادراک حاصل نہیں ہوگا تو اس کا ردعمل سنگین ہو سکتا ہے لہٰذا ناقدین نعت کو کافی احتیاط سے کام لینا چاہئے۔ فتاویٰ رضویہ کی اسی جلد میں ایک صاحب نے ایک شعر کے بارے میں امام احمد رضا فاضل بریلوی سے جب اس شعر کا شرعی حکم جاننا چاہا تو آپ نے کتنا واضح شرعی بیان فرمایا ملاحظہ ہو۔

مسئلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ۔

ہمارے سرکار دو عالم کا رتبہ کوئی کیا جانے خدا سے ملنا چاہے تو محمد ﷺ کو خدا جانے

الجواب

اس شعر کا ظاہر صریح کفر ہے اور اس کا پڑھنا حرام ہے اور جو اس کے ظاہر مضمون کا معتقد ہو یقیناً کافر ہے ہاں اگر بقرینۂ مصرع اولیٰ یہ تاویل کرے کہ خدا سے ملنا چاہے تو یوں سمجھے کہ محمد؟ کے رتبے کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے تو یہ معنی صحیح ہیں۔ مگر ایسا موہم لفظ جائز نہیں، رد المحتار میں ہے۔ مجرد ایھام المعنی المحال کافالمنع..........واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ رضویہ جلد ششم مولانا احمد رضا خاں بریلوی۔ رضا اکیڈمی ممبئی، ص: ۲۰۸)

حضرت امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ کے زمانے میں نعتیہ مشاعرے بھی ہوتے تھے اور خوب ہوتے تھے۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ فرمائیں ڈاکٹر سید لطیف حسین ادیب بریلوی کی کتاب "چند شعرائے بریلی" "نعت گویان بریلی" وغیرہ۔ کبھی کبھی طرحی مشاعرہ بھی ہوتا تھا جس میں سر برآوردہ نعت گو شعراء جمع ہو کر کسی مصرع طرح پر گرہ لگاتے تھے اور اپنے فکر وفن کا مظاہرہ کرتے تھے۔ چنانچہ جودھ پور مارواڑ۔ راجستھان اسی طرح کا ایک نعتیہ طرحی مشاعرہ منعقد ہوا جس میں اس وقت کے ممتاز نعت گو شعراء نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور اپنے فکر وفن کا مظاہرہ کیا۔ مصرع طرح تھا۔

شب عاشق سحر نہ ہو جائے

اس مصرع طرح پر ایک نعت گو شاعر نے گرہ لگائی اور شعر کہا۔

نعت خیر البشر نہ ہو جائے دل حقیقت نگر نہ ہو جائے

جب امام احمد رضا فاضل بریلوی سے مذکورہ شعر کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا یہ شعر مطلع نعت میں ٹھیک ہے تو آپ نے جو جواب مرحمت فرمایا وہ قابل صد ستائش ہے۔

ملاحظہ ہو پورا اقتباس۔

مسئلہ

از جودھ پور مارواڑ، مرسلہ قاضی محمد عبدالرحمن صاحب متخلص بہ، طالب مدرس درج اول سردار! اسکول ۱۸ جمادی ال آخری ۷ ۱۳۲ھ

حضرتم! السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

بتاریخ ۱۶ مارچ سال رواں بروز یکشنبہ جودھ پور میں مشاعرہ تھا مصرع طرح ہوا ہذا۔

شب عاشق سحر نہ ہو جائے

بہر ۲ پر ایک نعتیہ غزل پڑھی گئی جس کا مطلع ہے۔

نعت خیر البشر نہ ہو جائے — دل/حقیقت نگر نہ ہو جائے

کیا حضور یہ مطلع نعت میں ٹھیک ہے کہ اس کا قائل کہتا ہے کہ آپ کے دیوان میں بھی اس قسم کا شعر ہے مگر وہ شعر دیوان میں دکھاتا نہیں اور خاکسار کے پاس دیوان ہے نہیں، لہٰذا مستکلف ہوں کہ اس میں جو کچھ امر حق ہو جواب سے سرفراز فرمادیں۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔ یہ مطلع سخت باطل و ناجائز ہے کہ اس میں نعت اقدس سے ممانعت ہے اور نعت اقدس اعظم فرائض ایمان سے ہے اس سے ممانعت کس حد تک پہنچتی ہے اگر تاویل کی جگہ نہ ہوتی تو حکم بہت سخت تھا۔ فقیر کے دیوان میں اصلاً کوئی شعر اس مضمون کا نہیں وللہ الحمد وھو تعالیٰ اعلم

(فتاویٰ رضویہ جلد ششم مولانا احمد رضا خاں بریلوی، رضا اکیڈمی ممبئی ص ۲۰۸)

نعتیہ ادب پر سب سے زیادہ دل دوز اور دل سوز گھڑی اس وقت آئی جب اردو نعت گو شعرا نے فلمی گانوں کی طرز پر طبع آزمائی شروع کر دی۔ نئی طرزوں اور نئی لے کی تلاش میں جدیدیت کے تلے اس حد تک تجاوز کر گئے کہ ان کو اس جنون میں کچھ بھی یاد نہیں رہا۔ وہ نعتیہ کلام جو مخصوص طرز و آہنگ رکھتا تھا۔ جس کی نغمگی اور ترنم کا یہ عالم تھا کہ لوگ سن کر

گوش بر آواز ہو جایا کرتے تھے جو کبھی لحن داؤدی، حدی خوانی اور حجازی نغمہ سے موسوم تھا آج وہ فلمی گانوں کی طرزوں پر اپنی شناخت قائم کرنے میں مصروف عمل ہیں۔ میں آج اس بات پر محو حیرت ہوں کہ آخر اس طرح کے نعت گو شعراء کی فلمی طرزوں کی اتباع میں حب رسول ﷺ کا کون سا جذبہ کارفرما نظر آتا ہے اور اس اندوہ ناک اقدام کی حد صرف یہیں تک محدود نہیں رہی بلکہ سیرت رسول کے جلسوں اور اجتماعات میں بھی اس طرح کے نعتیہ کلام بے محابا پڑھے جارہے ہیں۔ اس میں شرکت کرنے والے اکثر علمائے مقررین اور پیر حضرات اپنی علمی استعداد کا مظاہرہ تو خوب خوب کرتے ہیں مگر نعت گو شاعر کو اس بیہودہ عمل سے نہیں روکتے جب کہ علمائے مقررین اور پیر حضرات کی یہ ذمہ داری ہے کہ جو بھی نعت گو شاعر فلموں کی طرزوں پر نعتیہ کلام پیش کرے اس کو سختی سے روکیں اور بتائیں کہ اس طرح آپ خود گنہگار ہو رہے ہیں اور شریک مجلس حضرات کو بھی گنہگار بنا رہے ہیں۔

نعت گوئی کے اس غیر مشروع رویہ کی مذمت، ارباب علم وفضل میں اب بیداری اور تحریک کا درجہ اختیار کر چکی ہے۔ چنانچہ سب سے پہلے اس غیر مہذب اور ناپسندیدہ طرز عمل کی عقدہ کشائی ڈاکٹر ریاض مجید نے اپنے ڈاکٹریٹ کے مقالہ "اردو میں نعت گوئی" میں کی وہ تحریر فرماتے ہیں۔ مقام ومنصب رسالت کے بارے میں افراط و تفریط، مناظرہ کا لب ولہجہ غیر ثقہ روایات، جذبہ محبت رسول کا غیر محتاط انداز بیان، تلفظ و تراکیب کی اغلاط اور فلمی گانوں کی بنی ہوئی پامال دھنوں کے آہنگ کے سبب ان نعتوں کا وہ درجہ ومقام نہیں جو حقیقی نعتیہ کلام کا ہوتا ہے۔

(اردو میں نعت گوئی، ڈاکٹر ریاض مجید اقبال اکادمی لاہور، ص: ۵۸۱)

ایک قلمی مذاکرہ کے تحت جناب منصور تابش (راولپنڈی) کچھ اس طرح کی بات تحریر فرماتے ہیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ نعت خواں کا پڑھا لکھا ہونا بہت ضروری ہے۔ اگر نعت خوان پڑھا لکھا نہیں ہوگا تو وہ نفس مضمون سے بے بہرہ ہوگا اور آواز وترنم کے بل پر لوگوں کو متاثر کرنے کی کوشش کرے گا۔ اس طریقہ کار سے ان پڑھ لوگ تو شاید متاثر ہوں لیکن

لئے وہ کلام پڑھا جا رہا ہے ان کے حضور بھی مقبولیت حاصل نہ کر سکے گا۔ سوال میں دو اہم الفاظ عقیدت اور فن استعمال ہوئے ہیں فن سے مراد اگر موسیقی یا گائیکی ہے تو میں واضح طور پر عرض کروں گا کہ موسیقی یا گائیکی کا تعلق نعت خوانی سے قطعاً نہیں ہے نعت گائی نہیں جاتی اور جن لوگوں نے نعت گانے کی کوشش کی ہے انہوں نے نعت کے ساتھ زیادتی کی ہے اور اسی کا نتیجہ ہے کہ اکثر محفلوں میں کچھ حضرات نعتیں گاتے ہیں جو اکثر فلمی گانوں کی طرز پر ہوتی ہیں ایسا کرنے والے حضرات شاید مالی منفعت حاصل کر لیتے ہوں لیکن ثواب کے حصہ دار نہیں بن پاتے۔ بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ الٹا گنہگار ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ایسی چیزوں سے محفوظ رکھے۔ (مجلہ اوج نعت نمبر جلد دوم، ۱۹۹۲ء، شاہدرہ گورنمنٹ کالج لاہور، ص ۴۲۱/ ۴۲۲)

اور جناب نشاط احمد ساقی صاحب (خانیوال) اسی قلمی مذاکرے کے تحت فلمی طرزوں کی مذمت کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

نعت خواں کے لئے ضروری ہے کہ اس کا کردار معاشرے کے لئے قابل تقلید اور قابل رشک ہو، دنیاوی حرص و لالچ کے بغیر نعت پڑھے، معیاری کلام کا انتخاب کرے، آواز کا ضرورت سے زیادہ استعمال نہ کرے۔ گانوں اور غزلوں کی طرز پر نعت پڑھنے سے پرہیز کرے۔" (مجلہ اوج، نعت نمبر جلد دوم، ۱۹۹۲ء، شاہدرہ گورنمنٹ کالج، لاہور، ص: ۴۷۶)

پروفیسر ڈاکٹر فرمان فتح پوری، سید افضال حسین نقوی، فضل فتح پوری کی کتاب..........."اردو نعت۔ تاریخ و ارتقا"............ کے پیش لفظ میں تحریر فرماتے ہیں۔

ایسے ایسے شعراء کے نعتیہ مجموعے منظر عام پر آ گئے ہیں جن کے قول و عمل میں ارتعاش جذبات کا حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ سے دور کا واسطہ بھی نظر نہیں آتا۔ بلکہ بعض کی عملی زندگی تو اسوۂ رسول ﷺ کے بالکل برعکس بسر ہو رہی ہے۔

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی مذکورہ عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے پروفیسر شفقت رضوی صاحب رقم طراز ہیں۔

اس نوع کی شاعری رسمی نعت گوئی کی لائق مذمت مثال ہے۔ شہرت اور نام و نمود کے بھوکے معاشرے کے ہر اس موقع سے فائدہ اٹھا کر اپنے وجود کا غیر ضروری

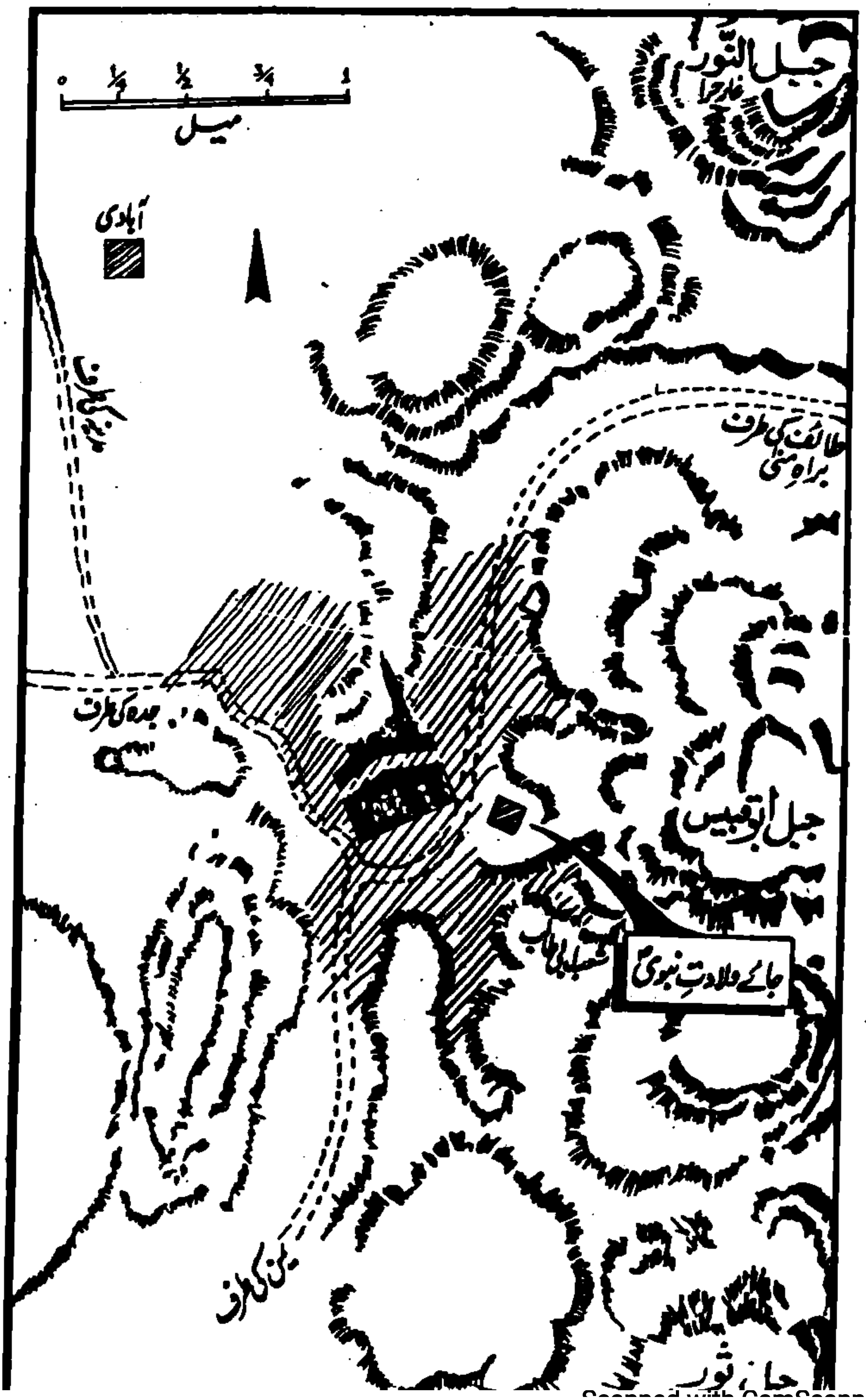
پیش کر کے تعریف و ستائش پاتے ہیں اور سینہ پھلاتے ہیں محرم کی مجلسوں میں تو مرثیہ پیش کر کے عصر حاضر کے سب سے بڑے شاعر کہلاتے ہیں اور جب ترقی پسند بنتے ہیں تو خدا، مذہب، ائمہ اور امام حسین رضی اللہ عنہ کی شان میں گستاخی کر کے انقلابی کہلانے پر فخر کرتے ہیں۔ ایسے شعراء کے کلام کو درخور اعتنا سمجھنا ہی نہیں چاہئے۔ لیکن ہماری ذہنی مرعوبیت کا یہ عالم ہے کہ پروپیگنڈے کے زور پر بڑے شاعر بن جانے والوں کی خرافات کو بھی سر آنکھوں پر رکھتے ہیں اور اس طرح ان کی بداعمالی کو بڑھاوا دیتے ہیں۔"

(مجلہ نعت رنگ شمارہ ۱۰، ادارہ اقلیم نعت، کراچی، ص: ۴۷)

حاصل کلام یہ کہ نعتیہ شاعری انتہائی احتیاط اور سچے عشق رسول ﷺ کی متقاضی ہے، نعت گو شعراء کو غیر مشروع، غیر مہذب، رکیک اور ناپسندیدہ کلام کو موزوں کرنے سے احتیاط برتنا چاہئے سیرت پاک کے جلسوں، کانفرنسوں اور محفل میلاد میں فلمی گانوں اور طرزوں پر نعت پاک پیش کرنے میں سخت اجتناب برتنا چاہئے جو بھی کلام پیش کیا جائے وہ دل کی آواز اور سچے عشق رسول ﷺ کا آئینہ دار ہو۔ عشق رسول کے سچے جذبے کو ہی پیش کر کے نعت گوئی کے حقیقی مقاصد کو حاصل کیا جا سکتا ہے۔



نورٌ علیٰ نور


جبل النور
غار حرا
0 1/4 1/2 3/4 1
میل
آبادی
جدہ کی طرف
طائف کی طرف
براہ منیٰ
جبل ابو قبیس
شعب ابی طالب
جائے ولادتِ نبویؐ
یمن کی طرف

الله محمد صلى الله عليه وعلى آله وصحبه وبارك وسلم

نظر ہے سوئے حرم دل میں آرزوئے رسول ﷺ

کہاں سے کیجئے، آغازِ جستجوئے رسول ﷺ

(سعید وارثی)

کائناتِ حُسن

حسن ترتیب

میلاد النبی ﷺ کے تقاضے

جسٹس حضرت پیر محمد کرم شاہ ازہری ☆

نہ سعدی کی شوخی، نہ جامی کا سوز، نہ غزالی کا ذوق و وجدان، نہ خسرو کا دردِ عشق، نہ رومی کی ژرف نگاہی، نہ اقبال کی ادائے دلبرانہ اور انداز قلندرانہ، یہ سراپا نقص، مدحت سید الانبیاء علیہ اطیب التحیہ والثناء میں زبان کھولے تو کیسے؟

وادی ایمن کا یہ نخل بلند اور اس پر ہوشربا تجلیات کا جھرمٹ، یہ بحر کرم اور اس کی بے پناہ فیاضیاں، مہر عالم افروز اور اس کی نور افشاں کرنیں، یہ مرقع حسن ازل اور اس کی عالمگیر دلربائیاں فاطر السموت والارض کا یہ شاہکار جمیل جو اپنی شان بندگی میں بے مثال اور اپنی شان محبوبی میں بے نظیر، جس نے زندگی کو رموز زندگی سے آگاہ کیا، جس نے انسان کو انسانیت کی خلعت زیبا سے نوازا، ایسے محبوب دلربا کی تعریف اور یہ دل باختہ قلم! اس جمال حقیقی کا بیان اور یہ کج مج زبان، اس پیکر جود و سخا کی ثنا اور یہ شکستہ دل، بڑا کٹھن مرحلہ ہے۔

لیکن اگر اس آئینہ حق نما کی توصیف نہ کریں تو کس کی کریں؟ اس سراپا زیبائی کا تذکار حسن نہ ہو تو کیا ہو؟ اللہ رب العزت کے محبوب بندے کے عشق میں اگر گیت نہ گائیں تو کس کے گائیں؟ اس محسن کریم کی ثنا میں زبان زمزمہ سنج نہ ہو تو پھر اس کا مصرف کیا ہے؟ اگر قلم اس کی مدحت میں نغمہ سرا نہ ہو تو آخر وہ کرے کیا؟ عقل اگر اس کی عظمتوں کو خراج عقیدت پیش نہ کرے تو کس کی عقیدت کا دم بھرے؟ دل اگر اس کے عشق کا دیپ روشن نہ کرے اور اس کے درد اور سوز فراق میں نہ جلے تو اس کی ضرورت کیا ہے؟

راز دان طریقت و شریعت حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ پہلے ہی سب کے دل کی بات اپنے مخصوص انداز میں کہہ چکے ہیں۔

فمن شاء فلیذکر جمال بثینہ　　فمن شاء فلیغزل بحب الزیانب

☆ مفسر قرآن، نامور سیرت نگار، شیخ طریقت اور مایہ ناز صاحب قلم

ترجمہ: جس کا جی چاہے وہ بثینہ کے حسن و جمال کا ذکر کرتا رہے اور جس کا جی چاہے دوسرے محبوبوں کے عشق کے گیت گائے۔

ساذکر حبی للحبیب محمد اذا وصف العشاق حب الحبائب

ترجمہ: دوسرے عشاق اپنے معشوقوں کی توصیف میں رطب اللسان رہا کریں۔ میں تو اپنے حبیب محمد مصطفی ﷺ کی داستان محبت ہی بیان کرتا رہوں گا۔

اب پھر بہار آ رہی ہے۔ عندلیبیں اور قمریاں پھر نوا سنج ہونے والی ہیں۔ ربیع الاول کا چاند طلوع ہو رہا ہے کئی حسین یادوں کو تازہ کرے گا۔ ان مبارک لمحوں کا ذکر چھڑے گا جب انسانیت کا بخت خفتہ بیدار ہوا تھا۔ جب مظلوموں کا غمگسار تشریف فرما ہوا تھا۔ جب آمنہ کے کچے کوٹھے میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کے خزانے سمٹ آئے تھے اور ان خزانوں کو باذن الٰہی بانٹنے والا بلکہ لٹانے والا بڑی آن بان سے رونق افروز ہوا تھا۔

آؤ! ساز محبت کو مضراب شوق سے چھیڑیں۔

آؤ! اس مہ کامل کی تابانیوں کا ذکر کریں۔

آؤ! اس جان بہار کے گیت گائیں اور روح کائنات کی لطافتوں کو آشکار کریں۔

آؤ! خالق ذوالجلال کی اس نعمت عظمیٰ کو پہچانیں اور اس کی قدر کریں۔ اگر اس کا عرفان نصیب ہو گیا تو دل دماغ اور زبان سب مل کر اپنے پروردگار کا شکر ادا کریں گے اور جب حق المقدور حق شکر ادا ہو گا تو اللہ تعالیٰ راضی ہو گا۔ اس کی رحمت مائل بہ کرم ہو گی۔ دل کی اجڑی ہوئی بستی آباد ہو جائے گی۔ خود فراموشی، خود شناسی اور خدا شناسی میں بدل جائے گی۔ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ کی جلوہ سامانیاں بے نقاب ہو جائیں گی۔

آؤ! پہلے اس سر نہاں کو خود سمجھیں پھر لوگوں کو سمجھائیں۔ اس نوید ایمن و سعادت کو پہلے خود سنیں، پھر ترستی ہوئی دنیا کو سنائیں اور انہیں بتائیں کہ جس کی تبسم ریزیوں سے من کی دنیا میں چمن آباد ہیں اس کی حکیمانہ تعلیمات سے تن کی دنیا کی حرماں نصیبیاں بھی دور ہو سکتی ہیں جس کے دامن کرم سے وابستہ ہو جانے سے عاقبت محمود ہوتی ہے۔ اس کے قدم ناز کے نقوش کو خضر راہ بنا کر ہم اس دنیا کو بھی فردوس بریں بنا سکتے ہیں، جس نے روز محشر میں سرخرو ہونے کا راستہ بتایا ہے، اس کی ہدایت پر عمل کر کے ہم مادی زندگی کے خارزاروں کو

بھی گلستان بنا سکتے ہیں۔ اس کے اتباع سے ہم اپنے رب کریم کو بھی راضی کر سکتے ہیں اور عروس گیتی کی الجھی ہوئی زلفوں کو بھی سنوار سکتے ہیں۔

آج کی صحبت میں مجھے صرف یہ بتانا ہے کہ معاشیات کے سنگلاخ میدانوں اور اداس وادیوں میں جب اس رحمتوں اور برکتوں والے نبی نے قدم رنجہ فرمایا تو وہاں کس طرح عزتِ نفس کے چراغ روشن ہو گئے۔ کس طرح حریت فکر وعمل کے پرچم لہرانے لگے۔ کس طرح عدل واحسان کے پھول کھلنے لگے اور انسان کی محرومیوں کا کس خوبی اور خوبصورتی سے درمان کر دیا گیا۔

انسان نہ صرف روح کا نام ہے نہ فقط جسم کا بلکہ دونوں کے مجموعے کو انسان کہا جاتا ہے۔ اس لئے نوع انسانی کا عالمگیر اور ابدی دین وہی ہو سکتا ہے جو روح اور جسم دونوں کے تقاضوں کو پورا کرے۔ جو دونوں کی نشوونما اور بالیدگی کا ضامن ہو دونوں میں باہمی کشمکش اور محاذ آرائی کو ختم کرے اور ان میں ایسی ہم آہنگی پیدا کر دے کہ دونوں ایک ہی راہ پر ایک ہی منزل کی طرف رواں دواں رہیں۔ مذہب کے نام پر جو نظامہائے حیات اس وقت موجود ہیں وہ مادی نظامہائے فکر سے مات کھا چکے ہیں۔ اب یا تو وہ نجی زندگی کی چار دیواری میں پناہ گزیں ہیں اور پناہ گزینوں کی طرح ایک بے اثر اور غیر آبرومندانہ زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں اور یا انہوں نے مادی نظاموں کے باطل افکار کے ساتھ مصالحت کر لی ہے۔ اپنے ماننے والوں سے وہ یہ تقاضا نہیں کر سکتے کہ وہ بے راہروی کو چھوڑ دیں، ان کا مطالبہ صرف اتنا ہے کہ اس مذہب کا لیبل اپنے اوپر چسپاں کیے رکھیں۔ اس کے بعد جو جی میں آئے کریں۔ شراب پئیں، جوا کھیلیں، قمار بازی کے لئے عالیشان کازینو تعمیر کریں۔ شبینہ کلبوں میں داد عیش دیں۔ ننگے ناچ ناچیں، حیوانی جذبات کی تسکین کے لئے بے شک وہ غیر حیوانی طریقے اختیار کریں۔ حتیٰ کہ مرد، مرد کے ساتھ برملا شادیاں رچائیں، انہیں قانونی جواز اور عدالتی تحفظ میسر آ جائے، وہ سودی کاروبار کریں۔ جس طرح جی میں آئے ضرورت مندوں کا خون چوستے رہیں، مذہب کوئی مزاحمت نہ کرے گا۔ مغربی یورپ اور امریکہ وغیرہ میں عیسائیت کی بے بسی اور مجبوری کو دیکھ کر باشعور انسان کی آنکھوں سے خون کے آنسو ٹپکنے لگتے ہیں۔

رہے موجودہ دور کے مادی نظام تو ان کے علمبرداروں کے نزدیک انسان کے انسانی پہلو کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ انہوں نے اس کو یکسر نظر انداز کر دیا ہے۔ رہا انسان کا حیوانی پہلو تو اس میں بھی سرمایہ داری اور اشتراکیت کے نظاموں میں جو خوفناک تصادم برپا ہے اس نے انسانیت کا حلیہ بگاڑ دیا ہے بلکہ اس کی ہڈیاں پیس کر رکھ دی ہیں۔ دونوں فریق ایک دوسرے کو تہس نہس کرنے کے لئے اپنے جنگی ذخائر میں ہر آن مہلک ترین اسلحہ کا اضافہ کرتے جا رہے ہیں جب بھی کسی نے بٹن دبایا تو دنیا بھر میں ایک ایسا کہرام مچے گا جو مشرق و مغرب دونوں کو تباہ و برباد کر دے گا۔

نظام سرمایہ داری اگر انسان کی محنت اور عرق ریزی کو کوئی وقعت نہیں دیتا تو اشتراکی کیمپ انسان کی حریت ضمیر اور آزادی فکر کو برداشت نہیں کرتا اور اسے آہنی زنجیروں میں جکڑ دینے کے درپے ہے۔

اس ہنگامہ دار و گیر میں کہیں امید کی کرن نظر آتی ہے تو وہ سید کائنات فخر موجودات محمد رسول اللہ ﷺ کا لایا ہوا دین فطرت ہے جسے ہم اسلام کے نام سے پہچانتے ہیں۔ میں یہاں بڑے اختصار کے ساتھ ان خطوط کا اجمالی تذکرہ کروں گا جو اس دین حنیف نے انسانی زندگی کو متوازن، خوشحال، پاکیزہ اور بابرکت بنانے کے لئے پیش کیے ہیں۔

دیگر مذاہب کی طرح اسلام نے انسان کی جسمانی زندگی، اس کے تقاضوں اور اس مادی ضرورتوں کو ہرگز نظر انداز نہیں کیا۔ یہ نہیں کہا کہ آخرت کی زندگی کو کامیاب بنانے کے لئے ترک دنیا ناگزیر ہے۔ اپنے ماننے والوں کو جنگلوں، پہاڑوں، ویران جزیروں میں بھاگ جانے کی ہرگز اجازت نہیں دی۔ اسلام کے نزدیک انسان میں مستور ممکنہ قوتیں فقط اسی وقت پیدا ہوتی ہیں جب وہ کشمکش حیات میں بھرپور حصہ لیتا ہے، اس کی توانائیوں کی آزمائش کے لئے حادثات سے ٹکرانا ضروری ہے۔ زندگی کی گراں باریوں سے نجات حاصل کر کے کسی گوشہ عافیت میں پناہ لینا مومن کے لئے جائز نہیں، اس کے ہادی برحق نے وضاحت سے فرمایا لا رھبانیہ فی الاسلام اس لئے قرآن کریم میں اور احادیث نبوی ﷺ میں بڑے شوق آفرین انداز میں کسب مال، اکتساب دولت اور حصول منفعت کی دعوت دی گئی ہے۔ ارشاد گرامی ہے:

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ (الآیہ)

یعنی جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ تعالیٰ کے فضل کو تلاش کرو۔

چنانچہ اس آیت میں مال کو فضل الٰہی فرما کر اس کی عزت افزائی کی گئی ہے۔

اسی طرح سورہ فاطر میں ارشاد ہے:

وَتَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۝

یعنی تو کشتیوں کو دیکھتا ہے کہ وہ پانی کو چیر کر جاری ہیں تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور تاکہ تم اس کا شکر ادا کر سکو۔

یہاں بھی مال کو اپنا فضل فرمایا ہے۔سورہ نساء میں مال کو زندگی کا سہارا کہا گیا ہے اور یہ ہدایت کی گئی ہے کہ اپنے اموال احمقوں اور نادانوں کے سپرد نہ کرو تاکہ وہ سوئے تصرف سے تمہیں زندگی کے اس سہارے سے محروم نہ کر دیں۔ارشاد خداوندی ہے:

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِيْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا (الآیہ)

احادیث طیبہ میں بھی مسلمانوں کو کسب حلال کی رغبت دلائی گئی ہے۔حضور کریم ﷺ نے فرمایا:

طوبیٰ لمن طاب کسبه و صلحت سریته و کرمت علانیه و عزل عن الناس شره

یعنی وہ انسان بڑا فیروز بخت اور ارجمند ہے جس نے پاکیزہ مال کمایا جس کا باطن نیک اور جس کا ظاہر محترم ہے اور اس نے لوگوں کو اپنی شر انگیزی سے محفوظ کر دیا۔

ایک صحابی کے ہاتھ کو دیکھا کہ وہ محنت مزدوری کرنے سے سوج گیا ہے۔ارشاد فرمایا:

تلك يد يحبها الله ورسوله

یعنی کسب رزق میں مزدوری کرنے سے سوج جانے والا ہاتھ وہ ہاتھ ہے جسے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ پسند فرماتا ہے۔

ان آیات اور احادیث سے واضح ہو گیا کہ اسلام اپنے ماننے والوں کو کسب مال سے روکتا نہیں ہے بلکہ رغبت دلاتا ہے اور ان کی جدو جہد کو عزت و احترام کی نظر سے دیکھتا ہے لیکن اس کے باوجود مال کمانے کی کھلی اجازت نہیں دے دیتا بلکہ اکتساب مال کے بعض ذرائع کو جائز قرار دیتا ہے اور بعض کو ناجائز، وسائل معاش میں جائز اور ناجائز، حلال اور حرام کی اساس یہ ہے کہ تمام وہ ذرائع جن میں دوسرے شخص کی ضرورت مجبوری، سادہ لوحی یا ناتجربہ کاری سے ناجائز فائدہ اٹھایا گیا ہو یا دھوکہ دہی یا جبر سے کسی کا مال ہتھیا لیا گیا ہو، وہ تمام وسائل شریعت میں ممنوع اور خلاف قانون ہیں۔ سود، جوا، ذخیرہ اندوزی، رشوت، بلیک مارکیٹنگ اور دیگر ہر قسم کی دھاندلیاں اسلام کے نزدیک حرام ہیں ان ذرائع سے کمایا ہوا روپیہ اگر خدا کی راہ میں خرچ کر دیا جائے تو اس کی پذیرائی نہیں ہوتی۔ ایسے رزق سے جسم میں جو قطرہ خون بنتا ہے اور جو گوشت پوست کی صورت اختیار کرتا ہے۔ ارشاد مصطفوی ﷺ کے مطابق وہ جہنم میں جلایا جائے گا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا:

لا یغبطن جامع المال من غیر حله او قال من غیر حقه فانه ان تصدق به لم یقبل منه و ما بقی کان زاده الی النار	وہ آدمی جو حرام ذریعہ سے مال جمع کرتا ہے وہ خوش نہ ہو، اگر وہ اس سے خیرات بھی کرے گا تو وہ ہرگز قبول نہیں کی جائے گی اور جو باقی رہے گا وہ جہنم کے لئے زادِ راہ ثابت ہوگا۔

حضور سرور عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

یا کعب بن عجرة انه لایدخل الجنه لحم نبت من سحت	اے کعب بن عجرہ، وہ گوشت جو حرام رزق سے پیدا ہوا ہو وہ جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

دولت کی کثرت اور فراوانی قلب و ذہن میں بسا اوقات بڑے ناخوشگوار تاثرات پیدا کر دیتی ہے۔ کم ظرف انسان دولت کو ہی شرف انسانی کا معیار سمجھنے لگتے ہیں۔ ہر وہ شخص جو دولت میں ان سے فروتر ہو، ان کی نگاہوں میں گھٹیا اور حقیر دکھائی

دینے لگتا ہے اور ہر شخص جو ان سے زیادہ دولت مند ہوتا ہے وہ انہیں معظم و محترم نظر آنے لگتا ہے دولت کی حرص تیز تر ہو جاتی ہے۔ وہ دولت آفریں ہاتھوں کو صحیح معاوضہ دینا بھی گوارا نہیں کرتا۔ وہ اپنی دولت کے بل بوتے پر معصوم عصمتوں کو داغدار اور محترم حقوق کو زک پہنچانے سے باز نہیں آتا۔ وہ اپنے آپ کو سب سے زیادہ زیرک اور دانشور شمار کرنے لگتا ہے۔ اس کے ذہن میں یہ فتور بھی پیدا ہو جاتا ہے کہ خدا کے نزدیک وہی برگزیدہ خلائق ہے اور وہ جو کچھ بھی کرتا ہے بارگاہ الٰہی سے اسے سند جواز حاصل ہے۔ وہ ملکی دولت کے سارے سوتوں کا رخ زور و جبر سے یا مکر و فریب سے اپنی طرف پھیرنے میں سرگرم ہو جاتا ہے۔ اس کی آتش جوع ہر دم بھڑکتی رہتی ہے اس کی تشنہ لبی میں ثروت کی بے پناہ کثرت کے باوجود کوئی کمی نہیں ہوتی۔ اسلام ایسے انسان کو اپنے معاشرہ میں ہرگز گوارا نہیں کرتا۔ وہ اپنے ماننے والوں کی ابتداء سے ہی ایسی تربیت کرتا ہے اور ان کو ایسی راہ پر گامزن کرتا ہے کہ اس کی زندگی میں ایسا کوئی مرحلہ نہ آئے جب وہ دوسرے انسانوں کی شرافت اور احترام کو صرف دولت کے معیار پر پرکھنے کا خوگر ہو جائے۔ وہ تمام مسائل جن کی وجہ سے دولت کا بہاؤ کسی فرد واحد یا معاشرہ کے ایک مخصوص طبقہ کی طرف مڑ جاتا ہے اسلام نے ان کو ہمیشہ کے لئے بند کر دیا ہے۔ وہ ممالک جہاں سرمایہ داری کا عفریت اپنے ہموطنوں کا خون چوس رہا ہے اور ضرورتمندوں کی ہڈیوں کو چبا رہا ہے اگر ان کے حالات کو آپ بنظر غائر دیکھیں گے تو آپ اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ دولت کی اس غیر متوازن بلکہ ظالمانہ تقسیم میں ان وسائل معاش کا ہی عمل دخل ہے جنہیں اسلام نے حرام قرار دیا ہے۔ جو قوم یا جس ملک کے باشندے اسلامی وسائل معاش کی تقسیم پر ایمان رکھتے ہیں اور حرام ذرائع سے ایک پائی کمانا بھی جرم تصور کرتے ہیں وہاں کے معاشرہ میں دولت کی یہ ظالمانہ تقسیم آپ کو نظر نہیں آئے گی۔

دوسرے ازموں کے برعکس اسلام کا انداز اصلاح یہ نہیں کہ پہلے غلاظت کے ڈھیروں کو جمع ہونے کی کھلی چھٹی دی اور جب ان کی عفونت سے دماغ پھٹنے لگے تو ان غلاظت کے ڈھیروں کو دور کرنے کی مجنونانہ مہم میں تخریب کاری کو روا رکھنا شروع کر دیا۔

کے لئے قطع و برید کا سلسلہ شروع کر دیا۔ اسلام ان راستوں کو ہی بند کر دیتا ہے اور ان دروازوں کو ہی مسدود قرار دیتا ہے جہاں سے اس قسم کی خرابیاں معاشرے میں داخل ہوتی ہیں۔ اگر ایک سود کو کسی ملک میں حتمی طور پر بند کر دیا جائے تو وہاں چند دنوں میں سرمایہ داری کا ظالمانہ نظام دم توڑ دے گا۔ اگر رشوت، جوا بازی، ذخیرہ اندوزی کی لعنتوں سے کوئی قوم اپنا دامن بچالے تو معاشی ناہمواریاں اور خوفناک نشیب و فراز کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہے گا۔ اسلام نے وہ تمام راہیں بند کر دیں جن کے ذریعے سرمایہ داری کو غذا پہنچتی ہے اور اس کا دیو انسانی شرافت کی مقدس اور نورانی بنیادوں کو پامال کرنے کی تدبیریں سوچنے لگتا ہے۔

پاکستان میں موجودہ حکومت کے برسر اقتدار آنے سے پہلے بائیس خاندانوں کے خلاف بڑا شور مچایا گیا۔ ان کو وطن کا غدار، غریبوں کے حق غصب کرنے والا، محنت کش طبقہ کا خون چوسنے والا اور معلوم نہیں کن کن القاب و خطابات سے نوازا گیا لیکن اس تحریک کے علمبرداروں کو یہ جرات نہ ہوئی کہ وہ ان اسباب و عوامل کا تجزیہ کریں جن کی وجہ سے بائیس خاندان معرض وجود میں آئے تین سال سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے لیکن پاکستان کی معاشی حالت زبوں سے زبوں تر ہوتی چلی جا رہی ہے پہلے صرف بائیس خاندان تھے اب کئی سو بلکہ ہزار اس قسم کے مگرمچھ پیدا ہو گئے ہیں جو عوام کی ہڈیوں کو چبانا اپنا پیدائشی حق تصور کرنے لگے ہیں۔ جب تک حکومت ایسے بالغ نظر اور تعلیمات اسلامی پر یقین محکم رکھنے والوں کے ہاتھوں میں نہیں آئے گی، اصلاح احوال کی کوئی صورت ممکن نہیں تین سال کی بجائے خدانخواستہ اگر یہ لوگ تین سو سال تک بھی ایوان اقتدار میں فروکش رہیں تو یہ عوام کی حالت کو سدھار نہیں سکتے۔

حضور سرور عالم ﷺ پر جو کتاب مقدس نازل ہوئی تھی اس میں بار بار سرمایہ دارانہ ذہن کی سفاکیوں، فتنہ انگیزیوں اور مفسدہ پردازیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ○

یعنی جب دولت منداور متمول طبقہ فسق و فجور کا بازار گرم کر دیتا ہے تو ان پر نزول عذاب لازم ہو جاتا ہے اور ہم انہیں تباہ و برباد کر کے رکھ دیتے ہیں۔

سورہ سبا میں ہے کہ دولت کی فراوانی کے باعث ان کے امراؤ و اغنیاء کے ذہن اتنے بانجھ ہو گئے تھے کہ جو انبیاء اپنی صداقت کی روشن نشانیاں لے کر مبعوث کئے گئے تھے اور جن کی آمد کا مقصد صرف یہ تھا کہ انہیں ان کی بدکاریوں کے ہولناک انجام سے بروقت متنبہ کریں۔ انہوں نے ان کی دعوت کو ٹھکرا دیا اور اپنی غلط فہمی کا برملا اظہار کر دیا کہ ان کے پاس دولت کی فراوانی ہے۔ ان کے بیٹوں کی تعداد کافی ہے، کوئی طاقت انہیں سزا نہیں دے سکتی۔ ارشاد ربانی ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ○ وَقَالُوْا نَحْنُ اَكْثَرُ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِيْنَ ○

جب ہم کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا بھیجتے ہیں تو وہاں کا دولت مند طبقہ برملا کہہ دیتا ہے کہ اے رسولو! ہم تمہاری دعوت قبول کرنے سے انکار کرتے ہیں۔ ہمارے پاس دولت کے انبار ہیں اور اولاد کثیر ہے۔ ہمیں کوئی عذاب نہیں دیا جا سکتا۔

اس لئے اسلامی معاشرے میں سرمایہ داروں کے پنپنے کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں لیکن اس کے ساتھ ساتھ انسانی فطرت کے ساتھ برسرپیکار ہونے کی جو حماقت اشتراکیت نے کی ہے اسلام کا دامن اس سے بھی یکسر منزہ ہے۔ روس میں اشتراکی انقلاب کو برپا ہوئے پچاس سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ انفرادی ملکیت کو ختم کرنے کے لئے بڑے ہی پاپڑ بیلے گئے ہیں اور مظالم کی انتہا کر دی گئی ہے۔ صرف روس میں نجی جائیداد کو اپنے قبضے میں لینے کے لئے کروڑوں روپیوں کا خون بہایا گیا ہے لیکن انسانی

تقریر اور تحریر کی آزادی کی ضمانت دیتا ہے بلکہ اس کو عزت اور احترام کی نظر سے دیکھتا ہے اسی طرح وہ انسان کی حریت عملی پر بھی بے جا پابندیاں لگانے کا قائل نہیں جب تک کوئی شخص اسلام کی وضع کردہ حدود کو پامال نہیں کرتا وہ اپنی تخلیقی، تعمیری قوتوں کو بروئے کار لانے میں بالکل آزاد ہے اور اسلام اس کو اس آزادی کی ضمانت دیتا ہے اور وہ اپنے عمل سے جو جائز ثمرات حاصل کرے گا اس کی حفاظت کا اس سے عہد کرتا ہے۔ اگر مملکت اسلامیہ کا کوئی شہری قواعد وضوابط کی پابندی کرتے ہوئے جائز دولت حلال ذرائع سے کماتا ہے تو اسلام ایسے شخص کو معاشرہ کا بہترین فرد شمار کرتا ہے لیکن اس طرح کی کمائی ہوئی دولت کو بھی ایسے حکیمانہ انداز سے ایک ہاتھ سے لے کر متعدد اشخاص میں بانٹ دیتا ہے کہ دولت کی فراوانی سے جن برے نتائج کے ظہور کا خطرہ ہوتا ہے ان کا سدباب بھی ہو جاتا ہے اور کسی کی دل شکنی بھی نہیں ہوتی اور کسی کے جوش عمل میں بھی کوئی ضعف پیدا نہیں ہوتا وہ ہے اسلام کا نظام وراثت اور وصیت جس میں متوفی کی متروکہ منقولہ اور غیر منقولہ دولت اس کے بیٹوں، اس کی بیٹیوں، اس کی بیوی، اس کے ماں باپ اور بعض حالتوں میں کئی دوسرے قریبی رشتہ داروں میں بٹ جاتی ہے۔ وصیت کے ذریعے وہ اپنی متروکہ دولت کی ایک تہائی غیر وارثوں کو بھی دے سکتا ہے۔ اسلام ہرگز یہ اجازت نہیں دیتا کہ صرف بڑا بیٹا جدی جائیداد کا وارث ہو اور باقی اولاد کو محروم کر دیا جائے یا صرف بیٹوں کو وراثت میں حصہ ملے اور بیٹیوں کو محروم کر دیا جائے یا کوئی شخص کسی ترنگ میں آ کر اپنے وارثوں کو محروم کر دے اور غیر وارث کو ساری جائیداد کا مالک بنا دے جس طرح یورپ کے مہذب و شائستہ لوگ ساری جائیداد اپنے کتوں اور بلیوں کے نام وصیت کر جاتے ہیں اور اپنے وارثوں کو محروم کر دیتے ہیں۔

ہر ملک میں خواہ وہ معاشی طور پر ترقی یافتہ ہی کیوں نہ ہو ایک طبقہ ایسا ضرور ہوتا ہے جو بعض ناگزیر وجوہات کے باعث افلاس و تنگدستی کا شکار ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کی کفالت کی ذمہ داری اللہ تعالیٰ نے صاحب حیثیت لوگوں پر ڈالی ہے، جہاں اپنی عبادت کا ذکر کیا ہے وہاں حاجت مند طبقہ کی اعانت کرنے کا حکم بھی دیا ہے اور متعدد مقامات پر اس

دل سے ایمان لانا اور اللہ تعالیٰ کی محبت کے لئے اپنے رشتہ داروں یتیموں اور مسکینوں میں مال تقسیم کرنا حقیقی نیکی ہے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالْكِتٰبِ وَالنَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَالسَّآئِلِيْنَ وَفِي الرِّقَابِ ۚ

نیکی بس یہی نہیں کہ نماز میں تم اپنا رخ مشرق اور مغرب کی طرف پھیرلو بلکہ نیکی کا کمال تو یہ ہے کہ کوئی شخص ایمان لائے اللہ تعالیٰ پر اور روز قیامت پر اور فرشتوں پر اور کتاب پر اور سب نبیوں پر اور اپنا مال اللہ تعالیٰ کی محبت کے باعث رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں، مانگنے والوں کو دے اور غلاموں کو آزاد کرائے۔

سورہ مدثر میں بڑے موثر پیرائے میں اس حقیقت کو ایک نئے انداز سے پیش کیا گیا ہے کہ اہل جنت اہل جہنم سے پوچھیں گے:

مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرَ۝

تمہیں کون سا جرم دوزخ میں لے گیا۔

تو وہ جواب دیں گے۔

قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۝ۙ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمُ الْمِسْكِيْنَ ۝ۙ

کہ ہم اس جرم کی پاداش میں دوزخ کا ایندھن بنادیئے گئے کہ ہم اپنے پروردگار کی جناب میں سجدہ نہیں کیا کرتے تھے۔

نیز ہم مسکینوں اور غریبوں کو کھانا نہیں کھلایا کرتے تھے۔گویا قرآن کریم کی نظر میں نماز ادا نہ کرنا اور کسی غریب کی ضروریات زندگی کو بہم نہ پہنچانا دونوں یکساں نوعیت کے گناہ ہیں۔

بلکہ سورہ ماعون میں بڑی وضاحت سے بتادیا کہ جو شخص یتیموں کی توہین کرتا ہے ان کو اپنے ہاں سے دھکے دے کر نکال دیتا ہے اور مساکین وغرباء کی بنیادی ضرورتوں کو بہم پہنچانے کی ترغیب نہیں دلاتا وہ قیامت پر یقین ہی نہیں رکھتا۔

اَرَءَیْتَ الَّذِیْ یُکَذِّبُ بِالدِّیْنِ ۝ فَذٰلِکَ الَّذِیْ یَدُعُّ الْیَتِیْمَ ۝ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْکِیْنِ ۝

جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے رزق سے غریبوں کی امداد نہیں کرتے اور ان کی ضرورت کی بہم رسانی میں اپنا فرض ادا نہیں کرتے ان کے بارے میں قرآن حکیم کے دل دہلا دینے والے ارشادات سماعت فرمائیے۔ ارشاد ہے۔

خُذُوْهُ فَغُلُّوْهُ ۝ ثُمَّ الْجَحِیْمَ صَلُّوْهُ ۝ ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ ۝ اِنَّهٗ كَانَ لَا یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ ۝ وَلَا یَحُضُّ عَلٰی طَعَامِ الْمِسْكِیْنِ ۝ (الحاقہ)

اس (نابکار) کو پکڑ لو۔ اس کی گردن میں طوق ڈال دو پھر اسے بھڑکتی آگ میں پھینک دو پھر اسے ستر ۷۰ گز لمبے زنجیر میں جکڑ دو۔ یہ (بدبخت) خداوند عظیم پر ایمان نہیں لایا تھا اور نہ ہی وہ غریبوں کو خوراک مہیا کرنے کی ترغیب دیا کرتا تھا۔

ان آیات میں جو رعب اور جلال ہے اس سے دل کانپ اٹھتا ہے اور رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایک منصف مزاج انسان پر یہ حقیقت آشکار ہو جاتی ہے کہ نبی رحمت ﷺ نے انسان کی مادی ضروریات کو انتہائی اہمیت دی ہے اور جو شخص اپنے ضرورت مند بھائیوں کی امداد کی طرف متوجہ نہیں ہوتا، وہ قیامت کا منکر ہے اور اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان نہیں رکھتا اور اس کا ان برکتوں میں کوئی حصہ نہیں جو اسلام کے زیر سایہ انسان کو نصیب ہوتی ہیں۔ اسلام نے صرف پند و موعظت پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ قانونی طور پر ضرورت مند لوگوں کی کفالت کو اسلامی معاشرہ پر لازم قرار دے دیا ہے۔ جس کی ادائیگی ہر شخص پر حسب حیثیت لازم ہے۔ اس کے علاوہ مختلف دلنشین اسالیب سے ضرورت مند لوگوں کی امداد کا دلوں میں شوق پیدا کر دیا کہیں فرمایا کہ ان لوگوں کو امداد کے لئے جو تم خرچ کرتے ہو وہ گویا تم اپنے پروردگار کو قرض دے رہے ہو۔ جو تمہیں یقیناً واپس ملے گا۔ کہیں فرمایا کہ تم اگر اپنے ضرورت مند

دس گنا تمہیں عنایت فرمائے گا اور زیادہ کی کوئی حد نہیں۔ ذرا اس آیت کو بھی گوش و ہوش سے سماعت فرمائیے۔ اس آیت کو سننے کے بعد اور اس کو سمجھ لینے کے بعد دل میں ایسا ولولہ اٹھتا ہے کہ ہر چیز اپنے ضرورت مند بھائیوں کی امداد کے لئے لٹا دینے کو جی چاہتا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ۝

یعنی ان لوگوں کی مثال جو اپنے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ ایسی ہے جیسے ایک دانہ ہو جو اگے اور اس میں سات خوشے لگیں اور ہر خوشہ میں سو دانے ہوں اور اللہ تعالیٰ اس سے بھی زیادہ کر دیتا ہے جس کے لئے چاہتا ہے اور اللہ وسعت والا، علم والا ہے۔

یہی وہ پاکیزہ تعلیمات تھیں۔ یہی وہ صحیح تربیت تھی، یہی وہ قرآن کا اعجاز تھا اور یہی وہ اسلام کا روح پرور نظام تھا جس نے ان قوموں کی کایا پلٹ دی جنہوں نے اس کو قبول کیا اور ان ملکوں کو جنت نظیر بنا دیا جہاں اس کا برکتوں والا پرچم لہرایا۔

قرآن کریم کی اعجاز آفرینی آج بھی اپنے شباب پر ہے اسلام کی برکتوں اور سعادتوں کا چشمہ شیریں آج بھی ابل رہا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی ردائے رحمۃ للعالمینی اتنی وسیع ہے کہ ستم رسیدہ، افلاس گزیدہ انسانیت کو اس کے ظل عاطفت میں پناہ مل سکتی ہے بشرطیکہ ہم منافقت کو ترک کر دیں۔ شک و ارتیاب کی دلدل سے اپنے آپ کو نکال لیں۔ ایمان صادق اور یقین محکم سے ان تعلیمات کو اپنا لیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کریم رحمت للعالمین ﷺ کے ذریعے سے ہمارے لئے بلکہ ساری دنیا انسانیت کے لئے نازل فرمائی ہیں۔ جس مبارک ہستی کا ہم یوم میلاد منا رہے ہیں۔ اس کے ساتھ محبت اور عقیدت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے لائے ہوئے دین پر خود عمل پیرا ہوں اور دوسروں کے لئے راہ حق پر گامزن ہونے کا دلکش نمونہ پیش کریں۔ اس محسن انسانیت کو یہ

محبوب رب العالمین نے برداشت نہیں کیا. کونسی مصیبت ہے جسے گوارا نہیں کیا۔ حضور ﷺ کے مقدس پاؤں میں کانٹے چبھے، حضور ﷺ کو شہید کرنے کے لئے کفار نے انگنت منصوبے بنائے، اپنے وطن سے نکالا، بارہا مدینہ طیبہ پر چڑھائی کی۔ ان جنگوں میں نبی کریم ﷺ کے پیارے صحابہ رضی اللہ عنہم اور عزیز رشتہ دار شہید ہوئے۔ ان تمام آلام و مصائب کو اس رحمت عالمیان نے بخوشی گوارا کیا تاکہ اللہ تعالیٰ کا نام اونچا ہو اور اس کا دین پھیلے تاکہ انسانیت کی نکبت اور زبوں حالی کا دور ختم ہو اور صبح سعادت طلوع ہو اگر ہم اللہ تعالیٰ کے محبوب ﷺ کی محبت کا دم بھرتے ہیں۔ حضور ﷺ کی غلامی کے رشتہ پر ناز کرتے ہیں تو ہمارا یہ فرض اولین ہے کہ ہم سب راعی اور رعایا حضور ﷺ کے اس یوم میلاد کو اس عزم کے ساتھ منائیں کہ ہم دین حق کی جو شمع اس سہانی گھڑی فروزاں کی گئی تھی اس سے اپنی تاریک دنیا کو بھی منور کریں گے۔ ظلم جہالت. گمراہی کا اندھیرا جہاں جہاں خیمہ زن ہے اس کا قلع قمع کر دیں گے آج کی مادیت گزیدہ انسانیت کو اسلام کے تریاق کی اشد ضرورت ہے لیکن یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک پاکستان اسلامی تعلیمات سے بہرہ ور ہو کر اخلاقی بلندی. روحانی بالیدگی اور معاشی خوش حالی کا مرقع زیبا نہ بن جائے۔

ایک نازیبا رجحان

چند سال سے عید میلاد منانے کے لئے جو جلوس نکالے جاتے ہیں ان میں رفتہ رفتہ وہ تقدس وہ احترام ناپید ہوتا جا رہا ہے اور سوقیانہ حرکتوں میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے میلاد کے جلوسوں میں بھنگڑا اور لڈی، فلمی گانے، مردوں اور عورتوں کا اختلاط۔ یہ چیزیں قطعاً اسلام گوارا نہیں کر سکتا۔ اسی طرح ہم اللہ تعالیٰ کے غضب کو اور اس کے محبوب کریم ﷺ کی ناراضگی کو مول لینے کا سامان بہم پہنچا رہے ہیں۔ اہل حل وعقد اور ارباب اثر ونفوذ کا فرض اولین ہے کہ اس تقریب کے تقدس کو ہرگز ہرگز آلودہ نہ ہونے دیں اور بدتمیزی کی اٹھتی ہوئی ان موجوں کو اسی وقت ختم کر دیں۔

۱۲ ربیع الاول! ایک تحقیق، ایک جائزہ

محمد سلیم الٰہی طالب النوری

انہیں یہ ضد کہ تیرا نام ہی نہ لے کوئی ہمیں جنوں کہ تیرا ذکر صبح و شام کریں

آج کی صبح وہ تاریخ ہے جس کے انتظار میں پیر کہن سال دہر نے کروڑوں برس صرف کر دیئے۔ سیارگان فلک اسی دن کے شوق میں ازل سے چشم براہ تھے۔ چرخ کہن مدتہائے دراز سے اسی صبح جاں نواز کے لئے لیل و نہار کی کروٹیں بدل رہا تھا۔ کارکنان قضا و قدر کی بزم آرایاں عناصر کی جدت طرازیاں، ماہ و خورشید کی فروغ انگیزیاں، ابر و باد کی تر دستیاں، عالم قدس کے انفاس پاک توحید ابراہیم علیہ السلام، جمال یوسف علیہ السلام، معجز طرازی موسیٰ علیہ السلام، جاں نوازی مسیح علیہ السلام سب اسی لئے تھے کہ یہ متاع ہائے گراں قدر شہنشاہِ کونین ﷺ کے دربار میں کام آئیں گے۔ (ظہور قدسی)

بارہ ربیع الاول ایسا مبارک دن ہے جس کی صبح کو دعائے خلیل، نوید مسیحا مجسم بن کر ظاہر ہوئی۔ جس کے عالم وجود میں آتے ہی کفر و ضلالت کی ظلمتیں کافور ہو گئیں اور کائنات کا کونہ کونہ بقعہ نور بن گیا۔ فرزندان عالم نور مجسم رحمۃ اللعالمین، شفیع المذنبین، احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ کے حضور ہدیہ عقیدت اور تحفہ صلوٰۃ و سلام پیش کر کے سعادت دارین حاصل کرتے ہیں۔ شمع رسالت کے پروانے سردار دو جہاں، باعث کون و مکاں، محسن کائنات کی صورت و سیرت، فضائل و کمالات خصائص و محامد کے بیان اور حمد و نعت کے پُر کیف نغموں سے اپنے قلوب کو منور کرتے ہیں اور محسن کائنات کے احسانات اور خالق کائنات کے انعامات کا شکریہ بجا لاتے ہیں۔

لیکن بعض بدنصیب ایسے بھی ہیں جو نہ صرف اس سعادت عظمیٰ سے خود محروم ہیں بلکہ دوسروں کو بھی محروم کرنے کی ہر ممکن کوشش کرتے رہتے ہیں چنانچہ ہر سال وہ اس ماہ مبارک میں پمفلٹ چھپوا کر ہزار ہا کی تعداد میں مفت تقسیم کرتے ہوئے اپنی بدبختی پر مہر تصدیق ثبت کراتے ہیں۔

اپنے محرومی کے احساس سے شرمندہ ہیں خود نہیں رکھتے تو اوروں کے بجھاتے ہیں چراغ

کبھی کہتے ہیں حضور ﷺ کی ولادت کا دن منانا بدعت ہے۔ شرک ہے اور نہ جانے کیا کیا طوفان بدتمیزی برپا کرتے ہیں۔ عقل کے اندھے اور علم سے عاری یہ خیال ہی نہیں کرتے کہ جب تک سوادِ اعظم اہل سنت و جماعت کے علماء و مشائخ اس سرزمین پر موجود ہیں ہماری یہ مکروہ چالیں کسی طرح بھی کامیاب نہیں ہو سکتیں۔

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہیں پھینکتے دیوار آہنی پر حماقت تو دیکھئے

ایک عرصہ سے عید میلاد النبی ﷺ کا مبارک دن منانے پر کفر و شرک اور بدعت کے فتوے لگائے جاتے تھے۔ لیکن جب بال کی کھال اتارنے میں کامیاب نہ ہوئے تو چند ریاضی دانوں کی تحقیق کا سہارا لے کر عالم اسلام کی مسلمہ حقیقت کی مخالفت میں آسمان سر پر اٹھا لیا کہ حضرت محمد ﷺ کا یوم ولادت ۸ یا ۹ ربیع الاول ہے اور ۱۲ ربیع الاول کو ولادت باسعادت کا دن تسلیم کرنا غلط فہمی ہے آج کل زیادہ تر اسی نظریے پر زور دے رہے ہیں۔

حالانکہ محدثین و مفسرین میں سے کسی نے ۹ ربیع الاول کی تاریخ نہیں لکھی نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین سے کوئی ایسا قول مروی ہے۔ برصغیر کے بعض سیرت نگاروں نے جن میں علامہ شبلی نعمانی. مولانا محمد سلیمان منصور پوری اور مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی پیش پیش تھے نے سرکار دو عالم ﷺ کی ولادت کی تاریخ ۹ ربیع الاول لکھی اور اب اس کو سند بنا کر ۱۲ ربیع الاول کی بجائے ۹ ربیع الاول کو یوم ولادت قرار دیا جاتا ہے۔

علامہ شبلی کے ہم عصر اور متاخرین میں سے قاضی سلیمان منصور پوری نے "رحمۃ اللعالمین" میں ابو الکلام آزاد نے "رسول رحمت" میں مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی نے "قصص القرآن" میں غلام احمد پرویز نے "معراج انسانیت" میں، شاہ معین الدین احمد ندوی نے "تاریخ اسلام" میں. ڈاکٹر اسرار احمد نے "رسولِ کامل" میں اور عبدالکریم ثمر نے "رسول کائنات" میں ۹ ربیع الاول ہی تاریخ ولادت لکھی ہے۔ مولانا شبلی نعمانی نے "سیرت النبی" میں لکھا: "تاریخ ولادت کے متعلق مصر کے مشہور ہیئت دان عالم محمود پاشا فلکی نے ایک رسالہ لکھا ہے جس میں انہوں نے دلائل ریاضی سے ثابت کر دیا ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت ۹ ربیع الاول روز دوشنبہ مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء ہوئی۔"

قارئین اب ذرا محمود پاشا فلکی کی تحقیق پر مؤرخین وعلماء کی رائے ملاحظہ ہو:

مولانا مفتی محمد شفیع رقم طراز ہیں کہ محمود پاشا فلکی مصری نے نویں تاریخ کو بذریعہ حسابات اختیار کیا ہے۔ یہ جمہور کے خلاف بے سند قول ہے اور حسابات پر بوجہ اختلاف مطالع ایسا اعتماد نہیں ہو سکتا کہ جمہور کی مخالفت اس بناء پر کی جائے۔

برصغیر پاک وہند کے بعض سیرت نگاروں نے محمود پاشا فلکی کے ہی حوالے سے لکھا ہے کہ ۱۲ ربیع الاول کو پیر کا دن نہیں تھا۔ بلکہ پیر کا دن ۹ ربیع الاول کو بنتا ہے۔ لہٰذا ۹ تاریخ صحیح ہے۔ لیکن دلچسپ صورت یہ ہے کہ ان لوگوں کو محمود پاشا فلکی کے اصل وطن کا بھی علم نہیں اور نہ ہی اس کی کتاب کا نام کسی کو معلوم ہے۔ علامہ شبلی اور قاضی سلیمان نے محمود پاشا کو مصر کا باشندہ لکھا ہے۔ مفتی محمد شفیع اسے مکی لکھتے ہیں، حفظ الرحمن سیوہاروی اسے قسطنطنیہ کا ہیئت دان اور منجم بتاتے ہیں۔

سید محمد سلطان شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ مجھے بڑی کوشش کے باوجود محمود پاشا فلکی کی کتاب یا رسالہ نہیں مل سکا۔ البتہ معلوم ہوا ہے کہ پاشا فلکی کا اصلی مقالہ فرانسیسی زبان میں تھا جس کا ترجمہ سب سے پہلے احمد زکی آفندی نے "نتائج الافہام" کے نام سے عربی میں کیا۔ اس کو مولوی محی الدین خان جج ہائی کورٹ حیدرآباد نے اردو کا جامعہ پہنایا اور ۱۸۹۸ء میں نول کشور پریس نے شائع کیا لیکن اب یہ ترجمہ نہیں ملتا۔

محمود پاشا فلکی نے اگر علم فلکیات کی مدد سے تحقیقات کی بھی ہیں تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تابعین اور دیگر قدماء کی روایات کو جھٹلانے کے لئے ان پر انحصار کرنا کسی بھی طرح مناسب نہیں کیونکہ تمام سائنسی علوم کی طرح فلکیات کی کوئی بات قطعی نہیں ہوتی۔ سائنسی علوم میں آج جس بات کو درست تسلیم کیا جاتا ہے کل وہ بات غلط ثابت ہو سکتی ہے۔ ایک زمانے کے سائنس دان جس مسئلے پر متفق ہوتے ہیں۔ مستقبل والے اس کی نفی کر دیتے ہیں۔

ماہر تقویم ضیاء الدین لاہوری نے لکھا ہے۔ "قابل اعتماد ذرائع کی موجودگی میں گزشتہ تاریخوں کا تعین بھی وثوق کے ساتھ نہیں کیا جا سکتا۔" (جوہر تقویم صفحہ ۲۲)

آکسفورڈ یونیورسٹی کے پروفیسر مارگولیتھ لکھتے ہیں:

It is not however possible to make pre-Islamic Calender.

یعنی جاہلی تقویم کا بنانا بہر حال ناممکن ہے۔ (نقوش رسول نمبر صفحہ ۷۶-۲)

محمود پاشا فلکی سے قبل بھی کچھ لوگوں نے نجوم کے حساب سے یوم ولادت معلوم کرنے کی کوشش کی۔

علامہ قسطلانی لکھتے ہیں کہ اہل زائج کا اس قول پر اجماع ہے کہ ۸ ربیع الاول کو پیر کا دن تھا۔ اس سے نتیجہ نکلتا ہے کہ جو شخص بھی علم نجوم اور ریاضی کے ذریعے حساب لگا کر تاریخ نکالے گا مختلف ہو گی۔ پس ہمیں قدیم سیرت نگاروں، محدثین، مفسرین، تابعین اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بات ماننا پڑے گی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین کو دوزخ سے برأت کی نوید سنا دی گئی ہے جس کا مطلب ہے وہ جنتی ہیں اور اہل جنت کو چھوڑ کر نجومیوں کی باتوں پر یقین کرنا کسی طرح بھی مناسب نہیں۔

مشکوٰۃ شریف کے باب الکہانت صفحہ ۳۹۳ پر لکھا ہے "پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا جو کوئی خبریں بتانے والے کے پاس جائے اور پھر پوچھے کچھ اس سے تو نہیں قبول ہوتی نماز اس کی چالیس دن تک۔"

خبریں بتانے والے سے اسماعیل دہلوی نے نجومی، رمال، جفار فال دیکھنے والا، نامہ نکالنے والا اور کشف اور استخارہ کا دعویٰ کرنے والا مراد لیا ہے۔ (تقویۃ الایمان صفحہ ۸۲ سطر نمبر (۱۷-۱۶)

ہٹ چھوڑیئے بس اب سر انصاف آیئے　　انکار ہی رہے گا میری جان کب تلک

ان ناعاقبت اندیشوں اور بد مذہبوں کو حضور علیہ السلام کی ولادت پاک ۱۲ ربیع الاول ہونا گوارا نہیں مگر اسماعیل دہلوی کی تاریخ پیدائش ۱۲ ربیع الاول ہونا تسلیم کر لیا ہے۔

(تقویۃ الایمان صفحہ ۷)

ہر شخص محبت میں الٹا نظر آتا ہے　　مجنوں نظر آتی ہے لیلیٰ نظر آتا ہے

یہ انہیں کے منہ پر طمانچہ ہے۔

اے چشم شعلہ بار ذرا دیکھ تو سہی　　یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

حقیقت بھی یہی ہے کہ یہ ناکامیوں اور مایوسیوں کے بے تاج شہنشاہ اور نامرادی کے علمبردار، انگریز کے چیلے، اندرا کے پیروکار، سرکار دو عالم ﷺ سے محبت نہیں رکھتے بلکہ یہ اسماعیل دہلوی، سید احمد بریلوی، اشرف علی تھانوی، صدیق حسن بھوپالی، ثناء

اللہ امرتسری، داؤد غزنوی، ابو یزید بٹ لاہوری سے محبت رکھتے ہیں۔ بقول اکبر الٰہ آبادی ان کی تعریف ملاحظہ ہو۔

یہ کانگریسی ملا میں تم کو بتاؤں کیا ہیں گاندھی کی پالیسی کے عربی میں ترجمہ ہیں

یہ ان کے ایسے بزرگ ہیں جو کسی نہ کسی طرح حضور پرنور شافع یوم النشور ﷺ کی شان پاک میں گستاخی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ جن کا تذکرہ بد لکھتے ہوئے قلم کے قدم رک رک جاتے ہیں اور سینۂ قرطاس سے چیخیں بلند ہوتی ہیں جنہیں انسان کہتے ہوئے انسانیت کی پیشانی عرق آلود ہو جاتی ہے۔

رنگت ہے نزاکت ہے لطافت ہے مگر حیف اک بوئے وفا یہ گل رعنا نہیں رکھتے

"مشت نمونہ از خروارے" کے طور پر ایک جھلک ملاحظہ ہو۔

ارے صاحب! ان بزرگوں کا کیا کہنا۔ وہ اللہ والے تھے ان کا مرتبہ تو اس سے بھی بلند ہے جتنا کہ ہم اور آپ سمجھ رہے ہیں۔ مولانا گنگوہی قطب عالم اور مربی خلائق تھے، مولانا نوتوی تو انسانی روپ میں فرشتہ تھے اور کیا کہنا ہمارے حکیم الامت کا تو، وہ تو اپنے دور کے پیغمبر اور رسول تھے اور کچھ نہ پوچھئے مولانا ٹانڈوی کے متعلق، اللہ تعالیٰ اپنی کبریائی پر پردہ ڈال کر اتر آیا تھا۔ حالانکہ حال یہ ہے:

رات شیطان کو خواب میں دیکھا ساری صورت جناب کی سی تھی

(بحوالہ "خون کے آنسو" صفحہ ۲۸۳ از علامہ مشتاق نظامی)

شر پسندوں اور انگریز کے نمک خور، منافقت کے مریضوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا کہ کسی نہ کسی طریقے سے سرکار دو عالم ﷺ کے یوم ولادت ۱۲ ربیع الاول کا تصور اہل سنت کے دلوں سے ہی نکال دیا جائے۔ لیکن مرض شرک و بدعت سے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر وہ اس دنیا سے ہی اسفل السافلین کی منزل پا چکے ہیں۔

کچھ نہ صیاد کا شکوہ نہ گلچیں کا گلہ اپنے ہاتھوں سے جلایا ہے نشیمن اپنا

دسمبر میں کرسمس ڈے (ولادت مسیح علیہ السلام) کے موقع پر سعودی حکومت کی جانب سے امریکہ کو مبارکباد کے پیغامات بھیجے جاتے ہیں اور ربیع الاول کے مبارک مہینے کی آمد پر پاکستان میں شرک و بدعت کے فتوے بھیجے جاتے ہیں چہ جائیکہ مبارکباد کے پیغامات۔

آگے آپ خود اندازہ لگالیں کہ انڈے کہاں ہے اور کڑ کڑ کہاں۔

گل پھینکتے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی اے خانہ بر اندازِ چمن کچھ تو ادھر بھی

راقم السطور اکابرِ اسلام، بزرگانِ دین، علماء ملت اسلامیہ، مورخین و صحافی حضرات کی کتب سے ایسے حوالے درج کرتا ہے جن سے ان بدنصیبوں کی تحقیقات کا بھرم کھل جاتا ہے۔

بھاگو گے پھینک پھینک کے تیغیں لڑائی سے لو مرد ہو تو اب نہ سرکنا لڑائی سے

سب سے پہلے محدثین اور بزرگانِ دین کی کتب کے حوالے درج کئے جاتے ہیں اور ساتھ ہی ہر ایک کی تصنیف منیف کا نام بھی اور صفحہ تک درج کیا جاتا ہے۔ ممکن ہے کہ معاندین کی تسلی ہو۔ ان کے ساتھ ہی درسی وغیر درسی، نصابی، مذہبی، سیاسی اور اصلاحی کتب کے حوالہ جات اور اصل عبارات پیش خدمت ہیں۔

ادھر آؤ پیارے ہنر آزمائیں تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

۱۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے۔

حضور خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت کے بارے میں حافظ ابو بکر بن ابی شیبہ نے صحیح اسناد کے ساتھ روایت فرمایا "عفان سے روایت ہے کہ وہ سعید بن مینا سے روایت کرتے ہیں کہ جابر رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کی ولادت عام الفیل میں سوموار کے دن بارہویں ربیع الاول کو ہوئی۔

اس حدیث کے راوی ابو بکر بن محمد بن شیبہ کے بارے میں ابو زرعہ (المتوفی ۲۶۴ھ) فرماتے ہیں میں نے ابو بکر بن ابی شیبہ سے بڑھ کر حافظ حدیث نہیں دیکھا۔

محدث ابن حبان فرماتے ہیں۔ ابو بکر عظیم حافظ حدیث تھے۔ آپ کا شمار ان لوگوں میں ہوتا ہے جنہوں نے حدیثیں لکھیں۔ ان کی جمع و تدوین میں حصہ لیا اور حدیث کے بارے میں کتب تصنیف فرمائیں۔ آپ نے ۲۳۵ھ میں وفات پائی۔

ابن ابی شیبہ نے عفان سے روایت کیا ہے جن کے بارے میں محدثین نے فرمایا کہ عفان ایک بلند پایہ امام، ثقہ اور صاحب ضبط و اتقاق ہیں اور سعید بن مینا کا شمار بھی ثقہ راویوں میں ہوتا ہے پھر یہ صحیح الاسناد روایت جلیل القدر صحابہ کرام حضرت جابر بن عبداللہ اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہے۔

پس اس قول کی موجودگی میں کسی مورخ یا ماہر فلکیات کا یہ کہنا کہ ۱۲ ربیع الاول تاریخ ولادت نہیں، بالکل غلط ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ حضور پاک ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے۔ انہوں نے یہ روایت ہاشمی خاندان کے بزرگوں یا سن رسیدہ خواتین سے سنی ہو گی۔ حضور نبی کریم ﷺ کے خاندان سے زیادہ کس کو آپ کی ولادت کا علم ہو سکتا ہے۔ پس حضور اکرم ﷺ کا یوم ولادت ۱۲ ربیع الاول ہے۔

۲۔ ہمارے آقا اور ہمارے نبی رسول اللہ ﷺ سوموار کے روز ۱۲ ربیع الاول شریف کو عام الفیل میں پیدا ہوئے۔

(عیون الاثر صفحہ ۲۶ جلد اول) از امام الحافظ ابو الفتح محمد بن الناس اسحاق بن الناس شافعی الاندلسی)

۳۔ مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی، قدس سرہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ وہ تفسیر، حدیث فقہ، لغت کے عالم ہونے کے علاوہ ہندسہ، علم جفر اور علم نجوم کے ماہر تھے۔ حضور سید المرسلین، رحمۃ للعالمین ﷺ کی ولادت اور وصال کے بارے میں اختلاف پر ۱۴ صفحات کا رسالہ تحریر فرمایا۔ اس میں سال، ماہ اور تاریخ پر مفصل بحث کی ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ تحریر فرماتے ہیں۔

"(ولادت کے متعلق) سات قول ہیں مگر اشہر واکثر و ماخوذ و معتبر بارہویں ہے۔ مکہ معظمہ میں ہمیشہ اسی تاریخ کو مکان مولد اقدس کی زیارت کرتے ہیں۔ شرح مواہب لدنیہ میں امام ابن کثیر سے مروی ہے۔ ھوا المشھور عند الجمھور۔ اسی میں عمل ہے۔

(نطق الہلال بارخ ولادۃ الحبیب والوصال صفحہ ۴ ۱۳۱۴ھ)

۴۔ صدر الافاضل مولانا نعیم الدین مراد آبادی رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی ۱۳۶۷ء) رقم طراز ہیں۔ ۱۲ ربیع الاول کو صبح صادق کے وقت مکہ مکرمہ میں آپ کی ولادت ہوئی۔

(تبرکات صدر الافاضل صفحہ ۱۹۹ مرتبہ معین الدین سواد اعظم لاہور۔)

۵۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رقم طراز ہیں۔" جس سال واقعہ اصحاب فیل پیش آیا۔ اسی سال ماہ ربیع الاول میں دوشنبہ کے دن آنحضرت ﷺ کی ولادت ہوئی۔ جمہور کے نزدیک یہی قول ہے۔ البتہ تاریخ ولادت کی تعیین میں اختلاف ہے۔ بعض نے دوسری، بعض نے تیسری اور بعض نے بارہویں تاریخ بیان کی ہے۔ (سرور المحزون ترجمہ نور العیون صفحہ ۳۔ ۱۸۹۱ء، مطبع محمدی لاہور)

۶۔ احمد بن محمد بن ابی بکر بن عبد الملک بن احمد القسطلانی "القیبتی ، المصری الشافعی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے: "مشہور قول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیر کے دن بارہویں ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ اس قول پر اہل مکہ کا عمل ہے کہ وہ لوگ اس وقت مولد النبی ﷺ کی زیارت کرتے ہیں۔" (سیرت محمدیہ ترجمہ مواہب لدنیہ صفحہ ۶۹)

۷۔ شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں۔ "بعض علماء نے اس قول پر دعویٰ کیا ہے کہ ربیع الاول کی بارہ تاریخ تھی۔ یہی قول اشہر و اکثر ہے۔ اہل مکہ کا جائے ولادت شریفہ زیارت اور مولود پڑھنے میں اور جو کچھ بھی اس کے آداب و اوضاع میں ادا کرتے ہیں۔ اسی قول یعنی بارہویں رات اور پیر کے دن پر عمل ہے۔" (مدارج النبوت صفحہ ۲۴ مترجم اشرف نقشبندی)

۸۔ علامہ ابو الحسن علی بن محمد الماوردی جو علم سیاست اسلامیہ کے ماہرین میں سے ہیں اور جن کی کتاب "الاحکام السلطانیہ" آج بھی سیاست کے طلبہ کے لئے بہترین ماخذ ہے۔ اپنی کتاب میں ارشاد فرماتے ہیں۔

لانہ ولد بعد خمسین یوما من الفیل و بعد موت ابیہ فی یوم الاثنین الثانی عشر۔ (اعلام النبوۃ صفحہ ۱۹۲)

واقعہ اصحاب فیل کے پچاس روز بعد آپ کے والد کے انتقال کے بعد حضور علیہ السلام بروز سوموار ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔

۹. The Apostale was born on monday, 12th Rabi-ul-Awwal in the year of Elephant.

پیغمبر خدا ﷺ عام الفیل میں ۱۲ ربیع الاول کو پیر کے دن پیدا ہوئے۔

Ishaqs sirat Rasul Allah (P-69) Oxford University London)

امام المغازی محمد بن اسحاق نے سب سے پہلے سیرت کی کتاب لکھی۔ ابن اسحاق امام زہری کے شاگرد تھے۔ ان کا انتقال ۱۵۰ھ یا ۱۵۱ھ میں ہوا۔ ان کی کتاب المغازی پہلے ناپید تھی مگر ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اس کی تحقیق اور نور الٰہی ایڈووکیٹ نے اس کا اردو ترجمہ کیا جو جنوری ۱۹۸۵ء میں "نقوش" کے "رسول نمبر" کی جلد یازدہم میں شائع ہوا۔ سیرت ابن اسحاق کی تحقیق لندن یونیورسٹی کے عربی پروفیسر A-Guillaume نے اس کا انگریزی

ترجمہ کیا جو ۱۹۵۵ء میں آکسفورڈ یونیورسٹی نے شائع کیا۔ اوپر بالا انگریزی جملہ اسی کتاب سے ماخذ ہے۔

۱۰۔ نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت باسعادت ۱۲ ربیع الاول شریف کو ہے عند المحدثین صحیح قول یہی ہے۔ عبارت ملاحظہ فرمائیں۔ قال ابن اسحاق ولد رسول اللہ ﷺ یوم الاثنین لاثنتی عشرۃ لیلتہ خلت من شھر ربیع الاول عام الفیل۔

(سیرت ابن ہشام عربی صفحہ ۱۶۷ جلد اول)

۱۱۔ الحافظ ابی عبداللہ الحاکم نیشاپوری کا فیصلہ دیکھئے۔ محمد بن اسحاق نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ کی ولادت پیر کے دن ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی۔ (المستدرک علی الصحیحین صفحہ ۶۰۳ جلد دوم طبع بیروت)

۱۲۔ عاشق رسول علامہ یوسف نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "نبی پاک ﷺ کی ولادت با سعادت پیر کے دن ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی۔ اصل عبارت اس طرح ہے۔ الجمھور انہ صلی اللہ علیہ وسلم ولد یوم الاثنین ثانی عشرۃ ربیع الاول و ھو قول ابن اسحاق۔ (حجۃ اللہ علی العالمین صفحہ ۲۳۱)

۱۳۔ علامہ حسن مومن شبلنجی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ولد صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ عند طلوع الفجر یوم الثنین لا ثنتی عشرۃ لیلتہ مضت من شھر ربیع الاول۔ یعنی نبی اکرم ﷺ مکہ میں طلوع فجر کے وقت ۱۲ ربیع الاول کو پیر کے دن پیدا ہوئے۔ (نور الابصار عربی صفحہ ۱۳ برحاشیہ اسعاف الراغبین صفحہ ۹)

۱۴۔ مولانا معین الدین کاشفی الہروی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مشہور ہے کہ ربیع الاول کے مہینے میں آنحضرت ﷺ تشریف لائے۔ اور اکثر کہتے ہیں کہ ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ تھی۔ (ترجمہ معارج النبوت فارسی باب سوم صفحہ ۳۷)

۱۵۔ علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمۃ کا فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔ رسول اللہ ﷺ پیر کے دن ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ (سیرت محمدیہ ترجمہ مواہب لدنیہ صفحہ ۱۵۳ جلد اول)

۱۶۔ حضرت محدث سہیلی رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ۔ محمد بن اسحاق مطلبی نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ پیر کے دن ۱۲ ربیع الاول کو عام الفیل میں پیدا ہوئے۔

(سیرت ابن ہشام برحاشیہ الروض الانف صفحہ ۱۰۷ جلد اول)

۱۷۔ شاہ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں "تاریخ ولادت بارہویں ہے اور یہی قول مشہور ہے۔ اسی پر اہل مکہ کا عمل ہے کہ وہ اس تاریخ کو حضور اکرم ﷺ کی جائے ولادت کی زیارت کرتے ہیں۔ طیبی نے کہا کہ سب کا اس پر اتفاق ہے کہ آپ ۱۲ ربیع الاول کو پیر کے دن پیدا ہوئے۔ (ترجمہ ما ثبت بالسنۃ عربی صفحہ ۵۷ سطر نمبر ۲۰-۲۱-۲۲)

۱۸۔ محدث ابن جوزی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ آپ ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ یہ قول زیادہ صحیح ہے۔ (عید میلاد النبی صفحہ ۵۰)

۱۹۔ حضرت محمد بن الحسن علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں۔ تاریخ ولادت میں اختلاف پایا جاتا ہے لیکن مشہور اور صحیح قول یہ ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بارہ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔

(تاریخ الخمیس صفحہ ۱۹۶ طبع بیروت)

۲۰۔ علامہ ابن حجر ہیتمی شافعی مکی علیہ الرحمۃ کا عقیدہ یہ ہے۔ وکان مولدہ لیلۃ الاثنین لاثنتی عشرۃ لیلۃ خلت شہر ربیع الاول۔ یعنی نبی پاک ﷺ کی ولادت پاک ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی۔ (النعمۃ الکبریٰ صفحہ ۲۰)

۲۱۔ علامہ امام محمد بن عبدالباقی المالکی الزرقانی فرماتے ہیں۔ جمہور کے نزدیک صحیح تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول ہے اور یہی مشہور ہے۔ (زرقانی علی المواہب صفحہ ۱۳۲ جلد اول)

۲۲۔ مولوی اعزاز علی دیوبندی لکھتا ہے۔ ولد صلی اللہ علیہ بمکۃ عام الفیل یوم الاثنین لاثنتی عشرۃ خلت من شہر ربیع الاول علی الاصح من الاقوال۔

(نفحۃ العرب صفحہ ۱۴۱، سیرت الانبیاء صفحہ ۴۹۰ مولف ابن خلدون تاریخ حبیب اللہ صفحہ ۱۳)

۲۳۔ نواب صدیق خان بھوپالی لکھتا ہے کہ ولادت شریف مکہ مکرمہ میں وقت طلوع فجر کے روز دوشنبہ دوازدہم ربیع الاول (۱۲ ربیع الاول) عام الفیل کو ہوئی۔ جمہور علماء کا یہی قول ہے۔ ابن الجوزی نے اس پر اتفاق کیا ہے۔ (الشمامۃ العنبریہ صفحہ ۷)

۲۴۔ عین ولادت باسعادت کے دن بارہ ربیع الاول شریف کو بھی محفل میلاد کا انعقاد صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی سنت ہے۔

(رسالہ "محمد نور" صفحہ ۵۶ از علامہ محمد منشا تابش قصوری صاحب صدر سنی علماء کونسل مدارس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)

۲۵۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین، [illegible]

الاول کو حضور ﷺ کا یوم ولادت قرار دیا ہے اور قدیم دور سے بارہ ربیع الاول کو عید میلاد النبی منائی جاتی ہے۔(ضیائے حرم عید میلاد النبی نمبر صفحہ ۱۸۴(۱۴۱۰ھ)

۲۶۔ جناب ابو الاعلیٰ مودودی رقم طراز ہیں۔ربیع الاول کی کونسی تاریخ تھی؟اس میں اختلاف ہے۔لیکن ابن شیبہ نے حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کا قول نقل کیا ہے کہ آپ ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔اس کی تصریح محمد بن اسحاق نے کی ہے اور جمہور اہل علم میں یہی تاریخ مشہور ہے۔(سیرت سرور عالم از ابو الاعلیٰ مودودی صفحہ ۹۴-۹۳)

۲۷۔ سرسید احمد خان بانی علی گڑھ یونیورسٹی نے "خطبات الاحمدیہ علی العرب والسیرۃ المحمدیہ" میں لکھا ہے۔

Orisental Historion are for the most past, of opinion that the date of birth Muhammad was 1 2th fifty five days after the attack Rabi)I(in the year of Elephant of Abraha.

جمہور مورخین کی رائے ہے کہ آنحضرت ﷺ بارہویں ربیع الاول کو عام الفیل کے پہلے برس یعنی ابرحہ کی چڑھائی کے پچپن روز بعد پیدا ہوئے۔

(خطبات الاحمدیہ علی العرب والسیرۃ المحمدیہ صفحہ ۱۲)

۲۸۔ حضور اکرم ﷺ کی ولادت موسم بہار میں دوشنبہ (پیر) کے روز بارہ ربیع الاول ہے۔(حیات رسول مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور صفحہ ۹۲)

۲۹۔ رسول اللہ ﷺ کا سن پیدائش ۱۲ ربیع الاول بروز پیر (۲۰ اپریل ۵۷۱ء) ہے۔

(۱۰۰۱ سوال و جواب صفحہ ۱۲۸ ماجد علی سید فیروز سنز لاہور)

۳۰۔ حضرت محمد ﷺ بیس اپریل ۵۷۱ء کو عرب کے ایک شہر مکہ میں پیدا ہوئے۔ یہ ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ تھی اور پیر کا دن تھا۔

(محمد رسول اللہ صفحہ ۵ نیشنل بک فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۷۵ء)

۳۱۔ جس دن ابرحا نے ہاتھیوں کے لشکر سے کعبہ پر چڑھائی کی۔اس کے بادن یا پچپن روز کے بعد ۱۲ ربیع الاول مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کو حضور ﷺ کی ولادت ہوئی۔

(دین مصطفیٰ صفحہ ۸۴ سطر نمبر ۱۶ از علامہ سید محمود احمد رضوی)

۳۲۔ صبح صادق کا سہانا وقت تھا اور پیر کا مبارک دن تھا۔ ربیع الاول کی ۹ یا ۱۲ تاریخ، اپریل کا مہینہ سن عیسوی ۵۷۱ء تھا۔ نور مجسم، محسن اعظم، پیکر عظمت، سراپا شرافت ﷺ نے اپنے وجود مسعود سے دنیائے کائنات کو مشرف فرمایا۔

(محبوب کے حسن و جمال کا منظر صفحہ ۱۱۱ از خواجہ محمد اسلام)

نوٹ: مصنف کے نزدیک اگر ۹ تاریخ ہی معتبر ہوتی تو اسے بارہ ربیع الاول لکھنے کی ضرورت محسوس نہ ہوتی۔

۳۳۔ مشہور یہی ہے کہ واقعہ اصحاب فیل سے پچپن دن کے بعد بارہ ربیع الاول مطابق بیس اپریل ۵۷۱ء ولادت باسعادت کی تاریخ ہے۔ اہل مکہ کا اس پر عمل درآمد ہے کہ وہ لوگ بارھویں ربیع الاول کو کاشانہ نبوت کی زیارت کرنے کے لئے جاتے ہیں اور وہاں میلاد کی محفلیں منعقد کرتے ہیں۔ (سیرت مصطفی از علامہ عبدالمصطفی اعظمی صفحہ ۵۹)

۳۴۔ مورخین نے جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول ۴۰ ھ یا ۴۸ نوشیرواں بمطابق ۸۸۲ء سکندری واقعہ عام الفیل تحریر کی ہے۔

(ہمارے پیغمبر از احمد مصطفی صدیقی راہی صفحہ ۲۱۹ سطر نمبر ۱۴)

۳۵۔ یہ ماہ پاک، ربیع الاول شریف کا پیارا پیارا مہینہ ہے اس کی بارہ تاریخ کو حبیب کبریا، امام الانبیاء بے کسوں کے کس، بے بسوں کے بس، بے سہاروں کے سہارے، بے چاروں کے چارے، غریبوں کے حامی، یتیموں کے والی، شفیع المذنبین، رحمۃ اللعالمین، تاجدار عرب و عجم، فخر بنی آدم، احمد مجتبیٰ محمد مصطفی ﷺ کی جلوہ گری ہوئی۔

(الخطیب صفحہ ۱۲۱ سطر نمبر ۱۶ قاری محمد الدین نعیمی فیصل آباد)

۳۶۔ حضرت عبداللہ کی وفات کے چھ ماہ بعد حضور اکرم ﷺ نو، دس، یا بارہ ربیع الاول (۲۰ اپریل ۵۷۱ء) کو مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ (حیات قدسیہ صفحہ ۱۵)

۳۷۔ جس دن ہمارے رسول پاک دنیا میں تشریف لائے یہ اپریل ۵۷۱ء کی بیس تاریخ اور ربیع الاول کے مہینے کی ۱۲ تاریخ تھی اور پیر کا دن تھا۔

(ہمارے رسول پاک ﷺ صفحہ ۴۳ از طالب الہاشمی)

۳۸۔ رسول اللہ ﷺ کی والدہ مکرمہ [illegible]

دردِ حمل کے ہر دکھ اور الم سے دور رہیں اور دل کو اک طرح کا سرور سا رہا۔ سال مولود کے ماہ سوم کی دس اور دو ہے۔(ہادی عالم صفحہ ۴۳ سطر نمبر ۱۱ از محمد ولی زاری)

۳۹۔ آج ربیع الاول کی بارہ تاریخ ہے۔ یہ ایک مقدس اور مبارک دن ہے۔ آج کے روز سید الانبیاء جناب احمد مجتبیٰ حضرت محمد مصطفی ﷺ اس گلشن ہستی میں جلوہ گر ہوئے۔

(رسائل کاظمی صفحہ ۱۲ از سید ارشد سعید کاظمی)

۴۰۔ محدثین اور مورخین کا اس بات پر قریب قریب اتفاق ہے کہ اصحاب فیل کا واقعہ محرم میں پیش آیا اور رسول اللہ ﷺ کی پیدائش ربیع الاول میں ہوئی۔ آپ ۱۲ ربیع الاول پیر کے روز بیس اپریل ۵۷۱ء کی مبارک صبح اس دنیا میں تشریف لائے۔

(کتاب شان محمد صفحہ ۲۴۴ از میاں عابد احمد)

۴۱۔ ذکر ولادت نبی ﷺ اعلیٰ درجہ کا مستحب ہے۔(عقائد علماء دیوبند حسام الحرمین صفحہ ۲۴۶)

اگرچہ اس جملے میں ۱۲ ربیع الاول کا ذکر نہیں ہے۔"از حرس موئے بس است" کے تحت ذکر ولادت کا ثبوت ہی کافی ہے۔ بھاگتے چور کی لنگوٹی ہی سہی۔

۴۲۔ مولوی صادق سیالکوٹی سید الکونین میں لکھتا ہے۔"بہار کے موسم ۱۲ ربیع الاول شریف ۲۲ اپریل ۵۷۱ء سوموار کے روز، نور کے تڑکے، حافظ ناموس آدم، مشہور روایت حضور علیہ السلام کی پیدائش کی تو ۱۲ ربیع الاول ہے۔(سید الکونین صفحہ ۶۰)

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

۴۳۔ مولوی احمد علی لاہوری لکھتے ہیں۔ احمد مجتبیٰ محمد مصطفی رحمۃ للعالمین ﷺ ۱۲ ربیع الاول بیس اپریل ۵۷۱ء پیر کے دن عرب دیس کے شہر مکہ میں پیدا ہوتے۔

(ہفت روزہ خدام الدین صفحہ ۱۸، ۷ مارچ ۱۹۷۷ء)

۴۴۔ مولوی عبدالستار وہابی کا اعتراف:

بارھویں ماہ ربیع الاول رات سوار نورانی
فضل کتوں تشریف لیایا پاک حبیب حقانی

(اکرام محمدی صفحہ ۲۷۰)

وہابیوں میں شرم کا کچھ بھی اثر نہیں
ہے اعتراض غیروں پر اپنی خبر نہیں

۴۵۔ حضور اقدس ﷺ بارہ ربیع الاول، دوشنبہ کے دن فجر کے وقت کہ ابھی تارے آسمان پر نظر آ رہے تھے پیدا ہوئے۔ (سیرت رسول عربی صفحہ ۴۳ سطر ۶-۵ از علامہ نور بخش توکلی)

۴۶۔ بتاریخ ۱۲ ربیع الاول مطابق ۲۰ اگست ۵۷۰ء بروز دوشنبہ صبح کے وقت حضور اکرم ﷺ کی ولادت ہوئی۔ اہل مکہ کا معمول ہے کہ وہ آج بھی آپ کے مقام ولادت کی زیارت کرتے ہیں۔ (محمد رسول اللہ ﷺ صفحہ ۳۰ سطر نمبر ۵-۴-۳)

۴۷۔ حضور علیہ السلام کی ولادت با سعادت واقعہ اصحاب فیل کے پچپن روز بعد بروز پیر بارہ ربیع الاول کو ہوئی۔ (شواہد النبوت صفحہ ۲۲ از علامہ جامی)

۴۸۔ بلاشبہ حضور اکرم ﷺ کا مقام ولادت مکہ معظمہ ہے اور اہل مکہ کا قدیم سے ہر سال ۱۲ ربیع الاول کو جائے ولادت پر حاضر ہونا اور میلاد شریف پڑھنا اس کی روشن دلیل ہے کہ آپ کی تاریخ ولادت بارہ ربیع الاول ہے۔ (ذکر الحسین فی سیرت نبی الامین صفحہ ۱۱۶ سطر نمبر ۱۸-۱۷)

۴۹۔ حضرت محمد ﷺ بارہ ربیع الاول مطابق ۲۳ اپریل ۵۷۱ء رحمت عالم بن کر دنیا میں تشریف لائے۔ (سوئے حرم صفحہ ۱۰۶ سطر نمبر ۱۱-۱۰ از سید آفتاب عظیم PIA)

۵۰۔ حضور اکرم ﷺ بیس (۲۰) اپریل ۵۷۱ء (بارہ یا نو ربیع الاول) کو روز پیر صبح صادق کے وقت مکہ میں پیدا ہوئے۔ (معلومات عامہ صفحہ ۶۱ مرتبہ ظفر اقبال)

نوٹ: مرتب کے نزدیک آنحضرت ﷺ کی تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول ہے۔ اسی لئے ۱۲ لکھا اور پھر ۹۔ اگر اس کے نزدیک ۹ ربیع الاول کی اہمیت زیادہ ہوتی تو وہ اسے پہلے درج کرتا۔

۵۱۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کے اڑھائی ہزار برس بعد ۱۲ ربیع الاول کو اسی ابراہیمی شہر مکہ میں قبیلہ قریش کے ہاں ایک بچہ پیدا ہوا۔ دادا نے محمد اور ماں نے احمد نام رکھا۔ (نور کامل صفحہ ۳۶ سطر نمبر ۵-۴-۳ از قاضی عبد المجید قریشی)

۵۲۔ آنحضرت ﷺ کی تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول ہے۔ آپ پیر کے روز حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ۵۷۰ء سال بعد ۵۷۱ء میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔ عرب اس سال کو عام

الفیل کہتے ہیں۔(اسلامی تہذیب وتمدن صفحہ ۳۴۷)

۵۳۔ ولادت حضرت رسول خدا ﷺ دو از دہم (بارہ) ربیع الاول است، مسلمانان جہاں جشن عید میلاد را ہمیں روز میکرند۔

کتاب فارسی صفحہ ۸۱ از مفتی محمد اشرف قادری صاحب آف مراڑیاں شریف

۵۴۔ آپ کی ولادت باسعادت بوقت صبح صادق بروز پیر بارہ ربیع الاول بمطابق ۲۱ اپریل ۵۷۱ء کو ہوئی۔(ماہنامہ ترجمانی اویس صفحہ ۱۷)

۵۵۔ حضور پرنور ﷺ بارہ ربیع الاول عام الفیل ۲۰ اپریل ۵۷۱ء یکم جیٹھ ۶۲۸ بکرمی بروز پیر بعد از نماز صبح صادق قبل از طلوع آفتاب حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب کے گھر پیدا ہوئے۔(ماہنامہ نورالحبیب صفحہ ۴۱ اکتوبر ۱۹۸۹ء)

۵۶۔ ہمارے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ ایک خوبصورت نوجوان حضرت عبداللہ کے گھر ۱۲ ربیع الاول بمطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کو صبح کے وقت پیدا ہوئے۔(اسلامیات سی۔ ٹی علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی صفحہ ۸۰ ض

۵۷۔ نبی اکرم ﷺ کی پیدائش کی تاریخ کے بارے میں جمہور کا یہ مسلک رہا ہے کہ ولادت ۱۲ ربیع الاول بمطابق ۲۳ اپریل ۵۷۱ء پیر کے دن صبح صادق کے وقت ہوئی۔

(اسلامیات لازمی بی۔اے، بی ایس سی صفحہ ۱۴۹ علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد)

نوٹ: علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد، دورِ جدید کے تمام تقاضے کماحقہ پورے کر رہی ہے۔اور ساتھ ساتھ ایسے کارہائے نمایاں سرانجام دے رہی ہے جن کا تعلق بالخصوص نظام تعلیم سے ہے۔علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی سے فارغ شدہ اساتذہ کرام بہت احسن طریقے سے تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔یونیورسٹی ہذا کا طرۂ امتیاز ہے کہ وہ اپنی کتب میں شامل کرنے کے لئے ایسا مسودہ ترتیب دیتی ہے جس میں مزید تحقیق کی چنداں ضرورت نہیں رہتی۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی مبارکباد کی مستحق ہے کہ اس نے نبی دو عالم ﷺ کی ولادت باسعادت کے سلسلے میں اسی تاریخ کو مستند سمجھا جو کہ محدثین، آئمہ کرام علماء ومشائخ کی تحقیق سے ہم تک پہنچی ہے اور اسی پر جمہور علماء کا مسلک رہا ہے۔

ہے کہ اس دن وہ ہستی اس دنیا میں تشریف لائی جس سے انسانیت کی افق پر سے ظلمتیں چھٹ گئیں اور سپیدہ سحر چاروں طرف پھیل گیا۔ (پیغام اسلامی جمعیت طلبہ ۱۹۷۹ء)

۵۹۔ علامہ ابن خلدون کے مطابق آپ کی تاریخ ولادت بارہ ربیع الاول ہے۔

(سیرت کوئز صفحہ ۱۸ مرتبہ لطف اللہ گوہر)

۶۰۔ ہمارے نبی حضرت محمد مصطفی ﷺ میں جو بروز پیر بارہ ربیع الاول شریف مطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء میں مکہ شریف میں پیدا ہوئے۔ (انوار شریعت صفحہ ۱۱ سطر نمبر ۱۔۲)

۶۱۔ آپ عام الفیل میں دوشنبہ کے دن بارہویں ربیع الاول ۴۲ کسری کو دنیا میں ظہور فرما ہوئے اور ھبوط آدم علیہ السلام سے آپ ﷺ تک چھ ہزار ایک سو تیرہ برس کا فاصلہ ہے۔ (موقع القرآن اردو صفحہ ۳۳ شاہ رفیع الدین محدث دہلوی)

۶۲۔ آپ ﷺ کی ولادت مبارک ۱۲ یا نو ربیع الاول بمطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کو ہوئی۔ (اسلامیات اختیاری صفحہ ۱۹۵ جماعت نہم دہم پنجاب ٹیکسٹ بورڈ لاہور)

۶۳۔ حضرت محمد ﷺ کی مشہور روایت کے مطابق (۲۲ اپریل ۵۷۱ء) ۱۲ ربیع الاول پیر کے دن پیدا ہوئے۔ (اسلامیات لازمی نہم و دہم صفحہ ۸۸ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور)

۶۴۔ حضور اکرم ﷺ بارہ ربیع الاول (۲۰ اپریل ۵۷۱ء) کو پیر کے دن عرب کے مشہور شہر مکہ میں پیدا ہوئے۔ (دینیات برائے جماعت پنجم صفحہ ۵۵، ۱۹۷۱ء)

۶۵۔ ولد سیدنا محمد ﷺ بمکۃ المکرمۃ یوم الاثنین فی الثانی عشر من شہر ربیع الاول عام الفیل الموافق العشرین من ابریل ۵۷۱ء میلادی۔

(الکتاب العربی برائے جماعت ہفتم صفحہ ۱۶ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور)

یعنی حضرت محمد ﷺ بارہ ربیع الاول عام الفیل بروز سوموار بمطابق ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کو مکہ میں پیدا ہوئے۔

۶۶۔ عید میلاد النبی ﷺ کا تہوار ۱۲ ربیع الاول کو بڑے جوش و عقیدت سے منایا جاتا ہے۔ اس روز حضرت محمد مصطفی ﷺ کی ولادت کی خوشی منائی جاتی ہے۔ بازاروں، محلوں اور گھروں کو خوبصورتی سے سجایا جاتا ہے۔ نیز جلسے اور میلاد شریف منعقد کئے جاتے ہیں۔

۶۷۔ عید میلاد النبی ﷺ ہر سال ۱۲ ربیع الاول کو منائی جاتی ہے۔ یہ مبارک دن حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت باسعادت کا دن ہے یہی وہ دن ہے جس کی آمد سے کفر و شرک کا اندھیرا دنیا سے مٹ گیا۔ (اردو کی آٹھویں کتاب صفحہ ۳، سطر نمبر ۴-۳-۲، ۱۹۸۸ء، پنجاب ٹیکسٹ بورڈ لاہور)

۶۸. It was twelfth day of Rabi-ul-Awwal, Hazrat Abdul Muttalib, the Kaba Chief of Quraish was sitting near. A woman came running towards him. What is the matter? asked Hazrat Abdul Muttalib. You have a grandson. Yes the son of Abdullah, she said. (English ۸th page No 1-1987 Text book board Lahore.

۶۹۔ آج بارہ ربیع الاول ہے۔ صبح ہی سے ہر طرف رونق اور چہل پہل دکھائی دیتی ہے۔ سکول کو خوبصورت رنگ برنگی جھنڈیوں سے سجایا گیا ہے۔ تمام طالب علم خوش و خرم رنگ برنگے لباس پہنے ہال میں جمع ہو رہے ہیں۔ جشن کا سماں ہے۔ کیوں نہ ہو۔

محمد مصطفی ﷺ صلِ علیٰ کی آج آمد ہے
حبیب کبریا ﷺ کی آج آمد ہے

آج باعث تخلیق کائنات، رحمت عالم، نور مجسم، حضرت محمد مصطفی ﷺ کا جشن ولادت ہے۔ آپ کی آمد کی خوشی کا منانا ہر مسلمان پر لازم ہے اور عبادت ہے۔

(اردو کی ساتویں کتاب صفحہ ۱۷ پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ لاہور)

جہاں تک پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کا تعلق ہے یہ ایک ذمہ دار ادارہ ہے۔ جس کے آفیسر اور نگران عملہ تحقیق پر مبنی مضامین ہی اپنی کتب میں شائع کرتے ہیں۔ لاکھوں طلباء پنجاب ٹیکسٹ بک بورڈ کی مجوزہ کتب (Prescribed books) پڑھ چکے ہیں اور لاکھوں اب بھی پڑھ رہے ہیں۔

یہ ادارہ دلی مبارکباد کا مستحق ہے جس نے کتب میں وہی تاریخ ولادت سرکار درج کی ہے جس پر جمہور علماء کرام اور اکابرین اسلام متفق ہیں۔ ایک آدھ کتاب میں تاریخ ولادت نو بھی درج کی گئی ہے۔ وہ پرانا ایڈیشن ہے ممکن ہے کہ آئندہ اشاعت میں اس کی بھی تصحیح کر دی جائے اور باقی میری نظر سے گزرنے والی تمام کتابوں میں تاریخ ولادت ۱۲

ربیع الاول ہی درج کی گئی ہے۔

۷۰۔ ولادت باسعادت۔ ۱۲ ربیع الاول روز دوشنبہ بعد صبح صادق۔ قبل طلوع آفتاب۔ ۱۱ ماہ بیشنکس ۳۶۷۵ طوفان۔ یکم جیٹھ ۳۶۷۲ کل جگ۔ ۲۰ ماہ ہفتم ۲۵۸۵ ابراہیمی۔ ۲۰ ماہ نیسان ۸۸۲ سکندری، یکم جیٹھ ۶۶۸ بکرمی، ۲۲ اپریل ۵۷۱ عیسوی مقام ولادت مکہ المکرمہ۔ (کیلنڈر شائع کردہ مرکزی مسجد، فیض مدینہ، کاموکے از علامہ محمد اکرم رضوی)

۷۱۔ بارہ ربیع الاول کی رات ہر سال باقاعدہ مسجد حرام میں اجتماع کا اعلان ہوجاتا ہے۔ تمام علاقوں کے علماء و فقہا گورنر اور چاروں مذاہب کے قاضی مغرب کی نماز کے بعد مسجد حرام میں اکٹھے ہوجاتے ہیں۔ (الاعلام باعلام بیت اللہ الحرام صفحہ ۱۹۴)

۷۲۔ ہر سال مکہ شریف میں بارہ ربیع الاول کی رات کو معمول ہے کہ قاضی مکہ جو شافعی ہیں مغرب کی نماز کے بعد لوگوں کے ایک جم غفیر کے ساتھ مولد شریف کی زیارت کے لئے جاتے ہیں۔ (القول الفصل مطبوعہ ریاض ۱۹۷۹ء صفحہ ۱۴۵)

۷۳۔ بارہ ربیع الاول حضور علیہ السلام کا یوم ولادت جیسا کہ تاریخ میں آیا ہے کہ آپ کی ولادت سال فیل میں ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی۔ (جان جاناں صفحہ ۱۱۷ از ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب)

۷۴۔ پیدائش ۱۲ تاریخ کو ربیع الاول کے مہینے میں پیر کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ۵۷۱ برس بعد ہوئی۔ سب گھر والوں کو اس بچے کے پیدا ہونے سے بڑی خوشی ہوئی۔

(رحمت عالم صفحہ ۱۳ از علامہ سید سلیمان ندوی)

۷۵۔ پیغمبر کی ولادت امن والے شہر مکہ "شنبھل" میں سب سے بڑے سردار (پروہت) کے ہاں ۱۲ ربیع الاول (شکل پکھیچھ) کو ہوگی۔ باپ کا نام عبداللہ (وشنو یش) ہوگا ماں کا نام آمنہ (سومتی) ہوگا۔ (بھاگوت پران۔ اسکند ۱۲، باب ۲ شلوک ۱۸، بحوالہ جان جاں صفحہ ۴۷)

۷۶۔ ۱۲ ربیع الاول کو ان کے ہاں لوگ جمع ہوتے۔ درود کا ورد رہتا۔ پھر شاہ صاحب آنحضرت ﷺ کے فضائل اور بعض احادیث سناتے۔

(الدر المنتظم صفحہ ۸۹ بحوالہ جان جاناں صفحہ ۱۱۵)

۷۷۔ شیخ محمد اقبال صاحب فرماتے ہیں کہ قوی تر اقوال ۸ اور ۱۲ ربیع الاول کی طرف راجح ہیں۔ (جواہر اسلام صفحہ ۹۷ علمی کتب خانہ لاہور)

۷۸۔ یہ ربیع الاول کا مقدس مہینہ تھا۔ تاریخ کے بارے میں ارباب سیر اور مورخین میں اختلاف پایا جاتا ہے۔ ۱۲ ربیع الاول کو عام طور پر برصغیر میں تاریخ ولادت مصطفوی قرار دیا جاتا ہے۔ (نو ربیع الاول کے حق میں بھی شہادتیں موجود ہیں)۔

(قومی ڈائجسٹ خصوصی نمبر ۱۹۸۹ء صفحہ ۵۰)

۷۹۔ اگرچہ شیعہ علماء جیسے حاج شیخ عباس قمی نے زندگانی حضرت محمد ﷺ میں، ڈاکٹر محمد مسعود رضا خاکی نے چہاردہ معصومین میں رسول اللہ ﷺ کی تاریخ ولادت ۱۷ ربیع الاول لکھی ہے۔ مگر علامہ محمد باقر مجلسی نے حیات القلوب جلد دوم میں لکھا ہے کہ محمد بن یعقوب کلینی نے کہا کہ حضرت محمد ﷺ کی ولادت جب ہوئی تو ماہ ربیع الاول کی ۱۲ راتیں گزر چکی تھیں۔

(حیاۃ القلوب جلد دوم صفحہ ۱۱۲، امامیہ کتب خانہ لاہور)

یہی روایت جلاء العیون جلد اول میں بھی موجود ہے۔

(جلاء العیون جلد اول صفحہ ۷۲ از محمد باقر مجلسی)

اس لئے اس کے مقابلے میں عصر حاضر کے شیعہ مورخین کی بات کو تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔

۸۰۔ رسول خدا ﷺ پیر کے دن بارھویں ربیع الاول کو پیدا ہوئے جس سال کہ اصحاب فیل نے مکہ پر لشکر کشی کی تھی۔ (سیرۃ ابن ہشام اردو صفحہ ۱۸۲، غلام علی اینڈ سنز لاہور)

۸۱۔ شیخ الاسلام علامہ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری نے لکھا ہے۔

"آپ کی ولادت پیر کے دن جب ربیع الاول کی بارہ راتیں گزر چکی تھیں، ہوئی۔" (بحوالہ ضیائے حرم صفحہ ۱۸۶)

۸۲۔ امام محمد الغزالی نے فقہ السیرۃ میں ۱۲ ربیع الاول کو یوم ولادت قرار دیا ہے۔

(فقہ السیرۃ صفحہ ۶۰ دار الاحیاء التراث العرط)

۸۳۔ آپ کی ولادت سوموار کے دن عام الفیل میں ربیع الاول کی بارھویں کو ہوئی۔

(الوفا از ابو الفرج عبد الرحمن جمال الدین بن علی بن محمد القرشی البکری الحنبلی۔ مترجم: مولانا محمد اشرف نقشبندی صفحہ ۱۷۷)

۸۴۔ حافظ عماد الدین ابو الفداء اسماعیل القرشی الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ (متوفی ۷۷۴ھ) السیرۃ النبویہ میں رقم طراز ہیں:

ابن ابی شیبہ نے عفان سے روایت کی انہوں نے سعد بن میناء سے اور انہوں

نے حضرت جابر اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم اجمعین سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ پیر کے دن ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ یہ ہی جمہور میں مشہور ہے۔

(ضیائے حرم میلاد النبی نمبر صفحہ ۱۸۶)

۸۵۔ ڈاکٹر محمد عبدہ یمانی نے رسول اللہ ﷺ کی تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول کو صحیح تاریخ لکھا ہے۔ (علموا اولادکم محبت رسول اللہ صفحہ ۹۹، وزارت اعلام سعودی عرب ۱۹۸۷ء، تیسرا ایڈیشن)

۸۶۔ اکثریت کے نزدیک آنحضرت ﷺ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی۔

(حیات محمد صفحہ ۱۲۶ از ڈاکٹر محمد حسین ہیکل مطبوعہ قاہرہ)

۸۷۔ مصر کے شہرہ آفاق عالم شیخ محمد ابوزہرہ نے اپنی تالیف "خاتم النبیین" میں ۱۲ ربیع الاول پیر کے دن سرکار ﷺ کی اس جہان میں آمد کا دن قرار دیا ہے۔

(خاتم النبیین صفحہ ۱۱۸ از امام ابوزہر مکتبہ دارالفکر)

۸۸۔ ۱۲ ربیع الاول، بارہویں تاریخ حضور انور ﷺ کی ولادت پاک کا دن ہے۔

(اسلامی زندگی از صاحب تفسیر نعیمی، مفتی احمد یار نعیمی رحمۃ اللہ علیہ صفحہ ۱۰۲)

۸۹۔ انڈونیشیا کا اسکالر فواد فخر الدین لکھتا ہے۔ ۱۲ ربیع الاول کی تاریخ وہ مبارک تاریخ ہے جس میں سرور کائنات ﷺ اس دنیا میں جلوہ افروز ہوئے۔

(ماہنامہ خاتون پاکستان رسول نمبر صفحہ ۶۴۹، ۱۹۶۴ء)

۹۰۔ محدث جلیل سید جمال حسینی فرماتے ہیں۔

مشہور قول یہ ہے اور بعض نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ آپ ربیع الاول کے مہینہ میں پیدا ہوئے۔ ۱۲ ربیع الاول مشہور تاریخ ولادت ہے۔

(رسالت مآب ﷺ ترجمہ روضۃ الاحباب از مفتی عزیز الرحمن صفحہ ۹ شہزاد پبلشرز لاہور)

۹۱۔ ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کو عالم مادی آپ کے وجود سے مشرف ہوا۔

(سیرت المختار صفحہ ۲۷ مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور)

نوٹ: اس کتاب کا پیش لفظ جناب مودودی صاحب نے لکھا اور مکتبہ تعمیر انسانیت نے شائع کیا۔

۹۲۔ ضیاء الامت پیر سید محمد کرم شاہ صاحب الازہری جسٹس شریعت بنچ سپریم کورٹ

پاکستان اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں۔

"بارہ ربیع الاول کو حضور سرورِ عالم ﷺ رونق افزائے بزمِ گیتی ہوئے۔"

(تفسیر ضیاء القرآن صفحہ ۶۶۵ جلد نمبر ۵)

۹۳۔ علامہ حکیم سید ابو الحسنات سابق خطیب مسجد وزیر خان نے بارہ ربیع الاول کو حضور سید الانام علیہ السلام کا یوم ولادت قرار دیا ہے۔ (میلاد نمبر صفحہ ۱۲۴ انجمن حزب الاحناف لاہور)

۹۴۔ مولانا نقی علی خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے (متوفی ۱۸۸۰ء) بارہ ربیع الاول کو سرکار کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء کا یوم ولادت قرار دیا ہے۔ (سرور القلوب بذکر المحبوب صفحہ ۱۲-۱۱)

۹۵۔ جناب عبد الماجد دریا آبادی نے بارہ ربیع الاول ۵۲ قبل ہجرت تاریخ ولادت لکھی ہے۔ (خاتون پاکستان رسول نمبر صفحہ ۳۶، ۸۳، ۱۳ھ)

۹۶۔ جناب اشرف علی تھانوی دیوبندی نے اپنی تالیف میں لکھا ہے۔

سب کا اتفاق ہے۔ دوشنبہ تھا اور تاریخ میں اختلاف ہے۔ آٹھویں یا بارہویں۔ ماہ پر سب کا اتفاق ہے کہ ربیع الاول تھا۔

(نشر الطیب صفحہ ۲۹ از مولانا اشرف علی تھانوی)

۹۷۔ جناب احتشام الحق تھانوی نے لکھا ہے۔

مشہور روایت یہی ہے کہ ربیع الاول کے مہینے کی ۱۲ تاریخ، دوشنبہ کا دن اور صبح صادق کا وقت تھا۔ جب آپ نے اپنے وجود عنصری و جسمانی وجود اقدس سے پوری کائنات کو رونق بخشی۔ (ماہنامہ محفل لاہور صفحہ ۶۵ مارچ ۱۹۸۱ء)

۹۸۔ پنجاب یونیورسٹی کے شائع کردہ (اردو دائرہ معارف اسلامیہ) جو اہل علم نے تحقیق کے بعد مرتب کیا ہے نبی مکرم رسول معظم ﷺ کی ولادت باسعادت کے متعلق لکھا ہے: "ہمارے رسول مقبول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی ولادت باسعادت موسم بہار میں دوشنبہ کے دن بارہ ربیع الاول عام الفیل ۵۷۱ء کو مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ جمہور کے نزدیک ولادت مبارک کی تاریخ قمری حساب سے بارہ ربیع الاول ہے۔

(اردو دائرہ معارف اسلامیہ صفحہ ۱۲-۱۹ پنجاب یونیورسٹی لاہور)

۹۹۔ علامہ مفتی عنایت احمد کاکوری رقم طراز ہیں۔

"بارہویں ربیع الاول کو اسی سال میں جس میں واقعہ اصحاب فیل واقع ہوا۔ بروز دوشنبہ بوقت صبح صادق جناب محمد مصطفی ﷺ پیدا ہوئے۔

(تواریخ حبیب اللہ صفحہ ۱۲ مکتبہ مہریہ رضویہ ڈسکہ)

۱۰۰۔ مولانا عبدالحلیم شرر رقم طراز ہیں:

"ربیع الاول کی بارہویں تاریخ اور دوشنبہ کا روز تھا کہ آخر شب کو آپ ﷺ ماں کے شکم مبارک میں سے دنیا میں آئے۔" (خاتم المرسلین صفحہ ۷-۸ مطبوعہ لکھنؤ)

۱۰۱۔ قاضی عبدالدائم ایڈیٹر "جام عرفان" لکھتے ہیں۔

"یہ حقیقت ہے کہ متعدد تاریخی دلائل کے علاوہ تقویم کی رو سے بھی ۱۲ ربیع الاول ۵۳ ق ھ کی صبح کو پیدا ہوئے۔ (ماہنامہ جام عرفان اکتوبر ۱۹۸۴ء صفحہ ۱۱)

۱۰۲۔ مفتی محمد شفیع دیوبندی لکھتے ہیں:

"الغرض جس سال اصحاب فیل کا حملہ ہوا۔ اس کے ماہ ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کے "انقلاب کی اصل غرض آدم علیہ السلام و اولادِ آدم کا فخر کشتی نوح کی حفاظت کا راز، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا، حضرت موسیٰ علیہ السلام و حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشین گوئیوں کا مصداق یعنی آقائے نامدار محمد رسول اللہ ﷺ رونق افروز عالم ہوئے۔

(سیرت خاتم الانبیاء صفحہ ۱۸ از مفتی محمد شفیع صاحب ناشر بیگم شائستہ باوانی وقف کراچی)

۱۰۳۔ عالم اہل حدیث قاضی نواب علی رقم طراز ہیں:

صبح کا وقت تھا۔ پیر کا دن تھا۔ ربیع الاول کی ۱۲ تاریخ اور عام الفیل یعنی وہی سال جس سال ابرھہ نے مکہ پر حملہ کیا تھا۔ جو ۵۷۰ عیسوی تھا۔ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت ہوئی اور خدا کی رحمت زمین پر اتر آئی۔ (رسول اکرم ﷺ از قاضی نواب علی صفحہ ۲۱-۲۲)

۱۰۴۔ علامہ حکیم محمد عالم آسی رقم طراز ہیں۔ "آپ کی پیدائش مکہ مکرمہ میں ہوئی۔ اس کو سب جانتے ہیں مگر شب ولادت میں اختلاف ہے۔ زیادہ تر مشہور قول یہی ہے کہ حضور علیہ السلام بارہ ربیع الاول کو پیدا ہوئے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت بھی اس کی تائید کرتی ہے۔ (ہفت روزہ الفقیہ صفحہ ۴۰ امرتسر میلاد نمبر ۱۹۳۲ء)

۱۰۵۔ عبدالقدوس ہاشمی عالم ہونے کے علاوہ تقویم کے ماہر تھے۔ انہوں نے تقویم پر ایک کتاب "تقویم تاریخی" لکھی ان کے نزدیک بھی صحیح تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول ہے۔

(خاتون پاکستان رسول نمبر صفحہ ۸۳۹، ۱۹۶۴ء)

۱۰۶۔ عظیم مفسر، بین الاقوامی شہرت کی حامل شخصیت حضرت علامہ پیر سید محمد کرم شاہ صاحب الازہری جسٹس وفاقی شرعی عدالت، بانی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ، صاحب مفسر ضیاء القرآن اپنی نہایت تحقیقی کتاب "ضیاء النبی ﷺ" جو حال ہی میں منصہ شہود پر جلوہ افروز ہوئی ہے۔ اس میں ۱۲ ربیع الاول کو ہی ولادت مصطفیٰ ﷺ کا روز سعید قرار دیتے ہیں۔

(ضیاء النبی مطبوعہ ۱۹۹۳ء)

۱۰۷. Our Lord Muhammad (May Allah shower his blessings upon him and grant him salvation) was born a few seconds before the rising of the morning star, on a Monday, the Twelfth day of the month Rabi-ul-Awwal of the first year of the Era of the Elephant (August ۲۹th AD ۵۷۱) second chapter (The birth of Muhammad) the life of Muhammad (Prophet of Allah). (Page No. ۲۳)

۱۰۸. By: Silman Bin Ibrahim and Etienne Dinet

Sayyidana Muhammad (Peace be upon him) was born on Monday the ۱۲th Rabi-ul-Awwal to most of the historians, (Muhammad the Final Messenger P-۵۰)

۱۰۹۔ ہمارے پیارے نبی ۱۲ ربیع الاول پیر کے دن مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے۔

(خالد دینیات (۳) واجد سنز لاہور)

۱۱۰۔ آپ (حضور اکرم ﷺ) ۱۲ ربیع الاول بروز پیر بوقت طلوع فجر پاکستان وقت کے مطابق چار بج کر بیس منٹ پر اس دنیا میں جلوہ افروز ہوئے۔

(شرح سلام رضا صفحہ ۳۷۷۔ از مفتی محمد خان قادری لاہور)

۱۱۱۔ حضور پُرنور شافع یوم النشور ﷺ بارہ ربیع الاول مطابق بیس اپریل ۵۷۱ء کو کتم غیب سے منصہ شہود پر جلوہ افروز ہوئے۔

(جمال رسول صفحہ ۱۱۱ از شیخ السلام سید ابوالفیض قلندر علی سہروردی)

۱۱۲۔ ہمارے حضور ﷺ بارہ ربیع الاول ۵۷۰ء پیر کے روز صبح صادق کے وقت عظمت والے شہر مکہ میں پیدا ہوئے۔

(ہمارے حضور ﷺ صفحہ ۱۷ از عابد نظامی مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور نمبر ۲)

۱۱۳۔ (آنحضرت ﷺ) بارہویں ربیع الاول عام الفیل کے پہلے برس یعنی ۲۲ اپریل ۵۷۱ء کو مکہ معظمہ میں صبح صادق قبل طلوع آفتاب منصہ شہود پر جلوہ آراء ہوئے۔

(نورانی شمع ترجمہ قرآن مجید صفحہ ۱۳)

۱۱۴۔ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ۲۳ اپریل ۵۷۱ء مطابق ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔

(تاریخ اسلام صفحہ ۳۱ طباعت ۱۹۵۳ء زمانہ قبل از اسلام تا عہد حاضر از محمود الحسن۔ ناشر ریاست ہائے متحدہ سلور برڈٹ کمپنی نیویارک)

۱۱۵۔ حضور ﷺ کی ولادت ۱۲ ربیع الاول ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کو ہوئی۔

(تاریخ ملت صفحہ ۳۴ از مفتی زین الدین سجاد ادارہ اسلامیات لاہور)

۱۱۶۔ حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی نے بھی حضور ﷺ کی ولادت طیبہ کو ۱۲ ربیع الاول ہی قرار دیا۔ (جنتی زیور صفحہ ۴۷۳ فرید بک سٹال لاہور)

۱۱۷۔ محمد بن عبدالوہاب کے بیٹے الشیخ عبداللہ نے اپنی تصنیف مختصر سیرت الرسول ﷺ میں ولادت مصطفیٰ ﷺ کا یوم ولادت نو یا بارہ ربیع الاول لکھا ہے۔ اگر مصنف کے نزدیک نو ربیع الاول ہی درست ہوتا تو انہیں بارہ ربیع الاول لکھنے کی ضرورت کیا تھی۔ مسلمہ حقیقت کو ٹھکرانے کی وہ جرات کیسے کر سکتے ہیں جبھی تو نو کے ساتھ بارہ کا ذکر بھی کیا۔

(سیرت الرسول از الشیخ محمد عبداللہ بن عبدالوہاب)

۱۱۸۔ تاجدار گولڑہ شریف حضرت پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ بھی بارہ ربیع الاول کو یوم میلاد شریف قرار دیتے ہیں۔ (تصفیہ مابین سنی و شیعہ "پیش لفظ")

۱۱۹۔ مفتی احمد یار نعیمی تحریر فرماتے ہیں۔

قابل عمل و قبول قول یہ ہے کہ ولادت مبارکہ ۱۲ ربیع الاول دو شنبہ مطابق اپریل ۵۷۰ء بوقت صبح صادق ہوئی اور اسی پر اہل عرب و عجم کا اتفاق ہے۔ اور اہل تاریخ اسی کو اختیار کرتے ہیں۔ چنانچہ حرمین شریفین میں اسی تاریخ کو محفل میلاد شریف کا انعقاد ہوتا ہے۔ (فتاویٰ نعیمیہ صفحہ ۴۶ سطر نمبر ۴-۳-۲)

۱۲۰۔ مشہور و معروف کمپیئر جناب طارق عزیز نے نیلام گھر (پروگرام) میں ۱۲ ربیع الاول (۲۳ اپریل ۵۷۱ء) کو ولادت سرکار دو عالم ﷺ قرار دیا۔

نوٹ: یہ ٹی وی پروگرام نہ صرف پاکستان بلکہ دوسرے ممالک میں بھی بڑے ذوق و شوق سے دیکھا جاتا ہے اور اس میں بتائے جانے والے جوابات کو مستند اور قطعی خیال کیا جاتا ہے۔ مذکورہ بیان اور حوالہ ۱۱ فروری 1995ء کی ٹی وی اشاعت سے نوٹ کیا گیا۔

۱۲۱۔ پنجاب یونیورسٹی لاہور (پاکستان) کی طرف سے ایک مقالہ کی اشاعت ہوئی جس میں مقالہ نگار نے آنحضرت ﷺ کی ولادت کی تاریخ ۱۲ ربیع الاول تحریر کی ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں:

۱۔ ہمارے رسول مقبول حضرت محمد ﷺ کی ولادت با سعادت موسم بہار میں دو شنبہ کے دن ۱۲ ربیع الاول اعام الفیل ۵۷۱ء کو مکہ مکرمہ میں ہوئی۔

۲۔ جمہور کے نزدیک ولادت مبارک کی تاریخ قمری حساب سے ۱۲ ربیع الاول ہے۔ اسی کتاب کے صفحہ بارہ پر کالم نمبر دو پر محمود پاشا فلکی کے حوالہ سے ۹ ربیع الاول ۲۰ اپریل ۵۷۱ء تحریر کیا گیا ہے۔ جبکہ ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی تحقیق کے مطابق عیسوی تاریخ ۱۷ جون ۵۶۹ء لکھا ہے۔

قارئین اندازہ کریں کہ اتنے سال قبل کی تاریخ قمری کا تعین اگر مشکل ہے اور ساتھ غیر مستند بھی ہے تو اس عیسوی کیلنڈر کا کیا بنے گا جس پر ہر طرح سے بلا خطر انحصار کیا جاتا ہے۔ اگر اس میں اختلاف ہو سکتا ہے تو قمری تاریخ میں اختلاف کا پایا جانا تو بعید از قیاس نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح رحمۃ اللعالمین (ڈائجسٹ) میں آنحضرت ﷺ کی ولادت ۱۱۹ اپریل ۵۷۱ء لکھی گئی ہے۔ اب کیا کہا جائے ان ریاضی میں صفر لینے والوں کو جنہیں ولادت کی

تک ۱۲ ربیع الاول کی تاریخ کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔

(بحوالہ مقالہ سیرت محمد رسول اللہ ﷺ صفحہ ۱۲)

۱۲۲۔ بارہ ربیع الاول کو دنیا بھر کے مسلمان جس جوش، جذبے، ولولے، خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہیں وہ بھی درحقیقت جبلت انسانی ہی کا متقاضی ہے۔ وہ یوں کہ اس دن نہ صرف قوم مسلم بلکہ غیر مسلموں کو بھی خاتم النبیین کی صورت میں ایک ایسی نعمت حاصل ہوئی جو انعامات الٰہی میں سب سے اہم اور عظیم نعمت ہے۔ (زریں فرمودات صفحہ ۲۰۱۔ از سید علی شاہ)

۱۲۳۔ متقدین و متاخرین کا اجتماع اسی پر ہے کہ تاریخ ولادت بارہ ربیع الاول عام الفیل ہے۔ عالم اسلام میں قدیم زمانے سے اجماع بارہ ربیع الاول پر ہی چلا آ رہا ہے۔ اسی لئے قول مختار کا درجہ اسی کو حاصل ہے۔ (سیرۃ الرسول صفحہ ۲۳۸ از پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری)

قارئین حضرات آپ نے بزرگان دین کی کتب کے حوالے پڑھ لئے ہوں گے اور اعتراض کرنے والے بھی ضرور پڑھیں گے۔ اب آپ ہی انصاف فرمائیں کہ اکابرین اسلام اور سلف صالحین کی تحقیق کو مستند سمجھا جائے یا انگریز کے مدح خواہوں کی تحقیق کو۔

ہر سال ۱۲ ربیع الاول کو روزنامہ جنگ، نوائے وقت، مشرق، خبریں، امروز اور ملک کے دیگر اخبارات و رسائل نبی پاک، صاحب لولاک ﷺ کی ولادت پاک کے سلسلے میں خصوصی ایڈیشن شائع کرتے ہیں اور یہ ۱۲ ربیع الاول کی حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اب ایک سیاہ دل پھر بھی سعی لا حاصل سے باز نہ آئے تو کوئی حیران کن بات نہیں۔ اندھے کے کہنے سے سورج کا وجود مشتبہ نہیں ہوسکتا۔

آنکھیں اگر ہیں بند تو پھر دن بھی ہے رات
اس میں قصور کیا ہے بھلا آفتاب کا

تاریخ ولادت باسعادت کے حوالہ جات ان کتابوں سے دینے کا مقصد معاندین پر حقیقت کو ظاہر کرنا اور قارئین کو اسلامی تعلیمات سے واقفیت دلانا تھا۔ قارئین ان سے بھرپور فائدہ اٹھاتے ہوئے مثبت بحث کے ذریعے منکرین میلاد کو قائل کر سکتے ہیں۔

یہ قصہ لطیف ابھی ناتمام ہے
جو کچھ بیاں ہوا ہے وہ آغاز باب تھا

جشن عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ۔۔۔۔

تصویر کا دوسرا رخ

سید زاہد حسین نعیمی ☆

ہر سال جب بھی ربیع الاول شریف کا مبارک مہینہ آتا ہے، پورے عالم اسلام میں خوشی کی لہر دوڑ جاتی ہے۔ اہل ایمان اپنی اپنی حیثیت کے مطابق رسول ﷺ کی آمد پر اپنی محبت وعقیدت کا اظہار کرتے ہیں، چراغاں کیا جاتا ہے، لنگر تقسیم کیا جاتا ہے، گلی کوچوں کو رنگ برنگی جھنڈیوں سے سجایا جاتا ہے۔ گھروں، بازاروں، مساجد و مدارس میں ذکر رسول اللہ ﷺ کی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں۔ نعت وتقاریر کے ذریعے حضور ﷺ کی سیرت، تعلیمات، اسوۂ حسنہ بیان کیا جاتا ہے۔ ذکرواذکار، تلاوت کلام الٰہی اور درود وسلام پڑھا جاتا ہے۔ اس طریقے سے ملت اسلامیہ کو اتحاد واتفاق کا پیغام دیا جاتا ہے۔ باہمی محبت و الفت، بھائی چارے، رواداری کو فروغ دیا جاتا ہے۔ عہد کیا جاتا ہے کہ سیرت رسول ﷺ پر عمل کر کے محبت رسول ﷺ کے تقاضے پورے کیے جائیں گے۔

الحمدللہ! یہ وہ عوامل ہیں جن پر صدیوں سے اہل ایمان عمل پیرا ہیں اور ان شاء اللہ قیامت تک یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ لیکن افسوس ہے کہ امت مسلمہ میں کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جن کو یہ سب کچھ ایک آنکھ بھی نہیں بھاتا۔ نہ جانے کیوں ان کے فتوے ربیع الاول شریف میں ہی حرکت میں آجاتے ہیں۔ انہیں ہر طرف شرک و بدعت نظر آنے لگتی ہے۔ چنانچہ بعض اخبارات میں مخصوص انداز میں اس کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے کہ جشن میلاد، جلسہ، جلوس سب شرک و بدعت ہے اور اسلام کے خلاف ہے۔ یوں عوام الناس کو گمراہ کیا جاتا ہے۔ درج ذیل کالم نظر سے گزرے ہیں جن میں انہی چیزوں کو بنیاد بنایا گیا ہے۔

☆ راولاکوٹ آزاد کشمیر سے ماہر تعلیم، نیک خو عالم دین، رواں دواں اور ہمہ وقت مستعد قلمکار

۱۔ "میلاد النبی حقیقت کے آئینے میں" از مفتی شفیق الرحمن

(روزنامہ فرزند کشمیر 18/جنوری 2014ء)

۲۔ "شانِ محمد" از مولانا ذاکر شوکت کاشمیری (روزنامہ فرزند کشمیر 18/جنوری 2014ء)

۳۔ "جشن یا مشن" از مفتی مطیع الرحمن صدیقی (روزنامہ دھرتی 23/جنوری 2014ء)

اور انہی مفتی صاحب کا کالم "معیارِ محبت" کے نام سے روزنامہ فرزند کشمیر 26/جنوری 2014ء کو شائع ہوا۔

۴۔ "ہم کیسے عاشقِ رسول ہیں" از حاجی زاہد حسین (روزنامہ دھرتی 23/جنوری 2014ء)

ان تمام کالموں میں جن باتوں کو ہدفِ تنقید بنایا گیا ہے، وہ یہ ہیں کہ:

۱۔ جشن میلاد النبی ﷺ کی مثال صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تابعین، تبع تابعین اور آئمہ اربعہ کے دور میں نہیں ملتی۔ (مفتی شفیق الرحمن)

۲۔ 12/ربیع الاول یوم ولادت نبوی نہیں ہے، بلکہ یہ یوم وفات ہے۔ جبکہ ولادت 9/ربیع الاول کو ہوئی۔ اس لئے وفات کے دن جشن میلاد منانا درست نہیں۔

۳۔ اہلسنت کے علماء مولانا نعیم الدین مراد آبادی سے مولانا عمر تک نے اس کے اثبات کیلئے صفحات کے صفحات سیاہ کیے ہیں۔ (مولانا ذاکر شوکت کاشمیری)

۴۔ مروجہ میلاد کی چھٹی صدی سے قبل تمام اولیاء کرام وصحابہ کرام۔۔۔۔۔ ہر دور کے علماء وصلحا نے اس کی تردید کی ہے۔ (مفتی مطیع الرحمن صدیقی)

۵۔ آپ کے بعد از نبوت 23 سالہ دور اور پھر خلفاء راشدین کے 30 سالہ دور میں ایک موقع بھی ایسا نہیں ملتا جس میں آپ نے اور آپ کے صحابہ نے مدینہ کے شہر میں چراغاں کیا ہو۔۔۔۔۔۔۔ مشن رسالت پر گامزن ہوتے ہوئے بدعات کو چھوڑ کر نبوی اعمال کو اختیار کرنا چاہیے۔ (مفتی مطیع الرحمن صدیقی)

۶۔ سال کے صرف چند دن ماتمی جلسے جلوس، جشن چراغاں سارا ملک سر پر اٹھا رکھا ہے۔ یہ کیسی عاشقی ہے۔ کیسی سنت رسول و سیرت صحابہ ہے، ایسا کہیں نہیں ہوتا۔۔۔۔۔۔۔ مکہ مدینہ میں نہیں ہوتا۔ یہ صرف ہمارے ملک میں ہی ہوتا ہے۔ یوں تو ہمارے ملک میں اور بہت سی بیماریاں ہیں۔ مگر چار چیزیں ہمارے ملک میں عروج پر ہیں۔۔۔۔۔

دہشت گردی عروج پر ہے، محرم کے جلسے جلوس عروج پر، ربیع الاول کے جشن و میلاد عروج پر، دھرنے ہی دھرنے عروج پر........(حاجی زاہد حسین)

ایک اور اعتراض یہ بھی کیا جاتا ہے کہ ایک طرف یہ لوگ حضور ﷺ کو نور مانتے ہیں اور دوسری طرف میلاد النبی ﷺ مناتے ہیں۔ نور اور ولادت یہ دونوں جدا جدا ہیں، پھر میلاد منانا کیسا؟

ان مذکورہ کالموں میں جو نکات اٹھائے گئے ہیں ان پر اظہار خیال سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ اعتراضات کی دو صورتیں ہیں، ایک الزامی اور ایک علمی، جبکہ ان کالموں میں الزامی اعتراضات ہی اٹھائے گئے ہیں۔ اس لئے اگر اکابرین اہلسنت کی جواز کی عبارات کو صفحات کے صفحات سیاہ کرنا قرار دیکر رد کر دیا گیا ہے، تو ان معترضین کو کوئی بھی جواب دینا بے معنی اور بے سود ہے۔ اسلئے کہ میں نہ مانوں کا کوئی علاج نہیں ہے، تاہم تصویر کا دوسرا رخ دکھانا ضروری ہے تاکہ قارئین کی غلط فہمیاں دور ہوں۔

جشن عید میلاد النبی ﷺ میں جشن، میلاد اور عید تین اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں۔

۱۔ جشن: اس کے معنی ہیں خوشی کا جلسہ، خوشی کا دن

(فیروز اللغات اُردو جیبی صفحہ 225)

۲۔ عید: عید کے معنی ہیں مسلمانوں کے جشن کا روز، نہایت خوشی

(فیروز اللغات، اُردو جیبی صفحہ 225)

عید: جو چیز بار بار آئے، لوگوں کے جمع ہونے کا دن، اہل اسلام کا روزِ جشن

(مفتاح اللغات، صفحہ 54، مرتبہ ابو الفتح عزیزی)

۳۔ میلاد: پیدائش کا وقت (مفتاح اللغات صفحہ 826)

میلاد: پیدائش (فیروز (فیروز اللغات صفحہ 472)

۴۔ میلاد النبی: رسول اکرم ﷺ کی پیدائش (فیروز اللغات صفحہ 472)

ان تمام اصطلاحات کو جمع کریں تو ایک جملہ بنتا ہے۔

"جشن عید میلاد النبی ﷺ"

مفہوم: اس جملے کا مفہوم یہ ہوا کہ حضرت محمد ﷺ کی پیدائش کا دن جو بار بار آتا ہے اہل ایمان کا خوشی کا دن منانا اور خوشی کا جلسہ کرنا اس وضاحت کے بعد ہم اس بات کا جائزہ لینے کی کوشش کریں گے کہ جشن عید میلاد النبی ﷺ اہل ایمان کیوں مناتے ہیں اور اس میں کیا کیا جاتا ہے۔ جشن۔۔۔۔۔۔۔ مگر کیوں؟ حضرت محمد ﷺ کی تشریف آوری پر اہل ایمان یعنی خوشی کا دن مناتے ہیں، مگر کیوں؟ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا — بیشک اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر بڑا احسان فرمایا کہ انہی میں سے عظمت والا رسول ﷺ بھیجا۔ (البقرۃ 2:151)

اہل ایمان پر اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے ان کو اپنا محبوب رسول ﷺ عطا فرمایا۔ تمام نعمتوں کی اصل نعمت عظمیٰ حضرت محمد ﷺ کی ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ نعمت کے ملنے پر خوشی کرنے، جشن منانے اور چرچا کرنیکا حکم دیتا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا:

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ۝ — اپنے رب کی نعمت کو خوب چرچا کرو۔

پھر ارشاد فرمایا:

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ — اللہ تعالیٰ کی نعمت کو آپس میں یاد کرو۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی نعمت کے ملنے پر چرچا کرنے اور آپس میں اس نعمت کو یاد کرنے کا حکم دیا جارہا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی ذات سے بڑھ کر اور کونسی نعمت ہو سکتی ہے۔ اسلئے آپ کی ولادت باسعادت کا چرچا اور ذکر کرنا، خوشی ومسرت کا اظہار کرنا اہل ایمان پر لازم ہے۔ سو اس بنا پر اہل ایمان اپنے نبی مکرم ﷺ کی ولادت کو نعمت عظمیٰ سمجھ کر جشن میلاد النبی ﷺ مناتے ہیں اور اپنی محبت وعقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ سلسلہ صدیوں سے جاری ہے اور تاقیامت باقی رہے گا۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے خود رسول اللہ ﷺ کو فضل الٰہی اور رحمت کے ملنے پر خوشی کا حکم دیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَبِرَحْمَتِهٖ فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا — آپ فرمادیں کہ اللہ کے فضل اور اس کی رحمت (کے ملنے پر) خوشیاں منائیں۔

(یونس: ۱۰)

اس میں کوئی کلام نہیں کہ اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا فضل اور خود رحمت رسول اللہ ﷺ ہی کی ذات اقدس ہے، بلکہ حضور ﷺ کو تو خود تمام جہانوں کیلئے رحمت قرار دیا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ اور ہم نے نہیں بھیجا آپ کو مگر تمام جہانوں کیلئے رحمت بنا کر۔

ان تمام حقائق کی بناء پر اپنے نبی ﷺ کی ولادت کی خوشی منانے کو بدعت اور شرک کہہ کر رد کر دینا کہاں کا انصاف ہے؟ کیا اپنے نبی ﷺ کے ساتھ حق محبت ادا کرنے کا یہی طریقہ باقی رہ گیا ہے اور پھر دعویٰ بھی ہے کہ ہم امت محمدی ﷺ ہیں۔

فرمان رسول ﷺ

حضرت محمد ﷺ نے خود اپنا میلاد بیان فرمایا چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں یہ حدیث مبارک موجود ہے، ارشاد فرمایا:

"میں محمد ﷺ ہوں۔ عبداللہ کا بیٹا اور عبدالمطلب کا پوتا۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا۔ تو مجھے اچھے گروہ میں بنایا یعنی انسان بنایا۔ انسانوں میں گروہ پیدا کیے۔ عرب اور عجم، اور مجھے اچھے گروہ یعنی عرب سے بنایا۔ پھر عرب میں کئی قبیلے بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے قبیلے قریش میں بنایا، پھر قریش میں کئی خاندان بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے خاندان میں پیدا کیا، یعنی بنوہاشم میں پس میں ذاتی طور پر بھی سب سے اچھا ہوں اور خاندان میں بھی سب سے اچھا ہوں"۔

(مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۱۳، اثبات المولد والقیام صفحہ ۷ از حضرت شاہ احمد سعید دہلوی)

اس حدیث شریف کے علاوہ کتب احادیث سے بیشمار احادیث اور پیش کی جا سکتی ہیں جن میں حضور ﷺ نے خود اپنے فضائل، مناقب اور شرف بیان کیا اور صحابہ کرام کی جماعت سماعت فرماتی رہی اور بیان میلاد کس چیز کا نام ہے جس کے جواز کیلئے منکرین میلاد رسول اللہ ﷺ کے عمل کا مطالبہ کر رہے ہیں۔

عمل صحابہ کرام:

میلاد کے جلسوں، کانفرنسوں، محافلِ میلاد میں ذکرِ رسول ﷺ کیا جاتا ہے۔ نثر میں بھی اور نظم میں بھی۔ آپ ﷺ کی ولادت اور اس موقع پر رونما ہونے والے مصدقہ واقعات و معجزات کا ذکر ہوتا ہے۔ سیرت مبارکہ کے روحانی اور حسی پہلو کو بیان کیا جاتا ہے۔ آپ کا بچپن، لڑکپن، جوانی اور مابعد کی حیاتِ طیبہ کو بیان کیا جاتا ہے اور اہل ایمان آپ ﷺ کی زندگی کو کس طرح مشعل راہ بنا کر دنیا و آخرت میں کامیاب ہو سکتے ہیں، اس کا درس دیا جاتا ہے۔ درود و سلام پڑھا جاتا ہے اور حسب توفیق کھانا یعنی لنگر تقسیم کیا جاتا ہے۔ ساری وہ باتیں ہیں جو حضرت محمد ﷺ کے صحابہ کرام کا عمل رہا ہے۔ ہاں انداز میں فرق ہو سکتا ہے، لیکن عمل وہی ہے جسے اُس زمانے میں بھی کیا جاتا تھا اور اب بھی کیا جا رہا ہے۔ ایک دو مثالیں صحابہ کرام کے عمل سے ملاحظہ کریں۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ام المومنین کی روایت ہے کہ حضور ﷺ حسان رضی اللہ عنہ کیلئے ممبر مسجد نبوی میں رکھواتے، وہ اس پر کھڑے ہو کر رسول اللہ ﷺ کے متعلق (کفار و مشرکین کے مقابلہ میں) فخریہ اشعار پڑھتے یا فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا دفاع کرتے۔۔۔۔۔۔۔۔حضرت حسان آپ کی نعت پڑھتے تو آپ خوش ہو کر فرماتے

بیشک اللہ تعالیٰ روح القدس کے ذریعے حسان کی مدد فرماتا ہے۔ جب تک وہ اللہ کے رسول ﷺ کے متعلق فخریہ اشعار بیان کرتا ہے یا (اشعار کی صورت میں) ان کا دفاع کرتا ہے۔ (میلاد النبی صفحہ ۵۴۲، بحوالہ ترمذی، الجامع الصحیح، از ڈاکٹر طاہر القادری)

اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ جو نعتیہ قصائد لکھتے، ان میں ایک قصیدہ کے دو اشعار آج بھی مشہور ہیں۔ سیرت نگاروں نے اپنی سیرت کی کتابوں کو ان اشعار سے زینت بخشی ہے۔ یہ وہ اشعار ہیں جو خود حضور ﷺ کی محفل میں صحابہ کرام کی کثیر جماعت کی موجودگی میں حضرت حسان رضی اللہ عنہ نے پڑھے:

و احسن منك لم ترقط عيني　　و اجمل منك لم تلد النساء

یا رسول اللہ ﷺ میری ان آنکھوں نے (آپ ایسا) حسین نہیں دیکھا۔ آپ سے زیادہ حسین وجمیل کسی ماں نے جنا ہی نہیں آپ ہر عیب سے پاک پیدا فرمائے گئے ہیں، گویا جیسے آپ نے چاہا ویسے ہی اللہ نے آپ کو تخلیق کیا ہے۔

(اثبات المولود والقیام صفحہ 8۔ از علامہ شاہ احمد سعید دہلوی)

ان اشعار کو بار بار پڑھئے اور انصاف سے بتائیے کہ میلاد النبی، محفل میلاد اور کس چیز کا نام ہے۔ اہلسنت اور کیا نیا کام کرتے ہیں جو صحابہ نے نہیں کیا۔ احادیث کی کتب بھری پڑی ہیں کہ حضور ﷺ کیلئے صحابہ کرام دعوت کا اہتمام کرتے اور خوب سے خوب تر کھانے کا انتظام کرتے، آپ کے ساتھ صحابہ کی جماعت بھی ہوتی۔ اس محفل میں نعت رسول ﷺ بھی ہوتی، ذکر خیر بھی ہوتا، احکام الٰہی بھی بتائے جاتے اور کھانا بھی تقسیم ہوتا۔

استقبال و جلوس

عمل صحابہ کی بات چلی ہے تو ساتھ اس کی وضاحت بھی ہو جائے کہ یہ استقبال اور جلوس کیا ہے؟ جب حضور ﷺ کے لئے دعوت کا اہتمام ہوتا، آپ صحابہ کرام کی جماعت میں جلوس کی صورت میں اُس صحابی کے گھر جاتے جہاں آپ کی دعوت کا اہتمام ہوتا۔ خود واقعہ ہجرت کو دیوبندی عالم دین مولانا محمد یوسف کاندھلوی نے "حیاۃ الصحابہ حصہ اوّل" میں نقل کیا ہے۔

"حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ۔۔۔۔۔۔ حضور ﷺ اور آپ کے ساتھی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ دونوں تشریف لے آئے اور مدینہ کی ایک غیر آباد جگہ آ کر بیٹھ گئے۔ پھر انہوں نے ایک دیہاتی کو بھیجا جو انصار کو ان دونوں حضرات (کے آنے) کی خبر دے۔ چنانچہ تقریباً پانچ سو انصار ان حضرات کے استقبال کے لئے نکلے اور ان دونوں حضرات کی خدمت میں پہنچ کر ان حضرات نے عرض کیا آپ دونوں حضرات تشریف لے چلیں آپ دونوں حضرات امن میں ہیں اور آپ دونوں کی بات مانی جائے گی۔ آپ اور آپ کے ساتھی حضرت ابوبکر ان استقبال کرنے والوں کے درمیان چل رہے تھے۔ تمام مدینہ والے استقبال کے لئے نکل آئے یہاں تک کہ کنواری لڑکیاں گھروں کی چھتوں پر ایک دوسرے سے آگے بڑھ بڑھ کر حضور ﷺ کو دیکھ رہی تھیں کہ ان میں حضور ﷺ کون سے

ہیں ۔۔۔۔ اس جیسا منظر ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔ حضرت انس فرماتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ کو اس دن بھی دیکھا تھا جس دن آپ مدینہ تشریف لائے تھے اور اس دن بھی دیکھا تھا جس دن آپ ﷺ کا انتقال ہوا تھا۔ ان دو دنوں جیسا کوئی دن میں نے نہیں دیکھا۔

مروی ہے حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے تو عورتیں اور بچے یہ اشعار خوشی سے پڑھ رہے تھے۔

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا مادعا للہ داع

وداع کی گھاٹیوں سے چودھویں کا چاند ہم پر نکلا۔ جب تک کوئی بھی اللہ کی دعوت دیتا رہے گا ہم پر شکر واجب رہے گا۔" (حیاۃ الصحابہ حصہ اول صفحہ ۴۴۱۔۴۴۲)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کی اس روایت میں یہ کہ حضور ﷺ کو مدینہ تشریف لانے والے دن اور وصال فرما جانے والے دن بھی دیکھا تھا ان دو دنوں جیسا کوئی اور دن نہ تھا مراد یہ ہے کہ یہاں تو اس وقت لوگوں کا ہجوم سب سے زیادہ تھا جب آپ مدینہ منورہ تشریف لائے یا پھر اس دن ہجوم سب سے زیادہ تھا جب آپ کا وصال ہوا۔ یہ کثرت اجتماع کی دلیل ہے۔

نعیم صدیقی لکھتے ہیں: "بریدہ رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ کے سامنے اپنا شوق ظاہر کیا کہ آپ ﷺ کے آگے آگے ایک جھنڈا ہونا چاہیے۔ حضور ﷺ نے اپنا عمامہ نیزے پر باندھ کر بریدہ رضی اللہ عنہ کو دے دیا۔ وہ جھنڈا لہراتا آگے آگے چلتا، نعرہ تکبیر بلند کرتا اور اعلان کرتا کہ "امن کا بادشاہ، صلح کا حامی اور دنیا کو عدل و انصاف سے بھر دینے والا آرہا ہے"۔

مکہ سے رسول ﷺ کی روانگی کی خبر مدینے میں پہنچ چکی تھی۔ لوگ ہر روز صبح کو گھروں سے نکل کر دور تک آتے اور دیر تک راستے دیکھتے۔ دھوپ بڑھتی تو واپس چلے جاتے ۔۔۔۔۔ تشریف آوری کے دن بھی لوگ انتظار کر کے لوٹ رہے تھے کہ ایک یہودی نے قلعے پر سے دیکھ لیا اور پکارا "یثرب والو! تو تمہیں جس بزرگ کا انتظار تھا وہ آپہنچے"۔

یہ ربیع الاول کی آٹھویں تاریخ تھی۔ انصار مارے خوشی کے ہتھیار سجا سجا کر آئے۔ اللہ اکبر کی صدائیں گونج اٹھیں۔ حضور ﷺ نے کچھ دنوں کے لئے مدینے کی مضافاتی بستی قبا میں قیام فرمایا ۔۔۔۔۔ قبا میں چودہ دن گزارنے کے بعد آپ ﷺ مدینہ

کے روانہ ہوئے۔قبا سے مدینہ تک انصار کے لئے قطاریں باندھے کھڑے تھے۔حضور ﷺ کے ننھیالی رشتہ داروں نے شوق سے ہتھیار لگائے۔ ہر طرف تحمید و تقدیس کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں۔عورتیں چھتوں پر جمع تھیں اور یہ ترانہ خیر مقدم ان کے لبوں پر تھا

طلع البدر علینا من ثینات الوداع

وجب الشکر علینا مادعی اللہ داع

اور چھوٹی بچیاں جھوم کر دف بجا کر الاپ رہی تھیں۔

نحن جوار من بنی نجار یا مبذا محمداً من جار

(سید انسانیت صفحہ ۸۱ ـ ۸۲)

گویا بقول شاعر اسلام حفیظ جالندھری

ہم ہیں بچیاں نجار کے عالی گھرانے کی

خوشی ہے آمنہ کے لعل کے تشریف لانے کی

(شاہنامہ اسلام)

ممکن ہے اس سے منکرین یہ باور کرانے کی کوشش کریں کہ واقعہ ہجرت سے میلاد کا کیا تعلق ہے؟ یہ عرض ہے کہ ولادت بھی دنیا میں آمد مصطفیٰ ﷺ کا تذکرہ ہے۔جس پر خوشی کا اظہار کیا جاتا ہے اور ہجرت کے موقع پر عشاق بھی اپنے محبوب ﷺ کی آمد کا استقبال کر رہے ہیں۔جلوس نکال رہے ہیں، جلسہ ہو رہا ہے، جشن منایا جا رہا ہے۔راستے سجائے جا رہے ہیں اور اپنی محبت و عقیدت کا اظہار نعت پڑھ پڑھ کر کیا جا رہا ہے۔اگر یہ سب کچھ مطلقاً حرام و ناجائز ہوتا تو پھر ہرگز حضور ﷺ اس کی اجازت نہ دیتے۔اس لئے معلوم ہوا کہ اگر مکہ سے مدینہ منورہ تشریف لانے پر یہ جشن، جلوس، استقبال، نعتیہ اشعار پڑھنا، راستوں کو سجانا، جھنڈے لہرانا درست اور جائز ہے تو اللہ کے رسول ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے پر بھی خوشی کا اظہار کرنا، درست اور جائز عمل ہے۔جس پر امت مسلمہ صدیوں سے عمل پیرا ہے۔

بعد از وصال:

حضرت محمد ﷺ نے اپنی ظاہری زندگی میں مختلف انداز سے اپنی ولادت

باسعادت کا اظہار کیا جو کتب سیرت وکتب احادیث میں درج ہے۔ کبھی یوم عاشورہ کے دن روزہ رکھ کر، کبھی حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے زبانی نعتیہ اشعار سنکر، کبھی حضرت جابر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کے ہاں دعوت قبول فرما کر پوری تریسٹھ سالہ زندگی میں کوئی ایک موقع بھی ایسا نہیں آیا جب یہ سلسلہ ختم ہوا ہو۔ محفل میلاد آخر اور کس چیز کا نام ہے؟ محفل میلاد تو ذکر رسول اللہ ﷺ کا ہی نام ہے جو حضور ﷺ کی ظاہری زندگی میں بھی جاری رہا اور آپ کے وصال کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری ہے اور یہ سلسلہ جاری کیوں نہ رہتا۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے خود آپ کے ذکر کو بلند کرنے کا وعدہ کیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ — اور ہم نے آپ کیلئے آپ کا ذکر بلند کیا۔

لہٰذا یہ ذکر بلند ہوتا رہے گا جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

وَلَلْآخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَىٰ — اور آپ کی ہر بعد والی گھڑی پہلی سے بہتر ہے۔ (الضحیٰ پ ۳)

گویا قیامت تک ہی نہیں بلکہ بعد از قیامت بھی آپ کی آنے والی ہر گھڑی پہلی گھڑی سے بہتر ہوتی رہے گی۔ یہاں تک کہ آپ کو مقام محمود پر فائز کر دیا جائے گا اور لواء حمد آپ کے ہاتھوں میں ہوگا۔ اس پر علماء امت بہت کچھ لکھ چکے ہیں۔ جو منکرین کے نزدیک صرف ورق ہی سیاہ کرنے کے مترادف ہے۔ حیف صد حیف ہے ایسی سوچ وفکر پر۔

قرونِ اولیٰ:

رہی یہ بات کہ قرون اولیٰ میں ذکر رسول ﷺ کیلئے مروجہ طریقہ تھا تو گزارش یہ کہ ذکر رسول ﷺ کا اگر چہ مروجہ طریقہ تو نہ تھا، لیکن صحابہ کرام، تابعین وتبع تابعین کے دور میں، اس دور کے مطابق جو طریقہ اور انداز مناسب تھا انہوں نے اسی کو اختیار کیا۔ لیکن اس سے کوئی احمق ہی انکار کر سکتا ہے کہ اس دور میں ذکر رسول اللہ ﷺ بالکل تھا ہی نہیں۔ خلفاء راشدین اور مابعد کی تاریخ ہمارے سامنے ہے۔ اسلام کا یہ دور کن مشکلات سے دو چار تھا۔ ہر وقت صحابہ کرام کے سامنے حضور ﷺ کی ظاہری زندگی آپ کی ذات والاصفات رہتی اور وصال کے بعد صحابہ کرام کی آنکھوں کے سامنے آپ ﷺ کا حجرہ شریف موجودہ گنبد خضرا رہتا۔ ذکر رسول

اللہ ﷺ کا اس سے بہتر انداز اور طریقہ کیا ہو سکتا تھا؟ بلاد عرب و عجم کے حاکمین، سلاطین اور بادشاہ، علماء و محدثین، ان عشاقان رسول ﷺ کی قیادت کرتے جو قافلوں کی صورت میں بارگاہ رسالت ﷺ میں حاضر ہونے کے شرف کیلئے سفر کرتے۔ اس سفر میں تلاوت کلام الٰہی بھی ہوتی، خدا کی عبادت بھی ہوتی اور خدا کے محبوب رسول ﷺ کی نعت بھی ہوتی۔ یہی ذکر رسول اللہ ﷺ ہے جو اُس وقت بھی تھا اور جو آج بھی ہے۔ اس میں کون سی نئی چیز ہے جو اس وقت نہ تھی اور آج ہے۔ ہاں انداز اور طریقہ ہر دور میں ان حالات اور اُس دور کے تقاضوں کے مطابق رہا ہے اور آج اس دور کے تقاضوں کے مطابق یہی وجہ ہے کہ منکرین میلاد کو ذکر مصطفیٰ ﷺ کا یہ انداز پسند نہ آیا تو انہوں نے روضہ رسول ﷺ کی طرف سفر کرنے کو ہی حرام قرار دے دیا جو افسوس ناک اور بغض و عناد کی کھلی دلیل ہے۔

آئمہ و محدثین:

آئمہ و محدثین نے اپنے اپنے دور میں اپنے اپنے طریقہ و انداز کے مطابق ذکر رسول ﷺ میلاد النبی کے عنوان سے منایا۔ لہٰذا منکرین کا یہ کہنا کہ آئمہ و محدثین نے میلاد کے عنوان سے دن نہیں منایا۔ بالکل درست نہیں یہ تاریخ سے لاعلمی ہے، یہاں چند ایک اکابر علماء امت کا ذکر کیا جاتا ہے جنہوں نے نہ صرف ذکر رسول ﷺ میلاد کے عنوان سے منایا بلکہ اس پر جامع کتب بھی لکھیں اور ان کا عمل بھی رہا۔ جن کی تقلید آج بھی امت مسلمہ اور علماء امت کر رہے ہیں۔

۱۔ حجۃ الدین امام محمد بن ظفر المکی (497-565ھ)

۲۔ شیخ معین الدین عمر محمد الملا (م570ھ)

۳۔ علامہ ابن جوزی (79-510ھ) آپ نے میلاد النبی پر دو جامع کتب لکھی ہیں۔

۴۔ حافظ ابو الخطاب بن دحیہ کلبی (544-633ھ)

۵۔ حافظ شمس الدین الخیروی (660ھ)

۶۔ امام ابو شامہ (59-665ھ)

۷۔ امام صدر الدین موہوب بن عمر الجزری (م660ھ)

۸۔ امام ظہیر الدین جعفر التزنتی (م682ھ)

۹۔ علامہ ابن تمیہ (661-728ھ)

۱۰۔ امام ابو عبداللہ بن الحاج المالکی (م737ھ)(میلاد النبی صفحہ 111-24، از پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری)

ہم ان دس آئمہ ومحدثین کا نام صرف اس لئے پیش کر رہے ہیں کہ انہوں نے ذکر رسول ﷺ کو میلاد النبی کے عنوان کے تحت منانے کو باعث اجر وثواب لکھا ہے۔ وگرنہ بیشمار آئمہ ومحدثین ان کے علاوہ ہیں جن کا نہ صرف یہ عمل رہا ہے، بلکہ اس کے منانے پر انہوں نے اجر وثواب کی نوید بھی سنائی ہے۔ برصغیر کے علماء ومحدثین کا تذکرہ بعد میں آئے گا۔ ان شاء اللہ جو نہ صرف میلاد النبی کا اہتمام کرتے، میلاد مناتے بلکہ انہوں نے بھی اس کے منانے پر اجر وثواب کی خوشخبری بھی سنائی ہے اور اپنی جامع تحریرات امت کے لئے چھوڑیں ہیں۔

مسئلہ نور:

منکرین میلاد کے نزدیک ایک اہم مسئلہ نور ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر حضور ﷺ نور ہیں تو ولادت کیسی۔ ہمارے نزدیک نور ہونا بشر ہونے کے منافی نہیں اور بشر ہونا نور ہونے کے منافی نہیں۔ اس پر بھی بہت لکھا جا چکا ہے۔ یہ مقالہ اس کا متحمل نہیں ہے، ہم صرف دلیل کے طور پر منکرین کے دو اکابرین کا موقف پیش کرتے ہیں۔

مولانا محمد اسحق دہلوی لکھتے ہیں:

"نور نبی کا ظہور" اول ما خلق اللہ نوری یعنی رسول کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ سب سے پہلے جو شئے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی وہ میرا نور تھا۔ دوسری حدیث میں آقائے نامدار ﷺ فرماتے ہیں کہ پھر سب سے پہلے جو شئے اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمائی وہ میری روح تھی۔۔۔۔۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس نور سے ایک جوہر لطیف پیدا کیا۔۔۔۔۔"(فریاد آدم علیہ السلام کا منتظر صفحہ 7-8)

مولانا شاہ محمد اسحق دہلوی نے یہ حدیث تفصیلی لکھی ہے جس میں تخلیق کائنات کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کائنات کو اُسی نور سے تخلیق کیا اور یہ شاہ محمد اسحق دہلوی وہ ہیں جن کا تعلق

حضرت شاہ عبدالرحیم دہلوی سے ہے۔ اس لحاظ سے غیر مقلدین، اہلحدیث اور دیوبند مکتب فکر دونوں کے لئے قابل احترام ہیں اور ان کے اکابرین میں شمار ہوتے ہیں۔ مولانا اشرف علی تھانوی دیوبندی حکیم الامت نے اپنی کتاب "حکایات اولیاء، ارواح ثلاثہ صفحہ 95 تا109 " پر ان کا ذکر تفصیلی کیا ہے۔

دیوبندی مکتب فکر کے حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی نور کے متعلق لکھتے ہیں۔

"پہلی فصل نور محمدی کے بیان میں" پہلی روایت عبدالرزاق نے اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت کیا ہے کہ میں نے عرض کیا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، مجھ کو خبر دیجئے کہ سب اشیاء سے پہلے اللہ تعالیٰ نے کونسی چیز پیدا کی؟ آپ نے فرمایا اے جابر اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے پیدا کیا۔ پھر وہ نور قدرت الہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا، سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا اور نہ بہشت تھی اور نہ دوزخ تھا اور نہ فرشتہ تھا اور نہ آسمان تھا اور نہ زمین تھی اور نہ سورج تھا اور نہ چاند تھا اور جن تھا اور نہ انسان تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اس نور کے چار حصے کیے اور ایک حصے سے قلم پیدا کیا اور دوسرے حصے سے لوح اور تیسرے سے عرش، آگے طویل حدیث ہے۔

ف: اس حدیث سے نور محمدی کا اول الخلق ہونا بادلیت حقیقہ ثابت ہوا۔ کیونکہ جن جن اشیاء کی نسبت روایات میں اولیت کا حکم آیا ہے۔ ان اشیاء کا نور محمدی سے متاخر ہونا اس حدیث منصوص ہے"۔ (نشر والطیب فی ذکر النبی الحبیب صفحہ 7,6)

یہی وہ حدیث ہے جسے علماء اہلسنت اپنی کتب میں لکھتے ہیں اور اپنی تقاریر میں بیان کرتے ہیں تو ان پر کفر وشرک کے فتوے لگائے جاتے ہیں۔ لیکن منکرین کے اپنے اکابرین جب اسے نقل کریں تو نہ شرک نظر آتا ہے اور نہ بدعت۔ پس یہی افسوناک پہلو ہے اپنے لئے معیار کچھ اور اہلسنت کے لئے معیار کچھ اور غور کا مقام ہے۔

ولادت وسیرت:

بڑے زور وشور کے ساتھ یہ بات باور کرانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ ولادت

نہیں سیرت منانی چاہیے، لیکن سوال یہ ہے کہ سیرت منائی نہیں جاتی سیرت اپنائی جاتی ہے اور ولادت کا دن منایا جاتا ہے۔ دنیا کے کسی بھی انسان کی سیرت کی جب بھی بات کی جائے گی تو پہلے ولادت کی بات ہو گی پھر سیرت کی۔ کوئی بھی سیرت اور کسی کی بھی سیرت ولادت سے الگ نہیں ہے۔ ظاہر ہے نبی ﷺ کی سیرت اپنائی جائے گی تو ان کی ولادت کا تذکرہ بھی ہو گا، پھر سیرت کے متعلق بتایا جائے گا۔ اگر ولادت کا تذکرہ کرنا بالکل ناجائز اور حرام ہوتا تو دیگر انبیاء کی ولادت کا تذکرہ خود قرآن نہ کرتا مثلاً

حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر سورۃ البقرۃ میں

حضرت یحییٰ علیہ السلام کا ذکر سورۃ مریم میں

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر سورۃ مریم میں

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر سورۃ القصص میں

اسی طرح حضرت مریم علیہا السلام کا سورۃ آل عمران میں

اور خود حضرت محمد ﷺ کا ذکر میلاد و بعثت سورۃ البلاد، البقرۃ، آل عمران، النساء، المائدہ، التوبہ، الانبیاء، الجمعہ، المزمل وغیرہ میں اللہ تعالیٰ ہرگز نہ کرتا۔

پھر اسی طرح قرونِ اولیٰ سے اب تک جتنے بھی سیرت نگاروں نے سیرت کی کتب لکھی ہیں، ان سب نے ابتداء حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کے ذکر سے کی ہے۔ نمونے کے طور پر چند کا ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے سیرت و معجزات رسول ﷺ پر بڑی خوبصورت اور جامع کتاب لکھی ہے جو "خصائص کبریٰ" کے نام سے مشہور ہے۔ آپ نے حضور ﷺ کی ولادت کے لئے مختلف انبیاء کرام کی بشارتوں کا ذکر کیا ہے۔ پھر ولادت نبوی پر پورا ایک باب باندھا ہے۔ عنوان ہے "حضور ﷺ کے خصائص ولادت" یہ باب تقریباً بیس صفحات پر مشتمل ہے، جس میں ولادت پاک کے موقع پر ظاہر ہونے والے معجزات کا ذکر صحیح سند کے ساتھ کیا گیا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "بیہقی اور ابونعیم نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ میں سات یا آٹھ سال کی عمر کا ایک ہوش وگوش والا سمجھ دار بچہ

تھا۔ میں نے سنا یثرب کا ایک یہودی صبح کے وقت اپنے قلعہ کی چھت پر کھڑا ہوا اور پکار کر کہا "اے گروہ یہود دیکھو" آس پاس کے سارے یہودی جمع ہو گئے۔ میں سن رہا تھا، ان لوگوں نے اس سے کہا "تیری خرابی ہو کیوں شور مچا رہا ہے؟" یہودی نے چھت پر سے کہا "احمد کا ستارہ طلوع ہو گیا ہے، جس کو آج رات میں کسی وقت پیدا ہونا ہے"۔

حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ "میری والدہ نے بتایا کہ میں اس رات میں حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کے پاس تھی، جس رات رسول ﷺ کی ولادت ہوئی۔ میں گھر میں ہر طرف روشنی اور نور پاتی اور محسوس کرتی جیسے ستارے قریب سے قریب ہو رہے ہیں۔ یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ کیا یہ میرے اوپر گر پڑیں گے۔ پھر جب آمنہ رضی اللہ عنہا نے وضع حمل کیا تو ایک نور برآمد ہوا جس سے ہر شئے روشن ہو گئی یہاں تک کہ نور کے سوا کچھ نہ دیکھتی تھی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اس وقت اللہ کا عبد اور خاتم النبیین تھا جبکہ حضرت آدم علیہ السلام ہنوز اپنے خمیر میں تھے اور میں تم لوگوں میں واضح کرتا ہوں کہ میں سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت اور اپنی والدہ کے خواب کی تعبیر ہوں اور انبیاء کی مائیں ایسے ہی خواب دیکھا کرتی تھیں۔

بلاشبہ آنحضرت ﷺ کی والدہ ماجدہ نے ولادت کے وقت ایسے نور کو دیکھا جس سے ان پر شام کے محلات روشن ہو گئے۔ (خصائص کبریٰ حصہ اول صفحہ 118-136)

ولادت نبوی ﷺ کا یہ جامع تذکرہ تمام علماء امت، آئمہ و محدثین نے کتب سیرت و تواریخ میں کیا ہے۔ اب منکرین میلاد کے اکابرین کی پڑھ لیجئے وہ کیا فرماتے ہیں۔

غیر مقلدین اہلحدیث کے مشہور عالم دین مولانا صفی الرحمن مبارکپوری کی سیرت پر جامع کتاب "الرحیق المختوم" لکھی ہے جسے سیرت رسول ﷺ پر دنیا بھر میں اول انعام یافتہ کتاب قرار دیا گیا ہے۔ انہوں نے "ولادت باسعادت" کا عنوان قائم کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں۔

"رسول اللہ ﷺ مکہ میں شعب بنی ہاشم کے اندر 9 ربیع الاول عام الفیل یوم دوشنبہ کو صبح کے وقت پیدا ہوئے۔۔۔۔۔"

ولادت ہوئی تو میرے جسم سے ایک نور نکلا جس سے شام کے محل روشن ہو گئے"۔ امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت عرباض رضی اللہ عنہ ساریہ سے بھی تقریباً اسی مضمون کی ایک روایت نقل کی ہے۔

بعض روایتوں میں بتایا گیا ہے کہ ولادت کے وقت بعض واقعات نبوت کے پیش خیمے کے طور پر ظہور ہوئے۔ یعنی ایوان کسریٰ کے چودہ کنگورے گر گئے۔ مجوس کا آتش کدہ ٹھنڈا ہو گیا۔ بحیرہ سارا خشک ہو گیا اور اس کے گرجے منہدم ہو گئے۔

ولادت کے بعد آپ کی والدہ نے عبدالمطلب کے پاس پوتے کی خوشخبری بھجوائی۔ وہ شاداں و فرحاں تشریف لائے اور آپ ﷺ کو خانہ کعبہ میں لے جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی۔ اس کا شکر ادا کیا اور آپ کا نام محمد تجویز کیا"۔ (الرحیق المختوم صفحہ 83)

قاضی سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں: "ہمارے نبی صلعم (ﷺ) موسم بہار میں دو شنبہ کے دن ۹ ربیع الاول اعام الفیل مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء یکم جیٹھ ۶۲۸ بکرمی کو مکہ معظمہ میں بعد از صبح صادق و قبل از طلوع نیر عالم تاب پیدا ہوئے۔ حضور (ﷺ) اپنے والدین کے اکلوتے بیٹے تھے۔ والد بزرگوار کا آنحضرت (ﷺ) کی پیدائش سے پہلے انتقال ہو گیا تھا۔۔۔۔۔عبدالمطلب (آنحضرت ﷺ) کے دادا نے خود بھی یتیمی کا زمانہ دیکھا تھا، اپنے ۲۴ سال کے نوجوان پیارے فرزند عبداللہ کی اس یادگار کے پیدا ہونے کی خبر سنتے ہی گھر میں آئے اور بچے کو خانہ کعبہ میں لے گئے اور دعا مانگ کر واپس لائے۔

ساتویں دن قربانی کی اور تمام قریش کو دعوت دی۔ دعوت کھا کر لوگوں نے پوچھا آپ نے بچے کا نام کیا رکھا؟ عبدالمطلب نے کہا "محمد"۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ آپ نے اپنے خاندان کے سب مروجہ ناموں کو چھوڑ کر یہ نام کیوں رکھا؟ کہا میں چاہتا ہوں کہ میرا بچہ دنیا بھر کی ستائش اور تعریف کا شایاں قرار پائے"۔

(رحمۃ العالمین حصہ اول صفحہ 40-41)

دیوبندی عالم دین مولانا محمد حفیظ الرحمن سیوہاروی حضرت محمد ﷺ کی ولادت باسعادت کا ذکر یوں کرتے ہیں:

"۹ ربیع الاول ۲۰ اپریل ۵۷۱ء کی صبح صبح سعادت تھی جب مدنیت و حضارت

عبدالمطلب کے یہاں آمنہ بنت وہب کے مشکوٰ و معلّٰی سے آفتاب رسالت محمد ﷺ نے ظہور کیا۔ خدایا! وہ صبح کیسی سعادت افروز تھی جس نے کائنات ارضی کو رشد و ہدایت کے طلوع کا مژدہ جانفزا سنایا اور وہ ساعت کیسی مبارک و محمود تھی جو معمورہ عالم کے لئے پیغام بشارت بنی۔ عالم کا ذرہ ذرہ زبانِ حال سے نغمے گا رہا تھا کہ وقت آپہنچا کہ ربّ دنیا ہست و بود کی شقاوت دور اور سعادت مجسم سے عالم معمور ہو ظلمت شرک و کفر کا پردہ چاک ہو اور آفتاب ہدایت روشن و تابناک ہو۔ مظاہر ہستی پرستی، باطل ٹھہرے اور خدائے واحد کی توحید مقصد حیات قرار پائے۔۔۔۔۔ دنیا تو کیا ملک، قبیلہ اور خاندان کو بھی علم نہ تھا کہ مذاہب عالم جس آفتاب رسالت کے طلوع ہونے کے منتظر ہیں وہ اس غیر متمدن سرزمین اور عبدالمطلب کے گھرانے سے جلوہ گر ہوگا کہ اس کی ولادت باسعادت کو خاص اہمیت دینے اور تاریخ ولادت کو اپنے سینے میں محفوظ رکھتے، مگر جس خالق کائنات کے نوشتہ تقدیر نے اس کو مقدس ہستی بنانے کا فیصلہ کیا، کیا اس کے بعد قدرت نے ولادت باسعادت کے لئے ایک معجزانہ تاریخی نشان بھی ظاہر کر دیا اور وہ اصحاب الفیل کا واقعہ تھا۔

معتبر اور مستند روایات ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کی ولادت اس واقعہ سے چند ماہ بعد ہوئی"۔ (قصص القرآن حصہ سوئم، چہارم صفحہ 254)

جماعت اسلامی کے سابق رہنما نعیم صدیقی لکھتے ہیں:

"واقعہ فیل کے پچاس پچپن دن بعد ماہ ربیع الاول ۵۲ء قبل ہجرت میں نوع انسانی کے نجات دہندہ جناب محمد مصطفیٰ (ﷺ) کی ولادت ہوئی۔ تاریخ میں مختلف کیلنڈروں اور ان کے رد بدل کی وجہ سے اختلاف ہوا ہے۔ کتابوں میں دو تاریخوں پر زیادہ زور ہے۔ ایک ۹ ربیع الاول بروز سوموار دوسرا ۱۲ ربیع الاول۔۔۔۔۔۔۔۔ آپ (ﷺ) کی ولادت ہونے پر سارا گھر نور سے بھر گیا۔ حضور (ﷺ) کے دادا جناب عبدالمطلب آپ کو اٹھا کر خانہ کعبہ میں لے گئے اور آپ (ﷺ) کے لئے وہاں دعائیں کرتے رہے۔ دادا نے اپنے ایک خوابِ بشارت کی روشنی میں "محمد" نام رکھا۔ فرمایا" میں چاہتا ہوں کہ میرا پوتا تعریف و توصیف حاصل کرے"۔ حضور (ﷺ) کی والدہ محترمہ نے آپ (ﷺ) کا نام ایک رویائے صادقہ کی بنا پر احمد (ﷺ) رکھا تھا۔ یہ دونوں نام حضور (ﷺ) کے ذاتی نام

ہیں۔ دادا نے ساتویں دن قربانی دی اور تمام قریش کی ضیافت کی۔۔۔۔۔ اتفاق کی بات ہے کہ حلیمہ سعدیہ کو کوئی بچہ نہ مل سکا اور خالی ہاتھ جانا بھی اس کے لئے رنجیدہ تھا، چنانچہ وہ مکہ کے اسی یتیم بچے کی طرف مائل ہوئیں۔

خواتین بنو سعد کا قافلہ جب مکہ سے روانہ ہوا تو تمام لوگ حیران رہ گئے کہ حلیمہ کی مریل سی سواری جو مکہ آتے ہوئے چل کے نہ دیتی تھی اب اپنی برق رفتاری کی وجہ سے سب سے آگے آگے تھی۔ گھر پہنچنے کے بعد جلد ہی حلیمہ کو حیرت ناک تجربہ پیش آیا کہ دبلی سی اونٹنی اور بکریوں کے دودھ میں اضافہ ہو گیا اور حلیمہ سعدیہ کا دودھ بھی اتنا بڑھا کہ اس کے اپنے بچے اور نبی پاک (ﷺ) دونوں کی کفایت کرتا۔ گھر میں خوشحالی، برکت اور طمانیت کی فضا نمودار ہو گئی"۔ (سید انسانیت صفحہ 16-17)

دیوبندی مکتب فکر کے ایک اور عالم دین کی بھی سنئے۔

"خلقت و ولادت" کے عنوان کے تحت مولانا قاری محمد طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:

"روحانی آفتاب (آفتاب نبوت) کے سلسلہ میں بھی اولاً حضور (ﷺ) کی پیدائش ہے اور آپ کا اس ناسوتی عالم میں تشریف لانا ہے۔ اس کو ہم اصطلاحاً ولادت باسعادت یا میلاد شریف کہتے ہیں۔ اگر آپ (ﷺ) دنیا میں تشریف نہ لاتے تو نہ صرف یہی کہ آپ نہ پہچانے جاتے، بلکہ عالم کی کوئی بھی اپنی غرض و غایت کے لحاظ سے نہ پہچانی جاتی۔ محمد (ﷺ) نہ ہوتے تو کچھ بھی نہ ہوتا، پس جو درجہ علوی آفتاب میں خلقت کہلاتا ہے۔ اسی کو ہم نے روحانی آفتاب میں ولادت کہا ہے"۔ (آفتاب نبوت صفحہ 94)

ان تمام اقتباسات کو پڑھنے کے بعد مخالفین، اور منکرین میلاد کی آنکھیں کھل جانا چاہیے جو ربیع الاول آتے ہی شرک و بدعت کے فتوے دینا شروع ہو جاتے ہیں اور یہ کہتے نہیں تھکتے کہ خوشی و جشن کیسا؟ جھنڈیاں اور بینرز کیسے؟ لنگر و جلوس کیسا؟ چراغاں و روشنی کیسی؟ ان اقتباسات سے تو معلوم ہوا کہ:

۱۔ ولادت کے موقع پر نور پھیل گیا، شام کے محلات روشن ہو گئے۔

۲۔ ستارے زمین کے قریب آگئے، یعنی قدرت نے چراغاں کیا۔

۳۔ حضرت عبدالمطلب اور حضرت آمنہ نے خوشی کا اظہار کیا، یعنی جشن منایا۔

۴۔ خانہ کعبہ میں جا کر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، یعنی نعمت کے ملنے پر اللہ کا شکر ادا کیا۔

۵۔ قربانی (جانور ذبح) کر کے خاندان قریش کی دعوت کی، یعنی کھانا تقسیم کیا، لنگر کیا۔

۶۔ بچے کا ایسا نام رکھا جو خاندان میں پہلے کسی کا نہ تھا اور اس کے عروج کی خواہش ظاہر کی، یعنی آپ کی تعریف اور ذکر کی بلندی ہمیشہ رہے۔

۷۔ حضرت محمد ﷺ کو گود لینے سے حضرت حلیمہ سعدیہ کی سواری توانا اور طاقتور ہو گئی، یعنی آپ کی آمد سے کمزور کو طاقت ملی۔

۸۔ حضرت محمد ﷺ کی برکت سے حضرت حلیمہ سعدیہ کا دودھ بڑھ گیا، بکریوں کے دودھ میں اضافہ ہو گیا، گھر کے برتن دودھ سے بھر گئے، خوشحالی ہی خوشحالی ہو گئی، یعنی آپ کے آنے سے اقتصادی اور معاشی خوشحالی آئی۔

اب ذرا انصاف سے بتائیں کہ یہی وہ واقعات و معجزات ہیں جو ولادت نبی ﷺ کے موقع پر محفل میلاد یا جلسہ میلاد منعقد کر کے بیان کیے جاتے ہیں اور لنگر تقسیم کیا جاتا ہے۔ کونسی وہ بات ہے جو نئی ہے جو پہلے علماء و مجتہدین، محدثین اور سیرت نگاروں نے بیان نہیں کیں۔ پھر فتووں کی بارش صرف علماء اہلسنت اور عوام اہلسنت پر ہی کیوں؟ اور یہ کہ جب ولادت سیرت سے جدا نہیں ہے تو پھر صرف سیرت، سیرت کی بات ہی کیوں کی جاتی ہے؟ اور ولادت کے تذکرے کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔

تاریخ ولادت:

مخالفین اور منکر میلاد کو جب کچھ بات نہیں بن پڑتی تو یہ کہہ کر اس کی مخالفت کرتے ہیں کہ حضور ﷺ کی ولادت ۹ ربیع الاول کو ہوئی جیسا کہ آپ گذشتہ اقتباسات میں بھی پڑھ چکے ہیں اور ۱۲ ربیع الاول کو وفات ہوئی۔ اس لئے وفات کے دن جشن میلاد منانا درست نہیں۔ اول تو یہ اعتراض ہی بلاجواز ہے، اگر ان کے نزدیک ۹ ربیع الاول شریف تاریخ ولادت ہے تو انہیں ۹ ربیع الاول کو خوشی منانے سے کس نے منع کیا ہے؟ لیکن وہ نہ تو ۹ اور نہ ہی ۱۲ ربیع الاول کو خوشی مناتے ہیں۔ ہم کچھ تھوڑا سا جائزہ اس کا بھی لیتے ہیں۔ تاریخ

اصل ہے کون سی؟

اس سلسلہ میں گزارش یہ کہ اہلسنت کے نزدیک تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول ہی ہے۔ جبکہ مخالفین و منکرین ۹ ربیع الاول پر زور دیتے ہیں۔ یہ طبقہ اہلحدیث، دیوبندی حضرات اور ان کے ہمنوا ہیں اور اہل تشیع کے نزدیک یہ تاریخ ۱۷ ربیع الاول یا ۱۹ ربیع الاول ہے۔ کتب تواریخ و سیرت میں مختلف تاریخوں کے باوجود ۱۲ ربیع الاول پر اتفاق زیادہ ہے۔ ہم ان اختلافات تاریخ کو ایک طرف رکھ کر صرف مخالفین و منکرین کے جید علماء و اکابرین کی رائے پیش کریں گے۔

۱۔ مولانا عبدالماجد دریا آبادی نے ۱۲ ربیع الاول ۵۲ قبل ہجرت تاریخ ولادت لکھی ہے۔ (خاتون پاکستان ماہنامہ "رسول نمبر" ۷۳ ۱۳ صفحہ 12-11)

۲۔ مولانا اشرف علی تھانوی، دیوبندی لکھتے ہیں۔ سب کا اتفاق ہے کہ دوشنبہ تھا اور تاریخ میں اختلاف ہے۔ آٹھویں یا بارہویں ماہ سب کا اتفاق ہے کہ ربیع الاول تھا۔

(نشر والطیب فی ذکر النبی الحبیب صفحہ 28)

۳۔ مولانا احتشام الحق تھانوی دیوبندی لکھتے ہیں۔

"مشہور روایت یہی ہے کہ ربیع الاول کے مہینے کی بارہ تاریخ، دوشنبہ کا دن اور صبح صادق کا وقت تھا جب آپ (ﷺ) نے اپنے وجود عنصری و جسمانی وجود اقدس سے پوری کائنات کو رونق بخشی"۔ (ماہنامہ محفل لاہور مارچ 1981ء صفحہ 65)

۴۔ قاضی نواب علی اہلحدیث فرماتے ہیں: "صبح کا وقت، پیر کا دن، ربیع الاول کی بارہ تاریخ اور عام الفیل بھی وہی سال جب ابرہہ نے مکہ پر حملہ کیا تھا جو ۵۷۰ عیسوی تھا۔ حضور (ﷺ) کی ولادت باسعادت ہوئی اور خدا کی رحمت زمین پر آئی"۔ (رسول اکرم صفحہ 22-21)

۵۔ جماعت اسلامی کے بانی سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں: "ربیع الاول کی کونسی تاریخ تھی۔ اس میں اختلاف ہے۔ لیکن ابن ابی شیبہ نے حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہم کا قول نقل کیا ہے کہ آپ (ﷺ) ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ اس کی تصریح محمد بن قاسم نے کی ہے اور جمہور اہل علم میں یہی تاریخ مشہور ہے"۔

(سیرت سرور عالم صفحہ 94-93)

۶۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے: "پیدائش ۱۲ ربیع الاول کے مہینے میں پیر کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پانچ سو اکہتر (۵۷۱ء) برس بعد ہوئی"۔ (رحمت عالم صفحہ 13)

۷۔ نواب محمد صدیق حسن خان المحدیث لکھتے ہیں: "ولادت شریف مکہ مکرمہ میں بوقت طلوع فجر روز دوشنبہ دوازدہم ربیع الاول (۱۲ ربیع الاول) عام الفیل کو ہوئی۔ جمہور علماء کا یہی قول ہے۔ ابن الجوزی نے اس سے اتفاق کیا ہے"۔

(الفقیہ (ہفت روزہ) امرتسر میلاد نمبر 1932ء صفحہ 40)

۸۔ سرسید احمد خان لکھتے ہیں: جمہور مورخین کی یہ رائے ہے کہ آنحضرت ﷺ بارھویں ربیع الاول کو عام الفیل کے پہلے برس یعنی ابرہہ کی چڑھائی کے پچپن روز بعد پیدا ہوئے۔ (خطبات الاحمدیہ صفحہ 18i)

۹۔ مولانا مفتی شفیع دیوبندی لکھتے ہیں: "ماہ ربیع الاول کی بارھویں تاریخ۔۔۔۔۔۔ ہمارے آقائے نامدار محمد رسول اللہ ﷺ رونق افزائے عالم ہوئے ہیں"۔

(سیرت خاتم الانبیاء صفحہ 18)

مخالفین اور منکرین میلاد کا یہ کہنا کہ تاریخ ولادت ۹ ربیع الاول تھی: جواز کیلئے علامہ شبلی نعمانی کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ جنہوں نے محمود پاشا فلکی کی تحقیق کو بنیاد بنا کر ۹ ربیع الاول کو تاریخ ولادت قرار دیا ہے۔ مفتی محمد شفیع دیوبندی اس کا رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "مشہور قول بارھویں ربیع الاول کا ہے۔ یہاں تک کہ ابن البزاز نے اس پر اجماع نقل کیا کر دیا اور محمود پاشا مکی مصری نے نویں تاریخ کو بذریعہ حسابات اختیار کیا ہے۔ یہ جمہور کے خلاف بے سند قول ہے اور حسابات پر بوجہ اختلاف مطالع ایسا اعتماد نہیں ہو سکتا کہ جمہور کی مخالفت اس بنا پر کی جائے"۔ (سیرت خاتم الانبیاء انگریزی حاشیہ صفحہ 18)

مفتی شفیق الرحمن نے اپنے کالم "میلاد النبی حقیقت کے آئینے میں" مورخہ 18 جنوری روزنامہ فرزند کشمیر میں امام احمد رضا محدث بریلی کے متعلق لکھا ہے کہ "احمد رضا خان بریلوی، فتاویٰ رضویہ جلد نمبر 26 ولادت 8 ربیع الاول ہے (حضرت کا رسالہ نطق الحلال، فتاویٰ رضویہ جلد 26 میں ضم کر دیا گیا)"۔

العالمین ﷺ کی ولادت اور وصال کے بارے میں اختلاف پر ۱۴ صفحات کا ایک رسالہ "نطق الھلال بارخ ولاۃ الحبیب الوصال" ۱۳۱۷ھ میں تحریر فرمایا۔ اس میں سال و ماہ اور تاریخ پر مفصل بحث کی ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ تحریر فرماتے ہیں۔"(ولادت کے متعلق) سات قول ہیں۔ مگر اشہر و اکثر و ماخذ و معتبر بارہویں ہے۔ مکہ معظمہ میں ہمیشہ اسی تاریخ مکان مولد اقدس کی زیارت کرتے ہیں۔۔۔۔شرح مواہب میں امام کثیر سے ہے۔ ہوالمشہور عندالجمہور۔ اسی پر عمل ہے"۔(ضیائے حرم ماہنامہ صفحہ 188، عید میلاد النبی نمبر دسمبر 1989ء)

مفتی صاحب کے جھوٹ کا پول کھل گیا ہے پس یہی حال ان حضرات کی دیگر تحقیقات کا ہے۔ اب معلوم ہوا کہ جمہور اہل اسلام کے نزدیک قرونِ اولیٰ سے اب تک تاریخ والادت ۱۲ ربیع الاول ہی کے دن یوم ولادت مناتے ہیں۔ اب رہی یہ بات کہ ۱۲ ربیع الاول حضور ﷺ کے وصال کا دن بھی ہے اس لئے خوشی کا اظہار کرنا درست نہیں، شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہر القادری نے اس سلسلہ میں بہت سے روایات کو جمع کیا ہے، لکھتے ہیں:

"امت کے حق میں حضور ﷺ کی ولادت اور رحلت اطہر دونوں باعث رحمت ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا "میری حیات تمہارے لئے باعث خیر ہے کہ تم دین میں نئی نئی چیزوں کو پاتے ہو اور ہم تمہارے لئے نئی نئی چیزوں کو پیدا کرتے ہیں۔ میری وفات بھی تمہارے لئے خیر ہے۔ مجھے تمہارے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ پس جب میں تمہاری طرف سے کسی اچھے عمل کو دیکھتا ہوں تو اس پر اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں اور جب کوئی بری چیز دیکھتا ہوں تو تمہارے لئے مغفرت مانگتا ہوں"۔

یہ حدیث مبارکہ واضح کرتی ہے کہ حضور ﷺ کا وصال مبارک بھی اسی طرح امت کے حق میں رحمت ہے جس طرح آپ ﷺ کی ظاہری حیات طیبہ سارے عالم کے لئے دائمی رحمت ہے"۔(میلاد النبی صفحہ 483-85)

اس وضاحت کے بعد کیا جواز باقی رہ جاتا ہے کہ بار بار یہ کہہ کر جشن میلاد النبی ﷺ کی مخالفت کرتے ہوئے اور اپنے بغض و عناد کا اظہار کیا جائے کہ ۱۲ ربیع الاول یوم

۱۲ ربیع الاوّل کو میلاد النبی منایا اور اس کے منانے پر اجر وثواب ملنے کی خوشخبری بھی سنائی تو ان کے لئے معترضین کا فتویٰ کیا ہوگا، اسی پر صدیوں سے آج تک اہل ایمان کار بند ہیں اور جشن عید میلاد النبی ﷺ منا کر اپنی محبت وعقیدت کا اظہار کرتے ہیں۔

مروّجہ محفل میلاد:

مولانا ذاکر شوکت کشمیری اپنے کالم "شان محمد (ﷺ)" (روزنامہ فرزند کشمیر مورخہ 18 جنوری 2014) میں لکھتے ہیں: "یاد رہے کہ محفل میلاد اور چیز ہے اور آنحضرت کا نفس ذکر ولادت باسعادت اور شئے ہے۔ اوّل بدعت ہے اور ثانی مندوب ومستحب ہے۔ چنانچہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی تحریر فرماتے ہیں۔ نفس ذکر ولادت مندوب ہے اور اس میں کراہت قیود کے سبب آئی ہے"۔

گویا کالم نگار کو صرف محفل میلاد پر اعتراض ہے جسے وہ بدعت قرار دیتے ہیں۔ جبکہ ذکر ولادت کو وہ بھی درست سمجھتے ہیں۔ حالانکہ ہمارے نزدیک محفل میلاد ہی ذکر ولادت رسول ﷺ ہے اور ہم بھی فرض واجب نہیں، بلکہ مستحب عمل ہی سمجھتے ہیں جس پر ہم تفصیل گذشتہ اوراق میں لکھ چکے ہیں۔ اب رہا یہ سوال کہ محفل میلاد کے عنوان سے آئمہ محدثین اور سیرت نگاروں نے اس کا ذکر کیا یا نہیں تو ہمارے سامنے علماء امت کا عمل کافی ہے اکابر علماء کا یہ عمل ہمارے سامنے ہے، چنانچہ

۱۔ شارح بخاری امام قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ربیع الاوّل شریف چونکہ حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کا مہینہ ہے، لہٰذا اس میں تمام اہل اسلام ہمیشہ کی خوشی میں محافل کا انعقاد کرتے چلے آرہے ہیں۔ اس کی راتوں میں صدقات اور اچھے اعمال میں کثرت کرتے ہیں۔ خصوصاً ان محافل میں آپ کی ولادت کا تذکرہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی رحمتیں حاصل کرتے ہیں۔ محفل میلاد کی یہ برکت مجرب ہے کہ اس کی وجہ سے یہ سال امن کے ساتھ گزرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس آدمی پر اپنا فضل واحسان فرمائے جس نے آپ ﷺ کے میلاد مبارک کو عید بنا کر ایسے شخص پر شدت کی کہ جس کے دل میں مرض ہے۔

(ماہنامہ ضیائے حرم میلاد النبی صفحہ نمبر 383 دسمبر 1989، بحوالہ المواہب اللدنیہ صفحہ 27)

۲۔ شیخ قطب الدین الحنفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "۱۲ ربیع الاول کی رات ہر سال مسجد حرام میں اجتماع ہو جاتا تھا۔ تمام علاقوں کے فقہا، گورنر اور چاروں مذاہب کے قاضی مغرب کی نماز کے بعد مسجد میں اکٹھے ہو جاتے، نماز ادا کرنے کے بعد سوق اللیل سے گزرتے ہوئے حضور ﷺ کے حجرہ ولادت کی زیارت کو جاتے۔ ان کے ہاتھوں میں کثیر تعداد میں شمعیں، فانوس اور مشعلیں ہوتیں (گویا وہ مشعل بردار جلوس ہوتا) وہاں لوگوں کا اتنا کثیر اجتماع ہوتا کہ جگہ نہ ملتی، پھر ایک عالم دین وہاں خطاب کرتے۔ تمام مسلمانوں کے لئے دعا ہوتی اور تمام لوگ دوبارہ پھر مسجد حرام میں آجاتے۔ واپسی پر مسجد میں بادشاہ وقت مسجد حرام اور ایسی محفل کے انتظام کرنیوالوں کی دستار بندی کرتا۔ پھر عشاء کی اذان اور جماعت ہوتی۔ اس کے بعد لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جاتے۔ یہ اتنا بڑا اجتماع ہوتا کہ دور دراز دیہاتوں، شہروں حتیٰ کہ جدہ کے لوگ بھی اس محفل میں شریک ہوتے اور آپ ﷺ کی ولادت کی خوشی کا اظہار کرتے تھے۔" (ایضاً صفحہ 383 بحوالہ الاعلام باعلام بیت الحرام صفحہ 196)

۳۔ امام جمال الدین الکتانی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے: "آپ ﷺ کی ولادت کا دن نہایت ہی معظم، مقدس اور محترم و مبارک ہے۔ آپ ﷺ کا وجود پاک اتباع کرنے والے کے لئے ذریعہ نجات ہے۔ جس نے بھی آپ ﷺ کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا اس نے اپنے آپ کو عذاب جہنم سے محفوظ کر لیا۔ لہٰذا ایسے موقع پر خوشی کا اظہار کرنا اور حسب توفیق خرچ کرنا نہایت مناسب ہے"۔ (ایضاً صفحہ 384)

۴۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "تمام مسلمانوں کے لئے حضور اکرم ﷺ کے یوم ولادت کا اظہار شکر کے طور پر اکٹھا ہونا اور لوگوں کو کھانا کھلانا مستحب ہے"۔ (اصدق اعقال فی مسئلہ المیلاد صفحہ 3، بحوالہ الحاوی للفتاوی، امام جلال الدین سیوطی)

۵۔ علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "حضور اکرم ﷺ کا ظہور سب سے بڑی نعمت ہے تو اس لئے لائق ہے کہ خاص یوم ولادت سرور کونین کی خوشی منائی جائے اور شکر بجا لایا جائے"۔ (ایضاً صفحہ 3، بحوالہ الحاوی للفتاوی)

اب ذیل میں معترضین کے اکابرین اور اہلسنت کے متفقہ اکابرین کا عقیدہ بھی پیش کرتے ہیں۔

۱۔ علامہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں: اگر محفل میلاد کے انعقاد کا مقدش تعظیم رسول ﷺ ہے تو اس کے کرنے والے کیلئے اجر عظیم ہے۔"

(میلاد النبی نمبر 385، بحوالہ اقتضاء الصراط المستقیم صفحہ 297)

۲۔ حضرت شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ: "میں ہمیشہ ہر سال حضور علیہ و السلام کے میلاد کے موقع پر کھانے کا اہتمام کرتا تھا۔۔۔۔۔۔" (شاہ عبدالرحیم ولادت کی خوشی میں کھانا بھی تقسیم کرتے اور زیارت رسول ﷺ سے مشرف ہوتے)۔

(ماہنامہ ضیائے حرم (میلاد النبی نمبر) صفحہ 384 بحوالہ الدر الثمین صفحہ 40)

۳۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ: "میں مکہ معظمہ میں میلاد کے روز حضور ﷺ کے مولد شریف میں تھا۔ اس وقت لوگ آپ (ﷺ) پر درود پڑھتے تھے اور آپ کا ذکر کرتے تھے اور وہ معجزات بیان کرتے تھے جو آپ کی ولادت کے وقت آپ ﷺ سے ظاہر ہوئے تھے۔ میں نے اس مجلس میں انور و برکات دیکھے۔"

(اصدق المقال فی مسئلۃ المیلاد صفحہ 6، بحوالہ فیوض الحرمین، القول الجلی فی ذکر آثار الولی صفحہ 69-70، 162، 163)

۴۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "اور ماہ ربیع الاول کی برکت حضور نبی اکرم ﷺ کی میلاد شریف کی وجہ سے ہے۔ جتنا امت کی طرف سے آپ ﷺ کی بارگاہ میں ہدیہ درود وسلام اور طعاموں کا نذرانہ پیش کیا جائے اتنا ہی آپ ﷺ کی برکتوں کا ان پر نزول ہوتا ہے۔" (میلاد النبی صفحہ 377، بحوالہ فتاوی عزیزیہ 163)

۵۔ غیر مقلدین کے ایک مایہ ناز عالم دین نواب صدیق حسن بھوپالی میلاد کو منانا نہ صرف صحیح و درست سمجھتے ہیں، بلکہ لکھتے ہیں: "جس کو حضرت (ﷺ) کے میلاد کا حال سن کر فرحت حاصل نہ ہو اور شکر خدا کے حصول پر اس نعمت کے نہ کرے، وہ مسلمان نہیں۔"

(میلاد النبی صفحہ 384، بحوالہ الشمامۃ العنبریہ من مولد خیر البریہ صفحہ 5-12)

علماء دیوبند بھی حضرت شاہ عبدالرحیم محدث دہلوی، حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی، حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کو غیر مقلدین، اہلحدیث کی طرح اپنا اکابر مانتے ہیں، اس لئے ان حضرات کی تعلیمات سے انحراف کرنا کہاں کا انصاف ہے۔ علاوہ ازیں علماء دیوبند حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی کو بھی اپنا امام تسلیم کرتے ہیں۔

۱۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے میلاد شریف منانا، خوشی کرنا، دودھ پلانے اور مال کو خرچ کرنے پر اجر و ثواب ملتا ہے، لکھا ہے۔ (مدراج النبوت، اخبار الاخیار)

۲۔ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر علماء دیوبند کے مرشد ہیں۔ انہوں نے میلاد شریف منانے کو باعث اجر و ثواب لکھا ہے۔

(شمائم امدادیہ صفحہ 47-50، امداد المشتاق صفحہ 52-53، فیصلہ ہفت مسئلہ صفحہ 7)

۳۔ مولانا اشرف علی تھانوی علماء دیوبند کے حکیم الامت ہیں۔ آپ بھی ربیع الاول شریف میں ذکر میلاد کو درست جانتے ہیں۔ (خطبات میلاد النبی صفحہ 190، 199، 198)

۴۔ مولانا خلیل احمد سہارنپوری، دیوبندی کی مرتب کردہ کتاب "المہند علی المفند" ہے۔ میلاد شریف اور ذکر رسول کو پسندیدہ اور اعلیٰ درجہ کا مستحب قرار دیا ہے اور یہی اکابر علماء دیوبند کا عقیدہ بتایا ہے۔ (المہند علی المفند صفحہ 60-61)

ان تشریحات کے بعد اہلحدیث غیر مقلدین اور دیوبند مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے حضرات بالخصوص اور بالعموم وہ حضرات جو معترضین میلاد ہیں، ان کی آنکھیں کھل جانا چاہئیں کہ ان کو صرف ربیع الاول شریف ہی میں شرک و بدعت کی فکر کیوں پڑ جاتی ہے۔

ایک طرف ان اکابر علماء کے ارشادات پڑھیے اور دوسری طرف اس احمقانہ کالم کا یہ اقتباس:

" خان صاحب (امام احمد رضا محدث بریلی) مولونعیم الدین مراد آبادی، مولوی عبدالسمیع، مولوی محمد صالح (ابوصالح محمد فیض احمد اویسی)، مفتی احمد یار خان (نعیمیؔ)، مولوی محمد عمر (اچھروی) اس کے اثبات پر جو دو از کار، بے فائدہ اور لایعنی دلائل پیش کر کے صفحات کے صفحات سیاہ کر دیئے ہیں"۔ (کالم "شانِ محمد" روزنامہ فرزند کشمیر 18 رجنوری 2014ء)

اب مولانا محمد ذاکر شوکت کاشمیری کا ان اکابر غیر مقلدین اور اکابر علماء دیوبند کے ساتھ اکابرین امت کے بارے میں کیا فتویٰ ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ انہوں نے بھی اثبات میلاد میں صفحات کے صفحات سیاہ کر دیئے ہوں۔ رہی یہ بات کہ سیرت رسول ﷺ پر عمل ہونا چاہیے تو میلاد شریف میں جو بیان کیا جاتا ہے کیا اس میں سیرت رسول ﷺ پر عمل کی دعوت نہیں دی جاتی۔ کیا حاملین جشن عید میلاد النبی ﷺ تلاوت کلام الہی، نعت رسول مقبول ﷺ کے ساتھ ساتھ نماز کا اہتمام نہیں کرتے، مساکین وفقراء میں کھانا تقسیم نہیں کیا

جاتا۔ ہاں اگر کسی جگہ کوئی شخص کسی غیر شرعی عمل کا مرتکب ہوتا ہے تو اس کا رد نہیں کیا جاتا حاملین جشن میلاد النبی ﷺ میں سے کوئی بھی حرام کی کمائی سے ایسا نہیں کرتا اور نہ ہی کنڈیاں ڈال کر چراغاں کرتا ہے۔ بلکہ اپنی حلال کی کمائی کو استعمال میں لایا جاتا ہے۔ اگر بالفرض معترض۔

(کالم جشن یا مشن از مفتی ملیح الرحمن کالم ہم کیسے عاشق رسول ہیں، روزنامہ دھرتی 23 جنوری 2014، حاجی زاہد حسین)

ایسا ہے، بھی تو کیا علماء اہلسنت اس کو درست و جائز قرار دیتے ہیں۔ اگر ایسا نہیں تو اس عمل میں اصلاح کی ضرورت ہے نہ یہ کہ اسے جواز بنا کر اس پورے عمل کو ہی شرک و بدعت کہا جائے اور اس کے خاتمہ کے لئے پورا زور لگایا جائے۔ خانہ کعبہ میں 360 بت تھے، لیکن خانہ کعبہ نہیں گرایا گیا بلکہ بت اٹھا کر باہر پھینک دیئے گئے۔ رہی یہ بات کہ صرف 10 محرم کو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کا دن منایا جاتا ہے اور 12 ربیع الاول کو ہی حضور ﷺ کی یاد آتی ہے۔ تو اہلسنت کے ہاں ایسا نہیں ہوتا، بلکہ ان کے ہاں ذکر رسول ﷺ ذکر اہل بیت، ذکر صحابہ کرام، ذکر سلف صالحین پوری سال جاری بھی رہتا ہے۔ کبھی میلاد شریف، کبھی گیارھویں شریف، کبھی محرم شریف میں ذکر حسین تو کبھی اعراس اولیاء امت اور ان کی تعلیمات اور سیرت پہ عمل بھی کیا جاتا ہے۔ اگر یک جنبش قلم اس سارے عمل کو شرک و بدعت قرار دے کر اس کی مخالفت کی جائے تو پھر زمانے میں کوئی بھی ایسی بدعت سے نہیں بچ سکتا۔ اب رہی یہ بات کہ "جشن نہیں مشن" کو اپنانا چاہیے تو ہمارے نزدیک صحابہ کرام کا مشن ہی محبت رسول ﷺ کے ذریعے سیرت رسول کو عام کرنا تھا اور محبت رسول کے لئے ضروری ہے کہ جشن میلاد النبی منایا جائے اور سیرت رسول ﷺ کو اپنایا جائے۔ الحمد للہ جشن میلاد النبی کے اس سارے عمل میں اسی کا درس دیا جاتا ہے اور اخوت، بھائی چارے، رواداری، احترام انسانیت کو عام کیا جاتا ہے۔ یہاں صحابہ کرام کا ہرگز یہ مشن نہ تھا کہ وہ مسلمان کو کافر، بدعتی اور مشرک قرار دیں، مسلمانوں کی گردن زنی کریں، مقدس مقامات، مساجد، مدارس، خانقاہوں، مزارات کو بم دھماکوں سے اڑائیں۔ دین کے نام پہ یہ سب کچھ کیا جا رہا ہے اور کون کر رہا ہے، وہی جو جشن میلاد النبی اور جلوس محرم الحرام کو بزور بازوں بند کرانا چاہتے ہیں۔ میں اپنے اس مقالہ کو اس امید کے ساتھ ختم کر رہا ہوں کہ جتنی امت محمدی ﷺ

کو آج اتحاد و اتفاق کی ضرورت ہے، پہلے کبھی نہ تھی اور اتحاد، اتفاق کے لئے ذات رسول ﷺ کے اور کون ہے۔ آپ کی ذات سے محبت و عقیدت کا تقاضا ہے کہ ہم میلاد شریف منائیں اور سیرت رسول ﷺ پر عمل کریں۔ اس لئے کہ یہی وہ موقع ہوتا ہے جب ہر طبقہ فکر رنگ، نسل، زبان بھول کر صرف اپنے نبی ﷺ کی ولادت کی خوشی میں اکٹھے ہوتے ہیں۔

پیر کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں: "بعض متشددین، محفل میلاد کے انعقاد کو بدعت کہتے ہیں اور بدعت بھی وہ جو مذمومہ ہے اور ضلالت ہے بیشک حدیث پاک میں بدعت سے اجتناب اور پرہیز کا حکم دیا گیا ہے۔ غور طلب امر یہ ہے کہ بدعت کا مفہوم کیا ہے۔ اگر بدعت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ عمل جو عہد رسالت میں اور عہد خلافت راشدہ میں نہ تھا اور اس کے بعد ظہور پذیر ہوا وہ بدعت ہے اور بدعت مذمومہ ہے اور اس پر عمل کرنے والا گمراہ ہے اور دوزخ کا ایندھن ہے۔ تو پھر اس کی زد سے کوئی بھی نہیں بچ سکے گا۔ یہ علوم جن کی تدریس کے لئے بڑے بڑے مدارس اور جامعات اور یونیورسٹیاں قائم کی گئی ہیں اور جن پر کروڑہا روپیہ خرچ کیا جارہا ہے، ان علوم میں سے بیشتر وہ علوم ہیں جن کا خیر القرون میں یا تو نام و نشان ہی نہ تھا اور اگر تھا تو اس کی موجودہ صورت کا کہیں وجود نہ تھا۔ صرف، نحو، معانی، بلاغت، اصول الفقہ، اصول حدیث یہ تمام علوم بعد کی پیداوار ہیں کیا جن علماء و فضلاء نے ان علوم کو مدون کیا اور اپنی گرانقدر زندگیاں، اپنی قیمتی صلاحیتیں اور اوقات ان کو معراج کمال پہنچانے کے لئے اور ان کی نوک پلک سنوارنے کے لئے صرف کیے کیا وہ سب بدعتی تھے اور اس بدعت کے ارتکاب کے باعث وہ سب ان حضرات کے فتویٰ کے مطابق جہنم کا ایندھن بنے۔ پھر گذشتہ چودہ صدیوں میں اسلام کے دامن میں کون رہ جاتا ہے جسے جنت کا مستحق قرار دیا جائے۔ اسی طرح علوم قرآن وسنت اور فقہ کی تدوین تو خیر القرون میں نہیں کی گئی تھی۔ یہ بھی بعد میں آنے والے علماء و فضلاء کی شبانہ روز جگر کاویوں اور کاوشوں کا ثمر ہیں۔ پھر یہ علوم جن کا وجود ہی مجسمہ بدعت ہے، کی تدریس کے لئے جو جامعات اور یونیورسٹیاں آج تک تعمیر کی گئیں یا اب بھی تعمیر کی جارہی ہیں، اور ان پر کروڑہا روپیہ خرچ کیا جارہا ہے کیا سب تعلیمات دین کی خلاف ورزی ہے اور غضب الٰہی کو دعوت دینے کا

باعث ہے۔ یہ عظیم الشان مسجدیں اور ان کے فلک بوس مینار اور ان کی مزین محراب، عہد رسالت میں کہاں تھے؟ کیا ان سب کو آپ گرا دینے کا حکم دیں گے۔ کیا آپ قاطع بدعت کہلانے کے جنون میں اپنی فوج سے توپیں، ٹینک، بمبار طیارے سب چھین لیں گے اور اس کے بجائے انہیں تیر کمان دے کر میدان جنگ میں جھونک دیں گے جو بدعت کی تعریف آپ کی ہے وہ تو ان تمام چیزوں کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہے۔ کیا اسلام جو دین فطرت ہے، اس کی ہمہ گیر تعلیمات اور اس کی جہاں پرور روح کو آپ اپنے ذہن کے تنگ زنداں میں بند کرنے کی ناکام کوشش میں اپنا وقت ضائع کرتے رہیں گے۔ ہم ان حضرات کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ علماء اسلام نے بدعت کی جو وضاحت اور تشریح کی ہے اس کو پیش نظر رکھا جائے تو اس قسم کے توہمات سے انسان کو واسطہ ہی نہیں پڑتا۔ وہ فرماتے ہیں کہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں، واجب، مستحب، مکروہ، مباح، حرام۔۔۔۔۔"

"اس لئے ہم بصد ادب اور از راہ جذبہ خیر اندیشی ان حضرات کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ وہ اس تشدد کو ترک کر دیں۔ اللہ تعالیٰ کے محبوب کی ولادت باسعادت سب امتیوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا عظیم الشان احسان ہے۔ آئیے اس روز مل کر اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ شکر ادا کیا کریں۔ سب مل کر اس کی تسبیح و تہلیل کے نغمے الاپا کریں۔ اظہار مسرت کے ہر جائز طریقہ کو شرعی حدود کے اندر رہتے ہوئے بروئے کار لائیں۔ ایسی محفلوں کا انعقاد کریں جن میں امت مصطفویہ کے افراد جمع ہوں اور ان کے علماء سیرت محمدیہ سے انہیں آگاہ کریں، اس محبوب کریم ﷺ کی بارگاہ جمال و کمال میں عقیدت و محبت سے صلوٰۃ و سلام کے رنگین پھول پیش کیا کریں اور یہ اہتمام بہر حال ملحوظ خاطر ہے کہ کوئی ایسی حرکت نہ ہونے پائے جس میں کسی فرمانِ الٰہی کی نافرمانی ہو یا سنت نبویہ کی خلاف ورزی ہو۔۔۔۔۔ اس سلسلہ میں ہم سب سے متفق ہیں اور ہمارا مشروط تعاون ان مصلحین امت کو میسر رہے گا جو اس نیک مقصد کے لئے کوشاں ہیں"۔ (ضیاء النبی جلد دوئم صفحہ 55-56.50)

مقالہ ہذا میں اٹھائے گئے عنوانات و موضوعات کا علمی جواب دینے کا خیر مقدم کیا جائے گا۔ لیکن الزامی اعتراضات کے جواب سے صرف نظر کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

محافل میلاد اہمیت اور آداب

علامہ حافظ خان محمد قادری ☆

عظیم فلسفی مورخ علامہ ابن خلدون نے بالکل درست کہا ہے کہ "جو واقعہ دنیا میں جتنا مقبول و مشہور ہوگا اتنی ہی زیادہ افسانہ سرائی اسے اپنے حصار تخیل میں لے لے گی"۔ معروف مغربی شاعر گوئٹے کی بات بھی قابل غور ہے کہ "انسانی عظمت کی حقیقت کی انتہا یہ ہے کہ وہ افسانہ بن جائے"۔

قارئین! دونوں اصحاب علم وفکر کی باتوں کا مطلب تقریباً ایک ہی ہے کہ جب کوئی شخص یا واقعہ مقبولیت و شہرت کی معراج پر پہنچتا ہے تو حقیقت و واقعیت کی حدوں سے نکل کر افسانے کا روپ دھار لیتا ہے اور اس حقیقت کو ہر ذی شعور انسان جانتا ہے کہ حقیقت اور افسانے میں زمین اور آسمان سے زیادہ فاصلہ ہے۔ افسانہ تخیلات اور تصورات کی پرواز اور رنگ و تاز کا نام ہے جبکہ حقیقت زبان صداقت کی آواز کا نام ہے اس میں شک نہیں کہ افسانوی شخص یا واقعہ دنیا میں بہت مقبول و مشہور ہوتا ہے مگر یہ بھی ذہن میں رہے کہ جب غبار چھٹتا ہے دن نکلتا ہے خواب سے آنکھیں کھلتی ہیں حقیقت و واقعیت کا جادو سر چڑھ کر بولتا ہے تو مقبولیت نفرت میں بدل جاتی ہے شہرت ذلت میں بدل جاتی ہے۔

شہرت و مقبولیت کے بھوکے کچھ لوگ تو خود اپنے لئے افسانوں کا جال بنتے ہیں اور پھر بڑی رازداری اور چالاکی سے اس جال کو بچھا دیتے ہیں اور لوگ انہیں فرش نشین انسان کی بجائے ان هذا الا ملك کریم سمجھنے لگتے ہیں اور کچھ لوگ وہ ہوتے ہیں جن کے لئے لوگ خود افسانے تراش لیتے ہیں ان کی ذات کی طرف تخیلاتی و تصوراتی احوال و واقعات منسوب کر کے مزید نکھارنے اور بنانے کی سعی لاحاصل کرتے ہیں حالانکہ

☆ سابق ناظم اعلیٰ، جامعہ محمدیہ غوثیہ داتا نگر لاہور، ملک کے ہردلعزیز خطیب، ماہر تعلیم اور مصنف

وہ نہیں محتاج زیور کا جس کو خوبی خدا نے دی

بعض لوگ تو ان عظیم شخصیات کے احوال و اقوال میں رنگ آمیزی کرتے ہیں اور بعض ظالم تو طبع زاد، من گھڑت واقعات منسوب کرنے سے بھی نہیں چوکتے۔

اس عمل کے پس پردہ یا تو تعصب کی اختراع و ایجاد میں دو جماعتیں سرگرم عمل رہی ہیں ایک تو دھڑا بندی کے خوگر مصنفین اور دوسرے واعظین (مقررین) ہیں۔ اور یہ حضرات ہر دور میں موجود رہے ہیں اپنے تئیں ان کے جذبات و احساسات لاکھ درست بھی مگر یاد رہے کہ خلاف واقعہ داستانیں روشن حقیقتوں کو بھی مشکوک بنا دیتی ہیں اور منکرین عظمت انسانیت کو بزرگوں کے حقیقی فضائل و مناقب کے انکار کا موقع فراہم ہو جاتا ہے۔

اس لئے صاحب عظمت شخصیات سے لے کر فضائل اعمال تک کے معاملہ میں احتیاط کا دامن نہیں چھوٹنا چاہیئے۔ خصوصاً ذات رسالت مآب ﷺ کے معاملہ میں تو از حد احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ کا ہر شعبہ اور فضائل کا ہر گوشہ عروج و فراز کی معراج پر ہے۔ جسے غلط بیانی کے قبیح پیوند سے بلند نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ہر امکانی فضیلت اور بلندی ہمارے آقا کریم ﷺ کو پہلے ہی حاصل ہے۔ خصوصاً میلاد پاک کے موضوع پر احتیاط اور اعتدال کی ضرورت ہے۔ میلاد رسول ﷺ کا مبارک مہینہ جلوہ فگن ہے ہر طرف نکہت و نور کی بارشیں برس رہی ہیں جملہ اہل ایمان شاداں و فرواں حسب توفیق ماہ مبارک کی سعادتوں کو سمیٹنے میں مصروف ہیں۔ شہروں کے شور سے لے کر دیہاتوں کی خاموشی تک حضور ﷺ کی محبت کا ساز بج رہا ہے۔

اہل قلم اور اہل زبان حضور ﷺ کی مدح و ثنا میں مصروف ہیں اہل دل، اہل ایمان گوش بر آواز ہیں تا حد نگاہ مسلمان قطار اندر قطار تعریف و توصیف نبی ﷺ سننے اور پڑھنے کے لئے بے تاب ہیں۔

ہر چھوٹا اور بڑا غلام اور ان پڑھ، امیر اور فقیر بارگاہ رسالت میں اپنا اپنا نذرانہ لے کر کھڑا ہے۔ ہوشیار!

ادب گاہیست زیر آسمان از عرش نازک تر　　　نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید اینجا

اس دربار میں ادب اور اخلاص شرط اول ہے یہاں جھوٹ کا سکہ بالکل نہیں چلتا ہے خبردار!

محافل میلاد اور محافل نعت کو محض پر ہجوم میلہ نہ بنانا محض نام ونمود، چودھراہٹ و سیادت کے لئے اس مبارک نام کو سیڑھی نہ بنانا یہ بارگاہ رسول ﷺ ہے یہاں صدارت و سیادت کے نشے کو کافور کر کے آنا عجز و نیاز کے سانچے میں ڈھل کے آنا، عرش نشین حبیب کا دربار ہے۔ قدم قدم سنبھل کے آنا۔

ایسا نہ ہو کہ چند لمحوں کی واہ واہ کے لئے سرکار کی جانب غلط بات منسوب کر دیں اور دھتکار دیئے جائیں اور سرکار کی مبارک نظروں سے گر جائیں۔

نہ اٹھ سکا قیامت تک واللہ　　　جسے تو نے نظر سے گرا کے چھوڑ دیا

عزیز از جان مسلمان! سن اور غور سے سن!

ہر محفل کا انعقاد اللہ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی محبت کے بڑھاوے کے لئے ہوتا ہے ہر جلسے کا قیام دین برحق اسلام کی سرفرازی کے لئے ہوتا ہے۔

اگر مقرر اور نعت خوان اپنے اپنے لئے واہ واہ کے طلب گار رہے اور محفل کرانے والا اپنے لئے آفرین آفرین کا خواہشمند رہا۔

نعت رسول کی بجائے فلمی گانوں کی شرمناک دھنوں پر ایمان سوز انداز کا مظاہرہ ہوتا رہا دین اور شریعت کی تعظیم وتکریم کی بجائے کھلے عام پیغمبری مشن کا مذاق اڑایا جاتا رہا۔ تو الامان

ایک دل، ہلا دینے والا سچ آپ بھی پڑھیں اور غور کریں۔

سیالکوٹ شہر تھا محفل نعت سجی ہوئی تھی ہزاروں روپے سے پنڈال جگمگ جگمگ کر رہا تھا ملک کے گوشے گوشے سے نعت خوان تشریف لائے ہوئے تھے وی آئی پی ٹریٹ منٹ ہوا نعت خوانوں نے حمام پر جا کر سنت رسول ﷺ چہرے سے صاف کرائی کچھ نے داڑھی اور مونچھ دونوں صاف کراتے چہروں پہ ہلکا ہلکا میک اپ کیا............ سرخی اور غازہ تک بات جا پہنچی۔

لذت کام و دین اور بجنے سنورنے کے بعد محفل نعت کی رونق ہوئے کچھ نعت خوان پردۂ سٹیج کے پیچھے سگریٹ پیتے رہے اور فلمی دھنوں پر نعتوں کا مقابلہ لگا سادہ دل مسلمانوں نے دل کھول کر نوٹوں کی بارش کی............ آہ صد آہ............ محفل نعت کا رنگ محفل رقص میں بدل گیا............ ایک سنی دردمند مسلمان سب کچھ قریب سے دیکھ رہا تھا............ محفل جاری تھی کہ موذن نے صبح کی اذان دے کر رات کے اختتام کا اعلان کیا وہ حساس مسلمان اس وقت چیخ اٹھا کہ کسی ایک بھی نعت خوان نے حسب عادت نماز ہی نہیں پڑھی اور اس نے رو کر کہا کہ "اگر تم نے مجرا ہی کرانا تھا تو سرکار ﷺ کے پاک اور مبارک نام کا سہارا کیوں لیا؟

اے چشم شعلہ بار ذرا دیکھ تو سہی یہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

اگر محافل کا یہی رنگ ڈھنگ جاری رہا تو ہمیں دشمنوں کی ضرورت نہیں رہے گی۔

میرے سنی مسلمان بھائیو! ٹھنڈے دل سے غور کرو......

ہر عمل میں اعتدال ضروری ہے بے احتیاطی اور بے اعتدالی جادۂ مستقیم سے ہٹا کر گمراہی کی دلدل میں گم کر دیتی ہے۔ اس مبارک ماہ میں تجدید وفا کی ضرورت ہے نبوی مشن کو تازہ کرنے کی ضرورت ہے کیا آپ اس حقیقت سے بے خبر ہیں؟ بلکہ ہمارے بلند قامت راہنما ہم سے عجلت سے جدا ہو رہے ہیں............ مدارس وسائل نہ ہونے کی وجہ سے خالی ہو رہے ہیں............ دین کو راہنما و راہبر دینے والی پنیری ختم ہو رہی ہے............ مساجد ویران ہو رہی ہیں............ بدعقیدگی کا سیاہ طوفان سر پر آن پہنچا ہے اس کا ایک ہی علاج ہے کہ اس مبارک ماہ میں اپنے پیارے رسول ﷺ کی توجہات کے حصول کے لئے اپنے وسائل مجتمع کریں اور انہیں نتیجہ خیز کاموں میں لگائیں۔

چند سریلی آوازوں پر دھن دولت لٹا کر افراد کی جیبیں بھرنے کی بجائے اپنے دین اور مسلک کی خدمت کریں اس سے آپ کے کانوں کی بجائے آپ کی روح کو تسکین حاصل ہوگی، دین کے لئے افراد تیار کریں............ رجال کار تیار کریں............ حسین فریب

کھانے کی بجائے تلخ حقیقتوں کا سامنا کرنے کا حوصلہ پیدا کریں۔

اس ماہ مقدس کی مبارک گھڑیوں میں مقدر سنواریں اگر اللہ نے آپ کو وقت کی دولت سے نوازا ہے یا سرمائے کی دولت سے نوازا ہے اسے بلا سوچے سمجھے برباد نہ کریں اس کے لئے ترجیحات قائم کریں۔

محافل کا انعقاد بے شک ثواب ہے باعث اجر ہے لیکن یہ مستحبات کے زمرے میں آتی ہیں۔آپ کے فرائض واجبات اور سنتیں آپ کا راہ تک رہی ہیں اس وقت سب سے بڑا فرض دین کی تعلیم و تدریس اور افراد کی درست تربیت ہے۔

بے شک یہی نبوی مشن ہے مگر یہ کام صبر آزما ہے اور تھکا دینے والا ہے شاید اسی لئے تن آسان لوگ اس طرف آنے سے گریزاں ہیں لیکن آپ انہیں خود اس کا بیڑا اٹھائیں جو یہ کام کر رہا ہے اس کے دست و بازو بنیں۔

میرے بھائیو! لوگوں کی وقتی واہ واہ، اللہ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی رضا کے سامنے کچھ معنی نہیں رکھتی، آئیں! ماہ ربیع الاول کو صدق و اخلاص سے منائیں۔

مقررین، خطیب اور علما حسین اور خوبصورت مضامین کا انتخاب کریں غلط روایات کی بجائے صداقت م آپ آقا ﷺ کے حضور سچائی کے نذرانے پیش کریں۔

اس کے لئے علامہ مولانا محمد علی رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "میزان الکتب" آپ کی معاون و مددگار ہوگی۔

نعت خوان حضرات! موجودہ دور کے غیر محتاط شعرا کے کلام کی بجائے اعلیٰ حضرت سیدنا امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اور ان جیسے بزرگوں کے کلام کو ترجیح دیں۔

محافل منعقد کرانے والے حضرات، محافل میں شریعت کی بالادستی کا اہتمام کریں۔صدق و اخلاص کو شعار بنائیں۔محافل کے ظاہری اور معنوی تقدس کے لحاظ رکھیں محض ظاہری لذت اور حس کی بجائے حقیقی لذت سے آشنا ہونے کی کوشش کریں، بے ہنگم ہجوم اکٹھا کرنے کی بجائے قلیل افراد جمع کر کے ان کی محبوبانہ تربیت کریں کیونکہ بے شمار پتھروں کے ڈھیر پہ ایک ہیرا بھاری ہوتا ہے۔

مسلک حق اہلسنت.........................زندہ باد

خوشی کا اظہار

ڈاکٹر حافظ محمد سعد اللہ ☆

خوشی کے موقعہ پر انفرادی اور اجتماعی طور پر خوشی اور مسرت کا اظہار کرنا انسان کی فطرت میں داخل ہے۔ چنانچہ جب ہم انسانی تاریخ پر نظر ڈالتے ہیں تو کوئی زمانہ اور کوئی علاقہ ایسا دکھائی نہیں دیتا جس میں اس علاقہ کے لوگوں نے انفرادی و ذاتی خوشیوں کے علاوہ کچھ خاص تہوار میلے ٹھیلے اور جشن منانے کے دن مقرر نہ کر رکھے ہوں۔ وہ ان مخصوص ایام میں اپنی اپنی حیثیت کے مطابق اچھا لباس پہنتے اور عمدہ کھانے پکاتے ہیں۔ کھیلتے کودتے رقص کرتے ڈھول بجاتے اور بھنگڑے ڈالتے ہیں۔ علاوہ ازیں اپنے اپنے علاقائی ماحول اور پسند کے مطابق کئی دوسرے طریقوں سے بھی اپنی اندرونی مسرت و خوشی کا اظہار کرتے ہیں۔ یہ گویا انسانی فطرت کا تقاضا ہے۔

مشہور صحابی اور خادم رسول حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ مکہ مکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو اہل مدینہ (جن کی کافی تعداد پہلے ہی سے اسلام قبول کر چکی تھی) دو دن تہوار کے طور پر منایا کرتے تھے جن میں کھیلتے کودتے تھے تو آپ ﷺ نے ان سے پوچھا کہ یہ دو دن جو تم تہوار کے طور پر مناتے ہو ان کی حقیقت اور اصلیت کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہم دور جاہلیت میں یعنی اسلام سے پہلے ان دو دنوں میں اس طرح کھیل کود کر جشن مناتے تھے (بس وہی رواج ہے جو اب تک چلا آ رہا ہے) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے ان دو دنوں کے بدلہ میں ان سے کہیں بہتر دو دن تمہارے لئے بطور تہوار مقرر فرما دیئے ہیں اور وہ ہیں عید الاضحیٰ کا دن اور عید الفطر کا دن۔

(رواہ ابو داؤد، مشکوٰۃ المصابیح ص ۱۲۵ طبع کلاں کراچی)

☆ محقق اور سنجیدہ فکر صاحب علم و قلم، لاہور

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام نے اپنے ماننے والوں کے لئے شرعی طور پر دو تہوار مقرر فرمائے ہیں۔ ایک عید الفطر اور دوسرا عید الاضحیٰ اور ان تہواروں میں دیگر اقوام کی طرح رنگ رلیاں منانے، شراب کباب کی محفلیں سجانے، بینڈ باجے بجانے، آتش بازی کا مظاہرہ کرنے اور کھیل تماشا کی بجائے روزانہ اور معمول کی پنج نمازوں کے ساتھ ایک اور نماز دوگانہ کو واجب قرار دیا ہے۔

اسلام کے ان دو تہواروں یا خوشی کے مواقع اور دیگر اقوام کے تہواروں میں یہ نمایاں فرق بھی ہے کہ دیگر اقوام و مذاہب کے تہوار زیادہ تر ماضی کے کسی اہم تاریخی واقعہ یا کسی تاریخی یا قومی شخصیت کی ولادت کی یاد یا موسم کی تبدیلی وغیرہ کے موقعہ پر منائے جاتے ہیں جبکہ اسلام نے جن دنوں کو تہوار کے طور پر مقرر فرمایا ہے ان کے ساتھ کوئی ایسا واقعہ وابستہ نہیں جو ماضی میں ایک مرتبہ پیش آ کر ختم ہو چکا ہو۔ بلکہ اس کی بجائے ایسی خوشی کے واقعات کو تہوار کی بنیاد قرار دیا جو ہر سال پیش آتے ہیں اور ان کی خوشی میں عید منائی جاتی ہے۔ چنانچہ اللہ نے دونوں عیدین ایسے موقع پر مقرر فرمائی ہیں جب مسلمان کسی عبادت کی تکمیل سے فارغ ہوتے ہیں۔ چنانچہ عید الفطر رمضان گزرنے پر رکھی ہے کہ میرے بندے پورا مہینہ عبادت میں مصروف رہے۔ دن کو روزہ رکھا کھانا پینا چھوڑے رکھا، جنسی خواہشات کو ترک کر دیا، راتوں کو تراویح میں میرا کلام سنتے رہے سحری کے وقت اٹھتے رہے دوسرے مہینوں کی نسبت اس میں زیادہ سے زیادہ نیکیوں کی کوشش کرتے رہے گویا پورا مہینہ عبادت میں گزرا، اس عبادت الٰہی کی خوشی میں یہ عید الفطر مقرر فرمائی اور عید الاضحیٰ ایسے موقع پر مقرر فرمائی جب مسلمان ایک دوسری عظیم عبادت یعنی حج کی تکمیل کرتے ہیں، اس عبادت کی تکمیل کے اگلے دن یعنی دس ذی الحج کو اللہ نے دوسری عید مقرر فرمائی۔

گویا اللہ نے یہ سبق دیا کہ ماضی کے واقعات تمہارے لئے عید اور خوشی کی بنیاد نہیں۔ بیشک تمہاری تاریخ ایسے واقعات سے جگمگا رہی ہے اور تمہیں ان پر فخر کرنے کا حق بھی پہنچتا ہے۔ لیکن تمہارے لئے صرف اپنے آباؤ اجداد کے کارناموں پر خوشی منانا کافی نہیں بلکہ خود اپنے ذاتی عمل کو دیکھو اگر تمہارے اپنے عمل کے اندر کوئی اچھائی ہے تو خوشی

مناؤ اور اگر خدانخواستہ کوئی برائی ہے تو اس کی اصلاح کی فکر کرو۔

عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے شرعی احکام میں یہ چیز بھی نظر آتی ہے کہ خوشی کے اسلامی تصور میں یہ بات بھی داخل ہے کہ ایک صاحب حیثیت مسلمان خوشی کے مواقع پر اپنے معاشرے اور اردگرد کے غرباء و مساکین کو نہ بھول جائے۔ ایسا نہ ہو کہ خوشی کے موقع پر وہ اس کے بال بچے تو نئے کپڑے پہنیں، عمدہ عمدہ کھانے کھائیں اور غرباء و مساکین اپنی غربت اور فقر کے ہاتھوں مجبور ہو کر کسی قسم کی خوشی کا اظہار نہ کرسکیں۔ یہی وجہ ہے کہ عید الفطر کی نماز کے لئے جانے سے پہلے پہلے اسلام نے ضروری قرار دیا کہ صاحب حیثیت اور صاحب نصاب لوگ صدقۃ الفطر یا فطرانہ کے عنوان سے ایک مخصوص رقم غرباء و مساکین تک پہنچا دیں تاکہ وہ بھی اپنی خوشی کا سامان کرسکیں۔ اسی طرح عید الاضحیٰ کے موقعہ پر حکم دیا کہ جو صاحب حیثیت مسلمان قربانی کے جانور ذبح کریں وہ ان کے گوشت کا کم از کم ایک تہائی حصہ ان ضرورت مند اور غریب لوگوں تک پہنچائیں جنہیں سال بھر شاید ہی گوشت دیکھنا نصیب ہوتا ہو۔ اسی طرح قربانی کے جانوروں کی کھالوں کے ذریعے بھی ان غرباء کی مدد کریں اور ان کے معاشرتی دکھوں کا مداوا کریں۔

خوشی کے موقعہ پر خوشی کا اظہار چونکہ انسان کی فطرت ہے اور اسلام بھی دین فطرت ہے لہٰذا خوشی و مسرت کے اظہار کے لئے ہر ایسے انداز و طریقے کی اسلام میں اجازت ہے جس سے شریعت کی کوئی حد پامال نہ ہوتی ہو اور کسی ممنوع چیز کا ارتکاب نہ ہوتا ہو۔ چنانچہ صحیح بخاری اور دوسری کتب حدیث میں اختلاف کے ساتھ ایک روایت موجود ہے۔ جس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ عید کے روز میرے حجرے میں دو بچیاں جنگی ترانے گا کر خوشی کا اظہار کر رہی تھیں۔ یہ کوئی پیشہ ور گلوکارائیں اور بالغ لڑکیاں بھی نہ تھیں۔ حضور اکرم ﷺ تشریف لائے تو حجرہ میں دوسری طرف منہ کر کے چہرہ پر کپڑا ڈال کر لیٹ گئے اور بچیاں حضور اکرم ﷺ کی موجودگی میں وہ جنگی ترانے گاتی رہیں۔ اتنے میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی آ گئے۔ ایک روایت کے مطابق وہ

بچیاں دف بجا کر خوشی کا اظہار کر رہی تھیں تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مجھے یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو جھڑکا اور فرمایا تم حضور اکرم ﷺ کے پاس اس طرح کا گانا بجانا کرا رہی ہو۔

حضور اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی یہ تنبیہہ سنی تو چہرہ مبارک سے کپڑا ہٹایا اور فرمایا:

دعهما یا ابابکر فانها ایام عید اے ابوبکر رضی اللہ عنہ!	ان بچیوں کو چھوڑ دو انہیں کچھ نہ کہو۔ کیونکہ یہ عید کے ایام ہیں لہٰذا انہیں خوشی کا اظہار کرنے دو۔ (مشکوٰۃ ص ۱۲۵)

اسی طرح ایک موقعہ پر عید کے روز مسجد نبوی کے ساتھ خالی جگہ میں حبشہ کے چند لوگوں نے نیزہ بازی کے کرتب کا مظاہرہ کیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں میں نے بھی حضور اکرم ﷺ سے یہ کرتب دیکھنے کی خواہش ظاہر کی تو آپ ﷺ نے مجھے اپنے پیچھے پردے میں کھڑا کر لیا اور میں آپ ﷺ کے کندھے پر منہ رکھ کر یہ کھیل دیکھتی رہی۔ اس دوران آپ ﷺ نیزہ بازوں کی حوصلہ افزائی بھی فرماتے رہے۔ حتیٰ کہ میں یہ کھیل دیکھنے سے سیر ہو گئی تو مجھے فرمایا بس؟ میں نے عرض کیا ہاں۔ فرمایا تو چلی جاؤ۔

(بخاری کتاب العید ین باب الحراب یوم العید ۱/۳۰)

خوشی کے بیان کردہ اس اسلامی تصور میں یہ بات بھی داخل ہے کہ کسی بھی انفرادی یا اجتماعی خوشی کے اظہار میں یہ چیز مدنظر رہے کہ ہماری خوشی کے اظہار سے کسی دوسرے کو رنج دکھ اور پریشانی نہ پہنچنے پائے۔

ساری گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام میں اصل اور حقیقی خوشی وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے کسی حکم کی تعمیل یا دین دنیا کے کسی انعام الٰہی پر ہو اور ایسی خوشی کے اظہار میں بھی احکام شریعت کی پابندی کو ملحوظ رکھا جائے نہ کہ غیر مسلم اقوام کے انداز میں رنگ رلیاں منائی جائیں، بھنگڑے ڈالے جائیں اور حقوق اللہ، حقوق العباد کو پامال کیا جائے۔

وصالِ نبوی ﷺ کی تاریخ کی تحقیق

محمد اسحاق ناگی

کتب سیر، احادیث اور تواریخ میں حضور ﷺ کا یوم وفات پیر ہی آتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کی ولادت پیر کو ہوئی، پیر کو منصب نبوت پر فائز ہوئے، پیر کو مکہ سے ہجرت فرمائی، پیر کو مدینہ تشریف لے گئے اور پیر ہی کو دار فانی سے رخصت ہوئے۔ محدثین اور ارباب سیر تین چیزوں پر متفق ہیں: سال وفات ۱۱ ہجری، مہینہ ربیع الاول، تاریخ ۲،۱ اور ۱۲ (مسند احمد)

آنحضرت ﷺ کی مدت علالت اور تاریخ وفات کے تعین میں روایات مختلف ہیں۔ آپ کی علالت ۱۹ اور ۲۹ صفر کو شروع ہوئی (طبقات ابن سعد)۔ آپ کی رحلت کی تاریخ کتب احادیث میں کہیں مذکور نہیں۔ البتہ کتب سیئر میں تین روایات ۱، ۲ اور ۱۲ ربیع الاول کا تذکرہ ملتا ہے۔ یعقوبی نے ابن ہشام رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے سائب قلبی اور ابو محنف کی روایت قبول کی ہے، مگر محدثین کے نزدیک یہ دونوں دروغ گو اور غیر معتبر ہیں۔ ابن سعد نے واقدی کے حوالہ سے ۱۲ ربیع الاول نقل کی ہے۔ یہ بھی محدثین کے نزدیک معتوب ترین آدمی ہے۔

یکم ربیع الاول کی روایت ثقہ ترین سیرت نگار موسیٰ بن عقبہ رحمۃ اللہ علیہ اور مشہور محدث امام لیث مصری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے (فتح الباری وفات)۔ امام سہیلی نے روض الانف میں لکھا ہے کہ یہی روایت حق سے قریب تر ہے۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں۔

سورۃ مائدہ کی آیت اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ ۱۰ ہجری ۹ ذوالحجہ بروز جمعہ نازل ہوئی۔ ایک یہودی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے متعلق کہا کہ یہ ہم پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو بطور عید مناتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس دن ہماری دوہری عید تھی یعنی یوم عرفہ اور جمعہ کا دن تھا۔ یہ روایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ، حضرت

معاویہ رضی اللہ عنہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور ثمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ (ابن کثیر)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ اس کے بعد ۸۱ دن اس دار فانی میں رہے۔ (ابن کثیر)

پیر اور ربیع الاول پر سب متفق ہیں۔ اب ہم اس کو درایتاً دیکھیں گے۔

یوم عرفہ بروز جمعہ، ۹ ذوالحجہ تھی۔ اگر ہم ذوالحجہ، محرم اور صفر تینوں مہینوں کو تیس (۳۰) روز کا لگائیں تو پیر کا دن ۶ اور ۱۳ آتا ہے۔ اگر تینوں مہینے ۲۹ کے لگائیں تو پیر ۲ اور ۹ ربیع الاول کو آتا ہے۔ اگر دو مہینے ۳۰ کے اور ایک ۲۹ کا لگائیں تو پیر ۷ اور ۱۴ کو آتا ہے۔ اگر دو مہینے ۲۹ اور ایک ۳۰ کا لگائیں تو پیر ۱، ۸ اور ۱۵ کو آتا ہے۔

ان مفروضہ تاریخوں میں سے ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۳، ۱۴ اور ۱۵ کی تائید میں کوئی روایت نہیں۔ اس لئے یہ تاریخیں خارج از بحث ہیں۔ ۲ تاریخ کی صورت میں تینوں مہینے ۲۹ کے ہوں گے۔ جو کسی طرح ممکن نہیں۔ ۱۲ تاریخ کسی صورت میں بھی پیر کے دن نہیں آتی۔ اس لئے درائت اور روایت کی روشنی میں آپ ﷺ بروز پیر یکم ربیع الاول ۱۱ ہجری کو اس دار فانی سے تشریف لے گئے۔

اہل علم کے لئے راستے کھلے ہیں۔ وہ بھی حقائق کی روشنی میں غور کریں۔ اللہ رب العزت ہمیں حق سمجھنے اور عمل کرنے کی توفیق دے۔



دعوت فکر و عمل

ملک محبوب الرسول قادری

۱۔ اپنے ایمان و عقیدے کو مسلک اہل سنت و جماعت کے مطابق رکھئے جو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور اسلاف عظام بزرگان دین اور امام احمد رضا قادری قدس سرہٗ کا مسلک تھا۔

۲۔ نماز، روزہ، حج و زکوٰۃ تمام تر کوشش سے ادا کیجئے کہ کوئی ریاضت، مجاہدہ ان فرائض کی ادائیگی کے برابر نہیں۔

۳۔ تمام گمراہ فرقوں سے بچئے اور آئندہ نسل کو ان کے زہریلے اثرات سے محفوظ رکھنے کی پوری کوشش کیجئے۔

۴۔ ایک سچے مسلمان بن کر زندگی گزاریئے اور اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کیجئے۔

۵۔ جزوی اور معمولی باتوں کو اختلاف و شقاق کا ذریعہ نہ بنائیے۔ اختلاف سے بہرحال دور رہیے۔

۶۔ آپ کو اسلام پسند ہے تو کفار و مشرکین کو بھی اسلام کی دعوت دیجئے تاکہ خدا کی زمین پر خدا کا دین برپا ہو اور اسلام کا علم چاروں طرف لہراتا نظر آئے۔

۷۔ حسن اخلاق کے پیکر بن جائیے بدخلقی اور ترش روئی کو دور بھگائیے اور دوسروں کو اپنے اچھے اخلاق سے متاثر کرنے کی کوشش کیجئے۔

۸۔ غیروں کو اپنا بنائیے اور اپنوں کو دور ہونے سے بچائیے۔

۹۔ بدکرداری، فحاشی و بے حیائی اور بد دیانتی سے معاشرے کو پاک کرنے کے لئے جذبہ جہاد سے کام لیجئے ہر کام میں اخلاص و للہیت کو جگہ دیجئے خود غرضی و جاہ طلبی کے مذموم جذبے سے اپنے کو پاک کیجئے۔

۱۰۔ آج معاشرے میں برائیوں نے جڑ پکڑ لی ہے اور گناہوں کا رنگ موٹا ہو چکا ہے اس لئے اصلاحی اقدامات کو تسلسل کے ساتھ انجام دینے کی سخت ضرورت ہے۔

۱۱۔ اپنے اسلامی بھائیوں کو نیکیوں کی دعوت دیجئے، برائیوں سے بچائیے اور خود بھی نیکیوں سے آراستہ ہو کر برائیوں کا مقابلہ کیجئے تاکہ اصلاحی تدابیر زیادہ مؤثر ہوں۔

۱۲۔ حلال کمانے اور حلال ہی کھانے کی عادت ڈالئے کہ کھانے پینے کا ذہن وضمیر پر براہ راست اثر پڑتا ہے آدمی جیسا کھاتا ہے اس کا باطن بھی ویسا ہی بنتا ہے۔

۱۳۔ حرام مال سے بہ شدت بچئے کہ اس کا وبال بہت ہی سخت ہے حرام کھانے والوں کا ٹھکانا حدیث میں جہنم بتایا گیا ہے۔

۱۴۔ معاملات کی صفائی اور سچائی کو اپنا شعار بنائیے۔

۱۵۔ قرض سے دور بھاگئے اور اگر قرض ہو گیا ہو تو جلد تر ادا کیجئے کہ شہید کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں مگر قرض معاف نہیں ہوتا ہے اور قیامت کے دن اس کا انجام بہت بھیانک ہوگا۔

۱۶۔ والدین، بہنوں، بھائیوں اور پڑوسیوں کے حقوق کی ادائیگی کے لئے بھرپور کوشش کیجئے کسی کا حق غصب کر کے غضب الٰہی کو دعوت مت دیجئے۔

۱۷۔ اپنی بچیوں کی شادی کے لئے صحیح العقیدہ اور نیک لڑکے اور بیٹوں کے لئے نیک لڑکی تلاش کیجئے۔

۱۸۔ جہیز کی مانگ سے یکلخت پرہیز کیجئے کہ جہیز مانگنا بھیک مانگنا برابر ہے، دونوں حرام اور بد انجام ہیں۔

۱۹۔ روزانہ ایک پارہ یا نصف پارہ کلام پاک کی تلاوت کیجئے اور اس کو سمجھنے کے لئے ترجمہ کلام پاک کنز الایمان مع خزائن العرفان کو مطالعہ میں رکھئے۔

۲۰۔ اپنی اولاد کو اچھی تعلیم و تربیت سے آراستہ کیجئے کہ اولاد کے بارے میں بھی قیامت کے دن سوال ہوگا۔

۲۱۔ دین کا ہر کام اور تمام عبادتیں صرف خدا کی رضا و خوشنودی کے لئے انجام دیجئے اور زیادہ نمائش سے پرہیز کیجئے۔

۲۲۔ میلاد شریف کی محافل میں شیرینی کے ساتھ علمائے اہل سنت کی دینی کتابیں بھی تقسیم کیجئے تاکہ دینی تعلیم کو فروغ ہو۔

۲۳۔ ہر شہر ہر قریہ میں اسلامی دینی لائبریریاں قائم کیجئے اور اس میں علمائے اہل سنت کا لٹریچر ذخیرہ کیجئے کہ یہ تبلیغ دین کا بہترین ذریعہ ہے۔


نامور قلم کار اور معروف صحافی ملک محبوب الرسول قادری کے زیر ادارت
ابلاغ دین کی بین الاقوامی تحریک
انوار رضا